

اردو ترجمہ  
در مختار  
الموسم بک

غایۃ الاوطار

جلد سوم

سید محمد رفیع  
الکتاب خانہ  
پاکستان پبلیکیشنز



نام کتاب \_\_\_\_\_ غایزالاوطائری

جلد \_\_\_\_\_ سوم

مترجم \_\_\_\_\_ مولانا خرم علی و مولانا احسن علی

طابع \_\_\_\_\_ حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع \_\_\_\_\_ ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت \_\_\_\_\_ ۵۷۲ صفحات

تعداد \_\_\_\_\_ چھ سو

سنہ طباعت \_\_\_\_\_ ۱۳۹۹ھ

قیمت \_\_\_\_\_ ۳۰/- روپے

ناشر \_\_\_\_\_

ایمچ۔ ایمز سکریٹری کمپنی

ادبے منزل۔ پاکستان سے چوک  
کراچی

# فہرست مضامین در مختار ترجمہ اردو جلد سوم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۱۶۹	باب المتفرقات	۲۰	عرض ناظر	۱
۱۸۲	باب الصرف	۲۱	فہرست مضامین	۲
۱۹۵	کتاب الکفالة	۲۲	کتاب البيوع	۳
۲۲۱	باب كفالة الرجلين	۲۳	ف حقیقت خلو ۱۲	۴
۲۲۵	کتاب الحوالة	۲۴	باب خيار الشرط	۵
۲۳۲	کتاب القضاء	۲۵	ف جاکر مال تین دن سے زیادہ مدت پر {	۶
۲۴۲	باب التحکیم	۲۶	لینا جائز نہیں	
۲۴۴	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ	۲۷	باب خيار الرؤية	۷
۲۹۹	کتاب الشهادة	۲۸	باب خيار العيب	۸
۳۱۷	باب القبول وعدمه	۲۹	باب البيع الفاسد	۹
۳۲۲	باب الاختلاف فی الشهادات	۳۰	ف بیع اشیا منعی الاصل الخ	۱۰
۳۲۹	باب الشهادات علی الشهادات	۳۱	ف ذکر بیع بشرط	۱۱
۳۵۳	باب الرجوع عن الشهادات	۳۲	احکام بیع فاسد	۱۲
۳۶۱	کتاب الوكالة	۳۳	ف عدم انتقال حرمت مال حق الخ	۱۳
۳۶۷	باب الوكالة بالبيع والشراء	۳۴	باب الاقالة	۱۴
۳۸۲	باب الوكالة بالمقصود والقبض	۳۵	باب المراجعة والتولية	۱۵
			باب الربو	۱۶
			تجديد عرض طول طریق دار	۱۷
			باب الاستحقاق	۱۸
			باب السلم	۱۹

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۵۰۴	باب المضارب الذی يضارب	۳۹۱	باب عزل الوکیل	۲۶
۵۱۸	كتاب الایداع	۳۹۶	كتاب الدعوی	۲۷
۵۳۴	كتاب العاریة	۴۱۲	باب التحالف	۳۸
۵۴۴	كتاب الهبة	۴۲۲	باب دعوی الرطبین	۳۹
۵۵۱	ف مشاء کا بیہ درہن وغیرہ	۴۲۳	باب دعوی النسب	۴۰
۵۵۳	ف اولاد کو عطا دینے میں کمی زیادتی	۴۴۱	كتاب الاقرار	۴۱
۵۵۵	مکرده ہے	۴۵۴	باب الاستثناء	۴۲
۵۷۱	باب الرجوع فی الهبة	۴۶۰	باب اقرار المریض	۴۳
	خاتمه طبع	۴۷۸	كتاب الصلح	۴۴
		۴۹۸	كتاب المضاربة	۴۵

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ







# کتاب البیوع



یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جب کہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کتاب بجا الرأی میں ہے کہ مشروعات چار قسم ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جس میں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جس میں دونوں حق مختلف ہیں مگر حق العباد غالب ہے سوا اول حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اس واسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اس کے بعد معاملات شروع ہوئے ان میں ابتدا نکاح سے ہوئی اس واسطے کہ اس میں معنی عبادات کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بجا الرأی کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ ابتدا معاملات بیع سے نہیں بلکہ لفظ اور لفظ اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے ومناسبة للوقوف ازالة الملك لكن لا اى ملك بمنزلة اليه فکانا کبسط و مرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالة ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالة ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع نہیں ہے اور یہاں یعنی بیع میں مالک کی طرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالة ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہونے ہم کتاب ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب پر لہذا تعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اس واسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اس واسطے کہ ازالة ادر اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہو سکتی وجہ لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والتمن الزا اربعة نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضہ صرف سلم بیع مطلق و مرا بخر تولیہ و ضیعة مساومتہ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا لیسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اول بیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرا بخر تولیہ و ضیعة مساومتہ ہم کتاب ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر تشنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور بیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مقید ملک ہے فی الحال وہ نافذ ہے یا مقید ملک عند الامحارة وہ موقوف ہے یا مقید ملک عند القبض ہے وہ فاسد ہے یا مقید ملک اصلاً نہیں وہ باطل ہے اور بیع یا عین ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین یا عین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین یا دین ہے وہ صرف ہے اور مراد دین سے یہاں نقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین یا عین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین یا دین ہے وہ بیع مطلق ہے اور بیع قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متباد ہوتی ہے لہذا اس کو بیع مطلق کہا اور یہاں دین سے وہ مراد ہے جو نقد اور نسیئہ دونوں کو شامل ہے



اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہے تو وہ مرابح ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضع ہے یا بیع اس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی بحقیقت بیع کی ہے کہ مصدر کو معنی مفعول لیجیے تو اب بیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکر تانیع ہوگا ہو لغتہ مقابلۃً شیئی لشیء مالا اولاً بدلیل و ثمرہ ثمن جنس بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا ان پر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی اسی طرح ہے اور اسی طرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کیلئے مخصوص ہے انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ۲۲ یا ۲۳ درم کو بیچا تھا اور جس نے خرید کیا تھا اس نے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحاوی و ہومن الامداد اور لفظ بیع کا منجملہ امداد ہے یعنی خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شرا کے لفظ کے مانند و لتعمل متعديا و بمن للتاکید وبالام یقال لبعک الشئ و لبعته لک ففی زائدۃ قال ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے عرب بولتے ہیں (لبعک الشئ و لبعته لک) تو لام زائد ہے ایسا کچھ کہا ہے ابن قطاع نے و باع علیہ القاضی اے ہمارا رضہ اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اس کا مال بدون اس کی رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کے لفظ سے مانور ہوئی کہ مفید عام اختیار ہے و شرعاً مبادلۃً شئی مرغوب فیہ مثلاً خرج غیر المرغوب کتراب و میتہ و دم اور شرع میں بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اس واسطے کہ ان میں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور مردہ دونوں وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتیں اس واسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے یہ مبادلۃً المال بالمال بالتراضی یعنی مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین یہ حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اس واسطے کہ بکار اراق میں ہے کہ مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کی واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے متول سے یا بعض آدمیوں کے تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعاً اس کی اباحت انتفاع ہے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون متول کے وہ مال نہیں چنانچہ گیسوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے مفادہ لینا مباح نہ ہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جب کہ دونوں امر یعنی متول اور اباحت نہ ہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہ ہوگا چنانچہ خون کہ نہ اس کو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں علی وجہ مقید مخصوص اسے با ایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مقید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی ہم کہتا ہے طحاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ فقط ایجاب اس میں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ فقط ایجاب اس میں بھی ہوتا ہے طحاوی نے کہا ظاہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلہ میں داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ تبرع بہر ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلہ نہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال تھا



اور ہر بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ میں داخل نہ تھا والہیت بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہر بشرط عوض کے ہم کتاب ہے کہ ہر بالعرض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہیں لیکن نظر انتہا کے بیع ہے وخرج بمقید مالا یقید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃ اور مقید کی قید سے غیر مقید نکل گئی تو صحیح نہیں لیکن بیع درہم سے جو کہ وزن اور صفت میں برابر ہیں ہم کتاب ہے اور ایک درہم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے بسبب بیع کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہے چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہر آبیع جائز ہے بسبب فائدے کے کذا فی الطحاوی ولا مقایفۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بخصۃ الآخر کذا صحیح نہیں بدلنا اور مجرا کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیۃ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہیں اور دونوں حصے برابر ہیں سوان کا مبادلہ صحیح نہیں اس واسطے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں والا اجارۃ السکنے بالسنۃ اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکے کا دوسرے گھر کے سکے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس جنس سے بطریق نیکی ہوئی اور وہ جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن ابی السعد ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وجماعہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہ دونوں بیع کے رکن ہیں ہم کتاب ہے فتح القدیر میں ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہیں جو تناول پر دلالت کرتے ہوں یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے معنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر مال ہو قول ہو یا فعل بشرط اہلیۃ المتعاقدين اور شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کتاب ہے شرط بیع کی عاقدین میں تیز اور وہ ولدیت ہے جو ثابت ہے ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور مسی غیر عاقل کی منعقد نہیں اور جو بیع اور اس کے اثر کو سمجھتا ہو تو اس کی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی متعد متعاقدين ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونوں کا وکیل ہو اس کی بیع منعقد نہ ہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدين میں کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعویٰ کرے باوجودیکہ وہ ہر انہیں اور تمام اہل مجلس نے اس کو سنا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی السنو طحاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بجز ارائق میں چھتر شمار کیے ہیں جس کا جی چاہے اس کو دیکھو ومحل المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کتاب ہے بیع میں شرط یہ ہے کہ مال مقوم شرعاً مقدرہ تسلیم ہونی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے خریدنی آزاد نکل گیا اور مقوم سے خمر اور خمریہ خارج ہو گیا مسلم کے حق میں اور مقدرہ تسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور مسکین کی بیع نکل گئی کذا فی السنو طحاوی نے کہا کہ بیع میں یہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے وقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علی المباح سے اور بیع وغیرہ اور میراث اور وصیت سے وحکم ثبوت الملک اور حکم اس کا یعنی بیع کا اثر مرتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کتاب ہے ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہے اور اس کا حکم بائع تسلیم بیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرام مشتری پر اور مالک ہونا اس کی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر بیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر بیع محرم ہو مشتری کا و حکمت نظام بقاء المعاش والعالم اور جو ان بیع کی حکمت نظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کتاب ہے انسان ما جتمعتہ طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا جو تنا پھر اس میں بیج بونا پھر اس کا بیجنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور انداز کا صاف کرنا پھر بیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہ ہو سکتا و علی ہذا فیقاس تحصیل لباس اور مکان میں اس کو بذات خود قدرت نہیں تو ضرور ہوا کہ اسکی مانتا رہوں اس طرح ہر کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے، تو اگر بیع شرعاً سبب ملک بدلین نہ ہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شے مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا مبر کر کے مانتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء مکلفین محتاجین ہے اور دفع حاجات ہے بطریق نظام معقول کے کذا فی الفتح وصفۃ مباح مکروہ حرام واجب اوزیح



کی صفت یہ ہے کہ بعض بیع مباح ہے اور بعض مکروہ اور بعض حرام اور بعض واجب مکتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اس کا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا نحو اس کے مال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحاوی وثبوت بالکتاب والسنة والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے مکتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا (واعل اللہ البیع وحرم الربو) یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیع کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بہ کثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے مستغنی یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اس واسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب ہو ما یدکر اولاً من کلام احمد المتعاقدين فالقبول ما یدکر ثانیاً من الآخر سواء کان بعثت او اشتریت سوا لایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اس کا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعثت کا ہو خواہ اشتریت کا ہو تو وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اس کا نام میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے پھا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدر میں ہے کہ لغت میں ایجاب یعنی اثبات ہے مطلقاً اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضائے اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تاکہ اثبات اول سے ممتاز ہو جائے الدال علی التراضی قید بہ اقتداء بالآیۃ ویانا بلیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکرہ وان انعقد ولم یعقد لہزل احدی الرضا بحکمہ ہذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے ولذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی ہوا سطر کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اس کو دریافت کرے مکتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضا کہتا اس واسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں کی جانب رضامندی سے سو فقط ایجاب سے محال نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے (ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی) اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمائی (الا ان تكون تجارة عن تراض منکم) شارح کا کلام اس کا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے ففتویٰ کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اس کی شرح میں مصرح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحاوی ویرد علی التعریفین مافی التاتارخانیۃ لوخر بانواع البیع اور ایجاب قبول دونوں کی تعریفوں پر تاتارخانیۃ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونو تعریفیں مسلم نہ رہیں لکن فی القہستانی لوکانا معاً لم یعقد کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی چنانچہ فقہانہ نے سلام میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اس کا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب ادا نہ ہوگا اعادہ اس کا لازم ہے یہ شارح نے استدراک کر کے تاتارخانیۃ کا جواب دیا لیکن فتاویٰ عالمگیری میں ظہیر یہ سے تاتارخانیۃ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وعلی الاول مافی الاشباہ مکرار الا ایجاب مطلق الاول الا فی عتق وطلاق علی مال وسبی فی الصلح اور تعریف اول یعنی ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر عتق اور طلاق بعوض مال میں مبطل نہیں اور اس کا ذکر کتاب الصلح میں



اُسے گاہکار ایجاب کی صورت بیع میں صاحبین کے نزدیک یوں ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے اس کو ہزار درم کی بیچا پھر پوچھا کہ میں نے اس کو دو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولیٰ نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر پوچھا کہ تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس پر دونوں مال لازم ہوں گے اور صلح میں تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہاں گفتگو ہے تکرار ایجاب میں اور اسی طرح نظم آئندہ میں خلاصہ اعتراض مذکور ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہو اور ایجاب اول باطل ہو گیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہوا اگرچہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا اول کہیے کہ جہاں پہل ہوا تو کالعدم ہو گیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہو گیا کذا فی المطحطاوی وفي المنظومة المجيبة

وکل عقد بعد عقد جہا فابطل الاثنی لاند سدی فالصلح بعد الصلح ضعی باطلا کذا النکاح ماعدی مسائل منها الشرا بعد الشرا صحوا کذا کفالة علی ما صرحوا اذا المراد صاحب فی الحقیق منها اذا زیادة التوثیق اور منظومہ مجیبہ میں ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اس واسطے کہ وہ مہمل اور بے فائدہ تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے پہلے لازم نہیں آتا مگر چند مسائل میں عقد ثانی باطل نہیں ہوتا اذن جملہ خرید بعد خرید کو علمائے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہیں بموجب تصریح علماء کرام کے اس واسطے کہ عقد محقق میں اس وقت یعنی در صورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا امیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی و ثوق مقصود ہے لہذا باطل نہیں وہاں عبارتہ عن کل لفظین ینبئان عن التملک والتحدیک ما ینبئان کیسوت واشتریت او حالین کفزار علی لم یقرنا بسوف والین کا بیعک فیقول اشتریہ او احد ہما ماضی والاخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہے ان دونوں لفظوں سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کریں خواہ دونوں لفظیں ماضی کی ہوں چنانچہ لجت واشتریت یعنی میں نے بیچا اور میں نے مول لیا یا دونوں لفظیں حال کی ہوں جیسے لغت عرب میں دو لفظ مضارع کے جیسے سوف اور سین متصل نہیں چنانچہ بیعک یعنی میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو مشتری کے اشتریہ یعنی میں اس کو لیتا ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطانیت ایجاب فی الحال کے کذا فی المنع ہم شرح زیلعی میں ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ میں نے بیچا اور خرید کیا یا میں راضی ہوا یا اس کو یا بعض اتنے کے اور برہان میں ہے یا بائع نے کہا کہ کھائے اس کھانے کو بعض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اس کا سلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ گھر یا یہ غلام تجھ کو ہبیہ کیا بعض اس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور حاطیہ سری الدین میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجھ کو اس کی قیمت دے تو میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس میں قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا وہ تیرے واسطے ہے اگر تجھ کو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجھ کو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بجز الرأق میں ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہیں بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہوں گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ ان میں معنی معتبر نہیں ان میں تو وہ الفاظ معتبر ہیں جو طلاق اور عتاق کے واسطے مراستہ یا کنایہ موضوع ہیں اور جب کہ بائع نے ایجاب میں مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول میں خطاب کرنا شرط نہیں اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیچا اور مشتری نے کہا میں نے قبول کیا اور یوں نہ کہا کہ میں نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی المطحطاوی ولكن لا یحتاج الاول الی نیت بخلاف الثاني فان نوى به الايجاب للحال صح علی الاصح والا لا



الا اذا استعملوه للمحال کابل خوارزم فکا لما مضی کابیعک الآن لتتحضه للمحال ولیکن اول معنی جب کہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے معنی جب کہ ایجاب اور قبول یہ لفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے۔ بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور ابیک الآن کے مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جس کو مضارع کہتے ہیں لہذا اس کے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچوں گا اور مول لوں گا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں واما المتحقق للاستقبال فکا لامر لایصح اصلا الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا فقال اخذت اور ضیت صح بطریق الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہے یعنی جس پر سوف اور سین ہے تو وہ امر کے مانند ہے اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کالیوں کہنا کہ اس کو اتنے پرے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم شربلایہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کالیوں کہنا کہ میں اس کو تیرے ہاتھ بیچوں گا اور مشتری کالیوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی خرید یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالانہ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعائے ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعاء خذہ کا بطریق اقتضا کے انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے بعثک خذہ یعنی اس کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اس کو لے کذا فی الحللی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اس کو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا کہ ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا لفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دے گا اور مشتری بائع کو قیمت دے گا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے ولصح اصنافہ الی عضو لیس اصنافہ العتق الیہ کو جوہ و فرج والا لکنہ و لطن اور صح ہے اصناف بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جس کی طرف اصناف عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اصناف عتق صحیح نہیں اس کی طرف اصناف بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے کہ اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہے گا کہ اس کا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وکل ما دل علی معنی بعث و اشتریت نحو قد فعلت وحم و مات الثمن و مولک او عبدک او فداک او خذہ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعث اور اشتریت کے معنی پیمانہ اس قول کے کہ مقرر میں نے کیا اودیاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اس کو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوی عالمگیری میں جو اہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دی تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح لہذا قریب کوری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی



لکن فی الاولو البیوع ان یأبى البائع فقبل المشتري نعم لم یعتقد لانه لیس بتحقیق ولعکس صح لانه جواب لیکن ولو ابیجہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اس کے معنی اگر مشتری نے ابتدا و کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہہ کر تو صحیح ہے اس واسطے کہ وہ جواب ہے وفی القیۃ نعم بعد الاستفہام کما یستثنیٰ بکذا بیع ان نقداً لثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعته فبلغ یا فلان فبلغ غیرہ جاز فلیحفظ اور قیہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ کو بیچا بیع اتنے دم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دے اس واسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا سو اسے فلا نے اس کو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اس کو خبر کر دی تو جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شرط العقد اے البیوع علی قبول غائب فلو قال بعته فلانا الغائب لم یعتقد اتفاقاً الا اذا کان بکتابۃ اور رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغنا اور موقوف الصیۃ نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلا نے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی بلا کتابت و رسالت اور اس نے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اس کو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم بکذا فی الہدایۃ و صدر الشریعۃ کمالاً یتوقف فی النکاح علی الاظهر خلافاً للثانی فلا رجوع لانه عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعق علی مال حیث یتوقف اتفاقاً فلا رجوع لانه یلین نہایت چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح میں در صورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اس واسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور عتق بیع و عتق مال کے کہ ان میں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے باتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ یلین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایۃ ہم طحاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اس واسطے کہ جب ایجاب باطل ہے تو رجوع ہے بمعنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب قبول ماضی کے رجوع کذا درست ہے واما الفعل فالتعاطی و هو التناول قاموس فی خیس و نفیس خلافاً للکفری اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی القاموس یعنی ہا ہم دینا کہ بائع مشتری کو بیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کفری کے یعنی ان کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جس کی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خیس ہے بمراراً میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی محدث ہے کذا فی الطحاوی ہر آیت میں ہے کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدر میں کہا وہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضا مندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس نا طعی میں ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیسوں کتنے کو بیچتا ہے اس نے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اس نے اتنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہوگئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اس نے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہوگئی یہاں تک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کرے گا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلاوے گا انتہی مافی الفتح ملخصاً ولو التعاطی من احد الجانبین علی الاصح فتح و بہ نفی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الفیض م فتح القدر میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اس واسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ بیع التعاطی قبض احد البدین سے ثابت ہوتی ہے اور ثمن احد بیع کو شامل ہے انتہی طحاوی نے کہا صحت اس کی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع



کی رضا مندی سے بیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دے کر تسلیم بیع چلا جائے بشرطیکہ بیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذالم یصرح معہ مع التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ الباطلین والباطل یقول لا اعطیہا بہا لم یعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جب کہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری دراہم دیتے اور خرید بوزے لیے اور حالانکہ باطل کے ساتھ کہ میں ان کو اس قیمت پر نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہوگی کما لو کان بعد عقد فاسد خلاصہ ویزازیہ وصرح فی الجوابان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا یعقد بہما البیع قبل متارکہ الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولیٰ وعلیہ فیجمل ما فی الخلاصہ وغیرہ علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے بعد ہو کہ فی الخلاصہ والیزازیہ اور بحر الرائق میں تصریح کی ہے کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولیٰ بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور بنا برتصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہ میں ہے وہ اسی پر محمول ہے ہم یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحاوی نے کہا جموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یوں نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ بیع سابق پر اس کی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ میں موجود ہے تو بحر الرائق سے تفسیر کا ثابت کرنا کیا ضرور ہے اور جموی کی طرح نہر الفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے وتمام فی الاشیاء من الفوائد اذ ابطال المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشیاء کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہو تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جس کی بنا فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لا بد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاثر قال الطرسوسی واختارہ الزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی بالکرمانی بتسلیم البیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثہ اقوال وقد علمت المفتی بدور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع التعاطی میں اعطاء جانبین یعنی باطل اور مشتری دونوں کا دینا ضرور ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علماء ہیں اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہے اور اس کا حلوانی نے فتویٰ دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے بیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اس میں منع ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو قول اول یہ ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ باطل بیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہے کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضرور ہے اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط بیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہے اور منشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضی سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضی مقام میں اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضی سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضی مکان میں تسلیم بیع کا بیان کیا تو بعضی یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بالجہ اعطاء احد الجانبین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کہ لافہ الطحاوی وحررنا فی شرح الملتقی صۃ الاقالہ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہم نے تحریر کی ہے شرح ملتقی میں صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں خاص نہیں م شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے مایستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثما نہا بعد استہلاکھا جائز استحسانا جو چیزیں آدمی لیتا ہے باطل سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جب کہ باطل اس کے ان چیزوں کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد ان کے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہے بحر الرائق میں ہے کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنیٰ ہے جو قبضہ میں ہے کہ جن چیزوں کی بقال



سے بدوں بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الخرج یعنی بطور اُپاہت کے چنانچہ مسودہ تک اور تیل اگر ان کو خرید کرے بعد منعدم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں معدوم کی بیع جائز معشری کذا فی الطحاوی بیع البراءت التي یکتبها الدیوان علی العمال لایصح بخلاف بیع حظوظ الامتعة لان مال الوقف قائم ثم ولا الذلک ہنا اشباہ وقینہ ومقادیرہ انہ یجوز للمستحق بیع خیرہ قبل قبضہ من المشرق بخلاف الجندی بحر وتعبہ فی النہر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیوں کا جن کو متصدیان دفتر عالموں پر لکھ دیتے ہیں صحیح بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ ان کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ وقف کا مال وہاں قائم اور موجود ہے اور ویسا نہیں ہے یہاں لینے عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والقینہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اس کے کہ تقسیم کرنے والے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہ الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے ہم نہ الفائق میں کہا کہ ظاہر اُفتیہ کی روایت ضعیف ہے اس واسطے کہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر ملک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اس کی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اس کو یاد رکھنا جو ابن وہبان نے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قینہ کی روایت مخالف قواعد کے ہے التفات کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اس کی تائید نہ ہو انتہی ملخصاً وافتی المصنف بطلان بیع الجاکیتہ لما فی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من الدیون اور فتویٰ دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اس واسطے کہ اشباہ میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر دیون سے جائز ہے ہم جاکیتہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اس کو اسلئے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی چڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا بیچنا غیر دیون سے جائز نہیں اور دیون سے بیچنے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا لیعوض غلام کے سوا یک نے غلام پر قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا چند دہا ہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہے اور اگر غیر دیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ بیع ہے منقول کی اس کے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فیما وفی الاشباہ لا یجوز الا عتیا من عن الحقوق المجردة کحق الشفعة وعلی ہذا لا یجوز الا عتیا من عن الوظائف بالاوقاف اور فتاویٰ مصنف اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور مؤذنی اور فراشی اور درباری ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اس واسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے و فیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع اللعۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال اور اشباہ کے تعارض عرف اولہ لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علمائے عرف خاص کے اعتبار کرنے کا فتویٰ دیا ہے تو بموجب اس کے فتویٰ دیا جاتا ہے وظائف اوقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ عتیا من عن الحقوق مجردہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ قول سابق اس پر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایت میں اور یہ قول متفرع ہے قول مفتی پر کہ عرف خاص معتبر ہے بنائے احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہاء میں خلاصہ یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے

فت از بقال بطور اُپاہت مگر فتی جائز است و قول قینہ غیر متفق ایست در صورت مخالفت قواعد و عدم تقویت بقول غیر اہل



مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتویٰ دیا ہے عینی نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتد نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اس پر چلتے ہیں اور بعض علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسینؑ نے معاویہؓ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اس قدر مال پر جو ہر سال ان کو کافی ہوا اور حالانکہ خلافت اعظم الوطائف ہے کذا فی المطحطاوی ملخصا و بترجمہ خلو الحوانیت فلیس لرب الخانوت اخراجہ ولا اجارہا غیرہ ولو وقفاً اتھی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتویٰ ہے خلود کا کین کے لزوم پر تو دوکانوں کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کر دینا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اس کے سوا کو اگرچہ دوکانیں وقف ہوں انتھی مافی الاشباہ حقیقت خلویہ کہ دافع دراہم اس منفعت کا مالک ہو جس کے مقابلے میں اس نے دراہم دیے خواہ یہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف میں مکانات قریب الانہدام ہوں تو وقف یا ناظر وقف اس شخص کو بکرایہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کرے گا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہو اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جائے تو صاحب خلو دو تہائی میں واقف کا شریک ہوگا بعد اس کے سوا اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے مقدسی حنفی اور اجماعی مالکی اس کو باطل کہتے ہیں اور صاحب اشباہ وغیرہ اس کے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اس واسطے کہ اوقاف نامحی میں ہے کہ دکانیں بازار کی اراضی جب کہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہو جنہوں نے دوکانوں کو بنایا ہے تو وقف جائز ہے اس واسطے کہ ہم نے ان دوکانوں کو ان کے تصرف میں دیکھا کہ ان کو بیع ڈالتے ہیں اور ان کو ہیراث لیتے ہیں سلطان ان سے مزاحمت نہیں کرتا ان لوگوں پر تو فقط غلہ اور محصول ہے جو دیا کرتے ہیں یہی عادت جاری ہے متاخرین کی مدتہائے دراز سے انتھی ولہذا ابن نجم نے کہا صاحب دوکان کو اس کا خارج کرنا اور غیر شخص کو اس کا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دوکان اصل میں وقف ہو انتھی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صحت خلو کی شرط یہ ہے کہ دراہم مبذولہ جہت وقف میں صرف ہوں سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور دافع دراہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہیں تو یہ خلو صحیح نہیں اور فائدہ خلو کا یہ ہے کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہے تو اس پر ملک کے احکام جاری ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رهن اور ادائے دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہوں تو اس میں حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ سموی نے صحت خلو کی ترویج دی ہے اس واسطے کہ اس پر کثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام ممالک میں خصوصاً دیار مصر میں تو اس کی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے باز کتاب احب الفرائین اس واسطے کہ حکم بطلان سے تفسیح اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہے علی الخصوص جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اس کے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصر اوفی معین المفتی للصف مہربا لولوا لہیۃ عمارۃ فی ارض بیعت فان بناء او استجار اجاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے ولو البیۃ کی طرف نسبت کر کے زمین کی عمارت بیچی گئی سوا اگر عمارت بنائے مکان ہے یا درخت ہیں تو بیع جائز ہے ہم یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین میں ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں اور ثمن مشترک پر لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان کرایا او کری انہما رائجہ مال مبین ذلک بمال ولا بمعنی اللہ یجز انتھی اور اگر عمارت کھودی جوتی زمین ہے یا نہروں کا کھودنا اور صاف کرنا ہے مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اس کے اس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو بیع اسکی

فت حقیقت خلو ۳



جائز نہیں انتہی مافی الولو الجیمہ جو تھے اور صاف کرنے کی مانند زمین ہموار کرنا ہے اونچی نیچ سے اور لامعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہے بطریق خلوک کے کذا فی الطوطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا مرہا ولذا اجملوہ الآن فراغا کالوظائف فلیمر انتہی ومنذکرہ فی بیع الوفا مصنف نے معین المفتی میں کہا اور وولو الجیمہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ بیع مسکہ جائز نہیں اور اسی طرح اس کا رہن جائز نہیں اور اسی واسطے اب علانیے اس کو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو مسمیٰ بفراغ کیا ہے مثل اور متعلقات وقف کے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنی چاہیے انتہی مافی معین المفتی اور قریب ہے کہ ہم اس کو بیع الوفا میں ذکر کریں گے ہم در مختار کے معنیوں کا کلام اس مقام میں مختلف ہے لفظا ومعنی طوطاوی نے بیع المسکۃ ضبط کیا ہے بحد فیمیم اور شرح اس کی یوں کی ہے کہ بیع مسکہ یعنی کوپہ غیر نافذہ کے حق مرور کی بیع جائز نہیں اور شیخ ابوالطیب اور شیخ عابد مدنی نے مسکہ باضافت فیمیم ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ در المختار کے اسی کے موافق ہیں پھر مسکہ کی مراد میں اختلاف ہے شیخ ابوالطیب نے کہا کہ ظاہر مسکہ بالفیم سے کنوئیں کا کھودنا سخت مکان میں مراد ہے کذا فی القاموس تو بیع اس مکان کی نہ رکھو رنے کی بیع کے مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسئلہ مسکہ اور مسئلہ حفر بئر کے لیے فراغ لفظ مناسب نہیں اس واسطے کہ فراغ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے مقرر ہو کچھ عومن لے کر تو کنوئیں کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجہول ہے معنی معلوم ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گھر موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عومن لے کر تو اس کو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہے کیونکہ قاموس میں منجمد معنی مسکہ یہ بھی مذکور ہے کہ المسکۃ ما یتمسک بہ اور مفتی ابوسعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکہ متعلق بوقف ہے نہ متعلق بحکم بڑا انتہی واللہ اعلم ویعتقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفله وشرایع منہ فانه یوفور تہفقتہ جعلت عبارت کبار میں وتامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہے ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع میں اور باپ کے بیچنے میں اپنے طفل سے اس واسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اس کی عبارت دو عبارتوں کے برابر مقرر ہو گئی اور پورا بیان اس کا درمیان میں ہے ہم یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اس طرح کہ کہے کہ میں نے اس کی چیز اس سے بچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہیں کذا فی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم پر مجھے مول لے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وصی اس کی چیز آپ خرید کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البرازیلی یعنی دس دم کی قیمت والے کو پندہ دم دے کر خرید کرے باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل سے منفعت طفل مشروط نہیں وفور شفقت کے سبب سے فاذا اوجب واحد قبل الآخر بالثما کان او مشتریا فی المجلس لان خيار القبول مقید بہ پھر جب کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اس کو قبول کرے مجلس میں اس واسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مقید بمجلس ہے ہم یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کرے گا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طوطاوی نے کہا تو مجلس نے مراد ہے جس میں وہ قول اور فعل نہ پایا جائے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی نہ کو رہائی جائے گی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائے گا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست مستقر ہے متغیر ہو کل المبیع بکل الثمن او ترک سلا یزید تفریق الصفقة مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے یا تفریق صفقتہ لازم نہ آوے ہم صفقتہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور اب اصطلاح فقہ میں صفقتہ سے خود عقد مراد ہے یعنی غیر کیلی اور ذنی چیز میں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اس میں بعض بیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا



جائز نہیں تاکہ تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے الا اذا عاد الا ایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جب کہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اور رضی الآخر وکان الثمن منقسماً علی المبیع بالابزاء مکمل و موزون یا راضی ہو جائے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو بیع کے اجزاء پانچ مکمل اور موزون کے اجزاء پانچ منقسم ہو سکتا ہے مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خرید کیے اور بائع اس پر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا والا لاوان رضی الآخر لعدم جواز البیع بالحصة ابتداء کما حرره الوافی اور اگر ثمن بیع کے اجزاء منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر بالقبول راضی ہو جائے اس واسطے کہ حصہ بیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حرره الوافی المحشی للدرم اگر انقسام ثمن کا بیع پر بالا بزانہ ہو بلکہ انقسام بالقیمت ہو یعنی بیع کے اجزاء متفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بعض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جائے اس واسطے کہ بیع بالحصة ابتدا میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصة پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اس کے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ بیع بالحصة انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحاوی آوہن ثمن کل کقولہ بعتم کل واحد بمائتہ وان لم یکمل لفظ بعث عند ابی یوسف ومحمد وهو المختار کما فی الشریعۃ للبرہان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بیچا ایک کو بعض سودرم کے اگرچہ بائع لفظ بعث کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شریعہ میں برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفحہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اس کی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفحہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اس طرح پر کہ (بعثک بذین العبدین بعثک بذین العبدین) یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور فتح القدیر میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اس واسطے کہ ظاہر بائع کی غرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی یک جائے اور اگر دونوں کو یکبار کی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بے فائدہ تھا واما لبقول بطل الا ایجاب ان رجوع الموجب قبل القبول او قدام احدہما وان لم ینذرب عن مجلسه علی الراجح نہروا بن الکمال فانه کما مجلس بخیار الخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یوں بولا کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خرید کرتا یا دونوں میں سے کوئی کھڑا ہو گیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر وکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار خیرہ کی مجلس کے مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق میں ہے اختلاف مجلس اس عمل کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا

لہ مخیرہ وہ محدث ہے کہ شوہر اس کو اختیار دیوے کہ تو چاہے اپنے نفس کو اختیار کر لے چاہے تجھ کو پسند رکھ ۱۳



اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ میں تھا ایجاب کے وقت اور سوجانا در صورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑھتا تھا سو اس نے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز میں دوسری رکعت پڑھ کر قبول کرے گا تو بھی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دے گا اور چار پڑھ کر قبول کرے گا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقاً ہر روایت میں اختلاف مجلس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں اور طحطاوی وغیرہ کا یہ مختار ہے کہ اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت میں تو جائز ہے اور محیط میں اس کی نصیح ہے اور خلاصہ میں ہے کہ ایک دو قدم چلنے میں جائز ہے مجمع التفاریق میں کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور مجتبیٰ میں ہے کہ مجلس متحدہ وہ ہے کہ جس میں اعدا المتعاقدين بجز گفتگوئے ایجاب اور قبول کے اور کام میں مشغول نہ ہوں یا وہ اشتغال نہ کریں جو اعراض پر دلالت کرے اور شتی گھر کے مانند ہے تو مجلس منقطع نہ ہوگی اس کے چلنے سے اس واسطے کہ بائع اور مشتری اس کھڑے ہونے پر قادر نہیں انتہی اور فتح القدر میں سوائے خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحطاوی واذا وجد الزم البیع بلا اختیار الا بعیب او ردیۃ خلاف الشافعی اور جب کہ ایجاب اور قبول پائے گئے تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار اعدا المتعاقدين سوائے خیار العیب اور خیار الردیۃ کے بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہو تو اب کسی کو نقص بیع میں اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم ردت کے اور یہی ہے قول امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو لقمائے مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ المتبايعان بالخيار ما لم يفترقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جب تک جدا نہیں ہوئے شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں مذکور کیا و حدیثہ محمول علی تفرق الاقوال اذا اتوا تنشر قبل قولهما وبعده وبعدها واطلاق المتبايعين فی الاول مجاز الاول و فی الثاني مجاز الکلون و فی الثالث حقیقۃ فیحمل علیہ اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اس واسطے کہ یہاں تین حالات محتمل ہیں قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبايعين کا پہلی صورت میں مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجوہ گذشتہ کے اور تیسری صورت میں حقیقت ہے تو اسی پر محمول ہوگا ہم حدیث ممدوح میں تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یوں کہنا کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اس واسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبايعين کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے ان کو متبايعين بولنا بھی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا، توشا غلبین بامر البیع کو متبايعين کہنا بھی حقیقت بھٹرا اور متشاغل اس وقت صادق آتا ہے جب کہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا جنوز قبول نہ کرے لہذا یہی بالیقین مراد بھٹرا اور یہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہ تقریر ہے ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو شخص خرید و فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہیں دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہیں اس واسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا

لے عن الامام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وسلم قال المتبايعان بالخيار ما لم يفترقا او يقول احداهما لا خيرا اخره وما قال لا يكون بيع خيار اخره السنۃ و فی روایت ما لم يفترقا و عن حکیم ابی حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البیعان بالخيار ما لم يفترقا فان صدقا مینا ہو رک لعمانی بیعہما وان کتما۔ وکذا بحقیقت برکت بیعہما اخره السنۃ و عن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البیعان بالخيار ما لم يفترقا الا ان یكون مغلقة خيار فلا یمل رقی لیساق صابر خشیۃ ان یستقیر اخره ما یاب السنۃ کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ۱/۱۸۸



تو ایک ہی بیع ثابت ہے نہ بتالیعین اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اول مواضع سے ہے یہاں تحقیقت بعض لفظ کہ معنی سے صادق آتی ہے جیسے مخیر کی تحقیقت معنی صادق نہیں مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعہ حاصل نہیں بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہاں بعض حروف کے بولنے سے مخیر کہنا اس کو صادق آتا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متبالیعین کی طرف صریحاً ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکے گا اس کا جواب یہ ہے کہ شرع اور عرف میں تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ (وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتهم البینة) یعنی متفرق نہیں ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر مفرق ہوئے اور میری امت کا ہتر فرقوں پر افتراق ہو گا اس آیت اور حدیث میں افتراق رجال سے صریحاً افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنہ ہیں اور قیاس قال اللہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا اذوا با معقود) یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہے قبل تخیر کے وقال اللہ تعالیٰ (لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان یكون تجارة عن تراض منکم) یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود با طریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت برضا مندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو اس آیت میں حق تعالیٰ نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخیر کے وقال اللہ تعالیٰ (واشہدا اذا تبایعتم) یعنی گواہ کرو جب کہ باہم بیع کرو اس آیت میں توثیق بالشہادة کا ارشاد ہوا تاکہ انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیاب بعد اللایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہ ہو قبل خیاب کے تو نفوس مذکورہ کا البطلان لازم آئے لہذا حدیث مذکور کو خیاب والقبول پر محمول کیا تاکہ قرآن اور حدیث کے مطلب میں اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک ان میں سے عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیاب محلیں مجرّد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدر تبصر وشرط لصحة معرفة قدر بیع وضمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے مشروط ہے مقدار بیع اور ضمن کی معرفت مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار بیع اور ضمن شرط ہے اور ان کا ذکر کرنا شرط نہیں سوا کہ بیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہیں تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر میں ہے مجلہ عید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے اپنا مال جو اس کو بھڑی یا اس صندوق یا اس خرچی میں ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگر مشتری اس کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ جہات مافی البیت کمتر ہے جہات مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہے صحت کی اور رواج جہالت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکب فرات کے پانی کی مثل خرید کرے گا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہے اور قیاس میں جائز نہیں اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہے اور ظاہر ظہیر یہ ہوا پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت بیع اس صورت میں شرط ہے جو تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہیں چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اس کو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اس کی مقدار کو نہ جانتے ہوں اور اسی طرح بیع صحیح نہیں اگر مقدار ضمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اس کی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنے اس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلاتی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ضمن کو نہ جانا یہاں تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس میں علم حاصل ہو گا تو بیع صحیح ہے مع الحیار اور اگر کوئی چیز خرید کی سونے کی بوزن اس پتھر کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہیں اور اگر اس کا وزن معلوم ہو گا تو بیع مع الحیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ضمن کو مطلق رکھا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونوں کو شامل رہی اس واسطے بزانہ میں کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خرچہ کو



بعض دس کے خرید کیا اس شہر میں درہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ میں سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی درہم پر اور خربوزے کی پیسوں پر منعقد ہوگی اور اگر ان کے سوا کوئی اور چیز سے خرید فروخت کا رواج ہوگا تو اس پر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو متعدد متعین ہو جائے گا بیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ درہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت میں شک پڑے گا تو بیع تمام نہ ہوگی کذا فی الطحاوی عن ابی ہریرۃ وفتح مخصا و وصف ثمن کسری اور مشقی اور صحت بیع کے واسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درم کا کسری ہونا یا مشقی م مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہانے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اس واسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کرے گا کہ ناقص دے اور بائع چاہے گا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اس واسطے لگائی کہ اوصاف بیع کی معرفت شرط نہیں اور بدلے میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف بیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع جس کو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہوئی میں تو موجب ہو اس شے کے احسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعہ چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا کھڑا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لایشرط ذلک فی مشار الیہ لفظی الجہات بالا اشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہے اور اس میں شرط نہیں جس کی طرف اشارہ ہو البسبب دور ہونے نادانستگی کے اشارے سے م معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اس واسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلیم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع یا بھی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلیم نہ ہو سکے گا اور جس کی طرف اشارہ کیا خواہ وہ بیع ہو یا ثمن تو اس میں معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہیں سوا اگر بائع کہے کہ میں نے اس گبیہوں کے ڈھیر کو ان درموں سے جو تیرے ماتھے میں ہیں بیچا اور حالانکہ درہم مذکورہ نظر آتے ہیں پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ جہات وصف یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلیم کی مانع نہیں کذا فی النہر مالہم یکن ربو یا قبول بحسنہ او سلما اتفاقا اور اس مال سلم لو کیلا او موزونا خلافا لہما کما سبجی تا وقتیکہ مشار الیہ ایسا مال رہا نہ ہو جس کا مقابلہ ہوا اپنے ہم جنس سے یا سلم نہ ہو یا اتفاق امام اور صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہ ہو اگر وہ کیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آئے گا یہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ میں معرفت مقدار شرط نہیں اس صورت میں ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہ ہو چنانچہ گبیہوں کے ڈھیر کو دوسرے گبیہوں کے ڈھیر سے اشارہ کر کے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہیں بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم میں اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریا فت کیل یا وزنی شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اس میں کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان میں کافی ہے طحاوی نے کہا شارح کے اس قول (او سلما اتفاقا) کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اس کے مابعد کا قول معنی ہے اس واسطے کہ کلام ہے راس المال میں نہ سلم فیہ میں اس واسطے کہ سلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت ہو جو نہیں کیونکہ وہ موصول ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لوکان الثمن فی صرة ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر لیسیم خیار الکمیۃ لا خیار الرویۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن قیسی میں ہو اور جو درہم اس میں ہیں باہر سے معلوم نہ ہوتے ہوں تو بائع کو اس میں اختیار ہے اور اس کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اس واسطے کہ خیار الرویۃ نقود میں ثابت نہیں کذا فی الفتح م طحاوی نے کہا کہ فتح القدر اور بحر الرائق میں عدم تخیر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے فتح القدر کو دیکھا تو عدم تخیر کو پایا چنانچہ فتح القدر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا میں اس کو خرید کرتا ہوں بعض اس درہم کی قیسی کے پھر بائع نے



اس میں وہ دراہم پائے جو اس شہر میں رائج نہیں تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اس واسطے کہ مطلق دراہم بیع میں نقد بلد کی طرف متصرف ہوتے ہیں اور اگر اس میں نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہیں بخلاف اس کے اگر اس نے کہا کہ میں نے خرید کیا جو منی اس کے جو اس خم میں ہے پھر ان درہموں کو دیکھا جو اس میں ہیں تو اس کو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اس واسطے کہ جو تعمیلی میں ہے اس کی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اس کو اختیار ہوگا اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اس واسطے کہ نقد میں خیار الرویۃ ثابت نہیں و صحیح ثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلامدت سے اور یہی اصل ہے م حال تبشید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف مؤجل کذا فی النہر عن المغرب طحاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ حلول مقتضائے عقد ہے اور اصل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے و مؤجل الی معلوم لثلا یفنی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن مؤجل سے جس کی مدت معلوم اور مقرر ہو تاکہ نزاع کی نوبت نہ پہنچے م یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہیں جس کی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہے اور وجہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا کرے گا اور مشتری اس کا انکار کرے گا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع موبلا صرف لشرب لغتی اور اگر بیع مؤجل کا تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول ان فیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اس کا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا م اختلاف مدت کی اس صورت میں کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلامدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت پر بیع واقع ہوئی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت کا قول اس واسطے معتبر ہوگا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا اس واسطے کہ سلم بلامدت کے صحیح نہیں ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبیئۃ فیہما للمشتري اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو مضیہ فالقول والبیئۃ للمشتري اور اگر دونوں مختلف ہوں مدت کے گزر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ مہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی ویسطل الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے م مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کے فتن ادا کرے منفعت سے پھر جب مدت مقرر کرنے والا مر گیا تو اس کا متروکہ ادا کرنے دین کے واسطے متعین ہوگا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے فروع مسائل ملحقہ شارع کے باع بحال ثم اجلہ اجلا معلوما او مجہولا کنور وزو حصا صارا مؤجلا منیۃ بائع نے بیع کی ثمن بلامدت پر پھر اس کی مدت مقرر کر دی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نور دریا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع مؤجل ہو جاوے گی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخے میں منیۃ کی جگہ قنیۃ ہے نور وز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہے اور امام صاحب نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن البحر الف من ثمن بیع فقال اعط کل شہرۃ فلیس بتاجیل بزانیۃ بائع کے ہزار درہم ہیں مشتری پر مہنوز ثمن بیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے میں سو درہم دیا کر تو یہ مدت معین کرنا نہیں ہے کذا فی البزازیۃ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف من جملہ ربہ بنحو ما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرط الملتقط وہی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درہم ثمن کے ہیں جن کی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یوں کہہ کر اگر کسی قسط میں غلطی ڈالے تو باقی دین بلامدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ہم جلی نے کہا ان اخل حال ہے جمل کے فاعل کا بتقدیر قول کے قلت و ما کثیر وقوعہ مالوا مشتری بقطع راجعۃ فکدت بغرب بدمیۃ یوجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یکن للحکام الحکم



بمثلها منع السلطان منها ولا یدفع قیمتها من الفضة الجديدة لانهما مالم یغلب غشها فجد یا و در ہما سواء اجماعا اما غالب غشہ فغیہ الخلاف کما سیبی  
فی فصل القرع فتنہ و بہ ايجاب سعدی افندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیوں سے خرید کیا پھر ان کا رواج  
موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکے پڑنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوائے اس کے اس واسطے کہ سکے  
قدیم کے رواج دینے کا حکم کرنا ماکو کینے ممکن نہیں بسبب منع کر دینے سلطان مال کے ان کے رواج سے اور ان کی قیمت فتنہ جدیدہ سے بھی مشتری  
نہ دے اس واسطے کہ جب تک چاندی کی طوفی غالب ہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امام اور صاحبین کے  
اور جس چاندی میں طوفی غالب ہوگی اس میں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اس کی تفصیل قرع کی فصل میں آوے گی سو آگاہ رہنا اور  
یہی جواب دیا ہے اس مسئلہ کا سعدی افندی نے م طحاوی نے کما غلب غش باب العرف میں مذکور ہے نہ قرع میں اور قرع میں رواج اور کما مذکور  
ہے بلا قید غلب غش و ہذا اذایع ثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ یعنی صحت بیع ثمن موبل اس وقت ہے جب کہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بوجھ  
عین موبل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح م ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور  
اس کے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اس کے دینے میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے  
و بخلاف ہنسہ و لم یجمعہما قدر لما فیہ من ربوا النیساکا سیبی فی بابہ اور جب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور بیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل  
ہو اس واسطے کہ اس میں تاخیر کا بیاج ہے چنانچہ اس کی تفصیل باب الربوا میں آوے گی م خلاصہ یہ ہے کہ بیع ثمن موبل درست ہے دو شرط  
سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقد کے ہو نہ منجملہ عیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ بیع اور ثمن کیل اور وزن نہ ہوں چنانچہ  
کپڑے کو روپیہ سے خرید کر نادت مقرر کر کے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہوں کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کر کے  
صحیح نہیں کہ بیاج ہے والابل ابتداء من وقت التسليم ولو فیہ خيار فمذ سقوط الخيار عندہ غانیۃ اور مدت کی ابتدا تسلیم بیع کے وقت سے ہے  
اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اس وقت سے مدت شروع ہوگی امام حکم نزدیک کذا فی الخانیۃ یعنی مدت کا شمار تسلیم  
بعد ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے وللمشتري ثمن موبل الی سنة منكرة الابل سنة ثانیۃ نہ تسلم لمنع البائع السلعة عن المشتري سنة لابل  
المنكرة تحفیلا لفائدة التأجل اور اس مشتری کے لیے جس نے سال غیر معین کے ثمن موبل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت بے تسلیم بیع کے  
وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تاکہ تقریر مدت کا فائدہ حاصل ہو م خلاصہ یہ ہے کہ  
مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم بیع نہ  
کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اس کی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع میں تصرف کر کے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول  
امام صاحب کا خلافاً للصاحبین فلو معبنة اولم یمنع البائع من التسليم لا اتفاقا لان التفسير منه لو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم  
بیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہوگی اس واسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے م اگر مشتری نے  
کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کروں گا اور اسی طرح ہر معین مدت پر چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کروں گا اور بائع نے سال بھر واجب  
تسلیم بیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہ ہوگی کذا فی الطحاوی عن الدرد والشربلایہ فتاوی عالمگیری میں ہے  
کہ محل اختلاف امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتداء مدت عقد کے وقت سے ہے  
بالاجماع والثنی لمسی قدره لا وصفه ینصرف مطلقہ الی غالب نقداً بالبدل بلا العقد مع الفتاوی لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار



مذکور ہوئی نہ اس کا وصف تو اس میں کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب الرواج  
مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاویٰ اس واسطے کہ جس کا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے ہم یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خریدی بلا قید  
وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جس میں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اس واسطے کہ  
نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اسی طرف پھرے گا اگرچہ اس شہر میں اور درہم بھی موجود ہوں جن سے معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل  
چنانچہ اس کا اشارہ فتح القدر میں ہے کذا فی النہر طحاوی نے کہا مجمع الفتاویٰ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان میں  
لبعض اتنے دنانیر کے سوا اس نے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اس پر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہو  
انتہی وان اختلف النقود مالیتہ کذب شریفی وبندی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس نزوال الجمالۃ  
اور اگر نقد شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندی سونا تو عقد فاسد ہے ان کے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اس وقت  
فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کر دے ایک نقد کو اسی مجلس میں بسبب دور ہو جانے جہالت کے ہم بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے جو باعث  
نزاع ہے اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں باعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور باعث راہی ہو گیا تو بیع صحیح ہے  
اس واسطے کہ جہالت رفع ہو گئی قبل اس کے تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج میں برابر  
ہیں تو بیع صحیح ہے مشتری کو اختیار ہے جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقود مالیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں یا مالیت میں برابر ہوں  
رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہے کذا فی النہر و صحیح بیع الطعام ہونی عرف  
المتقدمین اسم للخطۃ و دقیقہا کبلا و جزا فامثلث الجیم معرب کذا فی المجازفۃ اور صحیح ہے بیع طعام کے پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین  
اور شکل کے طعام متقدمین کے عرف میں گہیوں اور اس کے آٹے کا نام ہے اور جزاف بمرکات ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہے یعنی مجازفۃ  
ہم کہتا ہے علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہے حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قسطل نے کہا کہ مجازفۃ بیع میں عبارت ہے مسالہ  
سے الحاصل مصنف کے کلام میں طعام سے جمیع جنوب مراد ہیں نہ فقط گہیوں اور نہ جمیع ماکولات کیل اور جزاف کے جنوب کی بیع شکل سے جائز  
ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ مکی میں عینی سے منقول ہے کہ شکل کی بیع میں شرط یہ ہے کہ میز اور  
مشار الیہ ہو کذا فی الطحاوی اذا کان بخلاف جنسہ ولم یکن راس مال سلم بشرطیۃ معرفۃ کما یجی او کان بجنسہ و ہو دون نصف صاع  
اولا: بلوایہ کما یجی بیع جنوب بطور تخمین صحیح ہے جب کہ بیع اس کی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گہیوں کی بیع جو سے اور جب کہ سلم کا واس مال  
نہ ہو اس واسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہے چنانچہ بال سلم میں آوے گا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع  
سے کمتر ہے اس واسطے کہ نصف صاع سے کمتر میں بیاج نہیں چنانچہ باب الربوایں آوے گا ومن المجازفۃ البیع یا ناء و جھلا یعرف قدرہ  
قید فیہا و للمشتري الخيار فیہا نہر اور مجملہ تخمین ہے پیمائش برتن اور پتھر کا جن کی مقدار معلوم نہیں اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہے کذا فی النہر  
ہم کہتا ہے نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز ہے کہ جہالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازفۃ پر اس کو اس واسطے عطف  
کیا کہ یہ بصورت کیل ہے اور حقیقت میں کیل نہیں ہے شرط صحت یہ ہے کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہ ہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر  
مثل زنبیل یا خرچی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر پانی کی مشکوں میں بسبب رواج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیال سے سکوت کیا لیکن  
جمع التوازل میں ثبوت خیال پر تصریح ہے اس صورت میں کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یوں ہے کہ غیر معلوم المقدار



برتن میں بھی اختیارات ثابت ہو انتہی و ہذا اذالم تحیل الاتاء النقصان والحق التفتت فان استملہا لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ہذا البیت ولو قدر ما یملأ ہذا الطست لجاز سراج اور یعنی برتن کی پری اور پتھر کے وزن سے بیع اس وقت جائز ہے جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہ ہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہ ہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہیں جس میں یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طشت کو بھر دے تو جائز ہے کذا فی السراج و صح فی ماسی صاع فی بیع صبرة کل صاع یکذا مع الخيار للمشتري لتفرق الصفقة علیہ و لیسیم الخيار التکشف اور صحیح ہے بیع ہر سیم کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہے اناج کے ڈھیر کی بیع میں اس طرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود احتیاط مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اس کو خيار التکشف کہتے ہیں مکتا ہے ایک ڈھیر ہے گیہوں یا جو کا اس کے مالک نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اس کی نہ ذکر کی کہ اتنی صاع یا اتنے سیر ہے تو امام غلامی نے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس قدر بیع اور ثمن معلوم المقلد ہے اور بیع فی نفسہ متفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کے صاع یا کے سیر کا ہے اور درم یا آنے کہتے ہیں طحاوی نے کہا خيار التکشف اس واسطے کہتے ہیں کہ سال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بجز اثنی میں بدائع سے منقول ہے کہ ایک صاع میں بیع لازم ہے بلا خيار مشتری اور یہی قول ظاہر ہے واللہ اعلم و صح فی النکل ان کیدت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرره او سمي جملة قفرا نہما بلا خيار لو عند العقد ویر لوبعدہ فی المجلس اول بعدہ عند ہما ویر لفتی اور صحیح ہے بیع سب ڈھیر میں اگر اس کا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس میں بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اس کے جمنے کے یعنی جہالت قبل النقضائے مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قیض بیان کر دیئے تو بیع صحیح ہوگی بلا خيار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہو اور اگر تسمیہ عقد کے مجلس میں ہو تو بیع باختيار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے مکتا ہے قیض ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اسی نظر سے تاکہ خلق اللہ پر آسانی ہو فان رضی بل یلزم البیع بلا رضی . البائع الظاہر نعم نہر پھر در صورت خيار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر ہماں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اس کا فسخ معتبر نہ ہوگا اور مشتری سب ڈھیر کو لے گا کذا فی النہر ایضا و فسد فی النکل فی بیع ثلثہ بفتح فتشیدہ قطع الغنم و ثوب کل شاة و ذراع لف و نشر بکذا اور تمام میں بیع فاسد ہے بھیڑ بکری کے ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہے اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلثہ بفتح ثائے مثلثہ و تشدید لام عبارت ہے گلہ غنم سے اور شاة اور ذراع میں لف نشر مرتب ہے مکتا ہے یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس میں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپے کو ہے یا کپڑے کے تھان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز اس کا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک اس واسطے کہ افراد ہماں مختلف ہیں تو قیمت سب پر برابر تقسیم نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی قیمت میں بائع چاہے گا کہ مشتری چھوٹی دہلی بکری لے لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کرے گا بخلاف گیہوں کے ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اس کے دانوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہے مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتائی نے جامع صغیر میں مفرت تبیین کی قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اس میں بیع مذکورہ صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گزدو گزارنا موجب نقصان نہ ہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اس میں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی النسخ عن غایۃ البیان وان علم مد الغنم فی المجلس لم یقلب صحیحاً عندہ علی الاصح اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بر صحت نہ ہوگی امام چشتی کے نزدیک بنا بر قول اصح کے



ہم کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح نہ ہوگی و لور ضیا العقد بالتعاطی و نظیرہ البیع بارقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اس کے بیع بارقم ہے کہ تراخی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج ہم رقم کے معنی نقش کے ہیں جس کو ہندی میں آنک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع بارقم یہ کہ بائع کے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اس کی رقم کے یعنی جو ٹمن کہ کپڑے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھے گا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھے اور بیع کو پسند رکھے گا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد ہو جائے گا اور بعد اس کے منقلب بجواز نہ ہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ اللدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بارقم فاسد ہے اس واسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ٹمن صلب عقد میں ممکن ہو گئی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ٹمن کیا ہے اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ٹمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہاء کے کلام کے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی میں یہ ضروری ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے و کذا الحکم فی کل معدود متفاوت کابل و عبید و بطیح و کذا اکل مافی تبیینہ صرر کمصوغ او ان بدائع اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر معدود مختلف میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے ٹکرے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع ولو سمی عدد الغنم والذراع او حبلۃ الثمن صح اتفاقاً اور بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑوں کے گزوں کا شمار بتلایا یا تمام ٹمن مذکور کر دیا تو باطل بیع صحیح ہو جائے گی باتفاق امام اور صاحبین کے ہم کہتا ہے یہ تسمیہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ متناقض نہ رہا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود والفضائل لکلمۃ کل ان الافراد ان لم تعلم نہایتہا فان لم یتمو للجمہات فلا استفراق یمین وتعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت کا باعث نہ ہو تو وہاں لفظ کل استفراق کے واسطے ہے یعنی جمیع افراد مراد ہوں گے یمنین اور تعلیق میں ہم کہتا ہے طحاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت مراد ہے جو موجب نزاع نہ ہو شارع کو یوں کہنا مناسب تھا کہ بجائے یمنین لفظ امر کالاتا اس واسطے کہ تعلیق خود ہی یمنین ہے تعلیق کی یہ مثال ہے کہ کل امرأة تزوجها فی طالق یعنی جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلق ہے (وکلما اکتلت اللہم فعلی ورمہم) اور ہر بار کہ میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر ایک دم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر دم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے میں ایک دم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیئے تو آمر پر وہ لازم ہوں گے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقاً کاجارۃ وکفالتہ و اقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہے تو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو تو وہاں لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار میں ہم کہتا ہے اجارے کی مثال یہ ہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر یمنین اتنے کے ہے تو اس پر ایک مہینہ لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اس پر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام صاحبین نزدیک خلافاً لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیرے بچہ پر کل دم ہیں تو ایک دم لازم ہوگا کذا فی الطحاوی والافان تفاوتت الافراد کا لغتم لم یصح فی شئ عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت میں متفاوت ہوں چنانچہ غنم تو کسی چیز میں امام کے نزدیک بیع صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سب افراد میں والا صح فی واحد عندہ کالبصرۃ اور اگر افراد میں تفاوت نہ ہو تو ایک صاع یا ایک سیر میں امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گہوؤں جو کے ڈھیر میں و صحاہ فیہما فی النکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونوں میں یعنی سب غنم اور سب ڈھیر میں کذا فی البحر کہتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ بیع معلوم ہو چکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ٹمن کی شمار



کرنے غم سے اور اناج کے پیدا کرنے سے زوال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفی النہر من العیون والشر بنیاتی علی  
البرمان والقسستانی من المیط وغیرہ بقولہما لیسیرا اور نہر الفائق میں عیون سے اور شر بنیاتیہ میں برمان سے اور قسستانی میں میط وغیرہ سے منقول  
ہے کہ اس میں صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے بظہر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او اکثر اخذ مشتری  
الاقل بحصۃ ان شاء او فسخ لتفرق الصفۃ وکذا کل کیل او موزون لیس فی تبعیۃ ضرر اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سوق فیز ہے سودم کو  
اور حالانکہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اس کے حصے کے موافق قیمت دے کر اگر چاہے یعنی اگر مثلاً ساٹھ قفیز گیہوں ہوں تو ساٹھ  
درم کو لیا چاہیے یا بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر اس کیل یا وزنی چیز میں جس کے پارہ پارہ ہونے میں  
ضرر نہیں مگر کتا ہے مگر تبعیۃ کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہے پھر وہ وزن میں مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری  
اس کا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اس واسطے کہ وزن اس چیز میں جس کو تبعیۃ مقرر ہے وصف جیسے ذراع کپڑے میں وصف ہے کذا فی الطحاوی  
و ما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر اناج کا سوق فیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے بیع  
کے قدر معین پر یعنی بیع سوق فیز پر منعقد ہوگی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہیں تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان یلع المذروع  
مثلاً علی انہ مائۃ ذراع مثلاً اخذ مشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا یدخل لان انتفاء الغرر نہر واخذ الا اکثر  
یلا یدخل للبائع لان الذرع وصف لتعیین من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا  
فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلاً سو گز ہے سودم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جب کہ  
مشتری نے بیع پر قبضہ کیا یا اس کو دیکھ لیا تو اس کو ترک بیع میں اختیار نہ رہے گا بسبب نفقہ ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری  
لے گا بلا اختیار بائع کے اس واسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہے بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیۃ سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن  
کے کہ وہ وصف نہیں اور وصف کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں پڑتا مگر کتا ہے تو وضع اس کی یہ ہے کہ بائع نے زمین بھی سو روپے کو اس شرط پر  
کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا اسی گز پوری  
قیمت کو سو روپے دے کہ لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لے گا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیل اور وزنی  
چیز کے کہ اس میں کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملے گا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اس واسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور کیل اور  
موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہر الفائق میں ہے کہ اصطلاح فقہ میں وصف ثمن سے عبارت ہے جو تابع ہو ثمن کا اور  
منفصل نہ ہو اس سے جب اس میں حاصل ہو تو اس کی خوبی کو زیادہ کر دے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے میں اس واسطے کہ اگر دس گز  
کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اس میں سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ رہے گا یعنی اس واسطے کہ نو گز جہہ وغیرہ کو کافی نہیں اور  
دس گز کافی ہے لہذا بعضوں نے وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیۃ سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف  
ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے مانند ہے جس کی مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن  
بیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا جیسا کہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصود بالتناول کما افادہ بقولہ وان قال فی بیع  
المذروع کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصۃ لصیورۃ اصلاً بافراہہ بذکر الثمن او ترک لتفریق الصفۃ مگر جب کہ وصف مقصود  
بالتناول ہو تو ثمن اس کے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اس کو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ



ہرگز بعوض دم کے ہے تو مشتری کمتر کو اس کے حصے کے موافق لے اس واسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہو گیا بسبب اس کے  
 علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے کم کتنا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سود دم میں بیچا اس طرح  
 کہ ہرگز کے عوض ایک دم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ دم دے کر بے چاہے نہ لے اس واسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے  
 لیکن جب اس کا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا و کذا اخذ الاكثر کل ذراع بدرہم اوفسح لدفع ہذا التزام الزائد اسی طرح اگر سو گز  
 سے زیادہ کو مشتری لے ہرگز عوض دم کے یا چاہے فسح بیع کرے تاکہ التزام زائد کا ضرر دفع ہو مگر کتنا ہے چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے  
 خرید کرنے میں مشتری کو اختیار ہوتا التزام مالا یزیم لازم نہ آوے و فسد بیع عشرۃ اذرع من ماتۃ ذراع من دار او حمام و صحاہ وان لم یسم جملتها  
 علی الصبح لان ازالہا مبید ہما اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھریا حمام کے سو گزوں میں سے ادھا جبین نے اس کو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب  
 گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اس واسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے کم کتنا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہے کہ ذراع بحقیقت  
 میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متغیر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے زمین مراد ہے جو ذراع  
 سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اس واسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے  
 تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم کھڑے کہ گھریا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کے گا کہ میں دس گز  
 فلانی طرف سے دوں گا مشتری کے گا نہیں میں فلانی طرف سے لوں گا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اس کا شائع ہونا  
 جائز ہے کیونکہ اس کی جہالت باعث نزاع نہیں اس واسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعین مومنع اور صاحبین  
 کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا ناپ کر بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے  
 خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اس واسطے سو ذراع ذکر کیے تاکہ قول آئندہ صحیح ہو اس واسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل  
 سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لا یفسد بیع عشرۃ اسہم من ماتۃ سہم اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہیں  
 بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہیں  
 اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی تو ترا ضیاع علی تعیین الاذرع فی مکان لم ارہ وینبغی انقلابہ صحیحاً لونی المجلس ولو بعدہ  
 فی بیع بالتعاطی نہر باقی ہے یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں میں نے اس کو کتب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا  
 اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر مشتری عدد ا  
 من قیمی ثیابا و غنما جو ہرۃ علی انہ کذا انقص او زاد فسد للجمالتہ خرید کیے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرۃ  
 اس شرط پر خرید ہوئے کہ اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے کم کتنا ہے مثلاً دس تھان کی گھڑی خرید کی بیس  
 روپے کو پھر جو گھڑی کھولی تو نو یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اس واسطے کہ نقصان کی صورت میں ثمن مجہول ہے کیونکہ  
 ثمن کے اجزاء قیمت مجہول دالی بیع کے اجزاء منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جس کو بیس روپوں سے کم  
 کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور در صورت زیادتی کے بیع مجہول ہو گا اس واسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے  
 کی حاجت ہوگی تو اس میں نزاع واقع ہو گا مشتری لکھے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قصد ہو گا و لہذا مشتری

لہ یعنی گلے پڑنا اسی چیز کا جو اس کیلئے ضروری نہیں ۱۲



ارضاع علی ان فیہا کذا غلا ثم افاذا واحدة فیہا لا ثم قد سجد اور اگر ایک زمین خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کھجور کے درخت چل دینے والے ہیں سو ان میں ایک غیر مکرر نکلا تو بیع فاسد ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے شمس کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں در صورت کمی وجہ اس کی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب او غنما واستثنی واحد البغیر عینہ قد ولو لوعینہ جاز البیع خانہ چنانچہ کپڑوں کی گھٹری یا چند بکریاں بیچیں اور ان میں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعین نہ بیچی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک معین تھاں یا ایک مخصوص بکری مستثنی کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیۃ یعنی در صورت استثناء غیر معین کے بیع فاسد ہے جہالت کے سبب سے مشتری ادنیٰ کے دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع اعلیٰ لینے کا قصد رکھے گا اور صورت تعین یہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمتی بان قال کل ثوب منہ بكذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالت وخیر لتفرق الصفقة اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا یعنی اس طرح کہا کہ اس گھٹری میں سے ہر تھاں کی یہ قیمت ہے اور ایک تھاں کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کتاب ہے مسئلہ سابقہ میں مجموع بیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھاں کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت نہ ہوئی مثلاً دس تھاں بیچے بیس روپے کو اس طرح کہ ہر تھاں کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھاں نکلیں گے تو ان کا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھاں کے دو روپے کم ہو جائیں گے وان زاد ثوب فسد بجملة المزید اور اگر ایک تھاں زیادہ نکلا مثلاً تھاں کی شرط میں گیارہ تھاں نکلا تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت مزید کے ہم کتاب ہے در صورت زیادتی جہالت ثمن بلکہ جہالت بیع ہے یعنی دس تھاں بیع کی تعین میں نزاع واقع ہوگا بمثل گیارہ تھاں کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھاں کو عشرہ بیسویں مشتری داخل کرے گا اور بائع برعکس اس کے ولور الزائد او عزلہ بل بکل لا الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا اس کو جدا کر دیا تو کیا باقی اس کو حلال ہیں اس میں اختلاف ہے ہم کتاب ہے بزازیہ میں ہے کہ گھٹری خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کپڑے ہیں پھر اس کو زائد پایا اور بائع غائب تو زائد کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال میں لاوے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک ہو گیا اتنی اور گویا یہ استحسان ہے والا بیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب سے اور خانہ اور قفیل میں مصرح ہے کہ عمدہ کا یہ استحسان ہے کہ اس میں سے ایک کپڑا جدا کر کے باقی استعمال میں لاوے اور اس میں قبل اس کے یہ ہے کہ ایک شے خریدی سو اس کو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی حلال ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیز میں حلال نہیں تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جب کہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جس میں بخل جاری نہ ہو تو اس وقت میں اس کو جدا کر کے اتنی مافی البحر اور نہ الفالقی میں ہے کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور غانیہ میں ہے کہ گھٹری خرید کی جس میں بیس تھاں ہیں ہر تھاں عوض اتنے کے پھر اس کو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو طمانے کہا ہے کہ مشتری اس میں سے ایک تھاں کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان ہے عمدہ کا بنظر مشتری کے اتنی مافی البحر اور ظاہر برائے ترجیح ہے کل علمائے نزدیک جدا کر دینے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں اور جب کہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو حلت مابقی ظاہر تر ہے کذا فی المخطاوی مشتری ثوبا بتفاوت جوازہ فلو لم تتفاوت لکرباس لم تحمل لہ الزیادۃ ان لم یفرہ القطع وجاز بیع ذراع منہ نہر خرید کیا کپڑا جس کے جواب تھا وہ ہیں تو اگر جواب اس کے متفاوت نہ ہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھاں کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا حلال نہیں اگر اس کو پھیر لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع ایک گز کی اس میں سے بائز ہے کذا فی النہر ہم کتاب ہے زاید عثمانی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہی حلت زیادت کم از ذراع ایک کپڑے میں ہے جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہے چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور مانند اس کے اور اگر کرباس یعنی تھاں جو جس کو قطع مضر نہیں اور مشتری نے نزدیک بشرط دس گز ہونے کے پھر اس کو گیارہ گز پایا تو زیادتی اس کے لیے مسلم نہیں بلکہ اس کو بائع کو پھیرے چنانچہ کیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہے اتنی شبلی نے کہا مشائخ نے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو بائز ہے مانند بیع قفیز کے و طحیر کے اس واسطے کہ قطع اور تیز باقی کو مضر نہیں کذا فی المخطاوی



على انه عشرة اذرع كل ذراع بدرهم اخذه بعشرة في عشرة وزيادة نصف بلا خيار لانه انفع واخذه بتسعة في تسعة ونصف بخيار لتفرق الصفقة وقال محمد ياخذ في الاول بعشرة ونصف بالخيار وفي الثاني بتسعة ونصف به وهو اعدل الاقوال بحروا قره المصنف وغيره قلت لكن صحيح الفتاوى وغيره قول الامام وعليه المتون فعليه الفتوى يعني مختلف الجوانب كإزالة الغش وغيره کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے ہرگز عوض دم کے تو مشتری اس کے لے دس دم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خيار اس واسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اس کو نافع تر ہے اور اس کو نو دم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چلے نہ لے بسبب تفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اس کو ساڑھے دس دم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو دم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن فتاویٰ وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ ذراع وصف ہے آل میں اور حکم آل کا اس وقت لیتا ہے جب شرط پائی جائے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اہانت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ٹن نہیں طاق ہوتا اور محمد نے بڑے اعتبار کل کے ساتھ کیا اس واسطے کہ جب ہر ذراع مقابل دم کے ہو تو نصف ذراع نصف دم کے مقابل ہوگا بالضرورة القانی نے کہا کہ امام محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدر میں ہے کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہے اور ذخیرے میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہے طحاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہے اس واسطے کہ گاہے فتویٰ قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتویٰ ہوتا ہے آسانی کے واسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہوتا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہے القانی کا قول واللہ اعلم بالصواب فصل فی ما یدخل فی البیع تبعا لایدخل فیہ فصل ہے اس میں جو بیع یعنی بیع میں بطریق تعین داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ہذا الفصل مبنیہ علی قاعدین احدہما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ہو متناول اسم البیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بناء وقاعدوں پر ہے ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز گھر میں ہے از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ بیع کے نام کو شامل ہے عرف میں وہ بیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے م شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعین کی طرف اشارہ کیا یعنی جو چیز بیع میں کم بیع کو شامل ہے جیسے گھر و عمارت شامل ہے وہ بلا ذکر کے بیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اس واسطے کہ گھر و عمارت ہے زمین اور عمارت سے دو ذکر ثانیہ بقولہ او متصلا بہ تبعا لہما داخل فی بیعہما یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار ہو ما وقع لالان فیصلہ البشر دخل تبعا و مالا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے متاع جو گھر یعنی جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار یعنی جو اس واسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اس کو اکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جس کا ایک سرا زمین میں گڑا نہ ہو و مالہ من القسمین فانہ من حقوقہ و مرافقہ دخل بذکرہ والا لا اور جو دونوں قسموں میں یعنی نہ اسم بیع کو شامل ہو نہ بیع سے متصل ہو بالاتصال قرار سو اگر وہ چیز بیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی م شارح نے بقواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند میں قاعدے مذکور کرتا اس طرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم بیع کو شامل ہو عرفاً وہ بیع بلا ذکر صریح داخل ہے دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار وہ تابع ہے بیع کا اور اس کی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں قسموں میں ہو اگر حقوق اور مرافق بیع میں ہے تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہیں کذا فی الطحاوی فی دخل البناء والمفاتیح المتصلة اطلاقا کفیتہ وکیلون ولو من ففئة لا القفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلة والرحی لو اسفلہا مبنیاً ولبکرة



لا الذل والجل مالم یقل برافقہا فی بیعہا اے الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گاہے جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اس کی کنجی داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے۔  
 نزدیک متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جاسے اور چکی اگر اس کا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہو اور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور ری داخل نہیں جب تک بالغ مرافق دار کا لفظ نہ کہے م اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحین کو فارسی میں کلیداد اور بند در کہتے ہیں یعنی آلہ کھدید جو دونوں کو اڑوں میں کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے یعنی اہل ہند اس کو کھشکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اس کو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین میں گڑا اور جاسے ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بالغ کا ہے اور تار خانہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلون سے جڑی ہوں وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن دبا ر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جاتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہ ہوگی اور کنواں گھر کا اور اس کی گھرنی داخل بیع ہے وہ ڈول اور ری جو اس پر غلق ہے انتہی اور فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مولیٰ اور اس کی دیوار گڑی ہو اس میں رانگا اور لکڑیاں نکلیں تو اگر وہ منجملہ عمارت ہیں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مجوسے تو ان کا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بالغ اس کا مالک ہے اور وجیز کر دی میں ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازاڑوں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہ ہوگا مگر بدکر مرافق انتہی و کذا البستانہا اور اس طرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے م فتح القدر میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اس کا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی بھر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اس کا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہی اما البیاع اللکائنہ فی الدار فتدخل فتح کما یسعی فی باب الاستحقاق اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں آوے گا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القطاع اور حمام کی بیع دیگیں داخل ہیں نہ کاہے م دھویوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالوں کے تنار اور تیلیوں کے مٹھور اور مشکے اور دھویوں کا پٹرا جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں مگر چوبہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو میں کتاہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع برافق ارض ہوئی تو اشیائے مذکورہ داخل ہونگی کذا فی فتح القدر و فی المحاراکا فہ ان شراہ من المزارعین و اہل القری لا لوم من المزارعین اور گدھے کی بیع میں اس کا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہو اور گدھے والوں سے جو گدھے بچنے کی تجارت کرتے ہوں ان سے مول لے گا تو پالان داخل بیع نہ ہوگا مخطاوی نے کہا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سودا گروں کی عادت یہ ہے کہ سنگی پیٹھ پھرتے ہیں و تدخل قلاوۃ عرفا اور گدھے کے گلے کا گندہ داخل بیع ہے باعتبار رواج کے م جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اس کا رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور بھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط تکمیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اس کا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بچے اور اس پر زین ہو بعضوں نے کہا کہ زین داخل نہیں بلا تنصیص یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدر ویدخل ولد البقرة الرضیع و فی الاتان لا رضیعا اولادہ یعنی اور گائے کا دودھ پیتا بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اس کا بچہ داخل نہیں خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی پر فتویٰ ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بچہ کو حاصل نہیں ہو سکتا مہون اس کے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے مخطاوی نے کہا کہ اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے



اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ویدخل ثياب عبید و جاریتہ اسے کسوة مثلہا قطعہا ہذا اور غیر ما اور غلام اور لونڈی کے کپڑے ان کی بیع میں داخل ہیں یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہیں بائع کو اختیار ہے کہ ان کو وہی لباس دے جو ان کے بدن پر ہے یا سوائے اس کے ہم اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنتے ہوں تو داخل بیع نہ ہو گا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریہ لا یصلیہا الا ان سلمہا او قبضہا و سکت و تمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اس طرح کہ بائع اس کو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اس پر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور یا بیع سکوت کرے اور پورا بیان اس کا صیرفیہ بیع ویدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر قیدی المسکتین فبالذکر اولی مثمرۃ کانت اولاً صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابستہ لاتہا علی شرف القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کے بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہوں یا نہ ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے دکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونوں مسئلوں میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بطریق اولی داخل ہوں گے اذاکانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع میں اس وقت داخل ہیں جب کہ وہ زمین میں موجود ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا صغار تعلق زمین الریح ان من اصلہا تدخل والی من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبۃ اور اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل ریح میں اکھاڑے جاتے ہوں سو اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اس کا بیان شرح وہبانیہ میں ہے ہم علامہ عبید البرکی شرح وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور خشک داخل نہیں کہ بجائے زراعت ہے اور گلاب اور آس اور خنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کہ بجائے اثمار کے ہیں اور ان کے اصول داخل ہیں اس واسطے کہ ان کی قطع کی نہایت نہیں اور روٹی اور کسم بجائے اثمار داخل نہیں اور ان کی جڑوں میں دخول اور عدم دخول کے دخول ہیں اور فناؤی قاضی خاں میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور خرسی نے کہا کہ بیگن کے اصول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہے وہ داخل نہیں اور گلاب اور پیاز اور شحم رسیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہیں تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہیں اور اسی کے اصول میں محمد سے دو روایتیں ہیں اور حبوب اور کتان اور جوار باجرہ کھیت کے مانند ہیں انتہی ملخصاً کہ فی الطحاوی و فی القنیۃ شری کر داخل الثمائل للشدودۃ علی الاذاتاد المنصوبۃ فی الارض و کذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التي علیہا غصن الکرم المسماۃ ہاڑن الخلیل برکاتہ الکرم اور قنیۃ میں ہے خرید کیا انگور کے درختوں کو تو وہ رسیاں جو زمین پر گڑی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسی طرح وہ تقویناں جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلی ہیں جن کا نام ارض خلیل میں رکاز الکرم ہے ہم وثائل جمع ہے وثل بفتح تین کی یعنی ریشہ خرما کی رسی اور بعض نسخوں میں بجائے وثائل و تائیر ہے جمع و تیر کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے ٹانگنے کو جن کو بعضے اہل ہند الگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلی ہیں و فی النہر کما دخل تبعا لایقابلیہ شی من الثمن لکونہ کالوصف و ذکرہ للصف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہ الفائق میں ہے کہ جو چیز بیع میں یا بیع داخل ہیں ان کے مقابل کچھ نہیں پڑتا اس واسطے کہ تابع وصف کے مانند ہے اور مصنف نے اس کو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ہم تہر الفائق میں کہا و لہذا قنیۃ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اس کی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہو گا یعنی اس واسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدر میں ہے جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بلا تسمیہ یا بیع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہیں چنانچہ قرابت کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتے ہیں خلاصہ میں ہے قریہ بیچا



جس میں مسجد ہے اور اس کو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیا من کا حکم ہے اور قبرستان میں ذکر حدود ضروری ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہوا انتہی مافی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا اذا ثبت ولا قیمتہ لہ قید دخل فی الاصح شرح الجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے زراعت کے مگر جب کہ کھیت جما ہوا اور اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح میں کذا فی شرح الجمع ہم زراعت اس واسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہیں بلکہ اس کا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنی آدمی نے اس کو بہ نیت قطع بویا ہے تو زراعت متعلق خانہ کے مانند ہوئی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا گئے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اس واسطے کہ جب تک بیج نہیں جاتا تو اٹل تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جلا ہے اور بے قیمت ہے تو صواب یہ ہے کہ داخل ہے جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کی جاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کی جائے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر تبصر فی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سودم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سودم درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سودم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہے ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط عبر ہنا بالشرط و ثمة بالتسمیۃ لیفید ان لافرق بینہما وان ہذا الشرط غیر مفسد و خصہ بالثمر اتباعاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ لبائع الا ان یشرط المبتاع اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع میں بدون شرط کہ لینے مشتری کے مصنف نے یہاں یعنی دخول ثمر میں شرط کر تعبیر کی اور وہاں یعنی دخول زراعت میں تسمیۃ تعبیر کی تاکہ معلوم ہو کہ شرط اور تسمیۃ میں کچھ فرق نہیں اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرتے ہوئے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اس کو شرط کر لے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر مشتری کو شامل رہا خواہ شجر کی تاثیر ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو تاثیر یعنی تعلق اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کے غلاف شکوہ کو چیر کے ترکھجور کا شکوہ اس میں ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ من اشتری ارضا فیہا نخل فالثمرۃ لبائع الا ان یشرط المبتاع یعنی بولسی زمین خرید کہ جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے یہ حدیث مطلق ہے اس میں تاثیر اور غیر تاثیر کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تاثیر شرط ہے یعنی اگر تاثیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہیں تو مشتری مالک ہے اس واسطے کہ صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ من باع نخلاً موبرة فالثمرۃ للبائع الا ان یشرط المبتاع کہ جس نے کھجور کا وہ درخت بیچا جس کی تاثیر ہو چکی ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے مرسیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ در صورت عدم تاثیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور عمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کہ فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم ولویو مر البائع لقطعہما الزرع والثمر وتسلم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمہما فلو لم یقعد الثمن لم یمر بہ غایتہ اور بائع کو حکم کیا جاوے گا دونوں کے قطع کر لینے یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم بیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جب کہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دے گا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ در صورت عدم قبض ثمن تسلیم بیع واجب نہیں ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت خرید کر ناہین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اس کے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ جڑوں سمیت کھودے کیونکہ بڑ بھی بیع میں داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ جڑ کے باریک باریک ریشوں تک کھودنا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع



میں بائع کی مضرت ہو اس طرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد بڑے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کی ملک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو شاخیں نکلیں گی ان کا مشتری مالک ہوگا و مشتری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس بشرط پر کہ زمین پر قائم رہے گا تو مشتری کو قلع کا حکم نہ ہوگا اور اگر کھود لے گا تو اس کو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہاں جمادے تیسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو امام ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور امام محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہے صدقہ شہید نے کہا فتویٰ اس پر ہے کہ زمین داخل ہے جیسا کہ محیط میں ہے بجز اراؤق میں کہا ہے کہ یہ قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اس کے نیچے کی زمین داخل بیع نہ ہوگی چنانچہ نہ الفائق میں ہے اور اگر درخت قرار و ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بجز اراؤق میں ہے اور جہاں زمین ماتحت الشجر داخل ہے تو اتنی داخل ہے جتنا وہ درخت موٹا ہے بیع کے وقت یہاں تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اس قدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اتنا پھیل ڈالے اور جہاں تک شجر کی عروق اور شاخیں پہنچی ہیں وہ داخل بیع نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے محیط میں کذا فی العالگیریہ وان لم یظہر صلاحہ لان ملک مشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغاً بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھیل کا واجب ہے اگرچہ اس کی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائے گا تسلیم بیع پر بعد اکر کے کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ لیسر حیث یجبر الوثرۃ علی قطع البسر ہو المختار من الروایۃ ولو الجحیۃ ثانی الفصولین باع ارضاً بدون الزرع فهو للبائع باجر مثلها محمول علی ما اذا رضى المشتري بنسر چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدڑ پھل ہیں تو وارثوں پر زبردستی کی جائے گی گدڑ پھل کے قطع کرنے میں یہی روایت مختار ہے کذا فی الولو الجحیۃ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیجا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اثر مثل دیگر اس پر محمول ہے جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے بکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہے ومن باع ثمرة بارزة اما قبل الظهور فلا یصح اتفاقاً ظہر صلاحہا اولاً صح فی الاصح اور جس نے نمودار پھل کو بیجا خواہ اس کی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو بیع ہے اصح قول میں اور قبل نمودار ہونے پھل کو بیجا تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں ہم بیع شمار میں چند صورتیں ہیں ایک میں خلاف ہے اور باقی میں اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے جو لائق انتفاع ہے تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح شمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی شمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اس میں شیخین اور محدثین اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور آئمہ ثلاثہ میں وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور شمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جائے اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ ان میں پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر تبصر آئمہ ثلاثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یدور صلاحہا عن النخل حتی تر ہو قبل ما زہو قال تمھارا و تصفا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع یہاں تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خربا کی بیع سے یہاں تک کہ زنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری میں عبد اللہ ابن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اس کی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث ہے



جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی یعنی جس نے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا، مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط کر لے تو حدیث میں پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع شمار کا جواز مطلقاً ثابت ہوا اس واسطے کہ اس حدیث میں اشتراط مشتری میں ظہور صلاح کی قید نہیں ارشاد فرمائی اور نہ ہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک بھی بیع شمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہیں ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کہ پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہوں گے پھل نہ ہو بلکہ بیع ہو جائے جو نسانی وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے تو کس طرح لپٹ جائے گا؟ بلکہ اگر کوئی شرط بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہو گا اور کہے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اس میں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث میں اس کو شامل نہ ہوئی اور جب کہ محل نہیں بیع شمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس میں سے بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ ہمارے نزدیک بیع شمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہیں کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدیر مضافاً بترغیب و لو یزیر بعضہما دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصحہ الشری و افعی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہیں اور کچھ نہیں تو ظاہر مذہب میں یہ بیع صحیح نہیں اور شری نے اس کو صحیح کہا ہے اور علوانی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہیں کذا فی شرح الزیلعی حدیث میں شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں علوانی کا فتویٰ کل ثما میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فغنی کا اس واسطے کہ موجود بوقت قطع بیع اور جو اس کے بعد پیدا ہو گا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعال اور عرف کے کذا فی الطحاوی و لقیطعہا المشتري فی الحال جیر علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کر لے مشتری پر جبر کیا جائے گا علی ثمار میں ہم قطع بعد بیع اس واسطے لازم ہے تاکہ ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے ان شرط ترک کا علی الاشجار فسد البیع بشرط القطع علی البائع ماوی اور اگر مشتری نے پھلوں کو قائم رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتا ہے کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائمہ لا یفسد اذا تمنا برت الثمرة للتعارف فکان شرطاً یقینہ العقد ویہ لفتی بحر عن الاسرار لیکن فی القہستانی عن المصنرات البطل قولہا الغنیمۃ فتنہ اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محدث ہیں کہ بیع شمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعال کے تو یہ شرط ایسی ہے جس کو عقد بیع مقضی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتویٰ ہے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی ہیں تو مفتی یہاں فتویٰ دینے میں مجبر ہے محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں بے تاملی واقع ہوئی اس واسطے قہستانی میں شیخین کے قول کا فتویٰ نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتویٰ مضمرات سے قہد بشرط ترک لاد لوشرا مطلقاً ترک کا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان یغیر اذ نہ تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع میں بشرط ترک کا قہد لکھا جس واسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے مول لیا مطلقاً یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جس قدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جس قدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اس کو تصدق کرے فقیروں پر زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع شمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جس قدر تفاوت ہو گا مابین میں وہی زیادتی ہے کذا فی العینی مشکائیس روپے قیمت ہے بیع کے دن اور پالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی زیادت کرے۔



تصدق اس واسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدوں اس کے اذن کے مشتری کی ملک سے غلو ط ہو گئی، وانما ثابته لم یصدق بشیء اور اگر پھلوں کے برطوط چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ غیرات نہ کرے یعنی اس واسطے کہ شمار کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کو اکب سے تقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استأجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارة وطابت الزیادة لبقاء الاذن ولو استأجر الارض من ترک الارض فسدت بحال المدة ولم تطب الزیادة ملقی البحر لفساد الاذن بفساد الاجارة بخلاف الباطل كما حررناہ فی شرحہ اور اگر شمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لے پھل پکنے کے وقت تک اجارہ باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب محمول ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملقی البحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہم نے اس کی تحریر کی ہے ملقی کی شرح میں ہم دو فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود بنفس ہو گیا اس واسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہیں اور معدوم صلاحیت تقصیر کی نہیں رکھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اس واسطے کہ فاسد وہ ہے جس کا وصف فوت ہونے اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہراتو تقصیر کی لیاقت رکھتا ہے تو جب متضمن بالکسر فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیلة ان یاخذ الشجرة معاملة طے ان لا جزأ من الف جزء اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا یہ جیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہزار حصوں میں۔ ہم معاملہ اور مساقات یہ ہے کہ اشجار کو سیچنے کے واسطے لے کچھ پھل مقرر کر کے شرح ملقی میں کہ مشتری بائع کو قیمت شمار دے کر کے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار میرے حصے میں آتی لیکن اس میں یہ خلل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دے کر لے سوا ان کو بطور معاملہ کیونکر لے گا ماں نگریوں کہے کہ ثمن بطریق استحسان کے دیا اور میرے عقد معاملہ ہے وان اشتری اصول الرطبة كالباذنجان واشجار البطم والحمار لیکون الحادث للمشتري اور شمار مادہ کے مالک ہو میں مشتری کا یہ جیلہ ہے کہ اصول رطبة خرید کرے مانند بگیں کے اور خرپوزے اور کھیرے گڑھی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کی ملک ہوں ہم جو شخص خرپوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ بڑھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میری ملک ہوں تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو ان کے درختوں سمیت مول لے مشتری کہ زمین کا مالک بقائے اشجار کا اپنی زمین میں اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی راشیۃ الحلیم وفی الارع والحشیش لیشتری الموجد وبعض الثمن ویستأجر الارض مدة معلومة یعلم فیها الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس قدر موجود ہے اس کو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت معین تک جس میں کھیت کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روپے کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپے کو کھیت مول لے اور دس روپے ابرت مقرر کر کے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجد وکیل لہ البائع مالو بعد اور شمار اشجار کے مول لینے میں یہ جیلہ ہے کہ موجودہ پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کر دے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی اباحت کے بعد اس کا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذا فی الطحاوی فان تخاف ان یرجع یقول علی انی متی رجعت فی الاذن تكون ما ذونا فی ترک ثمنی ملخصاً پھر اگر مشتری دیرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دے کہ پھل جائے اور کہے کہ اب بقائے شمار وغیرہ کا اذن نہیں دیتا تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کر دوں تو تو ما ذون ہے ترک میں یعنی در صورت رجوع مشتری ما ذون باذن جدید ہے کذا فی الفتح عن الفقیہ ابن الیمن ما جاز ایراد العقد علیہ بالافراد صح استثناء وہ منہ الا الوصیۃ بالحدیث لیس افراد دون استثناء اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہے مثلاً اس کا نکال لینا بیع سے صحیح ہے مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اس کا کھال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا



بلا خدمت کذا فی الاستبہام اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہیں ہو سکتا جیسا محل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اس کا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا سو اے اس کے محل کے یا یہ دنبہ بیچا سو اے اس کی چکی کے یا اٹھ پاؤں کے تو یہ استثنا صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنے کی قاعدہ مذکور سے کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ قاعدہ عقود میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت مومی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے صحیح نہیں کذا فی الطحاوی وعن الفتح والنهاية ثم فرع علی ہذا القاعدة بقوله صحیح استثناء غیر من صبرة وشاة معبنة من قطع وارطال معلومة من بیع ثم تخلت لصحة ایراد العقد علیہا ولو الثمرة علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہے استثناء کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گو سفند کا گلا گو سفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے عقد مذکورہ پر اگر پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے کھجور بیع بر فی سنبلة بغیر سنبل البر لا احتمال الربو اچنانچہ صحیح ہے بیع گیہوں کی اس کی بال میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہوں کی بالی کے اندر ہو اور جو غرض غیر بیع اس کی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہوں کی بالی کو گیہوں کی بالی سے کر خرید کرے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہوں کے مانند جو اور جواری کی بیع ان کی بالیوں میں صحیح ہے و باقلاء و ارز و سسم فی قشر لہم اور باقلا اور چاول اور تل کی بیع ان کے پھلکوں میں صحیح ہے و جوز و بوز و فستق فی قشر لہم و ہوا علی اور اخروث اور بادام اور پستہ کی بیع ان کے پھلے پھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں درست ہے غلاف الشافعی و علی البائع اخرجہ الا اذا باع بما فیہ اور بائع پر لازم ہے اس کا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جب کہ بائع نے بالی اور پھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اس پر نہیں و بل لہ خیار الرجوع الوہب لغیرہم فتح اور ایسی بیع میں مشتری کو خیار الرجوع ہے یا نہیں دلیل اس کو مقتضی ہے کہ ہاں اس کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے لینے نہ لینے کا اس واسطے کہ مشتری نے ہنوز بیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح و انما بطل بیع مافی ثمر و قطن و صرغ من نوى و حب و لبن لان معدوم عرفا اور طرے کے اندر کی گٹھلی اور روٹی کے اندر والے بنولے کی اور تھنی کے اندر کے دودھ کی بیع اس واسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اس واسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روٹی ہے اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر اور یہ بنولہ ہے روٹی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہ گیہوں ہے بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے پھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان پھلکوں میں بادام ہے بلکہ اس کی طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح و اجرة کیل وعد و وزن و ذرع علی بائع لان من تمام التسليم اور ہیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گزنا پنے کی مزدوری بائع پر ہے اس واسطے کہ تو ناظرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم بیع بائع پر ہے اور تسلیم ہون ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی ... تو ان کی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی و اجرة وزن ثمر و لقطہ و قطع ثمر و اخراج طعام من سفينة علی مشتر اور ثمر تولنے اور اس کے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصہ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی النجاشی خلاصہ میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اس وقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم ہاء یردہ بعیب الزیادۃ مگر جب کہ بائع غن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہوئے عیب قباب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اس واسطے اب پرکھنا اس واسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی المنع فرع مسئلہ طحہ شارح کی ظہر بعد نقد العراف ان الدراہم زیوف رد الا اجرة و لہ بعض فبقدرہ ثمر عن اجارة البرازیتہ عراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہیں تو صرف پرکھانے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلیں تو اس کی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النثر عن اجارة البرازیتہ و اما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعى بینہما و باع المالك بنفسہ ليعتبر العرف و كما فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی عین کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اس کی بائع پر ہے اور اگر بائع او



مشتري کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رد واج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہاں نہیں ہے و سلیم الثمن اولانی بیع سلعتہ بدنا نیرودراہم ان احقر البائع السلعتہ اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع میں دنا نیر اور دم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو م یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تاکہ بائع کا حق ثمن میں معین ہو جائے اس واسطے کہ مشتری کا حق بیع میں بجز عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ بیع اس کے ملک میں داخل ہوگئی اگرچہ بدول قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہاں تک کہ اگر بیع ہلاک ہوگئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع کا حق ثمن میں بدول قبض کے متعین نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر بیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور بیع لازم نہیں اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض بیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول بیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقسقی نہیں اور اگر بیع پر قبضہ کیا بدول اذن بائع قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقص تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامة شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہوا اور ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اس کا غیر سے لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو یا وجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اس واسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلات حال راضی ہو گیا اور بازاروں میں اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو جنس بیع تا استيفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک دم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہے تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موبل تو استيفائے ثمن حال جس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھ دی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق جس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق جس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اس کا حق ساقط ہو گیا۔ اب بائع بیع کا استرداد نہیں کر سکتا مثلاً تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنے کے واسطے۔ سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اس کی غیبت میں تو یہ قبض ہو گیا اور اسی طرح ہر کیل اور موزون کو جب پیمانہ کر کے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھے گا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس کو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر لبر بقبض کے وقت مشتری اس کو لے سکتا تھا بدول قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لے جانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اس کی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اس واسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الطحاوی لمخصاوی بیع سلعتہ بمثلہا او ثمن بمثلہا معا لم یکن احدہما دینا کسلم و ثمن موبل اور متاع کی بیع میں اس کی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اس کی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدین دین نہ ہو جیسا کہ مسلم فیہ اور ثمن موبل م یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بچوں تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کریں اس واسطے کہ دونوں متاع متعین ہیں یکساں اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مزج ہے ہاں مزج سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہیں اس واسطے کہ اس میں تاخیر شرط ہے اور کثرت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی تو اس پر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع بیع کو جس نہیں کر سکتا اس واسطے کہ تاخیر سے اس کا حق دراپ جس ساقط ہو گیا بجز الرأق میں ہے کہ در صورت خیال مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیال نہیں کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس کو بھی



ذکر کرنا تم تسلیم کیوں یا تخلیہ علی وجہ تمکین عن القبض بلا مانع ولا حائل بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم بیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اس طرح  
 پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے تم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہ ہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے  
 کہ اس کے سامنے ہو کذا فی الجملی وشرط فی الاجناس شرط ثالث ان یقول خلیت بینک و بین المبیع فلو لم یقل او کان بعید لم یصر قابضاً والناس عن غفلون  
 فانهم لیسترون قریة ولقرونہ بالتسلیم والقبض وهو لا یصح به القبض علی الصصح وکذا الہبتہ والصدقة خاینة وتماہر فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس  
 میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے مابین اور بیع کے مابین  
 میں تو اگر یوں نہ کہے گا یا بیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہرے گا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اس واسطے کہ مثلاً گاؤں کو خرید  
 کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم بیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے  
 قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخاینة اور پورا  
 بیان اس کا ہم نے شرح ملتی میں کیا ہے ہم بیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہاں مگر مشتری پر ثمن کا  
 دینا بدو صحت قبضہ واجب نہیں اور اگر بیع ہلاک ہو گئی قبل قبضہ کے بائع یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لے گا  
 اگر ثمن سے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گھوڑوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے ان کو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں  
 کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم شمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھڑی کے گھوڑوں خرید کیے اور بائع نے  
 کوٹھڑی کی کچی مشتری کو دی مع تخلیہ تو قبضہ ہے اور اگر کچی دی اور تخلیہ کا کام نہ کیا تو قبضہ نہیں اور کچی دی گئی تو بیع صحیح ہے اگر مشتری ہاتھ اسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا  
 اور بائع بولا کہ میں نے گھر تجھ کو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس پر قبضہ کیا تو یہ درحقیقت قبضہ نہیں اگر گھر قریب ہے تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس  
 حال پہ ہے کہ مشتری اس کے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اس کو قریب کہیں گے اور اگر ایسا نہیں تو بعید ہے انتہی کذا فی الطحاوی و مجدد اے البائع ثمن  
 زیو فالیس کہ استرداد السلعة وحبسہا بہ لسقوط حقہ بالتسلیم وقال زفر لہ ذلک کما لو وجد رصاصاً و استوقہ او مستحقاً و کما لہ ثمن ینہ بائع نے  
 ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جس کا لینا دینا سودا گروں میں رائج ہے مگر سرکار بادشاہی میں مقبول نہیں تو بائع کو مناع پھیر لینے اور اس کے حبس کر رکھنے کا  
 اس سبب سے اختیار نہیں بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اس کو اس کا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رنگ کے  
 ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہوں تو استرداد متاع کا یا لاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرثیہ کو اختیار ہے کذا فی المبیع یعنی اگر راہن نے  
 دراہم دین کے ادا کیے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلتے تو مرثیہ کو اختیار ہے کہ ان کو پھیر دے اور مرثیہ پر ثمن سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ الدنی قبض  
 بدل دراہم الجیاد التي کانت لہ علی زید زیو فالیس علی ظن انہا جیاد ثم علم بانہا زیو فالیس یرد لہ ولستہ والجبیاد ان کانت قائمۃ والا فلا یرد  
 ولا یسترد خالہ نے اپنے کھرے رعبیوں کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے دیے وہیوں پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہیں پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے  
 ہیں تو ان کو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہوں اور اگر کھوٹے روپے خرچ ہو گئے ہوں تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما لو علم بذلک عند القبض  
 چنانچہ اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جب کہ اس کو قبضہ کرنے کی وقت ان کا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیو فالیس  
 ویرجع بالجبیاد کما لو کانت رصاصاً و استوقہ اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کھوٹے روپے صرف ہو گئے ہوں تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے  
 چنانچہ اگر رنگ کے ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا یا لاتفاق ثابت ہے مشتری شیئاً و قبضہ و مات مفلساً قبل نقد الثمن فالبايع اموالہ  
 لہ قولہ کالمرثیہ لصل صورتہ فیما اذا دفع الثمن وکان مرثیہ فان حق حبسہ لمرثیہ وانما مناع حبسہ بدینہ فیدفع الی البائع لایسقط حق حبسہ فی البیع ہ طحاوی



للمغراء وقال الشافعي هو ائحق به كما لو لم يقبضه المشتري فان البائع ائحق به اتفاقا ولتا قوله عليه السلام اذا مات المشتري مفلسا فوجده البائع متاعا بعينه فهو اسوة للمغراء شرح مجمع للبعيني خرید کی کوئی چیز اور اس پر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرض خواہوں کے یعنی داماسا ہی اور قرض خواہوں کے مانند بائع کو بھی ثمن ملے گا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ تر حقدار ہے اس چیز بیع کا چنانچہ اگر بیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو بیع کا بائع ائحق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرض خواہوں کے کذا فی شرح المجمع للبعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرك مال بعينه عند رجل قد افلس فهو ائحق به من غيره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ تر حقدار ہے اس کے غیر سے اور خفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شافعی نے ذکر کی اور سند اس کی سنن ابوداؤد میں مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے ائم اخص کی کچھ حاجت نہیں وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعہ الاکار لرب الارض جاز و لیجسلا الا اذا كان البذر من الاکار فینبغي ان يحوز خاניתه لصفته كهيته بدون زمین کے بیجا اگر اس کو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیجا تو جائز ہے اور بالعکس اس کے یعنی اگر زمین کے مالک نے اُدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیجا تو جائز نہیں مگر جب کبھی کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخاנית باع شجر او کرما ثمرا لا يخل الثمر وحينئذ يستعار الشجر الى الادراك فلو ابي المشتري اعارة خیر البائع ان شاء ابطال البيع او قطع الثمر جامع الفصولین قال فی النہر ولا فرق یلزم بین المشتري البائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیجا تو پھل داخل بیع نہ ہوگا اور اس وقت میں درخت عاریت لیا جائے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے بیع کو باطل کرے یا پھلوں کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین تہر الفائق میں کہا کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا مشتری اور بائع میں ہم یعنی عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پھل خرید کرے بدوں درخت کے تو اس پر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے در صورت عدم اجارہ بائع اگر پھل پھل خام ہوں اور یہاں بائع ابطال بیع اور قطع ثمر میں مختار ہے اور مشتری مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب۔

یہ باب ہے بخار شرط کے احکام میں اختیار یعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے

**باب اختیار الشرط** چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑیں وجہ تقدیم مع بیان تفسیر مبہم فی الدرر بخار شرط کی تقدیم کی وجہ اس کی تقسیم کی بیان کے ساتھ در میں مہر ہے ہم صاحب در نے کہا کہ بیع لازم ہوتی ہے اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جس میں بعد موجود ہونے شرط بیع کے اختیار نہ ہو اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اس کو پہلے ذکر کیا اس کے بعد اختیار الشرط کو بیان کیا اور اختیار الشرط کو باقی خیارات پر اس واسطے مقدم کیا کہ اختیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر اختیار الرویہ کو ذکر کیا کیونکہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو اختیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لازم حکم کا مانع ہے اور اختیار الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یوں کہنا کہ مجھے کو اختیار ہے یا مجھے کو چند روز اختیار ہے یا مجھے کو ہمیشہ اختیار ہے اور اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یوں کہنا کہ مجھے کو تین دن یا اس سے کمتر میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ مجھے کو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے اتنی ملخصا کذا فی الطحاوی معلوم کرنا چاہیے کہ اختیار الشرط خلاف قیاس ہے اس واسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہیں وارد ہے لیکن اختیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اس کے سر میں زخم لگا تھا تو اس کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تھا اس چیز میں جو کہ وہ خرید کرے اور اس کی زبانی تفصیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر



اور کہ دیا کر لا خلاصہ یعنی مجھ کو فریب نہ پنا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والوں کی طرف سے سودہ لوگ کہتے کہ یہ تو گراں قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ ہول  
 اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ کو بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ  
 اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ انی فتح القدر ثم الخيارات بلغت سبعة عشر مہر دریافت کرنا چاہیے کہ خيارات کا شمار سترہ تک پہنچا ہے  
 الشارح المبوب لما ان میں سے تین خيار وہ ہیں جن کے بیان کے واسطے باب خيار الشوط اور باب خيار الروية اور باب خيار العيب  
 وخيار تعين وغینہ نقد و کیتہ واستحقاق و تعزیر فعل و کشف حال و خیانتہ مرا بجمہ و تولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ و تفریق صفقہ بہلاک بعض بیع و اجازۃ  
 عقد الفسوخ و ظهور المبیع مستاجر او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک  
 کو اختیار کرے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غین کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غین فاحش کیا ہو تو فسخ بیع  
 میں اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک نہیں دے تو بیع نہیں اور اختیار رکیت یہ کہ خرید کی بعوض ان درہم  
 کے جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے درہم مذکورہ کو دیکھا تو اس کو اختیار ہے اور یہ خيار الروية نہیں اس واسطے کہ نقد میں خيار الروية نہیں ہوتا اور خيار  
 استحقاق یہ کہ بعض بیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خيار تعزیر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکھا کھا دے چنانچہ بکری یا گائے کے تھن چند روزہ بانڈ  
 رکھنا تا بہت دودھ دے نظر پڑے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کہ انی البعور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے  
 کے جو اس پتھر کے ہوزن ہو اور خيار کشف میں خيار کشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درہم کے تو بیع صحیح ہے ایک صلح میں  
 لیکن بسبب تفریق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرا بجمہ کا اختیار یہ کہ بیع المرا بجمہ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ  
 کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ٹھن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ میں یا مورثہ کو  
 خیانت ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ  
 کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اس کے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ٹھن دے کر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب بہلاک  
 ہونے بعض بیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبض قبض کے اور بیع فغولی کی اجازت کا اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے  
 چاہے باطل کرے اور بیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ بیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور بیع  
 کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ بیع کسی کے پاس گروہ ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر یا مرہون اس کو جائز رکھے  
 لو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کہ انی الاشباہ من احکام الفسوخ قال و فیسخ باقالات و تحالف فبلغت تسعة عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع  
 فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا انیس کو پہنچا اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف  
 کی صورت یہ ہے کہ مقدار ٹھن یا مقدار بیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا اور دونوں گواہ لائے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعویٰ  
 پر راضی نہ ہوا تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور قاضی بیع کو فسخ کر دے گا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے  
 تحالف کے کہ اس کو قاضی فسخ کرتا ہے کہ انی العی عن الاشباہ وغلبہا ذکر المصنف یعرفہ من ماس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا  
 ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرط للمتبائعین معا ولا حد ہما ولو وصیا ولا غیر ہما ولو بعد العقد لا قبلہ تا تا خانہ  
 شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی تمیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط  
 بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح قبل عقد کے کہ انی التا تا خانہ شرط کرنا اختیار کا امیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط میں



عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا اس بیع میں جس کو میں منعقد کروں گا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ ہو گا کذا فی البحر فی بیع کلمہ اول بعضہ کثرتہ اور بعدہ ولو فاسد بشرط خیار صحیح ہے سب بیع میں یا بعض میں چنانچہ بیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد جس میں شرط ہوئی ہے فاسد ہو۔ ولو اختلاف فی اشتراطہ فالقول نافذ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہو اس اختیار کے شرط ہونے میں تو اس کا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اس واسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام اقل خیار شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر میں ہم تین دن کا اختیار اس وقت صحیح ہے جب کہ بیع سریع الفساد نہ ہو اس واسطے کہ سریع الفساد کا حکم غایب میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائے گا کہ یا بیع کو فسخ کر یا بیع کو لے اور تجھ پر ثمن کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تاکہ جانبدار کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحاوی وفسد عند اطلاق او تا بید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جلی نے کہا تو قیوت مجہول بھی تا بید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھ کو اختیار ہے تو یہ اختیار دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھ کو اقالہ بیع کا اختیار ہے لا اکثر ولا ینفسد فخلل فسخ خلاف لہما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کرے گا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اس کے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط در صورت ذکر مدت صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق حضرت انسؓ سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا لا خیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن کا کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جا کر کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جا کر لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں غیر انہ سبجوزان اجازت من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحاً علی الظاہ تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاوے گی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دے گا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاوے گی بنا بر ظاہر الروایت کے ہم اس واسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنی تقریر کے اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہوتا عدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہوگی تو وہ فاسد ہے فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحاوی وصح شرط ایضاً فی لازم محتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بھی لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اس واسطے کہ موصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہے اور موصی کو قبول اور عدم میں اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند اطلاق اور نکاح نکل گیا کما رعتہ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر عینہ وکتابۃ وخلع ورمہن وعقق علی مال لو بشرط لزوم وجہ وراہن وقت عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزاحمت اور معاملۃ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قیمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رمہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہو اور وجہ کے واسطے خلع میں اور راہن کے واسطے رمہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں مزمع لزوم وجہ اور راہن اور مملوک کی قید اس واسطے لگائی کہ ان کی جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور مولی کے کہ ان کی جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اس واسطے کہ عین ہے اور بخلاف مرتہن کے اس واسطے کہ اس کی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو بروقت فسخ رمہن کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی عن المنع ونحوہ کلفاۃ وحوالۃ وبراءۃ ولیم شفعۃ بعد الطلبین ووقف عند الثانی استباہ واقالہ از یہ فی ستمہ عشر اور مانند عقود مذکورہ

ف باکر مال تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہیں۔



کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور برابر اور تسلیم شفعہ و طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البراۃ تو یہ سولہ عقود ہیں بیع کو ملا کر جن میں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور کفول کو شرط اختیار صحیح ہے برائے میں ہے کہ ضامنی میں دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحاوی لانی نکاح و طلاق و کین و نذر و صرف و سلم و اقرار الا اقرار بعقد لعیبہ اشباہ و وکالۃ و وصیت نہر فی تسعۃ صحیح نہیں شرط اختیار نکاح اور طلاق اور عین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط اختیار کا قابل ہے تو اس اقرار میں شرط اختیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالۃ اور وصیت میں شرط اختیار صحیح نہیں کذا فی النہر یہ نوع عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں اس شرط پر کہ مجھ کو تین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہوگا اور شرط اختیار باطل ہوگی اس واسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشاء اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہاں اگر یوں اقرار کرے گا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں اس بیع کی ثمن کے جس کو میں نے بشرط اختیار خرید کیا تو یہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اس کی تصدیق کرے اس واسطے بیع ان عقود سے ہے جو قابل خیال ہیں کذا فی الطحاوی عن حاشیۃ الاشباہ لابی السعید وقد کنت غیرت ما نظم فی النہر فقلت ۵ یاتی خيار الشرط فی الاجارة و البیع والابراء والكفالة و العتق و ترک الشفعة و الصلح و الخلع کذا فی القسمة و الوقف و المحوالة و الاقالة و لا الصرف و الاقرار و الوکالۃ و نکاح و الطلاق و سلم و نذر و ایمان فہذا یغتم و اور میں نے بدلہ الا نہر الفائق کی نظم کو اور یوں کہا میں نے کہ شرط اختیار آتی ہے اجارے میں اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور عین اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ الا اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالۃ میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور عین میں اس نظم کو غنیمت مانا چاہیے ہم شایع نے نہر الفائق کی نظم میں کچھ بھی تغیر نہیں کیا سوائے اس کے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقد اس پر زیادہ کیا پناہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان المشتري شخص شیدا علی انہ اے المشتري ان لم یبقہ ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صحیح استخانا خلافا لہ فرفلو لم یبقہ فی الثلثۃ فقد نفذ عتقہ بعد ما لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر اس کا ثمن نہ دے تین دن تک تو بیع نہیں صحیح ہے بطریق اتحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دے گا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سوا اس کو یا درکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو غنائیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر بیع غلام ہو اور مشتری اس کو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آوے گی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن الغنائیۃ وان المشتري کذلک الی اربعۃ ایام لا بیع خلافا لہم اور اگر مشتری خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ خیال نقد طعن بخیار شرط ہے اور خیال شرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیال نقد طعن بخیار شرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائے گی اس واسطے کہ خیال نقد طعن ہے خیال شرط سے تو لہ یعنی شفعہ سے دست بردار ہونا اور طلب مواثبہ سے یہ غرض ہے کہ بغیر بیع کے شفعہ طالب ہو اور طلب اشہاد یہ کہ شے بیع پر جا کر گواہ کر دے کہ یہ فروخت ہوئی ہے اور میں دس کے شفعہ کا طالب ہوں ۱۲ قال فی النہر ۵ یاتی خيار الشرط فی الاجارة و البیع والابراء والكفالة و العتق و ترک الشفعة و الصلح و الخلع و المحوالة و الوقف و القسمة و الاقالة و لا الصرف و الاقرار و الوکالۃ و نکاح و الطلاق و سلم و نذر و ایمان فہذا یغتم و



اگر مصنف تفریح کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا م یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشترى میں فاعل تفریح نہ لاتا تو خوب تھا اس واسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریح مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریح مقتضی اس کی ہے کہ اسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر غرر نے اس کو بلا تفریح مذکور کیا ہے ولا ینخرج بیع عن ملک البائع مع خياره فقط اتفاقاً فی ملک علی المشتري بقیمتہ اسے بدلہ لیم المثل اذا قبضتہ باذن البائع یوم قبضتہ کا مقبوض علی سوم الشراء فان بعد بیان الثمن مضمون بالقیمت بالوقت مابخت نہر ولو شرط المشتري عدم ضمانه بزازیہ اور مال بیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو بیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل بیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اس پر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمت ہے جتنی اس کی قیمت پہنچے کذا فی النہر یعنی اگر چہ ثمن کسی سے قیمت میں زیادہ ہو ضمان اس کا لازم آوے گا اگر چہ مشتری نے اس کا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ در صورت اختیار بائع خواہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا ہو یا بیع خود ہلاک ہو گئی ہو بہر صورت اس پر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اس واسطے مذکور کی کہ فقیہ ابوالبیت عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لے جا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور تلف ہوا تو اس کی قیمت کا اس پر ضمان لازم آوے گا اور اسی پر فتویٰ ہے انتہی اور یہ جو شلح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہو گا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہو گا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی اور نہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اس واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع منسوخ ہو گئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدوں محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اس میں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاکی ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمن من مالہ بلا رجوع الا بامرہ باسوم خانیۃ اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اس کا ضمان دے گا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر جب کہ موکل نے وکیل کو اس کا امر کیا ہو کذا فی الخانیۃ وکیل شرار نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اوہ موکل کو دکھایا اس نے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اس کا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقاً اور جس پر قبضہ ہوا اور تامل کی بات چیت پر اس کا تاوان مطلقاً لازم نہیں خواہ اس کا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہ ہو اہووم سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو دے تاکہ میں اس میں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو اہم کے نزدیک اس پر کچھ تاوان نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یوں کہے گا کہ یہ کپڑا مجھ کو دے اگر میں راضی ہوں گا تو اس کو لوں گا پھر اگر ضائع ہو گا تو ضمان لازم آوے گا اس واسطے کہ یہ قبض علی سوم الشراء ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں اس نے تامل اور غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہیں دوسری صورت میں اس واسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر علی سوم الرہن بالاقبل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہو گا اور دین میں اس کا ضمان لازم آوے گا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اس نے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اس پر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرہن کے پاس ہلاک ہو گئی تو مرہن پر اقل کا ضمان لازم آوے گا یعنی اگر اس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اس کا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اس کا ضمان لازم ہے تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کی ہوئی



کذا فی الطحاوی و علی سوم القرض بقرض ساومہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اس کا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اس کو مثلاً ایک تلوار دی کہ اس کو دس روپے پر رہن رکھ لے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہو گئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہو گا اور اس میں اور رہن کے مسئلے میں دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین ثابت ہے راہن کے ذمے پہا و مستقر قرض کے ذمے پر ثابت نہیں دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقطع ہے اور یہاں ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الطحاوی و علی سوم النکاح لامۃ بقیمتہا نہر اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اس کی قیمت کے ہے کذا فی النہرم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اس کے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہو گئی اس کے پاس تو اس کی قیمت کا ضمان اس پر لازم ہے و بخیرج عن ملک اے البائع مع خيار المشتري فقط قبضہ ملک فی یدہ بالثمن اور بیع خامع ہو جاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی بیع مشتری کے ساتھ میں بعض ثمن کے ہم اس واسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع زد ہے تو ہلاکی در صورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب نہ قیمت کا اور ثمن قیمت میں یہ فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جس پر متعاقدین راضی ہو جاویں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحاوی کتعبیر فیہا عیب لا یرفع کقطع ید مانند معیوب ہو جائے بیع کے مدت اختیار میں ایسے عیب سے جو دور نہیں ہو سکتا چنانچہ ہاتھ کا ٹٹام یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونوں صورتوں میں یعنی ورت اختیار بائع یا در صورت اختیار مشتری اس واسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت میں موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت میں موجب ثمن کا کذا فی المنع فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی و للبائع فسخ البیع و اخذ نقصان البیعی لا المثل لشہدۃ الزبوا احدادی تو مشتری کو عیب دار ہونے سے قیمت لازم آئے گی پہلی صورت میں یعنی در صورت اختیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیس کا لینا نہ مثلی کا سود کے شہد کے سبب کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہو یا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہو یا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے و ثمنہ فی الثانیۃ اور در صورت ثانی یعنی در صورت اختیار مشتری عیب دار ہو جانے سے مشتری پر ثمن لازم ہو گا ولور رفع کمر من قال فی المدۃ فہو علی خارہ والا لزمہ العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر بیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہو سکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت اختیار میں زائل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے لے چاہے پھیر دے اور اگر مدت اختیار میں زائل نہ ہو تو اس کو عقد لازم ہو گیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتري خلا فالما لکما یعیر سائتہ قلنا السائتہ ہی المتی لا ملک فیہا لا حد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہونا یلزم اجتماع البدلین والعود علی موقوفہ بالنقص بشرط قریبہ اور در صورت اختیار مشتری بیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے تا بیع سائتہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھہر جائے اس واسطے کہ جب بائع کی ملک سے اختیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اس کا مالک نہ ہو تو پھر بیع پر سائتہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ سائتہ وہ ہے جس میں کسی کی ملک نہ ہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہاں موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور خود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو جو واسطہ منقوص ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم در صورت اختیار مشتری اگرچہ بیع میں متعاقدین کی ملک ثابت نہیں لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اس واسطے کہ در صورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقتہ عود کرے گی اور اگر مشتری نے اپنا

لے جتنے پر اس سے بات چیت ہوئی ۱۲



اختیار ساقط کر کے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک بیع قرار دیکھیں جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اس میں دو خلل لازم آتے ہیں ایک اجتماع بدلیں مشتری کی ملک میں یعنی بیع اور ثمن اس واسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور شرع میں اس کی کہیں اصل نہیں کہ بدلیں ایک شخص کی ملک میں مجتمع ہوں اس واسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار اس واسطے مشروع ہوا ہے تاکہ عاقد غور اور تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری بیع میں ثابت ہو جاوے اور بیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جس کے واسطے اختیار مشروع ہے بالکل فوت ہو اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحاوی عن البحر ولا یخرج شیئ منہما لیس بیع و ثمن من ملک بائع و مشتری عن مالک اتفاقا اذا کان الخيار لهما و ایہما فسخ فی المدة الفسخ البیع و ایہما اجاز بطل خياره فقط اور کوئی دونوں میں سے یعنی بیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہیں جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونوں کے واسطے اختیار شرط ہو اور ان میں سے جو فسخ کرے گا تین دن کی مدت میں تو بیع فسخ ہو جاوے گی اور جو دونوں میں سے بیع کو جائز رکھے گا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کام اور بائع کا تصرف کرنا بیع میں اور مشتری کا ثمن میں بجائے فسخ قولی ہے اور اگر دونوں سے نہ فسخ ہو ان اجازت اور مدت اختیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاوے گی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہو اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہر صورت اور اجازت کسی حال میں معتبر نہیں کذا فی المنع و ہذا الخلاف لیظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ استحق غرک فخم اور لہم اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلوں میں جن کو علامہ عینی نے اپنے اس قول استحق غرک فخم میں جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامتہ لو شرائنا بخیار وہی زوجہ یعنی النکاح اور الف اشارہ ہے امتہ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط اختیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اس واسطے کہ مدت خیال میں زوجہ زوج کی ملک میں داخل نہیں امام کے نزدیک اور جب خیال ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملکیت میں داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کرے گا تو لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس بلا نکاح جائے گی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائے گی والیین من الاستبراء فیصنہا فی المدة لا یعتبر استبراء اور سین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیال میں استبراء معتبر نہ ہوگا م یعنی لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اور اس کو حیض آیا اختیار کی مدت میں تو یہ حیض استبراء میں نہ شمار نہ ہوگا امام کے نزدیک اس واسطے کہ استبراء نہیں ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر حکم خیال لونڈی بائع کو پھیر دی جاوے تو امام کے نزدیک استبراء واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد حیض کرنے مشتری کے کذا فی البحر من المحرم فلا یعتق محرمہ ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہ ہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط اختیار خرید کیا تو ایام خیال میں آزاد نہ ہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے قی میں القربان لمنکوحۃ المشتراة فله رد الا اذا انفصلت ہا ق اشارہ ہے قربان یا لکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط اختیار خرید کی اور مدت خیال میں اس سے قربت کی تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اس میں نقصان لگ گیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اس واسطے جائز ہوگا کہ جامع بسبب نکاح کے ہو انہ بسبب ملک عین کے امام کے نزدیک تو جامع اجازت بیع کا موجب نہ ہوگا مگر در صورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ رکھا اس واسطے کہ بجر الرائق اور نہر الفائق میں ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا مستوجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک و طی بلکہ عین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہو اور نہر الفائق میں درایہ سے منقول ہے کہ و طی زوجہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے و طی ہوگی تو پھیر دینا جائز

لہ استبراء کے معنی پاک و صاف دیکھنا ہم کا حل سے ۱۲



نہ ہوگا اگرچہ اس میں کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو۔ من الولد لعمہ فیہ ملک علی البائع لا ارتفاع القبض یا رد لعمہ الملک ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط اختیار بیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اس کو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبضہ مشتری کے پھیر دینے سے بواسطہ عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب اختیار کے مالک بیع کا نہیں تو اس کا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبضہ ہوا تو ہلاکی قبضہ کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اس کی ودیعت صحیح ہے اس کا قبضہ مرتفع نہ ہوا تو گو یا مشتری کے ہاتھ میں ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ زمن الزوجه المشتراة لو ولدت فی المدة فی البائع لم تصرام ولد ولو فی ید المشتري لزم العقد لان الولادة عیب در رواہ کمال ز اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اور وہ مدت اختیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبضہ میں جنی تو عقد بیع لازم ہو گیا اس واسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر وابن کمال ہم اسی طرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنی کی ام ولد ہو جائے گی بالاتفاق اس واسطے کہ ولادت سے اس میں عیب لگ گیا تو اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا سو وہ اس کی مملوک ہو گئی و فی البحر علی الخیار اذا ولدت بطل خیاره وان کان الولد میتا ولم تنقصها الولادة لا یبطل خیاره وافرہ المصنف اور بحر الرائق میں خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اس کا اختیار باطل ہو گیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہ ہوا تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی الطحاوی ک من الکسب للعبد فی المدة فهو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہے کہ بے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط اختیار اور اس نے کچھ مال کمایا مدت اختیار میں تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور در صورت عدم فسخ زائد بیع کا تابع ہے کذا فی الطحاوی ف من الفسخ لیسع الامة فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط اختیار پھر بیع فسخ کر کے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہے اس وقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہاں امام کے نزدیک یا نہیں کیا کیونکہ مشتری اس کا مالک نہیں بخلاف صاحبین کے غ منی الخیار شرعاً ذمی منی مثلاً بالخیار فاسلم احدہما فهو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارة ابن الکمال اسلم المشتري غ اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا لہذا نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط اختیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہو گیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اس کا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہو گیا م شرع وقایہ میں بھی اسلم مشتری مذکور ہے علی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر انتہی بائع اس واسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اس کا مالک محض رہے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہے اور خیار باطل ہے اس لیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہیں کذا فی شرح الوقایہ م من الماذون لو ابراه البائع عن ائمن لم یصح استحسانا وبقی خیاره لانه علی عدم التملک کل ذلک عنده خلافا لہام رمزہ ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط اختیار پھر بائع نے اس کو ائمن معاف کر دیا یعنی مدت اختیار میں تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اس واسطے کہ عبد ماذون مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہیں بخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک در صورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہیں رہتا اس واسطے کہ اگر باقی رہے تو اس کو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اس کا رد کرنا تملیک بلا عین ہوگا اور ماذون کو تملیک بلا عین کی ولایت نہیں اور امام اعظم کے نزدیک جب کہ عبد ماذون ائمن کا مالک نہ ہوا تو اس کا رد کرنا امتناع ہوا تمکک سے اور ماذون کو عدم تمکک کی ولایت ثابت



ہے اس واسطے کہ جب اس کی کوئی چیز نہ لے جاوے تو اس کو قبول نہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایہ قلت وزید علی ذلک مسائل منہات التعلیق کان  
ملکتہ فہو شرط بشرط الخیار لم یلتزم فی کتاتہوں اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہے جس کا اشارہ ت ہے چنانچہ ایک  
شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اس نے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا بسبب عدم ملک بخلاف  
صاحبین کے ت و استدامتہ السکنی باجازۃ او اعارة لیس باختیار ت اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار  
نہیں ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اس کا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت مستدام ہوئی  
خواہ بزراد سے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے کہ در  
صورت ابتدا سکنی خیار باطل ہوگا ص و صید شرع بخیار فاحرم لطل البیع ص اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا یعنی  
در صورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی بیع باطل کو پھیر دی جائے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر باطل کا اختیار ہے  
تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحاوی عن البحر د والرواۃ الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع و اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں ت  
خیار کے اندر سول بعد فسخ بیع کے باطل کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اس واسطے کہ ان کا مدوٹ مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک ان کا  
مالک مشتری ہے سببی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد منفصلہ اور متفصلہ سے تو اس مسئلے کو علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ آٹھوں مسئلے  
میں داخل ہے یعنی کسب میں جس کی رمز کافی ہے ر و العسیر فی بیع مسلمین تو تخری فی المدۃ فسد خلا فالما فیہ یعنی ان یرمز لما لفظ متصدر و نعیم الرمز الی الرمز  
ولم ارہ لاحد فلیحفظ ر اشارہ ہے عسیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شہرہ انکور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہو گیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی  
بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ متصدر رموز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمزا دل سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا  
کہ کسی نے ان مسائل کو بایں لفظ رمز کیا ہو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم رمزا دل اور ثانی مل کر یہ ترکیب ہوئی اسحق عزک فتم متصدر یعنی اپنی شکر کو کڈل چکی ت  
کی تعظیم کر امتثال اوامرو اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعظیم کر بقدر ان کے مراتب کے تاسی تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک تو صدر نشین ہو  
اجاز من لہ الخیار و لو اجنبیا صح و لو مع جمل صاحبہ اجماعا الا ان یكون الخیار لہما و فسخ احدہما فلیس للاخر الا باجازۃ لان المفسوخ لا تلحق الا باجازۃ  
جس کے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اس نے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہے باوجود ناواقعی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ  
کہ باطل اور مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار اس واسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہیں  
ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اس واسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے  
کا علم ضرور نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو  
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جب تک دوسرا عاقدمت کے اندر واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہے گا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع  
فسخ کی اور اس کے ساتھی کو علم نہ ہو تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر باطل نے بیع جائز بھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع  
جائز ہے اور فسخ باطل ہے والیحد ان یستوثق بکفیل فمخافۃ الغیۃ او یرفع الامر لہما کم لیتنب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی  
کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر صامن لے کر اس کے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تاحاکم اس شخص کو قائم کرے  
جس پر رد بیع کی جاوے کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدول واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادہ  
وہ غائب ہو جائے تو فسخ کا اختیار نہ رہے گا تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر صامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اس کی طرف سے



مخاصم قرار دے پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اس کو پھر دے ہو جب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم کو خصام کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی الترقید بالاقول لصحة بالفعل بلا علم الاتفاق کما افاده بقوله شارح کتاب ہے ہم نے عدم محنت میں فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں صریح کیا ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر بیع میں تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً بیع اگر غلام ہے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیع والا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کہے گا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ نقود نہ ہو اور مشتری اس میں تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا اور صورت اختیار مشتری کذا فی المطاوی عن المنع وغیرہ وتم العقد بموته اور بیع تمام ہو باقی ہے اس کی موت سے م یعنی جس کے واسطے اختیار مشروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو بیع اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اس کے متروکہ سے لے گا اور اگر وہ عاقد مر گیا جس کے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالا جماع اختیار ثابت ہے کذا فی المطاوی اور جنون اور بے ہوشی موت کے مانند ہے کذا فی السمر ولا یخلط الوارث اختیار میریہ و تعزیر و نقد لان الاوصاف لا تورث اور اختیار شرط میں وارث خلیفہ نہیں ہوتا مورت کا جیسے اختیار روت اور اختیار تعزیر اور اختیار نقد میں خلیفہ نہیں ہوتا اس واسطے کہ صفات مورت میں وراثت جاری نہیں ہوتی م یعنی بیع منفسخ نہیں ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورت کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اس کی حیات میں اس واسطے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سوارادہ مورت کا اس کی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اس کے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ ارث اس میں جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اس میں جس میں انتقال متصور نہیں مانند اوصاف کے منخ الغفار میں ہے کہ اختیار تعزیر یہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی پھر خواہ فرب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے اتحق مطاوی نے کہا کہ عدم ارث اختیار تعزیر کی ظاہر البحت ہے مصنف کی اور اختیار النقد بحث ہے صاحب ہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ ان کو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرنا واما اختیار العیب والتعین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیملطہ الوارث فیہا لا یرث خیارہ در فیملطہ اور اختیار العیب اور اختیار التعین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنے مورت کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ میں یہ نہیں کہ مورت کے اختیار کا وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف میں وراثت نہیں ہے تو اختیار العیب وغیرہ وارث کو کیوں ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً اختیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہے اس واسطے کہ مورت اس بیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہے اسی طرح اس کا وارث بھی اس واسطے کہ وہ اس کا قائم مقام ہے تو عند تحقیق مورت عین بیع ہے بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح اختیار التعین وغیرہ علامہ نوح نے کہا بھی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اختیار العیب اور اختیار التعین میں وراثت جاری ہے تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اس میں دو قول ہیں مضمی المدة وان لم یعلم لمرن او اعفاء والاحتقاق ولو بعقد وقوالہ وکذا کل تصرف لا یفیذ ولا یمل الا فی الملك کا جارة ولو لا تسلیم فی الاصح ولفظ الی فرج داخل بشهوة القول لمنکر الشهوة فسخ اور بیع پوری ہو باقی ہے مدت اختیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب اختیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بے ہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعین مملوک کا احتقاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدریس اور کتابت سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا حلال نہیں ہوتا بدوں مالک ہونے کے چنانچہ بیع کو اجارہ دینا اگرچہ بدوں تسلیم کے ہو قول اصح میں اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے



دیکھنا در صورت اختلاف متعاقدين منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح م ابارہ اور نظریں لف و نشر مرتب ہے یعنی ابارہ ایسا تصرف ہے جو بدوں ملک نافذ نہیں ہوتا اور داخل شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدوں ملک کے حلال نہیں مشتری کا کراہہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اس کو دو اپلا نا کھیت کا سچا نا بیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہے اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحاوی و مفادہ انہ لو شرا یا بخیار علی انہا یکہ فوطیہا لیعلم اسی بکرام لا کان ابازۃ ولو وجد ثیبا ولم یلبث قبلہ ارد بہذا العیب نہر و یسجی فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضایہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ ابازت ہے بیع کی اور اگر اس کو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا بلا توقف تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب ہے اگرچہ اختیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور غنقریب یہ مسئلہ اختیار العیب کے باب میں آوے گا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہے گا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر منہج بیع نہ کر سکے گا م جب یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے ابازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے ابازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدوں ملک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسحا اور اگر بائع ایسا فعل کرے گا جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے تو ایسا تصرف منہج بیع ہوگا و طلب الشفۃ وان لم یأخذ معراج بہا اسے بداد فیہا خيار الشرط بخلاف خيار روتہ و عیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جس میں خيار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خيار الرویۃ اور خيار العیب کے کذا فی المعراج م صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط اختیار خرید کیا پھر اس کے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خيار الرویۃ اور خيار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدوں روتہ کے خرید کیا اور اس کے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اس کو اختیار ہے کہ روتہ کے بعد خانہ اول کو بسبب خيار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدر من المشتري اذا كان الخيار له لانه دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جب کہ اختیار اس کے واسطے مشروط ہو اس واسطے کہ شفعہ طلب کرنا ابازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اس کی دلیل ہے کہ اس نے بیع کی ملکیت اختیار کی اس واسطے کہ بدوں ملک طلب حق شفعہ نہیں ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خيار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو بشرط المشتري او البائع كما یفیدہ کلام الدر و بہرزم البہنسی الخيار لغيره عاقدان او غیرہ بھنسی صح استحسانا وثبت الخيار لهما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارب نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقینی کیا ہے بھنسی نے م قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے اختیار صحیح نہ ہوا اس واسطے کہ اختیار منجمد احکام عقیدہ ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو و جہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اس کا نائب مقرر کیا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغونہ ہو جاوے پھر جب کہ اجنبی نائب ہو تو نائب اور ولیب دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنہج والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تفسیر مشتری کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ مبسوط وغیرہ میں صرح ہے کہ احد المتعاقدين کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے جلی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کی تفسیر کرتا اس واسطے کہ احد المتعاقدين کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا و کذا فی البحر طحاوی نے کہا اس کی صورت یوں ممکن ہے جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار



شرط کرے فان اجازا واحد ہما من التائب والمستناب او نقص صح ان وافقہ الاخر پھر جب کہ نائب اور مستناب میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اس کے ساتھ موافقت کی فان اجازا واحد ہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اس کے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اس واسطے کہ اس وقت تعارض نہ تھا اور شخص متاخر کا فعل لغو ہے لو کا نام عا فالفسخ احق فی الامح زلیعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لایجاز اور اگر اجازت او فسخ ساتھ ہی زمان واحد میں پائی گئی تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزلیعی اس واسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لانی المبسوط لو فاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادة العقد بینہما جائز وفسخ الفسخ اجازۃ واجب منع کو نہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعمیل مذکور پر اعتراض وار ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اس واسطے کہ مبسوط میں اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم ماضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود باعقدا کے اعادے پر تو جائز ہے اس واسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے م نہ الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صحیح لیس العلم بالبیع والتمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اس کو اختیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جس میں اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے بیع اور ثمن کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درہم کو اس شرط پر کہ مجھ کو اس غلام خاص میں اختیار ہے والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لایصح لجماعۃ البیوع والتمن او احد ہما اور اگر بائع نے اس غلام کی جس میں اختیار شرط کیا تعین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعین غلام تو بیع صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے بیع اور ثمن کے در صورت عدم تعین اور تفصیل کے یا ایک کی جہات کے بسبب سے یعنی در صورت تعین غلام ثمن مجہول ہے اور در صورت تفصیل ثمن بیع مجہول ہے ہم عدم تعین اور تفصیل اس طرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہر ار درہم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھ کو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جس کی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اس کے ثمن بھی مجہول ہے اس واسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن بیع پر برابر منقسم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتري تسائی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اس میں بھی چاروں صورتیں محال ہوتی ہیں ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعین بیع صحیح ہے اور اگر تعین اور تفصیل نہیں یا فقط تعین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہات کے فرع مسئلہ طحہ شارح کا وکلہ بیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالہ ہذا نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء لم ینفذ علی الامر نفذ علی الامر بخلاف البیوع و یجوز فی الفسخ وکذا لو کانت علی حفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اس کو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے کہیں پر نہ ہو بلکہ ہر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہ ہوتی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفسخ اھم یہ مسئلہ آفے گا بیع فضولی اور وکالت میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدوں اس کی رضا مندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اس کی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی و صح خیار التعمین فی التعمیات لانی التعمیات لعدم تفاوتہا



اور خیارات تعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جس کی افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اس واسطے کہ ایک لونڈی سودم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جس کے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ مکمل اور موزوں پھر جب مثلیات میں تفاوت نہ ہو تو ان میں خیارات تعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولوللبائع فی الاصح کافی خیارات تعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی ہم مشتری کے واسطے خیارات تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں ان غلاموں میں سے ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ ان میں سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیارات تعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کے بائع سے کہ میں نے ان غلاموں سے ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھ کو دے قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے خیارات مشتری کے ساتھ تو بائع کے خیارات کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر میں اس کو رد کیا ہے اس طرح پر کہ جواز خیارات تعیین اس واسطے ہے تاکہ مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کر کے جس کو اپنے موافق اور مناسب ترجیح دے اور بائع کو اس کی کچھ حاجت نہیں اس لیے کہ بائع کے پاس بیع مدت سے موجود ہے اس کو اس کا حال خوب تر معلوم ہے اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا لاند قدیرت قیمیا ولقبضہ وکیلہ ولا یعرف فی بیعہ بهذا الشرط فتمت الحاجة الیہ نہ اس واسطے کہ بائع کا یہ قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اس پر قبضہ کرتا اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اس کو بشرط خیارات تعیین بیچتا ہے تو اس میں بائع کو حاجت پڑی خیارات تعیین کی تاکہ اس کو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہرم سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور مناسط احکام نوادر پر نہیں کذا فی المطاوع فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجة بالثلثۃ لوجود حیدر دی ووسط خیارات تعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کمتر میں بسبب حاجت روانی کے تین چیزوں سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنی خیارات تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزوں میں بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ میں خیارات تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے و مدت کخیار الشرط اور خیارات تعیین کی مدت خیارات الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن میں تعیین کر دے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گزر گئے بلا تعیین تو متعین کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جاوے گا اور اگر تعیین کے ساتھ خیارات الشرط بھی مشروط ہو تو اس کو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت کے اس کو خیارات تعیین ہو گا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحللی عن النہر ولا الشرط معہ خیارات شرط فی الاصح فتح اور خیارات تعیین کے ساتھ خیارات الشرط کا ہونا مشروط نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح ہم منع الغفار میں ہے کہ جب مشتری نے دو بیع کو بشرط خیارات تعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع لازم ہو گئی فسخ معین کے ساتھ اور دوسرا بیع امانت ہے اور اگر دونوں ساتھی ہلاک ہو گئے تو دونوں بیع کا نصف نصف ثمن لازم ہو گا خواہ ثمن متفق ہو مختلف ولو اشتريا شیئا علی انهما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا و دلالۃ لایردہ الآخر بل یطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحت یا دلالۃ اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے تو دوسرا شخص اس کو رد نہیں کر سکتا بلکہ اس کا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے و کذا الخلاف فی خیارات الرویۃ والعیب فلیس للاحد ہما الرد بعد رویتہ الآخر اور ضاہ بالعیب خلافا لہما لظہر البائع بعیب الشکرۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیارات الرویۃ اور خیارات العیب میں تو ایک شخص کو پھر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب مزرع ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراك خرید کی بشرط خیارات پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھر نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد



رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع میں نصفانصف اس میں مریضیا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اس کا مالک تھا اب اس کا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شہرہ عیب ہے اس واسطے کہ مشترک میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کر سکتا کما یزعم البیع لو اشتری رجل عبداً من رجلین صفقة واحدة علی ان الخیار لهما للبایعین فرضی احد ہما دون الاخر فلیس لاحد ہما الا نفراً و اجازۃ او ردّاً خلافاً لہما مجمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار بیع اور عدم بیع میں پھر ایک بائع راضی ہو ان دو مردوں کو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اس واسطے کہ مشتری عیب شرکت خود راضی ہو گیا مشتری عبد البشر طخیزہ او کتبہ اے حوفتہ کذلک فظہر بخللافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ و انجز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترک لغوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اس کی نان پزی یا تحریر کی شرط ہے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اس کا پیشہ ہے پھر برخلاف اس کے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اس میں اتنا ہنر نہ پایا گیا جس پر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنیٰ رتبہ صادق آئے تو مشتری اس کو اگر پاس ہے تو پورے ثمن سے لے یا اس کو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم در صورت خرید پورا ثمن اس واسطے لازم ہو گا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بس کہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اس کے نہ ہونے سے رد بیع میں اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر میں پیشہ وری کی قید اس واسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ ید خط لکھ لیتے ہیں اس قدر فعل سے اس کو نان پزی یا کتابت نہیں کہتے کذا فی البحر و لو ادعی مشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک و کذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف مشروط موجود نہیں تو اس پر قبض بیع کے واسطے زبردستی نہ کی جائے گی یہاں تک کہ اس وصف کا موجود ہونا غلام میں مثلاً معلوم ہو جائے اور یہی حکم ہے باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار و لو اتفق الرجلین علی ان یبعا کتبا و غیر کتبا و رجح بالتفاوت فی الامح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کا تب اور اور غیر کاتب کی قیمت معین کی جاوے اور جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا مشتری بائع سے پھیرے قول مجمع میں مثلاً کاتب کی قیمت سو درہم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درہم تو اگر مشتری نے سو درہم بائع کو دیے ہوں تو چالیس درہم پھیرے بخلاف شرائط شاة علی انہما حامل او تحلب کذا رطل او خبز کذا اصافاً . . . . . او یکتب کذا قدر فاسد لانه شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہما صلوب او لبون جائز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گا بھی ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیروں کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہاں تو اگر یہ شرط کرے گا کہ مثلاً بکری دودھ دے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اس واسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم معاملہ ہونا اس واسطے شرط فاسد ہوا کہ ہیٹ کا مال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیج یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح ان پر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد میں مفید نہیں حالانکہ ایسا نہیں اس واسطے کہ نہ ہر الفائق میں مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر نہ ہو یعنی اس کے وجود میں تردید نہ ہو تو اس کا شرط کرنا جائز ہے اور جس کے وجود میں احتمال ہے اس کا شرط صحیح نہیں مگر بعضی برأت وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہوا حتیٰ کذا فی الطحاوی



عن الطموی والقول للمنکر لو اختلفا في شرط الخيار على الظاهر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط خیاری میں بنا پر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا

کما فی دعوی الاجل والمضی والایجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اس کے گزر جانے اور ایجازت اور زیادتی مدت کے دعوی میں منکر کا قول معتبر ہے

م یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گزر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی ایجاز دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا مشتری جاریۃ بالخیار فرد غیر با بدلتھا قائلًا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتري بيمينه وجاز للبائع وطیہا در رد العقد بیع بالتعاطی

فتح خرید کی لونڈی بشرط خیاری پھر مشتری نے عوض اس کے دوسری لونڈی پھیر دی یوں کہ کہہ کر کہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح م جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہر تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبراء واجب ہے اور ہر بیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اس واسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اس کے بغیر میں بطریق اولیٰ یہی حکم ہے اس واسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحاوی وکذا الرد فی الودیۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز امد بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانے والا اس کا منکر ہے اور اس کے گواہ نہیں تو وہ چیز اس کو حلال ہے طحاوی نے کہا ظاہر عاریت اور اجارے کی چیز کبھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند زده کان یحسب لکنہ نسی عن ذک فالقول للمشتري لان الاصل عدم الخبز والکتبۃ فکان الظاهر شاہد لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اس میں نہ پایا گیا اور مشتری نے اس کو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیسرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے م صفات عارضہ میں علم اصل ہے اور صفات اصلہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا اس میں مشتری کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراه من غیر اشتراط کتبۃ وخبزہ وکان یحسب ذلک فنیسہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر البیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذه اخذه کل الثمن لما مران الاوصاف لا یقابلہا شی من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اس کو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب تغیر ہو جانے بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری با اینہم اس کا لینا پسند کرے تو پھر بے ثمن سے لے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کے کچھ ثمن نہیں پڑتا م باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اس واسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اس کو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باختیار دلالت حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر فروع مسائل لمحقة شارح کے باع دار یا بیعہا من الخبز والابواب والحشوب والنخل فاذا لیس فیہا شی من ذلک لاخیار للمشتري گھر بیچا ان چیزوں کے ساتھ ہو اس میں داخل ہیں منجملہ دھنیوں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر اس میں یہ چیزیں کچھ بیکلیں تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اس واسطے کہ دار عمارت ہے عرصے سے اور اشیائے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیاری الرویۃ البتہ اس کو ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی شری دار علی ان ینادی البحر فاذا ہو بین اوارضا علی ان شجرہا کلہا



ثمرۃ فاذا واحدة منها لا تضر او ثوبا على انه مصبوغ بعصفر فاذا هو زعفران فسد كغيره كخبر كذا اس شرط پر کہ عمارت اس کی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اس کے سب درخت پھل دیتے ہیں سو ان میں سے ایک درخت غیر شمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اس پر کسم کارنگ ہے اور اس میں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ہم اس واسطے کہ صفات مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے اور اختلاف غرض بجائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحاوی عن الشیخ ولو علی انہا بغلۃ مثلاً فاذا ہو بغل جواز و غیرہ بعکسہ جواز بلخیہ لکونہ علی صفتہ غیر من المشرطہ مجتبیٰ فلیحفظ ایضاً لبطا اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ بیع پختی ہے لیکن وہ پختہ نکلا تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اس کے بالعکس یعنی زک شرط میں مادہ مکمل تو بیع جائز ہے بلا خیال یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ بیع ایسی شرط کماثل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبیٰ تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ہم قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ٹیپہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلتے تو مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا البیوع لا یطبل بالشرط فی الثمنین وثلثین موضعاً مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے تیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اس کالیوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی ایسی شرط ہے جس کو عقد مقفنی ہے بلا شرط تو اس کا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند اس کو عقد مقفنی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکہ ہے اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اس کا جو ازنا بت ہے چنانچہ شرط اختیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند شرع میں اس کا جو ازنا بت نہیں لیکن اس کا رواج ہے چنانچہ پھٹا ٹموزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اس کو دوخت کر دے یا پرانا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اس کو پیوند کر دے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تانہ خانہ میں ہے اور محشرات النوازل میں ہے کہ مشروط مفسدہ معاوضہ میں ربا کے مانند ہیں نہ تبرعات میں اتنی اس واسطے کہ اس میں احد المتعاقدين کا نفع ہے بلا عوض کذا فی الطحاوی عن ابی السعود اور منجملہ مشروط مذکورہ اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازاں جملہ بیع بشرط کیلئے جو یعنی ثمن کا کسی کو ضامن سے اور ازاں جملہ شرط ہے عیبی بیع اور ازاں جملہ شرط قطع ثمن مشتری اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقفنی ہے تاکہ مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور ازاں جملہ پھیر دینا بیع کا اگر اس میں عیب ہو اور ازاں جملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے تیز قدم ہونا وغیرہ لک شرط علی انہا مغنیۃ ان للبری لا یفسد وان للرجلۃ فسد بدائع بیع میں یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہے تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہے تو فاسد ہے کذا فی البدائع ہم سرور از لیکہ شرعاً حرام ہے لہذا اگر اس کی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ولو شرط جملہ ان الشرط من مشتری فسد وان من البائع ہما زان جملہ عیب مذکورہ للبرۃ منہ حتی لو کان فی بلدیر عنون فی شراء الاماء ولا ولا فسد خانہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اس کا حاملہ ہو نا شرط ہو تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا محل کو برات کے واسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جس میں لوگ لونڈیوں کی خرید میں رغب ہیں ان کی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی النانیۃ یعنی اس واسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط محل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا اگر مشتری نے محل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہے اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ محل ہے یا بیماری کذا فی الطحاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر



قلت دال على ان الاوصاف ان كل وصف لا عرف فيه فاشترطه جائز لا ما فيه غرر الا ان يرغب فيه او اكره شرطه هو في كل ما فيه شره او ربه في تبيع جائز ہے بنا بر قول اكثر فقهاء کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف میں تردد نہ ہو چنانچہ شیردار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہے نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہے جیسا کہ محل مگر از راہ ہے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اس کی شرط مفسد نہیں و فی الخاتمة فی فصل الشروط المفسدة متى عاين ما يعرف بالعيان انتفى الغرر او خائنه کی شرط مفسدہ کی فصل میں ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اس میں میر پھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدین ہو چکا اور مشتری اس کو دیکھتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اس کو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اس کو پھر سکتا اس واسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معاينة کیا تو فریب نہ رہا اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اس قدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خریدنے وقت دیکھا تھا یا تمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا فروغ اس کی کثیر ہیں اور اعمال غیر اگر تو اہل تفسیر سے ہے تو تکثیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر۔

**باب خيار الروية** | یہ باب ہے خيار الروية کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافة المسبب الى السبب وما قبل من اضافة الشيء الى شرطه غير ظاهر لما سبق ان لا الرول الروية اضافة خيار الروية کی طرف از قبیل اضافة مسبب کی طرف اور وہ جو بعضوں نے کہا کہ بمجملہ اضافة شے کے ہے اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ آوے گا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل ردیت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط و نسبت فی اربعة مواضع الشراء للاعيان والاعارة والقسمه والصلح عن دعوى المال على شيء بعينه لان كلامها معاوضة فليس في ديون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خيار الروية فتح خيار الروية ثابت ہے چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں یعنی وہ صلح جو شے معین پر ہوئی مال کے دعویٰ سے اس واسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہے تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خيار الروية نہیں کذا فی الفتح ہم فتح القدر میں ہے کہ جب دیون میں خيار الروية نہ ہو تو مسلم فیہ میں نہ ہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ مراد ہیں تو اگر بیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اس میں خيار ہے اور عقود غیر منفسخ جیسا کہ بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو صلح الشراء والبيع لما لم يرباه صحيح ہے مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جس کو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ہم خواہ بیع حاضر ہو یا نہ ہو کذا فی الخطاوی عن المنتقى والاشارة اليه اے المبيع اوالی مکان شرط الجواز فلولم يشترط ان لا يكون اجماعا فتح ويجوز في اثنى زاده الاصح الجواز اور اشارة کرنا بیع کی طرف یا اس کے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر بیع یا اس کے مکان کی طرف اشارة نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور اخى زاده کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارة بھی بیع جائز ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ اگر گیسوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارة اور یہی اصح ہے اور مفتی میں ہے کہ اگر گیسوں غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیسوں بیچے اور اشارة ان کی طرف نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ نقول دلات کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ بیع بائع کے پاس حاضر نہ ہو اور مشار الیہ نہ ہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلات کرتا ہے کذا فی الخطاوی عن حاشية الزبيبي نهر الفائق میں بعد ذکر اشتراط اشارة حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارة کی شرط جواز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام یہ والله اعلم ولہ اے مشتری ان پردہ اذراہ اور مشتری کو جائز ہے کہ بیع کو پھیرے جب اس کو دیکھے م ابن ابی شیبہ اور بہیقی میں بحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول



لے جس کو نہیں دیکھا تو اس کو اختیار ہے جب کہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیثِ مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک محبت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدل ان مسائل اتفاق کے جس میں فقط رویت کفایت نہیں کرتی جیسا کہ بیع جب کہ سو ننگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھ کر مولیٰ تو اس کو اختیار ثابت ہے سو ننگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اس کو اختیار ہے سو ننگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھ کر خرید کیا پھر اس کو متغیر یا اس واسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی بیع کمال اس سے بیان کرے تو اس کے حق میں بیان شخص غیر بجائے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حمل البائع لبیت المشتري فلا يردده اذا رآه الا اذا عاد الى البائع اشباه بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جب کہ بیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اس کو نہ پھیرے جب کہ اس کو دیکھے مگر اس طرح بعد عمل کے بھی پھیر سکتا ہے مگر جب کہ بیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباه وان رضى بالقول قبله اسے قبل ان يراه لان خياره معلق بالروية بالنص ولا وجود للعقل قبل الشرط خيار الروية ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہو گیا ہو زبانی قبل اس کے دیکھنے کے اس واسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بغض حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے مگر رضائے قوی کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اس طرح کہ اس میں تصرف کرے تو اختیار اس کا زائل ہوگا کذا فی الشرع بلایہ ولو فسخه قبلها قبل الروية صح فسخه في الاصح بحرعم لم يلزم البيع بسبب جهالة المبيع فلم يقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اس کا قول صحیح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت بیع کے سبب سے تو بیع مستحکم نہ واقع ہوئی مگر فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا و ثبتت الخيار للروية مطلقا غير موقت بدة هو الاصح عناية لا طلاق النص مالم يوجد مبطل اور خيار الروية مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار ثابت ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی العناية بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے مگر اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ خيار الروية موقت بوقت امکان فسخ ہے رویت کے بعد وہ مبطل خيار الشرط مطلقا مفید الرضى بعد الروية لا قبلها در راو خيارا بالروية کا مبطل وہ ہے جو خيار الشرط کا مبطل ہے مطلقا یعنی صراحة یا دلالة اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رویت کے و قبل رویت کے کذا فی الدرر مفید رضا جیسا کہ بیع کا قبضہ کرنا اور اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفوع لینا فله الاخذ بالشفعة ثم رد الاول بالروية در من خيار الشرط فليحفظ جب مفید رضا قبل رویت مبطل خيار نہ ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفوع کے پھر بیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر باب خيار الشرط تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسی کے پاس بکنے لگا تو اس کو بسبب شفوع کے خرید کیا پھر بعد اس کے پہلا گھر دیکھا تو اس کو پھیر سکتا ہے و بشرط فسخ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تاکہ دھوکہ نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع مشروط فسخ ہوا تاکہ وہ دھوکہ نہ کھاوے و لا خيار للبائع مالم يره في الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جس نے بیع کو بن دیکھے بیجا قول صحیح میں مگر ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اس نے بدون رویت کے بیج ڈالی تو بعد رویت اس کو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اول امام اہل علم کے نزدیک خيار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خيار کی طرف رجوع کیا لخطاوی نے کہا مجتہد کا قول رجوع عن مسوخ کے مانند ہرگز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اس کا اصرار کہنا مناسب نہ تھا اس واسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے و کفی روية مایوذن بالمقصود کو جو عبرة و رقیق اور اس قدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کی سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا م یعنی تمام بیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے



بیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکيلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ کر لیا تو اب اس کو بسبب  
 خيار الرویۃ کے پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہے ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اس کا پھیرنا خیار  
 العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرویۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اس واسطے کہ  
 اس کے افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو جب تک سب کو نہ دیکھے گا اختیار ساقط نہ ہوگا بحر الرائق میں ہے نوٹ دی غلام کی ہتیلیاں اور زبان  
 اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرعیہ میں ہے کہ بنی آدم میں اگر جمیع اعضاء دیکھے سوائے چہرہ کے تو خیار الرویۃ باقی ہے  
 کذا فی الطحاوی ووجہ دابتہ ترکب وکفہا ایضاً فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اس کا پٹا دیکھنا بھی ضروری ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹا  
 دونوں کا دیکھنا ضرور ہے م سوار کی قید سے بکری گائے نکل گئی کہ اس کا حکم آدے گا ورنہ ظاہر تو ب مطوی وقال زفر لابن نشرہ کہ  
 ہوا المختار کافی اکثر المعبرات قال المصنف اور پٹے کپڑے کے ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا اس کپڑے کو کھونا ضروری ہے اور یہی مختار  
 ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں قول زفر اس واسطے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن  
 میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لابن روتہ داخل البیوت وہو الصبح وعلیہ الفتوی جوہرہ وہذا  
 اختلاف زمان لابریان وشد الکرم والبتان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھڑیوں کے  
 اندر بھی دیکھنا ضروری ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف جہت اور برہان اور اسی طرح حکم ہے  
 باغ گانجان درخت ہوں یا متفرق م امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہے اور اصح یہ ہے کہ بنا بران کی  
 عادت کے ہے اس واسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہ ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بختلاف ہمارے دیار کے  
 کران میں نہایت تفاوت ہوتا ہے اس واسطے مکانات سرا اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مراقی اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں  
 تو اب سب کا دیکھنا ضروری ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف  
 دلیل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر وکفی حس شاة لحم اور گوشت کی گوشت کا ٹولنا کافی ہے یعنی اگر  
 گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اس کو ٹول لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہے اس واسطے کہ اس طرح سے کمی اور زیادتی  
 گوشت کی معلوم ہو جاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اس واسطے کہ گوشت کا حال کثرت لپٹم سے بدون ٹولنے  
 کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاة قبیۃ للدر والنسل مع ضرعما ظہیر اور جو گوشت سفند پادود و دھا اور بچے  
 لینے کے واسطے ہو تو اس کے تمام بدن کا دیکھنا مکتوں کے سلقہ کافی ہے کذا فی الظہیریۃ وضرع بقرة حلوب وناقة لالة المقصود جوہرہ اور گائے  
 اور اونٹنی شیردار کے حق کا دیکھنا کافی ہے اس واسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوبہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور  
 سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار و صحتہا علی المفتی بہ کما مر اور روتہ وہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اس کے  
 صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیٹے میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی روتہ وکیل قبض  
 اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا م وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں وکیل شراہ  
 اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کہ فلاں چیز خرید کر لا روتہ رسول مشتری یہاں  
 لہ قول شاة قبیۃ قال فی المنع یقال قبیۃ معنی اتخذت لنفسی قبیۃ ہے اخذت لنفسی لا لقارۃ ۱۲



فی الدرر کافی نہیں رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اس کا در میں ہے ہم صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا دے  
قبضہ کر لے گا تو وکیل قبضہ کی رویت بالا جماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے بیع پر قبضہ کیا  
ہو دیکھ کر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبضہ اور رسول برابر ہیں کذا فی الطحاوی عن اللہ و صحیح عقد الاغمی لولغیرہ و ہو کا بصیر لان فی آتی عشرۃ مثلاً  
مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اس نے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے مانند ہے مگر بارہ  
مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم ازاں جملہ اس پر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ چلنے والا پاوے اور بقول معتدل لائق شہادت مطلقاً  
نہیں اور نہ لائق قضا نہ امانت عظمیٰ یعنی بادشاہی اور اس کی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اس کی امانت غازیں مکروہ ہے مگر اس وقت  
مکروہ نہیں جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اس کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں اور اس کے ذبیحہ اور شکار اور حیضات کا حکم میں نے نہیں دیکھا اور وصف  
بیع بجائے اس کی رویت کے ہے کذا فی الاشباہ و مسقط خیارہ بحسب بیع و شتم و ذوق فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے بیع کے  
ٹوٹنے اور اس کے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہوتی ہے اس سے یعنی ٹوٹنے اور سونگھنے اور چکھنے سے و وصف عقار و حجر و عبد و کذا  
کل ما لا یعرف بحسب و ذوق و رویت اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ  
کہ ٹوٹنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اس میں ذکر و وصف بجائے رویت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکورہ بالا بیع و شتم و ذوق  
لازم ہے تا اغمی کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رویت ہو اور منظر وکیلہ و لو البصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اس کے وکیل نظر کرتے  
سے اور اگر اندھے کو سوچنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اس کو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بی دیکھے خرید کی پھر وہ  
اندھا ہو گیا تو اس کا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہو گا کذا فی الطحاوی ہذا کلمہ اذا و جدت المذکورات شتم الاغمی و کذا رویت البصیر و جہ البصر و نحوہا  
تہر قبل شرائہ و لو بعدہ ثبت لا الخیار ہما بالذکورات لانہا مستقطبہ کا غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمع عمرہ علی الصحیح مالم یوجد منہ ما یدل  
علی الرضی من قول او فعل او تعیب او ہلک بعضہ عندہ و لو قبل الرویت یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ اشیائے مذکورہ جیسا کہ سونگھنا اندھے کا  
اور دیکھنا انکھیا رہے کا ڈھیر اور اس کے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اس کے خرید کرنے کے یعنی اگر قبل خرید اغمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے  
ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کرنے کے ہوئے تو اس کو بواستلہ اشیائے مذکورہ کے اختیار  
ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار میں جیسا کہ بعضوں نے اس کو غلط سمجھا ہے تو اس کا اختیار مستدر ہے کا تمام عمر بنابر قول  
صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نہ پائی جائے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا بیع عیب دار ہو جاوے یا بعض بیع ہلاک  
ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رویت ہو مگر در صورت عیب اس واسطے پھیر دینا درست نہ ہوا کہ بائع کے پاس اس میں عیب نہ  
تھا تو اب پھیرنے میں اس کا نقصان ہو گا اور ہلاک بعض بیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا بیع التسلیم کیا تو اگر  
دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفرق صفقہ لازم آوے و لو اذن لاکار ان یزرعہا قبل الرویت فزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ یعنی اور اگر مشتری نے خربزہ زمین  
میں مزارع کو نہ رعیت کر لے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اس نے اس میں مزارعت کی تو خیار الرویت باطل ہو گیا اس واسطے کہ فعل مزارع کا مشتری  
کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی البیعی و لو شری تا فحیہ مسک فاخرج المسک منها لم یرد بخیار الرویت ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیباً لا ہر  
نہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اس میں سے مشک نکال لیا تو اس کو نہ پھیرے بسبب خیار الرویت اور نہ خیار العیب کے اس واسطے کہ اخراج نے  
اس میں عیب ظاہر نہیں کیا کذا فی النہر طحاوی نے کہا نہ لائق میں خیار العیب مذکور نہیں اس مسئلے میں لیکن حکم یہی ہے جو شارع نے ذکر کیا ہوا



کہ خیار العیب اس وقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب نہ پیدا ہوا ہو اور یہاں اخراج سے نافذ معیوب ہو گیا ومن رای احد  
ثوبین فاشترایہما ثم رای الاخر فله رد ہما ان شاء لانہ الاخر وحده لتفرق الصفقة اور جس نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونوں  
کپڑے خرید کیے بعد اس کے دوسرا کپڑا دیکھا تو اس کو دونوں کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے  
یعنی چند چیزیں یکمشت یعنی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری ما رای مال کو نہ قاصد الشراء عند ریتہ فلواہ

لا تقصد شرائع ثم شرأہ قلیل لا لخیار ظہیرتہ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتا مل التا مل المفیہ بحوال المصنف ولقوة مدرکہ بحولنا علیہ عالمایا نہ مرتبۃ السابق  
وقت الشراء فلو لم یعلم خیر لعم الرضی در فلا خیار لہ اذا تغیر فیخیر او لا اگر خرید کیا اس بیع کو جس کو بکالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ  
یہ جان کر کہ یہ بیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اس کو پھیر دینے کا اختیار نہیں مگر جب کہ وہ متغیر ہو گئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اس کو اختیار ہو گا  
اگر بیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اس کو خرید کیا تو بعضوں نے کہا کہ اس کو اختیار ہے کذا فی الظہیرتہ اور اس کی وجہ ظاہر ہے اس واسطے کہ  
جو بقصد خریداری نہیں دیکھتا وہ خوب تر تامل مفید نہیں کرتا کذا فی البحر تو اس کی رویت کا عدم ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور بسبب قوت  
دلیل اس قول کے ہم نے اس پر اعتماد کیا علم وقت شرکائی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نہ جانے کہ اس کو میں دیکھ چکا ہوں تو اس کو اختیار  
ہو گا بسبب عدم رضا مندی کذا فی الدرر وقایہ اور کنز میں میسند بلا قید مذکور ہے اس طرح کہ دیکھی چیز کے خرید کرنے میں بلا اختیار نہیں لیکن صاحب  
ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن میں رویت بقصد خریداری کی قید  
زیادہ کی اور شرح میں اس کی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل بموجب اعتماد تقیید مذکور کے ہوئی یعنی اگرچہ ظہیرتہ میں یہ قید بصیغہ قرین مذکور ہے  
اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خریدی اور یہ اس کو معلوم نہ ہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جس کو میں دیکھ  
چکا ہوں پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہو گا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے میں پٹا نا دانستہ خرید کیا تو فیض بیع میں  
اختیار ہو گا رائے ثبایا فرغ البائع لبعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرف فلا خیار وکذا لو کان ملفوفین ومنہما متفاوت لانہ ربما یحون الاروی  
بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھالیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہیں پہچانتا تو اس کے اختیار الرویت ثابت ہے  
اور اسی طرح اگر دو کپڑے کسی چیز میں پیچیدہ ہوں اور دونوں کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اس واسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے  
ولو سخی نکل واحد من الثیاب عشرة لا خیار لہ لان الثمن لایم یختلف استویا فی الاوصاف بکرا اور اگر مغلہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم  
مثلا معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ جب ثمن مختلف نہ ہو تو دونوں اوصاف میں برابر ہو گئے کذا فی البحر والقول للبائع  
بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر بذل المدة قریبہ وان بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بانظاہر و فی الظہیرتہ الشتر فافوقہ بعید و فی الفخ الشتر  
فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہوں بیع کے متغیر ہو جانے میں یہ اس وقت  
ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہو گا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیرتہ میں ہے کہ ایک مہینہ اور اس سے زیادہ  
بعید ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ جانور اور غلام کے مانند میں ایک مہینہ قلیل ہے ہم عمل بانظاہر دونوں مسئلوں کا ظاہر اقلیل ہے یعنی مدت  
قلیل میں ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہو اور مدت بعید میں ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا مشتری کا قول معتبر ہو اور ثمرانی نے  
کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشیا سال کے اندر ہوتا ہے اور جانوروں کا تغیر اس سے کم مدت میں ہوتا ہے چارہ

لہ قال فی نہایۃ الصفقة العقد الذی تناہی فی وجہہ فی المصباح الصفقة العقد ذکات العرب اذا وجب البیع ضرب بیدہ علی ید صاحبہ کذا فی الطحاوی عن البحر ۴



وغیرہ کی قلت سے لہذا نہ بیعی نے مدت بعد کی حد نہ کو نہیں ملے اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحاوی کہا ان القول للمشتري يمينه لو اختلفا في أصل الروية لانه يترك الروية جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں اصل رویت میں مختلف ہوں اس واسطے کہ مشتری منکر ہے رویت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو اختلفا في بيع بات او نہ خيار شرط اور روية فالقول للمشتري اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ بیع نہیں بیع قطعی بلا خيار میں یا اس بیع میں مستثنیٰ خيار الشرط یا خيار الروية ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ میں جب تعین بیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلا خيار میں پھیر دینا بیع کا بطریق اقرار یا بظہور خیانت تو یہ یا مباحثہ میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا و لوفيه خيار عيب فالقول للبائع والفرق ان المشتري ينفرد بالفسخ في الاول لا الاخير اور اگر بیع میں خيار العيب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہ ہے کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جس میں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ خيار الشرط اور خيار الروية میں نہ قسم ثانی میں یعنی خيار العيب میں اس واسطے کہ خيار العيب میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حتیٰ فسخ ہو اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہو کذا فی الطحاوی مشتری عدلا من متاع ولم يره وباع او ليس بمرء مدثو بالبعد القيقن او ویرب وسلم رده بخيار عيب لا بخيار روية او شرط الاصل ان رد البع من يوجب تفریق الصفقة وهو بعد التمام جائز لا قبل خيار الشرط والروية بمنع ان تمامها وخيار العيب ينعقد قبل القبض لا بعده خرید کی متاع کی گھڑی حالانکہ دیکھی نہیں اور ایک کپڑا اس میں سے بھی بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا مہرب کیا اور قبضہ کر دیا تو اس کو پھیر سکتا ہے خيار العيب سے نہ خيار الروية یا خيار الشرط سے قاعدہ اس کا یہ ہے کہ بعض بیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقتہ کا ہے اور تفریق بعد تمام ہو جانے سے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خيار الشرط اور خيار الروية صفقتہ تمام ہونے کے مانع ہیں اور خيار العيب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے و ہل يعود خيار الروية بعد سقوطه عن الثاني لا بخيار شرط وهو قاضی خان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خيار الروية بعد اس کے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا جیسے خيار الشرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا اور اس قول کو قاضی خاں وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز بیچنے کے بعد خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ماتھے پیچی یا مہرب کی اور اس پر مہرب لے کا قبضہ کر دیا پھر اس کی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد مہرب کے تو اب اس کو بائع اصل کی طرف پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بیع یا مہرب ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خيار الروية کا مبطل ہے اور جب چیز ساقط ہو گئی تو اس کا عود بنا سبب قوی نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے مثنوی شبہا لم يره ليس للبائع مطالبة بالتمن قبل الروية ایک چیز بن دیکھی خرید کی تو بائع تمّن کو قبل رویت کے طلب نہیں کر سکتا اس واسطے کہ منوز بیع پوری نہیں ہوئی ولو تبنا یا عینا بعین فلما اخیار محبتی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعض چیزیں مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خيار الروية ثابت ہے کذا فی المحبتی اس واسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اس کو حاصل ہوگا کذا فی الطحاوی عن البصری باری بعد والفقہا فیما تم رد بائع الجارية العبد بخيار الروية لم يبطل البيع في الجارية بحصة الالف ظہیر بہ لما مر ان لا خيار في الدين خرید کیا لونڈی کو بعض غلام اور ہزار دم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خيار الروية کے تو بیع باطل نہ ہوگی لونڈی میں بقدر حصہ ہزار دم کے کذا فی الظہیر یہ اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہیں دین میں یعنی زر نقد میں اراد بیع ضیعۃ ولا یكون للمشتري خيار فالحيلة ان یقر ثوب لانتان ثم یشیع الثوب مع الضیعة ثم المقر لیتحق الثوب المقرب فیبطل خيار المشتري للزوم تفریق الصفقة - و ہولاء يجوز الا ان الشفعة ولو الحجة اراده کیا زمین کی بیع کا اور یا مال مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو نہ ہر اس کی یہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقررہ اس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین میں باطل



جائزے کا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذا فی الاولو المجتہد ہم طحاوی نے کہا یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اس واسطے کہ اگر مشتری دونوں بیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اس کا اقرار ثابت کر کے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اس کے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اس کے اقرار کرنے سے شری شیعین و باہد ہما عیب ان قبضہ ہمارا المبیع والا لا کم مر خرید کیا وہ چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر قبضہ کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ بعض بیع کا پھیر دینا خيار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے قبل قبض کے اس واسطے کہ بدو قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم

**باب خيار العیب** | یہ باب ہے خيار العیب کے احکام میں مولفہ ما یخلو عنہ اصل الفطرة السلیمة عیب لغت عرب میں وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت میں داخل نہ ہو و شرعاً ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جس کو مصنف نے اپنے آئند قول میں مذکور کیا من و بعد بمشتریہ ما ینقص الثمن ولویسیر الجورہ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفة بكل تجارة وصنعة قاله المصنف اخذہ بكل الثمن اور وہ جس نے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سودا گروں کے نزدیک اگرچہ حقوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجورہ تو بیع کو تمام ثمن دے کر لے یا اس کو پھیر دے سودا گروں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں ہم تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب اس کا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکاروں کے نزدیک خواہ عیب سے عین بیع میں نقصان ہو یا نہ ہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہ ہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور اور غلام کا عیب میں داخل ہے تجارت کو عام اس واسطے کیا کہ گاہے بیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجارت کا جلی نے کہا ہر تجارت میں اس کے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں اس کے اہل کا اعتبار ہے انتہی اور یہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جس کو سب سوداگر اور جمیع ارباب تجارت ناقص کہیں اگرچہ ان کی تجارت اور صنعت میں سے نہ ہو مشتری کو رد موجب میں اس واسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اس واسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا یا اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اس کے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اس کے لینے کا ارادہ کرے گا اور مسئلہ خيار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اول یہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو مشتری کے پاس مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہ ہو نہ عند القبض بھی معلوم نہ ہو نہ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہ ہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھوڑا لانا در صورت عدم نقصان تو عیب نہ ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط برأت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہ ہو قبل منقح کے سوا گزائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جب کہ دور ہو جائے یا تپ زائل ہو جا تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ۷ مالم یعیین امسا کہ کھلا لین فاحراما و احد ہما در صورت عیب اس وقت تک اختیار ہے جب تک امساک بیع متعین نہ ہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں میں سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونوں نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد بیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی المحلی و فی المحيط و فی اوکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف و قیمتہ ثلثۃ الاف لم یرد عیب بخلاف خيار الشرط والرویت اشباه للاضرار یتیم و موکل و مولی و فی النہر یتبعی الرجوع بالنقصان کو اثر شری من الترتک کفلاً و و بعد عیباً ولو تبرع بالکفن اجنبی لایرجع اور محیط میں ہے موی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خرید کی اور قیمت اس کی تین ہزار ہیں تو رد بیع نہ کرے بسبب عیب بیع کے بسبب خيار الشرط اور خيار الرویت کے کہ اس میں رد بیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ و غیرہ کو رد بیع جائز نہ ہو بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہ الفائق میں کہ ہے لائق یوں ہے کہ موی وغیرہ کو رد بیع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اس وارث کے



جس نے ترکے سے کفن خرید کیا اور اس میں عیب پایا اور کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں و ہذہ  
 احدی ست مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورہ فی البرزائیہ اور یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں میں سے جن میں رجوع  
 بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزاز میں و ذکرنا فی شرحنا للفتی مغرباً للفتیہ انہ قد یرد بالعیب ولای رجوع بالثمن اور ہم نے اپنی مفتی کی شرح  
 میں قینہ سے نقل کر کے مذکور کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد بیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا م چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اس  
 کو تسلیم کر دیا پھر قبضہ ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے  
 یوں کہا کہ میں نے ثمن موکل کو دیا اور موکل اس کا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا  
 اور اس کو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبضہ بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے  
 کیونکہ وہ امین ہے اور عاقد نہیں کذا فی النہر عن القینہ کالاباق الا اذا اتى من المشتري الى البائع في البلدة ولم يخف عنده فانه ليس بعيب  
 چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں بائع کے پاس گیا اور اس کے پاس چھپ نہ رہا  
 تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہے گا تو عیب ثابت ہوگا و اختلاف فی الثور والملاحسن  
 انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے م اس میں تین قول ہیں  
 ایک قول کہ تو شایع نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر  
 اور جانوروں کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی و لیس للمشتري مطالبة البائع بالثمن قبل عوده من الاباق ابن ملک قینہ اور مشتری کو مطالبہ  
 ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقینہ والبول فی الفرائض والسرقة الا اذا سرق شيئاً لاکل من  
 المولی اویسیر افسس او فلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جب کہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چور اسے مولیٰ سے یا کتر  
 چیز چور اسے چنانچہ پیسا اور روپیے تو عیب نہیں م اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چور اسے یا مولیٰ کے سوا کسی اور  
 شخص کی چیز چور اسے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتري ایضا فقطع ربع الثمن لقطعہ بالسرقة جیسا اور اگر غلام نے مشتری کے پاس  
 بھی چوری کی سو اس کا ماتہ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیرے بسبب اس کے مقلوع ہونے کے دونوں چوریوں سے ماکرم ربع ثمن کے  
 رجوع کی یہ وجہ ہے کہ غلام کے ماتہ کاٹو نہ اس کی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف ہوا دوسبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور  
 دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب مت نصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحاوی ولورنی البائع باخذہ ربع  
 ثلثہ اربع ثمنہ یعنی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اس کے ثمن پھیرے یعنی پون قیمت کذا فی العینی و کلہا  
 مختلف صفرا سے مع التیمیز و قدر وہ بخمس سنین او یا کل و ییس و مردہ و تمامہ فی الجوبہ فلولم یا کل ولم ییس و مردہ لم یکن عیباً ابن ملک  
 و کبر الانہ فی الصغر لقصور عقل و ضعف مثانہ عیب و فی الکبر لسوء اختیار و داء یا طلی عیب اثر او جمیع حیوب ثلثہ مختلف السبب  
 ہیں طفلی اور جوانی میں اس واسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں  
 بھاگنا اور چوری خبیث اور بد ذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہے طفلی سے مراد طفلی یا تمیز ہے اور فقہانے تمیز کا انداز  
 پانچ برس کا کہ ہے یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پینے لگے اور پورا بیان اس کا جو ہرہ میں ہے سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو  
 تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اس کے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فخذ اتحاد الحالت بان ثبت اباہ عند بائع



ثم مشتری به کلاہمانی صغره او کبرہ رد الدرد لا تماد السبب تو حالت متحد ہونے میں اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اس کی طغلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفل یا جوانی میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اس کا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقل اور جوانی میں بد ذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند اختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ وہ نیا عیب ہے ہم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو اب مشتری اس کو اس عیب سے پھیر نہیں سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بد ذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سو اُسے اس عیب کے جو قبل اس کے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبہ ہم عند بائع ثم ہم عند مشتری بہ ان من نوعہ ردہ واللہ العینی چنانچہ وہ غلام جس کو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہے تو اس کو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم سے ہے تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ہم خانہ میں مذکور ہے کہ نوع جمعی سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں کے پاس تپ آئی ہو اور اگر اس کے غیر وقت میں تپ آئی تو پھیرنا جائز نہیں یہ محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحاوی ولفی لودودہ پول ثم تعیب حتی رجع یا نقصان ثم بلغ بل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب یا بلوغ یعنی نعم نفع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو لیستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا یہاں تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ٹمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہے کہ نقصان پھیرے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جو ان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہ ہے کہ ہاں استرداد نقصان جائز ہے کذا فی الفتح عن الطہیریۃ والجنون ہو اختلال القوة اللتی بہا ادراک کلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جس کے سبب ہے ادراک کلیات ہوتا ہے کذا فی التلویح ہم تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہے اور تلویح میں یوں ہے کہ جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہے اشیائے حسنہ اور قبیحہ میں اور انجام کار کی مدد ہے کذا فی الطحاوی و بہ علم تعریف العقل ان القوة المذكورة ومعدن القلب وشعاع فی الدماغ در اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدد ہے کلیات کی اس کا نام عقل ہے اور اس کے کان دل ہے اور اس کی روشنی و بصر میں ہوتی ہے کذا فی الدرد و ہولا یختلف بہا لا اتحاد سببہ بخلاف ما رو فیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہیں ہوتا طفلی اور جوانی سے اس کے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اس کے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنی اباق اور بول اور سر قرا اور قول نعیف یہ ہے کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی ہم جب اختلاف سبب نہ ہو تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی میں بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی میں یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے و مقدارہ فوق لیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہے یعنی یعنی اس قدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولابد من معاودۃ عند مشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلث زنا جاریۃ والتولد من الزنا والولادة فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہے قول اصح میں اور نہیں تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں رد بیع بلا معاودت جائز ہے نوڈی کی زنا کاری میں اور زنا سے متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح ہم ولادت اس واسطے عیب ہوتی کہ اس سے ایسا صنف حاصل ہوتا ہے کہ گلے زائل لہ اسم فاعل از اطباء یعنی وہ جنون کہ رات دن میں کبھی کم نہ ہو ۔



نہیں ہوتا فتح القدر میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے قلت لکن فی البرازیۃ الولدۃ لیست بعیب الا انی توجب نقصانا وعلیہ الفتویٰ واعتمدہ فی النہر  
 میں کہتا ہوں لیکن برازیہ میں ہے کہ ولادت عیب نہیں مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی قول پر نہر الفائق میں اعتماد کیا ہے  
 ہم پہلا قول بھی مفتی بہ ہے تو یہاں قاضی اور مفتی مجاہدین رحمہم اللہ عیب فی بنات آدم لانی البہائم اور نہر الفائق میں ہے کہ حاملہ ہونا عورتوں میں عیب  
 نہ جانوروں میں والجزام والبرص والعمی والعمور والحومل والضم والخرس والقروح والامراض عیوب اور سی بھری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا  
 اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا ہڈ زخم اور بیماریاں عیوب ہیں وکذا الادور و ہوا تنفاخ الاثین والحنین والحصى عیب اور اسی طرح فقہ یعنی وہ شخص  
 پھولنا اور نامرد اور خفی ہونا عیب ہے ہم بہتر یہ تھا کہ شراح یوں کہتا العنۃ والمصاصیان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحاوی  
 واذا شتری علی انہ خصی فوجده خللا فلا خیار جوہرۃ اور عیب کہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہے پھر اس کو تندرست نہ پایا تو اس  
 کو پھر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الجوبہ اس واسطے کہ عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا و البخر تنق الغم والذفر من الابط وکذا اثمن الالف برازیہ  
 والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لانیہ ولو امر و فی الاصح خلاصۃ اور بخیر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغل اور اسی طرح گندہ دہنی کذا فی البرازیہ  
 اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہیں لونڈی میں نہ غلام میں اگرچہ غلام امر دسادہ رد ہو قول اصح میں کذا فی الخلاصہ امور مذکورہ لونڈی میں  
 اس واسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے محل میں یعنی لونڈی کی خرید سے ہم بستی اور طلب ولد مقصود ہے اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہیں  
 اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہ اشیا اس کے محل اور مانع نہیں خواہ غلام امر ہو یا غیر امر الا ان لخصی الاولان فیہ بحیث یمنح القرب  
 من المولیٰ مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغل غلام میں بشت ہوں اسی طرح ہر کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہوں تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی او  
 یکون الزنا عاۃ لہ بان یکبر اکثر من مرتین یا یہ کہ زنا کاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح ہر کہ زنا اس سے مکرر ہوا ہو دوبار سے زیادہ  
 تو عیب ہے غلام میں بھی واللواط بہا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لے کر اس واسطے کہ  
 مانع ہم بستی ہے کذا فی البحر وہ ان مجانا لاندہ دلیل الابنہ وان باجلا قینہ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اس واسطے کہ علت ابنہ کی  
 دلیل ہے ابنا اگر اجرت لے کر ہو تو نہیں کذا فی القیہم ابنہ اس علت کا نام ہے جس میں ایسی چل ہو میر زمین کہ بدولت مہنی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب  
 ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بھومن اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری ردیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ جس  
 مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہیں شرعا اس واسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے و فیہا شری حمارا  
 تعلوہ الحمار طایع فعیب والا لا اور قینہ میں ہے کہ خرید کیا گیا جس پر گدے چڑھتے ہیں اگر برضا مندی اس کی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ  
 مریض کی دلیل اور نہیں تو عیب نہیں واما التخنث بلین صوت وکسر شئی فان کثر و ان قل البرازیہ اور زنا اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مشکاکر  
 اگر کثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیرے اور اگر یقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البرازیہ والکفر باقسامہ وکذا الرقص والاعتزال بحر بحثا عیب فیہما ولو  
 المشتري ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رقص اور اعتزال کذا فی البحر بحثا لالعیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری کا فرضی ہو  
 کذا فی السراج ہم عمومی نے کہا کہ صاحب گنے راضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مقنی کو اور اصحاب سے فصل کہتے ہیں وہ راضی جو شخص کو برکے اس واسطے  
 کہ وہ کافر نہیں داخل ہے کذا فی الطحاوی و عدم الجیض لبنت سبعۃ عشر وعندہا خمسۃ عشر و یعرف بقولہا اذا انعم الیہ نکول البائع قبل القبض  
 و بعدہ ہوا الصبیح متقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض  
 سترہ اور یستثنیٰ وہ شخص جس کو عارضہ متقی ہو اور اس کا ہم اور نعم آتا ہے



معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے عیب کہ اس کے ساتھ یا حج قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی  
ولا نسیم فی اقل من ثلثہ اشہر عند الثانی اور مسموع نہ ہو گا دعویٰ عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک م اور محمد کے نزدیک  
چار مہینے دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعویٰ مسموع نہ ہو گا لیکن عدم حیض جو ان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آنسو میں  
کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پُر عمل کرے والا ستحاضہ والسطل  
القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی م بجز الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی  
الطحاوی والدین الذی یطالب فی الحال لا الموکل بعقوبہ فانہ لیس بعیب کما نقض مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہے  
جس کافی الحال مطالبہ ہونہ وہ دین جس کی مدت اس کی آزادی پر معین ہو اس واسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اس کو مسکین نے ذخیرے نقل کیا ہے  
م دین مؤکل بعقوبہ وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلاذن مولیٰ لکن عم الکمال وعللہ نقصان ولانہ ویراثہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین  
کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے م وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولیٰ اور عصبیات  
پر مقدم ہیں کذا فی الطحاوی والشجر والماء فی العین وکذا اکل مرض فیہا فہو عیب معراج کسبل وحوض وکثرۃ دمع و ثولول بمثلثہ کذا نبور شر صغیر  
صلب مستدیر علی صورتی جمعہ ثانیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شرح الہدایۃ اور پڑ بال اور نزول آب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں  
عیب ہے کذا فی المعراج جیسا کہ سرخ جالا اور کویتنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکا اور مسائو دلول ثلثہ بروزن زنبور چھوٹی سخت پھٹی  
گول باشکال مختلفہ جس کو اہل ہند مسابو لٹے ہیں اور جمع اس کی ثانیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے اسے میں کثرت کی قید  
لگائی ہے یعنی مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب کو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے بسبب بیماریا  
کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں و قطع الا صبع عیب والا صبعان عیبان والا صابع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب  
اور دو انگلیوں کا مقلوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعشرہ مومن لعل بسیارہ فقط  
الا ان لعل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے  
جیسا کہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب وشرب خمر جہر او قمار ان عد عیبہما  
اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ نزد اور شطرنج کا قمار اور مانند اس کے کذا فی الطحاوی عن ابیہر وعدم  
ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی اور غلام کا ختنہ نہ ہونا اگر بالغ دارالاسلام کے پیدا ہوئے ہوں م بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر  
کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دارالحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اس کا عدم ختان عیب نہیں اور زانی خال  
کے فتاویٰ میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الطحاوی وعدم ختنہ حمال  
وقلہ اکل رداب ونکاح وکذب ویمیتہ وترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الردا ور نہ بولنا گدھے کا اور کم کھانا جانوروں  
کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب  
ردیع نہیں و فیہا لو ظہر ان الدار مشومۃ ینبغی ان یتیمکن من الردان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے  
تو لائق یہ ہے کہ مشتری ردیع پر قادر ہو اس واسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے و فی المنظومۃ المحببۃ والخال عیب  
لہ تفسیر مصدر کی ہے موصوف بالمصدر سے ورد ایسے شخص کو احسن کہتے ہیں ۱۶



لعل الذقن او الشفتہ لا الخذو العیوب کثیرۃ برأنا اللہ منها اور منظور عیبہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اس کے  
سوا عیب بہت ہیں حتیٰ تعالیٰ ہم کو ان سے بچا دے آمین حدیث عیب آخر عند المشتري بغیر فعل البائع فلو بعد القبض رجوع بخصتہ من  
الٹمن و وجب الارش و اما قبذہ فذاخذہ اور وہ بکل اٹمن مطلقاً پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدوں فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے  
دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ٹمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہو گا اور قبل قبض کے  
تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس کو لے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اس کو پھیر دے کل ٹمن لے کر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہ ہو کذا فی الجلی  
م جلی نے کہا قول بکل اٹمن متعلق ہے بقولہ اور وہ سے فقط اور اس کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موم  
یعنی قولہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری  
کے پاس پیدا ہوا اس کی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا بیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سوا اگر بائع  
کے فعل سے ہو تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اس کو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری  
سے ہو تو اس پر تمام ٹمن لازم آیا ٹمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل جنبی ہو تو مشتری مختار ہے چاہے بیع کو لے سب ٹمن  
دے کر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے بیع کو ترک کرے اور اس پر سے ٹمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا بیع کے فعل سے  
تو چاہے مشتری اس کو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان قدیم ٹمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا بیع کے فعل  
سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اس کو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ٹمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص  
لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم بہ جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر  
حصہ عیب قدیم ٹمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جب کہ یہ معلوم ہوا تو در یافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے  
چنانچہ قولہ عند المشتري اس پر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ٹمن پھیر لینا پانچ صورتوں میں جائز ہے  
مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنیٰ کر لیا اس واسطے کہ بائع کی رضامندی سے اس میں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل  
اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الا جنبی کذا فی الجنبی مخلصا و لو برہن البائع علی حدوث  
و المشتري علی قدر ما قول للبائع والبیعہ للمشتري اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اس کے قدیم ہونے پر تو بائع  
کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں مگر الفائق میں قاضی خاں کی شرح سے مصرح ہے کہ در صورت عا قدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی  
مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا قول اس وقت معتبر ہے جب کہ مشتری کے  
گواہ نہ ہوں اور شارح کی عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی کما لا یخفی ولا یرد جبرامالہ حمل و مؤنثہ الا فی بلد العقد بجا اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اس بیع کو جس کے  
واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر میں عقد بیع واقع ہوا ہو اس میں پھیر دینا جائز ہے باوجود بار برداری کے بھی کذا فی البحر اس واسطے  
ہے حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی التہریر جمع بقصصاتہ الا فی ما استثنیٰ ومنہ ما و اشتراہ تولیۃ او خا ط لطفہ زلیعی او مئی بہ  
بائع جو ہرے یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ٹمن پھیر لے مگر ان مسائل میں رجوع  
میں جن کا استثناء ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ ہوا دل مذکور ہو چکے بزانیہ سے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے بیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اس کو  
فعل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزلیعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرۃ م رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول بیع کی



قیمت بلا عیب کی جائے پھر عیب کے ساتھ کی جائے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسواں حصہ پھیرے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اس کی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسواں حصہ پھیرے یعنی ایک درم اور اگر ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیرے و علی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اس کے ثمن میں موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولید کی یہ ہے کہ اگر چیز بطور تولیت کے خریدی اور مشتری کے پاس اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا اور اس میں ایک قدیم موجود تھا تو اس میں نہ رجوع جائز ہے نہ بدوں رضامندی یا بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضائے تولیت یہ ہے کہ برابر ہوا اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہے اور قبض میں باپ اس کا نائب ہے تو اگر باپ بیع مقطوع محیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ وہ عاقل ہو یا بیع کا تملیک کر کے کذا فی الطحاوی ولہ الرود برضی البائع اور اس کو پھیر دینا جائز ہے بائع کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس بیع میں عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیرے چاہے بیع پھیر دے بشرط رضائے بائع کے رضائے بائع اس واسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر ہے بائع کا اس واسطے کہ جب بیع اس کے ملک سے خارج ہوتی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر در صورت رضائے بائع مشتری مختار ہے پھیر دینے میں یا رکھ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبي الامان عیب از زیادۃ کان مشتری ثوبا فقط فاطلع علی عیب قدیم رجوع یہ اسے بقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضائے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہے رد کا بسبب زیادت مانع کے پھیرنا جائز نہیں چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اس کو قطع کیا پھر مشتری اس کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیرے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے ہم یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور زنگت وغیرہ میں آوے گی فان قبلہ البائع کذلک لذلک لانه اسقط حقہ پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اس کو جائز ہے اس واسطے کہ اس نے اپنا حق ساقط کر دیا ولو ان مشتری بعیرا فخرہ فوجہ معاہدہ فاسد الا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اس کو حلال کیا اور اس کی انٹریوں کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اس میں فساد مالیت نہیں لہذا اس میں رجوع درست ہوا نہ اس میں کما لا یرجع لو باع المشتري الثوب كله او بعضه او دبره بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا محیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے سب یا بھٹوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے بیع کے کاٹ کر نہ سی کر چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا فلو قطع المشتري وخطا او صبغہ یا ی صبغ کان عینی اولت السو لوق بسمن او خیر الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجوع بقصانہ لا امتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربو اتی لو ترا ضیا علی الرو لا یقضي القاضي بہ در را بن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اس کو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی میں ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیرے لو اسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے بیع کے اور یہ امتناع رد لو اسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربو کے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد بیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اس پر حکم نہ کرے کذا فی الدرر وابن کمال ہم زیادتی بیع میں امتناع رد اس واسطے ہوا کہ اصل بیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور بیع زیادتی فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو ہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا حصول شہتہ الربو اس واسطے کہ حرمت ربو اس قدر اور جنس سے

۱۲ سبب حاصل ہونے شہتہ ربو کے



ہوتی ہے سو یہاں دونوں منقود ہیں کذا فی المخطوطی کہ اگر جمع کو یا عہدے المتنع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رویت العیب قبل الرضی بہ صریحاً  
 او دلالت پہنچانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر بیع متمتع اردو کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اس کے ساتھ راضی ہونے  
 کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضا مندی ثابت ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہ ہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہے کہ بیع کو بائیں  
 یا کو ب میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھ تاثر نہیں تو مشتری بیع سے  
 حاکم میں بیع کا نہ پھیرا ہذا رجوع نقصان میں اس کو اختیار ہوگا کذا فی المخطوطی اور مات العبد المراد ہلاک البیع عند مشتری (اور اعتقاد اؤبرہ  
 اور استولہا و وقت قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عید سے ہلاک بیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ بیع آدمی ہو یا غیر اس کا یا غلام کو مشتری  
 نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لاندی کو حرم بنایا یا بیع کو وقف کیا اس کے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان البیع طعاً ما فاکلہ کلہ او بعضہ  
 او اطعمہ عیدہ او مدبرہ او ام ولدہ او بیس الثوب حتی یخرق فانہ یرجع بالنقصان استحساناً عند ہما و علیہ الفتوی بجزو عنہما یرد ما بقی و یرجع بنقصان ما اکل  
 و علیہ الفتوی اختیار و قہستانی یا بیع طعام تھا سو مشتری نے اس کو سب یا حقوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنایا یہاں تک  
 کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان فتن پھیرے گا صاحبین کے نزدیک بدیل استحسان اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہے  
 کہ باقی کو پھیرے اور جس قدر کھانا کھایا ہے اس کے نقصان کو پھیرے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الاختیار و القہستانی ہم جیسے اعتقاد اور تدبیر  
 اور استیلا اور وقت میں شرط ہے کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور بیس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہمارے  
 معلوم ہوتا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور بیس ثوب کے بعد مذکور کرتا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتویٰ فقط اکل طعام  
 میں ہے اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتویٰ ہے اور صاحبین کے قول کو بجز الرائق میں استحسان کہا ہے اور  
 اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زلمی میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الملبی ولو کان فی دعائین فدر الباقی  
 بحکمۃ من ائمن اتفاقاً ابن کمال وابن ملک و سبغی و قلت فعلی مافی الاختیار و القہستانی تیزج القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتنوں میں ہو تو مشتری کو  
 باقی طعام کا پھیر دینا اس کے محلہ کے موافق کم فتن کر کے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا مصرح ابن کمال فی البصاح و ابن ملک اور یہ  
 مسئلہ اسی باب میں آئے گا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس رابع ہو گیا سو خبردار ہو جاؤ قیاس یعنی رجوع نقصان یہی  
 قول صاحبین کا ہے یہاں شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زلمی کے موافق ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الملبی  
 ولو اکتف علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابقی او اطعمہ طفلاً او امراتہ او مکاتبہ او صبیہ مجتبیٰ بعد اطلاعہ علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعاً للعینی فی الرمز  
 کن ذکر فی الجمع فی الجمع قبل الرویہ و اقرہ شارح علی العینی فی فیہ البعدیہ بالاولیۃ فتنبہ لایرجع لیشی لا امتناع الرد و یفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بھون  
 مال کے آزاد کیا یا اس کو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زویہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبیٰ بعد مطلع ہونے  
 مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن جمع میں جمیع مسائل میں  
 قبل رویت کو ذکر کیا ہے اور اس کے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے یہاں تک کہ عینی نے بھی شرح جمع میں تو کلام عینی میں بعدیت اولی  
 ہونے کے مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کر سکتا بسبب متمتع ہونے رد کے اس کے فعل سے ہم عینی کے کلام میں  
 تناقض ہے شرح کنز میں بعدیت مذکور ہے اور شرح جمع میں قبل رویت عینی نے کہا روایت جمع یہی حق ہے والا ان مسائل میں یعنی اعتقاد بالمال سے  
 انویک اور مسائل سابقہ میں یعنی بیع اور موت اور اعتقاد اور تدبیر میں کچھ فرق نہیں رہتا والا اصل ان کل موضع للبدلۃ اخذہ صاحب الاربع باحسان



عن ملکہ والارجح اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں کہیں بائع کو بیع کا باعیب لینا درست ہے تو دہاں مشتری ثمن بقدر نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج بیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار بم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد بیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا بیع کا گم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اس طرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتناق اور تدبیر اور استیلا د تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحاوی وفيہ الفتوی علی قولہما فی الاکل و اقراءہ الفتہستانی اور اختیار میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اس کو فتہستانی نے م ذکر فتویٰ عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا شری نحو مین و بطیخ کجوز و قشائ و فکسرہ فوجہ فاسدہ انتفع بہ ولو علف اللہ و اب فہ ان لم یتناول منہ شیئاً بعد علمہ لعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خر بوزے کے مانند کوئی چیز جیسے اخروٹ یا لکڑی کھیرا پھر اس کو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا پارہ ہو سکے تو اس کو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے اگر اس میں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اس کے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں ولو علم بعیب قبل کسرہ فہ ردہ اور اگر مشتری اس کا عیب جان گیا قبل اس کے توڑنے کے تو اس کو پھیر دینا جائز ہے وان لم یتفح بہ اصلاً فہ کل الثمن لبطان البیع اور اگر لائق انتفاع نہ ہو اس طرح پر کہ انڈا گندا ہو یا لکڑی کڑی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اس واسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو کان اکثرہ فاسداً جاز بحصۃ عند ہما نہر اور اگر اکثر انڈوں اور خر بوزوں کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر ہم نہایت میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے اخروٹ خالی نہ ہوتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ قنینہ میں مصرح ہے اور شخصی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق و فی المجتبى لو کان ستم ذائباً فاکلہ ثم اقر بالعدہ بوقوع فارة فیہ رجع بنقصان العیب عند ہما وہ لفتی اور مجتبى میں ہے کہ اگر گھی بگھلا ہو اور اس کو مشتری نے کھایا پھر اس کے بائع نے اس میں پتہ ہے گھنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہم یعنی ظاہر گھی کی قیمت کی جگہ پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحاوی و باع ما اشتراہ فرد مشتری الثانی علیہ لعیب ردہ علی بالعدہ لورد علیہ بقضائہ فسخ ما لم یحدث بعیب آخر عندہ فانہ رجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اس کو جس کو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے وہ چیز زید کو پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اس کے بائع کو یعنی خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اس واسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیر لے گا ہم مشتری ثانی کے رد بیع کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہوا اور اس نے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اس کے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و ہذا الو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقاً فی غیر العقار کا رد بخیار روتہ اور شرط در راوری یعنی رد بیع کے واسطے حکم ثانی کا شرط ہونا اس وقت ہے جب کہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقاً خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہے غیر اراضی میں مانند رد بخیار الرویۃ اور بخیار الشرط کے کذا فی الدرر



م یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الرویہ یا خیار الشرط میں ردیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اس کے بائع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بقضائے ہو یا برضا تو یہ تشریح ہے رد مطلق میں اور ادا یعنی کو اس واسطے استثنایا کیا کہ اس میں مشتری اول بائع پر رد نہیں کر سکتا بدوں حکم قاضی کذا فی الطحاوی و ہذا اذا باع قبل اطلاع علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ یعنی جو از رد اس وقت ہے جب کہ مشتری اول نے اس کو بیجا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سوا اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البحر اگرچہ حکم قاضی ہو اس واسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی و ہذا فی غیر التقنین لعدم تعینہما فلا رد مطلقاً مخرج مجمع اور یہ یعنی تفصیل مذکور ردیع میں باعتبار قضا اور رضا کے تقدین کے غیر میں ہے بسبب نہ متعین ہونے تقدین کے بیع میں تو تقدین میں مطلقاً ردیع جائز ہے کذا فی شرح الجمع م بحر الرائق میں ہے کہ بیع میں عین ہونے کی قید لگائی تا صرف سے استراذ ہو جاوے اس واسطے کہ اس میں ردیع منسوخ ہے بلافرق قضا و رضا اس واسطے کہ دینار متعین نہیں عقود میں تو جب کہ دینار درم سے مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور اس کو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحاوی و لورده برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلاً فی الاصح لان اقالہ اور اگر مشتری ثانی نے بیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اس کو بائع پر نہیں پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جس کا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح میں اس واسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنی بائع کے حق میں کذا فی النہرم اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہ ہو سکتا ہو چنانچہ زائد انگلی تو اس کو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہے اس واسطے کہ بالیقین ثابت ہے کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنع ادعی عیباً موجباً لنسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یحجر مشتری علی دفع الثمن للبائع بل یرہن مشتری لاثبات العیب او یحلف بالثمن علی نفیہ و یدفع الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعویٰ کیا اس عیب کا جو موجب نسخ بیع یا کم کرے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے بیع کے تو مشتری پر جبر نہ ہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اس کا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہ ہوں وان ادعی غیبتہ شہودہ دفع الثمن ان حلف بالثمن اور اگر مشتری نے اپنے گواہوں کی عدم حضوری کا دعویٰ کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو مگر مشتری اس کے بعد گواہ لاوے گا تو ثمن پھیر لیا جائے گا ولو قال احضرہم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہ ہوں کو حاضر کرتا ہوں تین دن تک تو قاضی اس کو مہلت دے ولو قال لا ینتہی فلیخلف ثم اتی بما قبلت خلافاً لما فسخ اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح و لزوم العیب بنکولہ اسے البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم دکھانے سے اس واسطے کہ انکار قسم محبت ہے سوائے حدود کے کذا فی المنع ادعی مشتری اباقا و نحوہ مما لشرط لردہ وجود العیب عندہ یا قبول و مرقنہ و جنون لم یحلف بالثمن اذا انکر قیامہ للحال حتی یرہن مشتری ان قد ابق عندہ فان یرہن حلف بالثمن عندہ بالثمن ما ابق و ما مرق و ما جن قط و فی البکیر بالثمن ما ابق مذ یبلغ مبلغ الرجال لا خلاف صغیر و کبر مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعویٰ کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جس کے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس مشروط ہے چنانچہ بول اور سر قد اور جنون تو قسم نہ لی جائے گی اس کے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہو تا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر بگواہی ثابت کرے گا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اس کے بائع سے یوں قسم لے گا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جو ان غلام میں یوں قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جب سے کہ وہ جو ان مردوں کے برابر ہونچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی میں یعنی طفلی میں گریختگی عیب نہیں اور جوانی میں عیب ہے کما مر سابقاً اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا



کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اس نے اس کا بھی اقرار کیا تو پھر دیا جائے گا مشتری کے التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہوں گے اس پر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اس نے گواہوں سے ثابت کیا تو پھر دیا جائے گا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لی جائے گی کذا فی النہر والعلم ان العیوب انواع غنی کا باقی و علم حکم معلوم کر کہ عیب چند قسم ہیں ایک قسم کا عیب مخفی ہے جیسے بھاگنا اور اس کا حکم معلوم ہو چکا ہو یوں معلوم ہو چکا کہ گاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہے اور گاہے شرط نہیں اور اس کو اختیار ہے قبول اور رد میں مگر جب کہ دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہو کر مقدم کر چکی ہو کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہ ہو بدون تجربہ اور آزمائش کے جیسے سرکہ اور لؤلؤ فی الفرائش اور جنون کذا فی الطحاوی و ظاہر کور و صم و اصبع زائدة و ناقصہ فیقضي بارء بلا یمن للیقین یہ اذا لم یدرع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہے جیسے ایک شمشیر اور گناہ اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی ردیع کا حکم کہے بدون قسم لینے بائع کے سبب یقین ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جب کہ بائع نے یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا م اسی طرح اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے وقت یا اس نے ابراء عیب کا دعویٰ کیا سو اگر اس کا دعویٰ ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہو سکتا والا مشتری سے قسم لی جائے گی پھر اس نے اگر قسم کھائی تو پھر ردے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فی النہر و مالایعرفہ الا لا طبار کلبہ فیکفی قول عدل ولا ثبات عند بائع قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جس کو کوئی نہیں جانتا سوائے اطباء کے جیسے دردِ جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے ثابت کرنے کے واسطے اس کے بائع کے پاس دو عادل طبیبوں کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اس کو دریافت کرے کذا فی النہر عن البائع و مالایعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدة ثم یحلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جس کو کوئی نہیں جانتا مگر عورتیں جیسے عورت کی شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لی جائے کذا فی العینی ہم عینی میں یوں مذکور ہے کہ قیام عیب فی الحال میں ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہے پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو ردیع نہیں ہو تو قول کے قول سے بلکہ بحلیف بائع ضروری ہے کذا فی الطحاوی قلت ولقی خامس مالایعرفہ الرجال والنساء مخفی شرح قاضی خاں شری جاریۃ وادی انہا غشی حلف البائع میں کتا ہوں باقی رہی پانچویں قسم عیب کی جس کو نہ مرد دیکھیں نہ عورتیں سو قاضی خاں کی شرح میں ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ غشی ہے تو اس میں بائع سے قسم لی جائے یعنی جب اس کو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بخیر قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقة بعض مبیع میں غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہو سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قبی اور مثلی میں مختار ہے چاہے باقی میں مبیع قائم رکھے چاہے پھیر دے بسبب تفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہیں جیسا بعضوں نے سمجھا ہے اس واسطے کہ بعض مستحق میں مبیع باطل ہے بلکہ کل سے قبی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لافی غیرہ لان تبعض القیمی عیب لا مثلی کا یہی اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے قبی میں نہ غیر قبی میں اس واسطے کہ تبعض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی چنانچہ آدے کا م یعنی اگر استحقاق سے باقی میں عیب پیدا ہو جیسے گھریا زمین یا غلام تو مشتری باقی میں مختار ہے چاہے اس کے حصے کے موافق ثمن دے کر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزیں ہوں جو بمنزرتی واحد کے ہیں حکم میں پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اس کو باقی میں اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی میں جیسے مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہوں پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اس میں بعض مستحق غیر ہو تو اس کی تبعض میں ضرر نہیں تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اس میں اختیار پھیرنے کا نہیں کذا فی المنع وان شری شیئین قبض احدہما دون الآخر فحکم حکم ما قبل قبضہما فلو استحق اولہما عیب احدہما خیر اور اگر دو چیزیں خریدیں سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اس کا حکم وہ ہے

۱۔ بہتر تھا کہ کہیں جگہ کباب لغم اول و تحقیف موصدہ ہوتا جس کے معنی دردِ جگر کے ہیں ۱۲



جو ماقبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک میں استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہ ہوا سے خیار العیب بعد رویت العیب علی التراخی علی المعتمد و مافی الحاوی غریب بجا اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی میں ہے سو غریب ہے یعنی قول ضیعت ہے کذا فی البحر حم حاوی میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے اب اس کو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحبلی فلو تخاصم ثم ترک ثم عاد و تخاصم فله الرد مالم یوجد مبطلاً کذلک الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطلاً اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح و فی الخلاصۃ لولم یجد البائع حتی ینک رجوع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا ہنگام بیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان میں سے پھیرے واللہ و الکرکوب والمداد و الاذی و البیوع رضی بالعیب الذی یداوہ فقط مالم یتقصر جزی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور بیع کی دوا کرنا اور بیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب کی جس کی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اس کو ناقص نہ کر دیا ہو کذا فی البرہندی ہم یعنی اگر بیع غلام ہے اور مشتری نے اس کے عیب کی دوا کی تو یہ رضامندی ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک بیماری کی اس نے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور اس کی دوا سے ہاتھ اس کا شل ہو گیا یا آنکھ میں اس کی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ بھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اس کو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ مشتری کے پاس اس میں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحاوی و کذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد و الارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان میں پھیر لینے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع الا انہ راہم اذا وجدوا یوفوا فخرضا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر کیفہ ام لا او عرضہ علی المقوم لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے بیع کے بیچنے کے واسطے سوائے دراہم کے جب کہ ان کو کھوٹا پایا یا پھر ان کو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اس کے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سلنے کرنا بیع کا قیمت والوں کے آگے تاکہ اس کی قیمت بھڑائی جاوے رضامندی نہیں م اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے ذاول بار کا استخدا م کذا فی النہر و لوقال لا البائع اتبہ قال نعم بزم و لوقال لا لان نعم عرض علی البیع ولا یقر لملک بزازیہ اور بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اس کو بیچتا ہے اس نے کہا ہاں تو بیع لازم ہوگئی اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اس واسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہ چیز میری مملوک نہیں اس واسطے کہ میں اس کو پھیر دوں گا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یكون رضی الکرکوب للرد علی البائع او لشراء العلف لہما او للستق والحال ان مشتری لا بد لہ منہ اسے الکرکوب بجز او صعوبۃ رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کی واسطے یا جانور کے چارہ خریدنے کی واسطے یا اس کو پالنے کی واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری نا توانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جاسکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں بھڑتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے و ہل ہو قید لا یشترین او للثمنہ استظہر البرہندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعاً للرد و البور والستق وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے



کی قید ہے یا مینوں کی قید بر جندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اول انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منع الغفار میں کہا لا بد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی اسول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کتا تو بہتر تھا یعنی تاکہ خلاف قیادہ نہ ہوتا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل کذا فی الطحاوی ولو قال البائع رکبتہما لِحاجتک وقال المشتري لا بل دانا لقول للمشتري بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اس کے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر فی الفتح و جہدہا عبدی فی السفر فحملہا فہو عذر اور فتح القدر میں ہے کہ جانور میں عیب پایا حالت سفر میں پھر اس پر بوجہ لاد اتویہ عذر ہے یعنی بعد سفر کے اس کو پھیر سکتا ہے طحاوی نے بزاز یہ سے نقل کیا کہ بوجہ لاد نے سے پھیر نہیں سکتا ہے اگرچہ اسباب کے راہ میں ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ پھیر سکتا ہے بقیاس اس کے چارہ لادنے کے اتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدر کی ضعیف ہے اختلاف بعد التقابلض فی عدد المبیع اد احوام متعدد لیتوزع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض قال لقول للمشتري لانه قابض والقول للتقابلض مطلقا قدر الوصفه او تعییننا تاکہ اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابلض بدلیں کے بیع کے عدد میں کہ ایک ہے یا چند عدد تاکہ قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت میں یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ قابض ہے اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح مقدار بیع میں یا اس کی صفت میں یا تعیین میں ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ دو غلام خریدے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قید نہیں کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیرده بخیار شرط اور ذیہ فقال البائع لیس ہوا مبیع فالقول للمشتري فی تعیینہ ولو جاء لیرده بخیار عیب فالقول للبائع کہ لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تاکہ بیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الردیہ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ بیع نہیں تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس کی تعیین میں اور اگر آیا تاکہ اس کو پھیرے بخیار العیب کے سبب تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونوں نے بیع کے طول اور عرض میں اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت میں داخل ہے تو اس میں مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہ الفائق اور شرح جموی میں ہے ظہیر یہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحاوی مشتری عبدین اے شینین یتفق باحد ہما و حدہ صفقہ واحده خرید کیے دو غلام یعنی وہ دو چیزیں بصفقہ واحده خریدیں کہ ان میں سے فقط ایک چیز سے انتفاع تصور ہے ہم شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلاموں کا متن میں بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہے کہ دونوں کا ثمن جدا جدا مذکور نہیں کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے وقبض احد ہما و جہدہا و بالاخر عیبا لم یعلم بہ الا بعد القبض اخذ ہما اور دہما اور دو چیزوں میں سے ایک پر قبضہ کیا اور اس میں یا دوسری چیز میں وہ عیب پایا جس کا مشتری کو علم نہ ہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونوں کو لے یا دونوں کو پھیرے ہم یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تفریق صفقہ سے قبل تمام ہونے کے اس واسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہیں ولو قبض ہما و العیب بحدہ مالا و حدہ ہذا التفریق بعد التمام اور اگر دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیر دے بیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے قبضہ کے اس واسطے کہ خیار العیب میں صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر کما لو قبض کیلیا اور زیا اور زوجی خف ونحوہ کہ زوجی ثور الف احد ہما بالاخر بیعت لا یعمل بہ و نہ دو جہدہ عیبا فان لہ رد کلہ او اخذہ بعیسہ لانہ کشتی واحد و لو فی دعا بین



علی الاظهر عنایت و ہوا لامح بران چنانچہ اگر قبضہ کیا کیل چیز پر جیسے گھوڑوں اور جو یا وزنی چیز پر جیسے گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی بوڑی پر  
 اہم مانند اس کے جیسے بیلوں کی ایسی بوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا لگتا ہے کہ کام نہیں کرتا بدون اس کے اور بعض کیل یا وزنی میں یا  
 ایک موزے یا ایک بیل میں عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ سب کو پھیر دے یا عیب دار کو بھی رکھے اس کے عیب کے ساتھ اس واسطے کہ اشیائے  
 مذکورہ شئی واحد کے مانند ہیں اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنوں میں ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی الغایۃ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان مشتری بکارتیہ  
 فوطہا او قبلہا او مسہا البشورۃ ثم وجد بها عیبا لم یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی و احمد و لانا انہ استوفی ما لہ و ہو جزؤا خرید کی لونڈی  
 اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اس کو مساس کیا شہوت سے پھر اس میں عیب پایا تو اس کو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ بارہ نہ ہو بخلاف ہاشمی  
 اور احمد کے اہم ہماری یہ دلیل ہے کہ مشتری نے بسبب قربت کے اس کی منی نکالی اور منی اس کا جزو بدن ہے ہم یعنی اگر اب پھیر دے تو ایسا ہوگا کہ گویا  
 اس نے بعض بیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحاوی عن الشربلیہ اور لقیل اور مساس میں اگرچہ خروج منی نہ ہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا  
 لہذا حکم وطی میں ہے ولو الوطی نہ وجہا ان ثیبا ردہا والی بکر الا بحر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہے اگر وہ ثیبہ ہے تو اس کو پھیر دے اور اگر بارہ ہے  
 تو نہ پھیرے کذا فی البحر و مرجع بالنقصان لا متناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے  
 وفي المنظومۃ المحبۃ لشرط بکارتہا فہانت ثیبا فیردہا بل یرجع بالبعین درہما نقصان ہذا العیب وفي الحادی والمقطب الثبوت لیست لعیب الا اذا  
 شرط البکارۃ فیردہا لعدم الشرط و اما منظومہ مجیبہ میں کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اس کو پھیر دے بلکہ چالیس دم  
 نقصان اس عیب کا پھیرے اور حادی اور ملقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اس کو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب  
 نہ ہونے مشروط کے ہم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اس کا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوگا ماقبل کے موافق ہو جاوے اور حادی اور  
 ملقط کی روایت اس پر محمول ہے کہ اس کا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نہ رہا کذا فی الطحاوی الا  
 اذا قبلہما البائع لان الاتناع لمحۃ فاذا رضی زال الاتناع و لعود الرد بالعیب القہیم بعد زوال العیب الحادث لعود المنوع بزوال المناع  
 و رد فیرد البیع مع النقصان علی الارباع نہر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اس واسطے کہ اتناع  
 رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو اتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا چھ جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے  
 عیب حادث کے بوجہ... عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو بیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجع  
 کے کذا فی النہم نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اس قدر ثمن کو بھی پھیر دے  
 کذا فی الطحاوی و ظہر عیب بمشتری البائع الغائب و ائبہ عند القاضی فوضو عند عدل فاذا ہلک ہلک من المشتري الا اذا قضی القاضی  
 بالرد علی بائع لان القضاء علی الغائب بلا خصم یفقد علی الاظهر و در ظاہر عیب اس چیز میں جو خریدی ہوئی مٹی بائع غائب سے اور مشتری نے  
 عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے بیع کو شخص معتمد کے پاس رکھو لیا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوگی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا  
 مگر جبکہ مٹی اسکے ہاتھ کو پھرنے کا حکم نہ تولے گا مال ہلاک کا واسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتا ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی النہم فذا قضی الغائب میں و در ایس میں کتاب المفقود  
 میں فذا کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب الفضا میں عدم فذا کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہے کہ ظاہر کلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے  
 کہ قاضی قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی مذہب مراد ہے جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی مذہب قضا علی الغائب کیونکہ اپنی  
 رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اس کے واسطے کوئی رائے نہیں بوجہ رکھنے کے اپنے امام کے مذہب پر کذا فی الطحاوی ملخصا



قتل العبد المقبوض او قطع بسبب كان عند البائع كقتل اذ ذرة او مرقعة. رد المقتطوع او امسكه ورجع بنصف ثمنه مع وجب واخذ ثمنها اے ثمن المقتطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اس کا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس جیسے قتل یا از رو یا مرقعہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اس کا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی الجمع م اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اس کا پھیر لینا قبول کرے تو پون ثمن پھیر لے کذا فی الطحاوی عن ابیہر ولو تذاولت الایدی فقطع عند الاخر او قتل بربح الباعۃ بعضهم علی بعض وان علموا بذلك لكونه کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اس کی بیعت چنانچہ دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ ان کو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے م یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہے کذا فی الطحاوی و صحیح البیع بشرط البراءۃ من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجبوتۃ لا یصح عنده و یصح عندنا لعدم انقضاء الی المنازعة ویدخل فیہ الموجد والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یردہ لعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے برعیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے واسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجبوتہ سے ان کے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اس واسطے کہ عدم تعیین برات میں منازعت کو نہیں پہنچاتا اولہ اس شرط میں داخل ہے وہ عیب موجود ہے قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہیں سکتا م برات عیب کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں برعیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اس کو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق در باب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہیں ہونا مگر عیب قدیم اور حادث کی برات سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہ ہو اور مشتری اس سے واقف ہو یا نہ ہو اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو وخصہ محمد و مالک بالموجود کقولہ من کل عیب بر اور محمد اور امام مالک نے برات کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یوں کہنا بائع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اس کے برعیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اس میں عیب حادث بالاجماع داخل نہیں کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہو گا تو اس صورت میں مشتری پھیر سکتا ہے ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اس واسطے کہ ابراہیم مختلف اضافت کا نہیں تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہے اس طرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اس میں نہ رہے کذا فی الحلبي ابراہیم من کل داء فهو علی المرض وقيل علی ما فی الباطن واعتمدہ النصف تبعاً للاختیار والجوہرۃ لان المعروف فی العادة وما سواہ فی العرف مرض بائع نے ابراہیم ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اس واسطے کہ لفظ داء عادت میں مرض باطنی میں مشہور ہے اور سوائے بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے ہم مذہب مشہور ہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اس واسطے کہ لغت میں ظاہر اور باطن دونوں کو داء کہتے ہیں لیکن عرف میں پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہیں چنانچہ تلی یا فساد حین کی بیماری کذا فی المنع ولو ابراہیم من کل غائۃ فی السرقة والا باق والزاہد اور اگر



بائع نے ابراکیا ہر غائد سے تو غائد سے مراد سرقہ اور گنجیگی اور زنا ہے ہم ہر چند لغت میں فائدہ یعنی شر اور بدی ہے لیکن یہ تخصیص عرفی اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہے مشتری عبد اقبال لمن ساء ما یابہ اشتہر فلا عیب یہ فلم تیفق بینہما البیع فوجد مشتری یہ یہ عیباً فله ردہ علی بالوعہ بشرطہ ولا یمتنع من الرد علیا قرارہ السابق بعد العیب لانہ مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس میں کوئی عیب نہیں پھر دونوں میں بیع کا اتفاق نہ ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے اس کے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھر دینے کا مانع نہ ہوگا اس کا اگلا اقرار عدم عیب کا اس واسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کرے گا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہیں لہذا اس کا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولیٰ کا کہنا اپنی لونڈی سے باز اینہ مجبورہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ بین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحاوی ولو عینہ لے العیب فقال لا عورۃ اولاً شلل لا یردہ لاماطۃ العلم بہ الا ان یحدث مثلاً کلا اصبح بہ زائدۃ ثم وجدہ فله ردہ للیقین بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام میں عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہیں اور اس نے خرید نہ کیا اور پھر یہی عیب اس میں ظاہر ہوا تو وہ مشتری اس کو پھر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعاً جیسے بائع کا یوں کہنا کہ اس کی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اس میں پائی تو اس کو اس صورت میں پھر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور بسبب یقین ہوجانے اس کے جھوٹ کے قال لاخر عبدی ہذا البی فاشترہ منی فاشتراہ وبلع من آخر فوجدہ مشتری الثانی اقبال لیردہ بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یرہن انہ البی عنہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الوجود منہ السکوت کہما دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اس کو مجھ سے خرید کہے سو اس نے اس کو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اس کو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اس کو پھر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تا وقتیکہ گواہوں سے ثابت نہ کرے کہ وہ اس کے پاس سے بھاگا اس واسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصداق نہیں ہو سکتا کذا فی الطحاوی مشتری جاریتہ لہا لبن فارضعت صبیالہ ثم وجدہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ استخدام خرید کی شیردار لونڈی سو اس نے دودھ پلایا مشتری کے بچے کے کو پھر اس میں عیب پایا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے ہم یعنی اور خدمت لے کر پھر دینا جائز ہے بخلاف الشاة المہرۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمر لریح بالنقصان علی المختار م شروع مجمع وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سو اس کے بائع نے قن باندھے یعنی دو چار روز دودھ نہ دیا لہذا ان میں دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے اس کے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان میں پھیرے بقول مختار کذا فی شروع الجمع اور ہم نے اس کی تحریر کی ہے منار کی شرح میں کما لو اتخذہا فی غیر ذلک ففی المہسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس بضمی انتہا لان الناس یتوسون فیہ وہو لا اختیار فی البزازیۃ اصبح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان لعلوۃ اخرو فی الصغری انہ مرۃ لیس رضی الا علی کرہ من القن بھر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلایا کہ سو کسی اور کام میں تو پھر دینا جائز ہے اور مبسوط میں ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار احتسان کے رضامندی نہیں اس واسطے کہ استخدام میں لوگوں کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کلیے یا نہیں اور بزاز یہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دو بارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جب کہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغریٰ میں ہے کہ ایک بار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی



دلیل ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتري ليس براء بالبيع اصبح زائدة او نحوها  
 مما لا يحدث مثله في تلك المدة ثم وجد به ذلك كان له الرد بلايين لما اشتريته في كذا بيع في كذا انكلي يا ماندا اس کے وليسا عيب نہیں  
 جو اتنی مدت میں پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جس کا وہ انکار کر چکا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے بدوں قسم کے بدلے گذشتہ یعنی  
 نفی عیب مذکور میں کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا  
 بائع عجباً و قال للمشتري برئت ابيك من كل عيب به الا الا باقى فوجده ابقا فله الرد ولو قال الا الا باقى لا لانه في الاول لم يصف الا باقى للجد  
 ولا وصفه فلم يكن اقراره باقى للحال وفي الثاني اضافه اليه فكان اخبارا بان البق فيكون راضيا قبل الشراء خاتمة بيچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں  
 بری الذمہ ہوا تیرے جانب اس کے ہر عیب سے سوائے گرنختگی کے پھر اس کو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اس کو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر  
 اس نے کہا کہ میں اس کے ہر عیب سے بری الذمہ ہوں سوائے اس کے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے  
 گرنختگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں اور نہ اس کو موصوف بگرنختگی کیا تو اس کا قول غلام کی فی الحال گرنختگی کا اقرار نہ ہوا اور دوسری صورت میں  
 گرنختگی کو اس کی طرف نسبت کیا تو اس نے خبر کر دی کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخاتمة اور بعد رضا  
 بالعيب رد مبيع میں اختیار نہیں و فیما لو برئ من كل حق له قبله دخل العيب لا الدرك اور خاتمة میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل  
 اس کے برأت کی تو اس قول میں برأت عیب داخل ہوگی نہ درک ہم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اس میں عیب  
 داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھر نہیں سکتا ہے اور اگر مبيع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہ ہوگا یعنی اگر یہ قول کفيل بالدرك  
 کہا ہوگا تو کفالت باطل نہ ہوگی شائد اس واسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہیں جو اس کی برأت سے ساقط ہوگا کذا فی الطحاوی مشتری لعبد  
 اوامته قال اعنتك البائع العبد او دبرا واستولد الامته او هو حر الاصل وانكر البائع حلف لعجز المشتري عن الاثبات غلام یا لونڈی کے  
 خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مہر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حرامی ہے اور بائع نے اس کا انکار کیا تو بائع سے قسم لی جائے  
 بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی در صورت عدم شہادت قاضی قسم لے گا فان حلف قضی علی المشتري بما قاله  
 من العتق ونحوه لا اقراره بذلك پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب اس کے قول کے یعنی عتق اور ماندا اس کے اس واسطے کہ مشتری  
 اس کا اقرار کر چکا ہم یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلا اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہو جائے گی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک دعوی  
 مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہے رجوع بالعيب ان علم به لان المبطل بالرجوع اذ التمه عن ملكه الى غيره بالنشأ او اقراره ولم يوجب حتى لو قال  
 باعه وهو ملك فلان و صدقه فلان واخذته لا يرجع بالنقصان لاذ التمه اقراره كانه وبه او مشتری بقدر نقصان عيب بائع سے ثمن پھیر لے  
 اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی میں معلوم ہو اس واسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ ہے اپنی ملک سے غیر کو ملک کر کے انشاء تمليك سے  
 یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست نہ ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہو تاييم وغيره سے  
 یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اس کا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلاں شخص کی ملک ہے اور فلاں شخص نے  
 بھی اس کی تصدیق کی اور اس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا بسبب ازالہ اس کی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے  
 لے کر جہ میں بوجہ مترجم اسی طرح مذکور ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قبلہ کسراف ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کی طرف نکلتے اس سے برأت کی اور مناسب مقام یہ ہے کہ قائل برئ  
 بائع ہو اور منیر لہ کی مشتری کی طرف اور قبلہ بائع کی طرف - ۱۳



کو یا مشتری نے اس کو ہبہ کر دیا و جب مشتری الغنیمۃ محرزہ بدارنا و غیر محرزہ لو البیع من الامام اور امینہ بقر قال المصنف فقید محرزہ غیر لازم عیباً لایرد علیہا لان الامین لا ینصب خصماً عیباً کو یا یا غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دارالاسلام میں آکر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اس کے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری بعلت عیب امام اور اس کے امین کو نہ پھیرے اس واسطے کہ امین صاحب خصوصیت نہیں ہو سکتا امین سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کے موافق ہو جاوے اس واسطے کہ خود امام بھی امانت داسے بیت المال کا کذا فی الطحاوی بل ینصب له الامام خصماً فیرد علی منسوب الامام ولا یخلفه لان فائده المخلف النکول ولا یصح نکول و اقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اس کے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری بیع کو منسوب پر رد کرے اور نہ قسم لے منسوب سے اس واسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنی اس کا قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منسوب کا صحیح نہیں مگر تو اب رد متصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنع فاذا رد علیہ للعیب بعد ثبوتہ بیبائع و یدفع الثمن الیہ و یرد النقص والفصل الی محلہ لان الغرم بالغرم بالعلم در پھر جب عیب والی چیز اس کو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بھی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اس کے محل میں اس واسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر معنی امام اس کو بیع ڈالے اگر ثمن ثانی اول سے کم ہو تو اگر بیع بمخلد چار غنس کے ہو تو اس میں ثمن پورا کر دے اور اگر غنس میں سے ہو تو اس میں سے دے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی وہیں رکھے جہاں کی بیع ہو کذا فی المنع و جب مشتری بمشتریہ عیباً و اراد الرد بہ فاصطلمی علی ان یدفع البائع الدرہم الی مشتری و لایرد علیہ جاز و یجوز جعل خطا من ثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے اس پر مصالحہ کیا کہ بائع چند درہم مشتری کو دے اور مشتری اس کو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاوے گا بحار الرائق میں کہا کہ یہاں تک ظاہر ہو گیا کہ خیابا لعیب باقی ہوتا ہے وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور اشتراط برأت ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے و علی العکس و ہوا ان یصلطی ان یدفع مشتری الدرہم الی البائع و یرد علیہ لایصح لان لا وجہ لغير الرشوة فلا یجوز اور بالعکس اس کے وہ یہ ہے کہ دونوں اس پر صلح کریں کہ مشتری چند درہم بائع کو دے کہ بیع پھیر دے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اسی دینے کی کوئی وجہ نہیں سوائے رشوت کے تو جائز نہ ہوئی کیونکہ رشوت حرام ہے سودا گروں کی اصطلاح میں اس کو احقنہ کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابونصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچھ دے بشرط اس کی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں و فی الصغری ادعی عیباً فصالحہ علی مال ثم برئ او ظہر ان لا عیب فیہ فللبائع ان یرجع مما دی ولوزال بمعالجۃ مشتری لا قینۃ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعویٰ لیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب نازل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اس میں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اس کو پھیر لے اور اگر عیب نازل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی القینۃ رخصی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان البیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا لیساوہ لایلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل بیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر بیع اس عیب کے ساتھ ہو اس میں موجود ہے قیمت میں برابر مومن مسمی کے اور اگر قیمت اس کی ثمن معین سے برابر نہ ہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے فروع مسائل ملحقہ شراح کے وکیل کتمان العیب فی بیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا بیع یا ثمن میں اس واسطے کہ غش یعنی تدلیس اور اختفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتوں میں حرام نہیں (۱) اولی الاسیر لو شری شیئاً ثم دفع الثمن مغشوشاً جاز ان کان حراً لا عبداً پہلی صورت یہ ہے



کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ٹمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام م اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ٹمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں اتنی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دیتے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید در حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں اتنی تو معلوم ہوا کہ اسیر بیع ہے نہ مشتری غور کر لے

کذا فی الطحاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیہ بجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ جبایات بآء موحده نہ بنون چنانچہ بعض غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے نطلم مال لیا جاوے کذا فی الطحاوی و فیہا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق اسکل الاتی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا بیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر وہ صورت میں فسخ نہیں سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد بیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحاوی عن البحر احذیہما لوالحال البائع بالٹمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل المحالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ٹمن کا حوالہ کیا پھر بیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا م صورت اس کی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ٹمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ٹمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استسنانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا انتہی

مختصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحاوی الثانیۃ لوباعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر مشتری وکان منقولاً لم یجز قبل قبضہ ولو کان منسجاً لم یجز و دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے بیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور بیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی م غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ بیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ ادا ماضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے و فی البرازۃ شری عبد افمن لم یصل حیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لان ضمان العمدۃ ومنعہ الثانی لان ضمان العیوب وان ضمن السرقة او الحرۃ ہو المجنون والعمی فوجده کذلک ضمن الثمن اور برائزہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عمدہ کی ہے اور ضمانت عمدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ٹمن کا ضامن ہے و فی الجواب الفتاوی شری ثمرہ کرم ولا یکن قضا فی الغلبۃ الزنا میر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان تنقص المبیع بتناول الزنا یرفع الفسخ لتفرق الصفقة علیہ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر قبضہ غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر لینے جس قدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔



## باب البیع الفاسد

یہ باب بیع فاسد کے احکام میں ہم بیع صحیح کو اس واسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی مصلحت ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے تا غالب مندرج ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہوں اور بیع فاسد کو اس واسطے مؤخر کیا کہ مخالفت دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو مندرجہ صلاح ہے اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہے اور اصطلاح شرع میں فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اس کا جواز اور صحیح ہونا مراد نہیں اس واسطے کہ فاسد ہونا اس کی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے تعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النہر المراد بالفاسد المنوع مجازاً عرفیاً فیعم ابطل والمکروہ وقذیرہ فی بعض الصحیح تبعاً فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب میں بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالبیع مذکور ہوتی ہیں ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہاء مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہیں جو تفرقہ کرتے ہیں فاسد اور باطل میں بخلاف اہل لغت کے کہ ان کے نزدیک فاسد اور باطل میں کچھ فرق نہیں کیونکہ لغت میں باطل بعضی فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقرہ میں بیع باطل وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع نہ ہوں اور حکم باطل عدم ملک ہے قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا اور مکروہ سے تحریمی مراد ہے مکروہ لغت میں ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ میں مکروہ وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع ہوں لیکن وہ منہی عنہ ہے بسبب مجاہد کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحاوی وکل ما اورث خلائی رکن البیع فهو مبطل وما اورث فی غیرہ ففسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن میں وہ مبطل بیع ہے اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور میں وہ فاسد ہے بیع کا م شرح بدیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی رجاہ اور قبول اور محل بیع یعنی بیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہ ہو اس طرح پر کہ رجاہ اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عامہ کے صبی غیر عین یا محنون یا بیع میں خلل پڑے بسبب اس کے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواستہ عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جس کا رکن محل خلل سے سالم ہو لیکن اس کے ضمن میں خلل واقع ہو اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سود یا یہ خلل ہو کہ بیع مقدور التسليم نہ ہو یا اس میں ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہے تو اس طرح کی بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اتنی تو بہتر یہ تھا کہ شارع یوں کہتا کہ جو مورد خلل ہے رکن بیع اور اس کے محل میں وہ مبطل ہے تو فقہاء کے مقتضائے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہے رکن بیع اور بیع سے یعنی مال متقوم اس واسطے کہ بنا بیع انہیں دونوں چیزوں پر ہے اور اصل ثمنے اسی کا نام ہے جس پر اس سے کیا بنا ہوا اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت نہ ہو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہے عقد کی کیونکہ عقد کے تابع ہے اور چنانچہ شرط مخالف مقتضائے عقد ہے کذا فی الطحاوی لبطل بیع مالیس بمال المال مایمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع در فخر التراب و نحوه باطل ہے بیع اس چیز جو ہو کہ مال نہیں مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اس میں دینا بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اس کے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اس کے چنانچہ قاذورات خالصہ نکل گئے ہم موجود کی قید درہ کے موافق اس واسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جس کی آدمی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی و قاذورات سے مل کر پانس ہو جاوے تو اس کی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہو گا کالدم المسفوح خرج بیع کبد و طحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیبی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل ان کی خون ہے لیکن جاری نہیں والمیدۃ سوی سمک و جراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفھا و بخنق و نحوه



کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ٹھمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام م اشیاہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ٹھمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں اتنی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دیتے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید در حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں اتنی تو معلوم ہوا کہ اسیر بیع ہے نہ مشتری غور کر لے

کذا فی الطحاوی یعنی شارح نے اشیاہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ امیر کو مشتری قرار دیا الثانیہ بجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشیاہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشیاہ ہم جبایات بآہو مدہ نہ بنون چنانچہ بعض غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے ظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحاوی وفیہ رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق اسکل الاتی مسئلتین اور اشیاہ میں ہے کہ پھیر دینا بیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو صورت میں فسخ نہیں ہو سکتا

حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد بیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحاوی عن ابو احمد یہاں لو حال البائع بالٹمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل الحوالہ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ٹمن کا حوالہ کیا پھر بیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا م صورت اس کی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا یقیناً ٹمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ٹمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا یا خیار الردیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحضار اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا اتنی

ملخصاً اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحاوی الثانیہ لو باع بعد الرد بعیب بقضاء من غیر مشتری وکان منقولاً لم یجز قبل قبضہ ولو کان منسجماً لم یجز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے بیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور بیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتا م غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ بیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے و فی البرازیۃ شری عبد الفضل رجل عیوب فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لان ضمان العمدۃ ومنہ الثانی لان ضمان العیوب وان ضمن السرقة او الحرۃ او الجنون او العمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور برزازیہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عمدہ کی ہے اور ضمانت عمدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ٹمن کا ضامن ہے و فی الجواب ہر الفتاوی شری ثمرہ کرم ولا یکن قاطعاً الغلبۃ الزنا میر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان تنقص المبیع بتناول الزنا بطل الفسخ لتفرق الصفقة علیہ اور جواب الفتاوی میں ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر قبضہ غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر لیتے ہیں قدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔



یا سولے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ تبیین انہ ذکر الضمیر تذکر الخیر عبید و عکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہے جس کا غلام ہونا ظاہر ہو اور بالعکس اس کے یعنی اس غلام کی بیع جس کا لونڈی ہونا ثابت ہو باطل ہے بخلاف جانوروں کے مصنف ضمیر تذکر لایا بسبب تذکر خبر کے والاصل ان الذکر والانتی من بنی آدم جنسان حکما فی بطل و فی سائر الحيوانات جنس واحد فیصح و یتخیر لغوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ زرا اور مادہ بنی آدم میں دو جنسیں ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں زرا اور مادہ ایک جنس ہیں تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب فیہ کے م آدمی میں زرا اور مادہ اس واسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے میں اغراض بکثرت متفاوت ہیں بخلاف بہائم کے کہ ان میں چند ان تفاوت اغراض نہیں تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمد اول من کافر بزانیۃ و کذا ما صنم الیہ لان حرمتہ بالنسب اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جس کے ذبح کے وقت نام خدا اعمدا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اس کو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیۃ کے ملا کر بیچے اس واسطے کہ متروک التسمیۃ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے م متروک التسمیۃ عمد امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اس کا مسلم ہو اس واسطے کہ نام خدا پر مسلم کے دل میں ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیۃ عمد مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اس کے ہاتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے کہ مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اس کا جواب دیا کہ متروک التسمیۃ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نص میں بساغ اجتہاد نہیں تو یہ اختلاف معتبر نہیں اور حکم قاضی بھی نافذ نہیں و بیع الکرب و کری الا شہار لانہ لیس بمال منقوم بخلاف بیع بناد و شجر فیصح اذا لم یشرط ترکہا ولو الجبۃ اور کھیت جوٹنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال منقوم ہے تو بیع اس کی صحیح ہے بشرط اس کے عدم ترک کے کذا فی الولو البیم یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اس میں بل چلایا اس میں پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہو گیا یا اس کی مدت منقض ہو گئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال منقوم نہیں کذا فی الخطاوی و مافی حکمہ لے حکم مالیس بسال کام الولد و المکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہؤلاء باطل اے بقولہ فلم یملکوا بالقطن ابتداء فصیح بمعہ من انفسہم و بیع قن ضم الیہم در اور جو چیز کہ حکم مذکور میں ہے یعنی جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو ان کی بیع باطل ہے یعنی باعتبار انجام کار باطل ہے تو اشخاص مذکورین مملوک نہیں ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہیں ان کی بیع باعتبار ابتداء کے تو ان کو بیچنا خود ان کی ذات سے صحیح ہے اور اس مملوک کی بیع صحیح ہے جو ان کے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر حرکی بیع ابتداء اور بقاؤ دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل ان میں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار کے ان کی بھی بیع باطل ہے اس واسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اس کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر میں فی الحال محقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر ان کی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جائیں کذا فی الخطاوی و قول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل موقوف ضعیف فی البریان المزج اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء بیع ام الولد و صح فی الفسخ نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر قضاء اور مدینی و نہر علیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی ان کی بیع باطل لہ الکرب و الکرب آثارۃ الارض للزرع و کری الا شہار حضرت ۱۲



موقوف ہے تصنع کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مزج اشترط رضا مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضائے ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قضائے تصحیح ہے میں کہتا ہوں کہ قوی تر یہ ہے کہ قضائے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے حکم اول کے جاری رکھنے میں یار د کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر مجہول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر مجہول ہے جب قاضی نے قاضی اول کو جاری کر دیا ہو بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروقؓ اس کی بیع کے مجوز نہ تھے اور علیؓ مرنی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اس کے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گیا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروسی میں ہے کہ قضائے بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروايتين یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یوں ہے کہ قضائے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہے والا باطل اور یہ وجہ الا قایل ہے کذا فی الطحاوی عن العینی و فی السراج ولد ہولاء کہم دیع مبعض کحر اور سراج میں ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد ان کے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور عبد متق البعض حر کے مانند ہے بطلان بیع میں و لطل بیع مال غیر متقوم اے غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اس کو یاد رکھنا چاہیے ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احرار از غیر محرر چنانچہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں مراد ہے کذا فی الطحاوی کخر و خنزیر و میتہ لم تمت حتف النعمان بل بالحق و نحوه فانہا مال عند ذمی کخر و خنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سوراوہ مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابے اور مانند اس کے چنانچہ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سورہ و ہذا ان بیعت بالثمن اے بالذین کدر اہم و ذانیہ وکیل و موزون بطل فی اسکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر و فسد فی العرن فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنی شراب اور سوراوہ مردہ اگر ان کی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور سکیل اور موزون سے تو بیع اور ثمن اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر ان کی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہو گا قبضہ کرنے سے اس کی قیمت دے کر کذا صرح ابن کمال و لطل بیع قن الی حر و ذکیۃ ضمت الی میتہ ماتت حتف النعمان قید یہ شکون کا حر و ان سخی ثمن کل اے فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہے بیع اس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنی جہا جہا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک و مبنی الخلاف ان الصفقة لا تعد بحد و تفصیل الثمن بل لا بد من تکرار لفظ العقد عندہ خلافا لہما اظاہر النہایت یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بنائے خلاف یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا بحد و تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد میں مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایت کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد نصیم حر اور بیع ذبیحہ نصیم میتہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مدبر و نحوه او قن غیرہ و ملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانہ کا حر بخلاف العامر بالمعجمۃ الخراب فکمد بر اشباہ من قاعدۃ لادار الخ الحرام والاحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اس کے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مل مملوک

۱۲ بعض نسخ میں معنی البعض اس لفظ کی جگہ ہے اور مرد اس سے یہ ہے کہ جس غلام کا کوئی حصہ آدھایا تھائی وغیرہ آزاد ہو گیا ہو۔ ۱۲



کی تو ملا گیا وقت کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اس واسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ مل کر ہے تو اس کی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اس کے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ تصریح اشیاء میں ہے بخلاف اس قاعے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکومایہ فی الاصح خلافاً لافقی بہ الملا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح میں برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی مرحوم کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اس کے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہے نہ الفائق میں اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصریح کی ہے فیصح بکفہ فی القن وعبہ والملك لانها مال فی الجملة تو صحیح ہے بیع بقدر اس کے حصے کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اس واسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملة مال ہیں ولو باع قریہ ولم یستن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اولیٰ اگر ایک گاؤں بیچا اور وہاں کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثناء نہ کر لیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی العینی م بمرار التی میں محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اس میں کے مساجد اور مقابر کو استثناء نہ کر لیا تو قول اصح یہ ہے کہ ملک میں بیع صحیح ہے اس واسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنیٰ ہیں طحاوی نے کہا کہ بمرار التی کا قول اولیٰ ہے اس واسطے کہ جو عرف میں معلوم ہے وہ مشروط کے برابر ہے کما یطل بیع صبی لا یعقل و مجنون شیئاً بیع باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو غیر عاقل کی قید اس واسطے لگانی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرعاً منع ہے اور اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے ولوکل وریح آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوباً بہ باز کسفرین وبعوا کتفی فی البحر مجرد غلطہ تراب اور باطل ہے آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جس پر مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوہ اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بمرار التی میں اکتفا کیا ہے مجرد اس کے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ہم طحاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونوں کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہو گئی اس کا جواب یہ ہے کہ جو بیع کا مدار علت ارتفاع پر ہے اور غلط سے ارتفاع جائز ہے نہ بدول غلط کے وشعر النسان لکرامۃ الادی ولو کا فرائد ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کا فر ہو مصنف وغیرہ نے اس کو سور کے بال کی بحث میں مذکور کیا ہے و بیع مالیس فی ملکہ بطلان بیع احدوم وملا خط العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے ہم معقود علیہ کی شرط ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اس کے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اس کے پاس نہیں تو وہ نہ اس کی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے احد جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے اس کی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ حمل اور حقن کا دودھ اور شر اور زرع قبل از ظهور اور بیج از بونہ کے اندر اور گشلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی النسخ لا بطریق السلم مانع صحیح لا علیہ الصلوۃ والسلام من بیع مالیس عند الانسان در خص فی السلم اور جو چیز آدمی کے پاس نہیں اس کی بیع بطریق سلم باطل نہیں بلکہ وہ صحیح ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اس کی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور درخصت دی سلم میں ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کروں پھر اس کو بازار سے خرید کر دیا کروں فرمایا لا تبیع مالیس عندک یعنی نہ بیع اس کو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی التیسر و بطل بیع من فی الثمن فیہ لانعدام الرکن وهو المال اور باطل ہے وہ بیع جس میں فنی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہ ہونے رکن کے یعنی مال اگر سکوت ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکم عدم ملک المشتري ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ملک البیوع عندہ



لأنه أمانة وصح في القينة ضمانه قيل وعليه الفتوى اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری بیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو  
 تو مشتری پر تاوان نہیں اگر بیع اس کے پاس ہلاک ہو اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور قینہ میں تاوان دینے کی تصریح کی ہے بعضوں نے کہا اسی قول  
 پر فتویٰ ہے ہم حموی میں ہے کہ مشتری کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قینہ میں وجہ صحت یہ مذکور ہے کہ مشتری نے اس کو اپنی ذات کے واسطے قبضہ  
 کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خاں سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قول صحیح ہیں کذا فی  
 الطحاوی وفيها بيع المحرمي اياه او ابنه قيل باطل وقيل فاسد وفي وصايا بيع الوصي مال اليتيم لغبن فاحش باطل وقيل فاسد وبيع اور قینہ میں  
 ہے کہ بیچنا حرمی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضوں کے نزدیک باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور قینہ کی وصایا میں ہے کہ بیچنا وصی کا  
 یتیم کے مال کو بہ نقصان صریح باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور اس کی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک م فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ در صورت  
 باطل ہونے کے بعد قبض بیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہے وفي التنف بيع المضطر وشرائه فاسد اور زنت میں ہے کہ مضطر کا بیچنا اور  
 خرید کرنا فاسد ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کی طرف با مضطر حاجت مند ہے اور بائع اشیائے مذکورہ کو نہیں  
 بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کر کے اور اسی طرح مضطر سے خرید کرنا نہایت ثمن کو کم کر کے کذا فی المنع ابو داؤد میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ  
 نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بيع المضطر یعنی حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر وفسد بیع ماسکت لے وقع  
 السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس میں سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے  
 خرید کیا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن تصریح ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع بقیہ جیسے بیع بیع  
 کی بقدر اس کی قیمت کے فاسد ہے یعنی بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہے وفسد بیع عرض ہو المتاع القیمی ابن کمال بخمر و عکسہ  
 فینعتقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں نہ شراب  
 میں بہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال نور دہیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہیں وفسد بیعہ  
 اے العرض یا ام الولد والمکاتب والمدخولون تقابلضام ملک مشتری للعرض لما رانهم مال فی الجملة اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی  
 کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر متعاقدین تقابلض بدلیں کریں گے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اس واسطے کہ مذکور  
 ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملة مال ہیں بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملك صدر الترتیبة  
 اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ میں نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اس کی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا مکیل اور موزون  
 سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو سزاوار یہ ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم  
 اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اس واسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اس لیے کہ تقوم اراز سے ہوتا ہے اور ارازیہاں حاصل نہیں  
 او صید ثم الفی فی مکان لا یؤخذ منه الا بحیلة للعجز عن التسليم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اس میں  
 سے گرفتار نہیں ہوتی مگر جال کے جیلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان اخذ بدو نہا صح ولہ خيار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑ  
 لے جائے بدو جیلہ جال کے تو بیع اس کی صحیح ہے اور مشتری کو خيار الرویۃ ہے الا اذا دخل بنفسه ولم یسدد مدخله فلو سده ملک مگر جب کہ مچھلی  
 خود حوض میں گھس گئی اور اس نے اس کا مدخل بند نہ کر دیا تو اس کی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اس نے اس کا مدخل بند  
 کر دیا تو اس کا مالک ہوگا اس واسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ہے ملک کا جیسے جال میں پڑنا موجب ملک ہے بحوالہ ائقی میں ہے



کہ جب مچھلی حوض میں گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور بیع اس کی بموجب تفصیل مذکور کے ہے یعنی در صورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح اور بعضوں نے کہا کہ مطلقاً بیع صحیح نہیں ہوا اسلئے عدم اراز کے اور خلاف اس صورت میں ہے جب کہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحاوی ولم تجز اجماعہ برکتہ ليعاد منها السمک بحر اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اس میں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر و بیع طیر فی السواء لا یرجع بعد ارسالہ من ید و اما قبل صیدہ فباطل اصلاً بعدم الملك اور فاسد ہے بیع ان پٹریوں کی ہوا میں جو پٹ نہیں آئیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور ان کا بیچنا قبل ان کے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے م یعنی اگر پٹریا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی پھرتی ہیں اور اس کی پٹ آنے کی عادت نہیں تو اس کی بیع فاسد ہے اگر ہنوز اس کو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دواہم یا دانیہ سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحلی وان کان یطیر و یرجع کا لحم صحیح وقیل لا و یرجع فی النہر اور اگر پٹ یا ایسی ہو کہ اڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو پٹ کر چنا پنچہ پالو کیو نہ تو اس کی بیع اڑنے کی حالت میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجمہ دی نہ الفائق میں ہم وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنا پنچہ تجویز ہلاک بیع قبل قبض مانع نہیں پھر در صورت عروض ہلاکی بیع منفع ہوتی ہے اسی طرح یہاں در صورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع منفع ہوگی کذا فی الفتح نہ الفائق میں کہا اس میں نظر ہے اس واسطے کہ شریعت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے ولذا بندہ اگر نیت کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہے کہ جواز بیع در صورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہیں اس واسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعویٰ بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع منفع ہو جاوے گی بخلاف بندہ اگر نیت کے کہ عادت میں اس کا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحاوی صی الحموی و بیع الحمل لے الجنین و جزم فی البحر بطلانہ کا لنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق میں اس کے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند مصنف نے باتباع صاحب درمنا محل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برمان اور حموی میں اس کو باطل کہا ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اس کی خبر بد سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد و الترمذی وابن ماجہ اور اس واسطے کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحاوی و امتہ الا حلفا الفسادہ بالشرط بخلاف ہبہ و وصیتہ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوائے اس کے محل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدوں محل کے صحیح ہے ولبن فی ضرع و جزم البرجندی بطلانہ اور فاسد ہے دودھ کی بیع حقن کے اندر اور برجندی نے اس کے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کے چند وجوہ ہیں معلوم نہیں کہ حقن میں دودھ ہے یا یہ ۱۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت میں غالباً نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اس طرح پر کہ تخلیص اس کی متصور نہیں ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اس کی سختی روایت کی اور صوف علی ظہر غنم کی کذا فی الطحاوی ولو لونی صدق للخری اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ نیستی کے یعنی اس کا وجود اور مقدار معلوم نہیں و صوف علی ظہر غنم و جوزہ الثانی و مالک اور فاسد ہے بیع ادنیٰ کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اس کو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو بیع غیر بیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر و فی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم یقلب صحیحاً اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو یہ بیع منقلب ہو کر صحیح نہ ہو جاوے گی و کذا اکل ما اتصاف خلقی کجلد حیوان و لوی تمر و بندہ بطبع لما رآہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدا نشتی ہو جیسے کھال جانور



کی اور گھٹلی کھجور کی اور بیج خرپوتے کا کہ اس کی بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیاے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں و انما صحواً بیع الکرات  
و شجر الصفصاف و اوراق التوت باغضائہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شاخوں کے ساتھ فقہائے صحیح کہا ہے  
فقط رواج کے سبب سے یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہوں کے اس قول وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی اس واسطے فاسد ہے کہ وہ  
نیچے سے بڑھتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا  
ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنی  
تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہیں ہوتی لیکن قینہ میں ہے  
کہ توت کی بیع اس وقت صحیح ہے جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحتہ یا عرفاً کذا فی الطحاوی و فی القینۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ لستہ مجاز  
ولستین لالانہ لیشبہ موضع قطعہ عرفاً اور قینہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے  
اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اس واسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہو گا تو نزاع متصور ہے و ہذرع معین  
فی سقط اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحاً ابن کمال اور فاسد ہے بیع اس شہتیر اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہے اور غیر معین کی  
بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صرح ابن کمال م معین شہتیر اور کڑی کی بیع اس واسطے ناجائز ہوئی کہ اس کی تسلیم میں  
لزم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر دوسری جہالت بیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری  
سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی و ذراع من ثوب  
یضرہ التبعض فلو قطع وسلم قبل فسخ مشتری عاد صحیحاً ولولم یضرہ القطع لکرباس جائز لا تنفاد المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے  
جس کو پھاڑنا ضرر کرتا ہے جیسے عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری  
کے تو بیع پھر صحیح ہو جائے گی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہ ہو جیسے ایک گز کا پھاڑنا تھکان سے تو بیع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کم مانع  
بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھکان میں ضرر مذکور محال نہیں لہذا اس کی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا  
تو اس واسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اس کے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کتا فلو قطع اور قطع  
تا شہتیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اس کا ترجمہ زیادہ کر دیا و ضربۃ القائف و لون الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایک بار  
جال لگانے اور کھینچنے کی قائف و لون عبارت ہے شکار کرنے والے سے صورت اس کی یہ ہے کہ شکاری کے کہ میں نے تیرے ہاتھ  
اس کو بیچا جو ایک بار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اس کے احتمال ہے کہ شکار جال میں آئے  
یا نہ آئے کذا فی المنع والقائف بغین معجمہ الغواص اور فاسد ہے بیع غواص کے ایک بار غوطہ لگانے کی غائف بغین معجمہ و صاد مملہ غوطہ مارنے  
والام صورت اس کی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایک بار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعض اتنے مال کے  
اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی و البیوع فیہما باطل للخرید بخر و الکمال و ابن کمال قال المصنف وقد نظم ملاحظہ فی ملک الفاسد  
فتبعہ فی المختصر و بحسب ان یراد بہ الباطل لانہ مما لیس فی ملکہ کما مر اور بال لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے غرض کے سبب سے کذا فی  
البحر والنہر والفتح والا یضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملاحظہ فرمائیے اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پر و یا سو میں بھی ان کا پیر ہو گیا اس  
مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اس واسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چنا پچھ گزر گیا کہ جو چیز آدمی کی



ملک میں نہیں اس کی بیع باطل ہے سوائے سلم کے والمزائنتہ ہی بیع الرطب علی النخل تمبر مقطوع مثل کیدہ تقدیرا شروع مجمع ومثل الغنہ بالزبيب غنایہ للنہی ولشبهۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطباً جازلاً لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزائنتہ وہ بیع ہے ترکھور پکی کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اس کے پیمانے کے گمان اور انکل سے کذا فی شروع الجمع اور مانند اس کے انگور کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذا فی الغنایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شایع کے اور بیاج کے شبہ سے بسبب احتمال کی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور نہ ہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس میں شبہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب میں تفسیر مزائنتہ یوں مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالمثلۃ علی راس النخل تمبر بالتاء المثناة لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اس واسطے کہ ثمر ثناء مثلاً عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزائنتہ یہی بہتر ہے جو شارح نے کی والملا مسۃ للسلعة اور فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا م مغرب میں ہے کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب کہ تو نے میرا کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتفی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہوں اتنے کو ہو جب کہ میں تجھ کو چھوؤں اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اس طرح کہے کہ انی الطمطاوی فتح القدیر میں کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلاتال چھوے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جائے بلاخیار الرؤیۃ اور یہ اس طرح پر کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا الپٹا ہو والمنا بذلے نذہا للمشتري اور فاسد ہے بیع المنا بذلہ یعنی بیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلاتال و بلاخیار فسخ والقاء الحجر علیہا اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اس پر بیع واقع ہو بلاتال و بلا روت و بلاخیار کے اس کے بعد وہی مس بیوع الجاہلیتہ فہی عنہا کلمۃ عینی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحدودہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع میں سے ہے اور شرع میں ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہیں اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البہرہ ان بیوع میں وجود قمار ہے بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا ہائے نے یوں کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جس کو تو ہاتھ لگائے تو میں نے تیرا ہاتھ اس کو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہیں باطل نہیں بواسطہ عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اس واسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہے ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطمطاوی صحیحین میں ابو سعید خدی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع العزرا و بیع الحماۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزائنتہ اور محاقہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقہ یہ کہ گھوڑوں کو اس کی بالیوں میں پیچے بعض گھوڑوں کے برابر پیمانے میں ظن و تخمین سے کذا فی التہر و بیع ثوب من ثوبین او عہد من عہدین لجمالتہ البیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلاموں میں سے بسبب جمالتہ بیع کے یعنی معلوم نہیں کہ دو کپڑوں میں سے کون کپڑا یا دو غلاموں میں سے کون غلام بیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہیں جانتا کہ کس کو تسلیم کرے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بھرا راتی میں قیمت والی چیز کی اس واسطے قید لگائی کہ بیع مہم کی مثل میں جائز ہے فلو قبضہا و ہلکا معا من نصف قیمتہ کل اذا الفاسد معتبر بالصالح پھر اگر مشتری نے دونوں کپڑوں یا غلاموں پر قبضہ کیا



اور دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اس واسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے م ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اس واسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمت ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہیں دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونوں میں شائع ہو گئی کذا فی المنع اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑوں پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک میں مشتری مختار ہے پھر دونوں ضائع ہو گئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اس پر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن بیع صحیح میں کذا فی البحر و لومرتبہ فی قیمت الاول لتعذر ردہ اور اگر دونوں کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہو گئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اس کا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی در صورت تعذر رد مالک اس کا مضمون ہونا متعین ہو گیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن و ہذا اذالم بشرط خیارات التعیین فلو شرط انذایہما شاء جاز لما سرا و تعین مضمون میں ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اس نے دعویٰ کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اس کی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے اس وقت ہے جب کہ مشتری نے خیارات التعیین کو شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دین سے جس کو پاس ہے تو بیع جائز ہے خیارات التعیین میں مذکور ہو چکا و المراعی اے الکلاء و اجارہ تہا انا بطلان بیعہا فلو علم الملک لحدیث اناس شرکاء فی ثلث فی الماء و الکلاء و النار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اس کا بطلان اس کی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں م ابو داؤد میں حدیث مذکور بایں لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء و الکلاء و النار بحر الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور جانوروں کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک اس میں برابر ہیں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انکار الینابذوں اذن مالک جائز نہیں اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنوں میں رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اس واسطے کہ در صورت برتن میں بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے ان کا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر ایک شخص نے پانی سپنج کر گھاس جمائی ہو تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہاء کا خلافاً للقدوری کذا فی الطحاوی تبصرۃ و اما بطلان اجارہ تہا فلانہا علی استہلاک عین ان کمال اور گھاس کجاے کا بطلان اس واسطے ہے کہ یہ اجارہ شے مباح نے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ غنی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہ ہوگا کذا فی البحر ہذا اذابت بنفسہ وان ابتہ لیسقی و تربیۃ ملک و جار بیعہ عینی وقیل لایہ یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اس وقت ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر اس کو پانی دے کر اوپر ورش کر کے جمایا ہو تو اس کا وہ مالک ہے اور اس کی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال و بیع القفیل و الرطبۃ علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ او لیرسل دابتہ فتاکلہ جاز و ان لیتکرہ لم یحز عینی نے کہا اور خودیہ اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اس واسطے ہے کہ اس کو کاٹ لے یا اس واسطے کہ اپنے جانور کو اس میں پھوڑے کہ اس کو کھالے تو بیع جائز ہے اگر اس واسطے ہے تا مشتری اس کو قائم رکھے تو جائز نہیں م قفیل بقاف و صاد مملہ خودیہ ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اس کو بولتے ہیں فارسی میں اس کو سپست کہتے ہیں و حیلۃ ان لیتا جاز الارض لغرب فسطاطہ اولایاقاف دواہ او لمنفقۃ اخری قفیل و مراح و تمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو زمین اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے



واسطے یا اپنے چھ پالیوں کے ہاندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدمی دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانوروں کے بھلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اس کا اشہاء کے وقت میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطلب حاصل ہیں منافع مذکورہ بھی اور وہاں کی گھاس بھی و بیاع دود القز اسے الابر جسم و بیضہ اسے بذرہ و ہوزر الفیلق الذی فیہ الدور اور جائزہ ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اس کے انڈے کی یعنی اس کے بیج کی جس کو عرب بذر الفیلق کہتے ہیں جس میں ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے و النخل المحرز و ہود و العسل اور جائزہ ہے بیع نخل محرز کی یعنی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسليم کی اس طرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اس کی بیع ہو کہ ذانی الطحطاوی و ہذا عند محمد و بہ قالت الثلثہ و بہ یفتی علی و ابن ملک و خلاصہ و غیرہ اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اس کے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلاثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتویٰ ہے کہ ذانی العینی و ابن ملک و الخلاصہ و غیرہ ہم نخل محرز کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعاً مقدور التسليم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہیں جیسے خجور گدھے کی بیع کہ ذانی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اس کے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کہ ذانی الطحطاوی و اجازہ البلیث بیع العلق و بہ یفتی للی بوتہ مجتبیٰ اور فقیہ البلیث نے علق کی بیع جائز رکھی جس کو فارسی میں زلو اور ہندی میں کیڑی اور چونک کہتے ہیں اور اسی کا فتویٰ ہے بسبب حاجت اور ضرورت کے کہ ذانی المجتبیٰ بخلاف غیرہ من الہوام فلا يجوز اتفاقا کبیات و منب و مانی بحر سلطان الاسمک و ما جاز الانتفاع بجلدہ او غطرہ و الحاصل ان جواز البیوع یدور مع حل الانتفاع مجتبیٰ و اعتمدہ المصنف و سببی فی المتفرقات بخلاف اور کیڑوں کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ ان کی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گدھے اور ان حیوانات کی جو دریا میں رہتے ہیں کہ ان کی بیع جائز نہیں سوائے پھلی کے اور اس ہانود کی جس کی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کہ ذانی المجتبیٰ اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اس کا بیان باب المتفرقات میں آوے گا فرع مسئلہ طحطاوی شارح کا انما تجوز الشریکۃ فی القز اذا کان البیض منھا و ہو بینھا النصف الا اثلاثا فلو دفع بزر القز او لبقرة او دبا جالاً اخر بالعلف مناصفۃ فالخارج کلہ لئلا ملک لحدوثہ من ملک و علیہ قیۃ العلف و حرر مثل العامل علیٰ طحطاوی و مشد و دفع البیض کما لا یخفی شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونوں شریکوں کے ہوں اور عمل یعنی پرورش بھی دونوں سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھ ہوں آدھ نہ تین تھائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دین نصفانصاف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہوں گے جو اسطے پیدا ہونے کے اس کی ملک سے اور مالک پر چارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کہ ذانی العینی طحطاوی اور اس کے مانند ہے انڈوں کا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں ہم فتاویٰ عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا جملہ یہ ہے کہ انڈوں کا مالک آدمی سے انڈے اور مرغیوں کا مالک آدمی مرغیاں اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر مرنے سے ابراہ کرے تو اب جو کچھ پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصفانصاف ہوگا کہ ذانی الطحطاوی و لابق و لو لطفلة او التیمم فی حجرہ و لو وہیہ لھا صح عینی و مانی الاشہاء تحریف نر اور فاسد ہے بیع غلام گرجیتہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر سے یا اس یتیم سے جو اس کی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اس نے طفل یا یتیم کو غلام گرجیتہ ہیہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشہاء میں ہے وہ تحریف ہے کہ ذانی النہرم نر الفائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہیہ درست ہے اور اور خانیہ کے بیٹے نئے میں اس کے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخہ میں اس کے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخہ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشہاء کی طرف اس واسطے کہ اشہاء



کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الخطاوی والنہر الا من یرغم انہ اسے الالباق عندہ فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گرختہ کی بیع فاسد ہے مگر اس صورت سے بیچنا فاسد نہیں جس کو یہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام گرختہ اس کے پاس موجود ہے تو اب اس کی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے اس کے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وہاں یصیر قابضاً ان قبضہ لنفسہ او قبضہ ولم یشہد نعم اور کیا مشتری اس کا قابض ٹھہرے گا یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نے اس پر قبضہ کیلئے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسی کو گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا یعنی اس واسطے کہ یہ غصب کا قبضہ ہے اور وہ بجائے قبضہ عن البیع ہے کیونکہ وہ قبضہ ضمان ہے قبضہ بیع کے مانند وان اشہد لالانہ قبضہ امانہ فلا ینوب عن قبضہ الزمان لانه اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گرختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگوں کو گواہ کیا ہے کہ میں اس کے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ یہ قبضہ امانت ہے تو وہ قائم مقام قبضہ ضمان کے نہ ہوگا اس واسطے کہ قبضہ ضمان قوی تر ہے قبضہ امانت سے کذا فی العناہیم اگر غلام مذکور ہلاک ہو گا مشتری کے پاس قبل تجدید قبضہ کے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا نہ مشتری کا والاذا الباق من الغاصب فباع المالك منه فانه یصح لعدم لزوم التسليم ذمیرۃ اور بیع غلام گرختہ کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرۃ ہم یہ قول عطف ہے الا من یرغم پر ولو باع ثم عاد وسلم یتیم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتیم علی القول بطلانہ وہو الا ظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایۃ وغیرہ ما وہ کان لیتی البیعی وغیرہ بجر این کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گرختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اس کو مشتری کے قبضے میں کر دیا تو بیع تمام ہو جائے گا یہ مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسی کی تریج دی ہے ابن ہمام نے اردو میں قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اس کے باطل ہونے کے قول پر یعنی جن کے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور وہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسی کا فتویٰ دیتا تھا کذا فی البحر ابن کمال ہم فتح القدیر میں ہے کہ بطلان بیع غلام گرختہ مختار مشائخ بلخ اور بلخی ہے ثلثۃ مشکئہ وجیم کذا فی الخطاوی ولین امرأۃ ولوفی وعاد ولو اتمۃ علی الا ظہر لانه جرد آدمی والرق مختص بالحمی ولا حیاء فی اللبن فلا یجوز الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اس واسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا یا نڈار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اس میں ملک کا حلول نہیں وشعر الخنزیر لینی سستہ عینہ فانه یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الانتفاع بہ لفزورۃ الخرز حتی لو لم یوجد بلانہن جاز الشراء للضرورة وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافاً ل محمد شیل ہذا فی المنتوف اما المجزور فظاہر عنایۃ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اس کے نجس ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانگنے کی ضرورت سے یہاں تک کہ اگر بدوں ٹن کے نہ ملے تو اس کا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اس کی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک نہیں ٹن اس کا اور بال اس کا پانی کو بقول صحیح فاسد ہے یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اٹھاڑے ہوئے بال میں اور تراشا ہو بال ظاہر ہے کذا فی العناہیم سور کا بال سرے پر سخت ہوتا ہے انگلی کے مقدار اور بعد اس کے نرم ہوتا ہے تاکہ میں گرہ دینے کے لائق کذا زمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیاں اور موزے سنتے تھے جیسے اب سوزن سے سینتے ہیں وعن ابی یوسف یکرہ الخرز بلانہ نجس ولذا لم یطیس السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القسستانی ولعل ہذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یجوز اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اس کو قسستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا



علمائے سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اس کی کچھ حاجت نہیں یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں تھا۔  
 بھرنے کہا کہ ظاہر الکلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جب کہ اس کے سوا اور چیز سے درخت متصور ہو تو اس سے فائدہ  
 لینا جائز نہیں کذا فی المطحطاوی و جلد مینتہ قبل الدلیغ لوبالعرض ولو بالتمن فباطل ولم یفصلہ ہونا اعتماد علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فائدہ  
 ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اس کی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کچے چمڑے کی شے یعنی چاندی یا سونے سے ہو تو بطل  
 ہے اور مصنف یعنی صاحب در نے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے وانی محشی در نے اس کو یاد  
 رکھنا چاہیے ولعدہ اے الدلیغ بیاع الابلہ انسان و خنزیر و حیۃ اور بعد دباغت کے یعنی چمڑا لپکانے کے اس کی بیع جائز ہے مگر آدمی  
 اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں و ینتفع بہ بطہارتہ حیث نہ لایغیر الاکل ولو بجلدہ ماکول علی الصیغ سراج لقولہ تعالیٰ حرمت علیکم للہیتہ  
 و ہذا جزاءہ اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اس کے پاک ہو جانے کے اس وقت میں انتفاع جائز ہے سوائے اس کے  
 کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صیغ بدلیل حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ تم پر حرام کر دیا جانور مردہ اور یعنی کھال مردہ  
 مردہ کی و فی الجمع و تجزئہ بیع الدہن المتشبنس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الدوک اور جمع میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور  
 اس سے فائدہ لینا سوائے کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چربی میں جلا نا سوائے مسجد کے و دیک عبارت ہے  
 چربی اور ہڈیوں کے گودے سے کذا فی المطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منها لعصا و صوفہا کما مرقی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے  
 کی اس چیز سے جائز ہے جس میں زندگی مہول نہیں کرتی چنانچہ اس کا پھٹا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پراور چوچ  
 اور ہم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ ان میں حیات کا دخل نہیں کہ موت داخل کرے اور ہاتھی کے دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع  
 لینا جو چھ لائن اور سوار ہونے اور قاتلہ کرنے کے جائز ہے کذا فی المنع و فسد شرائع ما باع بنفسہ او لو کیدہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ  
 بالاقول من قدر التمن الاول قبل نقد کل التمن الاول صورتہ باع شیئاً بعشرۃ دلم یغیب التمن ثم شرائعہ بحسبہ لم یجز وان رخص السعر للرواۃ لاشاق  
 اور جو چیز بذات خود اپنے وکیل نے بھی اس کا خرید کرنا اس سے جس نے اس کو خرید کیا اگرچہ مشتری مکی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بولی  
 کمتر ثمن کے ثمن اعلیٰ کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہے صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر  
 اس کو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزاں ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاع کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذمب کے  
 ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا  
 فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اس واسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل ثمن کی قید اس واسطے لگائی  
 کہ بعد قبض کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہے گا تو خرید جائز نہ ہوگی کذا فی المطحطاوی  
 و شرائع من لا تجوز شہادۃ لہ کابنہ واریہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز الینا خلافاً لہما فی غیر عبدہ و مکاتبہ اور خرید کرنا اس کا جس کی گواہی بائع  
 کے فائدے واسطے جائز نہیں چنانچہ اس کے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اس کا خرید کرنا بھی جائز نہیں بخلاف  
 صاحبین کے کہ ان کے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوائے اس کے غلام اور مکاتب کے ولایہ لعم الجواز  
 من اتحاد جنس الثمن و کون البیع بجاہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب البیع جاز مطلقاً لکوا شراہ بازید و بعد النقد اور ضرور ہے علم ہوا  
 کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور بیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا بیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع



جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنایر جنس واحد فی ثمان مسائل منها ہذا فی قضاء دین شفعة واکراہ مضاربت ابتداء و انتہاء و بقاء و امتناع مراجعہ ویزاد زکوۃ وشرکات و قیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف مغنیاً الی العمادیۃ اوردراہم اوردنایر ایک ہی جنس ہیں آٹھ مسئلوں میں از انجلہ یہ مقام ہے اور ادائے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں باعتبار ابتداء اور انتہاء بقا کے اور امتناع مراجعہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوۃ اور شرکات اور اشیائے متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اس کو مصرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کی طرف نسبت کر کے اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اس کو دنایر سے خرید کیا جسکی قیمت کمتر ہے دراہم سے تو جائز نہیں اس واسطے کہ باعتبار اسخسان دراہم اوردنایر یہاں متحد الجنس ہیں اور ادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اس نے ادائے دین میں پہلو تھی کی پھر اس کے دنایر قاضی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنایر کو دراہم سے بدل کر ادائے دین کرے اور غیر دنایر کے مال سے قاضی ادائے دین نہیں کر سکتا امام کے نزدیک خلافاً للصحیحین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفعہ کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درہم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنایر سے گھر خرید کیا جن کی قیمت ہزار درہم ہیں یا زیادہ تو اس کو دراہم کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درہم کو بیچے سو اس نے پچاس دینار کو بیچا جن کی قیمت ہزار درہم ہے تو بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر کبلی یا وزنی یا اسباب سے جس کی قیمت اتنی ہے بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتداء مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اتنے درہم دیئے جن کی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہاء اور بقاء مضاربت ہے اور امتناع مراجعہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اس کو بطور مراجعہ بارہ درہم کو بیچا پھر اس کو ایک دینار سے مول تو اب اس کو بطور مراجعہ بیع کرے اور اسی طرح اگر دس درہم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جس کی بارہ درہم قیمت ہے تو مراجعہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہ صورت ہے کہ فہم دراہم کا دنایر سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی صورت یہ ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنایر ہوں تو دونوں میں شرکت محال منعقد ہوگی اور اشیائے متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اس کی قیمت مقرر کرے چاہے دنایر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضع میں نصف عشر دیت ہے اور ہاتھ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائزہ میں ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درہم ہیں تو اشیائے مذکورہ میں چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحاوی و فی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاک قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو نسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کے چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اس میں تصرف کرنا قبل قبض صحیح نہیں ہوتا مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اس میں تصرف بطور مبیعہ یا بیع کے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعین سے چنانچہ مکمل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اس کی علت یہ ہے کہ عقد بیع ضعیف نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اس واسطے کہ اصل بیع میں بیع ہے نہ ثمن و صحیح البیع فیما ضم الیکان یا بشرۃ ولم یقبضہا ثم شرأ مع شیء آخر بعشرۃ فسد فی الاول و جاز فی الآخر فینقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفسأ لانه طاری و لکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اس چیز میں جو طاری لگی اس کی طرف جیسے تحت بیچا دس درہم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو دوسری

فت تفصیل اشیائے اثنا عشریہ کہ دران دینار و درہم متحد الجنس اند ۱۳



پہنچنے میں شکوک پرے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنی تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی پڑے میں بیع جائز ہوگی تو فن اس کی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں نہ شائع ہوگا اس واسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہاں تک کہ اگر قاضی اس کے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی و بیع زیت علی ان یزیدہ بطرفہ و لیطرح عنہ بكل طرف کذا رطلان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کہا افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الطرف فانیہ بخور کا لوعرف قدر وزنہ اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اس کے طرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اس واسطے کہ مقتضی عقد کم کر ڈالنا ہے ہر برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط میں علی التحقیق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن طرف کے کہ وہ جائز ہے جیسا یوں بھی تجاویز ہے اگر مقدار وزن طرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونہ کا نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز نہ ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں اعد المتعاقدين کا نفع ہے اس واسطے کہ طرف کا وزنی شاید کمتر ہو مشروط ہے تو اس میں مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن طرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار بیع معلوم ہو جائے غیر بیع سے تو من مخصص ہو گیا دے بیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الطرف وقدرہ فالقول للمشتري بیمنہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس طرف یا اس کی مقدار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر مخطاوی نے کہا وقدرہ کا دواو بمنی او ہے مانعہ الخلو اس واسطے کہ گلبہ طرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دونوں کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے طرف پھیر دیا اور وہ تو لا گیا اور اس کا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اس کے سوا اور تھا جس کا وزن پانچ رطل تھا تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ یہ اختلاف یا طرف مقبوض کے تعیین میں ہے یا من کی مقدار میں اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہیں مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت من کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی من کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع کو وہ لاوے گا تو مقبول ہوں گے و صحیح مع الطریق و فی الشربلایہ عن الخانیہ لایصح اور صحیح ہے بیع کی ماہ اور شربلایہ میں غایہ سے مذکور ہے کہ ماہ کی بیع صحیح نہیں و منی قسمۃ الوہبانیۃ ۵ لیس لم قال امام تقام بدرب ولم یفخذ کذا البیع یدکرہ اور وہبانیہ کی کتاب القسم سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذ کا جائز نہیں اور اسی طرح اس کی بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی قید اس واسطے لگائی تا معلوم ہو جائے کہ کوچہ نافذہ یعنی خارج عام کو بیع بطریق اولی جائز نہیں کذا فی المخطاوی و فی معایا تہا و ارتضاء فی النعاذ الاشباہ ۵ و مالک الارمن لیس یملکہ معہاہ لیز شریک ثم یزیدہ بطرف اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت میں یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہلیوں میں اس کو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہیں سوائے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اس میں تامل ہے یعنی ناظم اس کے جواب پر مطلع نہیں ہم عدم جواز بیع طریق غایہ میں مذکور ہے اور مشائخ بیع جواز کے قائل ہیں کذا فی المخطاوی اور ہایہ اور وقایہ میں بھی بیع طریق اور اس کے ہبہ کی صحت مذکور ہے عدلے بن رطل و عرض اول اوہبہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اس کے عدو یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہ ہو اور اسی طرح اس کا ہبہ بھی صحیح ہے و اذا لم یبین لیقید لبر من باب الدار اعظمی اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق میں عدو کا بیان نہ ہو تو اس کا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے گا بہتر یہ تھا کہ شایع باب الدار الاعظمی کہتا یعنی اس واسطے کہ اعظم صفت ہے باجہا ۵ اور اس سے پھر دروازہ ہے گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ میں بھی



باب الدار العظمیٰ واروہے تو ظاہر اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جس کو ہند میں پھاٹک بولتے ہیں واللہ اعلم لا یبع مسل الماء ویریتہ لجمالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہیں پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اس کا بسبب اس کے مجہول ہونے کے اس واسطے کہ جتنا پانی مکان میں پھیلتا ہے اس کی مقدار معلوم نہیں مہ میل سے یا رقبہ میل مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے چنانچہ نہر یا سطح یعنی چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں مرور واقع ہے تو مقدار میل مجہول ہے لہذا اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اس کی حدود مذکور نہ ہوں تو اس کی بیع اور ہبہ جائز ہے یا میل سے حق تسبیل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر میل ہے سو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعالیٰ ہے جس کو بقا نہیں یا طریق سے حق مرور مراد ہے اس کے بیع میں دو روایتیں ہیں وجہ بطلان یہ ہے کہ یہ مال نہیں اور وجہ صحت یہ ہے کہ اس کی طرف حاجت ہے اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جب من حیث المسیل اعتبار ہوگا اور اس کا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر میل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہے اور اس کی بیع جائز ہے چنانچہ ترمذی نے ذکر کیا ہے یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اس کے حدود مذکور ہوں تو بھی اس کی بیع جائز ہے بقول قاضی خاں کذا فی شرح الوقاۃ وما یشیتہ للحسن الجلیلی و صحیح مع حق مرور تبعاً للارض بلا خلاف و مقصود اوحدہ فی روایت وہ اخذ عامۃ لمشائخ سنی و فی اخری لا وصح ابو اللیث اور صحیح ہے بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت میں بیع جائز ہے اور اسی روایت کو اکثر فقہانے لیا ہے اور دوسری روایت میں بیع اس کی صحیح نہیں اور فقیر ابو اللیث نے اس کو صحیح کہا ہے م حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص زمین کا مالک ہے اور اس کو دوسرے کی زمین میں ہو کر اپنی زمین میں آنے کا حق ثابت ہے اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہے کذا فی الخطاوی و کذا بیع الشرب و ظاہر الروایۃ فسادہ الاتبعانینہ و شرح وہبانیۃ و تحقیقہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچے اور جانوروں کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدولت زمین کے ایک روایت میں جائز ہے اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہے اور دوسری روایت میں جائز نہیں اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہے کذا فی المنع اور ظاہر الروایۃ میں یہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیۃ و شرح الوہبانیۃ اور ہم اس کی تحقیق کریں احیاء الموات کی کتاب میں لا یصح بیع حق التسمیل و ہبۃ سواء کان علی الارض لجمالتہ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلیٰ و قد مر بطلانہ صحیح نہیں بیع حق تسبیل کی اور ہبہ اس کا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اس کے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اس کے یا چھت پر ہو اس واسطے کہ وہ حق تعالیٰ ہے اور اس کے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی و لا یبیع بتمن مؤجل الی النیر و زوہد و ہوا دل یوم من الیربع تحل فیہ الشمس برج الحمل و ہذا نیر و زوہد سلطان و نیر و زوہد الجوس یوم تحل فی الحوت و عدہ البرجندی سبعة فاذا لم یسینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہیں بیع اس تمن سے جو مؤجل ہے نوروز تک نوروز پہلا دن ہے فصل ربيع کا جس میں آفتاب برج حمل میں آدھے اور یہ نوروز سلطان ہے اور محوسیوں کا نوروز وہ دن ہے جس میں آفتاب برج حوت میں آوے اور برجنڈی نے سات نوروز شمار کیے ہیں پھر جب عاقین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا مرع ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے و المہر جان ہوا دل یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور ربيع صحیح نہیں مہر جان کی مدت تک مہر جان پہلا دن ہے فصل خریف کا جس میں آفتاب برج میزان میں آوے مہر جان معرب ہے مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہے



نوروز کے مانند مذاہب صبح نہیں و صوم النصارى و فطر الیہود و موسم فاکتفا بذکر احد ہما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے اور رکھنے کی مدت سے صبح صبح نہیں صنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذالم یذکر المتعاقدان فیروز و ما بعدہ فلو عرفناہ باین صبح اس وقت صبح نہیں جب کہ متعاقبین نوروز اور اس کے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں متعاقب کو ملتے ہیں علی تحقیق تو یہ جائز ہے یعنی اس واسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصارى بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ و ہو غسون یوما بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا ان کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو صبح صبح ہے بسبب اس کے معلوم ہونے کے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت پچاس دن ہیں مگر تراثی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدر اور نہر الفائق اور جموی و پچاس دن اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں ولآل قدم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا تقدم و تاخر اور صبح صبح حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو بیجی کھیاں مانند نے اور انگو توڑنے کی مدت تک اس واسطے کہ اوہ مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنہا اسے عن ہذہ الاجال ثم ابل الثمن الدین اما تا جیل المبیع او الثمن العین ففسد ولو الی معلوم ثمنی الیہا صبح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اس طرح مدت بھڑانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الثمن م ثمن دین کی اس طرح کی تا جیل صحیح ہے بقول اصح اس واسطے کہ دین کی تا جیل ہے اور تا جیل بعد بیع تبرع ہے تو تا جیل مجہول کو قبول کرے گا پس مفسد بیع وہ تا جیل مجہول ہے بل سلب عقیدہ میں واقع ہو کذا فی المنع کا لو کفیل الی ہذہ الاوقات لان الجہالة البسیرة متمثلة فی الدین والكفالة لا الفاحشة چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اس واسطے کہ کثر جہالت دین اور ضمانت میں متحمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ جیسے مہبوب ریح اور قدم غائب اور اسقط المشتري لا جیل فی الصور الذکورۃ قبل حلولہ قبل فسخہ و قبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا یقلب جارا اتفاقا ابن کمال وابن ملک کجہالت فاحشہ کہ مہبوب ریح و جہتی مطر فلا یقلب جائز اوان ابطال الاجل یعنی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے مثلاً مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے سے بیع کے اور قبل افتراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائے گا اور منقلب مجوز نہ ہوگا باتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہ ہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم بیع خمر او خنزیر او شرابہا و کل المسلم ذمیا و امر المحرم بخیرہ اسے غیر المحرم بیع حیدہ یعنی صحیح ذلک عند الامام مع اشد کراہتہ کما صح ما مر لان العاقد یتصرف بالبیعہ وانتقال الملك الی الماکر علی وقلا لا یصح و ہوا الا ظہر شر بلائہ عن البرہان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے امر نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور بیع اور شراب امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت بقرہ صحیح ہے اس واسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شراب میں اپنی اہلیت کے موقوف کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موقوف کی طرف امر مکی ہے اور ما جہلین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر ہے کذا فی الشر بلائہ عن البرہان جب امام کے نزدیک مجوز بیع اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو برکے سے یا اس کو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اس کے ثمن کو تصدق کرے کذا فی المطاوی عن الحموی ولا یصح بشرط عطف علی غیر ذلک اور صحیح نہیں یعنی فاسد ہے بیع بشرط کے ساتھ شارس نے کہا کہ بیع بشرط عطف ہے نیز و ہرم بلکہ معطوف علیہ البیع الی النیر و نہ ہے نہ لفظ



نیروز کمالا یعنی شرط سے بیع اس واسطے فاسد ہے کہ حدیث مرفوع میں بیع اور شرط سے نہیں وارد ہے کذا فی الطحاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط الا یقتضیہ العقد لئلا یمکن فیه نفع لا یمکن فیه نفع لیس ببیع ہون اہل الاستحقاق للنفع بان یکون ادیا فلولم یکن کشرط ان لا یرکب الدابة المبیعة لم یکن مفسد المکیحی مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیمہ مراد رکھا جو جامع ہے فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جس کو عقد بیع مقتضی نہیں اور نہ اس کے مناسب ہے اور اس میں فائدہ ہے بائع یا مشتری کا یا اس میں فائدہ ہے اس بیع کا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اس طرح پر کہ بیع آدمی ہو اور اگر بیع آدمی نہ ہو جیسے بائع کا یوں شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہ ہو تو یہ شرط مفسد بیع نہیں چنانچہ اس کا ذکر آوے گا کہ جو شرط عقد بیع سے واجب ہے چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن میں اور مشتری کا بیع میں تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہیں اس کو عقد مقتضی نہیں اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو مؤکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اس کے برخلاف ہے اور اگر ایسی شرط ہو جس میں بائع مشتری کی مضرت نہ ہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اس کو نہ بیچے یا ہمہ نہ کرے تو بقول طرفین بیع جائز ہے کذا فی الطحاوی ولم یجبر العرف بہ ولم یرد الشرع لجموا ذہ اما لو جری العرف بہ کیس لعل مع شرط تشریک اور رد الشرع بہ کخیار شرط فساد اور ایسی شرط ہو کہ اس کا رد واج نہ ہو اور شرع میں اس کا جائز ہونا نہ وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی شراک لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع میں وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہیں کشرط ان لا یقطع البائع وسیطہ قبا، مثال لما لا یقتضیہ العقد وفیه نفع للمشتري چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اس کی قبایسی دے یہ مثال ہے اس شرط کی جس کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں فائدہ ہے مشتری کا کام اور ازاں جملہ یہ شرط ہے کہ باغ کی بیع میں بائع اس کے گرد کی دیواریں یا خندق بنا دے یا زمین کی بیع میں یہ شرط کرے کہ بائع اس میں مسجد بناوے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اس کو خیرات کرے ایسی شرط سے بیع فاسد ہے او لیستخذه مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال شہر الما مران الخیار اذا کان ثلثۃ ایام بازان لشرط فیہ الاستخدام دریا یوں شرط کرنا کہ بائع کو نڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہے اس شرط کی جس میں بائع کا فائدہ ہے مصنف نے مہینے کی قید اس واسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہے کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اس میں استخدام کا شرط کرنا جائز ہے اولیٰ یقتضیہ فان اعمتق صح ان بعد قبضہ و لزم الثمن عنده والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کرے گا تو عتق صح ہے اگر عتاق بعد اس کے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہو گا امام کے نزدیک اور اگر عتاق بعد قبضہ نہیں ہوا تو عتق صحیح نہیں کذا فی شرح الجمع اوید برہ او یکاتبہ اولیٰ یتولد باولا یخرج الفتن عن ملکہ لما فیہ نفع لیس ببیع لیس ببیع لیس ببیع غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا نو نڈی کو حرم بنادے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہ ہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہے جس میں نفع ہے اس بیع کا جو مستحق ہے نفع کام اعتاق وغیرہ میں منفعت مملوک صریح ہے اور عدم اخراج عن الملك میں بھی فائدہ ہے واسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہے کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحاوی ثم فرع علی الاصل بقوله فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملك للمشتري و شرط مجلس البیع لا ستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان لیسکنھا فلان او ان یقرضہ البائع والمشتري کذا فالظاهر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر تزیج الصحة پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہے اس شرط سے جس کو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک بیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا جس بیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہے جس کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں کسی شخص کو فائدہ نہیں اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر میں فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

ف ذکر بیع بشرط







تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار نہ ہمارا جمہوری نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنی بیع خمر اور خمریہ کی درابہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہے باوجودیکہ دونوں محض مال ہیں تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے مملوک ہوتی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں کذا فی الطحاوی ولہم ینہرہ قبلہ عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نہ کی ہو قبض سے اور اس میں خیار شرط نہ ہو م نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ رہا بائع معنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہے اس واسطے کہ در صورت خیار شرط کے قبض سے ملک ثابت نہ ہوگی کیونکہ جب بیع صحیح میں خیار شرط سے ملک نہیں ہوتی تو بیع فاسد میں بطریق اولیٰ نہ ہوگی ملک یعنی بیع فاسد میں جب کہ مشتری بائع کے امر سے در صورت عدم خیار شرط بیع پر قبضہ کرے گا تو اس کا مالک ہوگا ہم یعنی اس کی ذات کا مالک ہوگا علمائے بلخ کے نزدیک اس واسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اس کو بیع کرے گا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو بچھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہ ہوتی تو استبرا واجب نہ ہوتا اور علمائے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل و فی شراء الاب من مالہ لطفہ او بیعہ لہ کذلک فاسد الا یملکہ حتی لیتعملہ مگر تین صورت میں بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہیں ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع میں اور باپ کے خرید کرنے میں اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے میں طفل سے اسی طرح یعنی اپنے مال سے اس کا مالک نہ ہوگا بدون استعمال کے ہم بحر الرائق میں یہ مسئلہ محیط سے بایں عبارات منقول ہے باع عبد من ابنہ الصغیر فاسدا او انشری عبد النفس من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملك حتی یقبضہ و یتملہ انتہی یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر کی بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہ ہوگی تا وقتیکہ اس پر قبضہ نہ کرے اور استعمال میں نہ لاوے اس واسطے کہ قبض دونوں صورتوں میں باپ کا ہے تو ملک ثابت نہ ہوگی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہ ہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت میں مستعمل ہو اگر شارح یوں کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفہ فاسدا و شرائہ لنفسہ من مال طفله کذا لک لا یملکہ حتی یقبضہ و یتعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحاوی والمقبوض فی بیع مشتری امانہ لا یملکہ بہ اور جو بیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ میں وہ امانت ہے مشتری اس قبض سے اس کا مالک نہ ہوگا ہم یہ قول اس پر مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہیں کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ میں اس کی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اس کا مالک ہوگا بجز قبول اور جمع تفاریق میں ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی واذا ملکہ تثبت کل احکام الملك الا خمسة لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیہا ولا ان تیزوہا منہ البائع ولا شفعة لجارہ لو عقارا اشباہ اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہو تو سب احکام ملک ثابت ہوں گے سوائے پانچ حکموں کے حلال نہیں مشتری کو اس کا کھانا اگر بیع طعام ہو اور نہ پہنا اس کا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہیں نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفوع نہیں اس کے پڑوسی کو اگر بیع زمین ہو کذا فی الاشیاء ہم مشتری کو وطی اس واسطے جائز نہ ہوئی کہ اس پر فسخ بیع واجب ہے تاکہ معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بطی اغراض ہے فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہ ہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفوع اس واسطے نہ ہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے و فی الجوبرة و شرح الجمع ولا شفوع بہا ففی سادسہ اور جویرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفوع نہیں بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی یعنی اگر زمین بیع فاسد خرید کی اور اس کے جواریں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری اس کو بھی شفوع نہیں لے سکتا بمثلہ ان مثلیا والا فبقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تغدر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کا مقصود مشتری قبض



سے ملک ہوگا بیع کا مثل دیگر اگر بیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر بیع مثلی نہیں تو اس کی قیمت دے کر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے وقت اس کی قیمت تھی اس واسطے کہ بسبب قبض کے بیع اس کے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اس کی قیمت کا معتبر نہ ہوگا مفسوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے کہ بیع کے ہاک ہونے اور تذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی م اس واسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تذر رد کے موت وغیرہ سے رد میں واجب ہے نہ قیمت کذا فی الشرع والقول فیہا للمشتري لانکار الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادت یعنی مشتری نایق قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منهما فسخ قبل القبض ویجوز اتنا عا فتنہ ابن ملک اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض بیع کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک م بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ کیون کو حذف کرتا تاکہ اتنا عا فتنہ مفعول نہ ہوتا اعدا کے مانند کذا فی الطحاوی لا وبعده ما دام البیوع بجال جوہرۃ فی ید المشتري اعدا للفساد لانه معصیۃ فوجب دفعها بکمر بالقبض فسخ واجب ہے جب تک کہ بیع بجال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہے یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اس واسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اس کا دور کرنا واجب ہے کذا فی البیوع اور اگر بیع میں کچھ تصرف یا تدبیر اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ منع ہوگا چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آئے گا ولذا لا یشرط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اس واسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساک وعلم بالقاضی فله فسخ جبر علیہما احتیالاً للشرع بزازۃ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اس کو فسخ کر دینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کر کے جائز ہے حتیٰ شرع کے واسطے کذا فی ابن الزیعم طحاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخ کتا اس واسطے کہ رفع معصیت قادر ہو واجب ہے اس واسطے کہ وجوب سے ہوا مستفاد ہو تبہ نہ عکس اس کا وکل بیع فاسد ردہ مشتری علی بالئع بہبتہ او صدقۃ او بیع او بوجہ من الوجوہ کا عارۃ و اجارۃ وغصب و وقع فی ید بالئع فهو متارکۃ للبیع و برئ المشتري من ضمانۃ قینۃ اور جس بیع فاسد کو پھیر دے مشتری اس کے بائع پر بطریق مہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے جیسا کہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو بیع اس کے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اس کے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القینۃ م اگرچہ یہ متارک بیع ہے لیکن ظاہر ابدون توبہ ارتفاع گناہ نہ ہوگا والاصل ان المستحق بحیثہ اذا وصل الی المستحق بحیثہ اخری اعتبروا صلا بحیثہ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہنچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بحیث مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہنچے اور اگر اس کی طرف سے نہ پہنچے تو واصل معتبر نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے م اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بائع کو مہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بھیجی اور اس نے بائع کو مہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہنچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہنچی کذا فی النسخ اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جن میں بیع فاسد کا فسخ کرنا منع ہے فان باع المشتري المشتري الفاسد بیعاً صحیحاً یا تافلاً فاسداً او بخیار لم یمنع الفسخ لغير بالئع فلو منہ کان نقضاً الاول کما علمت پھر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیہ بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اس کے غیر بائع سے منع نہ ہوگا اور اگر مشتری نے خود اس کے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل بیع فاسد الا وقساده بغير الاکراه فلو بہ نتیق کل تصرفات المشتري اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراه کے ہے اور اگر فساد اس کا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض ادا جائز ہوں گے او وہ مہبہ وسلم او اعتقہ



او کا تبہ او استولدہ او لولم تجبل رد ما مع عقربا اتفاقا سراج یا مشتری نے بیع ہمہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کر دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اس کو کتاب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہ ہو گئی ہو تو اس کو پھر دے اس کے مہر مثل کے ساتھ یا اتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبل لم یعتق بعقہ بل یعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن المحنطۃ اذ ذبح الشاة فی غیر مشتری قالہما اتفقہما ملک المامور ملائکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اس کے قبضہ کے تو اگر قبل قبضہ آزاد کرے گا تو آزاد نہ ہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنی بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل قبضہ کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبضہ گیسوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیسوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اتفقہما کہ اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہو اس کا جس کا امر کرنے والا مالک نہیں ومانی الخانیہ علی خلاف ہذا الامارۃ او غلط من الکاتب کا بسطہ العادی اور جو خانیہ میں برعکس اس کے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا غلط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشرا فاسد خرید کیا اور قبل قبضہ بائع سے کہا کہ اس کو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اس کی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیسوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنع او وقفہ وقفا صحیحاً لانہ استہلک عین وقفہ وخرجه عن ملک ومانی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اس واسطے فصیح ممتنع ہوگا کہ مشتری نے بیع کو مستہلک کیا جب کہ اس کو وقف کیا اور اس کو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین میں برخلاف اس کے ہیں سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس کو مفصل بیان کیا ہے ہم جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فصیح باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت بناوے انتہی نہ رہا لائق میں اس کو ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے اور سحر الاتی میں اس کو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحاوی اور مہرہ او اوصی او تصدق یہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع بامروا تمنع الفسخ تتعلق حق العبدہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن دکھا یا اس کی کئی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاوے گی جمیع تصرفات مذکورہ میں یعنی بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلا یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فصیح ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبدہ کے اس سے مگر ہر صورت میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد متعلق حق العبدہ سے لازم ہو جاتا ہے اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اس کا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اس کی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اس کا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اس کا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری میں ہے تو مسئلہ اولی کا استثناء صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آئندہ قول میں موجود ہے کذا فی الحلبي وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ و نکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفذ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اس واسطے فصیح ممتنع نہ ہو کہ اجارہ فصیح ہو جاتا ہے عذر سے اور دفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح میں اخراج عن الملک نہیں بل بطل نکاح لما قال الطحاوی عبارة الاول والبیعة قبل قبضتها وانفق البیع فان النکاح فی قول ابی یوسف وهو المختار لانی البیع متى انفق قبل القبض فتقبض من الاصل فکان لم یکن فکان النکاح باطلا ولم یمنہ علی ذلک المصنف ولا شیئہ فی البحر وما نکاحا بعد القبض فقال فی السراج ایضاً لا یفسخ لانہ لا یفسخ بالاعذار وقد عقد مشتری وہی علی ملک فقولہ وہی علی ملک صریح فی انہ لا یفسخ بعد القبض اذ لا ملک فی الفاسد قبل تدبیر ۱۲



الامۃ بالفسخ المختار نعم ولو الجہۃ اور کیا نکاح لوڈی کا باطل ہو جاتا ہے اس کے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے  
 کذا فی الاول والجمیع یہاں گفتگو اس میں ہے کہ مشتری بعد قیض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں اور کلام ولو الجہۃ قبل از قیض  
 میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہو گا کذا فی المطحطاوی مختصا ومتی زال المانع کر جوع ہیتہ و بجز مکاتب و فک رہن عادی حق الفسخ لو قبل القضاء  
 بالقیمۃ لا بعدہ اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہو جائے چنانچہ پھر لینا واپس کا اپنی ہیتہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا  
 رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کرے گا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو  
 نہ بعد قضا کے یعنی اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کرے گا کیونکہ اب البطلان قضا لازم آدے گا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل حق  
 الفسخ بموت احدہما فیخلف الوارث یعنی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مر جانے سے تو میت کا وارث اس کا خلیفہ  
 ہو گا فسخ کرنے میں اسی کا فتویٰ ہے ولعل الفسخ لا ینالہ بالوہو حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف مال مشتری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس  
 للمشتري جسد لا یتفاد دینہ کا جارہ دہن و عقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے بیع کو اس کا بائع نہ لے تا وقتیکہ اس کا ثمن منقود  
 پھر دے ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہے تا غیر نقدین کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعض  
 اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے جس کرنا بیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں  
 باتمدا جارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور  
 شراء فاسد غلام خرید کیا جو من دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو جس  
 غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اگر جارہ فاسدہ میں سابقہ ہو بجز جارہ فسخ کرے تو مستحق جس کرنا جرت پھر کو واسطے جائز نہیں بخلاف جارہ صحیح کے اور یہی حکم ہے دین فاسدہ  
 دین سابق انتہی قولہ بکذا فسخ کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا جارہ صحیح میں سابق ہو پھر فسخ ہو گیا تو مشتری کو جس کرنا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو جس جائز  
 ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقد بائع کذا فی المطحطاوی ملخصا اور اسی طرح نہ الفائق  
 میں ہے فان مات احدہما او المور او المستقر من او الراہن فاسدا یعنی و زیلعی بعد الفسخ فالمشتري ونحوہ الحق بہن سائر الغرار بل قبل تجزیہ  
 فله حق جسدہ حتی ینالہ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا جارہ فاسدہ کا موجب یا قرض فاسد کا مستقر من یا رہن فاسد کا راہن مر جائے بعد فسخ کے کذا فی  
 العینی و الزیلعی تو مشتری اور مانند اس کے جیسا کہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جائے اور مستاجر اور مقر من اور مر تین زیادہ ترحق دار ہیں باقی ارباب  
 دیون سے بلکہ حتیٰ قبل تجزیر میت کے تو مشتری وغیرہ کو جس عین کا حق ہے یہاں تک کہ اپنا مال لے لیوے ہم بعد الفسخ کا لفظ علی التوہم ہے اس  
 واسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی عبارت زیلعی کا یہ معنوں ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری حق با بیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اس کی  
 تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اس کی تقدیم ہوگی اس کی تجزیر پر اس کی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر جارہ فاسد لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن  
 فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اس کو اجائے کی چیز اور مرہون کا جس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے  
 اور اگر مستقر من یا رہن یا مستقر من مر جائے تو وہی مقبوض کا زیادہ ترحق دار باقی غریبوں سے کذا فی المطحطاوی قیاخذ مشتری و راہم الثمن بعینہا  
 او قائمۃ و مثلہا لولا لکتہ بناء علی تعین الدراہم فی البیع الفاسد و ہوا لا صح تو مشتری و راہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور ان کے  
 مانند احداہم کو لے گا اگر وہ موجود نہ ہوں بنا بر تعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ  
 شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا تعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو



منفعت بیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعیین مال ہے تو جب ثمن بھی بیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اس کا جواب شراح نے مصنف کے قول میں تصرف کر کے دیا و انما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابله للاصح بل علی الاصح ایضاً لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لایسر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ فائدہ جو اس کو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ علت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اس واسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اس کو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم سلاطین جواب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اس لیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درہم کو بعقد فاسد خریدی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض میں امانت فرمایا کہ جس نے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جس نے دراہم قبض کئے اس کو نفع حلال ہے انتہی اس واسطے مشتری کو نفع حلال نہ ہوا کہ عقد متعلق بال متعین یعنی جاریہ ہے تو خبث اس میں جم گیا اور بائع کو اس واسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اس کا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اس میں ممکن نہ ہوا تو اس کا تصدق واجب نہ ہوا یہ حکم ہے اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جیسے مغصوب اور امانات میں جب کہ اس میں امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا جیسے مودع اور غاصب جب کہ عرض یا نقد میں تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگر چہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور علت بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جسکے بیع مقایضہ ہو کہ ایک اس میں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرف میں دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی الطحاوی لا یطیب للمشتري ما ربح فی بیع متعین بالتعین بان باعہ ما ید لتعلق العقد لعیۃ فکلن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس بیع میں جو متعین ہو تعیین سے اس طرح پر کہ بیع مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین بیع سے تو خبث جم گیا نفع میں اس کو تصدق کرے م طحاوی نے کہا عدم علت عقد اول میں منحصر ہے اور اگر بیع بیچ کر اس کے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی میں کما طاب ربح مال اذ عاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فتشیر لای اذلہ ایہ شہر

بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیء کان بدل المستحق مملوک ملکاً فاسداً والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جس کا مدعی نے دوسرے شخص پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کی تصدیق کی پھر اس نے مدعی کو مال ادا کیا بعد اس کے تصدق طرفین سے اس کا عدم ظاہر ہوا اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اس واسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے ملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں م مدعی مذکور کو نفع اس وقت حلال حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعویٰ کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض میں تعیین ہے نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درہم ہیں سو ان کو ادا کر اس نے ادا کیے پھر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اس کو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو

لہ یعنی بیع العین بالعین کہ بیع اور ثمن دونوں متاع ہوں نہ نقد ۱۲

ف عدم انتقال حرمت مال در حق وارث در صورت لاعلمی ویقول صاحب محبتی مطلقاً حرمت ثابت است وارث دانند یا نہ دانند ۱۲



مدعی کو اپنی ملک میں نفع ہوا پھر جب اس کے بعد دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہاں دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہیں کذا فی الطحاوی واما الخبیث لعدم الملك کا لغصب فیعل فیہما کا بسطہ خسرو ابن الکمال اور جو خبیث کہ بسبب عدم ملک کے ہے جیسا کہ لغصب سو متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعد الکذب فی دعواه الدین لایملکہ اصلاً وقواہ فی التہاراد کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر مدعی مذکور عمداً دعویٰ دروغ اپنے دین میں کرے گا تو نفع کا اصلاً مالک نہ ہوگا اور نہ اتفاق میں اس قول کی تقویت کی ہے م نہ اتفاق میں کہا کہ فقہانے کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے کہ اگر مقرر جانتا ہو کہ مقرر کاذب ہے اپنے اقرار میں تو اس کو زبردستی مال لینا حلال نہیں ہاں اگر اس کو شبہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اس وقت میں اس کو نفع حلال نہ ہوگا اور یہاں کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اس کے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونوں کا دین پر تصدق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اس کو غور کر لے انتہی و فیہ الحرام ینقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاه واخرجه الینا ملکہ ومعہ بیعہ لکن لا یطیبہ ولا للمشتري منه بخلاف البیع الفاسد فانه لا یطیب الفساد عقدہ و یطیب للمشتري منه لعمۃ عقدہ اودا سی کتاب میں ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک مگر اگر مسلم دار الحرب میں امان لے کر داخل ہو اور حربی کا مال بدوں اس کی خوشی کے لے اور دارالاسلام کی طرف نکال لاوے تو اس کا مالک ہوگا اور اس کی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اس کی ملک میں خبیث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اس کو حلال نہ ہوگا اور نہ اس کے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اس کے عقد کے فساد کے سبب سے اور جس نے اس سے خرید کیا اس کو حلال ہے بسبب اس کی صحت عقد کے م جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام معصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارت گراور غاصب اس کی قیمت ادا کرے یا مالک اس کو معاف کرے تو اب اس کو مال لینا درست ہے کذا فی الطحاوی ولی حظیر الاشباہ الحرمۃ تتعد مع العلم بہا الا ان حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الخطر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اس کے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں مگر اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعدد میں بھی تحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اس کے حق میں وہ مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیر یہاں لا یعلم ارباب الاموال و تحقیق ثمرہ اور ظہیر یہ میں حلت وارث کو باقی قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اس کی تحقیق کریں گے اس کے مقام میں م یعنی اگر وارث جانے کہ مورث نے فلا نے فلا نے شخصوں کا مال بسر کیا یا غصب یا رشوت لیا ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان کو یا ان کے وارثوں کو مال نہ دے پھر دے اور اگر دے پھر دے گا تو وارث پر وہ مال حرام ہے جتنی میں ہے کہ صحت مرگیا اور کسب اس کا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اس نے کہا کہ ہم اس رطبت کو نہیں لیتے بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے اتنی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحاوی تبصر بنی او غرس فیما اشتراہ فاسداً شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال المحیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزومہ قیمتہا و انتفع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اس میں جس کو فاسد خرید کیا تو اس کو گھر اور زمین کی قیمت دینا لازم ہو گیا اور فسخ منع ہو گیا شائع کتاب ہے یہ شروع ہے ان مسائل میں تھا میں حق الاسترداد قطع ہو جاتا ہے افعال حیثہ کے سبب سے بعد فراغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنی اول اقوال قاطعہ فسخ کو نہ کر لیا بعد اس کے اب افعال حیثہ کا ذکر شروع کیا وقال ینقضہا ویرد البیع ورجو الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری طاعت کو توڑے اور درختوں کو اکھاڑے اور بیع کو پھیر دے اودا سی قول کی تزییح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جواب کی ہفت مذاً انتقال حرمت مال مدتی وارث در صورت علمی و بقول صاحب متبنی مطلقاً حرمت ثابت است و ارث وانما فاعلہ ف ذکر بیوع مکروہہ ۱۲



دلیل ہے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اس واسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا یہ دوام کے واسطے ہوتا ہے اور کا یہ نہیں و تعقبہ فی النہر لمحصلہما تبسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنی دفع کیا ہے نہ الفائق میں بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ممانعت نہ کرنے کا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلط سے حاصل ہے اس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اس میں تسلط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلط پر ہے انتہی طحاوی نے کہا یہ تعقب اس وقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق کے سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنا حق تسلط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں و کذا کل زیادة متصلہ غیر متولدة کصبغ وخیاطہ وطمین حنظلہ ولسون و غزل قطن و جارية علقہ منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہے ایک وہ زیادتی جو بیع سے متصل ہے اور اس سے پیدا نہیں ہوئی جیسے رنگ اور درخت کپڑے میں اور پسینا گیہوں کا اور لکڑی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری سے طحاوی نے کہا کہ حمل جاریہ بخلہ زیادت غیر متولدة ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلہ کولہ او متولدة کشن فلو الفسخ و یمنہا باستہلاکہا منفصلہ غیر متولدة جو ہرے سواگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولدة چنانچہ ولہ یا زیادتی متولدة ہو جیسے گھی تو اس کو فسخ کا اختیار ہے اور اس کا تاوان دے اس کے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولدة زیادتی کے کذا فی البحر ہرے زیادتی منفصل غیر متولدة چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے فقط متصل غیر متولدة زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی میں و فی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتري لفعّل المشتري او البیوع او بآفة سماویة اخذہ البائع مع الارش ولو لفعّل البائع صار مستردا ولو لفعّل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر بیع ناقض ہو گئی مشتری کے ہاتھ میں مشتری کے فعل سے یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع بیع کو لے دیت کے ساتھ یعنی بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو بیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے چاہے مشتری نقصان کا مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر و کمرہ تحریر جامع الفصولین عند الاذان الاول الا اذا تأیلا عایشیان فلا بأس بتعلیل انہی بالاخلال بالسعی فاذا انتفی اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمع کے دن اذان اول کے وقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید و فروخت کی نماز کے واسطے پہننے کی حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں بواسطے تعلیل نہی کے پہننے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی م قرآن مجید میں منصوص ہے کہ اذان سن کر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید و فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ پہننے کی حالت میں بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں لکن فی الحقیۃ والنهاية اور شرح زیلعی اور بحر الرائق میں اس کو بھی مکروہ کہا ہے یعنی اس واسطے کہ نصوص محل نہیں کذا فی الطحاوی وقد خص منہ من لا جموع علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ منصوص ہے اسی سے بیع اس کی جس پر جمعہ فرمن نہیں مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یعنی عورتیں اور مسافر اور بیماروں کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ ان پر سعی واجب نہیں و کمرہ النجش لفتحین و لیکن ان ینزید ولا یرید الشراء او یریدہ بالیس فیہ لیروجہ اور مکروہ ہے لا یرایہن بفتح نون و جیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اس کو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھادے اور خریداری کا ارادہ نہ کرے یا بیع کی ایسی تعریف کرے جو اس میں نہیں تاکہ اس کی خریداری پر لوگ رغبت کریں و بجزی فی النکاح وغیرہ اور لا یرایہن نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہے م یعنی حرمت لا یرایہن کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے لا تأجشوا یعنی لا یرایہن نہ کرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم انہی محمول علی ما اذا كانت السلعة بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرمہ لانقطاع الخداع عنایت پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اس صورت پر



جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہ ہوئی ہو تو بلا قصد خریدن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت مکروہ نہیں بسبب نفی ہونے فریب کے کذافی العنا یعنی اس صورت میں بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں والسوم علی سوم غیر ولو لم یأو مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کا فرذی یا مستامن ہو م صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذافی التیسیر اگر کوئی شخص کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے مذمی اور مستامن اس کا جواب شایع نے اپنے آئندہ قول میں دیا و ذکر الاغ فی الحدیث لیس قید اہل لزیادة التفسیر نہ اور بھائی کا ذکر حدیث محدوح میں قید نہیں کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیہ کے واسطے ہے کذافی التہر یعنی مسلم کے ساتھ فعل کرنا زیادہ تر قبض لائق تنفیہ ہے و بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المهر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قد عا د جلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مرہ در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مرہ پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اس واسطے کہ یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اوکلی بطریق بیع من یزید کے بھی ہم غنایہ میں ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو شخص مول چکاویں ایک چیز کا اور بائع اور مشتری پر راضی ہو جاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نہ کریں کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اس میں غشٹ انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہ ہو ہو تو مول چکانا مکروہ نہیں انتہی اور جامع ترمذی میں انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا آنحضرت نے فرمایا کہ ترے گھر میں کوئی چیز نہیں اس نے کہا کیوں نہیں ایک کبیل ہے جس کو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہانی پیتا ہوں فرمایا کہ ان کو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت نے ان کو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خریدتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ میں ان کو بعض ایک دم کے خرید کرتا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تمین بار من یزید ملی درہم کون ہے جو ایک دم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت نے دونوں چیزیں اس کو دیں اور دونوں درہم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے دوسرے سے کو لھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈالا پھر فرمایا کہ جا کر نکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اس نے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اس کو دس درہم حاصل ہوئے سو اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ نیرے حق میں بہتر ہے ترے آئے سے سوال سیاہی کا دغ ترے منہ میں ہے قیامت کے دن کذافی الطحاوی م یہ حدیث جو از نیلام کی جو بالفعل ہند میں مشہور ہے اصل ہے و تعلق الجلب معی الجلب اور الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتح تین معی محبوب یا جالب ہے م تعلق جلب کی صورت بیجائی نے یوں ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے جبریل کا اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلے میں جا کر ملا اور ان سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں آکر اس نے خاطر خواہ بیچا اور اگر شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کٹکٹاؤں ہوتی در صورت قحط تعلق جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تعلق جلب سے ضرر نہ ہوتا تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے زرخ سے سستا خرید کر لے



اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحاوی  
عن الاتفاقی و ہذا اذا کان یضر باہل البلدة او یبیس السعیر علی الواردین لعدم علمہم بہ فیکرہ للضرر والضرر اور یہ کراہت یعنی تلفی بعلب  
اس وقت ہے جب کہ اہل شہر کو ضرر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب ان کی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہے بسبب  
ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں بسبب دھوکہ دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جب کہ ضرر اور تبلیس نرخ مخفی  
ہوں تو ملتقی بعلب مکروہ نہیں و کراہت بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرون کا مال  
دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں جابر بنی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے  
بیع نہ کرے اور چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعض آدمیوں کو بعضوں سے و ہذا فی حالت قحط وغور والا لا لانہم الضرر اور یہ  
کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہ ہو شخص بیرون کا مال بیچ دینا بطریق دلالی کے مکروہ نہیں بسبب منہم ہونے ضرر کے  
م یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع میں جلدی نہ کر میں تجھ کو گراں بیع دوں گا تو اس واسطے  
مکروہ ہے کہ اس میں اہل شہر کو ضرر رسائی ہے بخلاف فراع سالی کے قیل الحاضر المالك والبادی المشتري والا صح کما فی المجتبی انہما السمسار والیاب  
لموافقة آخر الحدیث و علان من یرزق اللہ بعضہم من بعض ولذا عدی باللام لا بمن بعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری  
اور قول صحیح ترجمہ مجتبى میں یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے  
یعنی چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ روزی دے بعضوں کو بعضوں سے اور اسی واسطے بیع کا تعدیہ لائم سے ہوا نہ من سے م یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ  
عنہما سے مروی ہے سنن ابوداؤد میں لایکرہ بیع من یرید لما مروی سی بیع الدلال مکروہ نہیں بیع من یرید بدلیل حدیث گذشتہ جس میں پیالہ  
اور کمال کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالة کہتے ہیں کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان میں اس کو نیلام بولتے  
ہیں اس کو بیع من یتیم اس واسطے کہا کہ بائع زیادتی میں چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس میں سے کون شخص زیادہ من دیتا ہے ولا یفرق بغير اتفاق  
مبا لغت فی المنع للعتہ علیہ الصلوۃ والسلام من فرق بین والد وولدہ وارض وایضہ رواہ ابن ماجہ وغیرہ یعنی وعن الثاني فسادہ مطلقا ویر قل زفر  
والا لئلا یثبت بین صغیر غیر بالغ وذی رحم محرم منہ لے محرم من جہۃ الرحم لا الارضاع کا یہی حکم ہوا رخ رضا عا فافہم اور جدائی نہ کی جائے صغیر  
غیر بالغ اور اس کے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہے نہ رضاعت سے جیسے چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اس  
کو جو جہلے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کرتے ہوئے کیا مبالغہ کے واسطے منع بیع میں بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام  
کے اس کو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اس کے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اس کے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو  
ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابویوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت دلالت ہو یا نہ ہو م نفی میں مبالغہ منع کیا اس واسطے  
کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر میں غیر بالغ کی قید اس وجہ کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر ہے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام  
نہ کر سکے تو اس قید سے مابق یعنی قریب بھی صغیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باعقاق و توابعہ ولو علی مال و بیع ممن حلف بعقہ او کان  
المالك کافر العدم مخاطبۃ بالشرائع او متعدد ولو الاخر لطفہ او مکاتبہ فلا باس بہ او تعدد محارم فیکرہ بیع ماسوی واحد غیر الا قرب والا بوین  
والملحق بہما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتقاق اور اس کے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلا اور کتابت اگرچہ اعتقاق بھوس مال کے ہو  
لہ یعنی حدیث مذکور میں یوں وارد ہے لا بیع حاضر لباد ۱۲



یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جس نے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر منیٰ طلب باحکام شرع نہیں یا مالک متعبد ہوں اور اگر دوسرا غلام اس کے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محرم چند ہوں تو مالک محرم کا بیچنا جائز ہے سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق ہوا والدین سے کذا فی الفتح ہم اگر صغیر کی دادی اور عہدہ اور خالہ ہو تو عہدہ و خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے اور بحق مستحق کو و جب مستحق یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنا پھر ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام اس میں دوسرے شخص کا ملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں و کذا فی الحدیث یا بجنا یا و بیعہ بالبدین او بالتلاف مال غیر و رد البیوع لان المنظر فی دفع الضرر عن الغير لانی الضرر بالغير اور چنا پھر دونوں میں سے ایک غلام کو بسبب اس کے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے اس واسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اس کے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں م یعنی منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اس کے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنی مالک کو ضرر پہنچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہے تو در صورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آئے اور دوسری صورت میں قرض خواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحاوی بخلاف البکیرین والزوجین فلا بأس به خلافاً للاحمد فالمستثنیٰ احد عشر بخلاف البکیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنیٰ کیا رہ ہیں م یعنی صغیر اور اس کے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتناق ۲ توابع اعتناق ۳ اس کے ہاتھ بیچنا جس نے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہوں ۶ جب کہ صغیر کے محرم کئی شخص ہوں ۷ جب کہ محرم صغیر کا مستحق نکلے دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۸ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پھر دینا بسبب عیب کے بحر الائق میں بارہویں صورت یہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اس کی ماں اس کی بیع سے راضی ہو و کما یکرہ التفریق بیع وغیرہ میں اسباب الملک کصد قبیح مکرہ لبشر الا من حر بنی ابن ملک و بقسمتہ فی المیراث والغنائم جو ہرہ اور بیع تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اس کے سوا اور اسباب ملک سے چنا پھر صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حر بنی سے خرید مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ۱ ایک شخص جو بیٹے اور دو غلام محرم جن میں ایک صغیر چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہنچتا ہے تو واجب یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی ان کا ثمن قسمت کر لیں اور اسی طرح غنیمت کے خاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمزاد مشتری کے ہے کذا فی الطحاوی اب اگلے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے لہذا ذکر بیوع مکروہ کے واعلم ان فی فسخ المکرہ واجب علی کل واحد منہما ایضاً مکروہ وغیرہ لدفع الاثم جمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک یا ثمن اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی الجمع وفیہ تصح شراء کافر مسلماً و معصفاً مع او بھار علی انہما علی ملک و سیمی فی المتفرقات واللہ اعلم اور جمع میں یہ بھی روایت ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں شراء کافر مسلماً غلام اور معصفت کو اخراج عن الملک کی اجازت کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات میں آوے گا واللہ تعالیٰ اعلم ہم یعنی اگر کافر مسلماً غلام یا معصفت کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائے گا کہ ان کو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید آیات سے منع ہے



واللہ اعلم بالصواب فصل فی الفضولی یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ہم فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل معنی زیادہ کے جیسے انصاری اور عراقی مناسبتہ ظاہرہ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شے پر موقوف ہے یعنی فاسد میں قبضہ پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحلیٰ و ذکرہ فی الکتر بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اس واسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ مستحق دعویٰ کے وقت یہ کہتا ہے کہ بیع میری ملک ہے اور جس نے ترے ہاتھ بیچی اس نے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہ ہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ہومن لیتغل بمالایعینہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی بخشی علیہ الکفر فتح وہ یعنی فضولی لغت میں اس کو کہتے ہیں جو مشغول ہو بے فائدہ کام میں تو جس نے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ فضولی ہے تو اس پر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اس واسطے کہ امر بالمعروف واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اس کو فضولی کہنا ظاہر انفی و خوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہ ہوئی اس واسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی و اصطلاحاً من یتصرف فی حق غیرہ بمنزلہ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل و وصی اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدوں اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اس میں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن شرعی فصل ہے جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکاً کان کبیع و تزویج او اسقاطا کطلاق و اعتاق و لم یجیز اے لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ العقد موقوفاً جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اس کا مجیز ہے یعنی اس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہے جو قادر ہے اس کی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر مہی اگر مثلاً زید نے خالہ کے مال کی بیع کی یا اس کا کسی عورت سے نکاح کر دیا اس کی زوجہ کو طلاق دی یا اس کا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالہ اجازت دے گا اور جائز رکھے گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا و اما مجیزہ حالہ العقد لا ینعقد اصلاً بیانہ صبی باع مثلاً ثم بلغ قبل اجازتہ ولیہ فاجازہ بنفسہ جائز لانہ ولیا بہ مجیزہ حالہ العقد بخلاف ما لو طلق مثلاً ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجیز لانہ وقت العقد لا مجیزہ فی بطل ما لم یقل او قعہ فیصح انشاء لا اجازتہ کما بسطہ العمدی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلاً منعقد نہ ہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اس نے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اس کے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اس نے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ عقد طلاق کے وقت اس کا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اس کے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بلوغ یوں نہ کے کہ میں نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اس کو عمدی نے مشرح بیان کیا ہے ہم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اس کا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اس کو فضولی قرار دیا وقت بیع مال البغیر لو البغیر بالغ عاقل فلو صغیر او مجنوناً لم یعقد اصلاً کما فی الزاہر معز یا للحمای اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلاً منعقد نہ ہوگی



چنانچہ نفعاً ہر بھوہ میں حاوی سے نقل کر کے دینا ان باعہ علی انہ لما لکھ اور یہ یعنی توقف بیع اس صورت میں ہے اگر فضولی نے بیع کو اس شرط سے بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسه او شرط الخیار فیہ لما لکھ المکلف او باع عرضاً من غاصب عرض آخر لما لکھ بہ فابیع باطل ادا اگر اس کو بیچا اس طرح پر کہ بیع میرا مال ہے یا اس کو بیچا اپنی ذات سے یعنی خود خرید کیا یا اس میں اس کے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اس شخص سے جس نے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع مغبوب کے تو یہ ان چار صورتوں میں باطل ہے ہم البسود نے عایشہ اشیاء میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب دوسری غاصب سے متاعین مغبوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہ ہوگی ہوا اسلئے کہ فائدہ بیع کا مالک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدوں عقد بھی بدین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہ ہوگی تو اجازت بھی اس کو لاحق نہ ہوگی اور اگر دو غاصبوں نے دو شخصوں کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر یہی حکم ہے دو فضولوں کا جنہوں نے ایسا کیا تو غصب کی کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کر کے تو بیع ہوگا اس واسطے کہ نقود معاوضات میں متعین نہیں کذا فی المطاوی والحاصل ان بیع موقوف الا فی ہذا الخمسہ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتوں میں باطل ہے ہم چار صورتیں تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکی اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانہ لو اشتری لغيره نفذ علیه الا اذا کان المشتري صبیا او مجنونا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اس واسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کرے گا تو مشتری یعنی فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جس کے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اس کے واسطے نافذ نہ ہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور اس سے لے تو دونوں میں بیع التعامل اب ہو جائے گی کذا فی المطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضف الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بیع بذا العبد لفلان فقال البائع لبعث لفلان توقف بزائتہ وغیرہ یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اس وقت ہے جب کہ اس نے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نہ کیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اس طرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلا نے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ بیچا تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البرزازیہ وغیرہ لان بیعہ لنفسہ باطل کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع کا نہ لانہ غاصب اس واسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اس واسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا ہم علی نے کہا کہ شائع کے قول سابق یعنی فابیع باطل کی تحلیل ہے طحاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لما لکھ کی یہ قول تحلیل ہو کہ کذا من نفسه لان الواسع لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اس واسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا سوائے بائع کے چنانچہ بیع کے اصول میں مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ لما لکھ یقع واذا باع عرضاً من غاصب عرض آخر لما لکھ بہ فتح لکن صنعت المصنف الاولی لما لکھ لغرض المذهب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وان البیع اذا استحق فله مستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا لما لکھ الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ لہ سے اول وجہ بطلان البیع ہذا



اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتوں میں باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البطلان اور جب کہ اس میں مالک کے واسطے اختیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جب کہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جس نے مالک کی متاع غضب کی یوحی متاع مغضوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اس کی تصریح ہے کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجود یکہ بائع نے بیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اس کے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الشائیتہ ففی النہر ویسبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیع موقوف ولو لنفسہ علی الصبح نہتی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق میں یوں ہے اور فقط شرط اختیار کا لفظ دینا لائق ہے شایع کہتا ہے میں کہتا ہوں اور حاصل کلام صاحب نہر یحییٰ ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع فضولی کی در صورت شرط اختیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وزدت علیہ مسئلتین من احادی و ہما بیع الفضولی مال صغیر و محنون لا ینعقد اصلاً الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور میں نے اشباہ کے تین مسئلوں پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں حاوی سے اور وہ دونوں یہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر اور محنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوئی یعنی باطل ہے انتہی طحاوی نے کہا الی ہنا بمعنی انتہی ہے ووقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتودہ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتودہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے و فی العمادیۃ وغیرہ لا ینعقد اقاویر العبد ولا معتودہ و تحقیقہ فی البحر اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اس کے عقود اور اس کی ہم تحقیق کریں گے کتاب البحر میں ہم ظاہر عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اس واسطیکہ بیع منجمد عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے وغیر منعقد اور جواب اس کا یوں ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے ووقف بیع مالہ من فاسد عقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد عقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے م غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو ووقف بیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتین و مستاجر و مزارع اور جو چیز گروہ ہے اور غیر کے اجارے میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہے اس کی بیع مرتین اور مستاجر و مزارع کی اجازت پر موقوف ہے م مرتین اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کراہی نے کہا کہ مرتین اجازت اور فسخ دونوں کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحاوی ووقف بیع شئی برقمہ اسے بالکتوب علیہ فان علمہ المشتري فی مجلس البیع نقد ولا بطل اور موقوف ہے بیع شئی کی اس رقم پر یعنی متن کی علامت اس پر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے م مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اس کے بالعکس ہے قلت و فی المراجعتہ البحر انہ فاسد لہ عرینۃ الصحتہ ولا بالعکس ہو الصبح علیہ فتم مباشرۃ و علی الضعیف لا میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المراجعتہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جس کو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنی علم فی المجلس سے نہ بالعکس اس کے یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جس کو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں و ترک المصنف قول الدر و بیع البیوع من غیر مشتری لہ خولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے در کے قول کو ترک کیا اور بیع بیع کی اس کے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں م درد میں ہے کہ ایک شئی زید کے ہاتھ میں



پھر اس کو بکر کے ہاتھ پہنچا تو بیع ثانی نافذ نہیں ہوا تک کہ اگر بیع اولیٰ کو عاقدین فسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہ ہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اس واسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا اس واسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحاوی ملخصاً و بیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہے اس کی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافاً للصحاحین و البیع بما یباع فلان و البائع لعلم و مشتری لا یعلم و البیع بمثل ما یباع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح و الا بطل اور بیع موقوف ہے بعوض اس ضمن کے جو فلان نے شخص نے پہنچا اور ملا کہ بائع اس کو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ضمن کے مانند جس پر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اس ضمن کے جس شخص سے فلان نے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد میں ضمن کو دریافت کر لیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے نہیں تو باطل ہے و بیع الشیء بقیمت فان بین فی المجلس صح و الا بطل وانی اور موقوف ہے بیع شیئی کی اس قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامة الوانی و بیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جس میں خیار مجلس شرط ہے یعنی اگر مجلس میں اختیار کرے گا تو صحیح و الا غیر صحیح و وقف بیع الغاصب علی اجازة المالك یعنی اذا باعه لماک لا لنفسه علی ما مر علی البدل اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی بشرطیکہ غاصب نے اس کے مالک کے واسطے بیع کی ہونے اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا و وقف ایضاً بیع المالك المخصوص علی البینة و اقرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شیء مغضوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنی در صورت انکار غاصب اگر گواہوں سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے و الا نہیں و بیع مافی تسلیم ضرر علی تسلیم فی المجلس اور بیع اس چیز کی جس کی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اس کی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے م م جیسا کہ حجت کی کڑی پہنچا و بیع المريض لوارثہ علی اجازة الباقي اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع الورثة التركة المستوفی علی اجازة الغراء اور بیعنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع احمد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحیث لا یؤخر توقف علی اجازة او بغیبة فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے یا ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے و اوصلہ فی النہر لانیف و تلتین اور نہ الفائق میں بیع موقوف کو بیع اور کئی قسم تک پہنچایا ہے م نہ الفائق میں از تیس قسمیں بیع موقوف کی مذکور ہیں از انجل مصنف اور شارح نے تیس قسمیں ذکر کی ہیں و حکمہ اے بیع الفضول لولہ مجیز حال وقوعہ کا قبول الا اجازة من المالك اذا کان البائع و المشتري و البیع قائماً یا لا یتغیر البیع بحیث بعد شیئاً آخر الا اجازة کا بیع حکماً اور حکم یعنی اثر مرتب بیع فضول کا اگر اس کے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت جیسے گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور بیع قائم ہو اس طرح پر کہ بیع متغیر نہ ہو گئی ہو اس طرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اس واسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے م تغیر بیع کی صورت ہے کہ مشکا کپڑے کی قطع اور دخت نہ ہونی ہو والا اجازت مفید نہ ہوگی کیونکہ اب اس کا نام کپڑا نہ رہا بقایا قیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین کہنے کے کہ اس میں اجازت مفید ہوگی ایسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں لکھا لیکن بکوالا فی میں اس کے خلاف ہے بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحاوی و کذا فی الشرط قیام ضمن ایضاً لو کان عرضاً معیناً لا بیع من وجہ فیکون ملکاً للفضول و علیہ مثل البیع لوشیئاً



والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمجیر امانۃ فی ید الفضولی ملتی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اس واسطے کہ عرض معین بیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری بٹھرے گا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل بیع واجب ہوگا اگر بیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت اس کی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی بخل نقد ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملحق وکذا لیشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا تجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اس کے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اس کی موت سے و حکمہ ایضا اخذ المالك الثمن او طلبہ من المشتري یكون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اس کا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیۃ و بل للمشتري الرجوع علی الفضولی مثله لو ملک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح لم ان لم یعلم ان فضولی وقت الاداء لان علم قینہ واعتمده ابن الشخنة و اقره المصنف و جزم الزیلعی و ابن ملک بانہ امانتہ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر فضولی جان چکا ہو کذا فی القینۃ اور اسی قول کو معتمد بن ابی ابن شخنے نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اس پر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنع اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں و قولہ اسات نہر بئس ماصنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ہم اور غیر مختار قاضی خاں کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزاء واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحاوی و ہیئۃ الثمن من المشتري والتصدق علیہ بہ اجازۃ بعد البیوع قائم عمادیۃ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ بیع قائم ہو کذا فی العمادیۃ و قولہ لا اجیز ردہ لے للبیع الموقوف فلو اجاز بعدہ لم یجزلان المفسوخ لا یجوز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الا بخرتم اجازہ اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اس کے اجازت دے گا تو جائز نہیں اس واسطے کہ مفسوخ اجازہ پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر بعد اس کے اس نے اجازت دی تو جائز ہے و افاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل والقول من المالك الاجازۃ والتفخیع والمشتري التفخیع لا الاجازۃ وکذا الفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ سفیر محض بزائریۃ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجاز کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اس کا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اس طرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہے کذا فی البرازیریہ ہم جب فضولی نکاح میں سفیر ہو تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہوں گے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اس میں فضولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اس واسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اس کی طرف راجع ہوں گے یعنی مطالبہ بالتسلیم اور مخامم بالعیب ہوگا اور اس میں اس کا ضرر ہے تو اس کو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اس کے ثبوت کے جائز ہو کذا فی المنع و فی الجمع لو اجاز احد اللکین غیر المشتري فی حصۃ والزمرہ محمد ہما اور جمع میں ہے کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اس کے حصہ لینے میں لے یعنی تسلیم بیع کا مطالبہ اسی سے ہوگا اسی طرح عیب کا جھگڑا اسی سے کیا جائے گا ۱۲



اور محمد نے مشتری پر جسے کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار بیع ان فضولیاً باع ملک فاجازہ ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد الیبع فالمعبر  
 اجماعاً لیسرورتہ بالاجازۃ کا نوکیل حتی بیع حطہ من الثمن مطلقاً بجازۃ ملک نے سنا کہ فضولی نے اس کا مال بھی ڈالا سو اس نے بیع کو جائز  
 رکھا اور حالانکہ اس کو بیع کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اس کو علم ہوا مقدار کا تو اس نے بیع کو رد کیا تو اس کی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہوجانے  
 فضولی کی اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اس کا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقاً کذا فی البزازی یعنی جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت  
 دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقاً خواہ ملک کو اس کا علم ہو یا نہ ہو کذا فی المنع مشتری من غاصب بعد افاغقہ  
 مشتری او باعہ فاجازہ لملک بیع الغاصب او ادی الغاصب العثمان الی الملک علی الاصح ہدایۃ او ادی مشتری العثمان الیہ  
 علی الاصح نہ یطعی نفع الاول وہو العتق لا الثانی وہو الیبع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خرید کی غاصب سے  
 غلام کو پھر مشتری نے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیع ڈالا پھر ملک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا ملک کو بنا برائے قول  
 کے کذا فی البدایہ یا مشتری نے ملک کو تاوان دیا بنا برائے صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اس واسطے کہ  
 اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت م یعنی تا دم اجازت عتق موقوف تھا ملک کے دفع مزر کے  
 واسطے بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لایملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج  
 ملک ہے ثبوت کے وقت قید بقبح مشتری لان عتق الغاصب لاینفذ باء العثمان لثبوت ملک بزلیعی مصنف نے عتق مشتری کی قید  
 لگائی اس واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اس کی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی م یعنی  
 غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہے نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اس وقت واقع ہوا جب کہ اصلاً ملک نہ تھی  
 لہذا نافذ نہ ہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اس میں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی المطاوی ولو قطعت یدہ مثلاً عن مشتری  
 فاجازہ بیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من الیبع کالسب والولد والعقرو لو قبل الاجازۃ یحوی للمشری لان الملک  
 تم اس وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلاً غلام بیع کا اس کے مشتری کے پاس پھر اس کی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع  
 قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو بیع سے چنانچہ اس کا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور اگر قبل اجازت ان کا حدیث  
 مشتری کے مملوک میں اس واسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک ہو رہی ہوگی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اس کی ملک میں  
 ثابت ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ نہ کہ وہ چکا یعنی اس کے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے و تصدیق بازار  
 فی نصف الثمن ورجوع بالعدم و دخول فی ضمان فتح اور جس قدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اس کو مشتری تصدیق کرے بنا بر وجوب کے  
 بیع داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اس کے ضمان میں کذا فی الفتح م ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کے  
 ضمان میں اس قدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جس قدر دیت زیادہ ہوگی اس میں شبہ ہے عدم ملک کا لہذا اس کا  
 تصدیق کرنا واجب ہوا کذا فی المطاوی حی الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ قید اتفاقاً بغیرہ مشتری مثلاً علی اقرار البائع الفضلی  
 علی اقرار البیاع العبدانہ لم یامرہ بالیبع للعبد وادام مشتری رد الیبع ردت بیئہ ولم یقبل قولہ للتناقص فضولی نے غیر کا غلام  
 اس کے غلام کے دیا پھر مشتری نے گواہ گدبانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار ہوا گواہ لایا غلام کے ملک کے اقرار پر کہ ملک نے فضولی کو  
 اس کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے بیع کے پھر دینے کا ارادہ کیا تو اس کے گواہ مرد و دیہیں اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا



بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر مالک کے قید اتفاق ہے یعنی اس واسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے وجہ تناقض یہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اس کے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعویٰ پر پھر جب دعویٰ باطل ہو تو گواہ بھی مقبول نہ ہوں گے کیا لو اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امر او بہین علی اقرار مشتری بذلک واصلہ ان من سعی فی لقص ما من جہتہ لا یقبل الا فی مسألتین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اس نے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اس چیز کے توڑنے میں جو اسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اس کی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر مسئلوں میں مقبول م ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اس پر قبضہ کیا پھر دعویٰ کیا کہ بائع اس کو قبل اس کے فلا نے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کو بہہ کی اور وہ بہہ لے لے اس کو حرم بنالیا پھر وہ بہہ نے دعویٰ کیا کہ اس کو میں نے مدہ کیا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لایا پھیرے اور اس پر محمول ہو گا کہ اس نے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اس نے تدبیر کا اقرار کیا تاگناہ میں گرفتار نہ رہے کذا فی الطحاوی و ان اقرار البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بمرہ بان رب العبد لم یامرہ بالبیع و واقعہ علیہ عدم الامر مشتری انتقض البیع لان التنازع لا ینصح صحۃ الاقرار بعدم التہمة فاذا اتوا فقا بطل فی حقھا لا فی حق المالك للعبد ان کذبھا و ادعی انہ کان یامرہ فیطالب البائع بالتہم لانہ وکیل لا مشتری خلا فاللثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجھ کو اس کی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائے گی اس واسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب ہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونوں کے حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب کرے اور اس کا مدعی ہو کہ بیع میسرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے من کا مطالبہ کرے کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی ان کے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری من اور بائع تو بائع سے مجھ کے کذا فی الطحاوی و باع دار غیرہ بغیر امرہ و اقبضھا مشتری نہروا ما ادھا فی بناء مشتری فقیہ اتفاق در رہنے غیر کا گھر نہ بدوں اس کے امر کے اور اس پر مشتری کا قبضہ کر دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت میں چنانچہ کنز میں واقع ہے سو قید اتفاق ہے نہ احترازی کذا فی الدرر بلا امر مالک کے قید اتفاق ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر مشتری لم یضمن البائع قیمتہ الدار لعدم سرایت اقرارہ علی مشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو گھر کی قیمت کا تاوان نہ دے گا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر عدم سرایت اقرار بائع اس کے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم عدم نزاع دار کی علت ہے یعنی مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائے گا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کی علت کہ زمین کا غصب کرنا ٹخنیں کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضمان ہے اور ابو یوسف کا بھی ہذا قول ہی تھا کذا فی الطحاوی فان برہن المالك انخذ لانه نورد بجواه بہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے بامقصد فضولی و آئمہ آخر از وہ اور بہنہ فابیز اما ثبت الا قوی فقیر مملو کہ لا زہ فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اس کو اجارہ دیا یا اس کا نکاح کر دیا یا بہن رکھا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی اجمال ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہو گا اور لونڈی مملو کہ ہوگی نہ زویہ کذا فی الفتح یعنی اس واسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر







المتعاقدين او الورثة او الوصى اور منجملہ شرائط اقالہ رضا مندی ہے متعاقدين کی یا ان کے وارثوں یا وصی و قیام محل القابل للفسخ بخیار فلوزاد زیادہ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لهما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو اگر بیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہ ہوگا خلافا للصاحبین م زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولہ ہے چنانچہ رنگ اور دوخت اور زیادت منفصلہ متولہ چنانچہ ولد اور ثمر و قبض بدل الصرف فی اقالۃ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ میں ان لایب البائع الثمن للمشتري قبل قبضہ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہر بہ نہ کیا ہو قبل اس کے قبضہ کرنے کے م طحاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اس کو ثمن قبل القبض ہر بہ نہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان لایکون البیع باکثر من القیمۃ بیع ماذون و وصی و متول اور یہ شرط ہے کہ بیع اس ثمن سے نہ ہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متول وقف کی بیع میں م یعنی ایک چیز کی قیمت ایک درم ہے اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اس کو بعوض دو درم یا زیادہ کے پچا تو اب اقالہ صحیح نہیں برعایت مولیٰ اور یتیم اور وقف کے اور اسی طرح اگر کثیر القیمت کو بٹمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں و تصح اقالۃ المتولی ان خیر الوقف والا لال اصل من ملک البیع ملک اقالۃ الان فی خمس الثلثۃ المذكورۃ والوکیل بالشرا و قیل وبالسلم اشتاہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکی ہیں یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور جو چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اس کا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح و طلاق و عتاق جو ہرہ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں کذا فی الجوہرۃ اس واسطے کہ شارح نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں ہوتی عتاق کے ماند و ابراء بکرم باب التحالف اور اقالہ نہیں ابراء میں کذا فی البحر من باب التحالف اس واسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہیں کرتا وہی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف م ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عشرۃ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالیٰ روز قیامت میں اس کی ذلت اور لغزش کو دور کرے اور یہ بھی کی روایت میں مسلما ناد ما وارہ ہے کذا فی الفتح القدیر و تحب فی عقد مکروہ و فاسد بکرم و فیما اذا غره البائع لیسرا نہر بختا فلو فاحشا فله الرد کما سبجی اور اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اس میں اقالہ واجب ہے جب کہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی نہر بختا اور جو بائع نے اس کو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ اگے اؤے گا و حکمہا انما فسخ فی حق المتعاقدين فی ما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد و اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدين کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کچھ موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں م موجبات عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدين کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدين کے حق میں اور غیر متعاقدين کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرط زائد کان بیعا جدید فی حقہ لا یبہا کان شری بدینہ الموصل عینا تم تقایلا لم یعد الاصل فیصیر دینہ حالا کاتہ باعہ منہ ولورہ بخیار لقضاء عاد الاصل لانہ فسخ ولو کان یقفیل لم تعد الکفالت فیہا فانتہ

لہ یعنی جو مسلمان چیزے کر پختہ ہے اور بائع اس کو پھیر لے ۱۲



اور اگر عقد بیع بشرط نائم واجب ہوا تو اقالہ متعاقدین کے حق میں بھی جدید ہو گا چنانچہ صاحب دین نے جو عرض اپنے دین موعیل کے کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعلیٰ نہ کرے گی تو اس کا دین فی الحال ملازم الاولاد ہو جائے گا گویا صاحب دین نے اس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے بیع کو بسبب خیار العیب کے حکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہو گی کیونکہ یہ مذکورنا فتح سے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کیل ہو تو کفالت مدلول میں عود نہ کرے گی کذا فی الخائزہ م یعنی اقالہ اور رد بالعیب میں کفالت کا اعادہ نہ ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں لہذا اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہے نہ کفالت کا کذا فی الطحاوی ثم ذکر لکونہ منسافرو ما فالاول انہما تبطل بعد ولادة المبيعة لتعذر الفسخ بالزيادة المنفصلة بعد القبض حقا للشرع لا قبله مطلقا ابن الملک پھر اقلے کے فتح کے چند فروع ذکر کیے فرغ اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہو تا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ مستعذر ہونے فتح بیع کے زیادت منقطعہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع و قیض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادتی قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت منقطعہ ہو یا منقطعہ خلاصہ تقریر یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہ ہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فتح ہے نہ بیع و الثانی یہ فتح بمثل الثمن الاول بالسکوت عنہ اور فرغ ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی در صورت سکوت ثمن اول واجب ہو گا باجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہ ہوتا فرزد مثل الشرط و اولوا القربن جو اجداد اور اولاد اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائے گا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کم اگر ثمن دیا تھا مشتری نے اس کے عوض دے دیا تو بیع صحیح ہے و مشتری دینار دیا نہ دہم کذا فی النہر و لعلہ قد کسبت مداکسا و اگر متعقدین نے اقالہ کیا اور ملاکہ مدیم کا سہم لے لیا تو اس سے بیع صحیح ہے کذا فی جہر من الفتح الا اذا باع المتولی او الوسی للوقت او للصغير شيئا بالثمن قيمته او اشترا شيئا باقل منها وقت الصغير لم تجز اقالته ولو بمثل الثمن الاول و لكن الماذون کا مرثی اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وسی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اس کی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کے واسطے اس کی کمتر قیمت سے تو اقالہ اس کا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی شکل سے اقالہ ہوا اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا و ان وصیلتہ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اقل و کذا فی الاقل الا مع تعيبه فيكون فسخا بالاقل لو بقدر العيب و ازید ولا انفص قبل الا بقدر ما يتغابن الناس فيه ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر بیع کے مبیوب ہو جانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فتح بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہونہ زیادہ تر نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اس قدر کی زیادتی کہ جس میں کہ منافقہ نہیں جس میں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارع نے کہا کہ ان شرط کا ان وصیلتہ ہے تفصیل میں ان شرط متعلق ہے ماقبل استثنائے تو اس کی تقدیم استثناء پر مناسب تھی کذا فی الحلبي و الثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم يصح تعليقها به كما سبقی اور فرغ ثالث یہ ہے کہ اقالہ صحیح نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اس کی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب العرف سے پہلے آفے کا م تعلیق کی صورت یہ ہے کہ شرط فاسد کے لئے بیع صحیح ہو اور کہا کہ تو نے ازاں خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدتا ہا مے تو اس کے لئے بیع صحیح ہو اور اگر نہ زیادہ ثمن کو بیع کی تو بیع ثانی منعقد نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحاوی عن ابی ہریرہ و الرابع جواز تعلیق بیع المبیع منہ ثانیاً بعداً قبل قبضہ ولو كان معاني صحها بطل كميته من غير المشتري عني اور فرغ رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے کہ بیع ثانی مشتری سے دوسری لہذا اقالہ کے قبل قبض کرنے بیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا تو دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی ہے



بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم لطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہے قبل اس کے قبض کے  
والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعد بلا اعادة کیلہ ووزنہ اور فروع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکیل اور موزون کا  
مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادة اس کے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادة قبض جائز نہ ہوتا والسادس جائز ہے المبیع منہ  
بعد الاقالہ قبل القبض ولو کان بیعاً فی حقیقۃ لما جاز کل ذلک اور فروع سادس یہ ہے کہ جائز ہے مبیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد  
اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچھ جائز نہ ہوتا م وجہ عدم جواز مبیع یہ ہے کہ بیع فسخ  
ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع مبیعہ کے قبل القبض واما ہی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالہ فلو قبل فسخ فی حق اکل  
فی غیر العقار اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ  
قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں سوائے زمین کے م زمین کا اقالہ اس واسطے فسخ نہ ہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے  
پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاعتہ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعاً اتفاقاً ولو بلفظ المبیع فبیع اجماعاً اور اگر اقالہ بلفظ مفاعتہ متارکۃ  
یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہو گا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جائے گا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہو گا تو بالاجماع بیع ہے م بلفظ بیع اقالہ  
کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جس کو تو نے خرید کیا وثمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقاراً فسلیم الشفیع الشفیعۃ  
ثم تقایل قضی لہ بہا لکن نہ بیعاً جدیداً فان الشفیع ثالثاً اور اس کا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالہ کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے  
سو موضع اول یہ ہے کہ اگر بیع زمین ہو اور شفیع نے شفیع سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہو گا تو شفیع اس کو  
دلایا جائے گا بسبب اس کے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا واثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعد لان بیع  
فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا بسبب اس عیب کے جو اس کو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اس واسطے کہ وہ بیع ہے  
اس کے حق میں م یعنی جب کہ مشتری نے بیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ بیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس  
اور بائع ثانی نے چاہا کہ اس کو پھر دے بائع اول کو تو اس کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ یہ اس کے حق میں بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے  
خرید کیا کذا فی المنع والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموهوب لہ الموهوب من آخر ثم تقایل لانہ کا مشتری من مشتری منہ اور موضع  
ثالث یہ ہے کہ واہب کو مبیعہ پھر لینا جائز نہیں جب کہ موهوب نے موهوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اس واسطے کہ  
موہوب مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے وارجع مشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراہ منہ بالاقول اور  
رابع یہ ہے کہ مشتری نے بیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کثر ثمن سے جائز ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی  
چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور مہنوز ثمن نہیں دیا پھر کو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں ... اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع  
اول نے مشتری مذکور سے اس کو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحاوی  
والخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عہد الخدمۃ بعد ما مال علیہا الحول ووجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فملک  
فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثاً اذا رد بعیب بلا قضاء اقالہ اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام  
خرید کیا بعد گزر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اس کو بغیر حکم قاضی پھر دیا اور اجناس کو پھر لیا اور اجناس  
ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو ان کی زکوۃ ساقط نہ ہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اس واسطے کہ جو اسطے عیب کے پھر دینا بلا حکم



قاضی اقالہ ہم غلام میں خدمت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اس کی خرید و استہلاک نہ ہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے جدا استہلاک نہیں اور غیر قضا کی قید کا یہ غلام ہے کہ ہم قاضی کے حق میں ہے تو گویا یہ واقعہ ہماری آمد و جاس ہوگی تو گنتہ واجب نہ ہوگی۔ بعد ازیں باقی اس واسطے اقالہ ہمارے یہ ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہک ظہر انہ انکذہ واجبہ ہوئی اور اگر اقالہ بیع ہو تو فقیر کے حق میں بیع اول سے مرتفع ہو جاتا۔

کذا فی المطاوی و زیادہ التقابض فی العرف و وجوب الاستبراء لادحق اللہ تعالیٰ فلعنہ ثالثا مصدر الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب الاستبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اس واسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیسرا شعر استعاقدین کا کذا فی مصدر الشریعۃ ہم وجوب استبراء کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اس پر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہو تو وہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو طہی اس کی جائز نہ ہوگی مگر بعد استبراء کے والا قاتلہ بعد الابارۃ والزمین فالمرئی ثالثا منہر فی تسعة اور مواضع مذکورہ پر لازم ہے اقالہ بعد اجارہ اور زمین کے تو مرئی تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متی اور شرح کے تو ہونے م نہر الفائق میں کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اقالہ بعد زمین سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل قول فقہاء کہ اقالہ بیع بدیہ ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتن ہے اور اسی طرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا اتنی تو اقالہ بعد زمین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا زیادہ مناسب تھا کہ مرتن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی المطاوی والا قاتلہ بین صحتا ہلاک المبیع ولو حکما کا باق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا بیع کا اگر ہلاک حقیقی نہیں بلکہ ممکن ہو جیسے بھاگ جانا غلام کام اور اگر ہلاک بیع کی بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگا کذا فی ابراہیم الثمن ولونی بدل العرف نہ ہلاک تھا کہ بدل صرف میں واقع ہو م چونکہ اصل بیع میں بیع ہے نہ فسخ لہذا ہلاک بیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاک فسخ کی و ہلاک بعضہ بیع الا قاتلہ بقدرہ اعتبار البزء بالکل اور بعض بیع کا ہلاک ہونا مانع اقالہ کا نہیں بقدر باقی کے جو کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم ازا بخدیہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اس کے حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اس کو قیض سے مذکور ہے گا و لیس منہ ماو شری صلیو تا فہم فتقا یا بقا و کل المبیع فتح اور ہلاک بعض بیع سے یہ صورت نہیں مگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام بیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو فسخ کم کرنا بسبب خشکی مبادلہ کے جائز نہیں و لہذا ہلاک احد البیدین فی المتعایضۃ و کذا فی السلم صحت الا قاتلہ فی الباقی منہا و علی مشتری قیمتہ البالک ان قیمتا و مثلا ان مثلیا ولو ہلاک البطلت الا فی العرف اور جب کہ احد البیدین متعایضہ اور اسی طرح سلم میں ہلاک ہو جائے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر مالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثلی مالک لازم ہے اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل نہیں ہم متعایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو لیون متاع کے بیچنا اور صرف کا استثناء منقطع ہے تقایلا فایق البید من ید مشتری و عجز عن تسلیم او ہلاک المبیع بعد ما قبل القبض بطلت بزازۃ متعاقدین نے اقالہ کیا مگر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ مابز ہما اس کی تسلیم سے یا بیع ہلاک ہووے لہذا اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازۃ و ان مشتری ارضا شجرۃ فقلعہ او عدا فقلعت یدہ و انذار شہاتم تقایلا صحت و لزمنہ جمیع الثمن و لا شئ لبائعہ من ارش اشجرۃ الیہا ان حالما بہ یقلع البید و اشیر وقت الا قاتلہ و ان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن لو ان ترک قلیۃ اگر مدخت ولی زمین خرید کی لے بری معلوم کا صحت کا آنا جس سے معلوم ہو کہ لونڈی کو مشتری سے عمل نہیں ۱۱



پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام  
 ثمن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور  
 وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القیۃ و فیہا شری ارضاً مزروعۃ ثم حصداً ثم تقایلاً صحت فی الارض  
 بخصتها اور قنیہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر ہم یہ صورت بعض  
 بیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقایلاً بعد ادراک لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس  
 واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیسوں پر کذا فی البحر و فیہا تقایلاً ثم علم ان المشتري كان وطى المبيعة ردًا واخذ ثمنها اور قنیہ میں ہے کہ دونوں  
 نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے نوڈی بیع سے وطی کی تو اس کو پھیر دے اور اس کا ثمن لے و فیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقاً اور قنیہ  
 میں ہے کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ بیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنع لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں  
 پایا نہیں جاتا کذا فی الحلبي و تصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلاً ابیح ثم تقایلاً بالای اقالۃ ارتفعت و عاد ابیح الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل  
 الا اقالۃ لكون المسلم فیہ دیناً سقط و الساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ سوا اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ  
 جائز ہے گا اور بیع پھر آوے گی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا  
 وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ و فیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعد کہ قبلہا اور اشباہ میں ہے کہ رأس المال بعد اقالہ کے  
 ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں مگر یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض رأس المال  
 کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض رأس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز رأس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی  
 الطحاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعد فلا تحالف حکم رأس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں  
 ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا رأس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں مگر اس صورت میں مسلم الیہ کا  
 قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینۃ کذا فی الطحاوی و لو تقرقا قبل قبضۃ  
 الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے رأس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں اور اگر متفرق  
 ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبض رأس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع  
 ہے کیونکہ کلام رأس المال میں ہے و فیہا اختلف المتباہان فی الصحت و البطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحت و الفساد لمدعی الصحت اور اشباہ  
 میں ہے کہ متباہان نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا  
 قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتري بیعہ من بائعہ یا قل من الثمن قبل النقذ و ادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتري مع دعواه الفساد  
 میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع نے بیع کتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے  
 اور بائع نے بیع اقالہ کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا یا ہو دعویٰ فساد کے مگر اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے  
 قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعاء اقالہ مستند صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ  
 یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا و لو یکسرتھا لفا بشرط قیام البیوع الا اذا استہلک فی ید البائع  
 غیر مشتری اور اگر اس کے بالعکس ہوئے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے بیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں قسم



لازم آوے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ بیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں قسم نہیں مگر جبکہ یہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا تو قیمت بیع قائم مقام ہے بیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں بیع کو ہلاک کیا تو وہ بائع قرار دیا جائے گا اور اقالہ منع ہو گا کذا فی الطحاوی و دایت معزیا للخصامة باع کر او سلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنتہ تم تقایلم بیع اور منسوب بخادمی نے پیشلہ دیکھا کہ انکو کا بلغیہ درسیہ کیا سو مشتری نے اس کا پھل کھا یا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں مگر نزل بغیر نون و ذائے مجملہ اگرچہ بمعنی روزی و مہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انکو کا مراد ہے ۔

**باب المراجعة والتولية** | فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا مگر یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب بیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مراجعہ اور تالیہ اور رد و صرف اور تقدم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوئی کہ بیع میں بیع اصل ہے نہ ثمن نہ الفائق میں ہے کہ تو یہاں مراجعہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ ناقض محتاج ہے تا جبر واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدر سے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور رد وایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیقؓ نے دواؤں خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ تم کو دے صدیقؓ نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر السادۃ والوصیۃ لظہور ہما اور مصنف نے مساومہ و ضعیفہ کا ذکر نہ کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے م مساومہ وہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اس میں ثمن اول کی طرف انتفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور ضعیفہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اس کا رواج سودا گروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض ہر راجع المراجعة مصدر بائع اور لکھ مصدبے بائع کا م عرب بولنے میں باع التنازع اور مشتری مراجعہ یعنی رجعتا بائع کو یا خرید کیا بطور مراجعہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعی بیع مطلقہ میں العروض و لو بہتہ اولیٰ و ثانی و غضب فانہ اذا تمہ بما قام علیہ و یفصل مؤنۃ وان لم تکن من کا جرح و قصار و نحوہ ثم باعہ مراجعہ علی تلک القیمۃ جاز بسوط اور اصطلاح شرع میں مراجعہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہو گیا ہے مجملہ اسباب اور متنازع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غضب کے ہو تو جب کہ اس کا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ مملوک اس کو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے موت کے اگرچہ موت مضمومہ بیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری و صوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اس کو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی البسوط م خلاصہ ہے کہ مراجعہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ بیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع سے رہے بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر زلل ہے بلکہ ہر مملوک کہ چیز میں مراجعہ جاری ہے سو اگر بیع خریدے بائع کی تو اس میں مراجعہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑا کیجے اور اگر بائع کو بیع بطریق میراث یا وصیت ہے تو اسی میں مراجعہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت امدایت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دھابم کا مراجعہ نکل گیا تو اگر دھابم کو دنیا سے خرید کیا تو بیع درابم بطور مراجعہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے ما وکاشیہ زلیٰ میں بائع سے اس کا جواز منقول ہے غضب کی صورت میں کہ غضوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر غضوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع المراجعة کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر ملنے کی کہ شایع نے مصنف کی تعریف میں تہرہ کر کے کہہ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مراجعہ عبارت ہے مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت تحیک حتی واللہ اعلم والتولية مصدر ول وغیرہ جملہ دالیا اور تالیہ مصدر ہے ولی وغیرہ کا یعنی غیر کا یعنی غیر کو



پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام  
 مثن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور  
 وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام مثن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القینہ و فیہا شریٰ الرضا مزروعۃ ثم حصدا ثم تقایلا صحت فی الارض  
 بخصتها اور قینہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر م یہ صورت بعض  
 بیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقایلا بعد ادرا کہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس  
 واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیموں پر کذا فی البحر و فیہا تقایلا ثم علم ان مشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قینہ میں ہے کہ دونوں  
 نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی بیع سے وطی کی تو اس کو پھیر دے اور اس کا مثن ے و فیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قینہ  
 میں ہے کہ پھیر لینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ بیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنع لیکن یہ اطلاق قینہ کی عبارت میں  
 پایا نہیں جاتا کذا فی الحلہ و نصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا ابیع ثم تقایلا ہا اسی الاقالۃ ارتفعت و عاد ابیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل  
 الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط و الساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ  
 جائے گا اور بیع پھر اڑے گی سو اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا  
 وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ و فیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعد کہ قبلہا اور اشباہ میں ہے کہ رأس المال بعد اقالہ کے  
 ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں م یعنی مسلم ایہ کو قبل قبض رأس المال  
 کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض رأس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز رأس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی  
 الطحاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعد فلا تخالف حکم رأس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں  
 ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم ایہ نے اختلاف کیا رأس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں م اس صورت میں مسلم ایہ کا  
 قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینہ کذا فی الطحاوی و لو تقرقا قبل قبض  
 الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم ایہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے رأس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں اور اگر متفرق  
 ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبض رأس المال بقاد عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع  
 ہے کیونکہ کلام رأس المال میں ہے و فیہا اختلف المتباہان فی الصحت و البطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحت و الفساد لمدعی الصحت اور اشباہ  
 میں ہے کہ متباہان نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا  
 قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی مشتری بیع من بائعہ یا قل من الثمن قبل النقد و ادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتري مع دعواه الفسا  
 میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع نے بعض مثن کے قبل ادا کرنے مثن کے  
 اور بائع نے بیع اقالہ کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا یا وجود دعویٰ فساد کے م اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے  
 قبل ادائے مثن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعا اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ  
 یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا و لو بعکس تجالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استہلک فی ید البائع  
 غیر مشتری اور اگر اس کے بالعکس ہوئے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے بیع کو مشتری سے باقل مثن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں قسم



لازم آئے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ بیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں قسم نہیں مگر جبکہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا تو قیمت بیع قائم مقام ہے بیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں بیع کو ہلاک کیا تو وہ قایلین قرار دیا جائے گا اور اقالہ مفتح ہو گا کذا فی المطاویٰ وصایت معزیا للخصامة باع کراد سلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنتہ تم تقایم لم یصح اور منسوب بخادمی نے بیع دیکھا کہ انکو کاربنہ یا درسیہ کیا سو مشتری نے اس کا پھل کھایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں مگر نزل بضم نون فذائے مجملہ اگرچہ بمعنی روزی و مہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انکو رکھا مراد ہے ۔

**باب المراجعة والتولية** | فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا مگر یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب بیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مراجعہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوتی کہ بیع میں بیع اصل ہے نہ ثمن نہ الفائق میں ہے کہ تولیہ اور مراجعہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ ناقض محتاج ہے تا جبر و واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدر سے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدقؑ نے دواؤں خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ تم کو دے صدقؑ نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر السارۃ والوصیۃ لظہور ہما اور مصنف نے مساومہ وضعیہ کا ذکر کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے م مساومہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقبین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اس میں ثمن اول کی طرف انتفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائے ہے اور وضعیہ بیع ہے کثر ثمن اول سے اور اس کا رواج سودا گروں میں کثر ہے کیونکہ تجارت سے غرض ہر راجع المراجعة مصدر مانع اور مصدر ہے مانع کا م عرب بولتے ہیں باع المتاع اور مشتری مراجعہ یعنی رجعتا متاع کو یا خرید کیا بطور مراجعہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعی بیع مطلقہ من العروض و لو بربہ والحق اور غصب فان اذا تمہ بما قام علیہ و بفضل مؤنۃ وان لم یکن من کابر قصار و نحوہ لم باوہ مراجعہ علی تلک القیمۃ باز بسوط اور اصطلاح شرع میں مراجعہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہو گیا ہے مجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اس کا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ ملوک اس کو ملے ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے موت کے اگرچہ موت مضموم بیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری و صوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اسکو بیع کے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی البسوط م خلاصہ ہے کہ مراجعہ فقط اسی میں مختص نہیں کہ بیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لے کر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر ظاہر ہے بلکہ ہر ملوک چیز میں مراجعہ ہاری ہے سوا اگر بیع خرید ہے بائع کی تو اس میں مراجعہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑا کیجے اور اگر بائع کو بیع بطریق میراث یا وصیت ملے تو اس میں مراجعہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے مطاویٰ نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مراجعہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنیا میں سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مراجعہ جائز نہیں چنانچہ بقرار النبی میں ہے ماہ کاثرہ نہیں میں بائع سے اس کا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغضوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر مغضوب مل گیا تو وہ ملوک ہو گیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع المراجعة کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر علی نے کہا کہ شارع نے مصنف کی تعریف میں تعریف کر کے کہہ کا کہہ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مراجعہ عبارت ہے ملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت تحیک متی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ول و غیرہ جملہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی و غیرہ کا یعنی غیر کا یعنی غیر کو



والی اور کار ساز مقرر کیا و شرعاً بیعہ شتمہ الاول و لو حکماً یعنی بقیمتہ و غیر عنہا یہ لائنہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اس کے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اس واسطے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اس کا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر ایہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جب کہ وہ مغبوب کو لہذا تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام بٹھرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اس کو بھی شامل ہو جاوے طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اس واسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہونہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے و شرط صحتہا کون العوض مثلیاً او قیماً مملوکاً للمشتري اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی چنانچہ دراہم اور دینار اور کیل اور موزون اور عددی تقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اس واسطے شرط صحت ہو کہ اگر ثمن مثلی ہو چنانچہ کپڑا عوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت معمول ہے ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی ہے بھی مرابحہ بائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر خرید کیا جو من کپڑے کے اور اس کو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ لیا جو من اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اس کے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر تبصرہ و کون الرزخ شیئاً معلوماً و لو قیماً بشارا الیہ لہذا التوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح وہ یا زدہ ای العشرۃ باعہ عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر مخرج البیع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہ ہو بلکہ قیمت والی چیز مثلاً را الیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفع ہونے جہالت کے تو اگر بیع کرے گا وہ یا زدہ کے نفع پر یعنی دس کو جو من گیارہ کے بیچے گا تو جائز ہوگا مگر یہ مشتری کو ثمن اس کا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اس کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح البیع للعینی ہم ہذا زیدہ کے نفع سے کل ثمن اس کا معلوم نہ ہوا لہذا بیع بائز نہ ہوئی و یقیم البائع الی راس المال اجر القصار والصیغ با ی لون کان والطرار بالکسر علم التوب والقتل لو حمل الطعام وسوق النعم واجرة الغسل والنحیاطہ وکسوتہ و طعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وسمھا وکری المسناة والا نہار وخرس الا شجار وخصیص الدار اور ملانے بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیونہ ہو اور مزدوری کپڑے کے نقش کاری کی اور رد مال وغیرہ کے ڈورے بننے کی مزدوری اور غلام کھالانے اور بھیر بکڑیوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام بیع کا بدوں اسراف کے اور سنجائی کھیت اور لگور کی اور اس کی جاروب کشی اور برہون اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چوڑی کاری اور اسی طرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور موتی میں سوراخ کھنڈنے کی مزدوری اس کے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرة السمسار ہو اللال علی مکان السلوہ و صاحبہا المشروطہ فی العقد علی ما جزم بہ فی اللہ و ربح فی البحر لا طلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی اسی قید پر یقین کیا ہے درمیں اور بحر الرقی میں طلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اصل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہاء میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جس کے ساتھ متاع ہو غالباً نہر الفائق میں ہے کہ عدم جہاں رت دلال بالاجماع ثابت ہے و ضابطہ کل ما یزید فی البیع اوفی قیمتہ یعنی در دو عقد العینی وغیرہ عادیۃ المتجار بالضم اور قاعدہ کلیہ شہادہ مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز بیع میں آیا ہو جائے بیعے رنگ وغیرہ اس کی قیمت میں زلیہ ہو چنانچہ عمل طعام اور خیاطت تو وہ ملانے کا و کذا فی النہر یعنی وغیرہ نے سودا گروں کے ملانے کی عادت پر اتفاق کیا ہے جس کو تھار



اپنے عرف میں اس المال کے ساتھ ملاتے ہوں اس کو ملانا چاہیے وبقول قائم ملی بکن اول یقول اشتريتہ کا نہ کذب اور بائع کے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی۔  
 اولوں نہ کے کہ میں نے اتنے کو خریدی اس واسطے کہ یہ جھوٹ ہے م مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خریدی اور ایک روپیہ اس کی سبائی میں صرف ہوا تو مالک  
 اس کے بیچنے کے وقت یوں کہے یہ تمہیں باہر قبائلم کو پانچ روپیہ کی پڑی اور یوں نہ کے کہ میں نے پانچ کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اس صورت میں ہے  
 جب کہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق مساومہ یا بیعنا منظور ہو تو بلا بیان نہیں اور سلائی وغیرہ کے جس قدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم  
 البورث و نحوہ ابواب برقمہ و صا قانی الرقم فتح اور اسی طرح مرابحہ جائز ہے جب کہ شی موروث وغیرہ کی قیمت مقرر ہو یا بیع کو ان کی رقم پر بیچے بطریق  
 بیان رقم میں چاہے کفائی الفتح م رقم مبیعت ہے اس علامت سے جو کہہ سے رکھی ہو اور میں پر دلات کہ صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم  
 نہیں پہناتا اور کہہ سے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بالبعیہ کہ یہ اس کی رقم ہے میں اس پر اتنا نفع لے کہ بیچوں گا خواہ وہ رقم اہل ثمن سے ملتی  
 ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بناوے گا تو بیع صحیح نہ ہوگی بلکہ یقیم اجر الطیب والمعلم و ردوہ للعالم والشعوب فیہ ما فیہ فلذا حلال فی البسوط  
 بعدم العرف نہ ملاوے طیب اور معلم کی اجرت کفائی اللہ اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم منہ تعلیم کی علت میں جو کہہ نہ ہو ہے اسی واسطے مبسوط میں عام  
 منہ تعلیم کی اجرت میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہے م بیعت علمانے عدم منہ کی علت نہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ  
 یہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر ملاوے ہو جائے گا تو ملاوے نہ ملاوے کذا فی الفتح لمخصا والدلالات  
 والراعی اور نہ ملاوے ناس للہ کے ساتھ اجرت دلال اور خریدنے والے کے ولا تفقہ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ م یعنی سوداگر کا خرچ ہو یا بی  
 ذات کے طعام اور کسوت میں سفر تجارت کے اندر اس کو بھی اس بیع میں حساب نہ کرے ولا اجر مملوہ نفسہ او تلوعہ متلوعہ اور ملاوے اجرت اس عمل کی  
 جو بیات تلوعہ کیا یعنی مثلاً اپنا رنگ اور سینا حساب نہ کرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اس کی اجرت بھی دلاوے و جعل المایق و کراء بیت الحفظ  
 بخلاف اجرة الخزن فانہا تضمن کما مر مرارہ وکانہ بلعروف ولا فلا فرق یقہر فتمد بر اور غلام گریختہ کے پر لانے کی اجرت ادبیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف  
 اجرت غزی کے کہ اس کو اس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے اور گویا کہ منہ اجرت مخزن اور عدم منہ کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج  
 کے ہے اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہو تا بیت الحفظ اور مخزن میں سوتا مل کرے و ما یؤخذ فی الطريق منی التظلم الا اذا اجرت العادۃ بعمر  
 ہذا ہو الاصل کما علت فلیکن العول علیہ کا بیفیدہ کلام الکمال اور اس المال کے ساتھ نہ ملاوے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے ماہ میں ظلم سے مگر اس  
 وقت ملنا چاہیے جب کہ رواج میں اس کے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج میں اہل ہے منہ اور عدم منہ میں چنانچہ معلوم کر چکا تو یعنی وغیرہ کے  
 کلام سے تو یہی قول متمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلات کرتا ہے م طحاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اس کو  
 مقتضی ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی اس المال کے ساتھ ملاوے قابل ظہر خیانت نہ لی مرابحہ باقرارہ او برلمان علی ذلک او بکول  
 علی یسین اخذہ للشری لکل ثمنہ اور وہ لغوات الیمنی پھر اگر بالبعیہ خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اس کے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے سے  
 تو مشتری اس کو پھیرے اس کے پورے ثمن سے یا اس کو پھیرے بسبب فوت ہو جانے رضامندی کے یعنی در صورت خیانت مشتری اس بیع سے  
 کیونکہ مانع ہو گا لہذا اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہو گا نہ الخالق میں ہے خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اس کو ملاوے جس کا ملانا جائز نہیں بلکہ جو عدم  
 کو طحاوی کی ہو اس کو دس درم بتاوے ولا الحط قد بالخیانت فی التولیۃ تحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کر دانا  
 تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے م یعنی اگر قدر خیانت کو کم نہ کرے تو تولیہ ثابت نہ ہو اس واسطے کہ تولیہ میں اہل سے  
 زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو بک البیع اور اس کے فی الرابحہ قبل ردہ اور حدیث بر ما یمنع منہ من الرد منہ بحسب المعن لیسی و سبط



تیارہ اور اگر بیع ہلاک ہو جاوے یا اس کو مشتری ہلاک کرے مارجع میں اس کے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے روکی چنانچہ عیب یا زیادت مانع تو بیع اس کو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اس کے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا و قد منانہ لو و بدمولی یا المبیع عیداً ثم حدث آخر لم یرجع بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ بیع میں عیب پاوے پھر وہ سراجیب اس میں پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم مولی اسم مفعول ہے تولیہ ہے رجوع بالنقصان ہو اس واسطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تسادی حقیرین کا مقتضی ہے کذا فی الطحاوی و شراہ ثانیاً بحسب الثمن الاول بعد بیعہ بربح فان رائج طرح باریح قبل ذلک خرید کیا اس کو دوبارہ ثمن اول کے ہم جنس سے بعد اس کے بیچنے کے نفع لے کر پھر اس کا مارجع کیا چاہے تو کم کر ڈالے اس قدر کہ جو نفع لے چکا ہے قبل اس کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اس کے مشتری سے بعد تقابلن کے دس کو خرید کیا تو اب اگر دوسری بار فائدہ لے کر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو پانچ کو بیچا پھر اس پر جتنا چاہے نفع لے اور قید ہم جنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متناع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس دم ہوں تو اس کو دس دم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اس واسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اس کا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مارجع میں دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الرجح ثمنہ لم یرائج خلافاً لہما و ہوا فرق و قولہ ادنی بحر اور اگر فائدہ اس کے ثمن کو مستغرق ہو اس طرح پر کہ دس دم سے خرید کر کے بیس دم کو بیچے بطور مارجع کے پھر اس کو مشتری سے خرید کرے جو دس دم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مارجع اس کو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول خلق پر سبکتر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر و لو بین ذلک اوباع بغیر الجنس او تخلل ثالث جائز اتفاقاً فتح اور اگر اس کو بیان کر دے اس طرح پر کہ میں نے اس کو بیچا تھا اتنا نفع لے کر پھر اتنے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح رابع اے جازان بیع مارجعہ لغیر سید شری من مکاتبہ او ماذونہ ولو المستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبارہذا القید بتحقیق الشراء بغیر المدیون بالاولی علی ما بشری الما ذون کعکسہ نفیاً للتمتہ مارجع کرے یعنی بطور مارجع غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اس مولی کو جس نے اپنے مکاتب یا موزون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اس کی گردن کو مستغرق ہو مارجع کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اس کے یعنی ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مارجع مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اس واسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہ ہوگا تو مولی کا اس سے خرید کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ مولی کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق اولیٰ ہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس دم کو خرید کیا پھر اس کے مولی نے اس سے پندرہ دم کو مولی لیا تو مولی دس دم پر نفع لے کر بیچے اور اسی طرح اگر مولی نے کپڑا دس دم کو خرید کیا پھر اس کے غلام مذکور نے اس سے پندرہ کو مولی لیا تو غلام دس دم پر بطور مارجع کہے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک بغیر میں تصرف کو مفید ہے مگر اس میں عدم عقد کا شبہ ہے اس واسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہیں ہوگا یا مولی نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید و فروخت کی لہذا حکم مارجع میں اس عقد کو محرم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر و کذا کل من لا یقبل شہادۃ لہ کا صلہ و فرعہ و لو بین ذلک رابع علی شراء نفسه ابن الکمال اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک شخص کا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اس کی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کرے کہ میں







او تعیب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر بیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اس کو معلوم ہوا کہ بائع نے اس کو ادھار خرید کیا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولية فی جمیع مامرا اور اسی طرح مراءجہ کے مانند تولیہ کا حکم سب سے جمیع مسائل مذکورہ میں ہم یعنی در صورت میصوب کر دینے اور وطلی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہے اور در صورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور وطلی ثبہ میں بیان کرنا ضرور نہیں اور تولیہ مراءجہ کے مانند ہے ادھار خریدنے میں بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والموکل بموکل اور ابو جعفر نے کہا کہ محتاج فتوی کے واسطے پھر لینا ہے زیادتی کا جو ما بین ثمن خیال اور ثمن موکل کے ہے کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال پندرہ ہوں اور ثمن موکل تیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ دم بائع سے پھیرنے ولی رجلا شیدا اے بائع تولیہ بمقام علیہ او بما اشتراه یہ ولم لیعلم للمشتري بکم قام علیہ فسد البیع لجملة الثمن وکذا حکم المراجعة و غیر مشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسه والا بطل تولیہ کیا اگر سے کسی چیز کا یعنی اس کو بطرز تولیہ یا بوجہ اس قدر کے جتنا اس پر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بوجہ اس ثمن کے جس سے اس کو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اس پر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مراءجہ کا اور مشتری محتار ہوگا اس کے لینے اور چھوڑنے میں بشرطیکہ مجلس عقد میں ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہے کیونکہ یہ بیع باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن البحر والعمدة لا رد لغبن فاحش هو مالا یدخل تحت تقویم المقولین فی ظاہر الروایة ویرفتی بعضهم مطلقا کما فی القنیة ثم رقم وقال ولفتی بالرد رفقا بالناس وعلیه اکثر روایات المضاربة ویرفتی ثم رقم قال ان غره لے غره مشتری البائع او بالعکس او غره الدلال فله الرد والا لا ویرفتی صدر الاسلام وغیره ثم قال وتصرفه فی بعض البیع قبل علمه بالغبن غیر مانع منه فی رد مثل التلقه ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتهى ملخصا جان اس بات کو کہ رد بیع نہیں ظاہر روایہ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت بھڑانے والوں کی قیمت مقرر کرنے داخل نہ ہوا اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتوی دیا ہے مطلقا خواہ اس کو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیة پھر صاحب قنیہ نے رد لکھے اور کہا اور غبن فاحش میں یہ پھر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربة کے اکثر روایات ہیں اور اسی کا فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رد لکھے اور کہا کہ اگر اس کو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اس کو دلال نے دھوکا دیا تو اس کو رد بیع کا اختیار ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیره نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض بیع قبل درست ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اس کا مثل پھیر دے جس کو اس نے تلف کیا اور سب ثمن پھیرے بنا بر صواب قول کے انتہی قول القنیة ملخصا ہم بطلان تصرف کیا اس کے رد مثل کے ساتھ باقی بیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں مصرع ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اس کا قول مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اس کے حصے کے موافق ثمن نے کہ کذا فی الحلبي بقی لوکان قیما لم اره باقی رہی یہ بات کہ اگر بیع قیمت والی چیز ہو اور اس میں غبن فاحش ہو ہو میں نے اس مسئلہ کو مصرع نہیں دیکھا قلت وبالاخیر حرم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصحہ الزیلعی وغیره میں کہتا ہوں قول اخیر یعنی اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہے تو رد بیع جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسی کی تصحیح کی ہے زطبی وغیره نے ہم صاحب تحفۃ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مضون رد نہ کرے لیکن حکم ان مضون میں جسے کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اس کو فریب دینے سے غبن ہو تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہی صاحب تحفۃ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحاوی فی قتالہ الاشباہ من بیوع الخایم من فصل الغرور والغرور لا یوجب الرجوع







ثم استحقَّت ربح على المخبز بقيمة الولد المستحق وسبغى آخر الدخول تيسرى صورت یہ ہے جب کہ غرض بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے بھر لے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر میں آوے گا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا بل ینقل الرد بالتعزیر الی الوارث استظهر المصنف لا تصریح بم بان الحقوق المجردة لا تورث قلت وفي حاشیة الاشباه لابن المصنف ویرافتی شیخنا العلامة علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمنا فی خيار الشرط معزیا للرد کیا انتقال کرتا ہے ردیع فریب دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اس کا وارث اس کو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہاء کے کہ حقوق مجردہ مورث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادة وراثت سے میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یوں ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں خيار الشرط میں درر سے نقل کر کے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومة الفقہیۃ ما یحالی لغو مال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عن ابنہ فی کتابہ معونة المفتی فی کتاب الفرائض وایده بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعة ان الوارث یرد بالعیب لیسیر مغرور بخلاف الوسی قتال لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جس کا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اس کے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اس کی طرف کہ ردیع غرور سے مورث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اس کے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونة المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر مورث ہونے کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قائمہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث ردیع کرتا ہے بسبب عیب بیع کے اور مغرور ہٹتا ہے بخلاف وی کے کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اس کو قائل کریم وجہ تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اس کو مفید ہے کہ خیار الغرور مورث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ہٹتا ہے امور شاہ کے دھوکا دینے سے وقد منعنا عن الخایرة ان متی عاین مایعرف بالعیان نفی الغرور فتدبر اور ہم نے مقدم ذکر کیا ہے باب خيار الشرط میں خایرہ سے کہ جب اس مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہے غمخ کرے **فصل فی التصرف فی المبیع والتمس قبل القبض والزيادة والخط فیہما وتاجیل الدیون یہ فصل ہے بیع اور تمس کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونوں میں اور دیون کی مدت مقرر کرنے میں صحیح بیع عقار لا ینحشی ہلا کہ قبل قبضہ من بالعدم الغرر لندۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا علی شرط نہر ونحوہ کان منقول فلا یصح الاتفاقیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جس کے تلف ہونے کا خوف نہیں قبل اس بات کے کہ اس کے بائع سے لے کر اس پر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرۃ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اس کے چنانچہ خوف ہوزمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اس وقت میں غیر منقول مانند منقول کے ہو گا عدم صحت بیع میں تو اس کی بیع بالاتفاق قبل قبضہ کے صحیح نہیں م امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبضہ کے جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی صلت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی بیع کے انفساخ بیع محتمل ہے اور ہلاکی عقار میں نادر ہے اور نادر کا کچھ اعتبار نہیں منع العقار میں ہے کہ مصنف نے تعمیر بیع بصحت کی نہ بنفا ذ اور زوم اس واسطے کہ نفاذ اور زوم بیع نقد میں یارضائے بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل اس کے ابطال بیع جائز ہے طحاوی نے کہا کہ قولہ من بالعدم قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے لگتا ہے و اجارۃ و بیع منقول قبل قبضہ ولو من بالعدم کا بھی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اس کے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اس کے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب تن میں آوے گا کذا فی الطحاوی بخلاف عمقہ و تدبیر**



وبیعتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ وامارتہ من غیر بائعہ فاذہم علی قول محمد وبوالاصح بخلاف آؤ لو کہنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اس کے مدبر کرنے اور اس کے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شعبوں کو اس کے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے ہم یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا تو اس کا عین اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن ادا عامہ محمد کے قول پر صحیح ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبضہ کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبضہ میں تو قبضہ مامور بجائے قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصات اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبضہ کے اور تملیک بیع قبل قبضہ کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اس واسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی المطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد یفسخ بطلان قبضہ فانتقض فیہ غیر جائز ومالا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے ہلاکی عین سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جیسے بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہونے لگے تو اس میں تصرف قبل قبضہ جائز نہیں اور جو عقد کہ فسخ نہ ہو ہلاکی عوض سے جیسے مہر اور عین لاجور مال تو اس میں تصرف کرنا قبل قبضہ کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وہب من البائع قبل قبضہ فقیل البائع انتقض البیع ولو بایعہ قبل منہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً جو ہر ذی قلت وفی الواجب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الہبۃ یتملہا فندہ براء صیغ منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اس کے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اس کو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر منقول کی بیع کی تو بیع بائع سے ہی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹے گی اس واسطے کہ یہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل قبضہ کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوبہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل قبضہ کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو مستلزم ہے غور کرے ہم یعنی بیع منقول کی قبل قبضہ کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اس کو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اس میں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اس واسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی بیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آتا دوسری جہت سے یعنی خطر الفساد عقد در صورت ہلاکی بیع اور الطوق بالملک کا فاسد پر کثرت ہے مشتری کیسلا بشرط التکلیل محرم ہے کہ تحریر یا بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد مر جو الفسادہ بانہ لا یقال لا کلہ انہ اکل حراماً لعدم التلازم کا بسطہ الکمال لکونہ اکل حراماً نزدیک کیل کیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اس کا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اس کو ناپنے لے اور البتہ علمائے اس کے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اس کی کہ اس کے کھانے والے کو حرام خوردہ کہیں گے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اس کو شرح بیان کیا ہے حرام خوردہ اس واسطے نہ کہیں گے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے کھل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتاویٰ ابن ماجہ نے بابائے روایت کی کہ نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یمری فیہ الصامان صلح البائع وصالح المشتري یعنی حضرت نے طعام کو بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحق اور بزار اور عبد اللہ بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں منع ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع آثار لریبہ کے واجب العمل اور محبت ہے کذا فی فتح القدر اور عدم جواز کی علت قطعی کو شارع بعد اس کے بیان کرے گا و مشکۃ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لا احتمال للزيادة وہی



للبائع اور کیل کے مانند ہے موزون اور محدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی یا ثبوت کا حق ہے یعنی جی کیل اور محدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اس میں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کہ شاید زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع میں وہ بارہ سیر ہوئی تو دوسرے بائع کا مال بھٹا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا لکن غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر بیع کم ہو شرط سے تو مشتری اتنا ثمن کم کر ڈالے فتح القدر میں کہا کہ محدود سے عددی مقارب مراد ہے چنانچہ اند اور اخروٹ بخلاف مجازۃ لان النکل للمشتري بخلاف بیع کیل اور موزون اور محدود کے بطور تخمین اور النکل کے بلا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے جیسے ایک ڈھیر گیہوں کا خرید کیا تو اس کا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اس واسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اس میں احتمال زیادتی کا نہیں و قید بقبور غیر الدراہم والدنانیر لجواز التصرف فیہا بعد القبض قبل الوزن کیسبب التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن مشتری ثانیاً لانه صار بیعاً بالقبض بعد الوزن قینہ و علیہ الفتوی خلاصہ در مصنف نے موزون میں غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر میں بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اس واسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القینہ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورت میں مشتری کو دوبارہ وزن کر لینا شرط نہیں ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف میں اس واسطے کہ ان کی مقدار مقرری میں غالباً تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی میں تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منقذ ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحاوی و کفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای مشتری بعد البیع لا قبلہ اصلاً و بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرة رجل فشره فباعه قبل کیلہ لم یجز وان اکتلہ الا ان فی عدم کیل الاول فلم یکن قابضاً فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پہلے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد العقد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اس کے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اس نے کیل کو خرید کیا پھر اس کو شرط کیل بیجا قبل اس کے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ اگرچہ مشتری ثانی اس کو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی بھٹا کذا فی الافتح تو اس کی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی م مھنور مشتری میں کیل بائع اس واسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اس واسطے کافی نہ ہوا کہ اس وقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونوں پر صحیح نہیں و لو کان النکیل والموزون ثمناً جازاً التصرف فیہ قبل کیلہ و وزنه بجوازہ قبل القبض قبیل النکیل اولی اور اگر کیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اس میں تصرف قبل اس کے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متمات قبض سے ہیں پھر جب ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبیل متمات بطریق اولی جائز ہوگا لایحرم المذروع قبل ذرعه وان اشتراه بشرطہ الا اذا فرد لکل ذراع ثمناً فهو فی حرمتہ ما ذکر کموزون والاصل ما مراراً ان الذرع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتري الا اذا کان مقصوداً واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یفرضه التبیین لان الوزن یمتد فیہ وصف حرام نہیں بیع مذروع قبل از پیمائش گز اگرچہ اس کو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت میں موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اس کا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنیٰ کیا ہے جس کو تبیین یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اس واسطے کہ اب موزون میں وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا م مھنور تبیین موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو اس وقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اس کے وزن کے جائز ہے اگرچہ



بشرط ان خرید کیا ہو حساب یہ تھا کہ اس کو وزن کی بحث میں شارع ذکر کرتا کہ ان فی الطحاوی و جاز التصرف فی الثمن بہتہ اویع او غیر ہما لو  
 عینا سے مشار الیہ ولو دینا نا تصرف فیہ تلیک کہ من علیہ الدین ولو لبعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک قیل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف  
 کرنا جائز ہے بطریق رہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن میں ہو یعنی اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو اس میں تصرف  
 اس کی تلیک کا ہے مدیون کو اگر چہ تلیک بعوض ہو اس طرح ہر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کیے عوض ثمن کے جو دین ہے اور تلیک دین جائز نہیں غیر مدیون  
 سے کذا صرح ابن ملک سوا تعین بالتعین کلیل اولاً لکن قود فلو باع ابلا بدراہم او بکر برباز اخذ بدراہم شینا انہ قیل قبضہ تصرف ثمن میں جائز ہے  
 خواہ ثمن معین ہو یا نا ہو معین کرنے سے جیسے کلیل تاکہ تعین نہ ہوتا ہو تعین سے جیسے نقود تو اگر اونٹ دم یا گیسوں سے بیجا تو دم اور گیسوں کے  
 عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ممد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بیع میں بیچتے تھے تو دم کی جگہ دینار اور کھانے دینا دم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم اس کو جائز رکھتے تھے کذا فی المنع وکذا الحکم فی کل دین قیل قبضہ کسر وادحرة وثمان متلف وبل طلع وثمان بمال ودرود و مومسی وکمال  
 جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلہا قبل قبضہا یعنی سومی صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنس لغوات شرط اور ہی حکم ہے ہر دین میں قبل اس کے  
 مقبوض ہونے کے جیسے مہر و اجرت اور تلف کی چیز کا تادان اور بدلا خلع اور مال کا ادوارث اور وصیت کی چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان والدیون  
 میں قبل ان کے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سوائے صرف اور سلم کے کہ ان میں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے  
 اس کی شرط کے ہم یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبضہ ہے تو قبل اس کے تصرف اس میں جائز نہیں ومع الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنس فی المجلس او بعد  
 من المشتري او وارت خلاصہ ولفظ ابن ملک اذن اجبني اور صحیح ہے زیادہ کر دینا ثمن میں اگرچہ زیادتی اس کے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد  
 میں ہو بعد اس کے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اس کے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے کیا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو مگر اگر اجنبی کی  
 زیادتی بامشتری ہے تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اگر اس کے بلا امر ہے تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اس پر لازم ہے و لا باطل ہے اور اگر اجنبی نے  
 زیاد کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذکر کیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگر بامشتری تھا تو اجنبی مشتری سے بھرے اور نہیں تو نہیں کذا فی  
 الطحاوی عن ابیہر ان فی غیر صرف و قبل لہا ثانی المجلس ولو بعد بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بالغ اس کو زیادتی کی  
 مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کرے گا تو زیادتی باطل ہو جائے گی کذا فی الخلاصہ صرف میں زیادتی اور کی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود  
 ہے و فیہا لو نہ بعد ما زاد بھر اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پختا دے تو اس پر حبر کیا جاوے یعنی حاکم بزور دلاوے وکان  
 البیوع تمام خلاصہ بعد ہلاک ولو حکما علی الظاہر بان باعتم شراہ تم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ بیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد  
 ہلاک ہونے بیع کے اگرچہ ہلاک حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اس طرح ہر کہ مشتری نے اس کو بیجا پھر اس کو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں  
 ہم بیع کو ہلاک حکمی اس واسطے کہ اگر اختلاف آیدی اختلاف سلم کے برابر ہے اور اگر بیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کرے گا تو بطریق  
 اعلیٰ جائز ہے کذا فی الطحاوی و زاد فی الخلاصہ وکونہ محلاً للمقابلۃ فی حق مشتری حقیقۃ فلو باع بعد القبض او دبرا وکاتب اومت اشاة  
 فزاد لم یجز لغوات محل البیوع بخلاف ما لو آجر او دین او جعل الحدید سیدفا و ذبح الشاة لقیام الاکم والصورة وبعض النافع اور خلاصہ میں زیادت  
 ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہونا بیع کا محل مقابلہ زیادتی در انہا یکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق میں اس طرح ہر کہ بیع مشتری کے  
 ماتہ سے خارج نہ ہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اس کو بیجا پھر ثمن کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کی یا بکری گئی پھر مشتری نے زیادہ ثمن کر دیا  
 لے یعنی مکاتب کا مختلف ہونا ایسا ہے جیسے ہیز ہل گئی ۔



تو جائز نہیں بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اس کے کہ اگر بیع کو باجہارہ دیا یا اس کو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع بیع کے ہم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت موت ہلاک حکمی داخل ہیں کذا فی الحلی و صحیح المحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع و قبض الثمن اور صحیح ہے کہ مکرر مینا ثمن کا یعنی بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک بیع اور قبض ثمن کے ہو و الزیادۃ والمحط بلیتھقان باصل العقد بالاستناد فبطل خط الكل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتدائے عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ اس میں اصل عقد کی تبدیلی ہے کیونکہ بعد عقد کے ثمن کا اگر دینا یا ہرہہ ہے یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی و اثر الالحاق فی تولیۃ و مراجعہ و شفیعۃ و استحقاق و ہلاک جس میں بیع و فساد صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ المحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیۃ و مراجعہ و شفیعۃ اور ہلاک اور جس میں بیع اور فساد صرف میں لیکن شفیعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ہم یعنی اگر اول دس کی خرید تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کر دیے تو تولیۃ و مراجعہ پندرو درم پر اور در صورت کم کر دینے باقی تولیۃ و مراجعہ کرے اور اگر بیع مستحق غیر تکے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھرے اور بائع کو جس بیع میں تا قبض زیادتی اختیار ہے اور صرف میں زیادتی اور کمی مفید عقد ہے اور شفیعہ میں شفیعہ کو زیادتی اس واسطے لازم نہ ہوئی کہ اس کا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو زوم زیادت میں اس کے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اس کے ابطال کے مالک نہیں و صحیح الزیادۃ فی المبیع و لازم البائع دفعها ان فی غیر مسلم زلیعی و قبل مشتری اور بیع میں زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کی جانب سے اور بائع کو اس کا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہ ہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اس کو قبول کرے ہم زلیعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اس کو تو موجود فرم کیا ہے مسلم ایہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اس کی حاجت کا واقع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں و یلتحق ایضا بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتها من الثمن اور بیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر بیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اس کا حصہ ثمن سے ساقط ہو گا ہم مثلاً تین درم کو چھ سیر جس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہو گا ایک درم ساقط ہو جائے گا و کذا لوزاد فی الثمن عرفاً فہلک قبل تسلیم الشفعۃ العقد بقدرہ قیہ اور اسی طرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہو گا بقدر اسباب کے کذا فی القیۃ ہم مثلاً ایک چیز سو درم کو خریدی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جس کی قیمت پچاس درم تھی پھر کتاب فنانع ہو گئی قبل تسلیم کے تو بیع ایک تہائی میں منفسخ ہو گی کذا فی المنع یعنی اس واسطے کہ پچاس ڈیرہ سود کی تہائی ہے ططاوی نے کہا چونکہ بیع قائم ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا اطلاق و اللہ تعالیٰ اعلم ولا یشرط للزیادۃ ہنا قیام المبیع فصیح بعد ہلاک بخلاف فی الثمن کا مراد شرط نہیں یہاں کی زیادتی میں یعنی زیادت بیع میں قائم رہنا بیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اس کے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اس میں قیام بیع شرط ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا و یصح المحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانه اسقاطا و عین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما وقع فی برادۃ الاسقاطا لانی برادۃ الاستيفاء اتفاقاً اور صحیح ہے کم کر دینا بیع سے اگر بیع دین ہو اور اگر بیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اس کا اسقاط صحیح ہے تو پھر لے جو اس نے دیا تھا برأت اسقاط میں نہ برأت استيفاء میں بالاتفاق ہم محیط میں ہے کہ متعین گیسوں پیمائے پھر خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیسوں ساقط کر دیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ گیسوں عین ہیں یعنی متعین مشار الیہ ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اگر گیسوں کے و پھر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اس واسطے کہ



گیموں یہاں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے اتنی برأت استعلا کی مثال یہ ہے کہ مشتری کے بائع سے کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ بطریق برأت اسقاط کے کیا اور برأت استعلا کی مثال یہ کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا بطریق برأت استعفاء اور قبض کے کذا فی المطحطاوی ولو اطلقنا فقولا ان اور اگر برأت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استعفاء کے تو اس میں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے واما الابراء المضاف الی ائمن فصیح ولو بہرہ اوسط فی رجوع مشتری بادیع علی ما ذکرہ الخسری فی تعامل عند الفتویٰ بحجہ اوردہ ابراء تو من کی طرف مضاف ہے وہ تو صحیح ہے اگر سوا برأت بطریق بہرہ یا کم کہنے میں کہ ہو تو مشتری پھیر لے جو اس نے من دیا تھا بموجب مرضی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت کذا فی ابجہم یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابراہین تفصیل ہے کہ برأت اسقاط میں رجوع ہے نہ برأت استعلاء میں اور شمس الدین غری کے نزدیک ابراہین بعد استعفاء اور قبض صحیح ہے تو بائع پر رد من بعد قبض واجب ہے اور جب برأت استعلاء میں رجوع جائز ہو تو برأت اسقاط میں بطریق اطلاق جائز ہو گا اور جب اس میں اختلاف ہو تو مفتی بہ تامل کہے فتویٰ دینا لازم ہو اشارہ نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا برأت اسقاط میں اور عدم رجوع برأت استعلاء میں باتفاق علما بفعل کی ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی المطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق میں کہا اوردہ یعنی مرضی کا قول اطلاق کے مناسب ہے ولی البرزانیہ باہر علی ان یہ من ائمن کذا لا یصح ولو علی ان یخط من ثمنہ کذا جاز لم یحق المحط باصل العقد و نہر البتہ اور برزانیہ میں ہے بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو من سے اس قدر میرہ کرے تو صحیح نہیں اگر اس شرط پر بیع کی کہ من سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لایحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے میرہ کے یعنی میرہ اصل عقد سے لایحق نہیں ہوتا والا استحقاق لہایع اور شفعہ و شفعہ متعلق ہوا وقع علیہ العقد و متعلق بالزیادۃ ایضا فلور دہ بخوبی رجوع مشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفعہ کا اس سے متعلق ہوتا ہے جس پر عقد واقع ہو اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب وغیرہ سے بیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیر لے یعنی من اور زیادتی م جب استحقاق کل سے متعلق ہو تو بائع کو جس بیع کا اختیار ہے تا قبض زیادتی اور اگر بیع مستحق غیر نکاح تو مشتری بائع سے من مع زیادتی پھیر لے اور شفعہ بیع کو مستحق شفعہ لے تو اس زیادتی کے ساتھ جس کو بائع نے بیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی المطحطاوی وزم تا جیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہے تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے م دین وہ ہے جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استعلاء کے کذا فی المطحطاوی عن اہر قندی نہر الفائق میں ہے تا جیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ من بیع ہو یا سوائے اس کے اس واسطے کہ صاحب دین کو معاف کر دینا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولیٰ جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدین مدت کو قبول کرے تو دین سال یعنی بلا مدت باقی رہے گا اور غایز میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ میں نے مدت کو باطل کیا اس کو چھوڑا تو دین سال ہو جائے گا اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اہل نہ ہو گا انتہی مانی النہر الا فی بیع علی مانی مدانیات الاشباہ بدلی صرف وسلم من عند اقالہ من بعد ما انذہر الشفعہ و دین المیت و السایع القرین مرسات صورتوں میں تا جیل دین لازم نہیں چنانچہ اشباہ کی مدانیات میں ہے صرف کے دونوں صورتوں میں اور سلم میں یعنی مانی المال میں اور من میں اقالہ کے وقت اور اس کے بعد اور اس دین میں جس کے حوالہ شفعہ نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں م بجز الراق میں ہے کہ اگر مشتری شفعہ سے من کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مر گیا اور دین سال ہو گیا اور مدانی نے اس کے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تا جیل صحیح نہیں نہر کہ صحیح غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر بجز الراق اس پر ناظر ہے کیونکہ صاحب بقرنے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یزیم تا جیل تو تا جیل قرض کی لازم نہیں م وجہ اس کی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعادہ اور صلح ہے ولہذا بلفظ اعادہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ دینی اور مبیعی اور مدنی اور مکاتب اور عہد ماذون پھر جب عاریت عہد تو اس میں تا جیل لازم نہ ہوتی کیونکہ میسر کو اگر اس نے عاریت کی مدت عہدائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کے قرض معاوضہ ہے کیونکہ اس میں رد مال واجب ہے تو اس اعتبار سے تا جیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ درہم کی بیع



در اہم سے ادھار ہوا اور یہ مقتضی فساد قرض ہے حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تا جیل قرض غیر صحیح لازم ہے کذا فی الزیلعی و فی  
النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدے پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجزؤاً تا جیل قرض لازم نہیں مگر چار  
صورتوں میں لازم ہے جبکہ قرض مجزؤ ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو در صورت عدم شہادت ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے  
قرض کا اقرار نہ کروں گا تا وقتیکہ تو اس کی کچھ مدت نہ مقرر کر دے یا اصل مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو اب مدت لازم  
ہوگی کہ اس کافی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس نے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہوں کے رد پر یہ کہا تو مقرض فی الحال مانع ہوگا  
کذا فی الطحاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اہل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثبات ہونے اہل دین کے مالکی کے نزدیک ادا حال  
علی آخر فاجل المقرض و اسالہ علی مدیون مؤجل فیہ لان الحوالہ مبررۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھ مدت  
مقرر کر دی یا مستقرض نے اپنے اس مدیون پر حوالہ کیا جس کا دین مؤجل ہے اس واسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے والا ہے محیل کام حوالہ کی دونوں صورتیں  
کر ایک مسئلہ ہیں جیسے مسئلہ رابوہ یعنی وصیت میں دو صورتیں ہیں والربع الوبیۃ وصی بان یقرض من مالہ الف و رہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسار  
فیہا نظر الموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لا علی زید سنۃ فیصح ویلزم جو ممتی صورت لزوم تا جیل قرض کی وصیت ہے یعنی ایک شخص نے وصیت کی  
کہ اس کے مال سے ہزارہم فلانے شخص کو قرض دیے جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اس کے ثلث مال سے اور آسانی کی جائے گی  
سال کی مدت میں بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت بھرائی تو وصیت صحیح ہے اور مدت لازم ہے والحاظ  
ان تا جیل الدین علی ثلثۃ او جہ باطل فی بدلی صرف و سلم و صحیح غیر لازم فی قرض و اقالہ و شفع و بن میت و لازم فیما عدا ذلک اقرہ المصنف او لعقبت فی النہر  
بان المحلن بالقرض تا جیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہے کہ تا جیل دین کی تین طرح پر ہے بدل صرف اور سلم میں تو تا جیل باطل ہے اور تا جیل صحیح غیر لازم ہے  
قرض اور اقالہ اور شفع اور دین میت میں اور تا جیل لازم ہے سوائے دیون مذکورہ کے اور صاحب بھر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے  
لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ طعقات قرض یعنی اقالہ اور شفع اور دین میت کی تا جیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق میں مفصلاً مذکور ہو  
چکا قلت جیل تا جیل القرض کفانہ مؤجل فیتاخر عن الاصل لان الدین واحد بحد و نہر فی خامسۃ فلیخلف فی کتاہوں اور مجملہ تدابیر تا جیل قرض کی ضمانت ہے  
قرض کی مدت بھرا کر تو مطالبہ قرض کا اصل سے ضمانت متاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البہر والنہر تو یہ پانچوں صورت عدم ہوا تا جیل  
قرض سے مستثنی ہوئی اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر زید نے مثلاً سودم خالد سے قرض لیا اور چاہا کہ ادا کرے قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اس کا  
طرفیہ یہ ہے کہ زید محمود کو ضمان دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمانت زید سے مطالبہ ہٹ جائے گا لیکن نہر الفائق میں  
سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلوم مطالبہ نہ ہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہے  
تو شاید کہ جیل مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم و فی جیل الاشباہ جیل تا جیل دین میت ان یقر الوارث بانہ منی ما علی لیت فی حیاتہ  
مؤجل الی کذا ویصدق الطالب ان کان مؤجلاً علیہما ولیقر الطالب بان المیت لم یرک ثبناً واللامر الوارث بالبیع للبدین و ہذا علی ظاہر الروایۃ من  
ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب الجیل میں تا جیل دین میت کا یہ جیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضمان  
ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کر کے اور طالب دین اس کی تصدیق کرے کہ میت اور اس کفیل پر دین مؤجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت  
کے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اس کے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ جیلہ ظاہر الروایہ پر مبنی ہے کہ جب دین  
مؤجل فی الحال واجب الاما ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا مگر عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مؤجل



کہا جاتا ہے اگرچہ اصل پر دین حال ہو تو اس کے واسطے فقط تصدیق ضامی کافی ہے علاوہ اس کے اگر طالب کی سہولت یا طیر ہے تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کر کے کذا فی الطحاوی و قلت سیبی نے اگر کتاب از نو عمل بموت و اداء قبل حلولہ لیس لمن الرابحة الا بقدر ما مضی من الايام و ہو جواب التاخرین میں کہتا ہوں آخر کتاب میں آوے گا اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الا ما ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اس کی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اس کے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین فقہاء کا یعنی جو مراجمہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیع میں اس میں سے مدیون کچھ نہ پاسے گا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحاوی عن القیظہ فصل فی القرض یہ فعل ہے قرض کے بیان میں ہو لغتہ ما لفظہ لتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ پیر ہے جس کو تو دے تاکہ اس کا تو تقاضا کرے ہم پیر عام ہے قیمتی اور مثل سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثل تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے و شرعاً ما لفظہ میں مثل لتقاضاہ و ہوا خصص میں تولد اور شرع میں قرض وہ ہے جس کو تو دے بمثل مثلیات کے تاکہ اس کا تو تقاضا کرے ما لفظہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آئندہ سے ہم طحاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اس پر بھی صادق آتی ہے جس میں میں شیئی کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض و نحوہ رد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لا یفر لیرد مثلاً خرج نحو ودیعت و ہبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر و دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اس کے چنانچہ یوں کہنا کہ عہد کو اتنے دم سے تا میں تجھ کو مثل اس کے پھیر دوں دفع مال بمنزلۃ جنس کے ہے اور مثل کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کے قید سے مانند ودیعت اور ہبۃ نکل گئی ہم ودیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت میں رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبۃ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں رد عین ہے نہ رد مثل و صح القرض فی مثل ہو کل ما یضم بالمثل عند الاستهلاك اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جس کے تلف کر ڈالنے سے اس کی مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیل اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ اندا اور اخروث تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوۃ قرض میں صحیح نہیں کذا فی العالگیریہ ظاہراً اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قاب یکساں حوالا فی غیرہ من القیمیات کیوں کہ و حطب و مقدار کل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثل مال کے سوا قیمت والی چیزوں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب تعذر ہوجانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمتات میں رد مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض ان میں صحیح نہ ہوا فتاویٰ عالمگیری میں ہے متفاوت چیزیں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاض میں رطبہ اور بقول میں لیکھی حنا اور دسمہ اور ریاض میں یا بسہ کا استقرار بطریق کیل کے کچھ مفائدت نہیں واعلم ان المقبوض بقرض فاسد مقبوض بیع فاسد سواء فیہم الا ارتفاع بر لا یجوز لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہے وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اس کا بیع ڈان حرام نہیں بسبب ثبات ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بکرا یا عیال کا قرض فاسد ہے ارتفاع اس واسطے حرام ہو کہ شارع کی اس میں اہانت نہیں اگرچہ متعاقبہ رضی رضی ہو جاوے کذا فی الطحاوی فیصح استقرار النش الدیہم والدنا یر و کذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقارباً فیصح استقرار فی جوز و بیض و کاغذ عددی و لحم و زنا و بنروزنا و عددی کی سی تو صحیح ہے قرض لینا دما ہم اور دنا یر کا اور اسی طرح ہر ایک اس چیز کا جس میں ہیا د کرنا اور تولد ہا رہے یا اس کا شمار ہوتا ہے بشرط تعارب مقدار میں صحیح ہے قرض لینا اخروث اور اندے کا اور کاغذ کا شمار کر کے ہر گوشت کا تولد کر اور ردی کا تولد کر اور گن کر چنانچہ باب الریوس آوے گا طحاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقرار میں سے فقہانے عمدگی اور کی اور زیادتی کو معتبر نہیں رکھا استقرار من العنوس الرابحة والعدلی فکسدت فعلیہ مثلہا کا سدة ولا یمن قیمتہا و کذا کل ما یکال و لوزنی لاسر انہ مضمون بمثل فلا عبرۃ لہ و رخصہ ذکری المبسوط میں غیر خلاف و جہد فی البرازیۃ وغیرہ بقول الامام عندہ الثانی عیدہ قیمتہا یوم القبض



وعند الثالث قیمتہ فی آخر یوم رواجہا وعلیہ الفتویٰ ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر ان کا رواج جاتا رہا تو اس پر مانند اس کے مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص ان کی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسی طرح پر کیلی اور روزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اس کی گرائی یا ارزانی کا بسو ط میں اس کو بلا ذکر خلاف مذکور کیس ہے اور بنارہ وغیرہ میں قرض بالمثل کو امام اعظم کا قول بھڑکایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس پر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اس پر لازم ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم گرائی اور ارزانی کا اس وقت اعتبار نہیں جب کہ قرض لینا اور ادائے قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ اگے مذکور ہو گا غنایہ میں ہے کہ ظاہر اعدالی جمع ہے عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال محملہ و لام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدل بادشاہ کا نام ہے جس کی طرف دراہم معشورہ کی نسبت ہے کذا فی المطحطاوی قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بمکہ فعلیہ قیمتہ بالعراق یوم استقرضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصا و لیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صاحب بنارہ نے کہا اور اسی طرح مسئلہ فلوس کے مانند آئمہ ثلاثہ میں خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیسوں یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں سو مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مگر ثریفہ میں تو اس پر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اس کے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور صاحب قرض پر واجب نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جائے عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ معطل کا حال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو حکم مسئلہ لاسحق کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ رخص فی قیمتہ المقرض فی بلد الطعام فیہ غالی فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب و یوم المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جس میں اناج ارزاں ہے پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گراں ہے اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہو گا کہ اعتماد کر اے ضامن دے کرتا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر میں جس میں اس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ حتی انقطع فانه یجبر صاحب القرض علی تأخیرہ الی مجئ الحدیث الا ان یتراضیا علی القيمة لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامہ فی صرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کہیمانے سے یا قول کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا کیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اس کی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائے گا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اس کی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جب کہ ان کا رواج جاتا رہے تو ان کی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ غیر مروجہ ناپیدا نہیں اور پورا بیان اس کا خانیہ کے باب الصرف میں ہے و یملک المستقرض القرض بنفس القبض عندہما اے الامام و محمد خلافا لثانی فلو قانما خلافا لہ بناء علی انعقادہ بلفظ القرض و فیہ تفسیحان و یشغی اعتماد الانعقاد لا فادۃ الملک لبحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرق قرض کا مجرد قبضہ کرنے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے تو طریق کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک تا قیام قرض اس کا رد مثل جائز نہیں طریق کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدوں اس کے استہلاک کے اور اس میں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اس کے سفید ہونے کے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی مجرد لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فجاز شراء المستقرض القرض ولو قانما من المقرض بدرہم مقبوضہ ولو تفرقا قبل قبضہا بطل لانه افتراق عن دین بنارہ فیلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے جو دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہوئے قبل قبض



درہم مذکورہ کے کوئی دلیل مطلق ہے کیونکہ یہ افتراق من الدین ہے بل قبض کذا فی الزاویہ مخریہ مستقر من افادہ ملک پر متفرع ہے یعنی جب کہ مستقر من قرض کا مالک ہو اس کے ذمہ رمضان مثل ثابت ہو گیا تو اب اس کو اس کا خرید کرنا نہیں نقد جائز ہو یا بکرا الا ان میں ہے کہ بیع الدین بالدرن جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض یعنی افتراق ہو صوف میں یا بعد قبض اعدا الدین افتراق ہو غیر صرف میں کذا فی الطحاوی اقرض صہبیا مجروراً فاستہکک العصبی لا یضمن خلاف لسانی وکذا الخلاف نو باہ اوادھ و مثل المصنوعہ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو ادھ صغیر لے اس کو تلف کیا تو اس پر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسی طرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ساتھ کوئی چیز بیع کی یا اس کے پاس امانت رکھی اور اس نے تلف کذا فی ادھ صغیر کے مانند یہو ش ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاویٰ عالمگیری میں مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی ولو کان المستقر من عہد المجور لا یؤاخذ بہ قبل العتق خلاف لسانی و ہو کالودیۃ سواہ خانیہ اھا اگر قرض لینے والا عہد ممنوع التصرف ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہیں اس کے آؤدھ منے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ و فیہا استقرض من آخر درہم فانہ المقرض بہا قال المستقرض القہمانی الماء فالقہمانی قال محمد لاشئ علی المستقرض وکذا الدین واسلم بخلاف الشراء والودیۃ فانہ بالاقبہ بعد قابضنا والفرق فی رد اعطاء غیرہ فی الاول لا لسانی وعزاه الغریب الروایۃ اور خانیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے درہم قرض ملگے سو مقرض اس کے پاس درہم لا مستقرض نے کہا کہ اے کو پانی میں ڈال دے اور اس نے درہم پانی میں ڈال دیئے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور سلم کے رئیس المال کا ہے بخلاف خریدار امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈال دینے سے قابض گنہگار ہے گا اور فرقہ دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ مامور کے چیز کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور اس للعل میں نہ وہ سری صورت میں یعنی خریدار اور ودیعت میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی غلام نے اس قول کو روایت فرمایا ہے ناہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہ ہے کہ بائع بیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈال دے اور ثمن منقود کا پانی میں ڈالنا سرا و نہیں کذا فی الطحاوی و فیہا المقرض لا یتعلق بالہما کیوں من الشروط فالقاسد منها لا یطلہ و لکنہ یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدہایم المکسورۃ علی ان یؤدی صہبیا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ میں ہے کہ قرض متعلق نہیں ہو تا جائز شرط سے یعنی تعلیق با شرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی وہ سری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے پھوٹے درہم قرض لیں اس شرط پر کہ مستقرض صبح اور ثابت عداہم ادا کرے گا تو یہ شرط باطل ہے اور اسی طرح اگر مقرض نے مستقرض کو لڑائی قرض دیا اس شرط پر کہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہو گا مستقرض پر مانند قبض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے درہم دینا اور اسی طرح اس شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جامع الفصولین میں ہے کہ قرض میں محل ایضا شرط نہیں اور قرض کا محل متغی ہے کذا فی الطحاوی فان قضاء الجود بلا شرط جائز و یجبر الدائن علی قبول الا جود وکیل لا یجبر اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدو شرط ہونے عدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کی ہمانے کی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور وہ سر قول یہ ہے کہ اس پر زبردستی نہیں کی جانے کی کذا فی البہم قول ثانی یعنی عدم جبر صبح ہے جیسے ناقص کے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیری ادھ اگر دین موبل تھا ادھ اس نے قبل مدت کے ادا کیا تو اس کے قبول میں جبر ہو گا شارع نے اس کا حکم بیان نہ کیا جب کہ مستقرض قرض سے زیادہ مے تو فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزوں میں جاری او مروج ہو چنانچہ ایک دانگ یعنی بعد چھ جو کے سودہم میں تو جائز ہے نہ ایک درہم اور دو درہم کی زیادتی اور نصف درہم کے جو از ادھ عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دونوں میں جاری ادھ مروج نہیں اور مدیون اس کو جانتا ہو تو اس کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو تبیع یعنی اس کا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہ ہو تو جائز نہیں ادھ اگر درہم کا تو نہ مضر ہو تو اگر تیز زیادتی بدو تو رٹنے کے ممکن ہو اس طرح ہر گاہی میں کوئی ضعیف الوزن درہم نقد زیادتی موجود ہو تو جائز نہیں اھا اگر تیز بدو تو رٹنے کے ممکن نہ ہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی مخلصہ تمبین المحام



میں ہے کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کر دی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ ہبہ متاع محتمل القسمة میں جائز نہیں اور غیر محتمل القسمة میں جائز ہے کذا فی الطحاوی  
 وفي الخلاصة القرض بالشروط الحرام والشروط الحلال یقرض علی ان یکتب به الی بلد کذا الیونی دینہ اور خلاصہ میں ہے کہ شرط کر کے قرض دینا حرام ہے اور شرط الحلال ہے  
 اس طرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اس کو فلاں شہر کی طرف لکھ دے تا اس کا دین و ماں دیا جاوے اور اگر استقرض من مطلقا بلا شرط ہو اور بعد اس کے  
 این دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریہ اس صورت کو ہندوستان میں ہندوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہندوی کا کتاب الحلالہ میں آوے گا و فی  
 الاشباہ کل قرض جرنفعاً حرام فکرہ للمقرض سکنہ المرہونہ باذن الازہن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع پھینچ لائے وہ حرام ہے تو مرتب کو گوی مکان میں  
 رازہن کے اذن سے رہنا مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہو اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب  
 الزہن میں بیان کرے گا کہ قرض کا اس وقت حرام ہے جب کہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو اور مستقرض عمدہ تراد کرے تو کچھ  
 مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے دم اس واسطے قرض دیے تا مستقرض اس سے متاع ثمن خالی خرید کرے تو کرخ کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک  
 مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اس کو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقرض پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ  
 مستقرض کا قبول نہ کرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز  
 نہ کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ دوستی کے سبب ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسی طرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ  
 جو مجھ نے کہہ ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اس پر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہ ہو یا بہ نسبت سابق  
 کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام الطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال اور اگر دائن مدیون کے درمیان پادے بشرطیکہ دین موبل نہ ہو اور دراہم عمدہ  
 تر نہ ہوں تو اس کو لینا جائز ہے والا جائز نہیں چنانچہ اگر دم قرض ہوں اور اس کے دینار پادے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً فروع مسائل  
 ملخص شارح کے استقرض عشرة دراهم وارسل عمدہ لاخذ فقال المقرض دفعته الیہ و اقر العبد بوقال دفعته الی مولای و انکر المولی قبض العبد العشرة قال قول  
 ولاشی علیہ ولا یجوز المقرض علی العبد لانه اقرانه قبضها بحق انتھی بحر قرض ملنگے دس درم اور اپنے غلام کو ان کے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ  
 میں نے غلام کو قرض دیا اور اس کے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے دم اپنے مولی کو دیے اور مولی نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے  
 قبض میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہ آوے گا اور مقرض غلام سے نہ پھرے گا اس واسطے کہ غلام مقرض کے اس نے دراہم پر  
 بواجبی قبض کیا انتھی کذا فی البحر و اجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقرض مولی کے درہم پر قبض کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کرے گا  
 تو ادائے قرض اس پر لازم ہوگا کذا فی الطحاوی عن النخایۃ مشرون رجلاً جاؤ او استقرضوا من رجل وامرؤہ بالدفع لادمہم فذفع لیس لہ ان یطلبہ الاھتہ  
 قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقرض قبضہ لیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اس کو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک مرد کے دینے کا  
 سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اس کے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے استفاد ہوا کہ قبض قرض کی  
 توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیۃ فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقرض کی توکیل جائز نہیں  
 اور استقرض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقرض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اس طرح کہ فلاں شخص مرسل کو قرض دیے تو  
 قرض امر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اس طرح کہ مجھ کو قرض دے فلاں شخص مرسل کے  
 واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لیے وہ اسی کے ملوک ہوں گے اس کو اختیار ہے چاہے موکل کو نہ دے کذا فی الطحاوی  
 وفيها استقرض العبد وزلہ سجود وینفی جو اذہ فی الخیر ولا وزن مثل علیہ الصلوۃ والسلام عن خیرۃ یقاطا بالبحران یكون ربوا فقال ما راہ المسلمون حنا فوعز للند



حسن و ماراہ المسلمون قیما فهو عند الله قبیح اور قبیح میں کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا خمیس بدول وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اس غیر کا جس کو بڑی ایک دوسرے کو دیا گیا کہ میں کہ یہ بیای ہے تو فرمایا کہ جس کو مسلمان اچھا جائیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور جس کو مسلمان برا جائیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے ہم مختار الفتاویٰ میں ہے کہ استغراض خمیس بطریق وزن کے قول مختار ہے بحر الائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اکل کل گئی تو اکل سے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ماراہ المسلمون کی سند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ لانی اللطیطاوی عن المقامہ الحسنہ و فیما شرا الشئی البیہرین خالی حاجۃ القرض یجوز لیکرہ و اقربہ المصنف اور قبیح میں ہے کہ کمتر چیز کا خرید کر ناقص گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت کیا ہے ہم اس کی گفتگو عنقریب مذکور ہوگی قلت ذنی معروفات الفتی الی السورہ و ادان زید العشرۃ ہائی عشر او ثلثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا بعد الاموال السلطانی و فتویٰ شیخ الاسلام بان لا یفعلی العشرۃ بازید من عشرۃ و نصف و بقیہ علی ذلک فلم یقتل ما اذا یلزمہ فاجاب لیس و یکس الی ان نظیر تو بہ و صلحہ فیتزک میں کہتا ہوں کہ مفتی ابو سعید کے معروفات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض لے لیا ہے نہانے میں بطریق معاملہ کے بعد اسباب کے کہ حکم سلطانی اور فتویٰ شیخ الاسلام کا وارڈ ہو جائے اس پر کہ دس درم ساٹھ دس سے زائد ہونے پر دس درم اور زید کو اس پر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اس نے نہ مانا کیا سزا اس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اس کو تعزیر دی جائے اور قید کیا جائے یہاں تک کہ اس کی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اس کی خلاصی ہو م معاملہ سے مراد بیع حبیبہ ہے جس کا ذکر کتاب الکفار میں آوے گا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے عمود سے قرض مانگا اور اس نے یہ عید کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جس کی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اس کو دس درم کو بیچ لیا تو عمود کو دس درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم ہوئی ہذہ الصور بل رد ما اخذہ من الزک لعا جہ فاجاب ان یصلح منہ بالتواضی و رد الامر لعمد الرجوع لکن ینظر الی المناسب الامر بالرجوع و اقیع من ذلک المسلم من ان یعفی القری قد ضربت بہذا المخصوص انتہی اور اسی صورت مذکورہ میں سوال ہے کہ کیا صاحب دین پھر سے جو اس نے نفع لیا ہے مدیون سے توفیق ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اس کو نفع اس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر طاب ہو اسے لیکن ظاہر اچھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے مراد سلم ہے یہاں تک کہ بعض قریبات اس فعل مخصوص بکیرن ہو گئے انہوہ البقیۃ ازہم ہم یہاں سلم سے ایک قسم نکال کر لے رہے ہیں لہذا ہم قلیل سے لے لیں گے کیوں یہاں بھی وغیرہ ٹھہرائے اس طرح پر کہ ہم مدفوع نصف ثمن ہو سکتا ہے یا بکیرن لایطاع و تہلیم یہ باب ہے ربو یعنی سود اور بیای کے احکام میں ہم مراجعہ کے بعد ربو کو اس واسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہے مگر کہ مراجعہ کی زیادت حلال ہے

**باب الربو** اور ربو کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالیٰ یا مائزین آمنوا لا تأکلوا الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیای نہ کھاؤ اس آیت میں ربو سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربو کی بیع میں ہو اور گاہے ربو انفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی معنی مصدری قال اللہ تعالیٰ و اهل انہ البیع و حرم الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا حلال کیا ہے البیع و حرم کیا ربو کو اگر حرام کیا ربو کو یعنی سوال ربو کے قرض بعد بیع میں زیادہ دینے لینے کو کہ لانی فح القبر لم یفعل معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض بھی حرام ہے تو یہ جو جھٹنے ناقص انعم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط ہے بیع سلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعمت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی میں آتی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کتاب پر نعمت فرمائی اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک نہانہ ایسا آوے گا کہ کوئی باقی نہ رہے گا مگر سود کھائے گا اور اگر سود نہ کھائے گا تو اس کو اس کی بھاپ لگے گی اور ایک روایت یوں ہے کہ اس کا بھاپ لگے گا کہ لانی البیہرہ مطلق الزیادۃ ربو نعمت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل یا وزن میں زیادت ہو یا سوائے اس کے و شرعا



**فصل** ولو حکما فدخل ربوا النسبة البيوع الفاسدة فكلها من الربوا فيجب رد عين الربوا الوقائما لارضاء لانه يملك بالقبض قبضة وبجراد شرع میں ربوا عبارت سے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسبیہ یعنی تاثیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہو گئیں اس واسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ مجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اس کا رد ضمان اس واسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القینہ والحرم نسبیہ کی یہ صورت ہے کہ درم کو درم سے نیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسبیہ سے اور اسی طرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع بالشرط میں خالی عن عوض صحیح مسئلہ صرف جنس بخلاف جنس ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اس کے مخالف جنس سے نکل گیا م باب الصرف میں مذکور ہوگا کہ اگر چنانچہ بھر گئیوں اور پیمانہ بھر جو اس کے دو چند گئیوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گئیوں بمقابلہ جو اور جو بمقابلہ گئیوں واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عن عوض سے نہ ٹھہری کہ بیع ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد برربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں م یعنی کیل اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلاً اوس گز ٹوب ہری کو پانچ گز ٹوب ہری سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسی طرح ایک اندھے کو دو اندھوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں مشروط ذلک لفضل لاحد المتعاقدين اے بائع او مشتری فلو مشروط غیر ہما فلیس برربوا بل بیع فاسد ہے م ربوا نہیں یعنی معطل ربوا نہیں والا مذکور ہو چکا اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے م ربوا نہیں یعنی معطل ربوا نہیں والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قسمتانے نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ یہ شرع ہے اس کا ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدين کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور رابن اور مرہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں اس میں تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور بیس اور شرب لبن اور اکل ثمر یہ سب حرام ربوا ہے چنانچہ جو اہل و نفق میں مصرع ہے انتہی کذا فی الطحاوی فی المعاوضة فلیس الفضل فی الہبت برربوا فلو شرعی عشرة دراهم فضة بعشرة دراهم وزاده وانقاصا وہیہ منہ انعم الربوا اول یفسد الشر او بذان منہا الکسر لانہا ہبتہ مشاع لا یقسم کذا فی المنع عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہے جس میں فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل وہ میں ربوا نہیں اگر خرید کیے دس درم چاندی کے عوض دس درم ادراکہ داگ یعنی چھ جو کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہیکہ دی مشتری نے تو ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہ ہوئی یعنی اس واسطے کہ فی فضل فی الہبت ہے نہ فضل فی المعاوضة اور فضل فی الہبت ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور اور یہ یعنی صحت ہبہ اس وقت ہے جب کہ بقدر داگ درم کا توڑنا درم کو مفر ہو اس واسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنع عن الذخیرۃ عن محمد فی صرف الجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محلا ہما الزحط وجعلہ ہبتہ بتدۃ کحط کل الثمن والبطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما صحتی عندی اور جمع کے باب الصرف میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا بائز رکھا ہے اور اس کو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے م طحاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مستقل ہے موضوع اس کا یہ ہے کہ متعاقدين نے عوض متساویین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درموں کے مسئلے کے مانند ہے جس میں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال فی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحد ہما اکثر وزنا فحلک زیادۃ جاز لا بد ہبتہ مشاع لا یقسم ولو باع قطوعہ لحم بلحم اکثر وزنا فوہیہ الفضل لم یجز لا بد ہبتہ مشاع لیقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اس نے حلال کر دیا یعنی







بسبب نہ ہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عبد البکر وال علم لعلم کے باب سے ہے ہم کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذریعہ ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے یہ پھر جب علت تحریم کے دونوں جز نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسی طرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخوں میزان الطیب سے بچنا یا گارہے کے ایک تھان کو اور دھو تر کے دو چار تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد التی نقد ہو اور دوسرا نسیوان و جہاد احد ہما ای القدر و عدہ او الجنس حل بفضل و حرم النساء و لومع التساوی حتی لو باع عید البعدالی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تساوی بدلیں کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کر کے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شہدہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شہدہ علت سے شہدہ فضل کا یعنی تاخیر اس واسطے کہ تاخیر مشایہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گہیوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اس واسطے کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البیدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں اور گہیوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونے کی یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہر وی کی ثوب ہر وی سے یا تخت کی تخت سے اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور مؤطایل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرقہ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیئہ یعنی مدت مقرر کر کے منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربا کا ایک جز یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں متعارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ بیع میں او یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے بیع پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اباحت مدت قبل تحریم ربا کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم استثنیٰ فی الجمع والدر اسلام منقود فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنایا کیا ہے جمع اور در میں منقود کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تاکہ اکثر ابواب سلم کے بند نہ ہو جاویں یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر رسول یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ در صورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی درہم اور دینار کو اس المال قرار دینا موزونات میں چینیہ زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز نہ ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقد کا موزونات میں بالاجماع مستثنیٰ ہے والاسلم کے اکثر ابواب بند ہو جاویں اور ہر ایہ میں اس کے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقد کا وزن تولوں اور ماشوں سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرول سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہو تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہو گئے علاوہ اس کے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہاں ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقد و ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر متعین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقد میں تعرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف ثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہ ہوئی ونقل ابن الکمال عن الغایۃ بوزار اسلام المحظوظی اریق قلت ومفادہ ان القدر بالفرادہ لایحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرم قدرہ فی السلم حرمتہ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق قنبہ اور ابن کمال نے غایۃ التفتیح سے نقل کیا ہے گہیوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کتاہوں اور ابن کمال کے کلام سے استفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اس کی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال کی یہ ہے قد نص علی جواز اسلام المحظوظ فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گہیوں کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں مختلف القدر ہیں کیونکہ



گیوں کیل میں اور دیتوں وزنی تو اب کمال کے کلام سے کہ اگر نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اس نے اسام کیل کا موزون میں فرس کیا ہے اور حالانکہ وہ دونوں مختلف القدر ہیں تو مجوز اسام موزون کا موزون میں کیل کیل میں کیونکہ نکلا تو اب مقام خوب متفق ہو ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نہ رہی اور جب سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اس کے سوا کچھ متفق باقی نہ رہی کثافی الطحاوی تم فرس علی لاسل الاول بقولہ فرم بیع کیل و وزنی بحسنہ متفاضلا ولو غیر معلوم خلافاً للشافعی بعض کیل و حدید و وزنی شائع کتاب ہے پھر اسل اول یعنی در صورت وجود اور جنس پر مصنف نے تصریح کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیل کی بیع اپنی ہم جنس کیل سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگر یہ کیل اور وزنی کھانے کی چیز نہ ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیل اور لوہا وزنی ہم بیع کیل کیل سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیم بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اس واسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیم لازم ہے بلا عکس اور علت تاخیر کو علت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الصلی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاکم الخاص و اختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے ام خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ مشروع کیا ہے اس کو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف ام خاص اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیسوں اور جو دو جنس ہیں اور ثوب ہرقا اور مروی دو جنس ہیں بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور قرع یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس میں اور بوا اور مانگا اور پیل اجناس مختلفہ ہیں اور اس طرف صوف اور بالوں کا سوت اور گلے بھیر اور بکری کا گوشت اور دنبے کی چکنی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور مدغنی بخشہ اور غیری دو جنس ہیں اور وڈن جن کے ہول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی لخصاً اور محوم اہل جنس واحد میں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کیسے درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اس واسطے کہ پرڑیوں کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا مادت میں کذا فی النہر صلیح وکے متماکلاً لا متفاضلاً اور بیع اس کی یعنی متحد القدر و جنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر بلا معیار شرعی فانما شرع لم یقید العیار بالذرة و باندی نصف صاع کھفتین و ثلث و خمس مالم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدو معیار شرعی کے اس واسطے کہ شرع نے بقدر جو نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی جیسے بیع ایک اپ بھر کی دو لپ سے اور میں اور پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عبارت ہے ہانگ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیل یا وزنی معلوم ہو جائے نہ خلافاتی میں ہے کہ پ دو لپ کی بیع اس واسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اس واسطے کہ شارع نے واجبات مابین میں چنانچہ کفایات اور مدق فطر میں نصف صاع سے کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موزون ہو جیسے بیع اور ثمن قدر معلوم مانگا ہے تو اس کا تفاضل معتبر نہیں یہ اس صورت میں ہے کہ جب اہل بدین نصف صاع کو نہ پہنچے اور اگر نصف صاع ہو گا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح ہے کہ پ دو لپ میں بھی ربو اثبات ہے انتہی و تفاضلاً بتفاضلین و لیس غلبین اکثر باعیا نہما لواءہ لکان اولی لما فی النہر از قیدی انکل فلو کان غیر معینین ادا احد ہما لم یجز تفاضلاً اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں ہل متعین ہوں شائع نے کہا کہ اگر مصنف تعین بدین کی شرط سب مثالوں کے بعد لانا تو خوب تر ہو تا اس واسطے کہ خلافاتی میں ہے کہ تعین سب میں قید ہے تو اگر دونوں محض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع ہائز نہیں باتفاق شیخین اور متحد کے وقرۃ بقرتین و میضہ میضتین و جوزۃ بجوزتین و سیف بیفین و رواۃ بدو اثمن فانما بان انھن افضل منہ مالم یکن احدہما تقدیری فیتبع التفاضل فتح اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک اخروہ کی دو اخروہ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دھات کی دو دھات سے اور ایک برتن کی دو برتن بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہ ہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہو گا تو تفاضل متبع ہے کذا فی النسخ واریۃ باریتین و ذقۃ من ذہب و ففتۃ ممالایدخل تحت الموزن بمثلہما فجاز الفضل



لفقد القدر حرم النساء لوجود الجنس حتى لو اتفقت كحفة برحمتي شعير فجل مطلقا لعدم العلة وحرم الكل محمد و صح كبا نقل الكمال اور حلال بی بیح ایک سوئی کی  
دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیح جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مماثل ہم جنس سے یعنی ایک ذرہ کی بیح دو ذرے سے تو فصل  
جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیائے مذکورہ کیلی اور ذرہ اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ بدین  
متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لب بھر گیہوں کی بیح جو کے دو لب سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ  
فصل ہو یا نہ ہو بسبب معدوم ہو جانے علت ربولہ کے اور حرام کہے محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیح کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اس کو  
کمال الدین نے فتح القدر میں نقل کیا ہے ہم فتح القدر میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربو اصیانت اسوا لئاس ٹھہری  
تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی در سیب سے اور ایک لب کی در لب سے اور اگر مکا کیل نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو  
کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اس کی مستلزم نہیں کہ تفاوت تیسقن کو باطل کر دیجیے اور مجہد کو فقہاء کے اس کلام سے تعجب  
آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ ہے مکر کی بیح دو مکر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شئی کثیر میں حرام ہے وہ اس کے  
قلیل میں بھی حرام ہے اتنی ملخصا و مانض الشارع علی کونہ کیلیا کبر و شبر و ترویح او وزنیہ کذبہ ففنتہ فہو کذلک لا تتغیر ابدافلم یصح  
بیح بخضطہ وزنا کما لو باع ذہباً بذهب او فضتہ بفضتہ کیلیا و لومع التصادی لان النفس اقوی من العرف فلا یرک الاقوی بالادنی اور جس  
چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جس کے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سووہ  
اسی طرح ہے تا قیامت گاہے متغیر نہ ہوگا تو صحیح نہیں بیح گیہوں کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تصادفی بدین کے ساتھ بیح ہو اس واسطے  
کہ نفس شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہ ہوگا ادنی سے ہم نفس اس واسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج گاہے باطل ہے ہو جاتا ہے جیسے ہمارے  
میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لے جاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نفس شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت  
ہے اور نفس کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدر و مالہ بنیص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر  
محول ہے یعنی اگر رواج ہے اس کے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا و برحمہ الکمال اور  
ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترمذی و دی ہے کمال الدین نے ہم ابو یوسف  
کے نزدیک عرف مطلقا اس واسطے معتبر ہوا کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اس وجہ سے کہ شارع  
علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جب رواج بدل جائے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا و خرج علیہ سعدی افندی استقراض  
الدراہم عدد او بیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیح آٹے کی  
ہمارے زمانے میں اس کے مانند تول کریم یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیح اس کی مثل سے تول کر جائز نہیں  
مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض پر ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاوی عالمگیری میں تاخیر  
سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہے اور غیاثیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج ہو اور اسی  
پر فتوی ہے نواب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحاوی و فی الکافی الفتوی علی عادات الناس بحرقہ المصنف  
اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی تشریح میں اس کو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے موافق  
ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہے واللہ تعالیٰ اعلم



والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الحرف و موقوف ذہب و فضة بلا شرط تقابل حتى باع برابر یعنی ہما و تفرقا قبل قبض جاز خلافاً للشافعی  
 فی بیع الطعام اور مال بلو اکامتین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتنی احد زیور کے غیر میں بلا شرط تقابل کے تو اگر گیسوں گیسوں  
 سے بیچے مصلیٰ کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہونے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احد ہما دینا فان ہوا ثمن و قبض  
 قبل التفرق جاز ادا اگر ادا البذلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اس پر قبضہ کرنے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے م مثلاً گیسوں کو گیسوں سے بیچا اور  
 ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہے یعنی مدخل بار ہا ہے اس طرح ہر کہ (باعت منك بذ القیض من المنطۃ بقیض خطۃ) اور جو مدخل بار ہا نہیں وہ بیع  
 ہے قبض اس واسطے شرط جواز ہوا اگر دین متعلیٰ نہیں ہوتا مگر قبض سے والا لا بیعہ مالیس منہ سراج اور اگر دین ثمن نہ ہو بلکہ بیع ہو تو بیع جائز نہیں  
 کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہے جو اس کے پاس نہیں کذا فی السراج وجید مال الربو لا حقوق العباد و دریتہ سواء اور بلو اکا کھرا مال اور کھو ٹا بار  
 ہے اور حقوق عباد میں کھرا کھوٹے کے برابر نہیں م ربا میں کھرا کھوٹا اس واسطے برابر ہوتا اگر جودت اور رداوت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو  
 جائے اس واسطے کہ مثلاً گیسوں دوسرے گیسوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اس واسطے کہ وصف نوعت میں تفاوت شمار نہیں کرتے اس واسطے  
 کہ حدیث میں وارد ہے کہ جید اور دیہا سواء کذا فی المطاویٰ پھر جب کھرا مال اور کھو ٹا برابر ہوتا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہیں مال ربا  
 کی قید اس واسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت رداوت کے برابر نہیں تو اگر زید خالد کا مال نصف کرے گا تو اس کے برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آئے گا  
 اگر مال مثل ہو و لا قیمت اس کی لازم ہوگی و لیکن مستحق جودت بعد بیع نہ ہوگا کذا فی المطاویٰ و لا فی اربع مال وقف یتیم و مرین و فی القلب الی من اذا انکسر شاہ  
 مگر ہر سال میں مال بلو کی جودت اور رداوت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مرین کے مال میں اور گروی یک نخت کنگی میں سبب کہ وہ ٹوٹ جائے کذا فی الاشاہ مہل و فن  
 کو مال یتیم سے صاحب بکرنے طعن کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وہی یتیم کے مال سے ایک قیض جید گیسوں ردی گیسوں کی قیض سے بیع کرے تو جائز نہیں ادا اگر  
 مرین قریب الموت جید کو دی سے بیع کرے تو یہ تصرف مثلاً مال میں نافذ ہو گا یعنی بر مایت حق و رشہ اور اگر گروی کنگی مرین کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جائے تو ہم  
 پر قیمت غیر منکسر کا ضمان لازم آدے گا کذا فی المطاویٰ باع فلو سا بمثلها او بدراہم او دنانیر فان نقد  
 ادا ہما جاز وان تفرقا بلا قبض ادا ہما لم یجز لمر فلوں کی چافلوں سے یا ادا ہما یا دنانیر سے پھر اگر ادا البذلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق  
 ہوئے با قبض ادا البذلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ بیع مذکور اس واسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوں بالفلوں لیسع الفلوں  
 یا ادا البذلین میں تقابل شرط نہیں چنانچہ کام قہدی اس پر دلالت کرتا ہے ادا کلام محمد اس میں مختلف ہے انتہی اور بیع النفس بالفلوں میں اشتراط  
 فلوں مذکور ہو چکا قبض کذا فی اللہن کا ہا بیع کم بکھو ان و لومی جیسے ان بیع الموزون ہا یس بموزون فیموز کیف ما کان بشرط التعیین لمانیہ ف  
 ہر جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگر چہ گوشت جانور کے جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی  
 ہے حیوانی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو بابر کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیہ تو جائز نہیں م اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد  
 جنس میں تاخیر حرام ہے ادا اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر نسیہ بکری میں ہے تو یہ سلم ہے حیوان میں اور اگر اس کے  
 بدلے میں ہے تو یہ سلم ہے گوشت میں مالا نہ حیوانی لہذا ہم دونوں میں سلم جائز نہیں و شرط محمد زیادة البائس اور محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا ہم جنس کام ہم جنس  
 کے گوشت مطلق مراد ہے تاکہ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کہ گوشت اس کے جگہ اور طحال وغیرہ کے مقابل والا ہو و ثبات ہوگا کذا فی  
 ان ولو باع مذبوحہ بحتہ او بھزوحہ یا تلافیاً کا و کذا فی المسکوینی ان تساوا وزناً ہا ملک و ادا بالمسکوینۃ المفصولۃ عن المسقط لکرتش و امعاء بکر  
 اگر غیر ہما جنس ہا نہ ہو سے بیچا تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہے اور اسی طرح کمال اور حیث سے وہ جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہے



اگر دونوں میں وزن برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اس ہانور کا ارادہ کیا جو ادھڑی اور انٹرلیوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر  
م طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں نمیر اراد طحاوی کی طرف راجع ہے شارح کو مناسب تھا کہ اس کا کلام ذکر کرتا اس کا ربط اس سے ہو جاتا منع الغفار  
میں ہے کہ سقط بفتح تین وہ ہے جس پر گوشت کا نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کحال اور ادھڑی اور انٹریاں اور تلی و کما جائز بیع کر یاں بقطن و غزل  
مطلقاً کیف ما کان لا اختلافاً جنسا اور بیسے جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جس طرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے  
دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اس واسطے کہ کپڑا بعد نقص کے سوت اور روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل القطن فی قول محمد بن الامام  
حادی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقاً محمد کے قول میں اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی و فی القنیۃ لا باس بغزل قطن ثياب  
قطن یدابید لانہا لیس بموزونین ولا جنسین و کذا لک غزل کل جنس ثیابہ اذا لم توزن اور قنیۃ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کی سوت کی بیع میں روئی کے  
کپڑوں سے دست بدست اس واسطے کہ دونوں موزون نہیں ہو زیادتی جائز نہ ہو اور دونوں مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط نہ ہو اور اسی طرح  
مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اس کے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہ ہوتا ہو م مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور  
کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نیبہ جائز ہو لیکن قنیۃ کا قول اقرب بصواب ہے کہ تفاضل جائز ہے  
ذاتاً کذا فی الطحاوی عن البحر و کبیع رطب برطب او بتمر متماثل کبیر لا وزن لا خلافاً للعینی فی الحال لا المال خلافاً لما فلو باع مجازفۃ لوموازنتہ  
لم یجز اتفاقاً ابن ملک اور جیسے جائز ہے بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تامل  
وزن کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہیں  
پھر جب تامل کیل شرط ہوا تو اگر بیع لبطو تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک م صاحبین اور باقی آئمہ  
ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اس واسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد  
کے وقت معتبر ہے اور ثانیاً مال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ موجب اس کا امر خلقی ہو مساوات کیل اس واسطے بالاتفاق  
شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانے میں ہلکی ہوتی ہے  
کذا فی الطحاوی امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی  
نہیں کہ رطب تمر سے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان  
فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن الدیلمی میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے ہم کو منع فرمایا  
انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے یوں جواب  
دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نیبہ امام ہے اس واسطے کہ ابو داؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار  
میں یحییٰ بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جس کا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمایا  
الرطب بالتمر نیۃ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق نیبہ کے و تمامہ فی فتح القدر و عنب لعنب او بزمبیب متماثل کذا لک ابو  
چنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسی طرح یعنی فی الحال نہ فی المال و کذا لک اکل تمرۃ تجف کتین و زمان یباع رطب  
لہ غزل بعض نسخوں میں نہیں ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ شارح اس کا حکم اگے لکھا ہے شاید مترجم اول نے جس نسخے سے ترجمہ کیا ہے اس میں ہو



پر کھانا دیا گیا اور اس طرح جو پھل کو خشک ہوتا ہو چکا پھر انہیں لودا اور اس کا تربیہا جائے تہ سے اور خشک سے کیسے پر کھانا دیا گیا اور مبلولا بمثلہ و بالیہا بس  
 پیسے ہائز ہے بیع تر یا مگھوئے گیہوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے و کذا بیع تر اور بیب منقوع بمثلہ و بالیہا بس منھا خلافا لحد زبیدی اور ای طرح جائے  
 ہے بیع مگھوئی خشک مگھوئی یا مگھوئی اس کے مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزبیدی کہ ان کے نزدیک خطہ یا لیسہ کی بیع مبلوئہ سے  
 جائز نہیں بشرط انتفاع و ہا ئیہ کذا فی المطاوی من الخلافہ و فی العنایۃ کل تفاوت خلقی کا مطلب التمر و الحمید و الردی فهو ساقط الاعتبار و کل  
 تفاوت بضع العباد کا لحاظ بالذوق و الخلفۃ بغیر ما یضد کما یجوز اور منایہ میں ہے کہ جو تفاوت پیدا ہوا ہے چنانچہ زکھور اور خشک مگھوئی اور عمدہ  
 اور ناقص ہیں وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی ان میں تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیوں کے فعل سے ہے چنانچہ گیہوں کی بیع آٹے سے اور بھنے  
 گیہوں کی بیع بن بھنے سے وہ منسہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و کیسے محوم مختلفہ لبعضہا بعض متفاضلا یا بیدا و جیسے ہائز ہے بیع محوم مختلف  
 کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست م محوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہو البسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوتی بسبب  
 اتحاد قدر کے ولین بقرو ختم اور جائز ہے گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ  
 کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس میں کذا فی المطاوی و خل و خل للبقیتین ردی التمر و خضہ باعتبار العادۃ بخل عنسب اور  
 اور جائز ہے ناقص مگھوئی کے رکے کی بیع انگوری سر کے سے بڑھا کر و قل بفتح دال و قاف عبارت ہے ناقص مگھوئی سے اس کو مخصوص بذکر کیا باعتبار  
 عادت کے یعنی ہر مگھوئی کے سر کے کا یہی حکم ہے کیسے عادت خلق یہ ہے کہ ناقص کا سر کہ بنانے میں لہذا نقطہ اس کو مذکور کیا و شحم بطن بالیتہ بالفتح ہائز  
 الحوام لیتہ اوکم اور جائز ہے بیع پیٹ کی ہڈی کی دہنے کی چکنی سے یا گوشت سے اگرچہ دہنے کا گوشت ہو کذا فی المطاوی و الیہ بفتح الف وہ ہے جس کو  
 حوام عرب یہ کہتے ہیں و خیر لومس بیہ و دقیق و لومسہ اور جائز ہے روٹی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگر گیہوں کی روٹی اور گیہوں کا آٹا ہو تو بھی زیادتی  
 جائز ہے اس واسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی کیل زری بخلاف گیہوں اور آٹے کے کہ وہ دونوں کیل میں تو قدر اور جنس دونوں  
 مفقود ہیں یہاں تک کہ بیع بطریق نیب بھی جائز ہے کذا فی المطاوی و حوی ابو حوزیت مطبوع بغیر مطبوع و دین مربی بالجنس بغیر المرل من متفاضلا  
 او وزن کیف کان لا اختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لان یوزن عادة حتی لو وزن لم یجز زبیدی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی  
 غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جس طرح سے ہو بسبب مختلف ہونے ان کی اجناس کے یعنی محوم مختلفہ سے لے کر روغن  
 بنفشہ تک کی بیع میں تفاضل اس واسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلف ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر جڑیوں کے گوشت میں باوجود اتحاد  
 جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ ان کا گوشت موزوں نہیں رواج میں اگر اس کا بھی تول رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الزبیدی و فی الفتح لحم الدجاج والا و  
 وزنی فی علوۃ معروف فی التمر لعلہ فی زمنہ اما فی زمانہ غلا و اماصل من الاختلاف باختلاف الاسل او المقصود او قبیل الصفۃ فلیحفظ اور فتح القدر میں ہے  
 کہ حوی اور ط کا گوشت وزنی ہے معر کی عادت میں اور حمر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہونا اس کے زمانے میں ہو گا ہائے زمانے میں تو معر میں وزنی نہیں اور خلاصہ  
 یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اس کو یاد رکھنا چاہیے م اختلاف اصل چنانچہ گائے کا گوشت  
 بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ مربی اور دہنے کی چکنی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوع بغیر مطبوع کے ساتھ و بازا لا یشرو لو التجز  
 نسیتہ بفتحی و در ای ملائی بشرا لا یسلم لہما جہ اناس و ملا حوط للفتح الاقل یقین من جنس ماسی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی کی بیع گیہوں اور آٹے  
 سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تا طیر ہو ای کا فتویٰ ہے کذا فی المسئلہ یعنی تا طیر اس وقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری مل جاوے فتویٰ ہوا ہے بسبب حاجت آدمیوں  
 کے اور زیادہ احتیاط منع سلم میں ہے اس واسطے کہ کمر مقبض واقع ہوتا ہے کسی کی جنس سے م یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہو تاکہ گیہوں کی روٹی میں اور مقبض ہو کی



روٹی ہوتی ہے تو اس میں استبدالِ مسلم فیہ ہے اس کے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں و فی القہستانی معزیا للخرائہ الاحسن ان بیع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف لصفة معلومة ثمننا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتري الخاتم یا لیرا و قہستانی میں خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیسوں کے سلم کرنے کا روٹی میں یہ ہے کہ مثلاً انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے کہ جو موصوف بصفة معلومہ ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نان یا فی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اس کو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیسوں سے خرید کر لے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروطہ ہوں گی و فیہ معزیا للمصنعات یجوز السلم فی الخبز و زنا و کذا عدد او علیہ الفتویٰ و سببی جواز استقرارہ ایضا و قہستانی میں مصنفات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے روٹی میں تول کر اور اسی طرح گئی کر اور اسی پر فتویٰ ہے اور روٹی کا جواز استقرار من مذکور ہو گا سلم کا جواز روٹی میں گئی کر قہستانی میں مذکور نہیں علاوہ اس کے روٹی معدود منضبط نہیں تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ میں ابو سعید میں ہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے ان کے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار ہو گا کذا فی الطحاوی و جاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد والاسم ماوی اور جائز ہے دودھ کا بیچنا پیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحادی لایجوز بیع البرید قیق او سولق ہو الجروش ولا یصح د قیق بسولق مطلقا ولو متساویا لعدم السوی فیہم بشبہ الربو اخلافا لہما جائز نہیں گیسوں کی بیع گیسوں کے آٹے یا اس کے ستو سے اور بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونوں برابر ہوں اس واسطے کہ دونوں کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے دست بدست ہم گیسوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تھاقل اس واسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گیسوں کے اجزائیں اور تسادی اس واسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہیں ہو سکتا کیونکہ گیسوں پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے و اما بیع الد قیق متساویا کیلا اذا کان مکبوسین فجا ئز اتفاقا ہں ملک سولق بسولق و حنطہ مقلیۃ بمقلیۃ و اما المقلیۃ بغیر فافساد کمرا و بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونوں کو پیمانے میں داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بیچنے گیسوں کی بیع بیچنے گیسوں سے جائز ہے اور بیچنے گیسوں کی بیع غیر بیچنے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ہم بھوننے سے گیسوں ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اس کی بیع غیر بیچنے سے فاسد ہے طحاوی نے زلیعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تول کر تو اس میں دو روایتیں ہیں ولا الزیتون بزیت و السمس کل بہمتہ الشیرج حتی یکون الزیت و الحل اکثر مما فی الزیتون و السمس لیکون قدرہ بمثلہ و الزائد بالتفعل و کذا کل ما لشدہ قیمتہ یجوز بدہنہ و لبن لبمنہ و عسب بعصیرہ فان لا قیمتہ لکیسہ ترا بیہ بذبہب فسد بالزیادۃ لربو الفصل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع سیٹے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اس روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور روغن نامہ کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح سکم ہے ہر ایک اس چیز میں جس کی کھلی اور کھو ہر کی قیمت ہو جیسے انروٹ کی بیع اس کے تیل سے اور دودھ کی اس کے گھی سے اور انگور کی اس کے شرے سے سو اگر کھو ہر کی قیمت نہ ہو جیسے زرد گرد مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی بیاج کے و لیستقر من الخبز و زنا و عدد او علیہ الفتویٰ ابن ملک استحسن الکمال و اختار المصنف تیسرا اور روٹی قرض لی جاوے تول کر اور گئی کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اکو کمال الدین نے ادریسند کیسے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے و فی الجہتی باع رغیفان قدر رغیفین لثیۃ جاز و لکسہ لا و جاز بیع کسیراتہ کیف کان اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک نقد روٹی پیچی اودھا دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور بالعکس اس کے یعنی نقد دو روٹیوں کی بیع ایک روٹی اودھا دے جائز نہیں اور روٹی کے لے لغت میں مجروش اور جرش دلیہ کو کہتے ہیں شاید ستو کو بھی بولتے ہوں گے ۳







رہوا نہیں سو غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت میں یا اتفاق رہو جائز نہیں جیسا کہ منہ الغفار میں ہے کذا فی الطحاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں ایضاً کرانی سے منقول ہے کہ جب اس نے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا ان کی طرف تو اس کے ساتھ بیاج جائز نہیں والی حاصل ان البیوع حرام الا فی ہذہ است مسائل اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں ہم صواب یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کر کے امیان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ و شریک مفاد ص ۳ و شریک عنان ہم مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵ مسلم کو اس کے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادہ قرار دیکھیے تو صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی۔

**باب الحقوق فی البیع** | آخر التبعیتہا و لتبعیتہ ترتیب الجامع الصغیر باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف نے اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے ہم حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو بیع کا تابع ہو اور بیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر بیع کے سبب سے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا احترام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیار کے اس کو ذکر کرتا اشتی بقیہ آخر لا یدخل فیہ العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ہولہ او بکل قلیل و کثیر مالم ینص علیہ لان الشئ لا یتبع مثله خرید کی کو ٹھری جس پر دوسری کو ٹھری ہے تو اس خرید میں بالا خانہ داخل نہ ہوگا اگر بیع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لیا بکل قلیل و کثیر کہا ہوتا وقتیکہ تصریح نہ کر دی بالا خانہ کی بیع کی اس واسطے کہ چیز اپنی برابر الی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام بہر حال ساکن ہے ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہاں تین چیز معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار، بیت وہ ہے جس کی ایک چھت ہو اور شبہ باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اس کا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالا خانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ہو یا بکل قلیل و کثیر اس نے کہا ہو اس واسطے کہ بالا خانہ بیت کے مانند ہے مسقف ہونے اور شبہ باشی میں اور شبہ اعلیٰ کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو عین بیوت پر مشتمل ہو جس میں مات دن آدمی رہیں اور اس میں باورچی خانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اس کا صحن غیر مسقف نہیں اور اس میں اصطلح نہیں اور دار نام ہے اس سیاحت کا جس کے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت اور اصطلح اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح و کذا لایدخل العلو بشرط منزل ہو الا اصطلح فیہ الا بکل حق ہولہ او بموافقة ای حقوقہ کطریق ونحوہ عند الشائی المرافق النافع اشباہ اور اسی طرح بالا خانہ داخل نہیں منزل کی خرید میں منزل وہ ہے جس میں اصطلح نہیں مگر بکل حق نہ یا بذکر مرافق البتہ بالا خانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہیں چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ مرافق جمع ہے مرافق کی بکسریمم وقع فامرافق عبارت ہے توابع سے چنانچہ شرب اور میل احد حق وہ ہے جو بیع کا تابع ہو اور بکل قلیل و کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تاکہ تابع کا حق بیع سے ساقط ہو جاوے اس کی متصل چیزوں سے اور جامع الفصولین میں ہے کہ حقوق عبارت ہیں میل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دائرہ اور ظاہر الروایہ میں مرافق حقوق ہیں کذا فی النہر او بکل قلیل و کثیر ہو فیہ او منہ یا بالا خانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل و کثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر منزل میں داخل ہے یا اس سے متعلق ہے وہ بیع ہے مگر چونکہ منزل دار اور بیت دونوں سے مشابہ ہے لہذا بالا خانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل نہ ہوگا بیت کی مشابہت سے و یدخل العلو بشرط دار وان لم ینذکر شیئاً ولو الا بیتہ بتراب و بنیام اوقیاب اور داخل ہوگا بالا خانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ مذکور نہ ہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا بکل قلیل و کثیر بالا خانہ دار کی بیع میں داخل ہے اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہوں یا خیمے یا خرگاہ و ہذا التفصیل عرف الکوفہ و فی عرفہ یدخل العلو بلا ذکر لے اور ہلکے عرف میں بالا خانہ داخل ہے بدوں ذکر کے سبب صورتوں میں خود بیع بیت جو جس پر بالا خانہ ہو خواہ منزل کی طرح کی ہو کیونکہ علم میں ہر کسی کو چاہئے کہ بالا خانہ بیع کو مدہ بکل ہوتا ہے



فی الصور کما فتح مکانی سواکان البیوع متافوقہ بلواذیہ الامار الملک قسسی سراجا نمر لحدیہ تفصیل بیت اور منزل دار کی بموجب رواج کو فز کے ہے اور جہاں عرف میں  
 بالخانہ داخل ریح ہو جاتا ہے وہاں اس کے ذکر کے سبب صورتوں میں کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اور بالخانہ ہو یا سوائے اس کے مگر درالسلطان کسی  
 بسای ہے کذا فی النہر استثنائا کرنا دار ملک کلام سابق سے مرتبط نہیں اور یہ غلط پیدا ہوا نہ لغاتی کی عبارت کے حذف سے عبارت اس کی یہ ہے وہی عرفنا قبل  
 من غیر ذکر فی الصور کما سواکان البیوع متافوقہ بلواذیہ منزل کذلک ان کل مسکن یسخر فی البیوع ولو علوا سواکان صغیرا کالبیت او غیرہ الامار الملک  
 قسسی سراجا نمر لحدیہ تفصیل بیت اور منزل دار کی بموجب رواج کو فز کے ہے اور جہاں عرف میں کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اور بالخانہ ہو یا سوائے اس کے مگر درالسلطان کسی  
 والا شہار التی فی صغیرا کذا البستان الداخل وان لم یصح بک جیسے داخل ہوتا ہے واکہ خرید میں یا خانہ او پانی کا کنواں اور وہ درخت جو گھر کے من  
 واقع میں اور اس طرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہے اگرچہ اس کے بیع کی تصریح نہ کی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منها  
 فیدخل تبعاً ولو شملها او کبر فلا الا بالشرط فی بیع وعین داخل بیع نہیں ہے باغ گھر کے باہر کا مگر اس وقت داخل بیع ہے بطریق بیعت کے جبکہ باغ گھر  
 سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظاہر لا تدخل فی بیع الدار لبنائھا علی الطريق فانخذت حلاً لابل  
 حتی ونحوہ مما وقلا ان مفضھا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہیں ہوتا گھر کی بیع میں اس واسطے کہ اس کی بنیاد پر ہوتی ہے تو اس نے ماہ کا کم  
 لیا مگر بکری کل حق یا مانع اس کے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہو گا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتہ کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع میں داخل ہے چھتہ  
 کے ماتہ ویدخل الباب الا عظم فی بیع بیت اور دار مع ذکر للرافق لا دمی مرا فقہا خانیتہ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع میں ذکر  
 مرفق کے ساتھ اس واسطے کہ وہاں گھر کے مرفق میں داخل ہے کذا فی الخانیہ لایدخل الطريق والمسیل والشرب الا نحو کل حق ونحوہ مما وقلا ان مفضھا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہیں ہوتا گھر کی بیع میں اس واسطے کہ اس کی بنیاد پر ہوتی ہے تو اس نے ماہ کا کم  
 راہ اور پانی کی جگہ اہالی لینے کی باری مگر اند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بکری مرفق یا کل قلیل وکثیر مدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان  
 کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوہ غیر نافذ کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ بکری مرفق میں مرفق سے منقول ہے اور گھر کی ماہ کا عرض اس گھر کے دروازے کے  
 عرض اس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اس کا شارع عام تک ہے چنانچہ قسمستانی میں ہے اور سیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کبابی  
 بہتا ہے اور شرب بکری اول کو کون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحاوی بخلاف الاجارۃ لدار وارض فدخل بلا ذکر لھا تعقد لا تنقل وغیر  
 بخلاف گھر اور زمین کے اہل کے تو طریق اور سیل اور شرب اہل میں داخل ہوں گے بلا ذکر حقوق اور مرفق کے اس واسطے کہ عقد اہل انتفاع کے واسطے  
 ہے نہ سوائے اس کے یعنی اس میں بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہیں بخلاف بیع کے کہ اس میں قطع نظر انتفاع کے ملک رقبہ بھی مقصود ہے والزمین  
 والوقف خلاصہ انتفاع زمین اور وقف کے کذا فی الخانیہ صلیحی ماہی اور وقف میں طریق اور سیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں ولو اقر بدار او صلح  
 علیما او اویس ما ولم یکر حقوقاً ورافقاً لایدخل الطريق کا بیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلا نے کا ہے یا اس پر صلح کی یا اس گھر کی بیعت  
 کی کسی شخص کے واسطے اور اس نے گھر کے حقوق اور مرفق ذکر نہ کیے تو ماہ داخل نہ ہوگی بیع کے مانند وہاں داخل فی القسۃ وان ذکر الحقوق والرافق لا یجری  
 مرفق نمر علی الفتح اور تمت میں ماہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرفق مذکور ہوں مگر مریح رضامندی سے کذا فی النہر حی الفتح وہی الخواشی البیعویۃ یعنی  
 ان یکن المرءی کا بیع لا یتقید بہ انتفاع قلت ہو جید ولا یمتنع للمستقل کامر ولفظ الخانیہ صلیحی ماہی اور طریق فی الرہی والصدقۃ الموقوفۃ کلہما رۃ  
 والتمتہ المصنف تبعا لمراد الخانیہ یعنی میں یہ جہاں بیع کے مانند ہو اس واسطے کہ مریحوں سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کتا ہوں  
 کہ بلا مہر ہے ان کی مخالفت منقول سے دہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ کہ ہے اور داخل ہے طریق میں اور صدقہ موقوفہ  
 نے میں یہ کہ مستقل ہانی کے واسطے کہ ہے ہی صاف تبذیر عرض طول طریق دار۔



اجارے کے مانند اور اس قول پر مسنف نے اعتماد کیا ہے بحر الائق کا تابع ہو کر نعم ینبغی ان یكون الهبة والنكاح والمخلع والعق على مال کا بیع والوجه فیہ لا یخفی انتہی لہا لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور مخلع اور عتق یوں مال بیع کے مانند جو عدم دخول طریق میں اور وجہ اس کی محفی نہیں انتہی مافی النہرم ہبہ وغیرہ میں استحداث ہے اس ملک جو سابق میں نہ تھی تو اشیاء مذکورہ مانند بیع ہوئیں تو مناسب ہے کہ ان میں بیع کا حکم جاری ہو کہ ان فی الطحاوی

**باب الاستحقاق** | ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے م اور استحقاق اصطلاح میں عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہونا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جب کہ استحقاق حقوق سے مناسب ہو الفظا ومعنی لہذا اس کے بعد مذکور ہوا کہ ان فی الطحاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کا الحق والحرۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدیر و کتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اس کے جیسے مدبر اور مکاتب ہونا م یعنی جب یہ ثابت ہو کہ بیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک بالکلیۃ مبطل ہے وثانیہما ناقل رہ من شخص ائی آخر کا الاستحقاق یہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان مافی یدہ من العبد ملک لہ و بکر من اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اس طرح پر کہ زمین بکر پر دعویٰ کیا کہ جو اس کے قبضے میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اس پر گواہی گذرائی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر ۵۰

لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل ہے فسخ عقد کا موجب نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں م یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تادم رجوع مشتری فسخ عقد نہ ہوگا والحق حکم بحکم علی ذی الید و علی من تعلق ذوالید الملک منہ ولو ورث فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا یشیع دعوی الملک منہم لملوک علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قالین پر اور اس شخص پر جس سے قالین نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قالین کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کہ انی الاشباہ تو مسموع نہ ہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ ان پر حکم ہرچکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہو تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اس طرح پر کہ بالعیین میں سے کوئی بائع کہے کہ میں ٹمن نہیں پھیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہے اس واسطے کہ بیع میرے ملک میں جی ہے یا میرے بائع کی ملک میں ہو اس واسطے کہ انی الحلی ملخصا ولا یرجع احد من المشتري علی بالعه مالم یرجع علیہ ولا علی الکفیل مالم یقض علی المكفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ٹمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اس سے ٹمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری او سطر رجوع ٹمن نہ کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اس سے نہ رجوع کرے اور نہ سامن سے ٹمن پھیرے جب تک مکفول عنہ بقاضی کا حکم نہ ہو کہ دو ٹمن ایک ملک میں مجتمع نہ ہو جاوے یا سبب سے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے م اجتماع ٹمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی بالعیین متوسطین میں اس واسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ٹمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ٹمن پھیرے قبل پھیر دینے کے تو اس کی ملک میں دو ٹمن مجتمع ہو جاوے اور حالانکہ یہ جائز نہیں ولو صالح بشی ثقیل او ابرا عن ثمن بعد الحکم لہ رجوع علیہ فلبا ثمن ان یرجع علی بالعه ایضا لئلا یرجع عن ملک اور اگر مشتری نے صلح کر لی بائع سے کتر چیز پر یا ٹمن سے بائع کو بری اللذہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ٹمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ٹمن پھیر لینا جائز ہے بسبب نائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے حکم رجوع کے ابرا کلا یا ٹمن سے تو گویا اس نے بائع سے لیا کہ انی الطحاوی ولو حکم للمستحق فصالح المشتري لم یرجع لانه بالصالح البطل حق الرجوع وتمام فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا کہ مشتری سے مستحق نے صلح کر لی کچھ ٹمن دے کہ تو اب مشتری بائع سے ٹمن نہ پھیرے اس واسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا الطحاوی بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے



میں مستحق مشتری سے کہا کہ کچھ عقود انہیں مجھ سے لے کر بیع مجھ کو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کر سکتا و المبطل یوجب ای یوجب  
 فسخ العقود اتفاقاً اور استحقاق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا اتفاق یعنی جو عقود کہ بائعین میں ہماری ہوئے ان کے فسخ ہونے میں قاضی کے  
 حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدہ و لکل واحد من الباعة الرجوع علی البائع و ان لم يرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو حق پھر لینا اپنے بائع سے جائز ہے  
 لکھ اس مشتری سے جس نے پھر لیا ہو و يرجع ہو ایضا کذا علی الکفیل و لو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع التمتین بذیل الحرام لایملک اور مشتری  
 اسی طرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی پھر لے کر پھر قاضی کا حکم ضامن پر پھر دینے کا نہ ہوا ہو بسبب عدم اجتماع تینوں کے اس واسطے کہ آزاد کا بدلہ ملک  
 نہیں ہوتا بخلاف استحقاق نازل کے چنانچہ مذکور ہو چکا و الحکم بالحرۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سواء کان بیئۃ او بقول الزمان لم یبق من اقرار  
 باللقاشیاء اور اصل آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہو یا خود اس کے قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے  
 پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہ ہو گیا ہو کذا فی الاشیاء م صورت اس کی یہ ہے کہ اگر نے غلام پر دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے غالباً کہ اس میں حرامی ہوں اور باقی میں  
 اس نے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور دعویٰ گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اس کی حریت اصلی کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہوگا کذا فی البیہار فلا تسمع  
 دعویٰ الملک من اسدہ جب حریت اصل کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعویٰ اس پر سموع نہ ہوگا و کذا فی العتق و فرد عمر بنہ حرۃ الاصل اور  
 اسی طرح عتق اور فروغ عتق مانند حریت اصل کے ہیں م فروغ عتق کتابت اور تہیراہ استیلا ہے اور عتق سے مراد ہے جو ملک مطلق میں ثابت ہو و اما الحکم  
 بالعتق فی الملک للورث فعمل الکافۃ من وقت التایخ ولا یكون قضاء قبلہ کا بسطہ ملا خسرو و یعقوب ہاشا فا حفظہ فان اکثر الکتب عن خابۃ  
 اور عتق کا حکم مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاہم کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تایخ کے چنانچہ اس کو ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے مشہر  
 بیان کیا ہے اسی کو یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں م خلاصہ یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں ہنرہ اصل کے ہے کہ سب خلق  
 پر ہے تایخ کے وقت سے یعنی قبل تایخ سب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا ملک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں محمود کا غلام  
 تھا پھر اس سے سو اس نے مجھ کو آزاد کر دیا اور اس نے دعویٰ کر گویا کہ زید نے تو زید کا دعویٰ منفع ہوگا پھر اگر مادہ بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا ملک ہوں سات  
 برس سے اور تو اب تک میرا ملک ہے اور اس دعویٰ کو اس نے بکر ہی ثابت کیا تو حریت کا حکم منفع ہوگا اور بکر مادہ ملک ملک محض جائے گا کذا فی المطحطاون عن الدہ  
 و اختلافوا فی القضاء بالوقف قبلہ کا حرۃ و قبلہ لا یتسمی فیہ دعویٰ ملک آخر و وقف آخر ہو المختار و محمد العادوی اور فقہانہ اختلاف کیا ہے وقف  
 کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعویٰ سموع  
 ہوگا اور بھی قول مختار ہے اور عادی نے اس کو صحیح کہا ہے و فی الاشیاء القضاء یتعدی فی اربع حرۃ و نسب و نکاح و ولادہ و فی الوقف یتعصر علی ما صح  
 اور اشیاء میں ہے کہ قضاء متعدي ہوتی ہے چار صورت میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولادہ میں اور وقف میں قضا متعدي نہیں مقصور ہے بنا بر قول اصح کے م یعنی  
 جب قاضی حریت کے نکاح کا ولی آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولادہ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعویٰ سموع نہیں و یثبت رجوع مشتری علی البائع  
 بالحق اذا کان الاستحقاق بالبیئۃ لیس فی انہا جتہ متعديۃ احداث ہے جس نے پھر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جب کہ استحقاق گواہی سے ہوں واسطے  
 کہ اسے گواہی شہادت بحت متعديہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار مشتری او بکولہ او باقرار وکیل مشتری بالخصومتہ او بکولہ  
 زائد ہونے کا جتہ قاصرہ اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اس کے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل اقرار سے یا اس کے انکار قسم سے  
 تو جس نے پھر لینا ثابت نہیں اس واسطے کہ اقرار بحت قاصرہ ہے و متعديہ لیس بالبیئۃ جتہ متعديہ فقہ فی حق کافۃ الناس لکن لانی کل شیء ملک بظاہر  
 نہ غلام کا ترک کسی کو دہئے



کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کا مرقوم المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متغیرہ ہے جس کا ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں جیسا کہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی کلیہ بلکہ عتق اور اس کے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلا اور نکاح اور نسب اور دلاء عتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لا الاقرار بل ہو حجة قاصرة علی المقر لعدم ولایت علی غیرہ مذاق اربع یعنی اقرار حجت متغیرہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرة ہے مقر بہ بسبب نہ ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر ہم چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اس کا اقرار اس پر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اس واسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کا فہ تاس کے حق میں نافذ ہے کذا فی المنع بقی لواجتماعان ثبت الحق بہما قضی بالاقرار الا عند الحاجة فالبیئۃ اول فتح و نہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائے گا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولیٰ ہے کذا فی الفتح والنہرم اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعویٰ شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اس کی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہو گا اس واسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی المطحطاوی فلو استخفت بیعۃ ولدت عند المشتري لا باستیلا وہ بیئۃ قبیحا ولد لا بشرط القضاء وہ ای بالولد فی الاصح زیلعی و کلام البزازی یفید تقييدہ بما اذا سکت الشهود فلو بینا ان لذي اليد او قالوا لا ندري لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ بیع جو جنبی مشتری کے پاس بلا استیلا مستحق غیر کی نکل گواہی سے تو اس کا بچہ اس کے تابع ہو گا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولہر ہو گیا ہو قول اصح میں کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے اس تقييد کا جب کہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہ ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نہ کرے کذا فی النہر ثم استیلا وہ لا یمنع استحقاق الولد بالبیئۃ فیکون ولداً لغيره حراً بالقیمۃ المستحقہ لکافی باب دعویٰ النسب پھر دیات کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلا ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص معرور کا ولد آزاد ہو گا اس کے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعویٰ نسب کے باب میں مذکور ہو چکا وان اقر ذوالید بہما رحل لا یتبعہا فیانذا وسدہ والفرق مامری الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اس کا بچہ لونڈی کا تابع نہ ہو گا تو وہ مرد فقط اس لونڈی کو لے گا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متغیرہ ہے اقرار حجت قاصرہ و ہذا ذمہ عند المقر فلو اذاعہ تبعہا و کذا سائر الزوائد ثم لا ضمان بسلامہ کذا ذمہ المصوب اور یعنی نہ تابع ہونا ولد کا بیعہ کے اس وقت ہے جب کہ مقر نے ولد کا دعویٰ دیکھا ہو اور اگر دعویٰ کیا ہو گا تو ولد تابع ہو گا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے قلع نہیں اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت دعویٰ مقر لہاں یہ البتہ ہے کہ ہلاک نہ طائد سے ضمان ہیں باند زوائد موصوب کے ولم یزک لکل لان فی حکم الاقرار متانی معریا للعادیۃ اور مصنف نے انکار حسم کو مذکور کیا اس واسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قستانی نے اس کو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کر کے ومنع التناقض ای التذاف فی الکلام دعویٰ الملک لعیل او منفعة لما فی الصغری طلب نکاح الامہ یمنع دعویٰ تملکها اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعویٰ ملک کی مانع ہے اس واسطے کہ صغریٰ میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اس کے مالک ہونے کا دعویٰ کا مانع ہے ہم تناقض اس واسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈ کے مالک ہونے کا دعویٰ کرنا پھر اس سے نکاح کی درخواست کرنا مریا متناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہ مثال ملک میں کے دعویٰ کے اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کرنا پھر اس کے نکاح کا پیغام دینا کیونکہ انفسہا بمنعہا لغيرہ الا اذا دنی اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعویٰ کا مانع ہے اسی طرح اپنے غیر کے دعویٰ کا مانع ہے مگر جب کہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم بزازی میں ہے کہ اول دعویٰ کیا کرے چنانچہ مریہ فلان لہ و شخص جس کو کسی عورت کی ہو کہیں لکھ ہوں اور اس نے اسے قول پر اعتماد کر کے اس نکاح کر لیا پھر دوسرے شخص نے اس پر دعویٰ کیا کہ میری لونڈی ہے اور ثابت کر دیا اول شخص مدعت اولاد قیمت لکھ کر دینا



مکمل کی ہے یہ دعویٰ کیا کہ دوسرے مول کی ہے تو یہ دعویٰ مقبول نہیں مگر در صورت توفیق اس طرح پر کہ یہ چیز میرے غلام نے مول کی تھی جس نے مجھ کو خصوصیت میں  
 وکیل بنا لیا پھر اس نے میرے دوسرے مول کے ساتھ اس کو بیچا اور اس نے مجھ کو خصوصیت سے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحاوی بل کفای مکان التوفیق غفل  
 و تحقیق فی متفرقات القضاہ اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اس میں اختلاف ہے علما کا اور اس کی ہم تحقیق کرنا  
 کتاب القضاہ متفرقات میں و فرغ ہذا لائل کثیرہ یعنی فی کتاب الدعوی و منہ لدی علی آخرہ اخوہ وادی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات  
 المدعی عن ترکہ فہما المدعی علیہ لطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض و ان قال ابی او ابی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فرہ میں  
 جو کتاب الدعوی میں آویں گی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعویٰ کیا دوسرے پر کر کے میل بھائی ہے اور اس پر نفقہ کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہیں  
 پھر مکی نے متروکہ چھوڑ کر گیا تو مدعا علیہ آیا اس کی میراث طلب کرتا اگر اس نے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہ ہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اس نے کہا  
 میرا اپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا م شائع کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعویٰ کیا اس کے بعد مدعا علیہ نے ابوة یا بنوة کا دعویٰ کیا چاہے کہ  
 ایسا نہیں ہے اور شائع کو یہ دھوکہ صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑ گیا بلکہ مطلب وہاں کا یہ ہے کہ اگر بھائی دعویٰ اخوة مدعی بنوة یا ابوة کا دعویٰ کرے گا تو  
 دعویٰ مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فرہ کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوة کے کذا فی الطحاوی لخص لا احرۃ کلام تناقض دعویٰ حریت کا مانع نہیں  
 و الاصل ان التناقض لا ینع دعویٰ ما ینفی سببہ کالنسب الطلاق و کذلک لحرۃ اہل قاعدہ کلیہ ہے کہ تناقض اس کے دعویٰ کا مانع نہیں ہے جس کا سبب  
 محض ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی صحت سے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اس نے اس کو بیچا اور مشتری نے دوسرے  
 کے ساتھ بیچا پھر زید نے دعویٰ کیا کہ غلام اس کا بیٹا ہے تو دعویٰ اس کا سموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اس واسطے کہ نسب کی بنا طوق پر ہے اور یہ نطفہ  
 رہنا امر محض ہے تو مدعی تناقض میں ملوث ہے اور اسی طرح اگر بولا کہ میں اس کا وارث نہیں پھر بولا کہ میں اس کا وارث ہوں تو سموع ہے اگر سبب تناقض مذکور کرے  
 اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زید نے اپنے زوج سے طلع کیا پھر زید جو بولائی کہ زید نے اس کو قبل طلع کے طلاق دی تھی تو دعویٰ مقبول ہے اور طلع کلام  
 وہ بھی بے گ ل اگر کلام تناقض ہے اس واسطے کہ زید ایتاق طلاق میں مستقل ہے اور اس کی اطلاع زید کو ضرور نہیں کذا فی الطحاوی عن یمنی فلو قال  
 عبد مشتری اشترانی فانما عبد لزید فاشتراہ معتدا علی مقامہ فاذا ہوا حر ای ظہر حرافان کان البائع حاضر او غائب فیبیت معروفۃ یعرف مکانہ  
 فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجھ کو خرید کر میں زید کا غلام ہوں سو اس نے خرید کیا اس کے کلام پر اعتماد کرے اور وہ آزاد نکلا  
 یعنی اس کا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اس کا معلوم ہو تو غلام کہہ کر کہ نہیں بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی  
 قابض سے نہیں پھیر لیا متصور ہے والا رجوع مشتری علی العبد یا ثمنی علو لا لثمنی اور اگر بائع حاضر نہ ہو یا مکان غیبت اس کا معلوم نہ ہو تو مشتری غلام  
 سے نہیں پھیرے بخلاف ابو یوسف کے ہم مدد رجوع ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ ایک روایت ہے ان سے کذا فی الطحاوی عن ابیہ و لو قال اشترانی فقط لا انا بید  
 فقط لا رجوع علیہ اتفاقا اور اگر اس نے کہا کہ مجھ کو خرید کر فقط یا یوں کہا کہ میں غلام ہوں فقط تو اس پر رجوع نہیں بالاتفاق کذا فی اللہم مدد رجوع کی وجہ  
 پہلی صورت یہ ہے کہ کسی آزاد کی خرید اس کی غلامی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل عرب سے اور مدد رجوع کی دوسری صورت میں یہ ہے کہ ایک  
 شخص غلام ہو تا ہے کسی کا اور اس کا خرید کرنا صحیح نہیں چنانچہ مکاتب کی خرید و رجوع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیرے بائع جب  
 اس کو پاس سے بخلاف الرہن بان قال ابن حنیف فان عبد لم یفنی اسلام ولا اصل ان اشترى لریو حب الضمان من عقد للعادۃ لا لوثقۃ بخلاف رجن کہ ہر طرح  
 پر ایک شخص نے کہا نہیں سے کہ مجھ کو رہی رکھے میں غلام ہوں پھر ظاہر ہو کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہ ہوگا اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکہ موجب ضمان  
 ہے عقد معاوضہ کے ضمن میں نہ عقد وثیقہ کے ضمن میں یعنی بیع میں ضمان اس واسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور مدین میں اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ عقد وثیقہ



ہے نہ عقد معاوضہ باع مختار اثم برمن انہ وقف محکوم بلزوم قبل الا لان مجرد الوقف لا یزیل ملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمده المصنف تبعاً للبع علی خلاف ماصوبہ الزیلعی ولقد تم فی الوقف وسیعی فی اخر الکتاب ایک شخص نے زمین پچی پھر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہے جس کے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہیں تو نہیں یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہیں اس واسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی زیل ملک نہیں بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے عتقاد کیا بحر الرائق کی پیروی کر کے برخلاف تصویت زیلعی کے اور اس کا ذکر کتاب الوقف میں ہو چکا اور آخر کتاب میں آدے گام اشتراط حکم قاضی لزوم وقف میں آیا کا قول ہے لوفتوی زوال ملک ہے مطلقاً اشتری شیئاً ولم یقبضہ حتی ادعاه اخر انہ لا لا تمتع دعواه بدون حضور البائع والمشتري للفقہاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اس پر قبضہ نہیں کیا تا ایک دوسرے شخص نے اس کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ اس کا سموع نہیں بدوں حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تاکہ قاضی ان پر جاری ہو و لوقضی کہ بجز تمام برمن احد ہما علی ان المستحق باع من البائع ثم یوباع من المشتري قبل ولزم البیع وتامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جائے پھر بائع یا مشتری اس پر گواہ لائے کہ مستحق نے اس کو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے اس کو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا فتح القدر میں ہے لا عبرة بتایخ الغیبة بل العبرة بتایخ الملك فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذا الدار منذ سنۃ فقبل الفناء رہا المستحق خبر المستحق علیہ البائع عن القصة فقال البائع لی بیئہ انہا کانت ملکالی منذ سنتین مثلاً برمن علی ذلک لا تفتح الخصومة بل یقضی رہا المستحق ببقاء دعواه فی ملک مطلق خال عن التایخ من الطرفين نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعویٰ کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اس کے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ اس حال کے بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا ملک تھا دو برس سے مثلاً اور اس پر گواہ لایا تو خصومت منقطع نہ ہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اس کے دعویٰ کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کے کر بائع کے کام میں تاریخ موجود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ منخ الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا نام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الا اعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعویٰ باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی العلم بكونه ملک الا یغیر لا ینزع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استولہ مشتری لعلیم غضب البائع ایما کان الولد رقیباً لا نعدم الغرور ویرجع باطن والی اقر بملکۃ البیع للمستحق درر اس کا معلوم ہونا کہ بیع غیر کی ملک ہے بائع سے من پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اس خریدی کو بیچ کر جس کو جانتا ہے کہ بائع نے اس کو غضب کیا ہے تو وہ غلام ہوگا مالک کا بسبب ہونے فریکے اور مشتری من پھیرے بائع سے اگرچہ ملکیت بیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ وہ آزاد ہوتا و فی القیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب امر تسلیم الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لان محتمل بخلاف النص لہ قیۃ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر بیع مستحق غیر نکلی مشتری کے قبض میں اور مشتری بائع سے من پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہ ہوگا اگر بیع مذکور مشتری کو کسی سبب یعنی خرید یا ہب یا وصیت سے پہنچی تو اس کو حکم ہوگا کہ بیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا ہو کیونکہ محتمل ہے بخلاف بیع اقرار کے یعنی اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لایحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشهادة انہ کتاب قاض کذا لان الخطیۃ فیہ الخط فہم بجز الاعتقاد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی منہونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن و حکم کرے قاضی استحقاق کی سبیل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلان قاضی کا اس واسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے ثابت رہتا ہے تو فقط سبیل پر اعتقاد جائز نہیں بلکہ سبیل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تاکہ مستحق علیہ کے واسطے من پھیر لینے کا حکم دیا جائے ہم ذخیرہ میں ہے کہ بخدا میں ایک شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا تھا اور مستحق علیہ نے اس کی سبیل پائی پھر بائع کو اس نے سمرقند میں پایا سو اس کو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور من پھیر لینے کا لہوہ کیا اور قاضی بخدا کی سبیل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سبیل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ لائے کہ سبیل قاضی بخدا کی سبیل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر حکم دیا اور من







لہ علی البائع الرجوع بالثمن لہ قد دفع الی البائع ہمناء وعی بان کان قد یا شتری بہ ذلک من ذالمشتری بلامرأہ اگر بیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اس کے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اس کو دیا ہے جائز ہے مگر جب کہ بائع نے یہاں یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس بیع کو زمان قدیم میں ہی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعویٰ کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہے تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الطحاوی ۵۔ لہ مشتری خیرۃ ولفقہ شینا علی تعمیر وطفقہ ذاک لیسوی لہ بعد اذ اکامہا بہ ثم استحق رجل تمامۃ فالمشتری ذاک لیس راجع الی علی الذی عد لتک بالثمن ولا علی ذالمستحق مطلقاً بذالذی کان علیہا لفقہا اگر ویران زمین خرید کی اور کچھ اس کی مرمت میں خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اس کے اس کے ٹیکوں کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اس میں پھیر نہیں سکتا اس کے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقاً پھیر سکتا ہے اس مال کو جو اس کی درستی میں صرف کیا م مستحق سے مطلقاً رجوع جائز نہیں و ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہیں لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الطحاوی ۵۔ وان بیع مستحقاً ظہر بہ ثم قضی القاضی علی من اشتری بہ ففصل الذی ادعاه بہ صلحاً علی شئ لہ ادعہ بہ يرجع فی ذاک کل الثمن علی الذی قد ادعہ فاستبہ اور ایک بیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اس کے مدعی سے کچھ اس کے مال مودی پر صلح کر لی تو مشتری اس امر میں تمام ثمن اس کے بائع سے پھیر لے یعنی اس واسطے کہ گو یا مشتری نے بیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحاوی و فی المینۃ شری داراً و بنی فیہا فاستحق رجوع بالثمن و قیمتۃ البناء مبنی علی البائع اذا سلم النقص الیہ یوم تسلیمہ وان للسلیم فبا ثمن لا غیر اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اس میں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اس کے تسلیم کے دن ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقرض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کر دے اور اگر قبضہ نہ کر دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے کچھ اور کیا تو استحقاق صحیح بنا تھا لہذا تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک مشتری لایوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلا اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا و لو حفر بئر او نفق البالوعۃ اور من الدار شینا ثم استحق لم يرجع بشئ علی البائع لان العلم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنقصۃ کما فی مسئلۃ الخربۃ حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتري فیہا من نفقة اور من فیہا من مرۃ فعلی البائع لفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اس کے بائع سے کچھ نہ لے اس واسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ میں مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیع نامے میں لکھایا کہ جو مشتری گھر میں صرف کرے گا اور اس میں کچھ مرمت کرے گا تو وہ بائع کے ذمہ ہے در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی م فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اس کو مقتضی نہیں و لو حفر بئر او طوا یا رجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فلو شرطہ فسد اور اگر کنواں کھودا اور اس کی من بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع لو مشتری دونوں قیمت کی شرط کریں گے تو بیع فاسد ہوگی و کذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقیۃ و بالجملة فانما يرجع اذا بنی فیہا و غرس بقیمۃ ما عین نقضه و تسلیم الی البائع فلا يرجع بقیمۃ حصص و طین و تمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہیں کھودی تو اگر اس پر پل بنایا تو بنانے پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اس وقت ہے جب کہ اس میں کچھ عمارت بناوے یا درخت بو دے تو اس چیز کی قیمت پھیر لے جس کو توڑنا اور بائع کا اس پر قبضہ کر دینا ممکن ہو تو چونکہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان اس کا فصولین کی پندرہویں فصل میں ہے و فیہ شری کرنا فاستحق نصفہ رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ انکور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اس کے پاس متغیر نہ ہوا اور اس نے اس کا پھل نہ کھایا ہو و لو شری ارضین فاستحق احدہما ان قبل القبین خیر المشتري وان لہ از غیر مستحق بجملة من ثمن بلاخیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری حقاً







اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں سلم ایسے کی ملک ثابت ہے اور سلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لغو و شرب ہے ہم رب السلم کی ملک سلم فیہ میں باعتبار  
 وزن فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر و یصح فیما امكن ضبط صفتہ کچودہ و دراتہ اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی صفت کا  
 ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا سلم صفت اور معرفت مقدار اس واسطے شرط صحت ہوئی کہ سلم فیہ دین ہے تو اگر اس کی صفت  
 اور مقدار ممکن البضطہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفنی الی المنازہ ہوگی مذاہبائز نہیں و معرفت قدرہ مکمل و موزون و خرج بقولہ مضمن الدرام والذہب  
 لانہما اثمان فلم یجز فیہما السلم خلا فاما ملک اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکمل اور وہ موزون جو ثمن ہے ثمن کی قید سے  
 درہم اور ذہب نکل گئے اس واسطے کہ درہم اور ذہب اگرچہ موزون ہیں لیکن یہ ثمن ہیں نہ ثمن تو ان میں سلم جائز نہیں یعنی درہم اور ذہب سلم فیہ نہیں ہوتے  
 بخلاف اما مالک کے وعدی متقارب کچودہ و قبض و قلس و کثری و شمس و تین و لہن کسرا لیا و ابر بلین معین میں صفت و مکان منبرہ خلاصہ اور چنانچہ  
 عددی متقارب المقار جیسے اخروٹ اور اندھے اور پیسے اور مرد اور زرذرا و اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جس کی صفت اور پختہ کا  
 مکان مصرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ عددی متقارب مراد وہ ہے جس کی افراد قیمت میں متفاوت نہ ہوں اور اس کا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الراتی میں کہا کہ جوڑے  
 جوڑ شامی اور جوڑ فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوڑ ہندی و ذریعی کثوب میں قدرہ طول و عرض و صفتہ نقطی و کتان و مرکب نہما و صنعتہ کمل اثنام  
 او مسرا و زید و عمر و رقتہ او غلطہ و وزنہ ان بیع بہ فان الذی باج کما ثقل و وزنہ ذات قیمتہ والحریر کما خف و وزنہ ذات قیمتہ فلا بد من بیان مع الذرع اور چنانچہ  
 ذریعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جس کی مقدار مصرح ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اس کی مصرح ہو گئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا کان  
 مشہور کیا دونوں سے مرکب اور اس کی صفت کا بیان ہو گیا چنانچہ شام کا بنایا مصر کا یا زید کا بنایا عمر کا اور یہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اس کی شہد ہو گئی  
 ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکت ہو اس واسطے کہ دیبا جتنا گراں وزن ہوتا ہے اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا ہلکا ہوتا ہے قیمت اس کی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے میں  
 وزن کا ہونا بھی ضرور ہے گز کے بیان کے ساتھ امور مذکورہ کا بیان اس واسطے صحت سلم کے لیے شرط ہوتا اور اگر کار زراعہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی ہے  
 لایصح فی عددی متفاوت ہو یا متفاوت مالیتہ کیطیع و قرع و در و رمان قلم بجز عدد بلا مینر صحیح نہیں سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جس کی مالیت میں  
 تفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اس کے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خرچہ و زوزہ اور کدو اور مولیٰ اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا مینر یعنی بلا ذکر ضابطہ  
 چنانچہ طول یا غلط یا غیر ذلک فقط ذکر سے عدد سلم جائز نہیں کذا فی المنع و ما ہما زعدا بازا کیلا و وزنا نہرا اور جس میں سلم جائز ہے گن کر اس میں کیل اور وزن سے  
 بھی سلم درست ہے کذا فی النہر اور جس میں کیل جائز ہے اس میں وزن بھی جائز ہے اور جس میں وزن جائز ہے بقول معتدا اور کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے  
 کذا فی الخطاوی عن البحر و یصح فی سمک طبع و مالغ لغتہ ردیہ اور صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارح نے کہا کہ سمک طبع لغت فصیح ہے اور سمک مالغ کہنا  
 لغت ردیہ ہے و فی طری حلین یوجد وزنا و ضرر با ای نو عاقید لہما اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی میں اس وقت جب کہ وہ پانی جاتی ہے وزن سے اور اس کی قیمت بیان  
 کر کے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونوں کی قید ہے م طحاوی نے کہا جو از سلم بوقت وجود ظاہر تر مچھلی کی قید ہے اس واسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت  
 ملتی ہے ہاں اگر بعض وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کے بکثرت ہیں چنانچہ ردہ ہو اور چال اور پڑھن وزن اور بیان قسم اس واسطے مشروط ہوا  
 تا یقین حاصل ہو جائے و لا عدد للمتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی کیساں نہیں جو شمار کفایت کرے اور زراعہ واقع  
 نہ ہو ولو صفرا یا جاز وزنا کیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو ان میں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی بعد ذکر نوع کے تا زراعہ منقطع ہو و فی البکاء و ایتان مچھلی  
 مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبیٰ ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الخطاوی  
 لہ یعنی اس کے انہی چیز مسلم ایسے کے ذمے پر جو گئی ۱۲



و ان حیوان ماضیاً فالتشاقی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف نام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اس میں جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث میں بھی وارد ہے  
 سلف الیہم ان سے اس واسطے کہ ہاتھی حیوان مضبوط نہیں ہو سکتا اگرچہ مضبوط ظاہر ممکن ہے کہ انی ابھر و اطرافہ کو سدا کا مع خلا فاما لک جاز و زانی روایت اور  
 سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اس کے کلاہوں میں بخلاف نام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے قول کر و لانی حطب ہا تحریم و رطبہ ہا لجزر  
 الا اذا مضطربا لا یودی الی النزاع جاز و زانی سلم جائز نہیں مگر یوں میں گھسے ہاندھ کر اور زربہ میں معشی ہاندھ کر مگر جب کہ اس طرح مضطرب تعین ہو جاوے  
 کہ باعث نزاع نہ ہو اور مگر یوں اس واسطے کہ سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعین قاطع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گھسا ہاندھ جا جائے اس کا طول مضرب  
 ہو جاوے اس طرح پر کہ مقام گفتگو ہائی درہے حرم بغیر مائے حلی و فتح زائے معجم جمع ہے غرر کی بھی گھسا اور مجزہ بغیر معجم و فتح زائے معجم جمع ہے جزہ کی یعنی بقدر  
 قبضہ کذا فی الطحاوی و جو ہر و خرز اور سلم جائز نہیں جو اہرات اور ہر دے کی چیزوں میں ہم غنہ بالتحریک وہ چیز ہے جو تانگے میں پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہر  
 جو اہرات اور موتیوں میں بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہیں اس واسطے کہ دو موتیوں میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مایست میں اگرچہ عدل و وزن میں اتفاق ہو کذا فی  
 الطحاوی الا صغار لو لو تبايع وزنا لا یعلیم بہ مگر چھوٹے موتیوں سے جاتے ہیں تول کر اس واسطے کہ ان کی قیمت تو تو لےنے پر سے معلوم ہوتی ہے طحاوی نے کی سے  
 نقل کیا کہ یہی حکم ہے سفارحہا ہر کا و منقطع لا یو بدلا الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اس نایاب چیز میں سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی عقد  
 سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہ ہو اور گھر میں ہو تو اس کا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون آخر  
 لم یجز فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عریم الوجود میں منقطع کی سلم جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا  
 لا یابون شقت عظیم کے تصور نہیں تو بجز عن التسليم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق ضرر بید سلم میں انتظار و حودہ و الفسخ فاختار اس مال اور اگر مسد فی منقطع ہو  
 ہو گئی بعد استحقاق قبل الیعا سلم فیہ کے تو رہ سلم کو اختیار ہے ہمارے اس کے پائے ہانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور ہاں اس المال سے و لعمروہ منزع  
 حکم ہو کہ لا یبایع و صف و موضع لا نہ موزون معلوم و یہ قات لا تکرہ اکثرہ و علیہ الفتوی بجز و شرح جمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں لہذا کے نزدیک اگرچہ ہڈی کا  
 گوشت ہو اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے جبکہ اس کا وصف بیان ہو گیا یعنی موٹا یا درجہ اور گوشت کا مکان مصرع ہو یعنی دست کا گوشت یا مان یا پہلو کا  
 اس واسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینوں ماسوں کا اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر و شرح جمع ہم اتفاق نے کہ صاحبین کے نزدیک گوشت  
 میں سلم جائز ہے بشرط بیان میں لوری اور فوج اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جائز یک سلہو یا کم و بیش نہ ہو یا مان موٹا ہو یا درجہ  
 یا پہلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الطحاوی لکن فی الفتاویٰ از یصح فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبہ لیکے فتنی میں ہے کہ  
 ہے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف ہم اور صاحبین کے خلاف تو اس گوشت میں ہے جس کی ہڈی جدا نہیں ہے ضرور درجہ ہو لکن صریح خبر ہار و ایتین فتنبہ  
 لیکے فتنی نے اصرار کیا ہے وہ دونوں کی سوا مل کر ہم نیز لہذا کے بعد روایت میں ایک روایت میں مطلقاً سلم جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل ذکر ہے طحاوی  
 نے لکھا استہدائیک کا حذف کا حذف نہ کرنا مترقی یعنی اس واسطے کہ جب فتویٰ صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدلال کی کو ضرورت ہے وہ لو کہ بجز از صفتا ہذا زیہ  
 اور قاضی جہاز سلم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزار و فی العینی از قیسی عمدہ مثل عمدہ ہاں معنی میں ہے کہ گوشت نام کے نزدیک قیسی ہے ہاں صاحبین  
 کے نزدیک مثل ولا یجکیال و ذلک مجہول قید فیما اور جائز نہیں سلم یا نہ مجہول اور مجہول سے شایع نے کہا مجہول دونوں کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم صلی نے  
 لکھا کہ ہاں صلیہ اور مجہول ہاں ہے اس واسطے کہ وہ مسئلہ مسلک ہے تو ایضا مستند ہے مجہول کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہاں یا نہ یا نہ معلوم المقدار ہو گا تو سلم  
 جائز ہے کذا فی البزار و فی العینی از قیسی عمدہ مثل عمدہ ہاں معنی میں ہے کہ گوشت نام کے نزدیک قیسی ہے ہاں صاحبین  
 کے نزدیک مثل ولا یجکیال و ذلک مجہول قید فیما اور جائز نہیں سلم یا نہ مجہول اور مجہول سے شایع نے کہا مجہول دونوں کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم صلی نے  
 لکھا کہ ہاں صلیہ اور مجہول ہاں ہے اس واسطے کہ وہ مسئلہ مسلک ہے تو ایضا مستند ہے مجہول کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہاں یا نہ یا نہ معلوم المقدار ہو گا تو سلم  
 جائز ہے کذا فی البزار و فی العینی از قیسی عمدہ مثل عمدہ ہاں معنی میں ہے کہ گوشت نام کے نزدیک قیسی ہے ہاں صاحبین  
 کے نزدیک مثل ولا یجکیال و ذلک مجہول قید فیما اور جائز نہیں سلم یا نہ مجہول اور مجہول سے شایع نے کہا مجہول دونوں کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم صلی نے  
 لکھا کہ ہاں صلیہ اور مجہول ہاں ہے اس واسطے کہ وہ مسئلہ مسلک ہے تو ایضا مستند ہے مجہول کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہاں یا نہ یا نہ معلوم المقدار ہو گا تو سلم  
 جائز ہے کذا فی البزار و فی العینی از قیسی عمدہ مثل عمدہ ہاں معنی میں ہے کہ گوشت نام کے نزدیک قیسی ہے ہاں صاحبین



فالمانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہیں مسلم مخصوص گاؤں کے گھوٹوں اور معین کھجور کے درخت کے پھل میں مگر جب کہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤں کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے سے خارج کے جیسے غزاری یا شہری گھوٹوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی مسلم کا عرف یہی ہے ہم یعنی اگر اس کا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گھوٹوں یا درخت معین کے پھل میں مسلم اس واسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گھوٹوں اس گاؤں میں یا پھل اس درخت میں نہ پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہی اس میں احتمال فتح عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ بریں وہ چیز فی الحال معلوم بھی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم میں بھی گھوٹوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے ولآتی حنطہ حدیثہ قبل حدوثہا لانہا منقطعہ فی الحال وکونہا موجودہ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہیں مسلم نئے گھوٹوں میں قبل اس کے پیدا ہونے کے اس واسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا ان کا موجود عقد مسلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدر میں ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اس کے یادوں و قوتوں کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو مسلم جائز نہیں اور یہی قول ہے ادراغی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحاق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے فی الجوبہ اسلم فی حنطہ جدیدۃ ادنی ذرۃ حدیثہ لم یخبر لانہ لا یدری یكون فی تلك السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عام مفسد لہ ای قبل وجود الجدید یا مابعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ میں ہے عقد سلم کہیں گھوٹوں یا نئے چنبے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں وہ پیدا ہو گا یا نہیں میں کہتا ہوں اور بموجب اس نصابت کے وہ جو وثیقہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گھوٹوں ہو مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہیں و شرطہ اسے شرط صحتہ التی تذکر فی العقد سبقتہ بیان جنس بکرہ اور ترو بیان نوع کسقی او بعلی و صفتہ کجید اور دی و قدر لکھا کیلا لا ینقبض ولا ینسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شرط جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سات ہیں ابیان ہے سلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گھوٹوں یا کھجور بیان نوع کا چنانچہ آدمیوں کے سیچے یا بارش آسمانی کے سیچے بیان اس کی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گھوٹوں یا گجئی ۴ بیان مقدار سلم فیہ کا کہ اتنے کیل ہوگی اس کیل سے جو سکرے اور پھیلے نہیں واجل و اقل فی السلم شہرہ یعنی ۵ بیان مدت کا اور کثرت سلم میں ایک مہینہ ہے اسی کا فتویٰ ہے ہم مقدار مدت میں اختلاف ہے اور اصح وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہے کیونکہ ادنی عاجل اور اقصی اجل اور ماخوذ ہے مسئلہ ان میں سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کرے گا اور اس نے قبل تمام ہونے میں نے کے ادا کر دیا تو عانت نہ ہوگا تو معلوم ہو کہ ماذون شہر حکم عاجل میں ہے اور شہر و ما فوق اس کے اجل ہے علمائے کما اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفتح القدرہ فی الحاوی لاباس فی السلم فی نوع واحد علی ان یكون حلول بعضہ فی وقت بعضہ فی وقت آخر اور مادی میں ہے کہ سلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں و یبطل الاجل بموت السلم الیہ لا بموت رب السلم فیونخذ المسلم فیمن ترکہ حال البطلان الاجل بموت الدیون لا الدائن ولذا شرط دوم وجود لتمام القدرة علی تسلیہ موتہ اور باطل ہو باقی ہے مدت سلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مرنے کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسی واسطے یعنی ترکے سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہے صحت سلم میں تا اس کی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے سلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اس کی موت کے تسلیم پر قادر ہو و بیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کمافی مکمل و موزون و عددی غیر متفاوت و کتفیا بالاشارة کافی مذروع و حیوان ۶ مقدار رأس المال کا بیان اگر عقد متعلق رأس المال کی مقدار سے چنانچہ مکمل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع و حیوان میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کی طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اس کی مقدار کا کچھ موزون نہیں چنانچہ اگر اس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اس واسطے کہ مذروع میں گزروں کا معلوم ہونا مشروط نہیں کیونکہ عقد اس کی مقدار سے



نہیں اس واسطے کہ مسلم فیہ گروں کے شمار قسم نہیں اس واسطے کہ گروہ سے اسکے مقابل میں کچھ نہیں چلتا تو اسکی جہالت سے مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی المخطاوی۔ فقہار باایقہ علی تفصیل مسلم فیہ فی فتح ارد  
 رائے المال ابن کمال ہم جہت دیتے ہیں اس کی طرف سے کہ یہ مسلم فیہ قاعدہ نہیں ہوتا۔ مسلم فیہ کی تفصیل میں تو رائے المال کے پیرائے کی حاجت ہوگی کہ صریح ابن کمال۔ وقتہ غنق جفتہ ثم بعد بقیہ صعب  
 لزمہ۔ وایستد بسبب مسلم فیہ فی المخطاوی منقح العقد فی المردود وبقی فی وقتوں جہالت سے مسلم فیہ غیاثی ابن کمال جب یا میں اگر قدر رائے المال کو مین پاتا ہے تو اسکو چھوڑتا۔ اور بسبب جس رو میں  
 اس کو بدل نہیں دیتا تو عقد منقح ہوگا اس قدر رائے المال میں جو پھر دیا گیا اور عقد باقی رہے گا غیر مردود میں تو جہالت سے مسلم فیہ لازم آئے گی مابقی میں کذا ذکرہ ابن کمال  
 تو واجب ہو اسیان رائے المال کی مقدار کا و السابغ بیان مکان الا ایفاء للمسلم فیہ فیما لم یحل و مؤنہ اور ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اس مسلم فیہ میں جس  
 میں بار برداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی بار برداری میں کلفت اور مشقت ہے وہاں بیان مکان ایفاء شرط ہے نہ مانند مشک اور موتی کے مثلاً لکھنوی ملاجرحہ  
 و اقترعہ او مانند سلم کے فتن اور اجرت اور قسمت ہے م فتن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو کھیل یا موزون سے ادھار خرید یا مدت معین کر کے تو دام  
 کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہے اور اجرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے گھر یا باور اجمارہ لیا جو فتن کھیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو دام کے نزدیک مکان ایفاء شرط  
 ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زیادہ کے کھیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا  
 مدت معین کر کے تو دام کے نزدیک بیان مکان ایفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی المخطاوی عینا مکان العقد و بقات الثلثہ کبیع و قرض و اطلاق و عصب  
 قلنا ہذا واجبہ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی مذہب ہے باقی تینوں امانوں کا چنانچہ  
 بیع اور قرض اور اطلاق مال اور عصب میں واسطے تسلیم بیع اور قرض اور بدل تلف اور منسوب کے مکان بیع اور قرض اور اطلاق اور عصب کا معین ہے ہم جواب دیتے  
 ہیں امام کی طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہما واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا ان میں وہی مکان متعین ہوگا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنی سلم فیہ اور فتن اور اجرت  
 اور قسمت شرط الا ایفاء فی مدیۃ فکل محل تھا سوا فیہ ای فی الا ایفاء حتی لو اوفاء فی مکتہ منہا را۔ و بس لہ ان یطالب فی محلۃ اخری بزار بنایفہ مسلم فیہ کو  
 شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اس کے برابر ہیں ایفاء میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذرہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں کہ اس سے مطالبہ کرے دوسرے  
 محل میں کذا فی البزار فیہ و فیہا قبلہ شرط عمل لہ من بعد الا ایفاء فی مکان الشرط لم یصح اجتماع الصفتین الامارۃ والتجارت اور بزار فیہ میں قبل مسئلہ سلف کے ہے کہ رب سلم  
 نے مسلم فیہ کا لاد کر ہنچا نا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان شرط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب مجتمع ہو جانے دو عقد کے یعنی اسہار اور تجارت ہم تو شرط عمل بعد الا ایفاء سے  
 ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے و مالا محل لہ کسک و کافور و صغار و نو لا یشرط فیہ بیان مکان الا ایفاء اتفاقاً و فیہ حیث شادی مباح و صحیح  
 ان مکان مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اس میں مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام  
 احمد صاحبین کے اور ہنچا وے جہاں اس کا بھی چاہے قول میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تفصیح کی ہے م محل اور موت اس چیز میں نہیں جس میں پھر لائے  
 اور محل کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتد ہے کذا فی المخطاوی و لو عین فی ما ذکر مکانا تعین لہا مباح فتح لا یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان  
 معین کر لیا جس میں جو نہ ہو چکا یعنی جس میں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان شرط متعین ہو جائے گا تو بیع میں کذا فی الفتح اس واسطے کہ تعین مکان  
 سقوط خطر راہ کی مفید ہے و بقی میں شرط قبض رائے المال و لو عینا قبل الافراق با بدانہما و ان ناما او شیا فرسخا کثر اور باقی رہا شرط سے رائے المال  
 مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افراق نے پہلے اگر جہ رائے المال میں ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا بقدر فرسخ یا زیادہ مباحی چلے گئے ہوں ہم مصنف  
 نے بیان شرط میں تغیر اسلوب اس واسطے کیا کہ یہ شرط ایسی نہیں ہے جن کا ذکر کرنا شرط ہوا نکار و جود بلا ذکر کافی ہے و لو دخل یخرج الدائم لو توالی  
 و مسلم فیہ بطل و ان یکثر لہ لا افعال رب المسلم مکانی میں داخل ہوا تا در اہم نکال لایسے اگر مسلم ایہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر اس طرح  
 عمل ہوا ہو کہ اس کو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں و موت الکفارة والحالات و لہ تہاں برائے لہم یا تہاں عینات اور حوالہ اور گروہ کھن سلم کے رائے المال کے



واسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے اس المال کو محتال علیہ یا فاسد من رب السلم سے قبض کیا تو عقد مسلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور فاسد من رب السلم کی مجلس کا اور در صورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ یا بطل میں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کی طرف متوجہ ہو گا کذا فی الطحاوی و ہو شرط بقاۃ علی الصیۃ لا بشرط انعقادہ بوصفہا فی عقد صحیح اتم سبیل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے یا بطل ہو جائے گا ولو ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصۃ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کرے گا تو اس پر مذہب سستی کی جائے گی کذا فی الخلاصۃ و یقی من الشروط کون راس المال منقود او علم الخیار وان لا یشتمل البدین احدی علی الربوا و ہوا القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق بہ اور باقی شرائط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہ ہونا اور نہ شامل ہونا بدین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اس واسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیموں میں اور ای طرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اس واسطے کہ اگر یہ بدین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے بار علیہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں بدایہ سے اس کا ذکر ہو چکا وعدا العینی تبعاً للغایۃ سبقتہ عشر اور عینی نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم ازاں جملہ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اس کا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطیں سلم فیہ یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایضا اور مدت اور عدم القطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعین سے اور مضبوط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس رابعہ جیسے مکمل اور وزن اور مدد اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جس میں خیار شرط نہ ہو اور ایک شرط بنظر بدین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہ ہونا کذا فی الطحاوی عن النسخ وزاد المصنف وغیرہ القدر علی تحصیل سلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا سلم فیہ کی تحصیل پر قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم القطاع کے نہ الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہ ہو ثم فرع علی شرط الثامن بقولہ فان سلم ماتی درہم فی کوثر فشدیدۃ یستون قفیزہ او القفیز ثمانیۃ مکالیک والکوک صاع ونصف عینی بر حال کون المائتین مقسومۃ مائۃ وینا علیہ ای علی سلم الیہ ومائۃ نقد نقد رب السلم وافتراق علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین یا ل لادین بدین و صح فی حصۃ النقد ولم یشیع الفساد لادین طارحاً حتی لو نقد الدین فی مجلس صح فی النکل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو مستفیع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک گر گیموں میں حالانکہ دو سو بایں طریق مقسوم ہیں کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین ہیں اور ایک سو نقد جن کو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے میں سلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہ ہو اکیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اس کے بعد دین باطل ہو گیا تاہم اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کرے گا تو کل دو سو درہم میں سلم صحیح ہو گا شائع نے کہا اگر ہم پیچھے لگ گئے ہوں تو صحیح واقع ہوا بعد اس کے بعد دین باطل ہو گیا تاہم اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کرے گا تو کل دو سو درہم میں سلم صحیح ہو گا شائع نے کہا اگر ہم کان و تشدید رائے محل عبارت ہے ساتھ قفیزہ اور قفیزہ آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ہم اور صاع آٹھ مکوک باندی ہے اور ہر مکوک ایک سو تیس درہم کا دو واحد ہوا دانیہ او علی غیرہما فینفسد فی النکل اور اگر دو سو میں ایک سو دینا ہوں اور ایک سو درہم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دونوں سو میں سلم فاسد ہے ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا الرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ وکراہتہ ولو لیتہ ولو من علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالہ اذا قبل اور جائز نہیں سلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ میں اس کے قبضہ کرنے سے پہلے مانع بیع اور شرکت اور ابراہیم اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اشخاص سے کیے ہوں جس پر اس المال یا سلم فیہ ہے یہاں تک کہ اگر رب السلم سلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہو گا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے ہم راس المال میں اس واسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اس میں قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور سلم فیہ میں اس واسطے تصرف درست نہیں کہ وہ بیع ہے اور بیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ توجہ کو نصف راس المال دے نصف مسلم فیہ تیرا ہو



اور ابھار دے تو یہ کہ یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ اس مال پر کچھ مجھ کو فائدہ زیادہ ہے یا اس کے برابر ہے تا مسلم فیہ بالمخصوص تیرا جو وہ فی الصغری اقاؤ بعض  
 المسلم جائزۃ اہ فتویٰ صغریٰ میں ہے کہ بعض مسلم کا اقا کرنا جائز ہے یعنی بعض مسلم میں اقا کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ متولہ  
 بعد حلول اجل ہو یا قبل اس کے کذا فی الطحاوی و لا یجوز رب مسلم شرأشی من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالات فی عقد المسلم الیہ صلح فلو کان فاسدا جاز  
 الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب مسلم کو خریدنا مسلم الیہ سے بعض ماس المال کے بعد اقالہ کے صحیح مسلم عقد میں اور اگر مسلم فاسد ہے تو استبدال اس مال سے  
 جائز ہے جیسے باقی دین میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالات لقولہ علی العسوة والسلام لا تاخذ الا سلک اور اس مالک ای الا سلک حالۃ قیام العقد اور اس مالک  
 حال انفساخ فانتیخ الاستبدال خرید کو جائز نہیں قبل قبضہ کرنے ماس المال کے بحکم اقاہ مسلم بدیل قوی بنی علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو مگر اپنا مسلم یا اپنا  
 راس المال یعنی اپنا مسلم فیصلے در صورت قیام عقد مسلم یا اپنا ماس المال لے در حالت انفساخ عقد تو بدلتا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت  
 کی ہے اہل حدیث کو اس میں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابو داؤد اور ابی ماجہ اور ترمذی میں بالمتنی باقی لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہے رقال قال رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم من سلم فی شئ فلا یصرف فیہ وہ یعنی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اس کو اس کے غیر میں نہ پھیرے اور یہ معنی ہے اس کو نہ لے مگر اسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل  
 الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالات لجواز تصرف فیہ بخلاف المسلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اس سے استبدال جائز ہے  
 لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اس کے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے ماس المال میں تصرف جائز نہیں ہم یعنی  
 اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اس واسطے کہ صرف میں تعین حاصل نہیں ہوتی بدل نہیں  
 کے کیونکہ اس کا استبدال جائز ہے تو اس میں قبضہ فی مجلس تعین کے واسطے ضرور تھا بخلاف سلم کے کہ اس کے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اس میں تعین باقبضہ  
 کی حاجت نہیں لہذا اس میں نفس قبضہ واجب تھا بلار عایت مجلس اقاہ کذا فی الطحاوی ولو شری المسلم الیہ فی کررا و امر المشتري رب المسلم بقبضہ قضاء عا  
 یلم لم یصح للزوم التکلیل مرتین ولم یجوز بدو جس سلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کریں اگر اس نے ایک کریں گے کہ یہ خرید کیے اور خریدار نہ دے کہ اس کے قبضہ  
 کر لینے کا اپنے اور سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارہ مالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ہم یہاں ناپنا دوبارہ اس واسطے واجب ہوا  
 کہ وہ عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اس کے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب المسلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل میں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور  
 اصل اس میں وہ حدیث ہے جس میں بیع طحاوی سے نئی وارد ہے تا وقتیکہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور عمل حدیث وہ ہے  
 جب کہ وہ عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا بیع نہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاق ہے تو یہی حکم ہے موزولی اور معدود کا کذا فی الطحاوی و صح  
 لو کان الکمر قرصا و امر مقرض بہ لانه اعادة الاستبدال احوال اگر ایک کرقرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبضہ کا امر کرے تو صحیح ہے اس واسطے کہ قرض عاریت  
 دیتا ہے نہ بدنام صورت قرض یہ ہے کہ خریدنے خاند ایک کریں قرض یہ پھر خریدنے ایک کریں خرید کیے اور خاند کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا ادا لے  
 قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب صحت اس کی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کریں قرض لیے اور  
 رب المسلم کو امر کیا اس پر قبضہ کرنے کا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی ابوہریرہ صح لو امر المسلم الیہ رب المسلم بقبضہ من لثم لنفسہ ففعل فکلام مرتین  
 لزوال المانع چنانچہ قبضہ صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب المسلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبضہ کا اس کے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اس کے کہ رب المسلم  
 کے واسطے قبضہ کرنے کا اور رب المسلم نے ایسا ہی کیا اور اس کو دوبارہ بیع کیا یعنی ایک بار سلم الیہ کے قبضہ کے واسطے اور دوسری بار رب المسلم کے واسطے تو قبضہ  
 یکا ہے بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبضہ عدم کیل قرض تھا سو یہاں دوبارہ بیع کرنے سے نازل ہو گیا امر الیہ رب المسلم کیل المسلم فیہ  
 فی عرفہ فکالہ فی طرفہ ای فی و عا رب المسلم بنیہ سلم مکن قبضہ لہ بمرۃ غیر متتابعۃ و امر المشتري للبائع بکذا فی طرفہ طرف البائع لم یکن قبضا لحدہ



بخلاف کیلہ فی ظرف المشتري بامرہ فانہ قبض لان سقہ فی العین والاول فی الذمہ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ دے میرے ظرف میں سو اس نے ناپ دیا اس کے ظرف میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہو جائے گا بسبب نچلنے کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے ناپنے کو سو اس نے ناپ دیا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہ ہوگا بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اس واسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے م خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹھہرے گا اس واسطے کہ مشتری کا حق شئی موجود میں ہے تو مالک ہوگا بجز عقد کے تو بائع اس کا وکیل ہوگا اس کا ظرف میں بخلاف سلم کے اس واسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اس کا مالک نہیں ہو سکتا بدوں قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرے تو مسلم الیہ مستقیم ظرف ہوگا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المشتراة ثم کیل الدین السلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتري قبض بامرہ لتبعية الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بجز دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے یا مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہوں کے ایک کریں پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہوں بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنی دین اور عین اس میں بھر دے تو اگر اس نے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا طرف میں تو عین کا قابض ہو گیا کیونکہ اس میں امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا یا تابع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسی کا قابض نہ ہوگا دین کا تو اس واسطے قابض نہ ہوا کہ اس میں امر کرنا صحیح نہیں ہے اور عین کا اس واسطے قابض نہ ٹھہرے کہ ملک غلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط اہم کے نزدیک استملاک ہے کذا فی المطحطا دی طحطا وعکسہ دہو کیل الدین اولالا یكون قبضا وخیراہ بین نقض البیع والشركة اور اس کے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا نہ ہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہم چونکہ خلط دین کی کے نزدیک استملاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے بیع کو توڑنے والا چاہے اتنے مال میں بائع کا شریک ہو جائے سلم امرہ فی کرہ و قبضت فتقایلہ سلم فمات قبل قبضہا بحکم الاقالہ لبقی عقد الاقالہ اوماتت فتقایلہ صح لبقا المعقود علیہ وہو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسلمین لانه سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کریہوں میں اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اس کے بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مر گئی اس کے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود بنیہ یعنی مسلم فیہ کے لہذا سلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اس واسطے کہ قبض ہی تو سبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اس واسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقا عقد پر معتبر ہے اور بقا عقد بیع کی بقا پر ہے تاہم وہ مقبوض ہو اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا سلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین معتبر ہے لہذا اس کی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر کذا حکم فی المقابضۃ اور اسی طرح سلم کے مانند حکم ہے مقابض میں ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو اس واسطے کہ بیع المقابض میں ہر عوض بیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی بیع قرار دیا جائے گا اور مالک ثمن ٹھہرے گا بخلاف الشراء بالثمن فیہما لان الامتہال فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اس واسطے کہ لونڈی اہل ہے بیع میں ہم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزارہ سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اس کی موت کے بعد تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہے بیع میں کیونکہ وہ بیع ہے اور ہلاک بیع قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی اس المال تھی نہ مسلم فیہ والیہ حاصل جو از الاقالہ فی السلم قبل ہلاک الحارثیہ ولبعدہ بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے اس میں اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقابلا البیع فی غیر فالق بعد الاقالہ من ید المشتري فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالہ والبیع بحال قبضہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہ ہو اس کی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال



خود قائم ہے کذا فی القیۃ والقول لمدی الرداق و لا جمیل لانا فی الوصف و ہذا رداق و لا جمیل اور معتبر قول نقصان اور جیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اہل کی نفی کرنے والے کام یعنی اگر ایک شخص کے کہ میں نے مدی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرے کے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نانی کا اور اسی طرح مدعی اہل کا معتبر ہو گا نہ نانی کا اور مدعات یعنی نقصان یہاں بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہو گا جو دت کا اور دوسرا نانی ہو گا تو بھی ایسا ہی حکم ہو گا تا جیل عبارت ہے تقدیر اہل سے لیکن یہاں تا جیل سے اہل اہل ہے اور اہل عبارت ہے غایت دقت سے کذا فی السنہ والخطوط والاصل ان میں خرچ کلام تحتنا فالقول لصاحبہ بالاتفاق والی خرچ خصوصاً وقوع الاتفاق علی عقد و اسر فالقول لمدی السنہ عند ہما وعندہ منکر اور سند سابقہ کا قاعدہ کلیہ ہے جسے تحریر اپنا کلام بطریق لغت کے نکالا تو دوسرے اس کے ساتھ ہی کا قول معتبر ہے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اس نے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہو گیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین نے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تحت لغت میں اس سے عبارت ہے کہ انسان وہاں گئے جہاں سے نکل نہ سکے لیکن یہاں لغت سے مراد یہ ہے کہ اس کا منکر ہو جو اس کے حق میں نافع ہے لغت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو یہاں مسلم ایہ کا قول اشتراک میں معتبر ہو گا اور چونکہ مسلم فیہ ماس المال پر مدعات میں زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسی طرف مسلم ایہ کیوں کہنا کہ مدتی اور رب السلم کیوں کہنا کہ مدتی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہو گا اس واسطے کہ مسلم ایہ منفعت ہے اپنے حق کے انکار میں یعنی مدتی اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کیوں کہنا کہ میں نے مدی شرط کیا تھا اور مسلم ایہ کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اہل مدتی اور مسلم ایہ نے کہا کہ اہل شرط تھتی تو پہل صورت میں رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ رد اسے منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم ایہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت میں امام کے نزدیک مسلم ایہ کا قول معتبر ہے کہ مدی صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب در رد نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونوں صورتوں میں یعنی لغت اور خصومت میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شرع کیوں کہنا مناسب تھا فالقول لمدی السنہ عندہ وعندہما منکر کذا فی الخطاوی یعنی شارع نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا ہے اور صاحبین کا امام کی طرف نہر لائق میں بھی امام اور صاحبین کا مذہب دیکھنا کہ ہاں مذہب ہے خطاوی نے کہا عقد و اسر بالاتفاق ہونا چنانچہ اس مقام میں ہے اس واسطے کہ مسلم عقد واحد ہے کیونکہ مسلم طاعت بھی مسلم فاسد ہے دوسرا عقد نہیں بخلاف اختلاف منہارت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو ہمارے ثابت ہو گا اور در صورت صحت شرکت متحقق ہوگی لو اختلاف فی مقدار فالقول للطلاب مع یلینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر حاقین نے اختلاف کیا مدتی کی مقدار میں تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ مذہب کا منکر ہے طالب سے ملاد رب السلم ہے جو اقل مدتی کا مدعی ہے وای بر من قبل وان برہنا قضی بیئینہ الطالب ای سلم ایسا ثابت ہوا الزیادۃ اور دونوں میں سے جو گواہ لاوے گا تو مقبول ہوں گے اور اگر دونوں گواہ لاویں گے تو مطلوب یعنی مسلم ایہ کے گواہوں پر قاضی کا حکم ہو گا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اہل کے و ان اختلاف فی مہینہ فالقول للمطلوب ای المسلم ایہ بیئینہ الا ان یرہن الاخر و ان یرہنا بیئینہ المطلوب اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدتی کے گزرنے میں تو مطلوب یعنی مسلم ایہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جب کہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مطلوب کے گواہ مقبول ہوں گے و لو اختلاف فی سلم تھا انما استھان ففتح اور اگر دونوں سلم میں اختلاف کریں یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقرب ہو اور دوسرا مدعی تو دونوں قسم کا میں بطریق استھان کے کذا فی الفتح والا استصناع ہو طلب عمل صنفہ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز جو انام یہ لغوی معنی میں اور شرع میں استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر یا کفشگر یا تعمیر سے کہے کہ مجھ کو اتنا لہنا چھوڑا موزہ یا کفش بنا دے یا کسی دیگی جس میں اتنا سامان ہے اور وزن اس کا اتنا اور شکل ایسی جو اتنی قیمت کو بنا دے خواہ قیمت دسے یا ز سے اور صانع اس کو قبول کرے کذا فی البیہد کر علی سبیل الاستعمال لا الاستعمال فائدہ لایہیر سلم فقیر شرائط استصناع سلم ہے مگر اس میں مدتی علی سبیل



الاستعمال مذکور ہونہ بطریق استعمال کے اس واسطے کہ بطریق استعمال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع مسلم نہیں ہو جاتا پھر جب استصناع موجب مسلم ہو گا تو شرائط مسلم کی معتبر نہ ہوں گی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ہم اگر استصناع میں مسلم کی مانند مدت ہے چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو امام کے نزدیک مسلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت مسلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اس میں تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستعمال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعمال مذکور ہو اس طرح ہر کہ اس نے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کہے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہو گا کیونکہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زبلی وغیرہ میں ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس مدت میں موصوع ہے جو مسلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اس واسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استیبار اس عمل پر جو اجیر کی ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھا لے چل اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا لے کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہیں اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں لیکن علمائے حنفیہ نے اس کو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو راجح ہے اجماع علی کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث میں مندرج ہے کہ لا تجتمع امتی علی الصلوات یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہو گی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جس میں تعامل نہیں اس میں علم جواز ہے بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ بولا ہے بنو اناس کے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اس کے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جبری فیہ تعامل کم لا ینفک الا بال فیما فیہ تعامل الناس کخف ومقمتہ وطست بمہملۃ و ذکر فی اللغز بالثین المجمعۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدوں مدت کے جس میں معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہے اور مغرب میں اس کو بشین مجعہ ذکر کیا ہے اور گاہے اس کو طسوت بھی بولتے ہیں ہم طست لغت طے میں طس بسین مشدق تھا ایک سین کو تائے ثناء فوقانہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یوں کہتا ویقال فی جمہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحاوی بیع لا عدۃ علی الصیغ ثم فرع علیہ بقول استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اس کے بیع ہونے پر تصریح کی اپنے آئند قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یزجج الامر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاربکہ پر زبردستی کی جائے گی اس کے بنانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر حبر اور آمر پر عدم رجوع نہ ہوتا والمبیع ہوا العین لا عملہ خلا فالبردعی اور استصناع میں بیع خود وہ شئی مصنوع ہے نہ عمل اس کا برکت ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوع قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عمدا صح تو اگر کاربکہ اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جس کو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اس کو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاربکہ کا عمل بیع ہوتا تو اس کا لینا صحیح نہ ہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای لا آمر بل لا رضاه فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ المصحح بیعہ اور بیع متعین نہیں ہو باقی آمر کے واسطے بدوں اس کی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچ لینا کاربکہ کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اس کے آمر کے اور اگر بیع اس کے واسطے متعین ہوتی تو اس کا بیچنا درست نہ ہوتا ولہ ای لا آمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ و مفادہ ان لا یشترک الصانع بعد رؤیۃ المصنوع لہ وہو الاصح نہر اور اس کی معنی آمر کو اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفادہ اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جس کے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی النہر ولم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالتوب الا باجل کما مر او استصناع صحیح نہیں اس میں جس کے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کپڑے میں گہرے بٹن کر چنانچہ باب المسلم میں مذکور ہو چکا یعنی جس میں تعامل لے مترجم اول نے فقہ کا ترجمہ آفتاب کیا ہے مگر مراج میں معنی کاربکہ ہے یعنی کاربہ جو میں اور غائبانہ صحیح ہے ، یعنی اس کی جمع میں طسوت بولتے ہیں ۔



نہیں اس میں فرمائش صحیح نہیں بلا ذکر مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم بھری کتاب مراعات جمیع شرط سلم کی لازم ہوگی کذا فی المطاویٰ ہم بعض ہندوؤں میں طبع کتب بکثرت مانج ہے اہل اکثر سوداگر اہل مقدمہ کتابیں چھپواتے ہیں تو ظاہر ہے استفسار صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دی جاوے یا بعض یا کچھ نہ دی جاوے مگر فرمائش میں یہ ذکر ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہو اور لائق کا عرض و طول اتنا اور خط ایسا اور تعین امداد نسخ اور تعین مقدار منقول عن وغیر ذلک اور حسب فرمائش کو بعد مدت کے اخذ ترک میں اور چھاپنے والے کو قبل مدت صاحب فرمائش کے بیع کتب میں اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اس میں مرعی ہوں تو اس صورت میں عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم غایم لصلح فساد ان ذکر الابل مل وجہ الاستعمال ان لا استعمال کعلی ابی لفرغہ غذا کان صحیحاً اور اگر مدت سلم کی ملائق نہ ہو یعنی بیع سے کم مدت ہو تو استفسار فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستعمال و تاخیر للظاہر مذکور ہو اور اگر استعمال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ اگر کا صانع سے یوں شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہو تو یہ استفسار صحیح ہوگا طحاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ ال انما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ سال کے ہے

فرع مسئلہ شایع کا السلم فی الدبس لاجزائی اجارۃ جواہر الفتاویٰ لوجعل الدبس اجرة لا یجوز لا دلیس بثلل لانی التار عملت فیہ ولذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان مینا ہماز عقد سلم دو شاب رطب میں ہائز نہیں اس واسطے کہ جواہر الفتاویٰ کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دو شاب مذکور کو اجرت قرار دے تو ہائز نہیں اس واسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اس میں اپنا عمل کیا اور اس واسطے سلم اس میں ہائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہ ہوگا تاہنکہ اگر عین ہو یعنی بیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد عائنہ اس میں دھوکہ نہیں م دلس ہا لکسر و بکسر تین عبارت ہے مسل قر سے سلم اس میں اس واسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے گا ہے جلف سے بہت گارھا ہو جاتا ہے اور گا ہے پتلا تو اس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں بخلات بھی کہ اس میں تاثیر آگ کی بعد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھس بگر جاوے کذا فی المطاویٰ تخلت و سجن فی الغصب ان العرب والقطر والحم والحم والاعراب والعبادون والعمفر والمقرن والجلود والہرم و ہر مملو بالشیء قیمی فلیحفظ میں کتابوں اور آگے آوے گا کتاب الغصب میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوٹا اور کچی اینٹ اور صابون اور کم اور گوبر اور چمڑے اور کھال اور گیسوں جو طے قیمت والی چیزیں ہیں مثلی نہیں اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم شایع کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہوگی تو ان میں عقد سلم جائز نہیں طحاوی نے کہا باب السلم میں کہ رب وہ چیز ہے جو خر و بیسے نکلا اور قطر ایک قسم ہے محل نصب سے اور مٹی مذکور نے کتاب الغصب میں کہ رب عبارت ہے محل کے پھوڑے پانی کا بعد جوڑ کے اور قطر معر میں ہے جو شک سے بچا بکرا بواہر میں کہ اصطلاح اطباء میں رب عبارت ہے اس پانی سے جو نباتات اور فمرات سے پھوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دے کر یا آفتاب میں رکھ کر۔

باب المتفرقات | مابواہر جہری بکثر مسائل مشوۃ فی اللہ مسائل شتی والسنی عاصد باب ہے ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کثرت میں اس باب کو مسائل مشوۃ اور در غر میں سائل شتی ہے تیر کی ہے اور تعبیرات شتہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم عادت فقہاء یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب قدر میں چھوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور نہ ہوئے تو ان سب کو یک جا مذکور کرتے ہیں اھان کو اسماء شتہ سے کسی ایک نام کر سکی کرتے ہیں اشتری ثمود اور فرسان خنزق لابل استیناس العیسیٰ لایصح والقیمۃ زجلا العین متلفہ وقیل بخلاف یصح والعین قینہ یزید کی بیل یا لھور اپنہ شتی کا روکے ساجی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اس کی کچھ قیمت نہیں اور اس کے تکف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضیعف اس کے برخلاف ہے یعنی بیع یکسے مختلف برضائی ہے کذا فی القنیعیم جب کہ بقول صحیح اس کی بیع صحیح ہیں تو اس کا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان اس واسطے نہیں کہ بخلاف آلات لہو ہے وہی کہ نظر الجعفی من البالیوسف بجز زجج العیۃ وان یوجب ہما العیبان اور جعفی کی کتاب النظر کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھونے کی بیع اور لکھول کا اس سے کھین جائز ہے طحاوی نے کہا کہ زبایان اس پر طالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے و صحیح الکلب و حقوڑ والقد لے بالضم ہر ذلک سادہ رک مکی کا نام ہے ۱۱ سے جس کو ہندو میں ست کہتے ہیں ۱۲



والفیل والقرد والسیاح بسائر انواعها حتی الہرة وکذا الطیور علمت اولاً سوی الخنزیر و هو المختار للانتفاع بہا و بجلدہا کما قدمناہ فی البیوع الفاسدہ و صحیح ہے  
 بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور چیتے اور مٹھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں  
 پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور بڑی قول تحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو  
 بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی ثمن  
 کلب اور زانیہ کی خرچی اور کامین کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں ہشیم سے عن عمر بن عبد بن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی ثمن کلب السید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور ہند اس حدیث کی جید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہشیم ثقات  
 تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدیر والتمسح بالقرد وان کان حراماً لا ینع بیعہ بل یکربہ بیع العصیر نثر و ہبائہ اور مسخر اپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے  
 مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انکو رکاوٹ پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی نثر و ہبائہ فرع مسئلہ ملحقہ شائع کا  
 لا یشغی اتحاد کلب الالخوف لص او غیرہ فلا باس و مثلاً سائر السباع عینی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور  
 کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلباً الا کلب صیدا  
 و ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا سکھے گا سوائے شکار اور مویشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے  
 جاویں گے و جازاً اقتناء ہ لصد و حراستہ ماشیۃ و زرع اجماعاً اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق  
 کما صحیح بیع خمر و حرام کثیر جیسے کیونتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ  
 یہ اقل قیمت بیع ہے و صحیح ہبائہ قبیۃ اور صحیح ہے اس کا ہبہ کرنا کذا فی القنیۃ و ادنی القیمۃ التي تشتترط لجواز البیوع فلس اور کتر وہ قیمت جو جائز  
 ہونے کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو كانت کثرة خبز لا یجوز قنیۃ اور قیمت اگر نکر ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیۃ ہم یعنی اگر نکر روٹی کا پیسہ  
 کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحاوی کما لا یجوز بیع ہوام الارض کا لخناس والقنایۃ والعقارب والوزغ والصب چنانچہ جائز نہیں  
 زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند خنافس اور سہی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع ہے خنفساء کی بعم خائے معجم و سکون لون و فتح فاکیہ سیاہ کیرا  
 ہے گندہ بوسوٹے محجل کے فارسی میں اس کو خبز دگ کہتے ہیں طحاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علی یعنی کیرا اور چونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس  
 واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکلانے کے معاملے میں اس کی طرف حاجت ہے ولا ہو ام البحر کا السرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں  
 کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحاوی  
 عن القستانی وکل ما فیہ سوی سمک و جوز فی القنیۃ بیع مالہ ثمن کسقفور و جلود خنز و جمل الماء و حیاء و اطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے  
 کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قنیۃ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ مسقفور اور کھال خنز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اس کے  
 جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم مسقفور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں بے مثل ہے اور خنز بفتح خائے معجمہ اور نائے  
 معجمہ مشدودہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بنانا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خنز جانور ہے جس کا خضیم چند مید ستر ہے صاحب مغرب  
 نے کہا خنز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کیڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بنا جاتا ہے و جوز الوالیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا و ردہ فی البدائع  
 بانہ غیر سدید لان المحرم شرعاً لا یجوز الانتفاع باللتدوی کا لخنر فلا تقع الحماجۃ الی شرع البیوع اور فقہیہ الوالیث نے مسافروں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حاصل  
 نہ ہو نوع از جانور ان سیاہ آبی ۱۱ سے خبز دوگ بفتح خائے معجمہ و مودہ و سکون زائے معجمہ و وزن پرستو کی معنی سرگین گردانگ مہندی گریلا ۱۲



دواؤں میں چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ میں اسی کا گناہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اس طرح کہ یہ کلام ماست اور درست نہیں اسکا  
 کہ جو چیز حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اس کی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی م کتاب البیوع میں  
 مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اس وقت فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز ہے جب کہ ای میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق بن القولین یہ ہو  
 سکتی ہے کہ قول فقیر مدفع اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سائب کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانچا  
 بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویکوزیع ذریعہ نجس ای شخص کا قد منہا فی البیوع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد نجس ہے  
 کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پرٹنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو سائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم نجس کی قید سے مراد  
 اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وینقیح بہ للاستصباح فی غیر مسجد کا مراد فائدہ لیا جاوے روغن نجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے  
 سوا ہے چنانچہ کتاب البیوع میں گزر گیا والذی کا مسلم فی بیع کھرف و سلم و ربوا وغیرہ اور کا نزدیکی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اوسلم  
 اور بیاع وغیرہ میں مذکور مسلم کے مانند اس واسطے ہو کہ مکلف عاجز ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہیں وہ اس کو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں  
 وہ اس کو بھی جائز نہیں سوائے مستثنات ائندہ کے غیر الخمر و الخنزیر و ملتہم قیمت حشف انفعما بل نجو خلق او ذبیح مجوسی فانہما کھنزیر و قد امرنا بترکھم  
 و ما یدینون بیع میں مذکور مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خورد و خوراک نہیں مگر بلکہ گلاب بنے یا نجوسی کے ذب کرنے سے مراد وہ سور کے  
 مانند ہے اور ہم مامون ہیں ان کے عدم تعرض پر اور ان کے مقتضات کے ترک ہم شایع نے اس قول سے اشارہ کیا کہ بل اسلم کا عدم تعرض ان اشیاء میں اسلئے  
 نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعض سمجھتے ہیں بلکہ حرمت ان کے حق میں ہی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب با حکام شرعیہ ہیں  
 لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کے مقتضات نہیں اور ہم مامون ہیں ان کے اعتقادات کے عدم تعرض پر و صحیح شراہہ ای الکافر  
 کا قد منہا فی البیوع الفاسد عبد اسلم او معصفا او مستقصا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و معصوف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ  
 معصوف لینا یعنی بیع یا نصف غلام یا معصوف چنانچہ ہم اس کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں و بحیر علی البیوع اور کافر پر مذمتی کی جائے گی بیچ ڈالنے پر یعنی اگر کافر  
 غلام مسلم یا معصوف مجید کو خرید کرے گا تو مالک ہو گا لیکن ماکم نہ بردستی اس سے بکواڈائے کیونکہ مذمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور معصوف کی بے ادبی کا خوف ہے  
 ولو اشتري غیر ابریر علیہ ولیہ لم یکن اتمام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کے واسطے  
 ولی قائم کرے تاکہ اس پر بیع میں زبردستی کی جائے و کذا لو اکل عیدہ و شربہ طفلہ اور اسی طرح جبر کیا جائے گا بیع میں اگر کافر غلام مسلمان ہو جائے اور غلام کا اگر غلام  
 کا تابع ہو گا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جائز فان عجز ابریر ایضا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب آدمی بدل تابت سے  
 عاجز ہو گیا تو اس نے مالک پر بھی جبر کیا جائے گا بیع ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولہا سیمانی قیستھا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈ کو اپنا غلام  
 بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں و بیع منہا بطلانہ حرام اور مذموم مستولہ و مدناک کیا جائے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جملع کرنے  
 سے ادبہ مطلق حرام ہے فرع مسئلہ طمع شارب کا منی عادتہ شراہ الامردان بحیر علی بیعہ و فساد الفساد و غیرہ و کذا اعمر اخذ صید الیوم بار سالہ لونڈوں کا خرید کرنا جس  
 کی عادت ہے تو اس پر امر و کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا لانی و غیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار لیا تو اس کے چھوڑ دینے کا حکم کیا جائے  
 ولو اکل مقرض الخ سقطت ولو المستقر من فروا تان او اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہوگئی یعنی اس واسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم  
 کو مستحب ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت دائے قیمت کی اور یہی قول  
 ہے محکم کذا فی المطاوی و علی زوج الامتہ المشتراۃ اتی انکھا مشتریہا قبل قبضہا قبض مشتریہا لم یسقط فضا یفعل کفعلہ جماع کرنا و مذی کے



والفیل والقرد والسیاح بسائر انواعها حتی الہرة وکذا الطیور علمت اولاً سوی الخنزیر وھو المختار لانقطاع بہا وبجلدہا کما قدمنا فی البیع الفاسد ویرجح صحیحہ  
 بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں  
 پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور اسی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم کو  
 بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی تھیں  
 کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں ہشیم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی ثمن کلب السید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جدید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہشیم ثقات  
 تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدیر والتمیز بالقرد وان کان حراماً لایمنع بیوعہ بل یکربہ کبیع العقیقہ شرح وہبانیۃ اور مسخر ابن کریم سے اگرچہ حرام ہے  
 مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انکور کا پتھر یا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیۃ فرع مسئلہ ملحقہ شاح کا  
 لاینبغی اتخاذه کلب الالخوف لیس او غیرہ فلا بأس و مثلاً سائر السباع عینی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور  
 کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلباً الا کلب صیدا  
 و ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتہ رکھے گا سوائے شکار اور مویشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے  
 جاویں گے و جازا اقتناء ہ لصدید و حرام است ماشیۃ و زرع اجماعاً اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق  
 کما صحیح بیع خرما و حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ  
 یہ اقل قیمت بیع ہے و صحیح ہستہ قنیتہ اور صحیح ہے اس کا ہر کرنا کذا فی القنیتہ و ادنی القیمۃ التي تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز  
 ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو كانت کثرۃ خبز لایجوز قنیتہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیتہ ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے  
 کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحاوی کما لایجوز بیع ہوام الارض کا خنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والصب چنانچہ جائز نہیں  
 زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند خنافس اور سہی اور بچھو اور چھپکلی اور گودہ کے ہم خنافس جمع ہے خنفساء کی بعم خائے معجم و سکون لون و فتح فاکیہ سیاہ کیڑا  
 ہے گندہ بوسوٹے سچل کے فارسی میں اس کو خنزردک کہتے ہیں طحاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علی یعنی کیڑی اور چونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس  
 واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکلنے کے معاملے میں اس کی طرف حاجت ہے ولا ہوام البحر کا سرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں  
 کی بیع مانند کیڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحاوی  
 عن القستانی وکل ما فیہ سوی سمک و جوز فی القنیتہ بیع مالہ ثمن کسقفور و جلود خز و جمل الماء و لویا و اطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے  
 کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قنیتہ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اس کے  
 جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں ہے مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ اور نائے  
 معجمہ مشدودہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بناتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے جس کا حقیقہ چند میدستر ہے صاحب مغرب  
 نے کہا کہ خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کیڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بناتا ہے و جوز الوالیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا و ردہ فی البدائع  
 بانہ غیر سدید لان المحرم شرعاً لایجوز الانتفاع بالثداوی کا تخم فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقیہہ ابو الیث نے سہنوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حال  
 نہ نوع از جانور ان سیاہ آبی سے خنزردک بفتح خائے معجمہ و مودہ و سکون زائے معجمہ روزی پر سنو کہ معنی سرگین گردانگ ہندی گریلا ۱۱



دواؤں میں چنانچہ تریاق خاروق وغیرہ میں ادا اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں روکیا ہے اس طرح کہ یہ کلام ماست اور درست نہیں اسکا  
 کہ جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق مدد کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اس کی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی مگر کتاب الطہارۃ میں  
 مذکور ہو چکا کہ حرام پینے سے اس وقت علاج کرنا جائز ہے جب کہ ای میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق من القویں یہ ہو  
 سکتی ہے کہ قول فقیر مدد سے اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سائب کے استیصال میں موقوف معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سائب کا  
 بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویکون زیع ذریعہ نجس ای تنجیس کا قدمناہ فی البیوع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس قیل کی نجس سے مراد تنجیس ہے  
 کہ باغات نجس نہیں نجاست کے پرنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم تنجیس کی قید سے مراد  
 اور سو کے قیل سے احتراز ہو گیا ویتفق بہ للاستصحاب فی غیر مسجد کا مراد فائدہ لیا جاوے رد عن نجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے  
 سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذی کا مسلم فی بیع کھرف و سلم و ربوا وغیرہ اور کا نزدیکی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف ادا مسلم  
 اور بیع وغیرہ میں مذمی مسلم کے مانند اس واسطے ہو کہ مکلف عاجز ہے تو جو بیع عات مسلم کو جائز ہیں وہ اس کو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں  
 وہ اسی کو بھی جائز نہیں سوائے مستثنات ائندہ کے غیر انحر و الخنزیر و ملتہ لم تمت حتف انفعما بل بنحو خلق اذ بیع مجوسی فائنا کھنزیر و قد امرنا بترکم  
 و ما یدینون بیع میں مذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مراد بانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابن یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مراد وہ سور کے  
 مانند ہے اور ہم ماموں میں ان کے عدم تعرض پر اور ان کے مستقبات کے ترک پر شایع نے اس قول سے اشارہ کیا کہ بل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اسلئے  
 نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے سمجھتے ہیں بلکہ حرمت ان کے حق میں ہی ثابت ہے کیونکہ بقول بیع کفار مخاطب با حکام شرعیہ ہیں  
 لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کے معتقد نہیں اور ہم ماموں میں ان کے اعتقادات کے عدم تعرض پر واضح شرعاً ہ ای الکافر  
 کا قدمناہ فی البیوع الفاسد عبد اسلم او معصفا او مشقفا منہما اور بیع ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و معصف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ  
 معصف مول لینا یعنی بیع یا نصف غلام یا معصف چنانچہ ہم اس کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویکبر علی البیوع اور کافر پر مذمت کی جائے گی بیچ ڈالنے پر یعنی اگر کافر  
 غلام مسلم یا معصف مجید کو خرید کرے گا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زہری اس سے بکراڈالے کیونکہ مذمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور معصف کی بے ادبی کا خون ہے  
 ولو اشترى غیر ابر علیہ لیسلم لکن اتمام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری معصف ہو تو بیع پر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر معصف کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کے واسطے  
 ولی قائم کرے تاکہ اس پر بیع میں زبردستی کی جائے وکذا لو اکل عبدا ویتبوع طفلا ورا سی طرح جبر کیا جائے گا بیع میں اگر کافر غلام مسلمان ہو یا بے اور غلام کا اگر غلام  
 کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقه اوکاتہ جاز فان عجز ابر الیہ او اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر لیا یا اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادائے بدل اتیت سے  
 عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائے گا بیع ڈالنے کے واسطے و لو دبرہ او استولوا سیمانی قیسمہا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم  
 بنایا تو دونوں منت زبردستی کرن اپنی قیمت کے ادا کرنے میں و لو بیع منرا بطریق مذکور حرام اور مذمی مستولہ و مدناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے  
 سے اور یہ طی حرام ہے فرغ مسئلہ طعنه شارح کا من عادت شراد الامردان بکیر علی بیوعہ و فاعلا لفساد و غیرہ وکذا الحرم اخذ مید الیوم بار سالو نوڈوں کا خرید کرنا جس  
 کی عادت ہے تو اس پر امر و کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کہ لانی انہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار کیا تو اس کے پھوڑ دینے کا حکم کیا جائے  
 ولو اکل مقرض الخ سقطت ولو المستقرض فروا تان ادا اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہوگئی یعنی اس واسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم  
 کو مستعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دوا تین میں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول  
 ہے محمد کا کہ انی لطلحاوی و طی زوج الامتہ المشتراۃ اتی انکما شترہا قبل قبضہا قبض المشتراۃ لم یصلحہ فصار فاعلا کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے



شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اس کے مشتری نے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اس کے مشتری کا بسبب حاصل ہونے کے مشتری کے مسئلہ کرنے سے تو اس کے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لا مجرد انکاحا استحسانا نہ فقط اس کا نکاح کر دینا بلا وٹی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی و ہوا مختار اور اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو قبل القبض ولم یطل النکاح وان یطل البیع فیلزم المهر للمشتري فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جب کہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہ ہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اس کی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہ ہو گا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اس کے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہو گا مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدر میں مذکور نہیں اور شیخ شامین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہو گا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہائے یہ کہ نفع بدلے نقصان کے کذا فی المطاویٰ مشتری شینا منقولاً اذا العقار لا یبیع القاضی و غاب المشتري قبل القبض ولقد اثنین علیہ معروفہ فاقام بالعمیۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذلایہ وان جمل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظر الغائب وادی اثنین ما فضل میکہ للغائب ان نقص تبع البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو بغیبت معروفہ یعنی اس کا مکان معلوم ہے اور اس کے بائع نے گواہ قائم کیے اس پر کہ اس نے اس کو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اس کے دین میں نہ بھیجی جائے گی اس واسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے تو بیع بھی جائز ہے کی یعنی قاضی اس کو بیچے یا غائب کا مامور بیچے بر عایت حال غائب کے اور ثمن بائع ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اس کو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اس کا پیچھا کرے جب کہ اس کو پاوے شایع نے کہا چیز منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کرے گا اگر مشتری غائب ہو البعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور بیع کے مانند مہر ہونے سے یعنی اگر راہن بغیبت منقطع غائب ہو گیا اور مہر نہ لینے دین کے واسطے بیع مہر ہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اس کی جائز ہے کذا فی المطاویٰ عن جامع الفصولین وان مشتری اثنان شینا و غاب واحد منہما فطلی احدہ و دفع کل ثمنہ و یجوز البائع علی قبول اکل و دفع اکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہو یعنی اس طرح پر کہ اس کا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اس کا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کی جائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل بیع کے دینے پر و لہ قبضہ و حبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقذ شریکہ اثنین بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے بیع پر قبضہ کرنا اور اس کا روک رکھنا اپنے شریک سے جب کہ وہ سفر سے آوے یہاں تک کہ اس کا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنی اگر مستاجر غائب ہو قبل نقد اجرت کے سود و سرے مستاجر حاضر نے اجرت دی تو اس کو پس کرنا لادائے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء اثنین فکان مضطرا بخلاف المویر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا بیع کا لو ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر محض بخلاف مویر کے م یعنی جب کہ بائع کو حبس بیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدول ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر محض اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس بیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہو گا نہ مضطر اس واسطے کہ مویر کو حبس دار کا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللهم الا اذا شرط تعیل الاجرة فکانا مگر جب کہ تعیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت تعیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہو گا یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب یا ع شینا یا الف متقال مذہب و فضاۃ نصفاً بہ ای بالمتقال فیجب خمسائے متقال من کل منہما لعدم الاولیۃ کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار متقال سے تو سونا اور چاندی نصفاً نصف ہوں گے متقال سے تو پانسو متقال ہر ایک سے واجب ہوں گے بسبب عدم اولویت کے م متقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب متقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو متقال سونا اور پانسو متقال چاندی واجب ہوئے مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن لہ یعنی جس نے غائب کو امر کیا ہو



اس صورت میں بیان وصف ہجرت وغیرہ شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ بڑا رہا ہم اور نہایت سے بچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جدیدی مراد ہوں گے ورنہ  
 بیہوشیا بالذہب من الذہب والفضة تنصفا والفضة للموزن المصنوع فالنصف من الذہب مثاقیل النصف من الفضة وراہم اہم اہم کی چیز  
 کی مع میں ہوں ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصف ہوں گے اور ہر ایک کا وزن مقرر مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے شغال مراد ہوں گے  
 ہم یعنی پانسو دینار شغال اور پانسو دم چاندی کے مراد ہوں گے یہی متعارف ہے کذا فی السنن ومثلہ علی کز حنظلہ وشعیرہ وسم زعم من کل ثلث کرہ بقدرہ  
 فی المعاملات کما کہرو صیۃ ودریۃ وخصب اہامۃ وبل خلج وغیرہ فی موزن وکیل ودرود وندروع یعنی اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یوں کہتے کہ اس کا  
 میرے اوپر ایک گیسوں اور حوا ورتل ہیں تو ہر ایک اشیاء مثلاً سے کر کے تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں مانند ہر اور  
 وصیت اور امانت اور غصب اور بدل خلج وغیرہ کے موزن اور کیل اور درود وندروع میں کذا فی المعنی مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال  
 ذہب اور فضے سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضے کے واجب ہوں گے اور اگر ہزار معین لیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معلوم مراد  
 ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی اور پانسو دم فضے کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہ موزن کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا  
 اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور کیل کی صورت خود شائع بیان کر چکا اور محدود کی صورت یہ ہے کہ سوانڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا  
 اور درود کی مثال یہ ہے کہ سو کرکٹان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحاوی وکذا وزن سبعة نقد فی الزکوۃ اور نصف کا یہ قول وزن سبوت کتب  
 الزکوۃ میں مذکور ہو چکا م وزن سبعة سہ مراد یہ ہے کہ دس دم سات مثقال کے وزنی کے برابر ہیں اور ہر مثقال میں قیراط اور ہر دم چودہ قیراط اور ہر قیراط  
 پانچ بو و افادہ کمال ان اسم الدہم تصرف المستعار فی بلد العقد فی مصرف للفلوس او کمال الدہم نے فائدہ بیان کیا ہے کہ دم کا نام پھرتا ہے  
 اس کی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں تو ہر کے شہر میں دم سے فلوس مراد ہوں گے و افادہ فی السنن فی قیمت مختلف باختلاف اللزمان فافقی اللقانی بانیہ  
 یسادی نصفاً وثلثہ فلوس فلوا طلق الواقع الدہم ہم اجیر نہ ان عرف والاصرف للفضۃ لانه الاصل کا لوقیدہ بالنقرۃ کواقف الشیونۃ فافقی  
 وکذا فی قیمتہ ودرہم نصفان اور ہر الفاتی میں تصریح کی ہے کہ دم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف الزمان کے سولقانی نے فتویٰ دیا کہ دم بابر  
 سارے میں فلوس کے تو اگر وقت کے لئے دلا دم کو مطلق کے چاندی تانبے کی قید نہ لگائیے تو اس کے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اس کے زمانے کا عرف معلوم ہو  
 اور نہیں تو دم چاندی کے دم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چونکہ اگر دم کو فقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یوں کہ کہ فقرہ کا دم چاندی کا دم مراد ہوگا  
 چنانچہ شیخونیر اور مرغوشیہ اہل کے مانند دم فقرہ کی قید نہ لگائیے تو اس کے دم کی قیمت دو نصف ہے ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین تعلق علی  
 ہے کذا فی السنن طحاوی نے غوی سے نقل کیا کہ دم کی قیمت دو نصف ہو ایہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اس وقت مسلم ہے جب کہ درہم مذکورہ صاحب نہر  
 کے نزدیک متغیر نہ ہو گئے ہوں علاوہ اس کے صاحب نہر خود اہل ذکر کر چکا ہے کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اس سے عدول کرنا نہ چاہیے وعلیہ نصف  
 ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب وعلی الفلوس الخاص بعرف مصر لکان فلاد من مریج فانی لم یوجد فاعل علی الاستیمارات القدیمۃ للوقت کا موزن طہا  
 فی نظائرہ کعرفۃ خراج وکذا قال دبانی الملا ابو السعد افندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہے کہ فقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور  
 فلوس میں ہر صر کے بالفعل کے عرف میں تو دم فقرہ کی قید میں بھی مریج ضرور ہو اسو اگر مریج نہ لایا جاوے تو وقت کی خطایاے قدیرہ میں ہوگا چنانچہ فقہا  
 نے نظائر وقت میں اس پر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اہل اس کے مانند میں مصنف نے کہا اور اسی کا فتویٰ دیا ہے علامہ ابو السعد افندی نے مریج  
 اہل میں ترجمہ جہد ل کا ظاہر الفاظ کے مطابق نہیں ہے میری دانست میں یہ دونوں اصلاً قسم دہم کے ہیں اور قید فقرہ لگانے کی مثال ہیں ترجمہ پیاہیہ کہ  
 پچیس دم کو فقرہ سے مقید کیا ان دونوں میں دہم کے دہم کی قیمت دو نصف ہے و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



اعدل وہ ہے جو صاحب نہرنے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استیماز قدیم معتبر ہوگا استیماز قدیم سے مراد اس کا قدیمی ہے کذا فی الطحاوی ولو قبض زلیفا بدل جید کان لہ علی آخر جابلایہ فلو علم والفقہ کان قضاء اتفاقا ونفق او الفقه فلو قاضا یردہ اتفاقا فوقضاء لحقہ اور اگر ایک شخص نے کھوئے دم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے دموں کے جو دوسرے شخص پر اس کے تھے اور دم خرچ ہو گئے یا اس نے خرچ کر ڈالے تو یہ اس کے حق سے ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سوا اگر کھوٹا ہونا اس کو معلوم ہو اور اس نے خرچ کر ڈالا تو ادا اسے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہے اور اگر ناواقفی سے کھوٹے دم لیے اور وہ ہنوز موجود ہیں تو ان کو بالاتفاق پھیر دے مگر الرائق میں کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زلیف عبارت ہے دم خوشی سے نہر الفائق میں ہے کہ دم زلیف وہ ہے جو بیت المال میں نہ داخل ہو وقال ابو یوسف اذا لم لعلم یرد مثل زلیفہ یرجع بحجیدہ استحسانا لکان لو کانت ستوقہ او نہر تہ واختارہ للفتویٰ ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر والنہر بلا یتنبہ لفتی ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو دم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اس کے مانند کھوٹے دم پھیر دے اور کھرے دم اس سے پھیر لے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نہر جہ دم ہوں تو رد مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتویٰ صینی کے واسطے میں کہتا ہوں اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شریلا لیبہ میں تو اسی کا فتویٰ دیا ہے م ستوقہ دم جس پر چاندی کا پتر ہو اور نہر جہ وہ دم جو دار الضرب سلطانی میں نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او کسیر فیہ ما ظلی ای انکسر رجلہ بنفسہ فلو کسر رجل کان للکاسر لا لاخذ فہو لا لاخذ سبق یدہ لمباح اور اگر چڑھنے بچہ یا اندا یا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پاؤں اس میں خود خود ڈوٹ گیا تو وہ اس کا مملوک ہے جس نے اس کو پایا اور یا کیونکہ اس کا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا تو اگر کوئی مرد اس کے پاؤں کو توڑے گا تو ہرن پاؤں توڑنے والے کا ہو گا نہ پکڑنے والے کا الا اذا امیأ ارضہ لک فہو لک مگر جب کہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی کے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اس کا مالک ہو گا نہ اخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ لوم یدہ فہو لصاحب الارض لتکن منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملک نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اس طرح پر کہ قادر ہو اس کے پکڑ لینے پر اگر ہاتھ پھیلا دے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے بسبب اس کے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑے گا تو اس کا مالک نہ ہو گا کذا فی النہر وکنہ امثل ما مر صید تعلق بشبکہ نصت للبحاف او دخل ورجل ودرہم او سکر نشر فوق علی ثوب لم یعدہ سابقا ولم یکتف لا احتقا فلو اعدہ لو کفہ ملکہ ہذا الفعل اور اسی طرح مسئلہ کدہ کے مانند ہے وہ شکار جو چھنس گیا اس بال میں جو پھیلا یا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر میں اور دم یا شکار جو اچھالے گئے لینے والوں کے واسطے سو اس پکڑے پر پڑے جو سابق سے دم یا شکار لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ پکڑا سمیٹا گیا بعد اس کے تو اگر دم اور شکار لینے کے واسطے پکڑا مہیا کیا ہو یا پکڑا سمیٹ لیا ہو بعد پڑنے دم اور شکار کے تو پکڑے کا مالک دم اور شکار کا مالک ہو گا اس فعل سے فروع مسائل ملحقہ شارح کے عمل انھل فی ارضہ ملک مطلقا لان صار من انزالہا شہد بھی کا ہے اس کی زمین میں تو وہ اس کا مالک ہو گا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیدا نشی سے ہو گیا م انزال بالفتح جمع ہے نزل یعنی زمین کی معنی ریح و زیادات مزروع کذا فی الطحاوی و شری دارالطلب المشتري ان یکتب البائع سکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشهاد والخروج البیہ الا اذا جاز کا بعد دل و صک فلیس لہ الا تناع من الاقرار اور گھر خرید کی مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھنا چاہا تو اس پر زبردستی نہ کی جائے گی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں مگر وہ وثیقہ ہے جس میں اقرار بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اس پر جائز نہ کہ یہ مقتضائے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بظن مشتری کے ہے اس واسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدوں کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہوں کو لاوے گا تو بائع پر انشاء ضرور ہے کذا فی الطحاوی شری قطننا فخرنا امراتہ فکلہ لہ روئی خرید کی



سو اس کی زوجہ نے اس کا سوت کا تا سب سوت مرد کا ہے ہم تو کمزور ہیں جس نے اجرت کا تنے کی شرط نہیں کی تو ظاہر از وجہ پر اجرت لازم نہ ہوگی لہذا  
 اذ اکتفت بلا اذن الزنیۃ کفنی مثلہ رجعت فی التزکۃ تہجہ نجیب کما لان وشد کے زوج کو کفنی دیا تو متروکہ زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا رجع لشی  
 قالہ عمرہ اللہ ولولہ رجوع یقیرہ کفن المثل لا یجعد او اگر کفن نامہ ہو مثل سے تو نہ جہد کو رجوع متروکہ سے جائز نہیں قال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر یوں کہا  
 جائے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے بھر لے تو بعد نہیں طحاوی نے کہا کہ مرجع من قال یریں مطلع نہیں ہوا ہم ظاہر از وجہ ضمیر ملقط کا مصنف ہے جہاں  
 خارج نے بیرون فعل کی ہیں اور بعد نہیں کہ خود شایع مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری بہ او بالمدام للغصوبۃ شیئا قال انکرخی وان نقد  
 قبل ایسب تصدق بالنعک والا لا و ہذا قیاس وقال ابو بکر کلا ہما سواء ولا یطیب نہ کسب حرام سے کچھ پیدا کیا او اس سے یا دارا ہم منصوبہ سے کوئی چیز خرید کی  
 کر لی نے کہا کہ اگر تم دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدہ سے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع میں نہیں دیا تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل  
 بیع اور بعد بیع کے دینا دونوں برابر ہیں اور اس کو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعوت کا دارا ہم منصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہے اور ظاہر از قول ابو بکر کا  
 استحسان ہے تو وہی محمد ہو گا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اس کو بیع میں دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بیع میں  
 بیع کے بیچا پھر غرض کو دارا ہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عید منصوبہ کی ضمان سے جس قدر زیادہ منفعوت حاصل ہو اس کو تصدق کرے کہ انی الطحاوی عنی عالمگیری نے کہا  
 لو اشتری لم یقل ہذہ المدام و اعطی من المدام اور اسی طرح اگر کوئی چیز خرید کی اور نہ کہا کہ بیع میں ای دارا ہم کے خرید کی اور میں دارا ہم سے یعنی دارا ہم منصوبہ سے قیاسی  
 عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق  
 کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد اس کو حلال ہے اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب فائن دیا یا بیع میں غصب خرید کی اور غیر غصب سے شمن دیا تو وہ بھی اسی  
 طرح ہے ابو یوسف کے قول میں او امام نے کہا کہ اس میں تصدق نہ کرے کہ انی الطحاوی دفع مال مضاربتہ لرجل جاہل جائز اخذہ بوجہ ما لم یعلم انہ اکتسب الحرام  
 اپنا مال رہا بطریق مضاربت کے اس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اس کی منفعوت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ اس نے کسب حرام سے حاصل  
 کیا ہم طحاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہے جو غایہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اس پر یوں سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے  
 یا نہیں تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اس شہر اور اس زمانے میں ہو جس کے بازاروں اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں اور باع حکم ظاہر پر رکھی اور اگر  
 غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونوں بیٹھا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے کسی کی ثوبہ لیکھو لا حد اخذہ ما لم یقل صی رمی لیا خذہ من ہذا و جس نے اپنا  
 کپڑا پھینک دیا تو کسی کو اس کا لینا جائز نہیں جب تک کہ اس نے اپنا کپڑا پھینکنے کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ اس کو نے جس کا جی چاہے ہم یہ قول ظاہر الباحت ہے نہ  
 ہرگز نہ کو وہوب و متعلین نہیں اور مباح کہ کو استلک مباح کا بیع کی ملک پر جائز ہے اور جب کہ اباحت یا عدم اباحت کا قول معلوم نہ ہو تو ظاہر لینا جائز نہیں  
 کیونکہ لقاہ ملک مالک اصل ہے کہ انی الطحاوی بلع الاب صبیۃ طفلا والاب غصب فاسق لم یجز بیعہ استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ  
 غصب فاسق ہے تو اس کی بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے ثمرت لطفلا علی ان لا ترجع علیہ بالظن جائز ہو گا لہذا استحسانا ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی  
 چیز خریدی اس شرط پر کہ صغیر پر رجوع فائن کرے گی تو جائز ہے اور بخیرید ہیہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال لا یرا مشتری اذ کفی فشرہ رجوع بلاوی کلذا قرئہ  
 قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کرنا یا مجھ کو غلام کر سوا اس نے اس کو خرید کیا تو جو اس نے دیا ہے پھر لے قیدی سے گیا اس نے اس کو قرض دیا یا پھر لینا  
 احد القولین ہے اور فقہ برہم رجوع ہے اور امیر کے مانند وہ شخص ہے جس کو سلطان نے مصافحہ کے واسطے پکڑا کہ انی الطحاوی عن جامع الفصولین  
 قال بالف شرہ اکثر لم یزیر الغنفل وادخل فی لا شرہ اور اگر امیر نے کہا کہ مجھ کو مشو ہزار دم سے خرید کر سوا اس نے اس کو زیادہ ہزار دم سے خرید کیا تو  
 ہزار دم سے زیادہ ہو گا اگلے سے کہ شخص کرنا ہے خرید کر نام جامع الفصولین میں لازم رجوع فعل مذکور ہے اور تعمیل تکلیف مفید لازم ہے نہ عدم لزوم کہ انی



الطحاوی طحطاوی داراودبلغ وناذی جیرانہ ان علی الدوام منع علی النذرة یمثل منہ اور ایک گھر خرید کیا اور اس میں دباغت یعنی چڑا پکایا اور اس کے پڑوسی  
اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جائے اور اگر گاہے گاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس  
یہ ہے کہ جو اپنے ملک خاص میں تصرف کرے وہ روکا نہ جائے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہاں جہاں غیروں کو ضرر ہو بضرر صریح بعضوں نے  
کہا اسی کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ذی الطحاوی شری لھا علی انہ غم فوجہ لحم معزلہ ارد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے  
اور اس کو بکری کا گوشت پایا تو اس کو پھیر دینا جائز ہے غم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی وجہ ہے مگر یہ کہ عرف میں غم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال  
زنلی من ہذا اللحم ثلثہ ارجال فوزنہ اربعون ہذا الخبز فوزنہ لم یجوز مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اس نے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائے گا  
اس کے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی میں سے تول دے اور اس نے تول دی تو اس پر لینے کے واسطے جبر نہ ہو گا شری بذرا خلیفہ فاذا ہو ربیعہ او شری  
بذرا بیطن فاذا ہو بذرا نقشاء ان قائما ردہ وان مستحکا فخلیہ مثله خرید کیا خلیفہ کا بیج اور وہ بیج کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ مکڑی کا بیج  
نکلا اگر قائم ہو تو اس کو پھیر دے اور اگر مستحکم ہو تو اس پر اس کے مانند پھیر دینا جائز ہے ہم پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر بیع ہے  
ساوم صاحب الزجاج دفع لہ قد حایظہ فوقع منہ علی اقدار فانکسرت ضمن الاقدار لا القدر الواقع ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے  
اور اس نے پیالہ دیا اس کو دیکھے سو اس کے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالوں کا نہ اسی پیالے کا جو گر پڑا پیالوں کا  
ضمان اس واسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے اموال میں خطا معاف نہیں اور اس پیالے کا ضمان اس واسطے نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے  
بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقا مضمون نہیں شری شجرۃ باصلہا و فی قلعہا من الاصل ضرر بالباع یقطع ثمنہ جلیلی جلیلی لا یقطع  
ہد البائع ولو انہم من سقوطہ سائل ضمن القایع ما تولد فی قلعہ ایک درخت خرید کیا بڑ سمیت اور جڑ سے اس کے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اس کو کاٹ لے  
زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر اس کے ساق قطع ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اکھاڑنے والا اس کا تاوان دے جو اس کے اکھاڑنے  
سے پیدا ہوا دفع دیا ہم زینوفا لکسر ہا مشتری لاشی علیہ وغیرہ مامع حیث غشہ و غاتہ و کذا لودفع الیہ لیتظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے ان کو  
توڑ ڈالا اس پر کچھ تاوان نہیں اور اس نے بہت اچھا کیا کیونکہ اس نے اس کو دغادی اور خیانت کی اور اسی طرح اگر اس نے اس کو دیا تا وہ اس کو دیکھے  
اور اس نے اس کو توڑ ڈالا تو اس پر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شایع بجائے مشتری بائع کتایا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری  
صادق آتہ ہے لا باس بیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہر ابراہ و کذا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی حلقہ غلط فیہا الشیخ والشیخیری لا باس ببیعہ وان طعنہ  
لا بیع کچھ منافع نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جب بائع اس کی طوفی بیان کر دے یا علی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اس کو دیکھتا ہو اور اسی طرح امام ابو حنیفہ نے کہا اس  
گیہوں میں جس میں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اس کی بیع میں کچھ منافع نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیع ہے ہم اس واسطے کہ پینے سے امتیاز نہیں  
رہتا ہاں اگر بیان کر دے تو بیع جائز ہے وقال الثانی فی رجل مہ فہنہ نحاس لا بیعہا حتی یمین اور ابو یوسف نے کہا کہ اس مرد کے باب میں جس پاس تابنا علی چاندی ہے  
کہ اس کو بیع کرے یہاں تک کہ بیان کر دے وکل شی لایجوز فانه یشی ان یقطع ولیعاقب صاحبہ اذا انفقہ وہو یعرفہ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں سو لائق یہ ہے کہ  
کاٹ ڈالی جاوے اور اس کا مالک مارا جاوے جب کہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجہ شری فلوسا بدرہم فدفعہا الیہ وقال ہی بدرہمک لا ینفقہا حتی یعدہا  
پیسے خرید کیے درم سے سو بائع نے اس کو پیسے دیے اور کہا یہ تیرے درم کے عوض میں تو ان کو خرچ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے ہم ظاہر شمار کرنا اس صورت پر محمول  
ہے جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے منور ہوا کہ شاید درم باعوب ہوں تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہ ہو  
کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم النعلین و منی باقل مما یشتری بالجدید مل کہ کوئی چیز خرید کی کھوٹ درم سے اور جس قدر کھرے درم سے مول لیتے ہیں اس کے



کتر ہے راضی ہو گیا تو اس کو حلال ہے یعنی ایک چیز کو دے دے مثلاً میری بھرتی ہے اور اس نے کھوٹے دم سے آدھ سیرل راضی ہو کر تو اس کے واسطے حلال ہے شری یا با بیعہ حلال ان یونی ثمنہ بمرقند لم یجز لہما نہ الا بطل کیسے طریقہ کے بعد اس میں اس شرط پر کہ اس کا ثمن بمرقند میں ادا کرے گا تو بانی نہیں اسباب مجہول ہونے مدت کے باوجود نصف اور نصف بشرط فرائض کلہا علی مشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بھی اس شرط پر کہ ساری زمین کا فرائض مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد معتق نہیں اور اس میں بائع کا فائدہ ہے اخذ الفرائض من الاکاملان یرجع علی الدہقان استخانا طراح لہا گیا کاشت کا سے تو اس کو زمیندار سے بھر لینا بطریق استحقاق جائز ہے شری مکرم مع الفلہ وقبضہ فی رضی الاکار جاز البیع ولا حصۃ من الثمن والی لم یرض لم یجز ایچا گو کے دخت لہر کہ پھلوں کے ساتھ ادا اس پر قبضہ کیا اگر کشت کا سامنی ہو تو بیع جائز ہے اھا کر کشتار کو بعد اس کے حصے کے ٹریٹے گا اور اگر وہ راضی نہیں تو اس کی بیع جائز نہیں مگر او وہ کشتار ہے جس کا پھلوں میں حصہ ہے قسناہ در بما وقال الفقه والافرن علی قبضہ ولم یفقدہ درہ استخانا بخلاف جاریہ وجہ ہا صیبا فقال اعرضا او بھا فان لغت والادہ با فرضا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اس کو خرچ کر اور اگر خرچ نہ ہو تو مجھ کو پھیرے سو بائع نے اس کو قبول کیا اور خرچ نہ کیا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحقاق کے بخلاف اس لونڈی کے جس میں مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا بیع ڈال سو اگر یک جلتے تو بہتر ہے والا مجھ کو پھیرے سو مشتری نے اس کو بیع کے واسطے پیش کیا تو بیوینا سا قہ ہو گیا م دو نوں سود توں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض میں حق قابض نہیں ملا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اس میں اختیار ہاں ہے کذا فی المطاویٰ لخصا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ اذا ولی رجل امت لم زوجا مکانه فله زوج وطیبا بلا استبرار ذوال ابو یوسف استفتح لایقربا حتی تحبس حیضہا کاوا شتر الاما لکس فی الخطر والکل من المطلق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے دہی کی پھر اس کا نکاح کر یا دیں تو زوج کو اس کی دہی بلا استبرار جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اس کو بیع جانتا ہوں اور زوج اس کا قربت نہ کرے جب تک اس کو حیض نہ آوے جبکہ اس کو خرید کرے تو استبرار لازم ہے چنانچہ آویگا کہ بظہر میں اور یہ سب فروع مطلقہ میں امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبرار لازم نہیں مگر مالک استبرار واجب ہے چنانچہ شامی نے کتاب النکاح میں ذہیر سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الخطر کا حوالہ ہے سو شاید مطلقہ کی عبارت میں ہو گا والا در مختار میں مذکور نہیں کذا فی المطاویٰ مایطیل بالشرط الفاسد لا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی المطاویٰ شرط فاسد سے اور اس کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں دو وجہ اور قیمت اور اجارہ اور اجازت اور وجہ اور صلح من اللہ اما بلاء دین سے اور عزل وکیل اور اعتکان اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحلیم ہے ہرنا اصلان احدہما ان کل ما کان مہولۃ مال بھال یفسد بالشرط الفاسد کا بیع واد فلاحا لقرن میں دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کبابہ ہے مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوتا ہے چنانچہ بیع واد فلاحا جو مہولہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرن و فروع جو مہولہ مال سے نہیں اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مہولہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا اس واسطے کہ شرط فاسد بیع سے متعلق ہیں اور یہی معاوضات علیہ سے ملتی ہے کذا فی حنیفہ سے تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہو جائے گی یا نہی ان کل ما کان من تعلیقات ان تعلیقات کر حنیفہ بطل تعلیقہ بالشرط الفاسد دو قاعدہ یہ ہے کہ جو تعرف کتلیکات یا تعلیقات میں سے ہے چنانچہ رجعت تو اس کا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تعلیقات یا تعلیقات سے نہیں بلکہ اسقاطات یا اطلاقا ت یا اطلاقا ت سے ہے تو اس کی تعلیق شرط سے صحیح ہے م رجعت تعلیق کی مثال ہے نہ عینک کی لکن فی اسقاطات والقرنات یخلف ہما کی مطلقہ ایک ہی اسقاطات احکامات میں جس سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ بیع اور طلاق تو ان کی تعلیق شرط سے مطلقہ ہے یعنی غیر مناسب ہو لایزنا سبب م ج اھ طلاق میں لغت و نشر غیر مرتب ہے یعنی التزام کی مثال ہے اور طلاق اسقاط کی وہی اطلاقا ت و اطلاقا ت و حرکات باللائم بنایہ اطلاقا ت اور و لیات اھ تحریرات یعنی ترغیبات میں شروط صحیح تعلیق صحیح ہے م اطلاقا ت چنانچہ لونی یا تجارت



میں اور ولایات جیسے قضا اور امارات اور زعمیات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی کا فر کو مائے وہ اتنا انعام پائے کہ ذانی الطحاوی فالاول الخ عشر علی مافی الدرر  
والکنز واجارة الوقایة سوا اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الابارہ کے ہم طحاوی نے  
کہا کہ شایع کا یہ بیان مانع کے مخالف ہے اس واسطے کہ مصنف نے دونوں اہل کی تمثیل ساتھ ہی دی ہے نہ فقط اہل لول کی مثال ہے وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہو  
سکتی ہے بلا عکس اور شایع نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں منحصر نہیں کیونکہ مجرما ذون  
اور اہل اور قتل خطا اور جراحت موجبہ لہما سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان علقہ بکلمۃ ان لا یعلی علی ما بینا فی البیع الفاسد چودہ لہو وک  
اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کیے نہ بلفظ علی چنانچہ ہم نے اس کو بیع فاسد میں بیان کیا ہے مگر ایک صورت میں تعلیق بلفظ ان شرطیہ بطل بیع  
نہیں چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بھیجی اگر فلا نا شخص تین دن تک راضی ہو جائے اس واسطے کہ اجنبی کے واسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہے  
اور عاقد کا یوں کہنا کہ بشرط کذا بمنزلہ علی ہے اور ضرور ہے شرط واد کے ساتھ متصل نہ ہو والا بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ صلب عقد میں شرط ہو تو الحاق  
شرط سے الحاق نہ ہو گا اصح روایت میں اور ذخیرہ میں ہے کہ لکڑیاں خریدیں گاؤں میں بشرط صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یوں کہنا کہ لکڑیاں میرے مکان تک  
پہنچا دے تو بیع فاسد نہیں کیونکہ یہ جدا کلام ہے کذا فی الطحاوی والقسمۃ لکھنؤ اور تمت مال شلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہم مراد جنس واحد ہے اس واسطے  
کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمتی مال کی قسمت کے مانند ہے تعلیق کی صورت ہے کہ شریک اقسام کریں اگر فلا نا شخص راضی ہے اقسام قیمتی فصیح بخاری شرط  
ورویۃ اور قیمت والے مال کی قیمت تو صحیح ہے بخیار شرط اور بخیار الرویۃ سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی صورت ہے کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر  
اس کو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دوکان یا گھر کی مرمت کرے اور بقنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجر کر لے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی  
قولہ اذا جازء اس الشہر فقد اجزء تک داری بکذا فیصح یہ لفظی عمادیہ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں جب کہ مینے کا سر آوے تو میں نے تجھ کو اپنا گھر اتنے کرایہ  
پہنچا دیا تو اجارہ صحیح ہے اس شرط سے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ لغاصب دار فرعما والا فاجر تھا کل شہر بکذا اجازۃ سمعی فی متفرقات الاجارۃ مع ان تعلیق  
بعد التفریع اور مالک کے اس قول میں غاصب دار سے کہ گھر کو فارغ کرے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر مینے میں اتنا جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آوے گا باوجودیکہ  
یہ تعلیق ہے عدم تفریع پر والا جازۃ بالزائے فقول ابکر اجزء النکاح ان رضیت امی بطل الا جازۃ بزائۃ اور اجازت بزائے مجھے تو باکرہ کا یوں کہنا کہ میں نے  
نکاح کو جائز رکھا اگر میری ماں راضی ہو مسئلہ ہے اجازت کا کذا فی البرزازیۃ وکذا اکل مالایصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوف الا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحسب  
فقصراً علی البیع قصور کا وقع فی المنع اور اسی طرح جس کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جس میں تملیک یا تقید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اس کی تعلیق صحیح  
نہیں شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ منع الغفار میں واقع ہوا ہے ہم طحاوی نے کہا منع الغفار میں بیع کی تمثیل واقع ہے  
اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بھر کہ مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور نہ رہا والرحمۃ قال المصنف انما ذکر تھا تبعا لکنز وغیرہ قال  
نہینانی بحرہ وہو خطا والصواب انہا لا تبطل بالشرط اعتبارا لہا باصلہا وہو النکاح والاطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر و فرق بانہا لا تنقصر لشہود ومہر ولہ وجہ امتہ  
علی حرۃ نکحہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے تو رجعت کو اتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے  
استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا کہ رجعت کا ذکر کرنا خطا ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل  
نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بھر نے یہاں بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن  
نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں اس طرح کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا اس حرمہ  
پر جس سے نکاح کیا بعد اس کے طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اس میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا







ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے کذا فی الطحاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم بقول المحکمین اذا اهل الشرف فاحکم بینہما صلح معنی فلا یصح تعلیقہ و اضافتہ عند الشافی و علیہ الفتوی کما فی قضا النکاح اور چودہویں حکم مقرر کرنا چنانچہ محکمین کا یوں کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو نیچا پت کر دے ہمارے درمیان اس واسطے کہ حکیم صلح ہے فی الحقیقت تو اس کی تعلیق اور زمان مستفیل کی طرف اضافت کرنا صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ خانہ کی کتاب القضا میں ہے ہم تو صلح اس کی یہ ہے کہ حکیم صورت تولیت اور معنی صلح ہے تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہیں اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور احتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کے قول غیر مفتی یہ ہیں اس کی تعلیق اور اضافت صحیح ہے ولقی البطل الا بل فنی البرازۃ انه یطل بالشرط الفاسد و کذا الجہ علی ما فی الاشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں البطل مدت باقی رہا سو برازیہ میں ہے کہ البطل مدت شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح عید مازون کے تصرف کو روکنا بموجب اس روایت کے جو اشباہ میں ہے ہم البطل اہل کی صورت یہ ہے کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرے ادائے دین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن مجھ کو فلانی چیز مہرب کرے اور دائن راضی ہو گیا تو یہ البطل باطل ہے اور مدت باقی ہے وناصح ولا یطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ وعشرون علی ماعدہ المصنف تبعاً للعینی وزدت ثانیۃ اور جو مسائل کی صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتے بسبب عدم معاوضۃ مالیہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے عینی کا تابع ہو کر اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کیے ہیں تو مجموع مسائل مان اور شایع کے سنیٹیس ہوئے چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہو گا القرض والہبتہ والصدقۃ والنکاح والطلاق والخلع والعق و الہین از النجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عقد ۸ رہن ہے ہم مقرض نے کہا کہ میں نے تجھ کو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا واجب نے کہا کہ میں نے یہ نوڈی تجھ کو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اس کے پیٹ کا پچھرا ملو کہ ہے زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہے اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے زوج نے کہا کہ تو مطلق ہے اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجو میں نے تجھ سے خلع کیا بشرطیکہ مجھ کو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال بھی واجب ہوگا مولیٰ نے کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجھ کو اختیار ہے راہن نے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر میں اس کو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذا فی الطحاوی والایضا کجعلک وصیا علی ان تخرج بیتی کسی کو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیتۃ ۱۰ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو ایضا اور وصیت صحیح ہے اور شرط لغو ہے والشرکۃ ۱۱ چنانچہ یوں کہنا تجھ کو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجھ کو اتنا تحفہ دے والمضاربتۃ ۱۲ مضاربت اس طرح کہ اس کو ہزار درہم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النہر و کذا القضا والامارۃ کو لیتک بدکذا موباج وطل الشرط فلعزلہ بلا حنیۃ اور اسی طرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو فلانے شہر کا ولی مقرر کیا دلی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اس کے معزول کرنے کا بلا قصور اختیار ہے ہم ولایت سے موبدہ مراد ہے کہ گاہے اس کو معزول نہ کرے وبل بشرط الصعۃ عزلہ کمدس ابدہ السلطان ان ليقول رجعت عن ان ابیدا فتی بعضہم بذلک واختار فی النہر اطلاق الصعۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنے کی صحت میں مانند اس مدرس کے جس کو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط ہے کہ میں نے تائید یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علما نے اس کا فتویٰ دیا ہے اور نہر الفائق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہے و فی البرازۃ ۱۵ تو شرط علیہ لایرث



ولایشر بہ الخوفہ تخیل قول احمد لایس خصوصہ زید مع التعلیل و الشرط و بنابر میں ہے کہ اگر باد شدہ قاضی سے شرط کرے کہ وہ رشوت سے اور تبت پیت اور کسی کا کتنا نہ مانے و ہندید کی شقا خصوصت نہ سے تو تعلیل و قضا اور شرط و تعلیل سے میں معنی انکان میں سے کوئی فعل کرے کہ تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ اس کا حکم باطل نہ ہوگا اور اس کا حکم خصوصت زید میں نافذ نہ ہوگا اور سلطان پر واجب ہے کہ اگر اس کا تفسیر پیش ہو تو آپ فیصل کرے کہ ذانی الطحاوی عن ابنزیرہ و الکفالتہ ۱۵۸ مناسی اس طرح کہ میں تیرے فریم کا مناسی ہوں اگر تو مجھ کو قرض دے و الحوالہ ۱۶۰ و الہ اس طرح کہ میں نے تیرے میں مثلاً زید و حوا کہید اس شرط سے کہ در صورت انکار یا موت لید کے تو مجھ سے مطالبہ کرے الا اذا شرط فی الحوالہ ۱۶۱ و التعلیل ففسد اعدم قدرۃ علی الوفاء بالملتزم کا عزاہ العصف لہذا زیرہ و اجاب فی النہر بان ہذا من الممتال و عد لیس الکلام فیہ فلیمر مگر جب حوالہ میں شرط ہو مال بکا دینا جیل کے گھر کے ٹن سے تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ ممتال قادر اس کے لئے نہیں جس کا اس نے الزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بنزایہ کی طرف نسبت کیا ہے اور نہر الغائق میں جواب دیا کہ یہ قول ممتال کی جانب سے وعدہ ہے اور وعدے میں کلام نہیں تو اس کی تیق کرنا چاہا یہی م شارح نے اشار کیا کہ کلام صاحب نہر غیر متعہ ہے کیونکہ یہ شرط ہے وعدہ اور بشرط ممتال علیہ کی جانب سے ہے نہ محال کی طرف سے کہ ذانی الطحاوی و الوکالتہ ۱۷۰ و کات اس طرح پر کہ میں نے تجھ کو دیکل کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجھ کو برکالہ کر دے و الا قالہ ۱۸۱ اتا اس طرح پر کہ عاقدین اتا کر یں اس شرط پر کہ ٹن نامہ ہو اول سے یا کمتر تو اقل صصح ہے اور شرط کو کذا فی الطحاوی و الکتابتہ ۱۸۲ بت اس طرح کہ مول کے لئے غلام سے کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا ہزار دم پر بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا غلام سے معاوضہ کرے یا تو غلامی قسم کی سودا گری کرے تو کتا بت صصح اور شرط باطل ہے کہ ذانی النہر الا اذا کان العسادی صلب العقد ای نفس البدل لکتابہ علی غیر ففسد بہ و علیہ کمال اطلاق کا حرمہ طہر و مگر جب کہ فساد صلب عقد میں یعنی نفس بدل کتا بت میں ہو چنانچہ اس کا مکاتب کرنا شراب پر تو اس سے کتا بت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر الملاق فقہا محمول ہے چنانچہ اس کو لا ضرر و نہ ضرر میں تحریر کیا ہے عماری کا و ما ستروشی و غیر عملنے لکھا کتا بت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتا بت باطل ہو جاتی ہے لا ضرر و نہ کا کہ باطلاق اس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد میں ہو لیکن بنزیرہ لکھتا ہے اس عمل کے مخالف ہے کہ سادہ نوڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اس کا عمل داخل کتا بت نہیں تو کتا بت فاسد ہے اس واسطے کہ کتا بت شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہے اسی تو اگر اختلاف روایت پر عمل کیا جائے تو اشکال نازل ہو کتا فی الطحاوی و اذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت میں چنانچہ یوں کہ میں نے تجھ کو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینے تک تجارت کرے غلام نے اس میں توبہ ان جمیع تجارات و اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل و دعویۃ الولد کہنا لولہ منی ان رینہ صراحت ۲۱ ولہ کے نسب کا دعویٰ کرنا چاہیہ و کا میر ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہے اور شرط باطل و الصلح عن دم العبد ۲۲ فصل سے صلح کا معنی جو شخص غلام مقتول ہوا اس کا بدل قاتل سے کہتے ہیں صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اس کو قرض دے یا تحفہ تو صلح صصح ہے اور شرط فاسد اور قصاص ساقط کیونکہ مقتلات سے ہے اور شرط کا متعل نہیں کہ ذانی النہر و کذا الا براۃ و لم یذکر وہ استغابا صلح در ۲۳ اور اسی طرح قاتل غلام سے لہذا اگر شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا اور فقہانے ابراہ کو مذکور نہیں کیا صلح برکاتیت کہ کے کہ ذانی الدرر و وجہ کفایت یہ ہے کہ صلح اور ابراہ میں چنداں فرق نہیں اس واسطے کہ کہ جب بدل نے قاتل غلام سے کہ اس شخص نے تجھ کو بری لہذا کر کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر میں نہ رہے یا اس سے صلح کرے تو وہ اور صلح صصح ہے کہ ذانی الطحاوی عن الدرر و حن الجراحۃ اتی لہا العود و ملا کان ہی القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے جس میں قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم جس میں دیت لازم ہے تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت میں اس حال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ مایوسات مالیر میں ہے تو وہ شرط فاسد ہے باطل ہوگا و دعویٰ جنایت نسب و ماریہ نہ انہما جمل شرط فیما ہو لہ ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مخصوصہ ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جب کہ کوئی مرد جنایات عمداً کی صلح کا خاص میں ہو مالا یا ضمانت شرط کرے کہ ذانی القسم یعنی صاحب غصب میں اور امانت میں اور استعیر عاریت میں جنایت کے سادہ کچھ مل کے جس شخص کے لئے حوالہ جو یعنی ذانی قرض در بندہ ۱۸



پہرے ادا کرے بدل صلح میں کوئی شخص جانے کا ضامن ہو اور ضامن ہوا الیہ ضمانت ان میں شرط کرے اس طرح کہ مقصوب یا امانت یا عاریت کی خیانت کی بدل صلح کا میں ضامن ہو بشرطیکہ فلاں شخص کفیل ہو یا فلاں شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحاوی عن اللہ وجامع الفصولین والنسب والجر علی الماذون نہر ۲۸ نسب ۲۹ عبد ماذون پر تصرف کا رد کذا فی النہم نسب دعوت ولد میں مذکور ہو چکا لیکن وہ طہ میں خاص ہے اور یہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہ ہوگا والغصب واما ان النفس اشباه ۳۰ غصب ۳۱ امان النفس کذا فی الاشباہ ۳۲ یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل بعض نسخوں میں بجائے امان النفس امان النفس مذکور ہے طحاوی نے کہا کہ غصب شاید ضمان ذات مقصوب بشرط مراد ہے والا نفس غصب میں بشرط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۳ عقد ذمہ اس طرح پر ہے کہ بادشاہ کہے اس کا فرزند جی سے جو دارالاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں نے تجھ پر خرید مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تحفہ دے کذا فی الطحاوی وعن المحوی وتعلیق الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع میں کچھ عیب پاؤں گا تو تجھ کو پھر دوں بشرطیکہ تو مجھ کو بعض شے سے بڑی الذمہ کر دے طحاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کہ تعلیقہ بنیاء الشرط ۳۴ رد بخلاف شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع کو تین دن میں باری نہ کروں تو تجھ کو پھر دوں بشرطیکہ میں تجھ کو تحفہ دوں تو مجھ کو تحفہ دے طحاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کو ترک ان شاء فلاں فی منزل بطل الشرط لما ذکرنا انہا کما یست بمعاد منہ مالیت فلا تؤثر فیہا الشرط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ میں نے تجھ کو معزول کیا اگر فلاں شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اس واسطے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیت نہیں تو ان میں شرط فاسدہ اثر نہیں کرتی مگر ترمیمی میں مذکور ہو چکا کہ شرط فاسدہ بیع کی طرف راجع ہیں اور بیع متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیت میں وقتی یا مجوز تعلیقہ بالشرط وہو متحقق بالاسقاطات المحضۃ التي یجلف بہا کطلاق وعتاق وبالالتزامات التي یجلف بہا کج وصلوة والتولیات کقضاء وامارة عینی وزیلعی اور باقی ہے وہ تصرفات جن کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے ان اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور ان التزامات محض سے جن سے قسم کھاتے ہیں چنانچہ بیع اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضاء اور امارت کذا فی العینی والزیلعی اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے کما مرزاد فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسليم الشفعة والاسلام نہر الفائق میں مایجوز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسليم الشفعة اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول لا من الاقرار ودخول الکفر مہلک ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منع کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جس کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منع کیا ہے دخول کفر کا یہاں یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہونا اقرار سے علمی میں مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلبیہ اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالباً اس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس کی تکمیل مسلمان قرار دیکھتے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اس نے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اس کو انوکھا کلام میں بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی ویصح تعلیق مہلک وجوالات وکفالات وایراد مہلک بلایم اور صحیح ہے معلق کرنا مہلک اور حوالہ اور کفالات کا اور کفالات کی ابرا کا شرط مناسب پر ہم بزاز کی کتاب البیوع میں کہ تعلیق مہلک بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور مہلک صحیح ہے اور تعلیق کفالات اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا اتنا صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور مہلک زوج تو کفالات جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحاوی وما نصح اضافۃ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفتحنا والمزارعۃ والمعاملۃ والمصاربۃ والوکالۃ والکفالات والایفاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فی الاربعین







جب تک ہاتھ سے قبض نہ ہو اور ظاہر استیسی سے قبض تقابض بالبراجم میں داخل ہے کذا فی الخطاوی و ہو شرط تقابض صحیح علی الصبح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر احد البین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے عاقد نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد یا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جائز ہے تو عقد منقلب صحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحاد جنسا وان وصیلة مختلفا جودہ و معاغمہ لما مر فی الربو تامل یا و تقابض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اس واسطے کہ باب الربو میں مذکور ہو چکا کہ مال ربو میں حید اور ردی برابر ہے ہم جبکہ عمدگی اور صنعت شرعاً مطلقاً اعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنا کسی وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا پھلایا اسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لینے بیعین ربو اور درم مطلق ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدریس اس طرح کی خرید کی ہے کہ جنس بدل لے لینی چاندی کو خرفیوں یا پیسوں سے خرید کرے والا بان لم یجان شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض ہم جنس ہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ہم یعنی ضرورت اختلاف جنس کے تقابض البین شرط ہے تامل شرط نہیں طحاوی نے کہا کہ صرف نقد میں جب تقابض البین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اس میں قبض احد البین قبل افتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلویع النقدین احدیما یا لاخر ضربا او بفصل و تقابض فیہ ای الجنس صحیح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے میں سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے یہ تفریع ہے تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تامل تو بیع تخمین اور فصل دونوں درست ہیں اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپے خرید کرے یا ایک روپے سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائے گی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقهما و اداسکا ما اشار الیہ فی العقد و ادیا مثلما جازا و دون عوضین جنسین نہیں ہوتے بیع الصرف میں یہاں تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا ہوا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا۔ اس نقد کو جس کی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے اسی طرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اس کا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنع و لیس الصرف بخیار الشرط والا جمل لا خلا لهما یا قبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف بخیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اس واسطے کہ خیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز میں یعنی اس واسطے کہ جب تک اختیار باقی ہے گا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور اختیار اس کا مانع ہے اسی طرح مدت مانع قبض ہے و صحیح مع اسقاط لهما فی المجلس لزوال اللانہ اور صحت صحیح ہے دونوں کے اسقاط کر ڈالنے کے ساتھ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی اگر ادا خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس میں دونوں کو ساقط الا اعتبار دیا تو بیع صحیح ہوگی یعنی بشرط تقابض البین فی المجلس و صحیح خیار ردیہ و عیب فی مصنوع لا نقد اور خیار ردیہ اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نہ نقد میں خیار ردیہ نقد میں صحیح نہیں کیونکہ انعقاد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شایع دلالت کرتا ہے کہ نقد میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خیار العیب نقد میں داخل ہوتا ہے تو اگر بسبب عیب کے مجلس میں پھیر دے گا تو صرف باقی ہے اگر اس کا بدل داخل کرے گا اسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دے گا تو بیع الصرف باطل ہوگی کذا فی الخطاوی قرع مسئلہ ملحقہ شایع کا الشوط الفاسد ملحق باصل العقد عندہ خلافا لهما نہ شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی امام کے نزدیک صاحبین کے خلا کذا فی النہم مراد شرط فاسد ہے جو بعقد کے مذکور ہو ظہر بعض الثمن زیور یا فردہ نتیق فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سو اس نے اس کو پھیر دیا تو اسی قدر میں بیع ٹوٹے گی یعنی اس واسطے کہ اس میں قبض نہ رہا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ اس میں کوئی دینار ہو جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الخطاوی ولا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجود حقانہ تعالی تصرف کرنا نہ چاہیے صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہو قبض کے حق اللہ تعالیٰ کی جہت سے فلویع دینار بدرہم و اشتری بہا قبل قبضہا ثوبا مثلاً فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درم سے مثلاً کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے نوکیر سے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے بلع امہ تعدل الف درہم مع طوق ففتمہ فی عنقہا قیمۃ الف انما ین قیمتها یغید انقسام الثمن علی اقسام







ونقد بعض ثمنہ فی المجلس ثم افتراق صح فیما قبض واشترکافی الاناء لانه صرف اور جس نے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیجا اور اس کا کچھ ثمن ہو کیا مجلس عقد میں بشرط قبض طرف پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صح ہے اس قدر میں جس میں قدر ہوا اور دونوں شخص برتن میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خيار للمشتري لتعبد من قبل لحد نقدہ اور اس میں اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیب وار ہو جانے برتن کے مشتری کی جانب سے پورا ثمن دینے سے م یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری ردیع نہیں کر سکتا یہ عیب اسی کی طرف سے ہوا نہ بائع کی طرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیخیر لعدم منعه بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اس میں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں وان استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتري مالم یبق بقسطہ اور وہ لتعبد غیر منعه قلت ومفادہ تخصیص استحقاقا بالبینۃ لا بالاقرار فلیمر را اور اگر بعض طرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری مالم یبق بقسطہ اس کے حصے کے خرید کرے یا ردیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے بیع کے بلا فعل مشتری میں کہتا ہوں اور مفاد تعلیل مذکورہ استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہے شہادت سے نہ اقرار سے تو اس کی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے جب علت خیال مشتری عدم صنعت مشتری مٹا اور ثبوت استحقاق اس وقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے گواہوں سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اس وقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہیں پھیرے سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز المستحق قبل منسوخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ البیع اذا ظهر الاستحقاق وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ مالم ینفسخ وہو لا یصح فی غیر اگر مستحق بیع کا اجازت سے قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو منسوخ کرے تو عقد جائز ہے فقہاء میں اختلاف ہے کہ بیع کب منسوخ ہو جاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایۃ ہے کہ وہ منسوخ نہیں ہوتی جب تک منسوخ نہ کی جائے اور یہی مع ہے کذا فی الفسخ کان الثمن لم یأخذہ البائع من مشتری ویسلمہ لہ اذا لم یفرقہ قبالہ الامازۃ ویعیر العاقد ویسئل المبیع فتلحق احکام العقد بہ دون المبیع حتی یطبل العقد بمفارقة العاقد دون المستحق جو ہرہ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن سے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اس وقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری متفرق نہ ہو گئے ہوں بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت میں عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائے گا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہوں گے نہ غیر سے تا اینکه عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوبۃ ولو باع قطعة لقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتري مالم یبق بقسطہ ولا خيار لان التبعیض لا یفرقہ اور اگر چاندی کا ڈالا بیجا اور اس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری مالم یبق بقسطہ اس کے حصے کے لیے بلا اختیار ردیع اس واسطے کہ کاٹنے والے کو ضرر نہیں کرتا م مشتری کو اس واسطے اختیار نہ ہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف طرف کے کہ اس میں قطع کرنا مضرب لہذا استحقاق طرف میں مشتری مختار ہے و ہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہا وان قبل قبضہا لہ الخيار لتفرق الصفتہ و کذا الدیۃ والدرہم جو ہرہ اور یہ یعنی عدم خیال مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈالی کے اور اگر قبل قبضہ ہو تو مشتری کو اختیار ہے بسبب تفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے دینار اور درم کا کذا فی الجوبۃ م یعنی اگر دینار یا درم خرید کرے اور بعض دینار یا درم مستحق غیر نکلے تو مشتری مالم یبق کو اس کے حصے کے موافق لے بلا اختیار اس واسطے کہ دینار اور درم کی شرکت عیب میں داخل نہیں کیونکہ استیفا کل حق عوض لے کر ممکن ہے کذا فی الطحاوی و صحیح درم میں و دینار بدرہم و دینار بن لیرف الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی ایک درم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درم واقع ہو کر صحیح ہو گئی کیونکہ در صورت اختلاف جنس تساوی بدین شرط نہیں و مشکلیہ بیع کر پر و کر شعیر مکی بر و کر شعیر اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے ایک کر گیسوں اور ایک کر جو کی بیع گیسوں کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیسوں کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل پر ہو کر اور جو کا ایک کر گیسوں کے دو کر کے مقابل ہو کر صحیح ہو گئی برابری شرط نہ رہی و کذا بیع احد عشر درہم البعشرۃ درہم و دینار اور اسی طرح صحیح ہے بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے م اگرچہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اس واسطے اس کو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونوں عوضوں میں سے ہر ایک حق میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں کذا فی النہر و صحیح درہم صحیح و درہمین خلۃ بفتح فتشید یا درہم بیت المال و یقبضہ التجار بدرہمین صحیحین و درہم غلۃ للمساواة وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ متبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح غیل محمہ و تشدید لام وہ درہم ہے جس کو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیرے اور سوداگر اس کو لیتے ہوں م عدم قبول بیت المال اس وجہ سے نہیں کہ وہ درم کھوٹا ہے بلکہ درہم



قطرہ کسودہ ہوتے ہیں اور اس سے کوئی ٹکڑہ رچہ دم ہوتا ہے اور کوئی نہیں اس سے کتر اور بیت المال میں نہیں لیتے مگر مال کذا فی الطحاوی من اہل من ہرہوں و صبح  
 بیع میں عیشرہ دینار ہمہ ہرہوں میں یکا ای میں دانہ فصیح میوزہ دینار ہا اتفاقا وقع المقامہ بنفس العقد اذ لا یوافی دین سقطا وریح ہے بیہنا اس کا جریہ  
 دس دم قرض میں اس کے ماتہ جس کے ہم ہیں پچھلے دانی سے قوموں کو ملاں سے دینار کا بیچنا بعوض دما ہم مذکورہ کے صبح ہے اور مقامہ واقع ہو جائے گا  
 بھر و حقد کے اس واسطے کہ سود نہیں اس میں ہوا ساقط ہوا م غلام ہے کہ زمین کے دس دم خالہ پر دین میں سو خالہ نے ایک دینار بعوض دما ہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع  
 اتفاق صبح ہے اور بھر و حقد مذکور مقامہ ہوا گئے گا یعنی دین تم میں بھر ہو کر ماقدر حساب میں برابر برابر ہو جائیں گے بلا ذکر مقامہ بخلاف مسئلہ آند و کر دیاں  
 مقامہ کہ لے کا ضرور حاجت ہے طحاوی نے کہا کہ اگر اتان یوں کہتا صبح بیع مدیون بعشرہ دینار ہم ہی دائرہ دینار ہا اتفاقا وقع ترہ اور مختصر تر ہوتا اور بیع بعشرہ مطلقہ سے تعبیر  
 بیعہ لان دفع البائع الدینار المشتري و تقاسم العشر ثمن بالعشرۃ الدین ایضا استنادا یصح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے دعوں کے جو مطلق ہیں قید دین سے  
 بشلیکہ بلع نے دینار مشتری کو دیا ہوا مدیون نے دس دم فن کو دس دم دین میں بھر بھی کر لیا ہوا بطریق امتحان کے م مدیون اطلاق دما ہم مقامہ شرط ہے تو اگر ماقدر  
 با ہم بھر کر لیں گے تو بالا جماع مقامہ واقع ہو گا چنانچہ خیار میں مصرع ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اس کے حاصل ہوا ہو بقول صبح و جب امتحان ہے کہ جب  
 ماقدرین نے مقامہ کیا تو عقد اول نسخ ہو گیا اور مدیون ماقدر صرف مضاف لای الدین منہجہ ہوا اتومات لای الدین بطریق امتحان ثابت ہو گئی کذا فی الطحاوی و ما غلب ففنتہ  
 و ذہب ففنتہ و ذہب حکم اور میں میں پانڈی غالب ہو وہ پانڈی کے حکم میں ہے اور جس میں سونا غالب ہو کم سونے کے ہے مثلاً آندہ پانڈی پانڈی ہو اور میں پانڈی تانا تو ہر ما  
 خالص پانڈی کے برابر ہے اس واسطے کہ بقولہ اسطہ لفظہا کے غش سے کتر خال ہوتے ہیں اور گے غش خلقی ہو تو ہے چنانچہ مدی تم میں لندا قلیل ساقط الاعتبار ہوا فلا یصح  
 بیع الخالص بہ ولا یصح بعض الاقسا و یا ورنالو یصح نہیں خالص پانڈی اور سونے کی بیع غالب الغفہ والذہب اور نہ بیع اس کے بعض کی بعض سے  
 مگر بابتوں کو کیونکہ غالب کم خالص ہے و کتا لا یصح الا استقرار من ہا الا ورنالو ماقدر غالب الغفہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کماند  
 چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا والغالبا علیہ الغش منہا فی حکم عروض اعتبار الغالب اور جس میں غش یعنی تانا یا سبب غالب ہے پانڈی سونے سے وہ اسباب  
 اور جس کے حکم میں غش غالب کو متبر جان کر م اعتبار بالغالب سنا بقا و ماقدر دونوں کی حالت ہے فصیح بیعہ بالخالص ان کالان الخالص اکثر من الغشوش لیکن قدرہ  
 بشک والا اند باغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب غش کی خالص پانڈی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو غشوش سے تا مقدار غش مقابل شل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو  
 چنانچہ مسئلہ ہا یہ اور سیف میں مذکور ہو چکا و کجنتہ متفاضلا ورنالو عدد البصر و البینس بخلاف الذہب صحیح ہے بیع غشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار میں بسبب  
 پھیرنے جنس کے مخالف جنس کی طرف م شکا ایک غشوش میں تو بھر پانڈی ہے اور مد سبب غشوش میں دو تانے پانڈی ہے اور ایک تول یا زیادہ تانا تو ان  
 دونوں کے بیع با ہم جائز ہے اس کی پانڈی اس کے تانبہ کی طرف پھیر کر لے جانے کو پانڈی کے مقابل کر کے بشک اتفاقا یعنی قبل الافتراق فی المجلس فی الصورین لغز التیز  
 بیع مذکورہ صحیح ہے بشلیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جا ہونے سے پہلے مجلس میں دونوں صورہ تانے بسبب پھیرنے تیز کے م دونوں صورہ بیع خالص کی غشوش سے  
 اور بیع غشوش کی غشوش سے تقابل قبل الافتراق اس واسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کہ پانڈی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں اس واسطے  
 تقابل شرط ہوا کہ اس کے بعد اس کے میں چانڈی یا سونے سے غش ہے وان کالی الخالص مثلاً ای مثل الغشوش او اقل منہ اولایہ کی فکالہ صبح ایضاً للربوا فی الاولین  
 و کما لای ان لے ادا اگر خالص برابر ہو غشوش کے یا اس سے کتر ہو یا معلوم دیکھو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب بیع کے پہلے دو صورہ تول میں یعنی مد صورت تساوی  
 اتومات بسبب متعل ہونے یا بیع کے تسوی صورت میں یعنی مد صورت عدم ظم مقدار خالص کیونکہ شہرہ و باجائے حقیقت ربولہ ہے اور مد صورت تساوی اس واسطے ربوا  
 ہے کہ پانڈی شش پانڈی کے مقابل پڑے اور غش خالی میں بعوض باقی رہا ہوا ان الغالب غش لا یتعلین بالتحلیین ان راج تمیزہ حینئذہ وہ یعنی غالب غش غشیں نہیں  
 ہے صحیح مدیون کہ قرضہ لایہ کہ پانڈی قرض خواہ کتنا قرض غش کے دس دس کے ۵۰ سکہ دے لے اور سکہ لکھ کے ۱۱



ہوتا معین کرنے سے اگر اس کا چلن ہو گیا ہو بسبب اس کے ٹمن ہونے کے اس وقت میں غالب الغش رواج سے اس واسطے ٹمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جب تک اس کا چلن باقی رہے گا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائے گا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہوگا چنانچہ خالص روپے یا شرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اس کا مثل دیا جائے گا والا یرج تعلین کیسے اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو متعین کرنے سے متعین ہو جائے گا مانند قماش اور جنس کے ہم متعین اس واسطے ہوگا کہ وہ اصل میں منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ٹمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اس نے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اس کے ہلاک قبل قبض سے عقد باطل ہوگا یہ اس صورت میں ہے جب کہ متعاقبین اس کا حال جانتے ہوں اور ہر عاقدہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقدہ بھی اس کو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے ضرر دار نہ ہوں یا خبر دار ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقدہ جانتا ہے تو درہم رائج سے بیع متعلق ہوگا مگر جب کہ درہم غیر مردہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحاوی عن النہدانی قبلہ البعض فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا فجنسہ جید اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص درہم کے برابر ہے تو اس کے ہم جنس ناقص درہم سے عقد متعلق ہوگا اگر البائع اس کا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اس کے ہم جنس عمدہ درہم سے تعلق ہوگا و صحیح المبیاعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملا بالعرف فیما لانقص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید و فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جس کا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اس میں جس میں تصریح نہیں فان راج فیہ زنا او عدد فیس او بہما فیکل منہما سو اگر اس میں دزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جامد ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے والمساوی غشہ و فتنہ ذہبہ کغالب الفضلہ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخلاصۃ اور جس میں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضلہ غالب الذہب کے مانند ہے خرید و فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اس میں جائز نہیں مگر قول کر لیکن جیکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں درہم یا نیر خالصہم استثناء فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اس واسطے کہ صرف کا حکم بعد اس کے مذکور ہوگا و اما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار المال اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہوگا باعتبار گذشتہ سے یعنی اگر جنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہے تو تفاضل جائز ہے اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحاوی اشتری شیئاً بکغالب الغش و ہونانی او بفلوس نافقہ فکسد ذلک قبل التسليم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ابیدی اناس فکسد خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اس کا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے و کذا حکم الدرہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے درہم کا اگر ان کا رواج جاتا رہا ہے یا وہ منقطع ہو جائیں تو بیع باطل ہے و صحابہ بقیۃ البیع و بقیۃ رفقابا اناس بحر و حقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسی کا فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بجائے قیمت بیع کے کساد کا صواب تھا علامہ نوح نے کہا در صورت بقا عہد قیمت کا سدا واجب ہے ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور علینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور صاحب محیط اور ترمذی اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے اتنی تو جو اجمال کشارح کے کلام میں ہے تو اس تقریر سے معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وحد الکساد ان ترک المعاملۃ بہما فی جمیع البلاد فلو راجحت فی بعضہا لم یطل بل یتخیر البائع لتعینہا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ ان سے معاملہ کرنا جمیع بلاد میں متروک ہو جائے تو اگر بعض بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب ان کے عیب دار ہونے کے ہم یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہ ہوں تو اس کو اختیار ہے چاہے ان کو لے چاہے ان کی قیمت سے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ابیدی الصیارتہ فی البیوت و کذا ذکرہ العینی وابن الملک بالعطف خلافاً فی نسخ المصنف وقد غراه للمداۃ ولم ارہ فیہما والله اعلم اور انقطاع کی حد نہ موجود

لہ ایک نسخہ میں الخلاصۃ ہے بجائے الخلاصۃ کے یعنی چنانچہ خلاصہ میں مذکور ہے







مجهول ہوگا جواب اس کا یہ ہے کہ ثمن مجهول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف فلوس کی اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اس نے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی النہر و کذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی و ہوا الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے (ام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیر فیہا درہما کثیر فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفت نصف ونصفا من الفضة صیغۃ الاجتہاد صحیح ویکون النصف الاجتہاد بشک و ما بقی بالفلوس اور جس نے نمران کو درم کی یعنی درم کامل دیا پھر لولا کہ دے مجھ کو بعض اس کے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حسیب یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حکم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر حسیب مقابل اپنے مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا کہ لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی ولو کہ لفظ نصف بطل فی النکل للزم الربا اور اگر نصف کا لفظ دوبارہ کہا اس طرح کہ اعطنی نصف فلوسا و نصف نصفا الاجتہاد یعنی دے مجھ کو بعض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعض نصف درم کے درم صغیر جس کا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے مگر یہ تو فلوس اور درم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیع کے ہم بیان اس واسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حسیب زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حسیب خالی عن النقص رہا نہ الفائق میں ہے کہ عقد مذکور لازم کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کیا یعنی اس طرح کہ اعطنی نصف فلوسا و اعطنی نصف نصفا الاجتہاد تو فلوس میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل انتہی و کذا فی الطحاوی و بما تقرظہ ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال و ہوا التقدان بحسب الباء الاول قبل بحسبہ اولاً اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب المبیع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہو کہ سب مال تین قسم پر مقسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اس باجہ آدے یا نہ آئے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو ہم سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعین والثانی بیع بکل حال کالتیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہے جو بیع ہے ہر حال میں چنانچہ کپڑے اور جانور بیع ہے ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے باوجود ان پر آئے یا نہ آئے والثالث ثمن من ویر بیع من ویر کالتیاب اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے بیع چنانچہ مثلی چیزیں کیلات اور موزونات سوائے نقدین کے فان اتصل بہا الباء ثمن والا فبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باوجود متصل ہو اس طرح کہ اکثریت الثوب بالخطۃ ہو اس راہ سے وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہ ہو تو اس راہ سے وہ بیع ہے ہم بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ بیع ہے اور اگر معین نہ ہو اور اس پر باوجود آئے اور اس کے مقابل بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان رائجۃ ثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور قماش کے مانند ہیں والتمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم لبطانۃ العقد ہلک اے ای ثمن و صحیح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لافہما اور بخدا احکام ثمن نہ مشروط ہونا اس کے وجود کا وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہے ثمن کے ہلک ہوجانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اس کو خرچ کر ڈالنا اور اس کے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں نہ ان دونوں میں یعنی بیع عرف اور سلم میں ثمن اور اس المال کا استبدال صحیح نہیں و حکم المبیع خلافہ ای الثمن فی النکل فیشترط وجود المبیع فی ملک و کذا اور حکم بیع کا برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ میں مشروط ہے بیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور میں بیع باطل ہوجاتی ہے بیع کے ہلک ہوجانے سے اور بیع کا استبدال جائز نہیں و من حکمہا وجوب التساوی عند المقابله بالجنس فی المقدرات کما تقرظہ اور ثمن اور بیع کی برابری کا واجب ہونا بخدا احکام کے ہے بمقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی کیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربو امین یعنی کیل یا موزون میں در صورت اتحالی جنس ثمن اور بیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تزیین فی بیع العینۃ و باقی مثانی الکفالة و بیع التبیعہ و باقی مثانی الاقرار یہ کتاب المبیع کا دنبال ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اس کا بیان کتاب الکفالة کے متن میں آدے گا اور بیع التبیعہ کے بیان

۱۔ اس کی مثال مال کے دال کے موافق یوں سمجھو کہ ایک روپیہ یا ادھر کا آٹھ آنے پیسے دو اور ایک اٹنی دق کم قول کی ۱۲







سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو من پھیر دے تو مشتری اس کو جنس بیع پھیر دے اور شافعی مذہب اس کو رہن معاد کہتے ہیں اور مصر میں بیع الامانہ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعت کہتے ہیں م رہن معاد کے تسمیر کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عود راہن کی طرف ہوتا ہے ایفا مقبوض کے وقت اور بیع الامانہ کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو این جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو این سمجھ کر بیع دی کہ جب میں اس کو درم دوں گا تو وہ بالکلار بیع کو پھیر دے گا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعت کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منعقد ہے بعد جو شرط کے قیل ہو رہن فیتضمن زوائدہ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء فی الحقیقت رہن ہے تو زوائد اس کے مفسون ہیں یعنی مشتری کو منافع بیع حلال نہیں مانند رہن کے قیل بیع لیفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء درحقیقت بیع ہے کہ بیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے و فی اقالہ شرح الجمع علی النہایہ و علیہ الفتویٰ اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی بیع ہونے پر قیل ان بلفظ البیع لم یکن رہن اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء بلفظ بیع ہے تو رہن نہ ہوگی م اس واسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقل ہیں کذا فی الدرریم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماء غیر لازم کان بیعا فاسداً پھر جب کہ عاقد نے بیع الوفاء کے اندر یا قبل اس کے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اس کو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگئی و لو بعدہ علی وجہ المیعاد جائز و لازم الوفاء بہ لان المواعید قد تكون لازمة لحاجة الناس و هو الصحيح كما كان فی الکافی طحانیۃ و اقرہ خسرو مینا و المصنف فی باب الاکراہ و ابن الملک فی باب الاقالہ بزیادہ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفاء کے بطریق مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدے کا وفا کرنا لازم ہے اس واسطے کہ مواعید کا ہے لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی و الخانیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ و فی الظہیر یہ لودکر الشرط بعد العقد یحقق بالعقد عند ابی حنیفہ و لم یدکر ان فی مجلس العقد و بعدہ اور ظہیر یہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط العقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیر نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا یا بعد اس کے م جب شرط فسخ امام کے نزدیک طعن عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحاوی و فی البرزازیہ و لو بامد لاحقاً یا توفیق علی اجازۃ مشتری فاء و لو باعہ للمشتري فلبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور برزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفاء کے بائع نے بیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اس کے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جس نے بطریق بیع الوفاء کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بائع نے اس کو بیچا تو اس کے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے م مشتری کی اجازت پر اس واسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اس کے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن و افاذ فی الشر بنسب الیہ ان ورثتہ کل من البائع و المشتري تقوم مقام مورثہ نظر الجانب الرهن فلیحفظ اور شر بنسب الیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں جو ابہر غلامی سے منقول ہے و لو استاجرہ بالثمن لایزمرہ الاجر لانه یمن حکما حتی لا یجل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفاء کے بائع نے بیع کو اجارہ دیا تو اس کو اجرت لازم نہیں اس واسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہاں تک کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہیں م یہ قول بیع الوفاء کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت و فی فتاویٰ ابن العلی ان صدرت الامارۃ بعد قبض مشتری المبیع و فاء و لو للبنا و مدہ فی صحیحہ و الاجرۃ لازمہ للبائع طول مدة التواجد انتہی فتنبیہ اور میں کہتا ہوں اور ابن العلی کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بقدر طول مدت تواجد انتہی تو آگاہ ہو جاوے یہ قول بیع الوفاء کے بیع ہونے پر مبنی ہے شر بنسب الیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفاء میں نو قول ہیں از انجلہ بعضے علمائے عقیدین کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفاء بعضے احکام میں تو فاسد ہے یہاں تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع بیع کے حلال ہونے میں اور بعضے احکام میں



بیع الوفاء میں ہے یہاں تک کہ مشتری اس کی بیع اور مدین کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ فتویٰ دینے میں اس قول جامع سے عدول دیکر جامع سے اتنی اور سبب منافع اس کے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاویٰ غیر میں عدم جواز اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفاء کے رہیں جو نہ رہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی المطاویٰ قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ وبقی فی یدہ فاقبض علیہ الرزم بلزوم اجرائی وسمی بیع الاستفول میں کہتا ہوں اور بموجب فتاویٰ ابن العلی کے اگر مدت اجارہ منقض ہو جائے اور اس کے لئے میں باقی ہے تو علمائے رزم نے لزوم اجرت مثل کا فتویٰ دیا ہے اور علمائے محدثین اس بیع کو بیع الاستفول کہتے ہیں و فی المسائل بیع الوفاء فی العقار تھا تا وہ اخلف فی المنقول اور در میں ہے کہ بیع الوفاء میں میں صحیح ہے بطریق اتمان کے اور منقول میں اختلاف ہے یعنی بعض صحیح کہتے ہیں اور بعض غیر صحیح کہتے ہیں اور بموجب قول صحت بیع لونڈی بیعہ کی و علی بائع اور مشتری کو حلال نہیں اس واسطے کہ اس میں دونوں کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشتری لونڈی کے ہو گئی اور اسی طرح کھانا اور پینا جائز نہیں اگر بیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی المطاویٰ ولی الملتقط والینۃ اختلاف ان البیع بانما او دقا جدا و بنزل فالقول لمدعی المجد والبنات الا بقبضتہ الزل والوفاء اور ملقطہ اور ملقبہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفاء ہے واقعی بیع ہے یا بنزل اور یہودگی تو اس کا قول معتبر ہے جو واقعی ہونے اور لزوم بیع کا مدعی ہے مگر بقرینہ بنزل اور مقامی بنزل اور وفا کا قتل معتبر ہوگا مگر بقرینہ بنزل ہے کہ ثمن نہایت معتبر ہوگا جو بیع کے کذا فی المطاویٰ قلت کمز ذکر الشیخ ان قول مدعی علی الوفاء ثمن ناکہ سببی فیلغظہ میں کہتا ہے لیکن صاحب ملقطہ نے کتاب الشیخ میں کہا ہے کہ قول مدعی علی الوفاء کا معتبر ہوگا۔ بنا براساس ان کے جیسے فقیر آدھے گا۔ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعثک بیعا بانما فالقول بانما لان مدعی علی الوفاء بنقصان الثمن کثیر الا ان مدعی صاحب غیر السعرا واما اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے لئے بیع کی بطریق بیع لازم کے تو اسی کا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفاء پر نہایت کمی ثمن دلات کرے تو اس وقت دعویٰ لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع معتبر ہو جانے پر غ کا دعویٰ کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا و فی الشیخ فی الاخر قاعدا العادۃ محکمۃ فی النیت لودفع عزال الی مالک لینسب بالنصف جوڑہ مشایخ بخار المعروف ثم نقل فی آخر ما من اجارۃ البرازیۃ ان بہ افقی مشایخ بلخ وخراندہم والی علی النسخ ایضا قال والفتویٰ علی جواب الکتاب لعل ان لا منصوص علیہ فیلزم البطلان النسخ اور استنباط میں لودفع قاعدا العادۃ محکمۃ کے اندر مذہب سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جو لاپس ہے تو اس کو بیعہ آدمی پڑے کی مزدوری لینے پر اس کو مشایخ بخار نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب الشہاد نے اسی قاعدے کے آخر میں بزازہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مشایخ بلخ اور خزانہم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب الشہاد نے اور صحیح فتویٰ تو مسئلہ طمان کے جواب پس ہے جو کتاب یعنی قدوی میں مذکور ہے اس واسطے کہ مسئلہ طمان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ مالک سے البطلان نص لازم آتا ہے ہم مفتی ابو سعید نے کہا کہ فقہا کے عرف میں کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور جلی محشی نے کہا کہ مبسوط محمد مراد ہے جس کو اصل بولتے ہیں کیونکہ اول عبارت اشہاد میں مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طمان یہ ہے کہ اگر اس کا پسوانہ کا اجارہ کرے کچھ لے کر اجرت مقرر کرے تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ مالک مسئلہ طمان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی المطاویٰ ملخص بتعرف و فہما من البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء ان بیع لاجرة الناس فرما من الیجا و قالوا اما مذاق علی اناس امر اذ اتبع حکم صاحب الشہاد نے کہا اور بزازہ میں بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفاء میں یہ ہے کہ بیع الوفاء صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہان نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگوں پر تنگ نہیں ہوا مگر اس کا حکم کشادہ ہو جاتا ہے علم قال والی حاصل فی اللذہب مدع اعتبار العرف انما من و لکن مفتی کثیر باعتبار مدعا قول علی اعتبارہ یعنی ان لفتی بان ما یقع فی بین الناس ان من غلوا لاجرة انیت لازم و لیسیر التکون فی التوت حقانہ فلا یلزم صاحب التوت ان یخرج منها ولا اجارۃ غیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب الشہاد نے کہا



کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے لیکن بہت فقہانے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتویٰ دیا ہے تو میں کہتا ہوں بموجب اعتبار عرف خاص کے یوں فتویٰ دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہوتا ہے دوکانوں کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانوں کا خلو اس کا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اس کے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اس کے کرایہ دینے کا اس کے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو م تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی و کذا قول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بما لم یعطى لصاحبها فی تیغی الجواز و انزل لہ وقبض منہ البیع ثم اراد الرجوع لا یمکن ذلک ولا حول ولا قوۃ الا بالشد اور اسی طرح میں کہتا ہوں عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی بازار مہنا وظائف معینہ سے بعض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفہ کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اس کا مالک نہیں ولا حول ولا قوۃ الا بالشد قلت وایہ فی زواہر الجواہر بمافی واقعات الضریری رحلی فی یدہ دوکان فغاب فرفع المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ و اجارۃ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب منہ و اولی بدکانہ وان کان لہ خلو منہ و اولی بخلوہ ایضا و لا الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ و سکن فی دکانہ وان شاء امانا و رجع بخلوہ علی المستاجر و یومر المستاجر باداء ذلک ان رضی لہ و لا یومر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شایع کہتا ہے میں کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری میں ہے کہ ایک مرد ہے کہ اس کے ہاتھ میں دوکان ہے منجد دکانین وقف کے سودہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اس کا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اس کے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوارتر ہے یعنی اس واسطے کہ اس کی مدت اجارہ ہونہ باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنے خلو کے لینے میں بھی اولیٰ ہے اور اس کو اس میں اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان میں اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہو گا اگر صاحب دوکان راضی ہو اس کے باقی رکھنے سے اور اس کو دوکان سے خارج ہو جانے کا حکم نہ ہو گا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی ۔



۱۱ یعنی دوکان منہدم کو اپنے روپے سے بنوایا تاکہ اس کا نفع اس کو ملا کرے اور اس کا بیان کامل اس جلد کے صفحات ابتداء میں گذرا ۔ ۱۲

۱۲ یعنی تینوں حرکتوں سے ۔ ۱۳



# کتاب الکفالات

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتاً بیع کرنا یا غیرہ غالباً و کونہ بالامر معارضة و امتحاناً نسبت کذاً کی چیز سے برباب ہونے کا منہ، کہ بیع میں اثر اور بسبب نہ ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار میں ہم چونکہ الزامات میں کی ہوتی ہے یا بیع کی لازمی بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت برائی بیع سے عموماً اور بیع الحف سے کتنا یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اس سے جو وہ نہیں پر ثابت ہے کذا فی البحر یعنی لغت انعم کفالت لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کو دوسری چیز سے ملانا کفالت لغت میں بمعنی الزام معاوضہ جہالت ہے کہ کذا فی البحر یعنی کذا فی المطاویٰ دیکھی ابی القطار کفالت و کفالت ہر دو معنی تثلث الفا اور ابن طیار لغوی نے کفالت اور کفالت باور کفالت معنای تثلث فا کو نقل کیا ہے ہم بمعنی کفالت متدی بنفس اور متدی بحروف جار و دون مستل جہا و عین کھر پر حرکات ثلثہ جائز ہیں و ثمر ما ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصل فی المطاویٰ مطلقاً بنفس لو بین او میں کفالت و ذمہ کا یہی لکن المطاویٰ تعمذ لک اور ضمیمہ میں کفالت جہالت سے لائے ذمہ کفیل سے ذمہ اصل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا جو راویں کا یا بین کا چنانچہ منصوب و غیرہ جیسے اس کا ذکر او سے گا اس واسطے کہ مطالبہ مثال سے اس مذکورہ کو یعنی نفس اور دین اور عین کو بدلہ و غیرہ میں مصروح سے کہ کفالت ضم فی المطاویٰ سے جہالت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اچھے ہے یعنی کفیل پر مطالبہ ہی ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی خاص کفالت مدین ثابت ہوتا ہے بل مستقر اندر اصل اور یہ قول غیر صحیح ہے طحاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ جہالت ہے لغت میں جہالت امان اور ضمان سے ہر الفاظ میں تحریر ہے مشغول ہے کہ ذمہ وہ وصف شریک ہے جس سے وجوب مال اور مالیکہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہے اور غیر الاسلام نے ذمہ کو بنفس و قبض صاحب عہد تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد اور حیثیت ہے دیکھنا ہاں ضم فی الدین انما اور تعریف نوح منہا و جو الکفالات بالمال لانه عمل الملکات اور میں نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اس نے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا امان کیا ہے یعنی مال خاص کا کیونکہ وہی عمل خلاص ہے ہم فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی المللی و بیہی فی فاؤ کہ لاخر ماہ وصف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جس کو لاخر صوفی نے ذکر کیا ہے ہم لاخر صوفی نے ذمہ کی کفالت کی یوں تعریف کی ہے (ہی ضم ذمۃ الی الذمۃ فی مطاویٰ بنفس او المال او التسليم) شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو عمل الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو مثال راقبیل کی کہ حاجت بدائی نہ رہی۔ و کہنا ایجاب و قبول بالافعال الایۃ و لم یعمل الاثنی الاثنی رکن اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہے الفاظ آئندہ سے ابو یوسف نے قبول کو دیکھی نہیں ٹھہرا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقہاء ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے ذکر ہے و شرط ہا کون الکفول بہ نفس او لا مقدور التسليم من الکفیل ظہر بحد و قعدا و شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسليم ہو خاص ہے یعنی خاص اس کی تسلیم پر قادر ہو تو عہد اور قصاص کی ضمانت درست نہیں یعنی اس واسطے کہ حد اور قصاص کے خاص پر امانت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر و فی الدین کونہ میجا کا ثمال اساقطاً بموتہ مفلساً و لا ضعیفاً کبیل کتابۃ و نفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت یہ ہر تادی کا صحیح قائم شرط ہے۔ نہ کہ دین کا ساقط ہونا دین کے مفلس مریدانہ سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ قبل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم میں سے پہلے ہم دین صحیح ہے جو بعد از او یا ابراہیم ساقط ہو صحیح کی قید سے دی ضعیف نقل کیا چنانچہ قبل کتابت کیونکہ وعدہ و صورت ہر کتابت ساقط ہو جاتا



ہے اور دین قائم کی قید سے سب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ زوجہ بحث ہے صاحب بہر کی نہ روایت مذہب فمالیس دینا بالاولیٰ نہ تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم اور رضا اس کی کفالت بطریق اولیٰ صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہ ہوئی تو غیر دین کی بطریق اولیٰ صحیح نہیں و حکمها لزوم المطالبة علی الکفیل بما ہو علی الاصل نفاذ و مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے م یعنی اگر حاضر ضامن ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامن ہے تو اس کا مطالبہ ہوگا و اہلها من ہوا اہل للتبرع فلا تنفذ من مجنون ولا منی الا اذا استلن لدولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فتصح و کیون اذنا فی اللداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر اس وقت جب اس کے واسطے اس کے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا سے قرض میں کذا فی محیط م مال ضامن کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامن کرنا درست نہیں اس واسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہ ہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرے بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے ولی اور یتیم کا کذا فی البحر و مفادہ ان البی یطالب بہذا المال بموجب المغالاة ولو لا لطلب الولی نہ ہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہ ہوئی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی السہر ولا من مرعی الامن الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مرضی سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مرضی کا تبرع صحیح نہیں مگر اس کے ثلث مال میں کیونکہ وثالث میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا و الامن عبد ولو ما ذونا فی التجارة ویطالب بعد التمسک الا اذا اذن له المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ما ذون ہو مجاز کرنے میں اور غلام بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اس کو اس کے مولیٰ نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو در حالت ملکیت بیع یا جائے گا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہ ہو کذا فی البحر م اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ انعقاد ضمانت کی و الامن مکاتب لہوا ذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولیٰ نے اس کو اذن دیا ہو م اصل اور مکفول کی شرط باقی رہ گئی سوا اصل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اس کا آزاد ماقبل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اس کا عاقل ہونا شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی المطعناوی عن البحر والمدعی و موالدین مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جس کے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی والمدعی علیہ و ہوالدیون مکفول عنہ و یسی الاصل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ سے یعنی جس کی طرف سے ضمانت ہوئی اور اس کو اصل بھی بولتے ہیں والنفس والمال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمہ المطالبة علی الکفیل اور جس پر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے۔ م کفیل کو زعم اور ضامن اور جمل اور قبیل بھی کہتے ہیں و دلیلہا الاجماع و سندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت سے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعم غارم یعنی ضامن صاحب تادان ہے۔ م یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے و ترکھا احوط مکتوب فی التورۃ الزعمۃ اولہا ملائمۃ و اوسطہا ملائمۃ و آخرہا غرامۃ مجتبیٰ اور ضامن نہ کرنے میں زیادہ تر احتیاط ہے تو دیت میں لکھا ہے کہ ضامن کی اول میں ملائمۃ ہے اور درمیان میں ندامت اور اس کے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبیٰ م ضمانت کے اول میں ملائمۃ ہے یعنی خلق اس کو ملائمۃ کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجہ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامن کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھ پر لازم ہو گیا۔ اور شاید مجھ سے نہ ہوسکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تادان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامن کو مثال ہے۔ شارح نے ضمانت







نہیں ہوتا۔ مگر پچھلے کفیل کا مطلوب کو کذا فی الجموعی کا نام ضامن لوجہ لائے یہ عبرت عن الجموعی ہے چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اس کے چہرے کا ضامن ہوں۔ اس واسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے۔ کذا فی السراج دلی معرفۃ فلاں علی یزید ان یدل علیہ عنانۃ ولا یلزم ان یکون کفیلًا نہر او اس قول میں کہ فلاں نے شخص کی معرفت مجھ پر ہے اس پر تبادیل لازم ہے اور تبادیل کو ضامن ہونا لازم نہیں۔ کذا فی النہر واذ کفل الی ثلثۃ ایام مثلاً کان کفیلًا بعد الثلثۃ ایضا ابداحتی یسلمہ لانی الملتقط وشرح الجمع لوسلہ للی ال برئ واما المدة لانی غیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلاً تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اس کی تسلیم کرے اس واسطے کہ مطلق اور شرح جمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامن سے بری ہوگا۔ اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہے۔ ہم یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تسلیم مطلوب بہ دائمی ضمانت ہے طحاوی نے کہا کہ ابتداء ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں حاضر ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائے گا اور جب دس دن گزر جائیں گے تو وہ ضامن باقی نہ رہے گا۔ کذا فی التشریح لانی ولو زادنا برئ بعد ذلک لم یفید کفیلًا اصلاً فی ظاہر الروایۃ وہی الحیثۃ فی کفالة لا یلزم در رواۃ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں بعد اس کے یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اس کے بری ہوں تو اصلاً ضامن نہ ہوگا۔ ظاہر الروایۃ میں اور یہ جملہ سے اس کفالت میں جو لازم نہ ہو مطلقاً ضامن نہ ہوگا یعنی مطلقاً ضامن نہ ہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اس کے اس واسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اس نے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو کسی وقت اس پر مطالبہ نہ ہوا تو ضمانت بھی نہ ہوتی کذا فی الطحاوی قلت ونقل فی لسان الحکام عن ابی الیث وان علیہ الفتویٰ ثم نقل عن الواقعات ان الفتویٰ انہ یصیر کفیلًا اہیٰ لکن نقوی الاول بانہ ظاہر الذمہ فقیہ میں کہتا ہوں کہ صاحب شاہ نے لسان الحکام میں ابولیسٹ سے نقل کیا کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اس کا فتویٰ ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے اسی کلام میں قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتویٰ قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذمب ہے سو آگاہ رہتا ہے یعنی در صورت تعارض افتا ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب بالکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ و بہ یقینی و صحیح فی السراجیۃ اور جب مثلاً تین دن کی مدت سے ضمانت ہوتی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہ ہوگا۔ بد دن گزر جانے میں دن کے ظاہر الروایۃ میں اور اسی کا فتویٰ ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں دنی البرازیۃ کفیل علی انہ متی او کما یتطلب فله اجل شہر صحت ولہ اجل شہر مذمبہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسليم ولا اجل لہ ثانیاً اور برازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامن کی اس شرط پر کہ جس وقت اور برابر کہ اس سے مطالبہ ہو تو اس کے واسطے ایک مہینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے طلب کرے گا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اس سے مطالبہ کرے گا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کو لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہ ہوگی ہم یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی۔ کیونکہ اگر ابطال نہ ہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقاً ثم قال ونقل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر من بخلاف البیع لان بنا علی التوسع پھر صاحب برازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضمانت کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اس کو اختیار ہے یعنی چاہے مدت میں ضامن کرے یا نہ کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اس میں تین دن سے زیادہ اختیار شرط صحیح نہیں اس واسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وان شرط تسلیم فی وقت بعینہ احضرہ فیہ ان طلبہ کہیں موعیل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اس کو اس وقت میں حاضر کر دے اگر مکفول بہ طلب کرے جیسے دین موعیل کا او اگر لازم ہے جس کا مدت لازم ہوگی۔ ہم طحاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تاکفیل اور مکفول بہ دونوں کی شرط کو شامل کرے فان احضرہ فیہ والا حبسہ الحاکم حتی ینظر مطلقہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت شرط میں تو خوب ہے اور نہیں ہے تو حاکم اس کو قید کرے جب کہ اس کو ٹالنا ظاہر ہو مگر شائع کیوں کہتا بہتر تھا کہ اذا ظہر مطلقہ اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ ضامن کو حاکم قید نہ کرے تا وقتیکہ اس کا ٹالنا ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے



سے پہلے ظالم نہیں آتی اور بعضے نسخوں میں عین نظر مطلب ہے اور یہ ظاہر ہے خاتمہ اور پیرا میں ہے کہ جس اس وقت ہے کہ ضامن مقرر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور  
 لگاہوں سے اس کی ضمانت ثابت ہو تو اس وقت اس کے جس میں جلدی کرے۔ کذا فی المطعناوی وادخلہ عمرہ ابتداء لا یجسہ عینی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے میں  
 ضرور سے ظاہر ہو تو اس کو قید کرے۔ کذا فی البین فان غاب اعملم مدة ذمہ وایا یہ ولو بدار ذمہ عینی وایا ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اس  
 بچھا، جانے اور آلے کی مدت تک ملت ہے۔ اگرچہ مکفول بہ دار الحرب میں ہو کذا فی البین وایا ملک ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ الا انما جازان  
 ثبت ذلک بتصدیق الطالب زلی زانی ابی ابرہہ بنہ اقامہ الکفیل مست لا یجانی التینہ اور اگر اس مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر  
 میں وہ گھر ہے تو اس سے مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ وہ علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہو ہو کذا فی الزلیلی بمر الرالی میں آنا زیادہ  
 کیا ہے یا ضامن کے لگاہوں سے ثابت ہو جو قید کی جارت۔ حاشا لک کہ مکفول بہ کی اس میں یہ غلط ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی ہے جس پر علم شاید  
 یہاں نہیں قاب الکفول بہ ظہان لازمہ الکفیل حتی یحضر مکفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب دین کو لازمہ کفیل جائز ہے تا وقتیکہ اس کو حاضر کرے وعیہ  
 دفعہ ان علی الکفیل علیہ ان یحضر غائب غیبہ لا تعدی لیس لى موضع فان بری علی ذلک مندفع منہ المصومہ اور دفع لازمہ کا یہ جیلہ ہے کہ دعویٰ کرے ضامن  
 طلب پر کہ تراخص بغیبت غیر معلوم غائب ہے سو اس کا مکان مجھے بیان کرے پھر اگر ضامن اپنے اس دعویٰ پر گواہی گزرائے تو طالب کی خصومت اس سے  
 مندفع ہو جائے گا۔ ولو اختلفا فادخلہ قریۃ التوارۃ معروفہ امرا الکفیل بالذمہ بالیہ والا ملت ان لا یجری موضعہ اور اگر طالب اور ضامن میں اختلاف ہو اسی دان  
 کہتا ہو کہیں کنول بہ کا مکان نہیں: انا اور طالب کہتا ہو کہ تو یہاں ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک  
 جانے کا حکم ہو گا۔ اور نہیں تو اس سے قسم لی جائے کہ وہ اس کا مکان نہیں جانتا۔ اور اگر ضامن نے انیسویں علیہ طالب ان یستوفی بکفیل من الکفیل لکالیف  
 الا قرین مکان میں مہلہ ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو ہار ہے یہ کہ ضامن سے مضبوطی کرے ضامن سے کہ تاکہ وہ دوسرا غائب نہ ہو جاوے ویرا الکفیل  
 بالتفہیم موت الکفول بہ ولو عیلا اور بولے تو ہم ان العبد۔ فاذا ائذرت لیسیر لزمہ قیمة وبعی بالوکل برقبۃ اور بری الذمہ ہو جیلہ کا نہ ضامن  
 مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وجہ کو دفع کیا کہ غلام تو ما ہے پھر جب اس کا تسلیم مستند ہوئی تو اس کی قیمت  
 ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آوے گا کہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ و بموت الکفیل و قبل یطالب وارثہ او یمیرا حضارہ لکنہ برامت حامل ہوئی ہے۔  
 ضامن کی موت سے اور قول ضیعت یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے یا اس کے دھرم سے مکفول جس کے حاضر کرنے کا طالب ہو گا کذا فی السراج لا یموت الطالب  
 بل وارثہ او یمیرا یطالب الکفیل و قبل یمیرا و یمیرا و الذمہ لاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اس کا دھرمی ضامن  
 سے مطالبہ کرے گا۔ اور کل ضیعت یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جائے کذا فی الیمانیہ اور قوی مذہب یہ ہے ویرا بدفعہ الی من کفل  
 له حیث ائی کی موضع یکمن محاصرتہ سوا قبل الطالب اظہر و لکن لم یفل وقت الکفیل اذا دفعۃ الیک فانابری ویرا تسلیمرۃ قائل ستر  
 لیکن بحدۃ الکفلا اوہ انما جزی یقول ذلک انہ بری الذمہ ہو جائے ضامن مکفول کو سپرد کر دینے سے اس مکان میں جہاں اس کو محاصرتہ علی ہو خواہ طالب  
 اس کو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یوں نہ کہا کہ جب میں مکفول بہ کو ترسہ سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جائے  
 ایک بار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں اس کو سپرد کیا ہوں طرقت کثات کی نیت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جب کہ طالب نے اس  
 سے مکفول بہ کو طلب کیا ہو اور اگر طالب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اس کو بھت کثات سپرد کیا مگر محاصرتہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر  
 جنگ یا دیرات میں تسلیم ہو گیا تو ضامن بری الذمہ نہ ہو گا کیونکہ طالب وہاں محصوریت پر قادر نہیں۔ ولو شرط تسلیم فی مجلس القاضی سلم فیہ ولم  
 یجز تسلیم فی قیو برقی فی زمانہ استبداد القاضی فی امانۃ الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن دین اس کو حاضر کرے اور اس



کی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں، اسی کا فتویٰ ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امحق کی مددگاری میں ہم یہ زفر کا قول مفتی بہ ہے ولو سلم عند الامیر اور شرط تسلیم عند القاضی قسماً عند قاض آخر جاز بحر اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اس کو امیر کے پاس حاضر کیا یا اس کی تسلیم اس قاضی کے پاس مشروط تھی سو اس نے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلم فی السجن لوسجوز ہذا القاضی او سجن امیر البلد فی ہذا المصر حاز ابن ملک اور اگر اس کو قید خانہ میں سپرد کیا۔ تو اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا حاکم شہر کا قید خانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک، فی شرح الجمع وکذا برآء الکفیل بتسلیم المطلوب لنفسه لمقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقيامه مقامه ولو سلمه الیہ لان رسولہ الی غیرہ کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکتول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اس کے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اس واسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے ہم تسلیم مطلوب ہے اس وقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اس کے بغیر امر تو بری نہیں ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ اے اس کو اور فلا نے شخص کو سپرد کرتا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اس کو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب اس کو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا۔ اور اگر چاہے تو ضامن بری نہیں رہتا کذا فی الطحاوی قبول الطلاق بشرط ان یقول کل واحد من ہؤلاء سلمت الیک عن الکفیل ودر من کفالتہ ای حکم الکفالة یعنی والا لایبرأ ابن کمال فلیحفظ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ ہم نے تجھ کو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اس کی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا۔ کذا فی یعنی اور اگر اس طرح نہ کہے گا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا صرح ابن کمال تو اس کو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف ای آت بہ غذا فهو ضامن لما علیہ من المال فلم لو اوف بمع قدرته علیہ فلو عجز بحسب امراض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونہ کا افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اس پر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا یا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اس پر مال لازم نہیں مگر اس وقت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہم اور ضامن اگر عاجز ہو طالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا م خلاصہ میں سے کہ طالب جب غائب ہو تو قاضی اس کی طرف سے وکیل قائم کرے۔ کذا فی الطحاوی انما اومات المطلوب فی الصورة المذكورة ضمن المال فی الصورین لانه علی الکفالة بالمال بشرط متعارف نفع یا مطلوب مرگیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے میں اس واسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامن کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت وحق تسلیم باطل ہو گئی نہ وحق مال ولا لایبرأ من کفالة النفس لعدم التناهی اور ضامن مال ضامن سے حاضر ضامن سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامن اور حاضر ضامن میں مخالفت نہیں جو جمع نہ ہو سکیں۔ فلو ابرأه عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد شرطه سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامن سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کر دیا تو اس پر مال واجب نہ ہوگا۔ بسبب نہ یا شے جانے اس کی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی ودر صورت بقائے حاضر ضامن سو ابرا عطا طالب سے وہ باقی نہ رہی قید بموت المطلوب لانه لو مات الطالب طلب وارثه ولو مات الکفیل لطلب وارثه ودر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر طالب مرے گا تو اس کا وارث طلب کرے گا۔ اور اگر ضامن مرے گا تو اس کے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعه الوارث الی الطالب برئ وان لم یدفعه حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترک المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا



تو دولت بری الذمہ ہو گیا۔ اور اگر اس کو نہ دیا گیا ہو تو اس کی وقت گزر گیا تو اس کو لازم ہو گا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے مال دینا لازمی ہو گا کذا فی البیانی ولو اختلفا فی الموافقة و مدہا فالقول للطالب لانه منكر او جئنا فللمال للذم علی الكفيل خاتمة اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافقات اور عدم موافقات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہو گا کیونکہ وہ منکر ہے اور اس وقت میں تو مال لازم ہو گا ضامن پر کذا فی الخاتمة و فیما لو اتفق الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنه القاضی دیکھا اور ضامن میں ہے کہ اگر حبيب رباً طالب سوا مولا نے اس کو نہ پایا تو قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی نام مطلوب اس کو سپرد کیا جاوے۔ ولا یصدق الکفیل علی الموافقة الا بحی۔ اور ضامن کی تصدیق نہ کی جائے گی موافقات پر یعنی مطلوب کے حاضر نہ ہونے پر بدون گواہی کے ادعی علی الاخر حقاً یعنی ادا نہ دینا و علم بہینہا ایچہ ام رویہ ام اشر فیہ تصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی البیانی یا سودینار کا دعوی کیا۔ اور اس کی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشر فی ہے تاکہ دعوی صحیح ہو تا فقال رجل لکذا وھ فاما کفیل بنفسہ والہ لم یراکم فخلی فعلی الماتہ فلم لو اتف الرجل بہ بعدا فلیس للماتہ اتی الی بینا الی ما بالینہ لواء اقرار المدعی علیہ سودی مذکور صحابہ کے کہہ کر معاہلیہ کو چھوڑ دے میں اس کا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کرے گا تو مجھ پر سودینار ہیں سو اس نے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سود واجب ہوں گے۔ یعنی وہ سودینار جو سودی نے بیان کیا یعنی ثابت کیا ہے یا گواہی ہے یا معاہلیہ کے اقرار سے و تصح الکفالتان لانه اذا بین التمس البیان باصل الدعوی فبین موت الکفالتان بالنفس فترتب علیہا الخاتمة اور صحیح ہوں گی دونوں ضامنین یعنی حاضر ضامن اور مال ضامن اس واسطے کہ جب دعوی کا بیان ہو گیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہو گیا۔ تو حاضر ضامن کی محنت ظاہر ہو گئی تو اس پر دوسری ضامن یعنی مال ضامن مرتب ہو گئی یعنی بر چند اول دعوی مجبور فیہ بین تھا لیکن جب آخر کار اس کا بیان ہو گیا تو جوابت مرتفع ہو گئی۔ اور حاضر ضامن صحیح ہو گئی پھر جب حاضر ضامن صحیح ہوئی تو اس پر مال ضامن کی بھی محنت مرتب ہو گئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانه یدعی موت الکفالتان اور بیان میں اسی کا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ موت کفالت کا مدعی ہے ہم شارع ارجاع ضمیمہ میں صاحب درمنا میں ہو گیا۔ اور حلال کہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیمہ مذکور کفول لہ ہونا چاہیے الخاتمة میں ہے اس واسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور وال ہے یعنی باندہ مدعی التمس کیونکہ ضمیمہ کی کفول لہ کی طرف رجوع ہے کذا فی الطحاوی وکلام السراج یبید اقرضا اقرار المدعی علیہ المال فلو ادر سراج کا کلام مال کے معاہلیہ کے اقرار شرط ہونے کا مفید ہے تو اس کی تیقن کرنا چاہیے ہم شرط ہو گئے کہ اہتمام کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز ادا اصلا و جمع اور درود فیہ میں ہے کہ معاہلیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لہذا کفر المدعی علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حید و قود مطلقاً معاہلیہ پر جو نہیں حاضر ضامن دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقاً و قال لا یجوز فی قود حد قذف و سرقة کفر غیر لانه حق آدمی و لہ بالجرم باللازم لا یجوز اذہا جس اور ضامن نے کہا کہ معاہلیہ پر حاضر ضامن دینے کے واسطے حد ہے قصاص اور حد قذف اور سرقت میں تفریر کے مانند کیونکہ وہ کوئی کا حق ہے۔ اور جبر سے مراد بقول صاحبین لازم ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولوا عطی برضاء کفیلانی قود و قذف و سرقة و جلاز اتفاقاً ہیں کمال ظاہر کلام انہائی حقوۃ تعالی لا یجوز نہ بر قطف و یجوز انہا ان تصح بنفس حد و قود فلیکن التوفیق لہ اگر معاہلیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقت کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو قہراً لکنا ہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آوے گا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اس واسطے ضمانت صحیح نہیں کہ استیفاء حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود و خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ ضمانت تو وہ بطریق تبرع کے قائل سے بخلاف اس کے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اس حدوں کلام میں متفق نہ رہا ولا یجوز فیہا حتی یشہد شاہدان مستوفان او واحد عدل یقرہ القاضی بالعدالة لان لیس البتہ مشروع و کذا العزیز للہم بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں



جب تک دو شاہد مستور العدالت والفسق گواہی نہ دیں یا ایک شاہد عادل جس کی عدالت کو قاضی جانتا ہے اس واسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسی طرح تعزیر تہمت کی مشروع سے کذا فی البحر فوائد یہ چند ثابت ہیں جن کو شارح نے زیادہ کیا لایزم احد احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کیفیل نفس و سببان قاضی والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج ہر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی کے واروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ م قنیہ میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور واروغہ محبس نے پر اس کو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو واروغہ سے اس کے حاضر کروینے کا مطالبہ جائز ہے انتہی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میری بیٹی کا ضامن ہو سو ضامن نے اس کو طلب کیا تو باپ پر اس کا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا ہر اس کے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہے یعنی مہر دے چکا ہے اور اس نے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اس کو حاضر کرے اور نہیں تو امین اس کے پاس بھیجے و فی حاشیتہا لابن المصنف معنی الاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفله اذا غیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات عادیہ سے نقل کر کے باپ سے اس کے صغیر کے حاضر کروینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرض دار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی فیہا القاضی یاخذ کیفیلًا باحضار المدعی علیہ الا فی اربع مکاتبہ و ماؤنہ و مدعی وکیل اذا لم یتب المدعی والوکالۃ اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کروینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التآثر غایتا و اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کروینے کے واسطے ضامن لے مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اس کے مکاتب اور ماؤنہ میں اور مدعی اور وکیل میں جب کہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو م جب کہ مدعی نے مکاتب پر بلی کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاوے گا اور عہد ماؤنہ غیر مدیون نے اپنے مدعی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مدعی سے حاضر ضامن لیا جائے گا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضمانتی طلب کرے تا اپنے گواہوں کو حاضر کرے تو قاضی اس وقت مدعی اور وکیل سے ضامن لے گا کذا فی الطحاوی فی شرح الجمعین محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی الکفیل ولو کان غیر بالذبح اتفاقا بل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح جمع میں محمد ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اس پر جر نہیں ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جر نہیں بلکہ اس کا حق فقط قسم میں ہے۔ ہم یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے براء الاصل براء الکفیل الا کفیل النفس الا اذا قال لا حق لی قبلہ ولا لمدعی ولا لیتیم نادیہ ولا لوقف انا متولیہ فیمند براء الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کروینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں جب کہ طالب لیل کہے کہ اس کی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے مول کا حق اور نہ اس قسم کا جس کا میں مدعی ہوں اور نہ اس وقت کا جس کا میں متولی ہوں۔ تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما کفالة المال فتصح بہ ولو المال بمحو لا اذا کان ذلک المال دینا صحیح الا اذا کان الدین مشترکا لکما سببی لان قسمة الدین قبل قبضہ لایجوز بطبیۃ اور مال ضامن تو صحیح ہے اگرچہ مال بمحو غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامن صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا اس واسطے کہ دین کا قسمت کرنا اس کے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیرۃ ہم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اس کے حصے کا ضامن ہوا تو یہ ضامن صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں قسمت دین قبل قبضہ لازم آتی ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ والا فی مسئلۃ النفقة المتقوۃ بجمع انہما تسقط بھوت و طلاق اشباہ وکما ہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجة لا بالقیاس سوائے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو ضامن صحیح ہے باوجودیکہ نفقہ موت او طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے۔ کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہانے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہے حاجت کے سبب سے نہ قیاس







کہا کہ جو تو محمود سے خرید کرے گا یا تجھ سے محمود غصب کرے گا اس کا میں ضامن ہوں پھر فی النور بیع یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں  
 ولو باع ثانیاً لم يلزم الكفيل الا في كل ما قيل يلزم الا في اذا وعلية القهستاني والشرنبلالی فليفظ اور اگر دوسری بار بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم نہ ہوگی مگر کلام کے لفظ  
 میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ میں لازم نہیں اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے مجھ سے نقل  
 کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ مابایعت فلانا فعلی پھر اس نے چند بار بیع کی تو اس پر ضمانت لازم نہیں مگر اول بار کی انتہا اور قول ضعیف میں لفظ ماکلا  
 کا مفید ہے عموماً کذا فی لفظ طحاوی ولو بیع عنه الکفيل قبل المبیعة صح بخلاف الکفالة بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کرے گا قبل خرید و فروخت کے تو  
 رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ہم یعنی اگر ضامنی اس طرح کی کہ مابایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اس نے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ ما ذاب  
 لك عليه فعلی یعنی جو تیرا دین اس پر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیوں کہ یہ ضمانت ہے دین متاخر الظہور کی بخلاف ما غصبك الناس  
 او من غصبك من الناس او بايعك او قتلک او من غصبته او قتلته فانا كفيله فانه باطل اور بخلاف اس قول کے کہ جو تجھ سے غصب کریں لوگ یا جو شخص لوگوں میں سے تیرا  
 مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ سے یا جو شخص تجھ کو قتل کرے یا جس کا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو میں اس کا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے ہم اس  
 واسطے باطل ہے کہ امثلہ مذکورہ میں یا مفعول عنه کی جہالت سے یا مفعول له کی کقولہ ما غصبك اهل هذه الدار فانا ضامن فانه باطل حتیٰ سی انسا تا بعینہ چنانچہ یوں کہتا کہ جو  
 تجھ سے غصب کریں اس گھر کے تو میں ضامن ہوں یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک معین انسان کا نام نہ لے ہم بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے  
 کہا کہ جو تم لوگ اس شخص سے بیع کر دو گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اس سے بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر ۱ و  
 علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالة باحد او ثلثه یا ضامنی کی تعلیق بوشرط صریح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے اور  
 ثلثه سے ہم او علقت عطف ہے کان یر یعنی کفالة المال تصح اذا كان المال ديناً صحیحاً او علقت بشرط بكونه شرطاً للزوم الحق نحو قوله ان استحق المبيع او وجد  
 المودع او غصبك كذا او قتلک او قتل ابنک او صدك فعلی الدية ورضی بہ المفعول جاز بخلاف ان الکک سبع ہونا شرط کا مناسب ضمانت اس طرح پر کہ وہ لازم  
 ہونے حق کی امیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط جو بہ حق کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن کا کہ اگر بیع مستحق غیر نکلیے یا امانت و اتیری امانت کا انکار کرے یا کوئی  
 چیز تجھ سے غصب کرے یا تجھ کو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھ پر دیت ہے اور مفعول یعنی مفعول له اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس  
 شرط کے کہ اگر تجھ کو ورنہ کھا جاوے تو میں ضامن ہوں ہم بعینہ نسخہ نیک صیدک مدقک ہے اور دیت سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے اور قتل  
 مخاطب قتل خطا مراد ہے اس واسطے کہ قتل عدیں حنیف کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اس واسطے صحیح نہیں کہ ورنہ مفعول عنه ہونے  
 کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس واسطے کہ اس کا فعل بہرے اور شرط لا مکان الاستيفاء نحو ان قدم زيد فعلی باعیه من الدين و هو معنی قوله هو ای والحال  
 ان زيد مفعول عنه او معناه به او مودعه اور غامضہ جازت الکفالة المتعلقة بقدمه لتوسله للاداء یا شرط ہو مکان استيفاء کی یعنی ضامن کو امیل کی حاصل ممکن ہو  
 چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اس پر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مفعول عنه ہے یا ضامن کا مضارب یا امانت دار  
 یا اس کا غامض ہے تو وہ ضامنی جو اس کے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ابراء دین پر او شرط المتعذرہ ای الاستيفاء نحو ان قام  
 زيد عن المصرف فعلی و امثلہ کثیرہ فہذہ جملہ الشرط التي يجوز تعلیق الکفالة بہا یا شرط ہو اس کے تعذر کی یعنی استيفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر  
 زید شہر سے غائب ہو تو اس کا دین مجھ پر ہے اور تعذر کی مثالیں بہت سی ہیں سورہ بالکل وہ شرط میں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ہم من جملہ امثلہ کثیرہ مذکور  
 کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلا نے پر ہے تلف ہو یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے تو میں ضامن ہوں ولا  
 تصح ان علقت بغير ملائم نحو ان هبت الريح او جاء المطر لانه تعلیق بالتعذر تبطل ولا يلزم المال و ما فی الهدایہ سہو کا حذرہ ابن الکمال اور ضامنی



صحیح نہیں اگر اس کی تعلیق ہو شرط غیر موافق ہے چنانچہ اگر جو اپنے یا مینہ آئے تو مجھ پر سے کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اس کا بالیقین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہ ہوگا خاص پر اور جو بایں ہے وہ سہو ہے چنانچہ اس کو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ بایں یوں ہے کہ تعلیق بسبب رجوع و رجوع مطلق اگر چہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط صحیح ہوئی تو شرط فاسدہ سے باطل نہ ہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدر میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر طائم کے ساتھ کفالت اصلاً صحیح نہیں ہوتی اور اصل غیر طائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اس کا کچھ ثبوت نہیں سوائے اس خلاصہ کے کہ ذاتی الطحاوی نعم لو جعلہ اجلاً صحت ولزم المال للمال لئلا یمنع ظاہل اگر شرط غیر طائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اصل فی الحال لازم ہوگا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اس طرح کفالت کے کہ میں ضامن ہوں تاہو بوجہ رجوع و رجوع مطلق ایضاً بجمالیہ المکفول عنہ فی تعلیق و اضافہ لا یجوز کفالت مالک علی غایہ او فلان مفعول و تسعین مفعول لہ لانه صاحب الحق او صحیح نہیں ضامن مفعول عنہ کی جہالت سے پہلی تعلیق اور اضافت میں نہ تخیر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو ظاہر ہے پر بجا ظاہر ہے پر تو تخیر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کامعین کر لینا مفعول لہ کے امتیاز میں ہے کیوں کہ وہ صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ مگر تجھ سے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ملین ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت ہو اس کا میں ضامن ہوں کہ ذاتی الطحاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا باطل و بے اور جو جلی نے تعلیق کی مثال دی اس کو طحاوی نے اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہے۔ وائے تھانی اہم طحاوی بجمالیہ المکفول لہ و مطلقاً اور صحیح نہیں ضامن مفعول لہ اور مفعول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مفعول بہ سے یہاں مراد نفس ہے مدلل اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہیں نعم لو قال کفالت رجلاً اخر فہو جہل لہا ما سہ جاد و اکی رجل اتی بہ و حلت انہ ہو بری بزازیتان اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں اس مرد کا جس کا منہ یہاں ہوں نہ نام اس کا تو ضامن جانتے اور جس مرد کو لادے گا اور قسم کھا دے گا کہ یہی شخص مفعول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کہ ذاتی ابن ازیغی فی السراجیۃ قال لعنہ و بونجات علی دابتہ من الذمہ ان اکل الذب حادک فاما خاص فاکل الذب لم یضمن اور ملوچ میں ہے کہ صاحب غائب نے اپنے مکان سے کہا ان حادک بھان اپنے جانور پر بیڑ ہے سے ڈر تلبسے کہ اگر بیڑ یا تیرا گدھا کھا جاوے۔ تو میں ضامن ہوں سو اس کو بیڑ یا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ہم ملت عدم ضمان اکل ذب اکل سبع میں مذکور ہو چکا تھا جواب ای ثابت لک علی الناس اذلی احد منهم فعلی مثال مطلق و نحوہ ما بایت ہر احد من الناس مطلق چنانچہ جو ثابت ہو تیرا دی لوگوں پر یا کسی شخص پر سوچو یہ مثال ہے اول کی یعنی مفعول عنہ کی جہالت کی مانند اس کے یہ ہے کہ جو تو بیچ کر کے کسی سے لوگوں میں وہ مجھ پر ہے کہ ذاتی میں مطلق او ما ذاب علیک للناس اول احد منهم علیک فعلی مثال ثانی باجواب ہو لوگوں کا خجہ پر یا کسی کا لوگوں میں سے خجہ پر سوچو یہ ہے یہ ثانی کی مثال ہے یعنی مفعول بہ کی جہالت کی و لا ینحی بنفس احد و قصاص لان الذیابہ لا تجزئی اعتبارات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں و لا یکل و ابہ معینہ مستاجر لہ و خدمتہ جہلین مستاجر لہا ای خدمتہ لہ و لزم تغیر المعقود علیہ اور یہ ضمانت صحیح ہے معین جانور کی بار برداری کی جس کو کرایہ لیا بار برداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمت گزری غلام میں کی جس کو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت میں معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے ہم تغیر معقود علیہ اس واسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اس کی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اس کو قدرت نہیں غیر کے جانور پر اور اگر مطلق ایسا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ جانور لایا جس پر عتدا ہوا نہ منعقد نہیں ہوا کہ ذاتی الطحاوی میں البکر بخلاف فیہ طیس لوجب مطلق بفضل لا تسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اس میں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب جو نے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنی غیر معین جانور میں مطلق بار برداری واجب ہے اور ضامن اس بار برداری کے اس طرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا دے اور تسلیم اس پر واجب جس بخلاف میں جانور کے کہ وہ تسلیم



واجب ہے نہ بار برداری شارح نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جس کو ابو نصر اقطع نے مذکور کیا ہے اس طرح پر کہ ضمانت حل واجبہ معینہ اس واسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا تو موجد پر تسلیم جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کرے گا تو اس کا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجد پر بار برداری واجب ہے سو اس کا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اس کی ضمانت صحیح ہے کذا فی الخطاوی ولا یمسح قبل قبضہ و مریہون و امانۃ باعینا ہا و صحیح نہیں ضمانت میں بیع کی قبل اس کے قبض کے اور نہ معین مریہون اور نہ معین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہوا میل پر اس طرح معین مکفول و مریہون اس کے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ بیع مضمون بالثمن اور مریہون مضمون بالدين ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو تسلیم ہوا صح فی الكل در درجہ الکمال تو اگر ضمانت ہو امور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر و ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ ا میل پر واجب ہے تو اس کا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو بلک المستاجر مثلاً لاشی علیہ لکفیل لنفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں حاضر ضامن کے مانند ہم مستاجر یہاں بفتح جیم ہے و بہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو ا میل مطالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہاں اجرت پھر دینا ہے اور ضامن اس کا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک بیع اور مریہون کا کذا فی الفتح و صح ایضاً لو مکفول بہ ثمن لکونہ دینا صحیحاً علی المشتري الا ان یكون مبیا مجوراً علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا لاصیل خانیۃ اور بھی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اس وقت دین صحیح نہیں جب کہ مشتری صغیر مجبور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہ ہوگا ا میل کی تبعیت سے کذا فی الخانیۃ یعنی جب صغیر مجبور علیہ پر ثمن مضمون نہ ہو تو اس کے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا و کذا فی مقصود یا و مقبوض علی سوم الشراء ان سی الثمن والا فهو امانۃ کا سر اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مقصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت عدم تسلیم ثمن ضمانت اس کی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں و مبیعاً فاسداً او بدل صلح من دم و خلع و مہر خانیۃ اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدل صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر کو کذا فی الخانیۃ ہم وجہ صحت اشیا مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل نہیں ہو جائیں ہلاک ہونے میں سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیا مذکورہ ان کے قائم مقام ہو جاتی ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا طحاوی نے کہا اولی یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اس کا بے معنی ہے والا صلح انہا تفع بالایمان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہ و لا بالامانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے ایمان مضمونہ بنفسہا کی نہ ایمان مضمونہ بغیرہ کی اور نہ امانت کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ ایمان ا میل پر مضمون میں یا غیر مضمون تو ایمان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور ایمان مضمونہ یا مضمون بغیرہ میں یعنی در صورت ہلاک ان کی قیمت واجب نہیں چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے چنانچہ رس کہ وہ مضمون بالدين ہے سو کفالت ایمان مضمون بغیرہ کی صحیح نہیں یا ایمان مضمونہ بنفسہا میں یعنی ان کی قیمت واجب ہے در صورت ہلاک چنانچہ مقصوب اور بیع فاسد کا بیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اس کی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اس کی یا شل اس کا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصاً ولا تصح الکفالات بغيرہا بلا قبول لطلب ادنا بہ ولو فصولیاً فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضامنیں ہی ال فانی اور حاضر ضامن صحیح نہیں بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اس کے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہ ہو فصولی ہو ہم تو اگر ا میل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کمال ا میل سے ضامن بھرے اور اگر وہ راضی نہ ہو بعد اس کے قبول کرنے کے تو نہیں لے سکتا اور اگر فصولی عقد ضمانت



کی مجلس میں ضامن قبول کو یہ تودہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامن سے آپ کو نکال سکتا ہے شام قبل اجازت کے کذا فی الطحاوی و جوزا  
 لثانی بلا قبول و بطریق و رد و بناد و قریب لکھو و بہ قات الا تکتہ التثنیہ مکی نقل المصنف من الطرسوسی ان الفتوی علی قولہا و اختارہ شیخ قاسم  
 بناسکم الانشاء و ردہ ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامن کو یہ قبول کرنے طالب کے اداسی کا فتویٰ ہے کذا فی اللہ و البرازیہ او ثبات رکھا ہے اس  
 کو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے مینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ امام اور محمد کے قول پر ہے اور  
 شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنہما ان قال انما کفیل بالمال فان علی  
 فان حال فیمیت الطالب و کفیل وارث المریض الملی حنفی ہمارہ بان یقول المریض وارثہ نقل مکی علی بن الدین تکمل بمعینہ انفراد صح فی المریض  
 بلا قبول اتفاقا استسمانا لانا و صیتہ لکھو قال لا یجوز لم یصح و قبل یصح فشرح الجمع او اگر ضامن غیر سے ضمانت سے اس طرح پر نہ کہے کہ میں طائفے کے مال کا ضامن  
 ہوں جو طائفے پر ہے یہ جہودی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مال دار کے وارث نے مریض کی طرف سے اس کے امر سے اس طرح  
 پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہو یا باوجود غائب ہونے ار باب دیوں کے تو ضمانت  
 صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استسمان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت سے تو  
 اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہ تو ضمانت صحیح ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح الجمع کفالت وارث اس واسطے جائز ہوتی کہ مریض  
 قائم مقام سے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فدرغ الذمہ ہو جائے اداسی میں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارع نے تعلیل مسئلہ  
 اولیٰ مذکورہ کی بسبب اس کے ظاہر ہونے کے اس واسطے کہ اخباری العقیدہ اخبار ہے اس کے دونوں دیکھنے سے یعنی ایجاب اور قبول سے دنیٰ المنفعہ الصو  
 او بدو حق انہا کفالات مکی یہ وہ علیہ توقفا علی المال اذ فتح القدر میں ہے کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجود ہے اور ثبات یکہ ہے کہ وہ یعنی ضمانت  
 وارث کفالت سے نہ وصیت لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقاً جائز ہوتی مال پر موقوف د  
 ہوتی۔ ولو مال علی غائب بل یؤثر الخیر بانشاء و یطالب الکفیل لہ ما وہ و یضی علی اذ وصیتہ او یستطاع علی انہا کفالات او اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب  
 دین کو اس کے انشاء کا امر کیا جائے یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے اس کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اس کے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انشاء  
 کیا جائے نہ اس کی کفالت ہونے پر صحیح ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت بہر طرح ضمانت نہیں ہے اس واسطے  
 کہ وہ صحیح نہیں ہدول مال مریض کے تو اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اس واسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقاً تو شخص  
 صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں و قیدنا ہمارہ لان تبرع الوارث بفضائلی فیہ تم لایصح و ردی الحسن الصو اور قید لکھائی ہم نے ضمانت مریض میں اس کے  
 امر کی اس واسطے کہ تبرع وارث کا اس کی ضمانت میں اصحاب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتد ہے کذا فی الطحاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی  
 ہے دونوں امر کے بھی ولو ضامن بعد موت صحیح سراج و نقل قول الثانی لما مر بہ او اگر وارث ضامن ہو امیت کا اس کی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج او شاید  
 کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ کذا فی النہر مذکور ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں و فی البرازیہ اختلافی الاخبار و الانشاء و الخلق  
 طبر اور برازیہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشاء میں ہے تو خبر کا قول معتد ہے یعنی صحیح اخبار کا اور وہ طالب سے اس واسطے  
 کہ اصل صحت ہے اور صحت معتد ہے یہاں کام کو اخبار قرار دیا کہ کذا فی الطحاوی و لا یصح بدین ساقط و لو من وارث عن صیت مفلس الا اذا کان کفیل او  
 دین سراج او خبر لہ مال صحیح بقدرہ ابن حکم او صحیح نہیں ضمانت اس دین کی جو ساقط ہے صیت مفلس سے اگر یہ ضمانت صیت کے وارث کی ہو مگر اس وقت  
 وہ ساقط نہیں جب کہ دین صیت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اس کی زندگی میں دین جو کذا فی المراج یا اس کا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقصد مال مذکور



کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مغفل دنیا کے احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اس کی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اس کی حیثیت میں ہوئی یا اس نے کچھ دین رکھ دیا تو اب دین اس کا سا قطن ہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنینہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مغفل کی پر میت کا مال ظاہر ہوا تو اس قدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی اولحقہ دین بعد موتہ فتوح الکفالتہ بہ بان حفرہ علی الطريق قلف بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ و ضمان النفس علی عاقلة لثبوت الدین مستند الی وقت السبب و هو الحفر الثابت حال قیام الذمۃ بحکم میت کو دین لاحق ہو اس کی موت کے بعد تو اس کی کفالت صحیح ہے اس طرح پر کہ میت نے کنواں کھودا اتھاراہ میں یعنی غیر ملک میں پھر اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اس کی موت کے تو لازم آوے گا ضمان مال کا اس کے مال میں اور ضمان نفس اس کے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنواں کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی الجہر و ہذا عندہ و صحابہ مطلقاً و بہ قالت ائمتہ اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مغفل امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اس کا مال ظاہر ہو یا نہ ہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا ولو تبرع بہ احدہم اجراء اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالا جماع اس واسطے کہ تبرع کا اقتضا قیام دین پر نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح کفالتہ الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل مبیعہ لان حق القبض لربا لا صالۃ فیصیر ضمانا لنفسہ اور صحیح نہیں ضمانتی وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اس چیز میں جس کے بیچنے کے واسطے اس کو وکیل کیا اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالا صالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہرے گا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہم وکیل کی قید اس واسطے لگانی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور بالبیع کی قید اس واسطے لگانی تاکہ صورت نکل جاوے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اس واسطے لگانی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر و مفادہ ان الوعی والناظر لا یصح ضمانہا الثمن من المشتري فیما باعہ لان القبض لہما ولذا لو ابرء من الثمن صح وضمانہ او تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وہی اور ناظر کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اس چیز میں جس کو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق انہیں دونوں کے واسطے ہے ولذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہاء کے کلام سے ولا تصح کفالتہ المضارب لرب المال یہ ای بالثمن لا مروان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر حکم المشترع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اس واسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا ان کا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ این برضمان نہیں ہم طحاوی نے کہا کہ این ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقاً ولو بائث لانه لو صح الضمان مع الشریک لیسعیر ضمانا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ و لا یجوز ان یمسح بہاں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اس واسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اس واسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن او کرے گا تو شریک کا اس میں حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہے تو قسمت دین قبل اس کے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جازگما لو کان منفقین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو مبدائی عقد امام کے نزدیک اس طرح ہے کہ لفظ بعث مکرر ہوا اور صاحبین کے نزدیک اس طرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح الکفالتہ بالعہدۃ لاشتباہ المراد بہاں اور عہدہ ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ہم ضمانت اس طرح پر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن



اس پر مکتوب کریں یا ان نہ کریں کہ جبکہ کسی چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں اس واسطے کہ جبکہ کا لفظ اس وثیقہ میں مستعمل ہے جو ملک ہائے کاشا بڑا و سہ ہائے کاشا ملک ہے تو اگر اس کی تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اس کا ضامن ہوا جس پر قادر نہیں اور مشترک ہے ہتھ میں اور اس کے حقوق اور درک اور نیا شرط میں اور جو کہ عمل اس پر قبل بیان متعدد ہے بسبب جہالت کے لہذا اس کی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحاوی ولا یأخذ بالحلل اص ای تخلیص میں یسحق بجزہ عنہ اور ضمانت خلاص کی یعنی اس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق غیر موجب بسبب حاجت ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلیص ولو بشر او ان قد صدق الا فی رد الثمن کان کالدک صینی مان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگر تخلیص اس کے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہیں تو ثمن مشتری کو پھر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ غاذہ ہے جس کو شارح نے زیادہ کیا مٹی ادوی بکفالات

فاسدہ میں کیسے جامع الفصولی ثم قال ونظیرہ کو نقل ببدل الکتابہ لم یصح فی رجب باوای اذا حسب انہ یجوز علی ذلک لفناء السابق و اقرو المصنف فلیعقل جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادایا تو مطلوب سے بھرے کفالت صحیح کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اس کی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتیب سے بھرے اس دین جو اس نے دی بالشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اس کے دین پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کو تو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کرے گا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دے گا تو رجوع جائز نہیں والکفیل یا امرہ ای بامر المملوک بشرط قولہ عنی ادعی انہ علی وجہ غیرہ و جبکہ جو دین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہوا اس شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر مجبور اور غلام مجبور نہیں ہے کذا صریح ابن ملک ہم تو معلوم ہوا کہ صغیر مازون اور جہد مازون کا امر صحیح ہے لائق رجوع رجوع علیہ بما ادی ان ادی باضن والا فیما ضمن وان ادی ارد الملک الدین بالاداء فان کان الطالب وکما لو ملکہ بیہ اوارث عینی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے بھرے جو اس نے ادایا اگر اس نے ضمانت کے موافق ادایا اور اگر اس نے ضمانت کے مخالف ادایا اس طرح پر کہ مکفول بہ جہد تھا سو اس نے روی دیا یا بالکس تو ضمانت کے موافق بھرے اگر چاہے اس نے بدتر ادایا ہو بسبب مالک جو نے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جائے بسبب ہبیہ اوارث کے کذا فی العینی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہ متنبہ ہے کہ طالب مرہائے اور ضامن اس کا وارث ہو یا طالب نے اس کو اپنی حیات میں دین مذکور مہیکھا ہو اور یہ مہیکفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیرہ یوں کے واسطے مہیکفیل دین جائز نہیں کیونکہ یہاں دین منقول ہو اکیفیل کی طرف منتقل ہونے سے نسبت ضرورت کے کذا فی الطحاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرہ الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عادۃ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اس کو مطلوب سے نہ بھرے بسبب اس کے تبرع کے مگر جب کہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور بھرے کذا فی العادۃ و حیلۃ الرجوع بلا امر ان یمسک الطالب الدین ویؤکلہ بقبضہ ولو بالحبۃ اور جہد بھر لے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن کو دین مہیکر دے اور اس کو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولو الجیمۃ ہم ولوا الجیمۃ میں یہ حیلہ یعنی کفالت نفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتدا جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اس وقت جاری ہے جب کہ ضامن نے بقدر دین دیا اور نہ ذکر نہ کیا کہ یا میل یا دین ہے اور اگر اس کو ا میل کا دین کہہ کر دے گا تو ا میل دین سے بری ہو جائے گا پھر یہ حیلہ صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ولا یطالب کفیل امیلا بال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لان تکلیف بالاداء نعم کفیل اخذہ من قبل امیل قبل اداء و غایتہ ان مطالبہ ذکرے ضامن امیل سے قبل اس کے کہ ادا کرے ضامن امیل کی جانب سے اس واسطے کہ ضامن اس کا ملک ہوتا ہے ادا کرنے سے ان ضامن کو کوئی چیز گھر میں لینا امیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذا فی لایۃ فالح لزوم الکفیل لازمہ ای لازم ہوا امیل



ایضا حتی بخلصہ پھر اگر کڑا جائے ضامن تو وہ بھی پکڑے اخیل کو تا اس کو وہ چھوڑا جائے واذا اخیلہ لہ حصہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل  
لامطلوب دین مثله والا فلا ملازمة ولا حبس سراج اور جب کہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے جب  
کہ اس نے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہ ہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اس پر دین ہو تو نہ ملاز  
مہ ہے نہ حبس کذا فی السراج وفي الاشباه اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اخیل کی براءۃ کا  
موجب ہے ہم للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا حال الکفیل علی مدیونہ بشرط براءۃ نفسه فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ  
کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اخیل بری الذمہ نہ ہو گا ہم مدیون قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال  
علیہ یہی حکم رکھتا ہے وپہرئی الکفیل یا داء الاخیل اجماعا الا اذا برهن علی اداۃ قبل الکفالة فیبرأ فقط کا لو حلف بھر اور بری الذمہ ہو گا ضامن اخیل کے  
ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اخیل گواہ لا دے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اخیل بری ہو گا چنانچہ اخیل اگر قسم کھائے گا کہ میں نے  
قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط بری الذمہ ہو گا کذا فی البحر مسئلہ قسم کا منخ التفارین فیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے  
سو بے محل ہے ظاہر یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اس پر کیونکر قسم آئے تو لیو پر اس کی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعویٰ کیا سو کوئی آدمی  
اس کا کفیل ہو اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں بھر مدعی علیہ نے قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہو گا نہ کفیل کذا فی الخطاوی ولو ابراء  
الطالب الاخیل واخر عنہ ای ابراء بری الکفیل تبعاً للاخیل الا کفیل النفس کا مراد اگر بری الذمہ کر دے طالب اخیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی  
ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کر دے تو ضامن بری الذمہ ہو گا اخیل کا تابع ہو کر مگر کفیل نفس بری نہ ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا حاضر ضامن کی بحث میں و تاخر الدین  
عنہ تبعاً للاخیل الا اذا صار الحکامات عن قتل العمد بآل ثم کفله انسان ثم عجز المكاتب تاخرت مطالبۃ المصارح الی عتق الاخیل ولا مطالبۃ الکفیل الا ان اشباہ  
اور متاخر ہو گا مطالبہ دین کا ضامن سے اخیل کا تابع ہو کر مگر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاثر  
ہو مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائے گا تا عتق اخیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک  
اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم غایہ میں مذکور ہے علت تاخیر مطالبۃ تنگ دستی اور افلاس اخیل بحر الرائق  
میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اخیل مفلس تنگ دست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگر وہ مقدور والا ہو کذا فی الخطاوی  
ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاخیل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہیں یعنی براءت کفیل براءت اخیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاخیل کی موجب  
ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم تو کفیل بالمال مؤجل تا اجل عنہا لان تاخیر علی الکفیل تا اجل علیہا لان اگر فی الحال مال کی ضامن  
ضمانت کرے مدت مقرر کر کے تو اخیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اخیل اور ضامن  
دونوں پر مہلت دینا ہے۔ وفيه لشرط قبول الاخیل الابرار والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اخیل کا ابراء اور تاجیل کو شرط ہے  
نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر ضمیر فیہ بحر الرائق کی طرف راجع ہے جو قبل اس کے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اس میں نہیں بلکہ تہا یہ سے یوں مذکور  
ہے کہ ابراء اخیل اور تاجیل اس کے رو کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رو کرنے سے پھر جاتی ہے اور تاجیل اس کی نہیں پھر جاتی انتہی خلاصہ اس  
کا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں لیکن کرنے سے پھر جاتی ہے کذا فی الخطاوی الا اذا دہبہا وصدق علیہ در قبول کفیل شرط نہیں مگر جب کہ طالب  
نے اس کو مہبہ کر دیا اس پر تصدیق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرہم مہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقر ہونے کے قبول اس  
طی فی الحال کے لفظ میں تسامح ہے فرض اس دین سے ہے جس کی میعاد ہو گئی ۱۲۔



واسطے شرط ہو اگر ہباد صدقہ دین میں تسلیط علی المدیوں شرط ہے قلت ولی کاوی ابن یحیم ابد علی الکفیل یا جمل علیہا و عہدہ للمادی القدسی فی مفظ میں کہتا  
ہوں اور ابن یحیم کے فتاویٰ میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور امیل دونوں پر مہلت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن یحیم نے مادی قدسی کی طرف منسوب  
کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا یہ قول مستثنیٰ صورت پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالمال یا رخ ثواب متن سے کچھ منافات نہ رہی ولی القیت طالب الدائن  
الکفیل فقال لا امبر حقو بھی لا امیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلق علیک بل برأجاب لہم و قبل لا و ہوا الخ اور فقہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ  
کیا سو اس نے کہا صبر کر تاکہ امیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اس پر میرا کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے امیل بری الذمہ ہو جائے  
گا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ بری الذمہ نہ ہو گا اور یہی قول مختار ہے ہم وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منع الغفار میں قیض سے یوں  
منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ نفی تعلق صریح کا ارادہ کرتے ہیں انہی اور ظاہر امر اس سے نفی ضامن ہے نہ برأت امیل  
ولا ا حل الدین الموکل علی الکفیل م مودہ لا کل علی الاصل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو تکفالة بامرہ لا الی اجلہ خلافا لزمہ اور جب کہ دین موبل سال ہو جائے  
ضامن پر اس کی موت سے تو حال نہیں ہوتا امیل پر تو اگر ضامن وارث اس کو ادا کرے تو امیل سے بھر نہ لے اگر کفالت اس کے امر سے ہو مگر اس کی مدت  
تک امیل سے رہے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کما للکل الموکل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصل بہ ایدی مودہ و طرہ تاخیر الطالب در چنانچہ حال نہیں  
ہوتا دین موبل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو امیل پر اس کی موت سے اور اگر ضامن و امیل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی اللہ یعنی اس  
کو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے امیل کے صارح احد ہمارب المال عن الف الدین علی نصفہ مثلا ہر ما الا ان المسئدہ  
مرلیہ امیل یا کفیل نے صلح کر لی صاحب مال سے بزاوردہ دین کی صلح کی اس کے نصف پر مثلاً یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہو گئے مگر مسئلہ صلح  
کا چار صورتوں کو متحمل ہے ہم ایک صورت یہ ہے کہ دونوں کی برأت صلح میں شرط کی ۲ فقط امیل کی برأت شرط کی ۳ سکوت واقع ہو برأت سے ہم فقط کفیل  
کی برأت شرط کی طحاوی نے کہا بلکہ ثنہ ہے یعنی آٹھ صورت کو متحمل ہے چار صورتیں باعتبار صلح امیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط برہما اور بڑا  
الاصل او سکت برہما تو جب کہ دونوں کی برأت شرط کی صلح میں یا برأت امیل یا برأت سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہو گئے واذا شرط برہما الکفیل  
و صدہ کانت فمسا لکفالة لا استقام لا اصل الدین اور جب کہ صلح میں فقط کفیل کی برأت شرط کی تو یہ نسخ ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم نسخ کفالت  
اس قدر دین میں ہے جس میں صلح واقع ہوئی مثلاً نصف میں نہ کل دین میں فیہمرا ہو و صدہ من خمس مائۃ و من الاصل فبقی علیہ الالف فیوج علیہ الطاب  
بخمس مائۃ و الکفیل بخمس مائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برأت میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہو گا پانچ سو سے نہ امیل تو امیل ہزار ہائی رہینگے تو طالب امیل سے  
پانچ سو بھر لے اور کفیل سے پانچ سو بھر لے اگر ضمانت امیل کے امر سے ہوئی ہو تو صارح علی جنس آخر رجع بالالف کما اور کفیل نے صلح کر لی طاب  
سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بیوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل امیل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہر دو اس واسطے لے گا کہ وہ ہباد سے دین کا  
مالک ہو گیا۔ صارح الکفیل الطالب علی شئی لیبرئہ من الکفالة لم یطع الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ و ہوا طلاق و یعم الکفالة  
بالمال و النفس بخر صلح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر طالب اس کو ضمانت سے بری الذمہ کر دے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں  
کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو شامل ہے کذا فی البوہم کفالت نفس میں عدم صحت  
صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب و دس درم مثلاً دے تا اس کو حاضر ضامن سے بری الذمہ کر دے تو اس کو محض لینا بالاتفاق روایات مسلم نہیں اور  
اس کی برأت میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذا فی البوہم قال الطالب الکفیل برئت الی من المال الذی کفالت بہ رجع الکفیل بالمال  
علی المطلوب اذا کانت الکفالة بامرہ لا قرأہ بالقبض کہا طالب نے ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہو ا مجھ تک اس مال سے جس کا تو



ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے اس واسطے کہ فقط الی موقوف ہے انتہائے فایت کے واسطے اور تکلم صاحب دین ہستی سے اس ترکیب میں تو ضرور ہے کہ ہستی کے واسطے مبتدا بھی ہو سو یہاں ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جس کی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یوں کہا کہ تو نے مجھ کو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اکیل سے نہیں لے سکتا تو ضامن اب اکیل سے مال نہ کورے گا والد اعلم ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب

لاقرارہ کا کفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب سے طالب کی طرف سے بسبب اس کے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا۔ بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین و بار مقبوض نہیں ہوتا و فی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ایرائیک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ایراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ براءت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے تجھ کو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے برائے طالب اور ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ایراء تک میں تو صاف ابتدا اسقاط سے نہ اقرار قبض کا کیونکہ تکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا۔ اور کفیل مالک دین نہیں ہوتا مگر ایسا ہے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لے گا کیونکہ اس نے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ایماہ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالایراء میں مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض میں کذا فی الطحاوی خلافاً لابن یوسف فی الاول ای برئت فانه جعلہ کالاول ای الی قبل وہو قول الامام و اختارہ فی البدایہ و هو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معنی الغنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برئت میں اس واسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسی کو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہو کذا فی النہر عن الغنایۃ ہم دو احتمال یعنی براءت استیفا اور براءت اسقاط واجمعوا علیٰ لو کتبہ فی الصک کان اقراراً بالقبض علماً بالعرف اور اجماع علماء ہے کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ میں لکھے گا یہ قبض مال کا اقرار ہو گا بنا برمل بالعرف کے ہم یہ رابع ہے مسئلہ خلائی کی طرف یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھ دے گا تو ضامن درہم ضمانت سے بری ہو جائے گا بالاتفاق اس واسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایسا مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی الطحاوی و ہذا کلام مع غیبتہ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمراہۃ اتفاقہ لاناہ الجمل اور یہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلاثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اس کے حاضر ہونے کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہوگی اس کے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اس کا کلام مجمل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائے گا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں نہایت سے اور فتح القدیر میں بلفظ قبل مذکور ہے کذا فی الطحاوی ومثل الکفالات الحوالہ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محال علیہ مجمل سے مال بھر لے گا اور اگر ایرائیک کے گا تو رجوع نہیں اور اگر برئت کے گا فقط اس میں اختلاف ہے و لعل تعلیق البرۃ من الکفالات بالشروط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والعراج و اقرو المصنف ہنا و فی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر للزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے۔ اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح الاطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جس میں طالب کو فائدہ نہیں چنانچہ دخول دار اور محی غدا اور شرط ملائم چنانچہ استیفا بعض مال یا تعمیل بعض قید کفالات المال لان فی کفالات النفس تفصیلاً مذکور فی الحانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالت مال کی قید لگائی اس واسطے



کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل سے جو غایہ میں مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال میں مذکور نہیں کی تو یہ مطلب ہے کہ اثناء مسائل کفالت میں اس کا ذکر کرنا بجائے تفسیر ہے والہ اعلم غایہ میں تفصیل مذکور یوں ہے کہ جب حاضر ضامن کی برات معلق بشرط ہو تو اس کی چند وجوہ میں ایک وجہ یہ ہے کہ برات جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دوسرے وجہ کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ برات اور شرط دونوں جائز ہیں چنانچہ ایک شخص مال ضامن اور حاضر ضامن ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامن سے بری ہو جائے اور میری وجہ یہ ہے کہ برات اور شرط دونوں جائز نہیں چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط لی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب اس کو بھرنے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحاوی عن المنع

مفصلاً لا یسترد ائصال ما دی الی الکفیل بامو لیدفع الی الطالب وان لم یعط طالبہ نہ پھر لے ائصال اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہو ائصال کے امر سے اس واسطے کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگر پھر کفیل مال مذکور اس کے طالب نہ دے ہم باوجود کہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی ائصال اس کو نہیں پھر سکتا اس واسطے کہ ضمانت بائصال سے دو دین ثابت ہو ستم میں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا ائصال پر لیکن دین طالب کا مال اور دین کفیل کا مال تو بل تا وقت ادائے ہے تو جب بعد بعد سبب ادائے دین میں ائصال ثبوت کرے گا تو ادایہ صحیح ہوگا اور کفیل اس کا مالک ہو جائے گا لہذا ائصال اس کو پھر نہیں لے سکتا کذا فی شرح الوقایہ ولای میل ہیمن الاداء لو کفیل بامرہ والاعمال لا یجوز یلک الاسترداد بحرقہ و اقترافہ لمصنف

لکنہ قدیم قبلہ بایضا لغیر ما وہ کچھ مل نہ کرے گا روکنا ائصال کا اداسے دی سے اور اگر وہ ضامن ہوا ائصال کے امر سے اور اگر ضمانت بائصال نہیں تو اس کا روکنا مل کرے گا اس واسطے کہ ائصال اس وقت میں استرداد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت دیکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبل اس کے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اس کے مخالف ہے تو اس کی تحریر کرنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور صوی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب تک مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہ رہی فان ربح الکفیل طالب لہ لا نہ نما ملک حیث قبضہ علی وجہ الاقتضا و غلو علی وجہ الرسالة فلا تصح امانۃ خلافتی اور اگر مال مذکور میں کفیل کے نفع حاصل کرے گا تو اس کو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اس کے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتری ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بردہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بردہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اس کو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص لانت ہے برخلاف ابو یوسف کے م قبض بطریق اقتضا کی یہ صحت ہے کہ ائصال کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر ائصال نے بیان اقتضایا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضایا واقع ہوگا یہ جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا ذیہ ادا کرے خواہ ائصال کذا فی الطحاوی و ندب ردہ علی للائصال اذا قضی الدین بنفسہ و رد فیما یتبعین بالتعمین کمنطہ لا یما لا یتبعین کمنقود غلایندب اور مستحب ہے منفعت کا پھر دینا ائصال کو جب کہ ائصال بذات خود دین ادا کرے کذا فی الد اس دین میں پھر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جائے متعین کرنے سے چنانچہ گہروں نے اس دین میں جو تعین سے متعین نہ ہوتا ہو چنانچہ نقود تو وہاں روکنا مستحب نہیں ہم جامع صغیر میں استنباب رد کے واسطے ادائے ائصال کی قید مذکور نہیں لیکن رد کی جہارت موہم ہے خلاف مقصود کے کذا فی الطحاوی وجہ استنباب کی یہ ہے کہ اس میں خست آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اس کے پھر وادینے پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی النہر و لو ردہ علی طیب لا ائصال الا شہد نعم طوفینا فتاہ اور اگر نقد مال کی منفعت کفیل ائصال کو پھر دے تو کیا ائصال کو وہ حلال طیب ہے یا نہیں قول اشہد باحق یہ ہے کہ ان حلال طیب ہے اگرچہ ائصال فنی ہو کذا فی الفتاویٰ امر الا ائصال کفیلہ و بیع العینۃ ای بیع العین بالربح

لے بیع العین المستقر فی بائع لیقضی دینہ اخرہ کلمۃ الربوا و جو کمرہ مذکور شرعاً مال فیہ من الاعراض عن مبرۃ الا قراض امر کی ائصال نے اپنے ضامن کو بیع العین کا یعنی چنانچہ ائصال کا ادعا قائمہ لے کر تاقضی لینے والا اس کو جس اول سے کم تر لینے والا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خواروں نے



ایجاد کیا ہے اور بیع شرعی میں مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کے احسان میں روگردانی ہے م عینہ بکسر عین مغلہ عبارت ہے سلف سے اس کو بیع العینہ اس واسطے کہا کہ اس میں میلان ہے دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالریزح کی صورت یہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان اٹھا دے اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ عین خرید کرے زیادہ تر اس کی قیمت سے تا اس ثمن سے کم تر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعض اتنے ثمن کے لئے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کم تر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیوں کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود نے زید نے دس روپے کو خرید کیا اور دس روپے اس کو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے توسط شخص غیر اس واسطے فرض ہوتا خرید کرنا بائع کا کم تر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسی طرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور بھی ہیں محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے اس کو سود خواروں نے اختراع کیا ہے اور شارح اسلام نے اس کی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا ابتاعتم بالعینہ وابتعتم اذتاب البقر للتم وظهر علیکم حدودکم یعنی جب تم خریدو فروخت بطریق بیع العینہ کے کرو گے اور بیوں کے دموں کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہوں گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جس کو دافع اخراج کرتا ہے اگر اس نے ایسی صورت کی بیع کی جس میں وہ چیز سب یا بعض دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت میں اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض دیے تھے پھر لیے اس کے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میرے تھے پھر لیے تو دافع سے خارج نہ ہوئے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اس میں سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اس کی طرف راجع نہ ہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف ادلی ہے شیخ الاسلام مفتی ابوسعود نے کہا کہ جو فتح القدیر میں مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہے اس طرح پر کہ قول محمد کراہت بیع العینہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کل یا بعض عین پھٹا دے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کچھ عود نہ کرے اسی طرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہے جس پر محمد کا قول محمول ہوا تو اب وہ شبہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیوں کرتا قائل ہوئے باوجود اس حدیث کے جو کہ مفتی سے مذمت کی والداعلم کذا فی الطحاوی م فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جب دافع کی طرف وہ عین جو اس کے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کرے گی تو وہ بیع مسمیٰ بیع العینہ نہ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مستر بحیث سے نہ مطلق عین سے والا بر بیع بیع العینہ ہو جائے ففعل الکفیل ذلک فالبیع الکفیل و زیادة الرزح علیہ لانه العاقد ولا شیء علی الامر لانه اما ضمان الخسران او تکیل بمحول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسائی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور کفیل کے واسطے ہے اور زیادتی منفعت جو تاجر کو حاصل ہوئی اس کی مضرت کفیل ہی کو ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اور اگر کچھ لازم نہیں اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہے م خلاصہ یہ ہے کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہے ضمان خسران اس واسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار میں کسے مشتری سے کہ جو نقصان تجھ کو لاحق ہوا ۵۰ یعنی دس روپیہ کو بیچ کر اپنی ضرورت رفع کرے اور بعد پندرہ روپیہ اصیل مالک کو پہنچا دے ۱۲ ۵۰ من جلد ان کے ایک یہ کہ جس قدر لینے والا روپیہ طلب کرے اس قدر کو ایک رد مال میں رکھ کر دینے والا کہے کہ میں تیرے ہاتھ اس کو بیچتا ہوں اور عام اس کے مطلوب روپوں سے دو چار زیادہ بتا دے اور لینے والا اس پوٹلی کو خرید کرے اور پھر دینے والے کو قول کے بموجب بعد چندے دام دام ادا کرے ۱۲



وہ مجھ پر ہے یا غلام کے خریدار کے کہ اگر ترافعہ ہو جائے تو ہمارے نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ سے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفیل من قبل بما قاب لنا و ہما قضی لہ علیہ او بما التزم لہ عیالہ الذین لم یصلوا الیہ و ہما من اریہ بہ المستقبل کقولہ اطل اللہ علیک خاص ہو ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہو اس مرد پر یعنی اصل پر یا اس مال کا خاص ہو جس کا قاضی اس پر حکم کرے یا جو مال کماں کو لازم ہو مرد کی عبادت میں لفظ لازم بدون ضمیر کے ہے اور دایہ میں ہے کہ یہ یعنی لفظ ذاب اور قضی ماضی سے اور مرد اس سے مستقبل ہے چنانچہ اطل اللہ بقاء کی میں قباب الاصل فیہ من المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصل کذا لم یقبل برائۃ حتی یخبر الغائب فیقضی علیہ فیلزم تبعا لاصل یہ ضمانات مذکور کے بعد اصل غائب ہو اسوہ میں نے ضمان پر بگوایں ثابت کیا کہ مدعی کا اصل پر ان مال ہے تو گواہی اس کی مقبول نہ ہوگی جب تک کہ اصل غائب حاضر نہ ہو پھر جب وہ آوے گا تو اس پر مال مذکورہ کا حکم دیا جائے گا پھر ضمان پر مال دینا لازم آوے گا یا تابع اصل و جاس کی ہے کہ کفیل نے اس مال کا التزام کیا جو اس پر قاضی ضمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصل پر واجب اور ثابت ہو زبان آئندہ میں تو یہ ضمانت ہے اس مال کی جو اصل پر ثابت ہو بعد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اس نے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ متمثل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموعہ نہیں کذا فی المطاوی فان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال و ہوا ی الحاکم کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگوایں ثابت کیا کہ اس کا زید غائب پر ان مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضمان سے غائب کا تو فقط ضمان پر مال کا حکم کیا جائے گا و لو زاد بامرہ قضی علیہا فکفیل الرجوع لان مکفول بہ ہما مال مطلق فاکن اثبات بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اثنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضمان ہے غائب کا اس کے اس سے تو ضمان اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائے گا تو اب ضمان کو مال کا بھر لینا اصل غائب سے جائز ہے اس واسطے گواہی مسموعہ ہوتی کہ مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اس کا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے م گواہی یہاں مقبول ہوتی نہ مسئلہ مقدمہ میں اس واسطے کہ وہاں مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضمان پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہ ہوتی اور یہاں مکفول بہ مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوتی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہے دعوی نے کہا کہ اگر میرے قضا علی ملک ہے مگر یہ کہ یہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئی ضمانت ثابت ہوتی ہے اور قصداً ثابت نہیں ہوتی کذا فی المطاوی و ہذا جملہ اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ جملہ سے اثبات دین کا غائب پر یعنی بعض کفالت غائب پر دین ثابت ہو جانا سے و لو خاف الطالب موت الشہد توافع مع رجل ویدعی علیہ مثل ذہ الکفالة فیقر الرجل بالکفالة ویکر للدين فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصل ثم برہن الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا المطاوی و تمامہ فی الفتح والحوار اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مر جانے سے ڈرے تو موافقت کر کے کسی مرد کے ساتھ اور اس پر اسی طرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کئے تو دارالقضاء میں ضمان اور اصل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائے گا پھر مدعی ضمان کو ہری الذمہ کر دے تو غائب پر مال باقی رہے گا اور اسی طرح کفالت کے مانند حوالہ ہے اور پورا مال اس کا فسخ المقدیر اور ذکر الرافق میں ہے کفالت بالذمہ کہ تسلیم منہ لمبیع کفالت بالذمہ کہ تسلیم منہ لمبیع کے جانب کفیل سے م یعنی جس نے ثمن کی ضمانت کی وہ مبیع استحقاق مبیع اس نے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اس سکریہ دعوی کرے گا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اس کا مسموع نہ ہو گا کیونکہ اقدام علی ملک بالذمہ کا اقرار ہے اس کے مبیع کے وقت



تو بعد اس کے اپنے ملک کا دعویٰ صحیح نہیں کذا فی الخطاوی کشفۃ فلا دعویٰ لہ مانند شفعہ کے پھر اس کا دعویٰ نہیں یعنی کفالت بالدراک تسلیم سے شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفعہ ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اس کو بیچے اور شفعہ در صورت استحقاق بیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعویٰ کرنا بعد ضمانت مذکور صحیح نہیں لکھتے شہادتہ فی ملک کتب فیہ یارع ملک او یارع بیعنا فاذا با ما فاقہ تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اس کا عدلیہ جس میں یہ لکھا ہے کہ بائع نے اپنے ملک سچا یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی مالاو شہد بالبیع عند الحاکم قضی بہا اولاً چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ہم دعویٰ نے نقل کیا کہ گواہی دنیا لفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لایکون تسلیم کتب شہادتہ فی ملک بیع مطلق عماد کہ تسلیم نہ ہو گا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ میں جو مطلق ہے قیود مذکورہ سے قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیع نامے میں نہ ہوں تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہ ہوگی بلکہ دعویٰ ملکیت شاید بعد اس کے مسموع ہو گا کیونکہ اس میں وہ بات نہیں جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اس واسطے کہ بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اس واسطے کہ گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے بعد اس کے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اس میں مصلحت معلوم ہو تو اس کو جائز رکھے کذا فی الخطاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانه مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہیں کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہیں یعنی دعویٰ ملک شاید مسموع ہو گا کیونکہ شہادت بیع میں مشروط نہیں اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اس واسطے کہ بیع کا ہے مالک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یدکر الختم لانه وقع اتفاقا باعتبار عادتهم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اس واسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زبان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کر دیتے تھے تالیف اور ترمذیہ سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہ ہو قال الکفیل ضمننتہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانه شکر المطالبة ضامن نے کہا کہ میں اس کا بچہ سے ضامن ہوا ہوں ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال سے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے و عکسہ اسی الحکم المذكور فی قولہ لک علی ماتہ الی شہر مثلاً اذا قال الآخر ہو المقر حالہ لان المقر غیر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرے مجھ پر سو میں ایک مہینے کی مدت تک مثلاً جب کہ دوسرے شخص یعنی مقر نے کہا کہ سو حال میں نہ مؤجل اس واسطے کہ مقر مدت کا منکر ہے والجلۃ لمن علیہ دین مؤجل و خوف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول ابو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جس پر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے دوسرے تو اس کا جیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھ پر حال ہے یا مؤجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو دیون اس کا انکار کرے اور اس انکار میں اس پر کچھ حرج نہیں کذا فی الزیلعی م خوف کذب در صورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے سے انکار حلول میں اس واسطے حرج نہیں کہ وہ اس میں صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدراک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا یتحقق البیع علی الظاہر کا مراد ما غو نہیں ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر لکھے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اس واسطے ضامن ما غو نہیں ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے مستحق نہیں ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہو چکا و صحیح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ و ہوا یجب علیہ فی الذمۃ بقر قولہ والرمین یہ اذ الرین بخرای المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلق فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایک ہا ہوتا



سے خراج موقوف وہ ہے جو لشکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موقوف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح سے بواسطہ خراج کے رہن لینا اس واسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بر غلات اطلاق بحر الرائق کے م خراج موقوف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موقوف دین ہے جس کا مطالبہ جہۃ العباد ہو تو موقوف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے میں بکفالات خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہاں تک کہ اگر کھیتی تلت ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہیں اور کفالت ایسا غیر مضمون کی جائز نہیں اور صاحب بحر لے اطلاق اور تفسیر دونوں نقل کیے ہیں تو اس پر کچھ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحاوی لمخصا و تجویز الزلیعی الرمن فی کل ما تجوز بہ الکفالات بجامع التوقیف منقوض بالدک لہذا الکفالات بہ دون الرمن اور جواز رہن کہنا زلیعی کا ہر ایک اس چیز میں جس کی کفالت جائز ہے بواسطہ جامع توقیف کے منقوض ہے دیکھ سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدک کے نہ رہن بالدک کے م جامع توقیف یعنی حصول وثوق کفالت رہن میں یکساں ہے طحاوی نے کہا نقص مذکور صاحب بحر سے اور متاخرین مصنفین اس کے تابع ہیں حموی نے کہا جواب دیا ہے کہ فقہاء کے قضایا اعلیہ میں نہ کلیہ اودان کو کلیہ جو کھتیں تو باغیسی کہ داخل تحت شئی نہیں ہیں نہ بای مسمی کہ ہر فرد پر منطبق ہیں و کذا النواثب اور اسی طرح نواثب کی ضمانت صحیح ہے م نواثب جس سے ثابت کی بعضی مصیبت و عاویذ یہاں مراد وہ مال ہے جس کو حاکم لوگوں پر مقرر کرے نہہر الفائق میں ہے کہ نواثب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نواثب واجبی جیسے نہہر مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور جو کیدار حملہ کی اجرت اور جوال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے در صورت کہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نواثب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مال دار پر واجب ہیں اس واسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں جس میں مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال نہ ہو دوسری قسم نواثب غیر واجبی چنانچہ جلیات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر ناجائز مقرر ہو گئے ہیں ان کی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاً الامصار میں صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہی لمخصا و لو بہ حق کجایات رہا ثنائاً نہائی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حق لو اخذت من الاکلافہ الرجوع علی مالک الارض و علیہ الفتویٰ صمد الشریعۃ و اقروہ المصنف و ابن الکمال کفالت نواثب کی صحیح ہے اگر نواثب غیر واجبی اور ناجائز ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ دیون کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزادع سے بابت زمین کے نافع مال حاکم لے تو مزادع کو مالک زمین سے اس کا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاً الامصار میں اس کو مسلم رکھا ہے م و دنا و متفق ہیں سے کہ اس کو معلوم کرنا چاہیے اس پر فتویٰ دینا نہ چاہیے نعم القدیر میں ہے کہ جباہات موقوفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاؤں و فساد کے اندر و زنی اور رنگ ریز و غیرہ ہم پر بطور نا انصافی و یومیہ یا سہا ہی سلطان کے واسطے مقرر ہو انہا میں سے کہ مصیبت کہہ لے کس سے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اس کی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحاوی و قیدہ خمس الاثمہ بما اذا امر بہ طائفاً فلو کرا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الا کل اور خمس الاثمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اس کو اس کا امر کرے بخوشی سو اگر اس پر زبردستی ہوگی امر کرے نہیں تو اس کا امر بالرجوع معتبر ہوگا ذکر کیا ہے اس کو اکل نے علیہ میں م یہ کلام متبطل سے محذوف ہے جس کے حذف کرنے سے مطلب میں صلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منہ الغفار میں ہے کہ جو فقیر کے نائب کو اس کے امر سے ادا کرے تو اس سے بھر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ علیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے فقیر شخص کا دین اس کے امر سے ادا کیا اور غنا میں ہے کہ خمس الاثمہ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے

انہو شان کے خروج کی صورت یہاں ہاں ہے ۱۱



جب کہ اس کا یعنی اولیٰ دین کا امر اگر اس سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اس کا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحاوی وقالوا من قام  
بمذنبہا بالعدل اجر علیہ فلا یفسق حیث عدل و ہونا در اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جہایات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بنی المسلمین  
از روئے انصاف کے ہو وہ ما جو ہے یعنی ثواب پادے گا اور اس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہرے گا جب کہ وہ عدل کرے اور  
ایسا شخص نا در الوجود ہے کذا فی النہر فی وکالة البرازیة قال لربل خلصنی من مصادرة الوالی اذ قال الامیر ذک فخلصہ رجوع بلا شرط علی الصیح قلن  
و نہ تقع فی وایران اکثر اہوان الصولبا شی میسک رجلا ویسحبہ فقیول لا اقر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فینفذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بحرق الامر قد بر  
کذا یخط المصنف علی حاشیہا فلیحفظ اور برازیہ کی کتاب الوکالة میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھ کو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح  
کہا سو اس نے چھوڑا یا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا بر رجوع مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ  
ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صولباشی پکڑ کر کھتا ہے کسی مر کو اور اس کو قید کرتا ہے تو وہ مجبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھ کو  
چھوڑ لے سو وہ اس کو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیگر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور بھر لے مجبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجرد اس کے امر کرنے کے  
سوا مل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ برازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای التخصیص من النابۃ وقیل ہی النابۃ  
الموظفة وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالكفالة بہا صحیحۃ صدر الشرعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نابۃ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت  
عبارت ہے نابۃ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے موائے اس کے تفسیر کی ہے اور جو کچھ قسمت سے مراد ہو سو اس کی ضمانت صحیح ہے کذا  
فی شرح الوقایہ م قسمت تبشیر مصدر سے بمعنی مقسوم نابۃ موظفہ سے نابۃ مرتبہ مراد ہے جو براہ یا سہابی میں مقرر ہو بعضوں سے تفسیر قسمت  
یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کر لیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اس کا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر  
کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اس کا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس پر قسمت واجب ہے کذا  
فی الطحاوی قال ربل لا تتراسلک بذال طریق فانه امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اس وا  
کہ اس راہ میں خوف نہیں یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان محوقا واخذ  
مالک فانا ضامن والمسئلة بحالہا ضمن اور اگر یوں بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہ مسئلہ بدستور  
مسئلہ سابقہ سے یعنی بموجب اس کے کہنے کے وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھین گیا تو وہ شخص ضامن دے گا رندا اور علی مقدمہ بقولہ و  
لا یصح بحالہ المكفول عنه کافی الشر بنالایۃ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنه کی بہالت سے کذا فی الشر  
بنالایۃ م میاں صحت زبان صحت کفالت کی جہت سے نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اس وجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا  
موجب ہے اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئینہ عبارت میں ہے کذا فی الطحاوی عن ابی المسعود والاصل ان الغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل  
الغرور فی ضمن المعاونة او ضمن الغارصة السلامة للمغور و تصادروا تمامہ فی الاشباہ مرفی المراجعة اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانے والا  
فریب دینے والے سے اسی صورت میں رجوع کرتا ہے جب کہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب  
کھانے والے سے بھراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے اور باب المراجعة میں مذکور ہو چکا م عقد معاوضہ احتراز  
سے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن میں مذکور ہے اس واسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اس کے  
مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا فروع مسائل لمحقة شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالة فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان



کفالت کا ہے یعنی کفالت کہنا مذہب سے نہ ضامن آفاق کے مانند تکفیل منع الاصل میں ہمسفر کو کفالت حالہ لیکن منہا با واد او ابرار مال ضامن کو روکنا اصل کا سفر سے جائز ہے اگر اس کی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجب تا اصل ضامن کو ضمانت سے خلاص کسیے بسبب او کہنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے م تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجب میں روکنا اس کو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اس کے ساتھ بار سے تاحول مدت و فی تکفیل بالنفس یہ وہ الیہ کافی الصغریٰ کا لو بامرہ اور تکفیل بالنفس میں تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصل کو پھر لاوے اس کے پاس کافی الصغریٰ یعنی اگر حاضر ضامن اصل کے امر سے موافق ہی غیرہ بواجب بامرہ جمع بادفع وان لم یشرط کالامر بالانفاق وبقضاء ذیہ الائی مسائل امرہ بوجہ فی حق جبرہ و با طعام من کفارتہ و با واد زکوٰۃ مالہ و بان یہب فلا یمنی الفاجو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اس کے کئے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اس کو اس غیر سے بھر لے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اس کے اولیٰ دین کے امر میں گھر چلے مسئلوں میں رجوع مال نہیں آیا مسئلہ یہ کہ غیر شخص امر کیا اپنے پیسہ کے عوض دینے کا ۲۔ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳۔ امر کیا اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا ۴۔ امر کیا کہ فلا نے شخص کو میری طرف ہزار پیسہ کرے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال پیسہ کیا پھر موقوف لے دوسرے شخص سے کہا کہ واجب کو اپنے مال سے اس کے پیسہ کا عوض دے سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع اتنی اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موقوف بلکہ واجب نہیں فی کل موضع بلکہ المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلہ ملک مال فان الامور یرجع بلا شرط والاقلا وتمامہ فی وکالۃ السراج واکل فی اشیاء جہاں کہیں کہ وہ شخص جس کو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال بھر لے گا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اس کا سراج کی کتاب الوکالہ میں ہے اور یہ سب فروغ مذکور اشیاء سے منقول ہیں م مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بالغ ثمن کا مالک سے بمقابلہ ملوک جوئے بیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر مامور اپنا مال بھر لے گا مشتری ادا اسی طرح اگر قاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلہ لاکسی سے ولاوے تو صحیح ہے کیونکہ مفسوب منہ مالک جوئے سے بدل کا بمقابلہ مفسوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کر دینے کا امر کیا تو یہاں مدفوع الیہ طعام یا مال ملوک بمقابلہ ملک مال نہیں تو مامور کو یہاں اپنا مال بھر لینا امر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحاوی و فی الملتقط الکفیل للتمتہ بالاصل الزوہد من الدین لا لبراء بجمہ والنکاح چنانچہ اور مقتضی میں ہے کہ جو ضامن سے مختلفہ کے اس مال کا جو اس کے زوجہ پر دین ہے وہ بری الذمہ نہیں ہوتا ضمانت سے دونوں میں نیا نکاح ہو جانے سے م ضرورت اس کی ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اس کا دین ہے جو اس نکاح کے تعلقات سے نہیں سو اس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کی طرف سے پھر عورت اور جو میں عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ تجدید نکاح متعالین مستط کفالت مذکور میں توب غاب عن حلال الاضمان علیہ کیرا غائب ہو گیا دلال سے تو اس پر تاوان نہیں م اس واسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہے تو وہ مابین ظہر اور امین پر ضمان نہیں مگر قصی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد سام والفقہ علی ان فی خلیہ قیۃ الثوب اور اگر کیرا غائب ہو گیا دکان دار سے اور حالانکہ اس نے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دکان دار میں متفق ہو گئے تھے تو دکان دار پر قیمت کیرے کی واجب ہوگی۔ ولو طاف بہ الدلال ثم وضع فی حانوت فبک منہ بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ موصی الموصی اور اگر دلال کیرے کو لے پھر پھر اس کو دکان میں رکھ دیا سو کیرا ضائع ہو گیا تو دکان دار ضمان دے گا بالاتفاق اور دکان دار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ ضمانت دار کا امانت دار ہے م دلال پر اس واسطے ضمان ہوا کہ اس



نے بلا اذن مالک کیوں دوکان پر کھڑا رکھ دیا تو تعدی اس کی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال ردوت علی الذی اخذت منہ بری مشہور دلال ہے جس کے ہاتھ میں کھڑا ہے جس کا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا میں نے کھڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ سے ولو قال طالب غری فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرة منه یجب اجر المثل لایزاد علی عشرة الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیون فلا نے شہر میں ہے جس وقت کہ تو میرا مال اس سے لے گا تو تیرے واسطے دین ورم یا دیتا ہیں اس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہ ہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار التملک باطل لانه وکیل بالاجرو ذکر دان الوکیل لا یصح ضمانه لانه یصیر عاملاً لنفسه فلیجر شارح کہتا ہے اور میں نے اس کا فتویٰ دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضمان ہونا من کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل سے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جائے تو اس کی تحریر کرنا چاہیے م عامل لنفسه اس واسطے ٹھہرتا ہے کہ قبضہ من کی دلالت اسی کے واسطے ہے اور ضمان غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جس کے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اس کے مالک کو تباہی چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکا فائدہ ذکر الطرسوسی فی مولف لہ ان مصادرة السلطان لا رباب الاموال لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلاً بان عمر رضی اللہ عنہ صادر باہریرۃ انتہی وذلک عین استعمال علی البحرین ثم عزله واخذ من اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعل قانی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جس کو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مال داروں سے جائز نہیں مگر بیت المال کے عاملوں سے بایں استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اس وقت ہوا تھا جب کہ فاروق اعظم نے ان کو بحرین کا عامل کیا تھا پھر ان کو معزول کیا اور بارہ ہزار ان سے لیے پھر ان کو عاملی کے واسطے بلایا سو انھوں نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے م سیوطی نے تفسیر و منشور میں سورۃ یوسف کے اندر اجعلنی علی تران الارض کی تفسیر میں پسند حاکم و ابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بحرین کا عامل کیا پھر مجھ کو معزول کیا اور دس ہزار روپے مجھ سے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجھ کو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیوں انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کا درخواست کیا اور حالانکہ وہ بہتر تھے تم سے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اوپر پوتے نبی کے اوپر پوتے نبی کے اوپر تو امیہ کا بیٹا ہوں ڈرتا ہوں کہ بے علی سے کچھ کلام کروں اور بے علی سے کچھ فتویٰ دوں اور میری بیٹی بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاو کذا فی الطحاوی وانا و لعمال بیت المال خدمۃ الذین یحبون اموالہ من ذلک کتبہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم و یحق بہم کتبۃ الاوقاف و نظارہ اذا توسعوا و تعاطوا انواع اللہ و بنوا الاماکن فلیحکم اخذ اموالہم منہم و عزلم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا و صنع فی بیت المال ہر و بجر اور طوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے میں جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور من جملہ ان کے منشی اور متصدی ہیں بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال میں ظاہر کریں اس واسطے کہ توسع ان کی خیانت کی دلیل ہے اور انھیں کے ساتھ متصدیان اوقات کے ناظر ملحق ہیں جب کہ وہ کشائش اور فضول خرچی کریں اور انواع لہو لعب میں مشغول ہوں اور عبادت دیار بنا دیں تو حاکم کو ان کے مال ان سے چھین لینا اور ان کا معزول کرنا جائز ہے سو اگر ان کی خیانت کسی وقف مخصوص میں معلوم ہو جائے تو اس مال کو اسی وقف میں داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس قسم کا ہے جس کو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اس کا فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ فتویٰ ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اس واسطے کہ اگر مترجم اول نے طالب کو فاعل قال قرار دے کر یہ ترجمہ کیا اگر اس کو یہ صیغہ امر مطالبہ سے قرار دیا جائے اور قال کا فاعل ضمیر مترجم ہے تو زیادہ چسپاں ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ میرے مدیون سے فلا نے شہر میں مطالبہ کر ۱۷



ہمارے لسان کے حاکم کو اس کا فتویٰ دیا جائے تو وہ مال مذکور کے اموال کو چھین لیں نہ اوقات میں ان اموال کو داخل کریں نہ بیت المال میں بلکہ ان کو ٹالائی اس میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحاوی فی التخصیص لو کفل الحال مویلا تاخر من الاصل ولو قرض لان الدین واحد قلت وقد مننا انما جلد تاویل القرض او تخصیص میں ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کر کے تو مقابلہ ہو کر ہو جائے گا اصل سے اگرچہ دین قرض ہو اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے میں کتابوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت مویلا تاویل قرض کا یہ ہے۔ دیکھی ان للدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للذات منعد لکن یسافر معہ فاذا اجل منه لیوفیہ اور اسے لگا کہ دیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اس کا رد کرنا درست نہیں لیکن صاحب دین اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اس کو سفر سے روکے تاکہ وہ ادا کرے دین کو اسے ہم منتفی میں ہے کہ وہ صورت ارادۃ سفر دیون صاحب دین کو خاص لینا جائز ہے اگرچہ دین مویلا ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر دیون اولے دین میں مال بال کرتا ہو تو خاص میں لے اور میں تو نہیں کذا فی الطحاوی واسمہ ابو یوسفؒ اخذ کفیل شہر الامراة طلبت کفیل بالتفقة لسفر الزوج وحلیہ للفتویٰ اور ابو یوسف نے بطور استحسان جائز رکھا ہے ایک مینے کا خاص دین اس صورت کے واسطے میں نے اپنے نان و نفقہ کا خاص مانگا بسبب سفر کرنے زون کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اس کی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں۔ وقاس علیہ فی المیط بقیۃ الدیون لکن مع الفارق کافی مخرج الوہابیۃ للشرعی والی اور محیط میں کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرعی والی کی شرح وہابیہ میں ہے ہم یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین مویلا کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اس کے لئے جائز ہے بسبب سفر کرنے دیون کے علامہ عبدالباقی نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دیون قوی ترین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گزر جانے اور موت دیون سے ساقط نہیں ہوتے بخلاف نفقہ کے کہ وہ بری منتفی میں تجویز تکفیل دیون مسافر معمر سے اگرچہ دین مویلا ہو اور بلا شک صاحب محیط کی ترجیح میں لوگوں کو آسانی ہے کذا فی الطحاوی لکن فی المنظومۃ الجلیۃ سے لو قال یزنی مرادہ السفر داخل الدین علیہ ما استقرہ وطلب التکفیل قالوا لیرم علیہ اعطاء کفیل یعلم لیکن منظومۃ الجلیۃ میں ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے دیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اس پر منوز مستقر نہیں اور اس نے تکفیل کی طلب کی تو فقہاء نے کہا کہ اس کو فاس کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اس واسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہیں ہے۔ لو بس التکفیل قالوا اجازلہ اذا ناد جس من قد کفله لا ینفذ کان لاجلہ جس علیہما زہ بقلہ اگر خاص مجبوس ہو تو عطا کرنے کہا کہ جب وہ جس اصل کا ارادہ کرے تو اس کو جائز ہے کیونکہ خاص کی مجبوسی اس کے واسطے موقوف ہے تو یہاں سے کہ وہ اس کو بدلے اپنے فضل سے ہے۔ ثم تکفیل ان یمت قبل الابلہ فک ان الدین فی الحال حل علیہ قالوا رث ان اداہ لم یرجع بہ من قبل الما جیل ثم پھر اگر خاص مر جائے قبل مدت کے تو بے شک اس حالت میں دین فی الحال اس پر واجب الادا ہو گیا تو اگر خاص کا وارث اس کو ادا کرے تو اصل سے نہ بھرتے قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصل میں یوں تھا کہ لم یرجع من قبل ماتم الابلہ ما مصدر یہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحاوی

باب کفالت الرجلین یہ باب ہے وہ مردوں کے خاص ہونے کا کہ چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مغوا اس کو شروع کیا دین علیہما لا یرایا اثرہما نہ ہوتا نہ کفیل کل عن صاحبہ ہمزہ جازعہ علی شریک الابلہ اداہ ناذا علی نصف



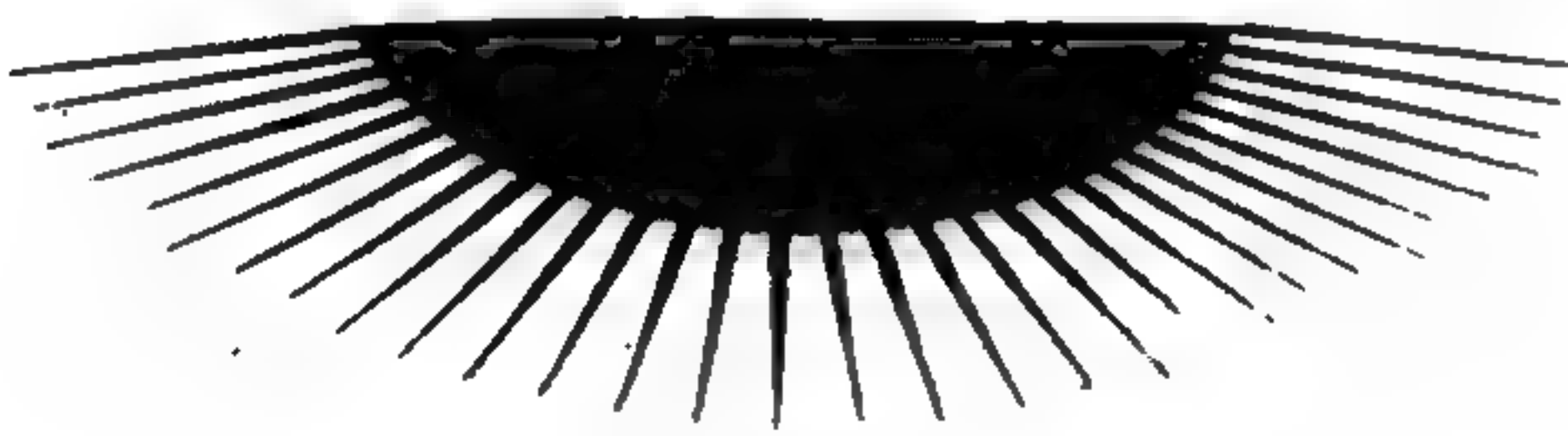
لرجحان جہۃ الاصلۃ علی النیابۃ دین ہے دو شخصوں پر دوسرے آدمی کا اس طرح پرکہ دونوں نے اس سے ایک غلام سو روپے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر دین اپنے ساتھی کا اس کے امر سے تو جائز ہے اور نہ بھرے اپنے شریک سے مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے دوسرے مطالبہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دونوں دین صفت اور سبب میں برابر ہوں اگر صفت مختلف ہو اس طرح پرکہ ایک شخص پر دین موکل اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کرے گا تو اس کی تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے بھرنے اور اس کے بالعکس میں رجوع نہیں اور سبب مختلف ہو اس طرح پرکہ ایک پر قرض ہوا اور دوسرے پر مٹن مبیع تو تعیین مودی اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اس واسطے کہ دو شخص مختلف ہیں نیت معتبر ہے نہ شخص واحد میں اور دونوں کی کفالت اس واسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہو گا نہ دوسرا اور ضامن ادا کرے گا اور اپنے شریک کی جانب سے اس کو ٹھہرا دے گا تو اس کی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اس کے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحاوی ولا نہ لورجہ بنصفہ لادی الی الدور و در اور اس واسطے کہ اگر رجوع نصف دین کرے گا تو دور کا موجب ہو گا کذا فی الدرر اس واسطے دور ہو گا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اس کو شریک سے بھرنی جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اس واسطے کہ اولیٰ نائب یعنی اولیٰ کفیل بامر اصیل مانند ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرنا اسی طرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کرے گا دینا کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت سے توقف الثی علی نفسه سے ادا نہ الحقیقت یہاں تسلسل فی الرجوعات لازم ہے و ان کفلا عن حل لشیء بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنه رجلاں کلا واحد منهما بجمیع منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع و ہذا یقود مخالفت الاولیٰ اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پرکہ ایک مرد پر دین تھا سو اس کے دوسرے ضامن ہوئے ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیہ علیہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اس کے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا تعاقب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا کیونکہ دونوں پر دین نصف نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت اس واسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا فاداہ احد ہما رج بنصفہ علی شریک لکون الکل کفالت ہنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کرے گا اس کے نصف کو اپنے شریک سے بھرنے کا کیونکہ یہاں بالکل کفالت سے م جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہاں ثابت نہ ہوا بخلاف مسئلہ اولیٰ کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اور رجوع ان شاء بالکل علی الاصل لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودے بھرنے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے وان ابرا الطالب احد ہما اخذ الطالب الکفیل الاثر لکونہ حکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کرے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا حکم اس کی کفالت کم چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے ولو افرق المفاوضان و علیہما دین اخذ الغرم ایضا منہما بالکل بالین لضمینہما الکفالتہ کا مراد اگر دو شریک مفاوض میں افرق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین ان میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ



کتاب الشریعہ میں مذکور ہو چکا کہ دستور مذکور ہے کہ فریم وہ ہے جس کا وہی ہوا اور جس پر وہی ہوا کذا فی الطحاوی یعنی دائن اور مدیون دونوں کو غلام کہتے ہیں ولا رجوع فی صاحبہ حتی یؤدی اکثر من النصف لآخر اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولیٰ کی طیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصل ہے نصف میں اور کفیل ہے نصف باقی میں تو جو لو اکرے گا وہ اس کے دیں میں شمار ہوگا بہت امانت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اسی قدر رجوع ہے کتاب عبدیہ کتابہ واحده و کفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استھانہ مولیٰ نے مکاتیب کیا اپنے دو غلاموں کو ایک بار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً کہ میں نے تم کو مکاتیب کیا ایک ہزار درہم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے م بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہیں کیونکہ کفالت مکاتیب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولیٰ صحیح نہ ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تعین انسان کا حتی الامکان ذرا صحیح ہے اور شاریع کی رضامندی متفق میں ثابت ہے کذا فی الطحاوی لمخصا و جینہ فی اداۃ احدہما رجوع علی صاحبہ بنصفہ لاستواءہما اور اس وقت میں جو کچھ کہ ایک مکاتیب ادا کرے گا اپنے ساتھی سے اس کا نصف مال بھرے گا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں و لو اعتق المولیٰ احدہما المسئلۃ کمالہا صح و اخذ ایما شہما بخصۃ من لم یقنعہ المقتضی بالکفالۃ والاخر بالامالۃ اور اگر مولیٰ نے ایک مکاتیب کو آزاد کر دیا اور یہ مسئلہ بدستور سابق ہے تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولیٰ دونوں میں سے جس سے چاہے اس غلام کا حصہ جس کو اس نے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے باعث اصالت کے فلان اخذ المقتضی رجوع علی صاحبہ لکفالۃ و ان خذ الاثر لا لامالۃ پھر اگر مولیٰ مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھرے بسبب اس کی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے و اذا کفل شخص عن عبد مالاً موصوفاً بكونه لم یظہر فی حق مولاه بل فی حق بعد مقعہ کمال لزوم باقرار او استقراض او استہلاک و دیعۃ فہو ای لئال المذكور حال وان لم یسیرہ ای المملوک لحد علی العبد و عدم مطالبۃ لعسرۃ و الکفیل فی مضر و یتبع بعد مقعہ بواہ و لو کفل موصلاً تا قبل کامر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اس مال کا جس کا یہی ہونا حق مولیٰ میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اس کے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقرض یا استہلاک و دیعت سے تو وہ یعنی مال مذکور حال سے نہ موصول اگر یہ اس نے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال ظلم سے بسبب اس کی فقری اور تنگ دستی کے سے اور کفیل اس کا فقیر اور تنگ دست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور بھرے گا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موصول کی ہو تو اس صورت میں مال موصول ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادنیٰ شخص قبیۃ عبد تکفل بہ رجل فقات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لہ اذ بالایمان المضمونۃ کامر دعویٰ کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سوا اس کا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اس کی تسلیم کے سو مدعی نے بیہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اس کا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اس کی قیمت بہ سبب ہاتھ نہ ہونے ایمان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ایمان مضمونہ سے ایمان مضمونہ بنفسہا مراد ہیں اور انھیں قابض برہن واجب ہے اور بعدہ کی عین رد قیمت واجب ہے اسی طرح ضامن پر بیہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التخلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحاوی و لو ادعی علی عبد مالاً تکفل بنفسہ ای نفس العبد بطل فقات العبد برہن الکفیل کامر فی الحد و اگر غلام پر مال کا دعویٰ کیا ہو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامن میں مذکور ہو چکا یعنی اس واسطے کہ



مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعدد تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ بجاز لان الحق له اور اگر وہ وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدين نہیں ضامن ہوا اپنے مولیٰ کی طرف سے اس کے امر سے تو جائز ہے اس واسطے کہ حق ملکیت غلام مولیٰ کے واسطے ثابت ہے م ظاہر ا غلام میں لیاقت کفالت نہیں کیونکہ اہل برع نہیں مانند صیغہ کے مگر مولیٰ کے امر سے اس کی عدم التصرفی زائل ہو گئی پھر حیب کہ غلام پر دین نہ ہو تو اس کی مالیت میں مولیٰ کا حق ہے لہذا مولیٰ کا اذن اس کے ضامن ہونے میں کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدين ہو گا تو اس کی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی فاذا اعتق فاداه او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداه ولو بعد عتقه لم یرجع واحد منهما علی الآخر للعقد یمیز موجبہ للرجوع لان کلا منهما لا یتوجب ویسأل الاثر فلا تنقلب موجبہ لبعده ذلک پھر حیب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اس نے مولیٰ کا دین ادا کیا یا مولیٰ غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اس کے امر سے پھر اس کا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولیٰ میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے پھر موجب واسطے رجوع کے اس واسطے کہ ہر واحد غلام اور مولیٰ سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بايجاب دین نہ ہوگی بعد اس کے یعنی بعد العقد یمیز موجب کے کما لو کفل رجل من رجل بغیر امرہ فبلغه فجاز الکفالت لم تکن الکفالت موجبہ للرجوع لما قلناه چنانچہ اگر ضامن ہو ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول غنہ کہ کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اس نے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کے موجب نہ ہوگی اس دلیل سے جس کو ہم کہہ چکے یعنی العقد یمیز موجب منقلب بايجاب رجوع نہیں ہوتا و قالوا فائمه کفالت المولیٰ عن عبده وجوب مطالبته بالفاء الدین من سائر امواله اور علمائے نے کہا کہ مولیٰ کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولیٰ ہے ادا دین کفالت کے واسطے اس کے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولیٰ کا مملوک مال ہے اس سے ادا دین غلام کرے نہ غلام کو بیچ کر و فائمه کفالت العبد عن مولاه لعلقه ای الدین ہر قبضہ و بذالم یثبتہ المصنف تنافی شرعہ اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولیٰ کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اس کی گردن سے اور یہ یعنی فائمه کفالت مولیٰ و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شریعت میں بطور ثمن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور فترع اس کو داخل کیا ہے و بطور ثمن والله اعلم واستغفر الله العظیم





# کتاب الحوالہ

یہ کتاب ہے والد کے احکام میں ممانعت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں مقتدیں التزام ہے اس دین کا جو میل پہ ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر کہ حال میں امیل کی بلعد کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا اختلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لفظ احوال متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفخ ہی لفظ متقل حوالہ کفالت میں یعنی نقل اور زوال ہے وثرنا نقل الدین من ذمہ ایل الی ذمہ المتال علیہ اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے میل کے ذمہ سے متال میل کے ذمہ کہ طرف دہل تو سب البراۃ من الدین الفخ نعم فتح اور کیا حال برات دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنی میل ہی الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کفالت الفخ م ہی قول مجھے اور تار غانیہ میں کہ کسی قول پر فتویٰ ہے اس دلیل سے کہ اگر متال میل کو دین بر کرے یا اس کو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اس کے ذمہ پر ہاں رہتا تو یہ اور ابدی ہو تا کذا فی اہل الدین میل والد ابن متال و متال لہ و محال و محال لہ ویزاد نام و ہو حوالہ ح دیون میل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دان یعنی جس کا دین ہے وہ متال اور متال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچوں عہد لفظ حوالہ ہے کذا فی الفخ و من یقبلھا متال علیہ و محال علیہ فالفرق باصلہ و قد حذف من الاول والی محال ہے اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ متال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بواسطہ صمد کے ہے یعنی دائن میں نہ کا قلم صمد ہے چنانچہ متال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صمد حذف ہوتا ہے اور مال ہاں ہے م تقدیر متال بصیغہ اسم فاعل متول بکسر واو ہے اور متال بصیغہ اسم مفعول متول بفتح واو ہے اور لفظ کے صمد کی متال اسم فاعل کے ساتھ کچھ ممانعت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صمد ہے تو وہ متال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں میں فرق بصمد و عدم صمد ہے کذا فی الفخ تصویر لفظ مذکورہ بطریق تشکیل یوں ہے کہ مشاۃ ید کے برزورم خالد پر فرض ہیں سو خالد نے اپنے فرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا فرض اس پر اتارا اور اس سے وایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد میل ہے اور زاید متال اور متال لہ اور محال اور محال لہ اور محال ہے اور محمود متال علیہ اور محال علیہ اور برزورم محال ہے فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب میل سے اور قبول متال علیہ اور متال سے ایجاب اس طرح کہ میل کے کہ میں نے میرا حوالہ نہیں شخص پر کیا اتنے دم کا اور متال علیہ اور متال سے قبول اس طرح کہ ہر واحد کے میں نے قبول کیا یا میں رضی ہوا یا مانند اس کے جو کہ قبول اور نہ پذیرد ملت کرے صاحب بدائع نے کسی طرح ہما سے املب سے مروی ہے اور میل میں اصل اور بطور شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو میرا مال کا حوالہ منعقد ہے اور اس کے وال کی ممانعت پر موقوف ہے اور میری میل کی شرط نہیں تو حوالہ مہذا ذمہ اور محمد کلمہ ہے اور نہ ملے میل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکروہ ہو گا تو صحیح نہ ہو گا اور صمد میل شرط نہیں تو میری کا حوالہ صحیح ہے اور متال میں بھی اصل اور بطور شرط نفاذ ہے تو میرا مال کا امتیال ملک اجازت پر موقوف ہو گا اور اگر متال علیہ میل سے زیادہ تر مال دار ہو اور بعد شرط نفاذ ہے تو امتیال مکروہ خیر مگر ہے اور ہر ناس کا مجلس حوالہ میں شرط ہے تو اگر متال غائب ہو

ملک کی کیا اس کے یہ ہے جس پر حوالہ کیا گیا



مجلس سے اور سن کر جائز رکھنے کے حوالہ منعقد نہیں اور محال علیہ میں عقل اور جوع شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ بامعین ہو اور اگر اس کا دلی اس کو جائز رکھے اس واسطے کہ بامرضاء ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ میں اور یہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جس کی کفالت صحیح نہیں اس کا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحاوی عن ابیہ والحوالۃ شرط لصحتہا رضی النکل بلا خلاف الا فی الاول وہا میں فلا یشرط علی المختار بشرط الیہ عن الموہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلا خلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل میں سوا اس کی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہیں کذا فی الاثرین الیہ عن الموہب ہم زیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدری میں شرط ہے رضامندی محال کی اس واسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی مثال مثول میں متفاوت ہوتے ہیں تو اس کی رضامندی ضروری ہے کہ اس کا ضرر لازم نہ آوے محال علیہ کی نادر ہندگی سے اور رضامندی محال علیہ کی اس واسطے شرط ہوئی کہ اس پر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور زوم دین نہیں ہوتا مگر اس کے التزام سے اگرچہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اس واسطے شرط نہ ہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا بہ تعریف ہے محال علیہ کا اپنی ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اس میں اس کا فائدہ ہے کیونکہ محال علیہ اس پر رجوع نہیں کر سکتا جب کہ حوالہ بامعین نہ ہو کذا فی المنہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مطل النبی قلم اذا حیل احدکم علی غنی فلیتھیل یعنی مال دار کا مالان اور ادائے دین نہ کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو حوالہ کیا جائے مال دار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر واجب ہے اور حق ظاہر ہے کہ یہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرما کذا فی الشرح لمصناب قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری لمرئوس علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدری نے رضائے محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اس پر رجوع ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ہم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اس پر محمول ہے کہ محال علیہ محیل پر رجوع نہیں کر سکتا مگر جب کہ حوالہ اس کی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حدیثنا محمول ہے لکن استظهر الاکمل ان ابتداء ہا ان کلن امیل شرط ضرورۃ دلالا اور اکل نے عنایہ میں قول ظاہر اس کو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضائے محیل ضرور شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں م یعنی اگر محیل کی جانب سے ہے تو اعلیٰ ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدری کا محل ہے اور اگر ابتدا اس کی محال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضائے محال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محل ہے اتنی خلاصۃ العناۃ الی اصل حوالہ قدری کے کلام میں معنی احالہ ہے اور زیادات کے کلام میں معنی احتیال ہے کذا فی الطحاوی عن الحموی واداد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط لا نعقاد بجر من البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد و بلا قبول مراد نہیں اس واسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر من البدائع ہم اور بعض نسخے میں قبولہا ہے یعنی قبول محال اور محال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اس کو خبر پہنچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہ ہو گا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر من البدائع و نیز الشرط قبول المحال او نا لہ و رضی ابانین لا حضور بہا و اقراء المصنف لیکن در رد و غیر ہما میں محال یا اس کے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی تفصیلات کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محال علیہ کا اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بزاز یہ اور خانہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحاوی و نص فی الدین



المعلوم لانی العین زادنی المہرۃ دانی الحقوق اتھی اوردور الیٰہی ہے دین معلوم غیر مجبول میں زمین میں جو برہ میں زیادہ کیلئے اور نہ حوالہ مع ہے  
 حقوق میں اتھی م میں اس واسطے حوالہ مع نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اس کا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف نہیں جو سکتا اور  
 یہ دم صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ میں کا یہ مع ہے کہ میں ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ  
 پر میل کا دین ہو یا اس کے پاس میں جو میل کا بطریق نصب یا عدلیت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ میل حوالہ تو مقیدہ بدین یا میں نہ کہ ہے چنانچہ  
 اس شخص پر حوالہ کرے کہ جس برہ اس کا دین ہے اس کے پاس میل کا میں ہے کہ لانی المطاویٰ وہ صرف ان حوالہ الغازی بقتہ من غیضہ موزنہ لا یصح اور  
 جو برہ کی رعایت سے معلوم ہو کہ فانی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا قیمت موزنہ سے مع نہیں م تو قیمت غیر موزنہ سے بطریق اولیٰ حوالہ جائز نہ ہو گا وکذوۃ المستحق  
 بمعلومہ فی الوقف علی انظر انظر اور اس طرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف مع نہیں کہ لانی المنہ تم قل بعد در تین و ہذا الحوالۃ المطلقہ ظاہر  
 واما المقیدۃ لعمیالہ لان فی ہذا نظر فی ان یصح کا حالہ علی الموضع ولا لانہا مطالبۃ اتھی و متقضاء محتاج بقیمۃ و عندی فیہ تردد میر صاحب نے نے  
 دو ورق کے بعد کہا اور یہ میں دم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اس واسطے کہ حوالہ مقصود بدین ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بقرائتی میں ہے  
 کہ اگر مال ناظر کے پاس ہے تو لائق یوں ہے کہ حوالہ مع ہو چنانچہ حوالہ کرنا و دولت رکھنے واسطے پر مع ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ مع نہیں کیونکہ  
 وہ مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہیں بدین مال کے اور متقضاء بحث صاحب جو مع حوالہ ہے بحق قیمت اور میر سے نزدیک اس میں تردد ہے موطاوی  
 نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارش ہے یعنی قیمت موزنہ میں فوری کے و درہ اس کا صمد بطور سادہ ہاتے میں تو ملک اس کی قیمت میں منکند ہو گئی تو اب  
 قیمت عدلیت کے مانند ہوئی صحت حوالہ میں و بریٰ الحیل من الدین والطالبہ بیضا بالقبول من المتال لہوۃ اور بری الذمہ جو ہا ہے میل دین  
 اور مطالبہ سہب سے بسبب قبول کرنے متال کے حوالہ کہ قبول مقید برأت موقف لہم ہا کہ ہے اور فائدہ برأت یہ ہے کہ اگر میل رجائے تو متال پنا  
 دین اس کے ترک سے نہیں لے سکتا لیکن میل کے و درہ اور اس کے باب دیون سے ضامن سے اس خوف سے کہ مبادا اس کا حق ضائع ہو کہ لانی شرط  
 الجمع اور بیسے قبول متال شرط برأت ہے اسی طرح قبول متال علیہ بھی شرط ہے کہ لانی ہر متال پر جمع المتال علی الحیل الا بالتوی باقتصر وید ہاک المال لان  
 برأتہ مقیدۃ بسلاۃ مقہ تو متال رجوع نہ کرے گا میل پر گر مال کی ہاک سے اس واسطے کہ میل کی برأت بسا متی حق متال مقیدہ ہے تو کی باف مقصودہ  
 عدلت ہے ہاک ہونے ال سے اور بعضوں نے اس کو مدودہ بھی کہا م بر وزن مصلی لقت میں یعنی ہاک مال ہے اور اس کے مطلبی معنی کو مصنف  
 اگے ذکر کرے گا صاحب برأت مقید بسلاۃ حق متال جوئی تو معلوم ہوا کہ برأت استیفا ہے نہ برأت استیفاء پر ب استیفاء حق مقیدہ ہوا تو رجوع  
 اصل دیون پر واجب ہوا و قیدہ فی الہر بان لا یكون الحیل و ہر المتال علیہ ثانیہ رجوع در صورت ہاک کو بقرائتی میں اس طرح مقید کیا ہے نہیں وہی  
 متال علیہ نہ ہوا ہو دوسری بار م صاحب جوئے کا کہ یہ قید اس واسطے لگاؤ کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے دان کا ذخیرہ دوسرے مرد پر ہر  
 متال علیہ نے اس کا حوالہ اس پر میں پر اصل دین ہے کیا تو متال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہاک مال ہو گئی تو متال علیہ اول پر مدودہ کرے گا اتنی یضام  
 اس کا یوں ہے کہ مادہ مدودہ کا دیون ہے سو عامر نے دین مدودہ کا حوالہ کیا یہ پر پھر زید نے ملکہ پر حوالہ کیا تو مد صحت ہاک مادہ مدودہ کا اما ویدہ  
 پر مد ہا کہ مدودہ پر بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے دہر اور ان کے متال علیہ الحوالۃ وکیلک ولا جزیۃ لہ ای المتال و الحیل او بیوت المتال علیہ مفسا  
 نیز میں و مدین و کفیل و متا بہا و بن افلسا لکم اور مد یعنی ہاک اور مدی سے ہوتی ہے کہ محال علیہ مقدم حوالہ کا انکار کرے اور قسم جائے اور متال  
 اور میں کے واسطے شہادت نہ ہو یا محال علیہ مفسر مدائے بدین میں اور مدین اور جو کفیل اور مد مدین نے کہا ہاک ثابت ہوتی ہے و دونوں امر مذکور  
 سے اور اس طرح سے کہ محال علیہ کو ماک مفسر شہاد سے ولو اختلف فیہ ای فی مرتہ مفسرا و لانی مرتہ قبل واد و بعدہ فالقول المتال مع یحیہ



علی العلم لیسک بالاصل وہو العسرة زعمی وقیل القول للمیل بمینہ فتح اور اگر اختلاف کیا میل اور محال نے اس میں یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر مر جانے میں اور اسی طرح اس کی موت کے اختلاف میں قبل اداے دین اور بعد اس کے تو محال کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگ دستی ہے کذا فی الزعمی اور بعضوں کے نزدیک میل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ ہم صورت اس کی یہ ہے کہ محال نے کہا کہ محال علیہ مفلس بلا متروکہ مر گیا اور میل نے کہا کہ متروکہ چھوڑ کر مرنا تو محال کا قول معتبر ہے اس طرح قسم کھا کر کے دالہ مجہد کو اس کا مال دار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر باتصال بین علی العلم صحیح نہیں کیونکہ اس میں قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول میل کی یہ وجہ ہے کہ وہ خود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ للمیل بما ای بشل ما حال بہ معیا قضاء دینہ بارہ فقال المیل انما احدثت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المیل مثل الدین للمحال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محال علیہ نے میل سے اس دین کے حائل کا جس کا میل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر کہ اس کا دین ادا کیا اس کے امرے ہو میل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا میرے ادھر تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا بلکہ میل حائل دین کا همان دے گا محال علیہ کو بسبب منکر ہونے محال علیہ کے ہم یعنی میل مدعی دین ہے اور محال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول متبرہ ہوا اگر کوئی شبہ کرے کہ جب محال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ میل کا بیون تھا اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا قبول الحوالہ لیس اقرار بالبدین لمتحابہ و نہ اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی دان قال المیل للمحال احدثتک علی فلان بمعنی وکلتک لتقبضہ لی فقال المحتال بل احدثنی بدین لی علیک فالقول للمیل لانه منکر ولفظ الحوالہ یتضمن فی الکالہ اور اگر میل نے محال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلا نے یعنی تجھ کو دیکھ کیا تاکہ دین میرے واسطے قبض کرے سو محال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہے تو میل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہے یعنی باعتبار مجازم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اس کا جواب یہ ہے کہ وکالت نقلات لفظ سے ہے اس واسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجاز کیونکہ وکالت میں نقل تعریف ہے مکمل سے طرف دیکھ کے تو اس کا ارادہ کرنا جائز ہوا تو میل کی تصدیق ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اس میں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی المطاوی احوال بما لہ عند زید حال کوزہ و ولیعہ بان اودع رجلا العاثم احوال ہا غریہ حوالہ کیا میل نے اپنے احوال کا جو زید کے پاس ہے درانما لیک وہ دولیت ہے اس طرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پیران کا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم دولیت سے امانت مراد ہے تو عاریت اس میں داخل ہوئی اور وہ عین متاجر ہے جس کی مدت اجارہ منتفی ہو گئی فان ہلکت الولیۃ ہری الموصع وعاوالدین علی المیل لان الحوالہ مقیدہ بما بخلاف المقیدۃ المنصوب فانہ لا یرا لان مثله لفظ پھر اگر دولیت ہلاک ہو تو دولیت وار بری الذمہ ہوا گا حوالہ سے اور دین خود کرے گا میل پر اس واسطے کہ حوالہ مقید تھا دولیت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید منصوب ہے اس واسطے کہ ہلاک منصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل منصوب اس کے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر منصوب بلا بدل ہلاک ہو اس طرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو منصوب دولیت کے مانند ہو گا برأت میں کذا فی المطاوی عن شرح العینی وفتح ایضا بدین خاص نصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثہ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بدولیت اور دوسرا مقیدہ بمنصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تفتید بدین خاص اس طرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانا اس کے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وکما ان لا یملک المیل مطالبۃ المحال علیہ ولا المحال علیہ دفعا للمیل مع ان المحال اسوۃ لغراء المیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ میل محال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محال علیہ میل کو اس کے دینے کا مالک ہے باوجود کہ محال میل کے دین والوں کے ساتھ برابر ہے اس



کی صحت کے بعد ہم اپنی اگر میل سے ماقبل قبض کرنے قتال کے تو میں یا دین مال پر میل کے سبب ارباب دیون میں حصول کے موافق منقسم ہو گا کیونکہ وہ  
میل کا مال ہے کہ اس پر کسی کا قبض ثابت نہیں کیونکہ مال کا بھی وہ ملک نہیں جو البسب ہم قبض کے کذا فی الطحاوی بخلاف الحوالۃ المطلقة کا بعد ضرر و غیرہ۔  
بخلاف الحوالۃ المطلقة کے چنانچہ ظاہر و غیرہ نے اس کو مخرج بیان کیا ہے ہم یعنی حوالۃ المطلقة خلاف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی میل قتال میرے میں  
یا دین کا مطالعہ کر سکتا ہے اور میل کو دے سکتا ہے اور قتال میرے میل سے مجموعہ کر سکتا ہے بعد ازاں کے اگر حوالہ اس کی صفائے ہو کذا فی الطحاوی  
فتح القدیر میں ہے کہ حوالۃ المطلقیہ کہ میل طلب سے کہ میں نے تیرا مال کیا اس رو پر بعد وہ کما کہ مال میرا اس سال سے ادا کرے جو میرا اس پر ہے تو اگر اس  
طرح حوالہ کرے اور میل کا مال طلب کے پاس منسوب یا مدعی و یا دین میں جو قریل اس کو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس میں اندھین سے قتال کا حق تصدیق  
اس واسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہو ہے بلکہ حق قتال میرے کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں کہ غالیث اور گنہگار ہے یعنی وہ اپنے مال سے لو کرے تو میل قتال میرے  
سے پتا دین یا میں نے گا اور مال باطل ہو گا اور نمند حوالۃ المطلقیہ صورت ہے کہ اس پر حوالہ کرے جس پر میل کا دین ہے نہ اس کے پاس اس کا میں ہے  
اتحاد بشرط ان کی میل المشتري بالثمن مخرج مال ای صانع لعل ولو بلع بشرط ان یقتال بالثمن مع ان شرط و کم کثیر الجوده بخلاف الاول بالثمن نے  
بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کرے گا یا اپنے ذمہ دے کہ بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ یا ثمن کا حوالہ قبول کرے گا تو بیع صحیح  
ہے اس واسطے کہ احتیال شرط و کم مقبضہ اند شرط کر کے جو بیعت ثمن کے بخلاف اول کے کم دو بطلان بیع یہ بند اس شرط کو تقدیر مع مقتضی نہیں اور اس میں  
یا ثمن کا قائم ہے پھر یہ بیع باطل ہوئی تو حوالہ ہی باطل ہو گیا بخلاف سہ تائید کی شرط کے کہ وہ مناسب مقبضہ کیونکہ وہ تاکید محکم موجب ہے اس واسطے کہ  
حوالہ مادت میں اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مال طر او خدش معاملہ ہو تو یہ جو بیعت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی النہر راوی لہا فی الحوائیہ والفساد  
فہو بالتیاران شاء جمع علی المتأمل انما یزید ان شاء جمع علی المیل و کذا فی کل موضع و استحقاق بزانہ یہ قتال میرے نے مال ادا کیا حوالہ فاسد  
میں تو اس کو اعتبار ہے چاہے اپنا مال قتال قابض سے بھرے اور چاہے میل سے بھرے اور ہی طرح حکم ہے ہر ایک مکان میں جہاں استحقاق دار و دہر کذا  
فی البزانی ہم استحقاق دار و دہر یعنی مال میرے کا استحقاق صحیح ثابت ہو چنانچہ یا ثمن نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر بیع مستحق چیز ثابت ہوئی بعد  
و کہنے کے تو مال میرے کو اعتبار ہے چاہے یا ثمن سے چاہے قابض سے پتا مال میرے دینا من موافق الحوائیہ مالو شرط فیہا الامضاء من ثمن و لا یس مشا  
بجزوہ من الوفاء بالمکرم ثم لو بان ہذا لولہا المتال میرے بشرط الامضاء من ثمن و ان دکن لا یجوز علی البیع ولو باع بکبر علی الاداء اور بزانہ یہ میں ہے کہ فساد و حوالہ کی  
صورتوں میں سے وہ صورت ہے جس میں مشا مال پر کا دین ثمن و قریل سے شرط نہ بسبب بزانہ نے قتال میرے کے اس کے دینے سے جس کا احترام کیا  
ہاں اگر قریل اپنے گھر بیٹا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہو گا چنانچہ اس طرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو قتال میرے قبول کرے بشرط کہ قریل اپنے گھر کے ثمن سے مٹا کرے  
لیکن مال میرے پر زبردستی مالگ چھ پر اور اگر بیع کرے گا تو ادائے مال پر زبردستی ہو گی ہم میں اگر میں نے اپنے گھر کی بیع کا اگر کیا مال میرے کو تو ب حوالہ  
جائز ہو گا کیونکہ اب اس کو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اس کے بیچ ڈالنے پر زبردستی ہو گی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے لہذا اگر بیع  
کرے گا تو ادا پر زبردستی ہو گی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحاوی لم یفسد و لا یصح تاویل حقد ما ظہر قال ضمنت بالک علی فلان علی من یک  
ہ علی فلان علی شہر انصرف تاویل علی فلان من اذ و یصح تاویل حقد لولہ بکرم من الیحد اور حقد حوالہ کی تاویل صحیح نہیں تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے  
اس مال کا ضامن ہوں جو فلاں شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلاں شخص پر حوالہ کروں گا بعد لینے کے تو یہ تاویل دین کی طرف  
میں ہے کیونکہ یعنی ضامن پر او اسے دین بعد ایک لینے کے لازم ہو گا اس واسطے کہ حقد حوالہ کی تاویل نہیں کذا فی البزانی البیضا و کمر بہت السبقۃ بضم لیس  
مخرج حقد حوالہ کر کے ہے مستحب بضم سین و سکون فاو خ تاویل میں کا خرم بھی جائز ہے ہم مستحب عربی سے سنت کا جو یعنی ہے حکم ہے جو کہ اس شخص میں



ستورہ خطر طریق سے محکم اور مضبوطی حاصل ہوگی لہذا کسی بستیجہ ہوا وہی اقراض سقوط خطر طریق اور بستیجہ یعنی ہندوی کرنا قرض دینا بے خطر راہ ساقط ہو جانے کے واسطے صحت اس کی یہ ہے کہ اپنا مال دے کسی شہر میں ایک تاجر یا مہاجر کو بطریق قرض تاکہ وہ اس کے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر میں دے تا اس طریق سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہو یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو عارض بن اسامہ کی سند میں علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل قرض جو بے خطر ہو لیا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیلیج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس کی سند میں سواد بن معصب ہے جس کو عبد الحق نے متروک کیا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن عمرو سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (السفیحۃ حرام) یعنی ہندوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسیٰ ضعیف ہے کہ اس کی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تصحیف کی ہے اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثنی عشر جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں عن خالد الامرنی عن جابر عطاء سے منقول ہے (کانوا یقرضون کل قرض جو منفعت یعنی صحابہ کرام مکروہ مانتے ہیں ہر ایک اس قرض کو جو منفعت پہنچے اور اسے کذا فی الفتح ملخصاً حلی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک وراثت ہے بعض درایم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو یہ حکم تاویل ہے اور تاویل ایسا نہیں صحیح نہیں نکالنا حال الخطر التوقع علی المستقرض وکان فی معنی الحوالۃ گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو معنی حوالہ ہو گیا م شامع نے یہ وجہ مناسبت سفیحہ کی کتاب الحوالۃ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کر دی فتح القدیر اور نہ الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سنجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے طحاوی نے علامہ وانی سے نقل کیا کہ ہندوی مشابہ حوالہ ہے اس بہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے وقالوا اذا لم یکن النفعه مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا بأس بہ اور فقہانے کہا کہ جب ہندوی میں منفعت مذکورہ شرط اور متعارف نہ ہو تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں ہم ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقاً ہے چنانچہ اس میں اور کثر کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شامع نے یہی نے کہا کہ مناسبت کراہت جو نفع ہے فواہ شرط ایسا نہ ہو اور دوسرا قول ہے کہ جب منفعت مشروط نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر مجزم کیا ہے فتویٰ مغزین اور واقعات حسانہ اور کمالہ شہید میں اور بزاز یہ کے باب العرف میں بھی اسی کو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح عمودی میں واقعات سے شرط کی صورت اس طرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اس کو لکھ دے فلاں شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھ دیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہ الفائق میں ہے کہ فقہانے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھ دینے کا رواج اور عرف ظاہر نہ ہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اس واسطے ہوتا ہے یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں اتنی طحاوی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حجت ہونے کا محل وہ ہے جب کہ اس کا رواج ہو اس واسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے فرغ مسئلہ لمحۃ شامع کافی النہر والجرمن صرف البزاز یہ و لو ان المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لاندہ مشاع یمثل القسمۃ نہرا در بحر میں بزاز یہ کے باب العرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد کو میہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے مختل القسمۃ شامع نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزاز یہ کی یوں ہے کہ مدیون کے ہر قبول کرنے اور اس کی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح کہ عمدہ تراوا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا دزن میں مانع تراوا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازن میں داخل نہ ہو اور میں انکیلین جاری نہ ہو تو وہ اس کو یعنی دائن کو مسلم نہیں بلکہ اس کو پھر دے اور ایک درم کو سو درم میں بالاتفاق پھر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد میہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع مختل القسمۃ ہے اتنی اور اس کو تامل کر کہ اگر نصف دینا قرض لے اور پورا دینا راوا کرے اور زائد کو میہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے



قتل القتلہ نہیں پھر میں نے مارت سنان افندی کی تمبین المارم میں دیکھا کہ اول تو انھوں نے کافی غلے سے بڑا ذریعہ کاغذ نقل کیا پھر یہ کہا کہ جس میں حقان  
قسمت نہ ہو قبا زہے میں میرے شائع کثانی اطلالی دلو تو نقل الہیل عن التال لتقبض دین الحوالہ لم یصح اور اگر دیکھیں جو محیل قتال کی دقت سے دین مورے  
تقبض کرنے کا تو میچ نہیں مہاس واسطے میچ کہ محیل اپنے واسطے نقل کرتا ہے سبباً مؤید حاصل کہے کثانی ابو طحاوی نے کہا بعض نے میں کہاے من التال مل من رے  
تو ہاں مل یعنی من ہے دلو تو قتال التال الضمان مل الہیل میچ وی طلب ایاشاء ان الحوالہ بشرط عدم براءۃ الہیل خلاۃ خانجہ اور اگر قتال محیل پر تاوان ٹھہرے تو میچ ہے در  
طلب کہے جس سے چاہے لواء محیل سے غناہ مل ملے اس واسطے کہ لواء بشرط عدم براءۃ محیل کفایت ہے کثانی القانیہ چنانچہ کفایت بشرط براءۃ محیل مؤید ہے کثانی حائیر  
دیسا محیل لواء الہیل مل ملے ثم جاد الہال ولادی محمود الہال لم یصدق دین برہن ان المشہود علیہ غائب فلو ما فرقة الحوالہ واما بنیہ کان فتول رد میں محمود میں در  
خانجہ میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر محیل مل ملے غائب ہو پھر قتال اوسے اور اس کے انکار مل کا جوئی کرے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ اس دعویٰ کو بشارت ثبت  
کہے اس واسطے کہ مشہود علیہ یعنی مل ملے غائب ہے سو اگر محیل مل ملے ما فرقا اور وہ حوالہ سے انکار کرے اور گناہ نہ ہوں مقدم حوالہ کے تو قتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اس کا  
انکار فرخ حوالہ الزارہ دیا جائے گا م تو اس صورت میں محیل پر دین ہو کرے لگیو کہ براءۃ محیل بشرط براءۃ حق قتال ہے اور یہ مسئلہ نکات دین کا ہے جو س قریں  
دکھ کر ہو چکا ہے سید طرہ شارح کا لاب ابو موسیٰ لواء احوال ہال الہیل فلان کان غیر متیم بن کان مل ملے اصلا مع سراجیۃ اللہ لکیر کان مضاربۃ الجہرۃ قت و غناہ تمام  
الہال و لسا مایہ نقلہ امہ جز مل لانیۃ و لہ لہ لا یستغنیہ اشتغال بالانفید و اعلیٰ و انما شرعت لفائدۃ انتہی باب یا دمی جب کہ مال متیم کا حوالہ نہیں کہے تو یہ  
تیم کے حق میں ہستہ ہاں طرح پر کہ مد سرائف یعنی مل ملے غائب ہاں وار ہو محیل سے تو میچ ہے کثانی السراجیہ اور اگر زیادہ زوال وار نہ ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں  
چنانچہ جو برو کی کتاب المضاربۃ میں ہے اس کتاب میں کہ مفاد اشتراط غیرت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص مل اور مل ملے مساوی ہوں مال داری و زیادہ ہیں  
یا دونوں متکلم ہوں اور اس کا یقین کیا ہے خانجہ میں امہ دلیل بھی اسی کی معقوف ہے اس واسطے کہ در صورت تساوی یہ قبا ب لواء نہیں رہا اس چیز کا نقل  
ہے جو علیہ نہیں اور مشروطیت مفقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالیٰ اعلم م دیون نے دامن حوالہ کی سو قتال علیہ شہر سے اس طرح غائب ہو گیا کہ سرکار  
معلوم نہیں بہت اس کی صورت اور عاجزی کے سو قتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے بھرے تو اس کو جوڑا بل دین محیل پر جائز نہیں جب تک قتل میرے موت  
ماہت و کہے کثانی اطلالی من الہال لکیرۃ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العلیہ



# کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضائی جھگڑا فیصل کرنے میں لاکان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیانات اعقبا بالقطع ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیانات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف دیون اور بیانات کے متنازع اس کو لایا جو ان کی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیانات ہے دیون سے مراد دیون ہیں جن میں کفالت اور حوالہ واقع ہوتا ہے جو بالمدون یقین لفظ حکم قضا بالف مدوہ ہے اور بالف مقصور ہے بھی آیات لغت میں یعنی حکم ہے ہر چند قضا لغت میں معنی حکم و فرائض و ہلاک و ادا و اہلاد یعنی وضع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہوا ہے و شرعا فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصوصیات اور قطع کرنے منازعات سے معنی فیصلہ جو خصوصیات میں واقع ہو اس طرح کہ حق دار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصل رافع یعنی قطع ہے تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ خصوصیت کی قید زیادہ کرنا تا امیر اور حکم فصل خصوصیات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحاوی و قیل غیر ذلک کالسطح الطولات اور بعضوں نے تعریف قضا کی اس کے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرع ہے ہم از الجملہ بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اس طرح پر کہ اس پر دلیل قطعی ہو یعنی نفس مفسر کتاب اور سنت متواترہ یا مشہورہ یا اطلاق سے خواہ ظاہر ہو اس طرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو طلبہ ظن کے موجب ہے کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہاد میں ہے جس میں اختلاف فقہاء ہے یا جن میں صدف سے روایت نہیں تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہے تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ بالیقین باطل ہے اور اسی طرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو اقاویل فقہاء سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق ان سے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی اور شافعی پر تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتقدوں پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کرے گا جان کڑا اس کا حکم جاری نہ ہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اس کا ابطال حکم مناسب اور معنی روایات میں اس کی تفصیلات اہم اہم کے نزدیک جائز ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحاوی من البحر دار کاہستہ علی ما ظہر ابن الغرس بقولہ ۱۰ اطراف کل قضیہ یکتیزہ ۱۱ است یروع بعد الما تحقیق ۱۲ حکم و محکوم بہ و ملہ ۱۳ و محکوم علیہ و حاکم و طریق ۱۴ اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول میں نظم کی ہے یعنی اطراف ہر قضیہ یکتیزہ کے چھ ہیں جن کے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے حکم ہے ۱ محکوم بہ ۲ محکوم لہ ۳ محکوم علیہ ۴ حاکم ۵ طریق ۶ ابن الغرس نے ابن معین معجمہ فدا کہ بدیعہ کا مصنف ہے اور اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جس کو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم ہے قوی اور ضعیف حکم قوی یہ کہ قاضی کہے کہ میں نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا میں نے باری کی یا میرے نزدیک ظاہر بدیعہ ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اس طرح پر کہ قاضی نے مثلاً تم کو مال آپ نہ دیکھا یا اپنا مال تم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اس کا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اس کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اس کی شرط یہ ہے کہ دعوی اس کا صحیح ہو اور مدعیان میں جو جن کی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول مقدمہ ۲ بطور ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ لطف ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا ۱۰ فقط دعوی کی سماعت کے واسطے اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور







ظہیرۃ دستغیر اور فتویٰ دے قاضی اس کو جو اس کے پاس فیصلہ کر دے نہیں آیا کذا فی الظہیرۃ اور اگے یہ مسئلہ واضح ہو گا فتویٰ دینا قاضی کا بانی ہے اگرچہ اپنی مجلس  
قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنع و یاخذ القاضی بالمفتی بقول ابی حنیفہ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے  
مانند امام ابو حنیفہ کا قول ہے مطلقاً یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہو یا نہ ہوں ہم جامع المنقولین میں ہے اور اگر ایک مسئلہ میں ہمارے اصحاب مختلف ہو تو اگر  
ابو حنیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے لیں بلکہ ظہیر نے صواب کے اس میں اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف ان کا  
بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول ہے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملات میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر  
متاخرین کا اجماع ہے اور اس کے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مجتہد ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حنیفہ کے قول کو لے لیں کذا فی الظہیر  
ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد ثم بالاصح منہ وراجیہ وعبارة الترمذی بقول الحسن بن فضال وحنیفة کے بعد ابو یوسف کا قول ہے پھر ان کے  
بعد محمد کا قول ہے پھر ان کے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول ہے اور یہی ترتیب مذکور اجماع قول ہے کذا فی المینہ والسراریۃ اور عبارت نزل الفائق اس طرح ہے پھر زفر کے بعد حسن بن  
زید کا قول ہے سو خبر طرہ یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نزل الفائق میں اور مینہ اور سراریہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہم مرتبہ ہیں معوی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی  
تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جس کا پاس ہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں سے  
ایسا ہی واقع ہو رہا ہے فی الحادی اعتبار قوۃ الدرع والاولیٰ اضبط نہرا و ہادی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدسک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی انہم تصحیح ہادی  
اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدسک لفتح را مصدر ہے یعنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف  
یا مدسک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہرنے قول اول یعنی مینہ اور سراریہ کے قول لفظی واسطہ اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدسک  
کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اس کے کہ ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اس کے برخلاف ہوتا ہے یا بحسب دلیل قوت معلوم ہوتی  
ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر شخص مطلع نہیں برالرائی میں کہ لکھ تصحیح ہادی قدسی اس صورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین  
دوسری جانب میں صاحب برالرائی نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا غیر قول امام کیونکہ جائز ہو یا بدید کہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کتابوں کہ یہ شبہ بھر پرت  
درائیک مشکل رہا اور اس کا جواب میں نے نہیں دیکھا اگر جواب میں سمجھا ہوں ان کے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے صاحب سے نقل کیا کہ کسی کو فتویٰ دینا ہمارے  
قول کا حلال نہیں جب تک یہ نہ جانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور سراریہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اس کا یہی سبب تھا اور وہ بخلاف  
قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل ان کو یہ معلوم ہوتی تھی ادا ان پر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اس کے موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کتابوں کہ  
یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اس واسطے کہ ان کو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قیہ و غیرہ میں  
ہے تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی ہادی نے تصحیح کی اور اسی  
شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہان نے مجمع کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے نتیجہ حاصل ہوا کہ ہم پر یعنی مقلدین پر اپنا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے بطواف  
اس کے فتویٰ دیا ہو کیونکہ انھوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے ان کے حق میں یعنی تلف ہونا امام کی دلیل پر اور ہم پر تو اپنا بقول امام  
لازم ہے اگرچہ ان کی دلیل نہ جائیں انتہی مضمون البر کذا فی المطاوی و لا یخیر اذالم یکن مجتہدا بل المقلد حق خالف معتز اندہ لا یغفر حکم و متیقن ہو انما للفتویٰ  
کالسطہ المصنف فی فتاویٰ وغیرہ و قد متاہ فی ادل الکتاب دینی اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جب کہ وہ مجتہد نہ ہو بلکہ قاضی مقلد جب کہ اپنے مذہب کے  
معتق قول کا خلاف کرے گا تو اس کا حکم جاری نہ ہو گا بلکہ توڑ دیا جائے گا یہی قول مختار ہے فتویٰ کے واسطے چنانچہ مصنف نے اس کو مشروع بیان کیا  
ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور اگے بھی مذکور ہو گا



ولی القضاۃ دیرہ اہم بنی کل امر منہ بالکلی فیہ للقاضی فالمراد منہ بالکلی جمہا ماتمی اور قضاۃ دیرہ میں ہے معلوم کر کہ میں مقام میں ملائے کیا کہ اس میں قاضی کی رائے ہے تعداں وہ قاضی ملو ہے جس کو وقت اجتہاد حاصل ہو اتنی ولی القضاۃ وانما یقتد القضاۃ فی البتہ فیہ انما علم انہ مجتہد فیہ والا فلا یقتد فیہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جس میں اختصان مجتہد ہے اس میں تو اس وقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو حکم اس کا نافذ نہیں ہو کہ یہ قاضی مجتہد کا اس واسطے ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی تقلد یا اتباع مجتہد بہ واجب ہے غیر ذہب کا اس کو خلاف معلوم ہوا نہ ہو اور مجتہد کو حکم مجتہد ہے اس واسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اہل علم سے اس کا حکم حلف دہو جائے کذلک المطاویٰ واذا اختلفت مقتیان فی جواب حلفہ اخذ لقول القضاۃ لیکون اور عہدہ اسباب سے جب کہ مدعی ایک مقدمہ کے جواب میں منصف ہوں تو حلفہ ترکا قول سے بعد مقتیان نہ ہونے کے کذلک فی السریۃ یعنی جو عدلوں میں زیادہ ترقیہ اور زیادہ تر پر بزرگاری اس کے قول پر قاضی مل کر سے ولی الملتقط فاذا اشکل علیہ امر دارائی لہ فیہ شاد العلماء و نظر اسن اقاویم قاضی ہمارا صوابا لا غیر الا ان کیوں غیر والی فی الملتقط مجتہد فیہ ترک کر دے اور مطلق میں ہے اور جب قاضی پر کوئی امر اشکل ہو اور اس کی رائے اس میں نہ ہو یعنی اس کا اجتہاد کسی شے پر واقع نہ ہو تو ملائے مشورہ سے اعدان کے اقوال میں سے خوب تر قول کو مان کر سے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اس پر حکم کرے نہ اس قول پر کہ اس کے سوا ہے مگر اس صورت میں جب کہ غیر قاضی تھا وہ مجتہد نہ تھا تو اس میں قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بقتلا اجتہاد غنیہ قوی کے ہائے ہم یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے قاضی مالگیری میں ہے کہ اہل ان و جہان کے ملائے مشورہ لینا خط کہہ کر سنت قدیم ہے حوادث شریعہ میں اور اگر قاضی مجتہد نہیں تو وہ صورت اختیار جو اس کے نزدیک افتد اور اس کے پاس کا قول سے برہنہ ایک حکم سے لینا کافی ہے لیکن چند ملائے مشورہ لینا مطلب ہے تم قال دن لکن مجتہد افضلہ تعقیدیم متابہ رائیم فاذا قاضی ہوا نہ لایفد حکم پر صاحب مطلق لے گا اور اگر قاضی مجتہد نہ ہو تو اس پر تعقید صحابہ سے اور ان کی رائے کا اتباع واجب ہے تو اگر بطلان اس کے حکم کرے گا تو اس کا حکم نافذ ہو گا مگر یہی صورت قضاۃ اتباع علیہ واجب واجب ہے اور صورت اختیار قول محمد کا اتباع اہم ہے کذلک المطاویٰ المصر شرط لنفاذ القضاء علی ظاہر الرویہ ولی روایۃ النواوی لا یقتضی القری ولی مقار فی دعاۃ علی اصح ما مشہور یعنی جائزہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم چلنے ہونے کی شرط ہے ظاہر دعاۃ میں مورد دایت النواوی میں شہر کا ہونا شرط نہیں تو حکم اس کا جاری ہو گا دیات میں اور اس زمین میں جو اس قاضی کی حکومت میں واقع نہیں بنا بقول مجھے کے کذلک فی الامتہ اور اسی قول میں ظاہر رواۃ پر فتویٰ ہے کذلک فی البرجۃ اخذ القضاء لیرشوة سلطان القضاۃ وہو عالم بما اود بحدۃ جات الفضولین و فتاویٰ ابن نجیم اذ اشار فی ہذا و احوالہ بعدہ لیرشوالیہ و حکم لایفد حکم قاضی نے عمدہ قضا یا بادشاہ یا اس کی قوم کو رشوت دے کر اسے ملا کر قاضی رشوت دینے سے وقف ہے یا سفارش کر کے قضا کی کذلک جامع الفضولین و فتاویٰ ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت تل یا اس کے ملازم دگرنے قاضی کی دانت میں اور حکم کیا تو اس کا حکم نافذ نہیں مگر جب قاضی مذکور کا حکم نافذ ہوا تو اس کے حقوق اور فساد سب باطل ہیں حدیث میں راہی اور رشوتی اور رشوتی بہ لغت دار دے راہی وہ ہے رشوت دے اور رشوتی وہ ہے رشوت دے راہی وہ جو عدلوں میں متوسط ہو جس کے ہاں رشوت حاصل ہوتی ہو مگر اس نے کہ اس نے ان کے قاضیوں کو اس لغت کی بشارت سننا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیوں کو طرہ ماہر ہے کہ بعض قاضی رشوت دے کر قضا لیتے ہیں اگر اس کو دانت کیے تو کہتا ہے کہ ہم اس واسطے رشوت دیتے ہیں تا نصب قضا محظوظ رہے اور ہاں اور فاسقوں کے ہاتھ میں دانتے اور حق تعالیٰ پر کوئی چیز حق نہیں سرور دلع میں بنا پیچ سے منقول ہے کہ ابو طیف نے کہا کہ اگر قاضی دانت تک لوگوں میں حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خور ہے تو اس قاضی کے پاس اس کے مقدمات کا مواخذہ ہو اس کو ملتا ہے کہ اس کے بیچ قضا کو باطل کر دے بتا دے میں ہے رشوت دے کر قضا لینا نام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے ہاں میں ہوا میں ہے کہ اگر قاضی کے ملازم سے کئی رشوت لے گا قاضی کی تداکل میں تو اس صورت میں قاضی کا حکم نافذ ہو گا اور جو منصف نے اختیار کیا کہ رشوت



لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوتا یہ ایک قول ہے ازال ثلثہ سے جن کو ہر ارائی میں فضول ہمدادی نقل کیا اس طرح کہ قول یہ ہے کہ جس مقدمے میں رشوت ملے اس میں حکم نافذ نہیں اور اس کے سوا اور مقدمات میں نافذ ہے اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں تو میرا قول یہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہے اور یہ بزوری کا قول ہے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے اس دلیل کے ماحصل امر رشوت یہ ہے کہ موجب فتن ہے اور حالانکہ فسق موجب ہزل نہیں تو ولایت اس کی قائم ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی تتمہ رشوت بضم دفتح وکسر اول مراد وہ ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے جس کو شرط امانت وکسر ہدیہ وہ ہے جس میں امانت شرط نہ ہو رشوت چاقیم ہے ایک قسم وہ ہے جو اخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے مثلاً تفسیر فقہاء اور امانت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دیکھ کے واسطے بھی اخذ اور معطی دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اس واسطے کہ اس کا امور درست کرے یعنی اس کا کام بناو سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت یہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قہر میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اس واسطے کہ اس کا کام سلطان کے پاس بناو تو معاف نہ ہو گا کہ یہ رشوت ہے بلکہ قسم ثالث کے حلال ہو گا جیلہ لینے والے کے واسطے ہے کہ رشوت ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت لو کر رکھے کہ یہ اجارہ جمع ہے تو اس کے منافع ملوک ہو جائیں گے پھر اس کو سلطان کے پاس فلا نے کام کے واسطے بھیجے اور حوادث فتویٰ سے بچے کہ اسی باتنا سنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امر اس واسطے کہ فلا نے شہر میں اس پر کوئی ظلم کیا کریں پھر اسی باتنا مرگیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو اسے استغنا کا جواب یوں دیا کہ یہ اجارہ جمع نہیں اس واسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اس پر واجب متعین تھی یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر عفا لے رمایا اور دفع ظلم واجب اور دلیل اس جواب کی یہ جو غلام و نیزہ میں مذکور ہے کہ بدینہ قسم ہے ایک وہ جو دونوں جانب کھلا ہے صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جہانیں کو حرام ہے یعنی بدینہ ظلم کی مدد گاری واسطے تیسری قسم یہ کہ لینے والے کی طرف سے حرام ہے نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور صلہ اس کا یہ کہ اس اجارہ کرنے میں دن کا کام کرنے کے واسطے پھر اس کے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اس پر جائز ہو اتھی اور بلا شک اس فعل کا اس کو یعنی اسی باتنا کو اجارہ کرنا جائز نہیں چنانچہ معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اس کا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم مدفع الیہ کا خوف خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور دوسری میں اسی قسم بلعے اس کو ٹھہرایا ہے جس کو شاعر لیتا ہے کذا فی النہر فتاویٰ مالگیری میں ہے اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچھ مال بطریق بدیہ دے تا اس کا مطلب سلطان سے درست کر دے اس کی حاجت کا معین ہو اور یہ دو دھڑ چڑ دھڑا دل یہ کہ حاجت اس کی حرام ہو تو اس دھڑ سے دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اس کی مباح ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ ہاں اس واسطے دیتا ہے تا اس کی امانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں کسی کو لینا حلال نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ حلال ہے اور علت اس کا یہ حیلہ ہے سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اس ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرتے تا وہ اس کا کام کرے بعض اس مال کے جو اس کو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ جمع ہے اور میر تقی میر جو گا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس کے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہانے کہا کہ یہ حیلہ اس وقت صحیح ہے جب کہ وہ کام جس کے واسطے اس کو بطریق اجارہ لیا ایسا کام جو جس پر استیبار جمع ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اس کے اور اگر مدت اجارہ بیان نہ ہوگی تو اجارہ صحیح نہیں اور معطی کو اوطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال نہیں اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی علت اس کا قول اصح ہے یہ اس وقت ہے جب کہ اس نے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے حیلہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری صورت یہ کہ درستی مقدمہ کو صرف شرط نہ کرے لیکن مطلب اس کا بدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اس کی امانت کرے اس صورت میں اختلاف شارح ہے اکثر شارح کا یہ قول ہے کہ یہ کر دہ نہیں یہ اس وقت جب کہ قبل اس مقدمہ کے دونوں میں عداوت نہ ہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہ ہو اور اگر دونوں میں عداوت کی عادت ہو قبل اس کے بسبب دینی



قزابت کے پھر یہ دے چنانچہ قبل اس کے وقتا تھا پھر وہ اس کا مقدمہ درست کر دے قیہ غریب بابت ہے کیونکہ یہ فرض ہے اصناف کا اصناف سے عا در کرم کا  
کرم سے اتنی فتح تقدیریں ہے کہ اگر یہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہے کہ اس واسطے یہ قیہ ہے کہ اس کی امانت کرے سلطان نزدیک تو مشائخ ہمارے  
اس پر میں کہ اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اس کا کام بلا شرط اور بلا طبع کرے پھر بعد اس کے وہ بدیہ دے تو وہ ملے اس میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ  
عبداللہ ہی مسعود جو اس میں کراہت منقول ہے مسودہ و سرخ اور تقویٰ ہے اتنی دینا جو جعل لہر یہ مبلغانی کل شہر یا خذہ منہ و یغضض الیہ قضاء ثابت و تادی  
الصف و کفنی فی الخ من قبل بواسطہ الشحاء کن قلا اقتسابا و مثلاً فی بزازۃ زیادۃ و من لم یل الیہ بالثغفاء اور اسی دم نفاذ حکم میں سے ہے یہ صورت  
کہ آدمی عہد و قضا کے دینے دے کے لیے کہ وہ پیر پھر کر دے کہ بریتے میں تم جو سے لے لیا کروادہ کسی پرگز کی قضا پرے حلالہ کہ و کثانی قادی المصنف لیکن  
فتح تقدیر میں ہے کہ جو قاضی ہو بلا واسطہ سفارشیوں کے واسطے مل نہیں م بہ استدلال کے جامع مخصوص اس کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا و لو کان عدل  
لفسق یا خذہ یا ادیر یا خصا کہ العلم استحق العزل و جو باوقیل بغزل و غیر الفتویٰ ابی الکمال مالک اور اگر قاضی مادل جو پیر فاسق ہو جائے رشوت لینے  
یا بیز رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو اذن معزول کے ہو گا بلکہ جو ب کے معنی سلطان پر اس کا معزول کرنا واجب کذا فی بزازۃ یہ اور دو سراقول یہ ہے کہ  
فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یہی بدون معزول کرنے کے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ صاحب اجماع الکمال اور ابن ملک اور شافعی نے کہا کہ مصنف نے اخذ  
رشوت کو اس واسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے م مادل وہ ہے جو احکام شرع کا لہوے اور اس کے نواہی سے ہے  
اور فاسق یہ کہ علم الہی سے ماہر ہو جائے کبیرہ گناہ کر کے چنانچہ استماع خفا و نقص و اخذ رشوت و بیز و ذک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت  
لے یا اس کا بیٹا یا اور کوئی قرابت دار جس کی گواہی اس کے حق میں درست نہیں بشریکہ قاضی اس کی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحاوی و فی المسند  
من النوادر و فسق اور اتنا آدمی تم صلح ادا بجز منسل قضاء و قاضی فی فسق و کوہ باطل و اعتمدہ فی البور و خلاصہ میں نوادر ہے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا فاسق  
یا اندھا ہو جائے پھر صلح ادا ہوتی ہو جائے تو بقاء اسلام سے یا اس کو نظر آنے لگے تو وہ قاضی قضا پر قائم ہے اور برابر اس نے اپنے فسق و بیز میں حکم کیا وہ باطل ہے  
اور اس قول پر بجز اراکان میں امتداد کیا م یہ قول بھی ہے اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا و سوسے نے کہا کہ جو فسق ہم مستحق  
عزل کا قائل ہے وہ اس کے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اس کی معزولی کا قائل ہے وہ بطون احکام کا قائل ہے و لہذا قال اعلم کذا فی الطحاوی و فی الفتی  
افتقوا فی الامارۃ و السلطۃ علی عدم الانعزال بالفسق و انما یجوز علی فقر و غلبۃ او فی حق تقدیر میں ہے کہ امانت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم معزول پر سبب  
فسق کے کیونکہ بنائے امانت اور سلطنت تہر اور تہر پر ہے لیکن فی اولی و ثانیۃ الاولی کا قاضی غیر فاسق لیکن غائب اول کتاب لہ موعی میں ہے کہ ذل قاضی  
کے مانع ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م جو اراکان میں غایہ سے حقول ہے کہ مالک جب فاسق ہو جائے تو وہ بجز لا قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ  
استدلال کہ عدم عزل دلی کے اتفاق پر وہ معنی ان کیوں ہو تو غایہ فی معافہ و عقلم و صلاح و فہم و علمہ بالسنت و الاثار و وہو الفتنہ و غیرہ  
یہ ہے کہ قاضی موقوف بہ اور متقدم علیہ جو اپنے مخالف اور عقل اور صلاح اور علم اور سنت اور اکبر اور وجود فقہ کے علم میں م غائب یعنی پاک و امنی عبارت ہے  
فولت اور غلام موسیٰ ہارے نے سے اور عقل بقول کجربابت ہے اس وقت سے جو درج کلیات ہے یعنی قاضی کامل عقل چاہیے تو احنق ناقص العقل  
والق قضا نہیں صحت لے کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہے یعنی پردہ دار و صاحب تحت ستیم طریقہ سلیم انانیہ کامن ہادی قلیل السوء و شلب نبیذ  
نہ سبب عالہ نقان محضات و معروف بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ وقت ہے جس سے نفس فانی اکتساب تہر اور مطالب کے واسطے  
مستعد ہو جائے اور سنت و عبادت ہے حدیث قولی اور فعل اور تقریری سے اور انکے سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود میں اور وجہ فقہ سے وہ طریق  
لہ طرح کا سبب عارفانہ صحت بلکہ اسلحہ بڑا کم کرنے والا ہے کہ وہ سبب کا دل دینے والا ہو کہ وہ بای حور توں کو نہ ناک تہمت لگائے وہ



مراد ہیں جن سے مستنبط ہوتی ہیں اور وہ اصول جن پر بناء فقہ طحاوی نے کیا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اس پر دلالت کرتا ہے اوصاف مذکورہ استنباب کی شروط ہیں والا اجتہاد بشرط الاولیۃ تعذرہ اور اجتہاد ولایت کی شرط ہے بسبب تعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے اور فقہا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد ولایت میں مبارک ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تفصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور شروط اجتہاد اسلام اور نقل اور بطورخ اور فقہ النفس یعنی شدید الغم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور تاریخ اور نسخہ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرائط جو مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتویٰ دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہونے دوسرے حکم میں تو اس پر معرفت اسی قدر کی لازم ہے جو اس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد یعنی اول مراد ہے کذا فی الطحاوی عن الحموی علی انہ یجوز علوان من عنہ من الاکثر نہ فی بعض تولیۃ العامی ابن کمال ویکم بفتویٰ غیرہ علاوہ برائے خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی المنہر تو اس صورت میں جاہل مای کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکر ابن کمال اور حکم کے قاضی جاہل غیر شخص کے فتویٰ سے ہم اس واسطے کہ مقصود قضا یعنی حق دار کو حق کا پہنچانا حاصل ہو سکتا ہے چیز کے فتویٰ سے کذا فی البرہان عرس صاحب ذواکہ بدریہ نے کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل شخص نہیں بلکہ تامل علم اور فہم فرد ہے اور کثیر مرتبہ یہ ہے کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تفصیل احکامات قریبہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دماوی اور نفع میں کیفیت ایراد اور مدار سے واقف ہو نہتی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البرزانیۃ المفتی لفتی بالذیانہ والقاضی لفتی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یکنہ القضاء بالفتویٰ ایضاً فلا بد من کون الی اکمل فی الدماء والفروع مالا دینا کا لکھتے ہیں علامہ ابن کمال الامردین العلم لیکن ہذا نیز کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتویٰ پر حکم دینا ممکن نہیں تو دماء اور فروع میں قاضی ماکم کو عالم اور دین طرہ ہونا ضروری ہے اور عالم دین دار ہونا کبریت الہم کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت اعرار کہاں علم انتہی کلام البرزانی ہم یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ بناء فتویٰ دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ دین الدار بناء فتویٰ ظاہر لفظ پر ہے اور جس پر قرآن و دلالت کریں تو اب قاضی کو مفتی کے فتویٰ پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر مقدمے میں مقصود نہیں اس واسطے کہ جائز ہے کہ فتویٰ بالذیانہ دماء اور فروع کو اس واسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ دونوں میں فوری ضرورت اور اختلاف المسابب ہر زمانہ ہے طحاوی نے کہا بعضوں نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ افتاء سے وہ مراد ہے جس پر قاضی عمل کرے اس طرح ہر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اس میں کیا حکم کرے علاوہ اس کے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے ہر مسئلے میں و مشککہ دیا ذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ ہیں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثوق ہونا ضروری ہے ہفت اور نقل و مصلح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں دہر منہ الاصولیین المجتہد و امامین یحفظ اقوال المجتہدین فلیس بفتی و فتواہ لیس بفتویٰ بل ہو نقل کلام کا بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کر لے وہ مفتی نہیں اور اس کا فتویٰ بھی فتویٰ نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اس کو فتح القدیر میں شرح بیان کیا ہے ہم فتح القدیر میں اس کے اصولیین اس پر مستقر ہو گئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد کا قول یاد کرے وہ مفتی نہیں اور جب اس کوئی سوال کرے تو اس پر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً انکھبہ فیہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماء موجودین کا فتویٰ درحقیقت فتویٰ نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اس کے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند میں ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روایت معتمدین اس کو پہنچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بردست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند ان کی تصانیف مشہورہ و معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہورہ کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے



راز دہانتی کلام اللہ و لا یطلب القضاء قبلہ ولا یسلّم جسدہ اور نہ خواہش کرے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اس کا سوال کرے اپنی زبان سے مگر  
 نفل یعنی جو ہے اللہ مافد اور ترضی اور یا ہی اور میں جس کی مرضی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کرے گا وہ اپنی امانت پر سپرد کیا جائے گا  
 گالینہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے جو نیکو فیصلہ ہوگی اور جس پر چرک یا جائے گا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائے گا تو اس کی طرف فرشتہ نازل کیا جائے گا وہ اس  
 کو طریقی مستقیم بہ قائم رکھے گا اور جس کی جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے عبداللہ بن عمرو امانت کا سوال نہ کیجیاس واسطے کہ اگر امانت  
 سوال سے تھک کر وہی جائے گی تو اس کی طرف تو سپرد کیا جائے گا اور اگر بدون سوال تھک کر امانت دی جائے گی تو تیری امانت کی جائے گی کذا فی اللہ معلوم ہوا کہ  
 طلب اور سوال قضا کا سوال نہیں مگر اس واسطے کہ جب سوال سے امانت ربانی نہ ہوئی تو سوائے خدا ان داریں اس کا کیا ثمرہ ہے اور اس واسطے کہ طلب  
 قضا اپنے نفس پر اعتماد و مکتاہے تو معلوم ہے کہ گا اور جس پر زبردستی ہوگی اور اس پر رب پر توکل کرے گا تو وہ علم بالیزہ ہوگا فی الحکامۃ طالب الایمان لا یرى الا اذ انیس  
 علیہ القضاء او کانت التولية مشروطة لا اداوی ان معزل من قاضی الاول بغیر جزئہ نمراد غلامہ میں ہے کہ جو دایت طلب کرے اس کو حکومت نہ دی جائے مگر جب  
 طالب پر قضا تعین ہو جائے یا تولیت وقف اس کے واسطے شروط بھی حاصل یا قاضی حد پیدہ پر ہوئی کرے کہ معزول میری قاضی اول کی جانب سے بلانصوب  
 ہے کذا فی النہرم نمرالغنائق میں ہے کہ جب طلب جائز نہیں ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہیں اور اس میں کچھ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور  
 وصایت اور وصوت مشرطیت تولیت اگر طلب کرے گا تو یہ تنفیذ شریک طلب ہے اور در صورت دعویٰ مقصوری اگر قاضی بد پیکہ نفل اندہ قدہ  
 طلب کرے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اجابت ثابت کر پھر اس کو متولی کرے اتنی بھڑائی میں ہے کہ اگر قاضی تعین ہو اس طرح کہ اس کے بھائی یا قضا  
 نہ لکھا ہو تو اب اس پر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور حکم ظالمین دفع ہو جائے تا جب ان فیہ والاکیرہ طلب القضاء کمال اللہ کر ثرا  
 علم اور صاحب غلامہ نے کہا اور شافعیہ ایک لے مستحب کیا ہے طلب قضا کو شخص کم نام کے واسطے تاکہ اس کا ظہر ہو و بختار القضاہ قادر و الاولیٰ بہ  
 اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس جودہ کے واسطے بہتر ہو اپنے فیض یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے فیض سے  
 بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور علم میں افضل ہو اس کو یہ جودہ عید عطا کرے ہم طرانی میں ہیں مگر اس کی مرضی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی  
 امر مسلمین ہو کسی شے میں پھر وہ حاکم اور مالک ہے اور ملاکہ وہ ہائے کون میں یعنی مسلمین میں کوئی شخص اول بایں مل ہے اور اس سے زیادہ زیادہ تمام کتاب  
 السنۃ سنت رسول کا اثر اعتبار ہے اللہ کی اور اس کی اور امانت مسلمین کی خیانت کا اور مانند اس کے مستدرک عالم اور مستدرک علی موصی میں مروی ہے  
 اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال میں لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور مقدر و مال ہو اگرچہ یہ اور  
 نہ مل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اس میں قول ہے اللہ تعالیٰ کمال یتیم میں جس کو وہی اس کی کارنگ کرے وہ من کان خیا فیستعفف ومن کان فیہا  
 علیا کل بالعرف یعنی جو غنی ہو وہ علت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق سلیمان بن ربیعہ ماضی کو بعدہ قضا پانچ سو روپے کا  
 مشاہرہ دیتے تھے تقدیر کفایت ان کی خیال کے اور شریک قاضی کو سو روپے مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضیٰ شریع کو پانچ سو روپے دیتے تھے اس سے دیکھا  
 کی خیال فاروق اعظم کے مقتدر میں کم تھے اور ظہار زن تھا اور فطانت مرتضیٰ میں ان کے خیال بکثرت تھی اور غلام گریں غلام قاضی کی روزی میں کہ تقدیر  
 اور حد نہیں بقصد کفایت چاہیے کیونکہ اگر امت نہیں اس واسطے کہ قضا پر اجرت لینا مکمل نہیں کذا فی اللہ و ہم کہ غنیہ و غنیہ لا ز خلیفہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم و قاضی جو خلق سخت دل و عکبر غضب اکو و ناسی پسند معتمد نہ ہو کہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے .... شریعہ کے جاری  
 کرنے میں خلیفہ ہے مگر مینی نے کہا مقصود قضا سے دفع فساد ہے اور ملاقہ مذکورہ تو آپ ہی فساد میں ولی للاق اسم خلیفہ اللہ فلان تا ماریتہ اور خلیفہ  
 اللہ کے نام لہے میں خلاف ہے کذا فی اللہ تا ماریتہ م بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفہ اللہ کہنا اس واسطے کہ خلیفہ اللہ رسول ہے مگر پر مومل ہے



اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اس واسطے کہ یہ لفظ مخصوص باتینا علیہ السلام مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے ذکرہ تھا القول فی القضا لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یعنی احد ہمانی الکراہتہ ابن کمال اور مکروہ تحریمی قضا کا قبول کرنا اس شخص کو جو ظلم یا مابزئی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخہ در مختار میں کہہ نقل کیا اور مصنف کی شرح میں کہہ نقل ہے اور یہی مناسب اور اسی طرح اگلے قول میں والتقلید رخصت ہے اور بہتر والتقلید رخصت ہے کذا فی الطحاوی وان لعین لہ ادا منہ لایکرہ فتح تم ان انحر فرض عینا والا کفایت بحر اور اگر باوجود ظلم عہدہ قضا اس کے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر ریاست قضا اسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ کذا فی البحر فتح القدر میں محل کراہت اس وقت ہے جب کہ قضا اس پر متعین نہ ہو اور اگر اسی پر منحصر ہو تو قبول قضا فرض عین اور اس پر واجب ہے کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے بچانے کے لیے گویا کہ سلطان سے فصل مصوات ممکن ہوا تھی والتقلید رخصتہ ای مباح والتحرک عن یمینہ عند العاتہ بزازیتہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہاء کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اس واسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور یہی ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زبردستی سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت اتنی تو بموجب اس کے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر میں اور فتح القدر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اس شخص کے گمان میں ہوا ہے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اسی خلاف اس کے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہد و حکیم علی بنیر الاہل لہ دخول فیہ قطعاً من غیر تعدی الحرۃ ففیہ الاحکام الخمسة اور حرام ہے نااہل پر داخل ہونا قضا میں یقیناً بلا تردد فی الحرۃ تو اس میں احکام خمسہ میں ہم غلام یہ ہے کہ قبول قضا گاہے فرض میں ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جب کہ اس کے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہیں اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے پناچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت بے خوفی ظلم و دینت انصاف کذا فی النہد اب چند عداوت و دہلیب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضا نقد ذبح بغیر سبکین) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چہری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کمال میں ابن عباس سے حدیث مرفوعہ نقل کی (من استقضی نقد ذبح بغیر سبکین) یعنی جس نے قضا طلب کی وہ بے چہری ذبح ہو گیا ولذا اکثر سف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا قبول کی اور یہاں تک مہر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسی واسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عتیق سمندر ہے کیونکہ اس کے پار ہو سکوں تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بکر عتیق اور سفینہ دشتی ہے اور طالع عالم واقف کہ ہے تو امام نے فرمایا کہ (کافی بک قاضیا) یعنی شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر میں تیرے واسطے جو چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہو جو اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو بیخ میں ہیں اور ایک بہشت میں اور ایک مردہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مردہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا اور اس پر حکم نہ دیا اور حکم میں جو رکھا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مردہ ہے جس نے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور محمد بن حبان میں مالشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی مادل بلا جائے گاقیامت کے دن تو شدت حساب میں اتنا گرفتار ہو گا کہ اگر زکریا سے گاکہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نہائی میں روایت ہے کہ کھولنے کے کہاکہ اگر مجھ کو اختیار دیا جائے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کھٹکنا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوعہ



قتل کی کہ خود شخصوں پر حکم ہا چھوڑا اس نے اس میں ان کی فری یا نوثی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن ملایا جائے گا اور اس کا اقرار کر دینا بند  
 ہو گا اور اس نے ان کے موافق حکم کیا اور شہوت دل اپنے حکم میں داخل کر دیا تو حق تعالیٰ اس کے عمل اور بندش کو چھوڑ دے گا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور  
 اپنے حکم میں شہوت دل اور ظلم کیا تو اس میں اس کا ہاں اتھوڑنے اتھک طرف باندھا جائے گا پھر وہ ڈال دیا جائے گا جہنم میں کذا فی حق اتھوڑ دیکو رتقلد القضا  
 من السلطان العادل والی الامر وکان ازاکر سکین ویزو لا اذاکر ینعم من القضا والحق فیرم اور جائز ہے قبول کرتا تھا کا بادشاہ عادل اور عالم سے  
 اگرچہ بادشاہ کا لہو ذکر کیا ہے اس کو سکین ویزو نے کر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حکم ہے ہم عادل وہ بھر برے کو اس کے  
 مقام پر سکے اور بعضوں نے کہا جو قضا کرے اور ظلم اور ظلم میں غواہ اور قضا میں ہو یا مال میں یا اخلاق میں ذلیل فیردک اور سعای بن یوسف کے ظلم میں کہ  
 حکم نہیں دے گا کہ ملنے سے اس کی جانے میں قضا قبول کی جائے غایر میں کے اس میں شرط نہیں اس بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو باور اسلام  
 کے کاروں کے قبضے میں ہیں وہ با حکم بادشاہ میں دے گا و سب اس واسطے کہ انھوں نے اس میں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو ان کی  
 اطاعت بفرست کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو قاضی میں اور میں شہید کہ کفار کی طرف سے حکم مسلم ہے تو اس میں قیامت  
 بھر اور عید اور اخذ غریب اور تقلید قضا اور ترویج یا ای ہائے کیوں کہ ان پر مسلم قبول ہے اور اطاعت کفر تو قاضی ہے اور وہ جو دین پر کفار عالم ہیں مسلمانوں  
 کو ان میں قیامت بھر اور عید ہائے کیوں کہ ان پر مسلم قبول ہے اور اطاعت کفر تو قاضی ہے اور وہ جو دین پر کفار عالم ہیں مسلمانوں  
 اس کو اپنی شروع میں اصل کی طرف نسبت کیا ہے اور مانند اس کہاں منع انھوں میں سے کذا فی حق اتھوڑ دیکو رتقلد القضا من السلطان العادل والی الامر وکان ازاکر سکین ویزو لا اذاکر ینعم من القضا والحق فیرم اور جائز ہے قبول کرتا تھا کا بادشاہ عادل اور عالم سے  
 اگر حکم ملے وہ سبب ظلم کفار کے تو سکین پر واجب ہے عین کہ وہ عالم اسلام جو کذا فی حق اتھوڑ دیکو رتقلد القضا من السلطان العادل والی الامر وکان ازاکر سکین ویزو لا اذاکر ینعم من القضا والحق فیرم اور جائز ہے قبول کرتا تھا کا بادشاہ عادل اور عالم سے  
 قضا ہائے پناہ پہنچے باد سکین میں اب کافر طلب ہو گئے ہیں جیسے قرطہ میں تو سکین پر واجب ہیں کہ نہ سکین ایک شخص پالطاق کریں وراس کو  
 والی قرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ دن میں فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو نام ٹھاروں جو ان کو عید پڑھایا کرے اتھی اور یہ وہ قول ہے جس کے  
 طرف نفس ٹھانے ہوتا ہے تو اسی پر اتحاد کرتا ہے کذا فی حق اتھوڑ دیکو رتقلد القضا من السلطان العادل والی الامر وکان ازاکر سکین ویزو لا اذاکر ینعم من القضا والحق فیرم اور جائز ہے قبول کرتا تھا کا بادشاہ عادل اور عالم سے  
 فتنہ ذیل لادیریم ان کی اور ہائے قضا قبول کرنا ضروریوں کے بادشاہ اور ہائوں سے اور جب کہ اصل قیامت کی تولیت قضا ہے ہوتی تو ان کا مقرر کرنا بھی  
 صحیح ہے یعنی اگر قاضی عادل کو مقرر کرے قاضی ہائی کا طرف ہو قاضی عادل کی طرف تو اس کو جاری رکھے اور بعضوں نے کہا  
 کہ جاری کرے اور اس پر یقین کیا ہے نامی ہم بھلائی میں کہ قاضی ہائی کی قضا نافذ ہے جیسے فساد بل اصل کی قضا نافذ ہے اس واسطے کہ قول امج میں فاسق  
 صلیت قضا کی رکھتا اور ہی قول مستحب اتھی تو معلوم ہوا کہ قول نامی غلط مستحب ہے قاضی القضا وطلب دیوان قاضی قبل یعنی اس جگہ پر جب کہ  
 عید قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سماعت کو طلب کرے م دیوان اصل میں یعنی برید صاحب پھر صاحب اس کا اطلاق ہوا پھر برید  
 صاحب ہا اور یہاں ملوہ قیامی اور بے ہیں میں سماعت اور حضور ویرا ہوں و مستحب ہے کہ قاضی دوسرے کتاب ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اس  
 کی طرف گاہے حاجت ہو اور مدد ملے حکم کے اتھوڑ دیکو رتقلد القضا من السلطان العادل والی الامر وکان ازاکر سکین ویزو لا اذاکر ینعم من القضا والحق فیرم اور جائز ہے قبول کرتا تھا کا بادشاہ عادل اور عالم سے  
 قاضی مقرر کیا اس میں سے کثرت مذکورہ سے اور ہر ایک کا قضا کامل اس کے لیے اور ہر قسم کو طرہ طرہ قیام میں یکے کے ملکان اس میں ہر بعد قبض کے  
 اس پر ہر کہ فیہ کے خوف سے کمال وہ میں میں ضرورت قیام میں اور انکار علی طرہ یا انکار اور حکم بشاوت یا نکل کو اس طرح پر مذکور ہو کہ شہاد  
 حاکمے اور اس کو حضور کی گئے ہیں اور حکم وہ جس میں بیج یا برین اور اگر مذکورہ مکتوب ہو اور جت اور شیخ مینوں کو شامل ہے اور حال کے مرف میں  
 کمال وہ ہے جس کو فی ہوں نے واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس ملوہ اس پر قاضی کا غلط نہیں اور جت وہ جس میں کمال سے واقعہ منقول ہوا اور اس کے



ادب قاضی کی علامت ہو اور نیچے اس کے شاہدوں کا خط ہو اور ختم کو دیا جادے کذا فی الطحاوی عن البر و نظری حال المحبوسین فی سجن قاضی اور قاضی نظر کرے  
ان قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں ہم یعنی قاضی ایک معتد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور ان کی اخبار اور ان کے مقید ہونے کا سبب  
لکھے اور دریافت کرے کہ کس نے ان کو مقید کیا داما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام العزلی او الہم اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہیں تو امام یعنی بادشاہ  
پر ان کے حال کا نظر کرنا لازم ہے فن لزادہ ادب و الا اطلاقہ سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اس کو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اس کو چھوڑ دے ہم لوگوں کو کتنا  
مناسب تھا جیسا کہ بزرگ اللہ میں شرح ادب ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قصیدہ نہ ہو تو چھوڑ دے اس طے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تاویب نہ ہو مگر اس کے قصیدہ متعلق ہو و لا یست  
احد فی قید لا رجلا مطلقا بایدم اور کسی کو شب باش نہ ہونے دے قید میں مگر اس مرد کو جو خونی میں مافوقہ و فحشہ من لیس لال فی بیت المال ہو اور اس قیدی کا  
خرج جس کے پاس مال نہیں بیت المال میں ہے کذا فی البر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسوں کا اور سزاوار ہے  
کہ اس کام پر ایک مرد ملے کو مقرر کرے جس کے پاس ان کے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرج ماہ ب ماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحاوی عن  
افرنہم حتی او اقامت علیہ بدینہ الزمہ البس ذکرہ مسکین ذیل الحق سو محبوسین میں جو حق کا اقرار کرے یا اس پر گواہی قائم ہو تو اس کو محبس لازم رکھے اس کو مسکین  
نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس پر حق لازم کر دے یہ قول یعنی اور ابن ہمام کہے والا ناوی علیہ بقدر ما یرى ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فلان ابی  
ناوی علیہ شہر ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہ ہو تو اس پر منادی کر دے جس قدر کہ مدت قاضی کی رائے میں اسے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر  
مناس لے کر سو اگر وہ حاضر نہ مانتی دینے سے انکار کرے تو اس پر مینہ بھر منادی کر دے پھر اس کو چھوڑ دے ہم طریقہ بدیون ہے کہ قاضی اپنے محبوس کے وقت محلے  
میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ میں کو فلاں بن فلاں محبوس پر کچھ دعویٰ ہو وہ حاضر ہوتا اس کی رو بکاری ہو و کل فی الودائع بیئہ اذ اقرار ذی البیہ  
اور قاضی محل کرے امول و دولت اور محاصل وقف میں گواہی یا قابض کے اقرار سے ہم دعویٰ نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور  
وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال و وقت ناظر و کت تحت میں ہیں اور ودائع یتامی کے ادویا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض  
کیجیے کہ قاضی معزول کے عہد وقف یا دولت خیم کسی امین کے پاس رکھو یا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول  
لالتحاقہ بالسلطان و شہادۃ الفرد لا قبل خصوصاً بفعل نفسہ و رد و مفادہ رد و ما دلو مع آخرہ اور قاضی منصوب نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب یمن ہو جانے  
معزول رعایا کے ساتھ اور اگر اس کو شاہ قرار دیکھے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصاً اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور تفظ خصوصاً کا مفاد  
رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی التہذیب جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت  
پوری نہ رہی اس کی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افنی قاری الہدایۃ بقولہما و تبعہ ابن نجیم قبتہ میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتویٰ  
دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاویٰ اس کا تابع ہوا ہے تو خبردار ہم طحاوی نے کہا بزرگ اللہ میں تو نہر الخلق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید  
ابن نجیم کے فتاویٰ میں قبول شہادت کا فتویٰ مذکور ہوا الا ان یقر ذوالیدانہ ای المعزول سلمہا ای الودائع والنفات الیہ فیقبل قولہ فیہا انہا زید الا اذا  
بدأ ذوالید بالاقرار للغير ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فتر القاضی بانہ لا یقر فیسلم للمقر الاول و لیس المقریۃ او مثلاً لقاضی باقرارہ الثاني یسلم لمن اقر القاضی قول معزول پر  
عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اس کو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہو  
گا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے میر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اس کو سپرد کیا سو قاضی معزول خود سر شخص کے واسطے اقرار کیا  
تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقررہ تسلیم کیے جائیں گے اور تاوان دے مقرریت کا یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اس کے اقرار ثانی کے سبب  
سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقررہ تسلیم کرے و لقی فی فی المسی و ینتار مسی فی وسط البلیہ تیسیر الناس ویستد برا القبلہ کتیبہ و ینتار



اور قاضی مسجد میں بیٹھ کر حکم کہے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقیہ جو کر بیٹھے انہیں خطیب اور مدرس کے  
 ہم پر تو قضا مہلت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مقرر کو مسجد کے گانے سے منع نہ کہے اور اس کو جو جس کیلئے تو باقاعدہ نجات اور عبادی کے عادی نے کیا قضا  
 فی السہل نظر نہ سابق مع قاضی اور ہمارے زمانے میں قضا سب نہیں کیونکہ اب لوگ مسجد کا عیب قرار دیتی نہیں کرتے اور مال جنات ہانے سے محراز نہیں کرتے  
 حد مسجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہر گز افاق نہیں واجتہد المصلح المذی جو لا مع بر من ہزازیہ ولی التایۃ علی التزودہ جو اس مع اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدی پر  
 بھی قول صحیح ہے کثرتی البر من ہزازیہ اور غایہ میں کہ اجرت حضور کرش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے کہ یہ قول معتد ہے کیونکہ اس مع مقدم ہے مع پر طحاوی نے کہا اور  
 بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے جو افاق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف دم سے بے دم تک اور خارج  
 شہر میں بمسببتی فرنگ میں تین دم سے چار دم تک اور ہزازیہ میں کہ حاکم کے اقوال سے افسار کی درخواست کرتے وکذا السلطان والفقہ اور  
 اسی طرح سلطان اور مفتی اور فقہ یعنی مسکن ملک کو مسجد میں جلوس جائز ہے اور وہ یا ذن کر آیا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت  
 دے علی العموم یہ ہے کہ قاضی مسجد مکان میں انسان میں جلوس کرے اور جانان اور عابد مقرر کرے بھی افضل ہے لیکن شیعہ لوگ یہ کہ اگر دفعہ ہزار  
 معلوم کے واسطے وہاں مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم دے کہ شغل قلب کی حالت میں یعنی نرسیت یا غضب یا تشویش یا حاجت جملہ یا نہایت سردی یا گرمی یا بول بڑے  
 کی حاجت میں اور جس سے جلوس کا ارادہ کرے نفل ہذا نہ رکھے اور پہنچا من شایب اور مال احوال میں کثرتی الطحاوی دیرہ بدیہ اتکر تسلیل باب  
 کال اور قاضی بدیہ استکانت دے پیر کے ابن کال کے کہ لفظ بدیہ کا کہنا قلیل کے واسطے یعنی حدودی حیرت کا بھی بدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پیر دینے کے  
 لفظ سے معلوم ہوا کہ بدیہ کو بیت المال میں دے کر اور بھی قریب اکثر مشائخ کا اور بعضوں کا بیت المال میں رکھ دے پیر دینے کا حکم اس واسطے ہوا کہ وہ رشوت  
 کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صاحب کرام کا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرتی الطحاوی وہی مایطی بھلا طرمانہ بکلاف الرشوة ابن ملک اور بدیہ وہ ہے جو دیا جائے بلا شرط امانت  
 بکلاف رشوت کذا کہ ابن ملک یعنی بدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ بدیہ میں امانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں مدد گامی اور کار براری مشروط ہوتی  
 ہے و لولما ذی اللہ بالرد لیل علیہ ظل لیمتہا خلاصہ اور اگر بدیہ لانے والے کو پیر دینے سے منع ہو تو قاضی اس کو بقدر اس کی قیمت کے عطا کرے کثرتی الکلافتہ  
 و لو ائذ بالرد لیمتہ مودتہ اور بعد مکان و ضعیفی بیت المال اور اگر بدیہ کا پیر دینا اس کی عدم معرفت یا اس کے مکان کی عدمی سے منع ہو تو اس کو  
 بیت المال میں دے دین خصوصاً صلی اللہ علیہ السلام ان بدیہ اور تاتار غازیہ اور خصوصاً رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپ کے بایا آپ کے ملک تھے  
 کثرتی التاتار غازیہ مے دفع فعل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو بدیہ قبول فرماتے تھے پیر کیا  
 قاضی قبول کرے اس کا جواب یہ کہ اگر خصوصاً نبوی ہے اور فعل خصوصاً میں اتباع جائز نہیں اور وہ خصوصیت شاید و قد اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام  
 معصوم تھے نہایت خاطر بعدی خلاف شیعہ حضرات سے قصور زخمی بکلاف قاضی کو معصوم نہیں و طحاوی ادلیس للام قبول المدیہ والام کن خصوصیت و غیر  
 بکثرتی الام والحق والواحد قبول المدیہ لانه انما یدعی الی الام لعل خلاف القاضی اور تاتار غازیہ کا منقول یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو بدیہ قبول کرنا جائز نہیں  
 والا خصوصیت نہیں رہتا اور تاتار غازیہ میں ہے کہ امام اور مفتی اور داماد کو بدیہ قبول کرنا جائز ہے اس واسطے کہ امام کو تو بدیہ دیا جاتا ہے اس کے علم کے  
 سبب بکلاف قاضی کے کہ اس کے دے دینے میں خود نیکی کا ہر کسی کا احتمال ہے م شاعر نے اس تقریر سے تاتار غازیہ کے دونوں قولوں میں منانات  
 ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول بدیہ خصوصاً نبوی سے ہے بقدر سلطان کا بدیہ قبول کرنا جائز ہے اور دوسرے قول سے سلطان کا بدیہ قبول کرنا  
 ثابت ہوتا ہے طحاوی نے اس کا جواب دیا ہے کہ اقتضای نبوی سے یہ لازم نہیں بلکہ سلطان بھی بدیہ قبول کرے اس واسطے کہ اگر وہ بدیہ قبول کرے  
 بصیرت المال میں دے دیں تو جائز ہے چنانچہ فصل جس میں مذکور ہے کہ اگر مال ہلکے کا بدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اس کو صالح سلیمان میں صرف کرے



اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی الا من ارجع السلطان والباشا لشاہ ویکرم قریبہ الحرم اذ من بھرت عاوتہ بذلک بقدر عاوتہ ولا خصوصۃ لہما اور اگر چار شخصوں کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبرہان اور اپنے قریبی محرم کا یا اس شخص کا جس کو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عاوتہ قدیم ہو اور خصوصیت نہ ہو دونوں کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضاء میں رجوع نہ ہو مگر تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونوں کا ہدیہ قبول نہ کرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اس کے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصوصیت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ ان کا ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے معارف میں سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جب کہ علت غالب ہو اور اگر علت غالب ہو یا علت اور علت دونوں برابر ہوں تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نہ کرے خدادی مالگیری میں ہے کہ قاضی قرض دے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصوصیت و عدم تمت امانت اور اسی طرح علویت لینا کذا فی الطحاوی ویرد اجابۃ دعوتہ خاصۃ وہی التی لا یتخذ صاحبہا ولا حضور القاضی دلو من محرم و معتاد و قبل ہی کا ہدیہ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جس کو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ اسے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے م بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور عقدہ مانع اور ان کے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا دسٹ شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ سراج میں ہے اور یہی معتد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم پر شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت عامہ محرم کی قبول کرے کہ اس میں صلہ رحم ہے اور خصات نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کالی نے اختیار کیا صاحب بقرنے کہا تو یوں کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحاوی و فی السراج و شروع الجمع لا یجیب دعوتہ غیر معتاد و لو عادت للتمتہ اور سراج اور شروع جمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت غصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تمت کے مگر اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مینے میں ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر اس صورت میں جب کہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی من التنازع فیہ و لشیہد الجنازۃ و لعیو و المرئین ان لم یکن لہما ولا علیہما دعویٰ شرعاً لیسوا بالبرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مرئین کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مرئین مدعی اور مدعی علیہ نہ ہوں کذا فی الشرع لیسوا بالبرہان مگر مرئین کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر و لیسوی وجوباً بین الخصمین جلوساً و اقبالاً و اشارۃ و نظراً و محتجع مسارۃ احدہما و الاشارۃ الیہ و رفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکساں رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے دیکھنے کے اور باز ہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات نہ کرے اور باز ہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے م اور امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اس واسطے واجب ہے تاکہ دوسرے کی دل شکنی نہ ہو اور قاضی پر نہمت نہ لگے اور اس واسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بقضا بین المسلمین ہو اور ان میں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظریں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے و دہرے سے زیادہ اور ابن عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تاثر لیں قریبے ظلم میں طبع نہ کرے اور ضعیف سے یعنی جس کا مقدمہ عدالت میں دائر ہوا اسے مزہم اول نے ابن عمرؓ سے لکھ دیا بلکہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو کہ آپ کی طرف سے مال ہے یہ خط لکھا تھا ان القضاء فریضۃ حکمہ دسنۃ مادۃ الخ و فیہ اس بین الناس فی دہمک و عدلک و لیسک الخ کا روہ الدرر ظنی ۱۱



تیسرے محل سے تاحیدہ ہوا اور اس کا نصیب بھی نفی بات ذکر اور دودہ جو ہے نفی بات کہے اور اس کو تحقیق محبت ذکر بسبب نہایت کے فوائد اور فتادی کبریٰ میں ہے۔  
 کہ بادشاہ نے ملامت کی ایک طرف کے ساتھ سوادشاہ قاضی کے پاس اس کی نشست گاہ میں اگر بیٹا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا حکم نام  
 دیاں بیٹھے اور قاضی زمین میں بیٹھ کر دونوں میں فیصلہ کرے اور اس پر دلیل قاضی شریعہ کا ہے کہ انھوں نے ایل الو منین علی مرتضیٰ کو اور حق کے حاکم کو اسی طرح مٹھا  
 اور بتایا کہ اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھا دے اور ایک کو اپنے دائیں اور دوسرے کو بائیں نہ بٹھا دے کیونکہ داہنی طرف افضل ہے اور ہمیں کو  
 لائق ہے کہ قاضی کے سامنے عدالت میں دو ہاتھ کے قاضی سے جیسے شاگرد بیٹھا ہے استاد کے روبرو اور چاروں یا اٹھاروں پر نہ بیٹھیں اور اگر اس طرح بیٹھیں  
 تو تسلیم قضا کے سبب قاضی ان کو منح کرے اور ان کو ان قاضی کے اس کے سامنے کھڑے میں ہیبت قاضی کے واسطے پھر یہ نصیب محبت حاضر ہو تو قاضی مختار ہے  
 چاہے ان کے اجتہاد حکم کرے کہ تھلائی مطلب اور چاہے سکوت کرے یاں تک کہ وہی کلام آواز کریں پھر یہ مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جائے  
 تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کرے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں ثور و تشعب ہے کہ محبت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کر دیا جائے اگر پھر  
 مدعی جواب اس کے طلب نہ کرے یہی قول راجح ہے کہ علم بالخصوص حاصل ہوا اور محمد کے نزدیک انفصال و مادی میں ترتیب مختار ہے یعنی دعوئی اول کا فیصلہ  
 کرے پھر دوسرے کا پھر پھر کا مدعی بالقیاس اور اس پر ایک امین غیر مرتضیٰ مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی نے مدعا علیہ پر  
 علی الصبار حاضر ہوا اور سابق میں تردد و وقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نہ کرے بلکہ مسکت سے کیونکہ شتابی میں محبت متعلق ہو جاتی ہے اکثر امور کو  
 ادنیٰ بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے مدبر و کھڑا ہونا معروف نہ تھا یہی مسئلہ میں اس کا رداع نہ تھا تو یہ بھی ان محدثات ہے جس کی طرف حاجت  
 ہوئی کیونکہ لوگ مختلف احوال طالب ہیں تو قاضی مل کرے بقضا کے مال جس خیر کا مادہ کہے نہ محبت نفس جو تکبر کی طرف پہنچاتی ہے و ماحول و ملاوۃ  
 و بالذات و مستحب ہے کہ قاضی میں محبت یعنی خفک حرامی ہو و غضب اور تواضع کسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کتاب امین صلح و تقف  
 کار مقرر کرے جو حاضرانہ سمجھت کو لکھے تا کہ مل نامہ نہ ہو جائے یعنی شروڈ کے ترک کرنے چنانچہ وہ شروڈ کتاب السجلات والیام فیہ مذکور ہیں کذا فی التبع  
 التبع یہ فیضا الفائق میں ہے کہ اطلاق تسبیح میں انھیں نہ لکھوں مام ہے کہیر اور صلیب اور بادشاہ اور رعیت اور ذیل اور شریف اور باپ اسی طرح اور مسلم  
 احمدی کو کرے اگر بادشاہ مدعی ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اس کے مدعی کو دیاں بٹھا دے اور آپ زمین پر بیٹھ کر فیصلہ  
 کرے تا کہ لفظ خفک نہ دیکھ و کلا التیام رہا بلکہ اور قاضی باز رہے اور انھیں کے سامنے بیٹھنے سے اور اسی طرح ایک شخص کے واسطے اٹھنے سے  
 باز رہے بلکہ اہل علم اس واسطے کہ قاضی کے محبت سے وہ شخص بے غم ہو جائے گا کذا فی التبع و فیضا الفائق اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے  
 ضیافت نہ کرے سائق بن رہا ہو یہ اپنی سند میں امام مسکت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گھر میں آکر انکسپ نے اس کی ضیافت کی پھر یہ اس نے یہ کہا  
 کہ میں یہ چاہوں کہ غلے میں شخص خصوصیت کروں تو علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہ کہ اٹھ جا اس واسطے کہ نبی صلی اللہ وسلم نے ہم کو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک  
 غم کی ضیافت کریں مگر کہ اس کے ساتھ اس کا غم ہوا وہی طرح بعد از ذوق اور و قطنی نے روایت کی اور اس واسطے کہ اس میں تہمت میلان ہے کذا  
 فی التبع ثم لو فصل ذلک معا صا ہذا خبراں مگر اس کو دونوں کے ساتھ کرے تہ جائزہ کذا فی التبع و فیضا الفائق میں ہے کہ ضیافت میں احمد ہا کی قید اس واسطے لگائی  
 کہ اگر دونوں کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے عادی قیاس میں کا یہ ہے کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کی طرف ساتھ ہی اشارہ کرے تو جائز  
 ہے اتنی و لا یخرج فی مجلس الکلم مطلقا و لو بغیرہا لادارہ بجا ہے اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس میں مطلقا اگر پھر خصمین کے سوا اور کسی سے کرے  
 اس واسطے کہ خوش طبعی سے محبت اور محبت نہیں رہتا و لا یلقہ مجتہد و من مثالی بائس بہ یعنی اور قاضی کسی مدعی یا معاہدہ کو محبت نہ سکھا دے اور جو یہ  
 سے مدعی ایک یہ بھی ہے کہ تحقیق محبت میں کہ مضائقہ نہیں کذا فی التبع و فیضا الفائق میں ہے کہ اس واسطے جائز نہیں کہ اس میں تہمت ہے اور دوسرے کی دشمنی



ہے ولا یلقن الشاہد شہادۃ استحسنہ البویوسف فیما یتفقید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو البویوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین میں شاہد کو زیادہ دانت حاصل ہو م البویوسف اور قاضی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مفالہ نہیں کہ قاضی اس کی اس طرح امانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو اس طرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچ سو معاف کر دیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعویٰ مدعی کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول البویوسف رخصت ہے اس واسطے کہ جب البویوسف مبتلا بقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اس کو تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے کذا فی الفتح والفتویٰ علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربۃ ہذا زید اور فتویٰ البویوسف کے قول پر ہے تعلقات قضا میں البویوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب ہے م اور قنینہ میں بھی ہذا زید کے موافق فتویٰ بقول البویوسف مذکور ہے کذا فی المنہر طحاوی نے کہا کہ فتویٰ بقول البویوسف قضا میں انہی سے یعنی اکثری سے نہ کلی ولی الوالیۃ علی ان ابابویوسف وقت مودۃ قال اللہ انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصوصۃ نصرانی مع الرشیدیم استونہما قضیت علی الرشید ثم کی اتھی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من دلاہ فی الملتقى ویصح لمن دلاہ وعلیہ سبکی اور دلوالجیہ میں حکایت ہے کہ البویوسف نے اپنی موت کے وقت کہا اکی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نے ہمارے دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصوصیت میں ارد رشید کے ساتھ میں نے دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید یعنی اس کو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر البویوسف روئے انتہی میں کتاہوں اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جس نے اس کو قاضی مقرر کیا اور طحاوی الاکبر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور مضرت میں جس نے اس کو قاضی کیا اور اس کا ذکر اگے آئے گا فروع مسائل ملحقہ شارع کے فی البدلہ من جملہ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الا غیر بدائع میں ہے کہ منہل ادب قاضی یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اس بولی میں جس کو دوسرے غم نہیں جانتا یعنی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے فی التمار غانیۃ والا حوط ان یقول لخصمین حکم بینکما حتی اذا کان فی التقليد خلل لیسیر حکما بیکما اور تمار غانیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم کروں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہو گا تو قاضی حکم اور پانچ ہو جائے گا دونوں کی تجکیم سے م یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دے کر عمدہ قضا یا ہو تو بطور نجات کے فیصلہ صحیح ہو گا کذا فی الطحاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان لاستینا بحضر من العلما لم یزیدہ ہذا زید قاضی نے فیصلہ دیا جبکہ بادشاہ نے اس کو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعویٰ اور گواہی سن کر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البرازیہ م طحاوی نے کہا بکر الرائق میں ہذا زید سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب التقضی علیہ لیسوہ السجل من التقضی لیسوہ علی العلما لیسوہ ام لا فانما یتبع الزم القاضی بذلک جوہر الفتاویٰ جوہر اس نے نسخہ سجل کا مانگا اس سے جو جتنا سجل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سو اس نے نسخہ دیا تو قاضی اس پر اس کا دینا لازم کر دے یعنی دلا دے کذا فی جوہر الفتاویٰ فی الفتح متی امکن تاد الحق بلا ایغار صد در کان اولی اور فتح القدیر میں ہے کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو ہنوز ہے م طریقہ اس کا مبسوط میں بولے مذکور ہے کہ جو شخص ہمارا ہے اس سے قاضی مذر کرے اور وجہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ ہم نے قری مجتہدنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اس طرح تھا اس کے عہد یعنی نقل حکم کی ۱۲



مواہیں جو سکتا تھا یا اعتبار اس واسطے ہے کہ وہ لوگوں سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اس کی شکایت سن کر بے گمان نہ ہوں کذا  
 فی الطحاوی عن اہل اقبل قصص النجوم ان مجلس الفقہاء والافاضلہ اذا اقرضوا فہم مبرا من قاضی اہل مقدمت کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے  
 جواب اس کا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ کر یا قبول نہ کرے اور اگر قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ کہے مگر اس بات کو اہل  
 پچھے میں کو اس نے فقط مرتع اقرار کیا حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعویٰ سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا یوں کہنا کہ میں مال مضارب کو مسخوف میں  
 گیا اور فلاں شہر میں اس کو بچا اور اس سے ہمناں کو فرید کیا اور مانند اس کے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعویٰ سے نہیں مجلس حکم میں سماع  
 حکایات اس واسطے نہیں کہ مجلس سماع دعویٰ اور منیات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے اس طرح کہ دعویٰ کے کہ اس کے پاس میز مال مضارب تھا سو یہ سفر  
 میں گیا پھر اس نے وہاں نگہبانی کی سوال خانہ ہو گیا اب میں اس سے تاہن ہا تھا ہوں تو دعویٰ علیہ جواب میں کہہ کہ اس یا اس کا انکار کرے اور اقرار  
 فقط مرتع اس طرح کہ مضارب کے کہ میں نے مال مضارب سمندر کے کنارے پر بلا ہا فظ چھوڑا اور میں شہر میں مال ہانے کے واسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا  
 تو مال نہ پایا کذا فی الطحاوی فحصل فی المجلس فصل ہے جس کے حکام میں ہم چونکہ جس نبرد احکام قضا تھا اور نقص با حکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اس کو طویل  
 فصل کر کے ذکر کیا جس مقصد سے یعنی منع یعنی نہ کرنا اور نہ کرنا پھر موضع جس پر اس کا اطلاق ہوا کذا فی الحموی اہل بند جس کو قید خانہ اور بندی خانہ  
 اور اہل خانہ کہتے ہیں وہ شریعہ بقول تاملی اور غوامض الارض جس شریعہ ہے حق تعالیٰ کے اس قول سے یا غنی کے ہا میں زمین سے یعنی فظن الارض  
 فی سے غنی من جمیع الارض مراد نہیں کہ حصہ نہیں تو غنی سے جس مراد ہے وہ جس علیہ المصلوۃ و السلام رجلا با تہمتی المسجد اور رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک  
 مرد حم کو مسجد میں مجوس کیا ہم رسول علیہ المصلوۃ و السلام کے زمانے میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جس مسجد میں تھا یا ڈیوڑھی  
 میں یا باندھ کر ایک قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر کو مسجد میں چار ہزار دم کو فرید کیا اور اس کو جس ٹھکانا یا حادثہ بسن مل گیا لہذا من و بنا من نسب  
 و ما و نا خافقہ قصص یعنی بصرہ من بعد و ما و نا خافقہ یا ذکر موضع انجیس و ہوا تہلیل اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ یا کجاو کیا اور اس کو بانس  
 سے بنایا اور اس کا نام نافع رکھا سو اس میں نقب نکلا چروہوں نے غنی اور قیدیوں کو نکال دیا گئے پھر حضرت مرقی نے اس کے سوا اور مجلس بنایا مٹی کے  
 ڈھیلوں سے اور اس کا نام مجلس لعل یا رکھا اور کمرہ یا بھی ہائز ہے قیس موضع قیس یعنی دلیل کرنے کا مکان ہم قیس بضم قیم فتح غاوتی یا مع التشدید اسم  
 ہے یعنی محل تہلیل اور کمرہ اسم فاعل ہے یعنی دلیل کرنے والا و فی قول علی رضی اللہ عنہ و ما و نا خافقہ یا ذکر موضع انجیس و ہوا تہلیل اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ یا کجاو کیا اور اس کو بانس  
 اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھ کو نہیں جانتا مائل نیز کا مائل بنانے میں نے بعد نافع کے قیس بنایا مکان مضبوط اور اس پر واروہ  
 لانت طماطل ٹھکانا یا م خلاصہ یہ ہے کہ جس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہے اور اس کے بوازیں پر اجماع امت قائم ہے کذا فی الزیلعی  
 صفحہ ان یکون مجروح علیس بہ فرأش ولا وطاویط یعنی صفت قید خانہ یہ ہے کہ قیسا مکان ہو جہاں فرش اور سوہنے کا کچھوٹا ہوتا ہو جس کو تکلیف  
 ہو تو دین ادا کرے ہم بقرہ تھا کہ مصنف ان کیوں موضع کتابت باہر اور دھا ابزن کتابت و کتابت خلاف طلب ہے چنانچہ قاضی میں ہے تو معلوم ہوا کہ  
 فرش اور دھا ایک ہی چیز ہے اور بعضوں نے کہا کہ دھا اور فرش ہے جو سوہنے کے واسطے میا تو اب مصنف خاص کام پر ہو گا کذا فی الطحاوی و مفادہ انہ  
 لو لہ منع من اور مفادہ تہلیل یہ ہے کہ اگر مجوس کے واسطے کچھوٹا ہو جائے تو منع کیا جائے ولا لیکن امدان یہ دخل علیہ لاسینا اس اللہ لا قار بہ  
 و غیر انہ لا قیامہ لاشادۃ اور کئی قارہ کیا جائے اس کے پاس جانے ہوئی لگانے کے واسطے مگر اس کے قرات و ادا ہو چکی جانے پلوں شور سے  
 کی قیامہ کے سبب سے ہم یعنی اس واسطے کہ ان کے مشورے سے معزل مقصود مقصود ہے یعنی لگانے وین ولا یکشون عنہ طویط و مفادہ ان نہ  
 و کہیں وہ بھی الحابز طویط و مفادہ انہ قارب اور جہاں اس کے نزدیک نہ پادہ نہ شہری اور مفادہ انہ لعل کثا قارب ہے کہ مجوس کی مذہب اس کے



ساتھ قید نہ کی جائے اگر قید کروانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہے ہم زوجہ اقارب اور میران میں داخل نہیں تو افادہ مذکور کہاں حاصل ہوا اور یہ غلط ہے یا ہوا  
نہر الفائق کی صمدی عبارت کے خلاف کرنے سے نہر الفائق میں یوں مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اس کی زوجہ یا لونڈی اس کے پاس جائے اگر وہاں  
اڑ کا مکان ہو اور اس میں دلیل یہ ہے کہ زوجہ اس کی قید نہ کی جائے اس کے ساتھ اگر وہ حاملہ ہو اس کی اور یہ ظاہر ہے انتہی لیکن اس میں بھی یہ غلط ہے کہ حاملہ  
ہونے کی تقید یا تقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم محبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوجہ کے  
ساتھ قید کی جائے کذا فی الطحاوی و فی الملتقی لیکن من دلی جاریہ لوفیہ غلوۃ اور ملحق میں ہے کہ محبوس کو قدرت دی جائے اس کی لونڈی کی قریت پر اگر محبس  
میں غلوۃ ہو و لا یخرج لجمعة ولا لجماعة ولا لجمع فرض فیہ ادلی اور محبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض جمع کے واسطے تو غیر فرض یعنی  
جمع واجب اور جمع نفل کے واسطے بطریق اولیٰ نہ نکلے و لا لخصور جنازة ولو کان بکفیل زبعلی و فی الخلافۃ یخرج بکفیل لجماعة اصولہ دفوعہ لا یخرج و فیہ الفتویٰ  
اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کے واسطے اگرچہ خروج ضامن دے کہ ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں ہے کہ ضامن دے کر نکلے اپنے اصول اور فردیہ کے  
جنازے کے واسطے نہ سوائے ان کے اور اسی پر فتویٰ ہے ولو مرض مرضاً اقنناہ و لم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا یفتی اور اگر بیماری نے اس  
کو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہیں پاتا کسی کو جو اس کی خدمت کرے تو ضامن دے کر نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار نہ ہو یا وہاں کوئی خدمت  
کرنے والا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتویٰ ہے و لا یخرج لمعالجۃ و کسب قبل و لا یکتب فیہ دلولہ دیون خروج لیسوا ہم ثم محبس غانیۃ اور نہ نکلے علاج اور  
کائی کے واسطے بلکہ محبس میں بھی کسب نہ کرے اور اگر محبوس کے لوگوں پر دیون ہوں تو خصوصت کے واسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیۃ  
و لا یضرب المحبوس الا فی ثلاث اذا امتنع عن کفارة الظہار و الا لفاق علی قریبہ و القسم بین نسائہ بعد وعظہ و الضابط بالیحدت بالتاخیل الی خلف اشباہ اور نہ محبوس  
پر مار پڑے مگر تین صورت میں ایک یہ کہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت و دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی  
زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور بچانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اس کے قائم مقام  
نہ ہو سکے اس کے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ ہم ضرب اس واسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں زوجہ کا ضرر ہے اور زیادتی محبس میں قرابت دار کا ضرر ہے  
کیونکہ اس کا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسی طرح مزید محبس میں زوجات کا فوت حق ہے قلت ویزا وانی الوہبانیۃ ۵ وان فلیضرب دون قید  
تا دباہ و کلین باب المحبس فی الفتیۃ مذکور ہے کہ میں کتابوں اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو  
ادب دینے کے واسطے مارا جائے بدن بڑی ڈانے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی میں مذکور ہے ہم یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا  
کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اس میں رکھا جائے جس سے روٹی پانی اس کو دیا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں قاضی کی رائے  
کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحاوی و لا یغسل الا اذا غاف فزارہ فی قید و یحول الی یمن المخصوص و کلین الباب الراجی فیہ للقاضی بزارہ  
اور محبوس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے مگر جب کہ اس کے بھاگ جانے کا خوف ہو تو پیریاں ڈال جاویں یا اس محبس میں بدل دیا جائے تو چوروں کے واسطے  
مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی چن دیا جائے اس میں قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البرزازیہ و لا یخرج و اور نہ محبوس برہنہ کیا جائے  
کپڑے اتار کر و لا یؤاخر و عن الثانی یوجب لفقہاء و دینہ احمد محبوس سے محنت مردودی کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جائے  
اس کے ادائے دین کے واسطے و لا یقام بین یدی صاحب الحق امانۃ لک و محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اس کی غفلت کے واسطے  
دلوکان ببلدۃ لا قاضی فیہ لازم لیسلا و نہار اتقی یاخذ حقہ جو امر القتاویٰ اور اگر صاحب حق اس شہر میں ہو جہاں قاضی نہیں تو مدیون کے ساتھ دگا رہے  
رات اور دن یہاں تک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی الجوامع القتاویٰ ہم صاحب حق کو لازمیت میں اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کو کسب نہ کرنے دے



یا اگر میں وہاں سے ایسا ہی کی طرف اشارہ شدہ حدیث شریف میں ہے کہ صاحب الحق میرا و اسان اتھ سے طاعت و ادب ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرتا  
 اور منع کسب اور دخل بیت حکومت سے متعلق ہے بھان قاضی کو جس کو منع اور جس کی ولایت ثابت ہے کذا فی اللغ و تعین مکان ای مکانی البس وند  
 مد ہادہ صاحب الحق للقاضی البس مکانی جس قاضی کے اقتدار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعین مکان کا ارادہ دیا ہو الا ان طلب الدی مکانا اگر  
 یہ کہیں نہ کہ کسی ملک میں سے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اس کو مان لے کذا فی الفیہ و اتقی العنف بمعاضد الہدایہ بان معبرۃ فی ذلک  
 صاحب الحق و القاضی اتقی اور مصنف نے فتویٰ دیا قاضی بدایہ کے تابع ہو کر اس میں یعنی تعین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے قاضی کا اتنی دل آنہ  
 یعنی اس کو طلب و طلب جس کی مکانہ انصاف میں دیکھو اور جو قاضی میں سے اتنی یہ سبک قبول نہ کیا جائے اگر میں نے مجھ سے کرنا میں پیلہ کا پر سولہ کے مکان  
 یا اند اس کے اندر مکان میں طلب کیا ہو فرض مسئلہ طہ شامہ فی البصر من المیط و کھیل النساء بکن علی حدۃ نضیا الفیہ بکرم الیقین میرا جو طہ سے منقول ہے  
 اس حدیثوں کے واسطے مٹھہ ہر عدل سے مجھ سے بنایا جائے نہ صرف کرنے کے واسطے و افاست الحق اللہ کی دلو و شاد ہو جس دوم بلیہ مجل جیسے لطلب  
 اللہ کی اللہ اللہ بانکارہ اند ہے کہ میں کا حق ثابت ہو گیا گو ہی سے اگر میں اس کا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا ہے درم کا تو قاضی اس کو عدل  
 قید کرے میں کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے تا دہندگی کے مدی پیلہ کا شمار سے م دوم کو تباہ ستروہ دل اند لیس رتی چاندی کا تو دانگ کہ کہیں نہ  
 چاندی کی ٹھری لٹا دی نے کہ صاحب میں کی قید اس واسطے لگائی کہ بدو ن اس کی طلب کے قاضی کو جس کو نہ جائز نہیں مگر شریع کے قول میں والا اثبت بلیہ  
 بل بالقرآن مجمل جیسے بل یا مرہ بلا و امان بل جیسے کہ میں کا حق گواہی سے ثابت نہ ہو بلکہ مدی پیلہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اس کے جس میں جلدی نہ  
 کہے بلکہ اس کو لو اکرنے کا حکم کہے سو اگر وہ دامنے تو اس کو قید کرے م جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اس کی توبہ سنگ ظاہر ہوئی لہذا اس کے جس میں مشابہ  
 کہے اور اولے دین کا اس وقت کرے جبکہ اس کے اولے دین پر خود قاور ہو اس طرح کہ مدی پیلہ سے دوسرے پر دہائی میں یا و دلیت کیا اور اس  
 دہائی کو گواہی سے ثابت کیا اور دہائی کے پاس نکل تو قاضی اس کو لے اور اولے دین کرے کذا فی المنہ و مکرہ منہ اس کے بائیس کا سرسی نے لگوت  
 گواہی سے ثابت ہو تو جس میں مشابہ کہے اور اقرار میں جلد جس کہے اس واسطے کہ مدی پیلہ کہہ سکتا ہے درصوت گواہی کہ مجھ کو اس کا دین معلوم نہ تھا  
 مگر معلوم ہوا سو میں اب لو اکرون گا ویدہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الجلی و سوی بینہانی الکنز و الید و استنہ النہی و اور کز اور دہ میں ثبوت  
 گواہی اور اقرار میں برابر کی ہے اور نہ میں نے اس کو پسند کیا ہے م میں گواہی اور اقرار دونوں میں جس کی تعمیل نہ کرے اس واسطے کہ ایفاء دین محمل ہے  
 تو جس میں مشابہ کہے تا جیکہ اس کی توبہ سنگ بعد از اقرار و طہر کے ظاہر ہو کذا فی الجلی و اول نظر الہدایہ و لوقایہ و الجمع قال فی البصر و الذہب عند اتقی  
 اول اول یعنی قن کا قول ہا یہ اعدو قایہ اولیہ کا اظہار ہے کہ اگر میں مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک اتنی کا حدت و فی فیہ الملتحق لو ثبت  
 بینہ کہیں فی اول مرۃ بلا و اقرار کہیں فی اثنایہ و مکرہ و دون اول فیکین المتوفیق میں کتابوں اور فیہ الملتحق میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول ہمارے  
 حکم بعد میں مجھ سے کیا جائے اور اگر حق ثابت ہو اگر سے تعدد میری بار توبہ میری بار کے حکم میں قید کہے داول ہار کے حکم میں طلب اقول محض ذکر  
 میں اتفاق ہو ہا نا پیلے م تفریق تسویر کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی اور نہ میری کے قول میں اس واسطے کہ اس کے نزدیک جس حق میں مشابہ ہے و مشکری  
 تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں مقرب مجمل ہے عدوی توبہ میری بد یا جس حکم میں مجمل ہے اول بار بعد از اقرار اول رابع ہے اقرار اتق اور شارع نے نکل کام  
 ذکر کیا ہو الا ان میں قاضی سے ذکر ہے کہ جب حق ثابت ہو گیا گول اور مطلوب تسلیم میں ہا یہ کہے اور طلب اس کے حق کا طلب ہو تو قاضی اس کے  
 جس کا حکم دے کذا فی اللغ و ایضا کہیں ظہر یوں کی قیودیں جو بدل بل اور حرم بقدر حد و ملح و مٹی مثل النمن و بندہ کا بوجہ و اقرض و لہ  
 ملحق دالے کہ اتھ سے اندہان سے



والمرء لمجمل وبالزمرہ کفالتہ مذکور بالدرک اذ فیہ الکفیل وان کثر و بزارۃ بارة التزمہ بقصد کالمہ و ہذا ہو المعتمد خلاف الفتاوی قاضی خان لتقدیم المتن  
والشرع علی الفتاوی بحکم حفظ اور جس کیا جائے مدیون ہر ایک اس دین میں جو قرض ہے مال کا یا لازم کر لیا ہے دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والمقتی  
ماند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر مجمل کے اور جو کہ اس کو لازم ہے  
کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البزارۃ اس واسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب  
عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر مجمل اور دین کفالت میں مجوس ہو تا بلاتعذیق دعویٰ محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتاوی قاضی  
خان کے بسبب مقدم ہونے متنوں اور شرع کے فتاویٰ پر کذا فی البزارۃ اس کو یاد رکھنا چاہیے م قاضی خان نے کہا کہ در صورت دعویٰ افلاس جس نہیں مگر  
ثمن اور قرض میں اور مہر مجمل اور دین کفالت میں جس نہیں الظاہر مفلسی میں لیکن یہ فتویٰ متنوں اور شرع مذہب کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں اشیاء  
مذکورہ میں جس کرنے کی وجہ باوجود دعویٰ افلاس یہ ہے کہ جب مال اس کے ہاتھ میں آیا یعنی بیع اور قرض تو ادائے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کے بعد  
الزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اس میں قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو مجوس ہو گا اور اس کا  
یہ قول کہ میں محتاج ہوں مسوع نہ ہو گا کیونکہ یہ قول منہض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں مال غالب کو معتبر رکھا  
والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر پر کذا فی الطحاوی نعم مدہ فی الاختیار لبدل الخلع بنا خطا و مجتہد ہاں  
اختیار شرع میں مختار بدل خلع کو یہاں شمار کرنا غلط ہے سوا گاہ رہنا م بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی جہاں جس لازم باوجود دعویٰ محتاجی و نداد القلاسی  
انہ جس ایضاً فی کل عین یقدر علی تسلیمہما کالعیین المفصولة اور قلاسی نے اشیاء اور بعد مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ جس کیا جائے ہر ایک اس میں  
میں جس کی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ غصب کی ہر نئی چیز لایجس فی غیرہ ای غیر مذکورہ و توسیع صورت بدل خلع و منسوب و متلف و دم و مہر و حق  
حفظ شریک و ارش جنایہ و نفقہ قریب و زوجہ و مہر و مجمل جس نہ کیا جاوے اس کے غیر میں یعنی اشیاء اور بعد مذکورہ کے غیر میں اور اس کی صورت میں ہیں  
۱۔ بدل خلع ۲۔ بدل منسوب ۳۔ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اس کا بدل ۴۔ دم و مہر کا بدل ۵۔ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶۔ جنابت کی دیت ۷۔ نفقہ  
تربت دارہ و نفقہ زوجہ ۹۔ مہر و مجمل قلت ظاہرہ و لو بعد طلاق میں کتا ہوں اور ظاہر الطلاق مہر و مجمل کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں جس نہیں طلاق  
بعد بھی یعنی اگرچہ مہر و مجمل طلاق سے مجمل ہو گیا تو بھی جس نہیں دنی نفقات البزارۃ ثبت ایسا بالاختیار بنا بخلاف سائر المدیون اور بزارۃ کے نفقات  
میں ہے کہ کشادہ دستی غیر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی مدیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افنی ابن نجیم  
بان القول لہ یمنیہ مالم یثبت خناہ فرجہ لیکن ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے کہ تنگ دستی میں متفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تا وقتیکہ اس کی تو نگری ثابت نہ  
ہو تو اس کی طرف مراجعت کریم مدار سند اک اس پر ہے کہ تعبیر ثبوت سے قیادریہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جو بولہوں  
ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اس کے غیر میں انہما دے سے کیونکہ اس کی عبارت میں تعیین نہیں کذا فی الطحاوی ولو اختلفا  
فقال المدیون لیس بدل مال قال الدائن انہ من متاع قال القول للمدیون مالم یبرهن رب الدین طروسی بحثا و اقروہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف  
ہو اور مدیون کتا ہو کہ مجھ پر دین بدل کا مال نہیں ہے اور دائن کتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہے تا وقتیکہ صاحب دین کو اسی  
سے ثابت نہ کرے چنانچہ اس کو طروسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہ الفائق میں اس کو ثابت رکھا ہے م مدیون مجوس نہ ہو گا اگر مدعی فقیر ہو  
فرع مسئلہ ملحقہ لایجس فی دین مہر و کذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد ولا السفر مو فاذا حل منہ من حق یوفیہ بدائع وقد مناه فی الکفالة  
لہ ایک نسخہ میں خطا کے بعد ظاہر بھی ہے ۷



مدیون مجبوس نہ ہو گا دین موجب میں ہوا اسی طرح سفر یا نے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل اُنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین پہنچے تو اس کو سفر سے روکے ایسا دین کذا فی البدیہہ اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفایات میں ان ادوی الدیون الفقہر غلام اہل العسرة اشیاء اربعہ کے فیہیں مجبوس ہو گا اگر مکی اپنے غلام اس کو فقیری کا دعویٰ کرے اس لیے کہ اہل تنگ دستی ہے م یعنی بر نفس کے حق میں عسرت حاصل ہے اس واسطے کہ بر آدمی مدیم المال پیدا ہو گا کذا فی البدیہہ اور مدعی امر مدفن کا دعویٰ کرتا ہے یعنی مال داری کا تو بدون ثبوت اس کا دعویٰ مقبول نہ ہو گا کذا فی البدیہہ الا ان میر بھی طریقہ علی طناہ اسی قدر دلی ایضاً اور باقرض واد بقاضی فریہ مگر یہ کہ اس کا صاحب دین اس کی مال داری اور قاضی کو ہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قاعدہ ہونا اُنے دین پر ثبوت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہونے شائع نے غنا کو بقدرت علی ایضا اس واسطے تعبیر کیا کہ معلوم ہو کہ غنا سے غنا نے زکوٰۃ مرو نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ہے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہے مجبوس ہو گا کیونکہ جس جزا ظالم ہے اور اس کا ظلم ثابت ہو چکا ہو و قرض سے عائد مگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اس کا مال دوسرے پر ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کٹا ہو دیکھئے مجبوس ہو تو مدیون مجبوس نہ ہو گا اور اگر مدیون اپنے مدین سے تقاضا کرے تو مجبوس ہو گا کذا فی البدیہہ الا ان من المدوی فی حبسہ جیئذ ہما را کی دلو یو ما ہو اجمع قرض قاضی جس کرے اس وقت میں جس قدرت کہ اس کی رائے میں اس کو سہا کر چاہے ہی دن جس کرے ہی قول مجھے ہے م نہیں جہاں گویا سے کٹا ہو دستی ثابت ہو تو مدت جس قاضی کی رائے پر موقوف ہے سو اگر قاضی کا کان طالب ہو کہ اگر اس کا مال ہوتا تو اپنی مدت کی جس میں آپ کو غلام کر دینا تو مجبوس ہے سوال کر کے چھوڑ دے ممکن روایت میں مدت جس دیاتین لینے میں اور جس کی روایت میں چار لینے سے چھ لینے تک ہمارے میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ لوگوں کے مال متفادات میں کذا فی البدیہہ الا ان فی الشواذ اللفظ قال ابو حنیفہ اذا کان المصروع بالصرۃ لم یجبر علی الخایۃ یو لو فقرہ ظاہر اس کی وجہ مابعد و قبل بینہ علی غلہ و غل سید نہ ہو کہ مطلق کی شہادت میں ہے کہ بے ہند نے کہا کہ جب غلام مشہور باغلا اس ہو تو میں اس کو مجبوس نہ کروں یعنی اس کے جس کا حکم نہ کروں اور غایہ میں ہے کہ اگر اس کی موت جی ظاہر ہو تو اس کا مال جلد لوگوں سے حد یافت کرے اور اس کے غلام اس کو چھوڑ دے و فی البرزویہ قال المدیون حلفہ ان یصلح لہ المصروع بالحقاقی فان حلف جبر علیہ و ان کل غلام و ترمی ماضی وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مکی کو قسم دے کہ وہ مجھ کو غلام نہیں جانتا تو قاضی اس کو قبول کرے پھر اگر مکی قسم کھائی تو اس کو جس کرے مکی کی عداوت سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اس کو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے نفقہ قد من ان مدلی لمن لا حکہ لا یستلزم فتنہ میں کتابوں ہم پہلے ذکر کیے کہ اس قاضی کی رائے کا اقتدار ہے جس کو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی نیز جہت کے رائے کا اقتدار نہیں م علی نے کہا کہ شرع اس میں قسمتانی کا تابع ہوا ہے میں کتابوں کو کیا امر یعنی تقدیر مدت جس قاضی کے جہت ہو نے پر موقوف نہیں انہی تم بعد جبر ہا یہ او مالہ مطلقاً عند القاضی دلائل باقرض و اعتمادہ المصنف پھر مدیون کے جس کرنے کے بعد بقدر اس مدت کے ہاں اس کی رائے میں اس کو اس کا مال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگ دستی اس کو معلوم ہو سکتی ہو تو لوگوں سے اس کا مال حیاقت کرے وہ مگر ظاہر ہو تو مجبوس ظاہر کے عمل کرے کذا فی البدیہہ الا ان مصنف نے اپنی شرح میں اس پر احتیاط کیا ہے سائل غنہ اعتباراً لا جہا من حیرانہ و کیلی مدلی بنیۃ المدین پھر بعد جس اس کا مال اس کے پڑوسیوں سے پوچھے بنابر احتیاط کے و بنابر وجوب کے اور کفایت کتاب ہے ایک مرد مال سے پوچھنا صاحب دین کی بنیبت میں یعنی اس کا حضور نہیں م ہاں بعد کذا فی البدیہہ اس میں ایک شخص مال کا قول کالی ہے چنانچہ دلیل اور منزل کی بھر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا محکم ہے اور کفایت انہد ہے کہ خبر کے کہ مدیون مجبوس کا مال کتابوں کا مال ہے نہ کہ اس میں اس میں اور مال اس کا تنگ ہے اور ہم نے اس کا مال ظاہر اور غنی حیاقت کیا ہے کذا فی البدیہہ الا ان مدلی القاضی مال ہو و لا یستلزم المدین بجا اور اگر مدالت



یافق خبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اس کا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اس پر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذانی انفع المسائل پشام بحر الرائق میں ہے کہ قاضی کی خبر مقبول نہیں ولا یشترط حضرۃ الخفم ولا لفظ الشہادہ والاذا تنازعانی الیسار والاعسار قسمستانی اور شرط نہیں اخبار میں مافز ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جب کہ مدعی اور مدعی علیہ تنگ دستی اور کشادہ دستی میں تنازع کریں کذانی القسمستانی ہم یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگ دست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسی طرح خبر واحدہ و صورت تنازع مقبول نہیں بلکہ مزید ضرور ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال انفع الوسائل فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن تنگ دستی کی گواہی نفی منافی کی گواہی محبت نہیں ولذا اس کے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذانی انفع الوسائل سو خبر دار ہو جاؤ ہم بحر الرائق میں سقانی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ ودانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ ضیق الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذانی المطاوی قال لم یظہر مال خلاہ بالکفیل الا فی ثلث مال یتیم ودققت اذا کان الدائن غائباً پھر اگر مجبوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اس کو چھوڑ دے بلا ضمان مگر تین صورتوں میں ضمان لے کر چھوڑے یتیم کے مال میں اور دققت کے مال میں اور جب کہ صاحب دین غائب ہو مفسس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اس کی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرانی کے تو بعد اس کے اس کو قید کرنا ظلم ہے اور مال دققت کو صاحب بحر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علمائے متاخرین اس کے تابع ہو گئے ہیں اس قیاس میں کذانی المطاوی ثم یجسہ ثانیاً لاول ولا لیرہ حتی یشیت غریہ عناء بزاز یہ پھر جب مدیون افلاس کے سبب سے جس سے چھوڑنا تو قاضی اس کو دوبارہ قید نہ کرے ادل مدعی کے واسطے اور نہ اس کے پیر کے واسطے تا دققت اس کا صاحب دین اس کی مال داری ثابت نہ کرے کذانی البرازیۃ فی القینۃ برہن المجبوس علی الافلاس فاما والدائن اطلاق قبل نقیضہ فعلی القاضی القضاء بہ حق لا یجیدہ الدین ثانیاً اور قینہ میں ہے کہ مجبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گزارے سو صاحب دین نے اس کا چھوڑ دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اس کی مفسس پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اس کی مفسس پر حکم دینا تا صاحب دین اس کو دوسری بار قید نہ کرادے ہم شارح نے یہاں ایک جملہ قیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل نقیض اس کا اطلاق چاہے اور مجبوس نہ نکلے بدو ن افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذانی المطاوی عن البروزیہ فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا احقر المجبوس لدین وغلب رہ برید تطویل جسہ ان علمہ وقدرہ اخذہ او کفیلہ وخلاہ غایتہ مجبوس نے دین مافز کیا اور صاحب دین غالب ہو گیا تطویل جس سے کارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کے مقدار کو جانتا ہو تو اس کو سبے یا مدیون سے ضمان لے اور اس کو چھوڑ دے کذانی الخانیہ ہم ضمان سے یعنی مال ضمان اور حاضر ضمان سے کذانی البرازیۃ فی الاستنباء لایکوز اطلاق المجبوس للبرہن فی قصہ الا اذا ثبت اعسارہ او احقر الدین للقاضی فی حلیۃ قصہ اور استنباء میں ہے کہ چھوڑنا مجبوس کا جائز نہیں مگر اس کے مدعی کی رضامندی سے مگر جب کہ اس کا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اس کا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل جس کا قاصر نہ ہو اور اس مہلت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعیم ہے چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا کذانی المطاوی ولو قال من یراد جسہ اربع مہنی واقضی دینی اجلہ القاضی لویہ من او ثلثۃ ایام ولا یجسہ لان الثلثۃ مہۃ حرۃ لا باء الا عذر اور اگر کہا اس نے جس کے مجبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اس کے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے اور اس کو قید نہ کرے اس واسطے کہ تین دن آزمائش مہذرات کے واسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں اس باب مہذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولولہ عقارہ یجسہ ای لیبیعہ نقضی الدین الذی علیہ ولو یمن قلیل بزازیۃ دسچی تمامہ فی البحر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اس کو جس کرے یعنی اس واسطے کہ تا اس کو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اس پر ہے اگر چہ بیع برہن قلیل ہو کذانی البرازیۃ اور پورا بیان اس کا آگے آگے کتاب البحر میں ولم یمنع عرا بومہ عنہ علی الظاہر اور درو کے جائیں



میلوں سے اس کے دین جلسے بنا کر ظاہر رعایہ میں ہر جہتوں کے اس قول سے معلوم نظر لیاں غلام مرتبہ ہے یعنی اگر مجوس کا مال غلام ہو تو قاضی اس کو چھوڑ  
 دے گا اگر اس کا مال اس کے ساتھ ہے لکھ کر ہی تو قاضی اس کو رد کرے گی یہی ظاہر ہو رہا ہے امام سے خلافاً لیساجین امام کی دلیل یہ ہے کہ مجوس  
 مفلس کو خدمت ہے تا حصول قصت یا فادہ حصول قصت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اس کے ساتھ رہیں تاکہ وہ مفلس ذکر دے کذا فی المطاہی نیو از مرز  
 ندرا لایہ الا ان یکتسب فیہ تو دین جلسے مدیوں مفلس کے ساتھ گئے رہیں دن کو نہ رات کو نہ ریکہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں مگر خدمت  
 میں ہر قول وہ ہے جو ٹھیکہ سے عریضہ کے قیام اور قصود میں ملازمت کہے اور اس کو جو دوڑ کوں کے پاس جانے سے ذرہ کے اور نہ اس کو دو دنوں وقت  
 کے کھانے سے روکے اور دو دنوں سے اور رہائے قریب کے جانے سے خواہ اُن آپ اس کے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہاں  
 نہیں کہ اس کو دھوپ میں سکے یا برف پر یا جس مکان میں کہ اس کو اذیت ہو کذا فی المطاہی دیتا جو لڑاۃ امراۃ ملازمہ قنیہ اور خدمت مدیونہ کے واسطے  
 دوسری صورت تو کہہ کہ اس کے ساتھ رہے کہ کذا فی القنیہ فریغ مسئلہ شائع کا لوانا المطلب البس والطالب الملازمۃ قنیہ مگر الہدیۃ یخیر الطالب  
 الا لمراد اگر مطلب جس اختیار کہے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب البر میں ہے کہ طالب کو اختیار کیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو  
 اس طرح کہ طالب مطلب کو اس کے گھر میں دھالے سے تو ب دفع ضرر کے واسطے جس دافع ہے کذا فی المنہر و کذا فی المنہر از یہ یکفیل انفس اور ہذا یہ میں مانتھام  
 دینے سے اس کو مکلف کیا ہے مگر ہذا یہ میں ہے کہ اگر اس کی ملازمت میں اس کی روزی جاتی رہے تو عاقد اس نے کہ اس کو چھوڑ دے کذا فی المطاہی  
 طالب ملازمت بلا امر قاضی تو مقرر ہوا اور طالب کو اس کی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلب اس کے حق کا مقرر ہو وہ قبل ہر مارہ  
 علی اطلاق قبل جلسہ لقیام مال انھی و مگر عزیزی نادہ اور مقبول نہیں مدیون کے گواہان اپنے انفس پر مجوس ہونے سے پہلے بسبب قالم ہونے کو ہی کے  
 نفی پر نفی خنایا و عزیزی نادہ نے اس قول کو بھی کہا ہے مگر تاہم جس کو ای نفی پر مقبول نہیں اس واسطے کہ جب چند مدت وہ مجوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر  
 اس کے پاس مال جو تا تو جس کی بھی دلائل اس قول کی صواب نہاد اور کثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی المطاہی عن الہدیۃ و مگر وغیرہ قبول اور  
 حیر عزیزی نادہ اور ملا سے قبول شہادت انفس قبل الجہس کی تصحیح ہے مگر ماسی کا نفی دیا ہے محمد بن فضل اسمیل بن عمار بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحییٰ نے  
 اور ہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی المطاہی و جعل علیہ بایہ کامر قان علم اسارہ قبلہا و کذا فی المنہر لیساجین اور اس میں مستند علیہ قاضی کی رائے ہے مگر قاضی اس  
 کا انفس معلوم کہے تو گواہی قبول کرے اور جس تو نہیں کذا فی المنہر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و بیہ لیسارہ الحق من بیۃ اسارہ بالقبول ان لیسارہ ملین  
 و بیہات لاشہات اور گواہی مال مدیون کی حق بالقبول ہے اس کے انفس کی گواہی سے اس واسطے کہ مال دار ہونا امر ماضی ہے اور گواہی تو ثابت  
 کے واسطے میں رہتی ہے واسطے مگر اس کی اگر صحت کے واسطے مگر اس کی مال داری پر اور مطلب گواہ ہے اپنے انفس پر تو اس صورت میں مال داری کی گواہی  
 حق بالقبول ہے دلیل گذشتہ نم لومین بسبب اسارہ و شہد و ہر مقدم ثابت اسارہ و ماضی قاضی کا و التمس علی التہاں مگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان  
 کرے اور گواہ اس کی گواہی دین تو اس کی گواہی مقدم ہوگا بسبب ثابت کہ نے شہادت مذکورہ کے لمر ماضی کو یعنی گواہی اثبات کی ہوئی رہتی کہ کذا فی المنہر  
 و کذا فی المنہر لیساجین نے اسناد کیا و فی القنیہ ان لم یسندوا ماضی ملک قبلت و لایمکن قبولہا لانا قامت للمجوس و جو منکر و البیہ قنیہ قامت للمکر و مقبول  
 اور قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مال داری کے قاضی کے وقت نہ بیان کریں اس مقدمہ کو جس کا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگئی اور اگر مقدار بیان کرے  
 اس کا قبول کرنا ممکن نہیں اس واسطے کہ مجوس کے واسطے گواہی قالم ہوگئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی بسبب منکر کے واسطے قالم ہو تو مقبول نہیں و اب  
 بس المطاہی و جزاء اعظم قلت و یحییٰ بن ابی انزبار مال مدیون نہاد و بیہ قنیہ و بیہ قنیہ اور مجوس مال داری کی گواہی کیا جائے اس واسطے کہ  
 جس مال مدیون کا میں کتا کہل بعد کتب کہ میں آگے کہے گا کہ مدیون کا مال اس کے دین کے واسطے نہ کیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور ہی کا حق ہے











یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اس کو جائز رکھے تو جائز ہے اس واسطے کہ مطلب تو اس کی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا انفسول کا داخل ہونا قضا میں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کافی الاشباہ والمنظومات المحیطة لوفوض بعد فوض غیرہ صحیح دلو حکم بنفسہ لم یصح ولو حق تعقی صحیح بخلاف صبی بلغ اشباہ اور منظومہ مجیدہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اس نے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اس نے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا صاحب اشباہ نے حکام صبیان میں بزازیر سے نقل کیا کہ سلطان یا دالی اگر نابالغ پھر صبی کہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اس نے قاضی کا ذکر نہیں کیا اگر عموم دالی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحاوی و اذ ارفع الیہ حکم قاضی تخرج الحکم و دخل المیت و المعزول و الخالف لرایہ لانه نکرہ فی سیاق الشرط فتعم فانہ انکر قید التفاتی اذ حکم لنفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال لفظہ اے لازم الحکم و العمل بمقتضاه اور جب کہ مراد قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اس کو نافذ کر دے یعنی اس کے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے حکم سے اس کے حکم کو نافذ اور لازم کر دے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور قاضی جس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہو گیا اس واسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سوا اس کو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید التفاتی ہے اس واسطے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اس کے یعنی قبل مراد الیہ ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مراد جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اس واسطے نکالا کہ اگر اس کے حکم کا مراد قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو بطل کرے اس واسطے کہ حکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التکلیف میں آدے گا اور عموم قاضی میں اہل یعنی کا قاضی بھی داخل ہے اس واسطے کہ قاضی اہل عدل اس کے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قستانی میں معنی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اس کو رد نہیں کر سکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحاوی لو مجتہد فیہ عالم باختلاف الفقہاء فیہ فلولم یعلم لم یجز قضاؤہ لا یفنیہا ثانی فی الظاہر المذہب زہبی دینی و ابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور بر قول مستند دلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اس میں فقہاء یعنی مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے کذا ذکرہ الزہبی والعبی و ابن کمال ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اس کو مختلف فیہ جان کر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اس کی تنفیذ واجب ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر انبیاء مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اس کو جاری کرے اور اگر عہدہ حکم کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسایاں اور عمدہ دونوں صورتوں میں اس کا حکم نافذ نہ کرے اس واسطے کہ اس نے اس کا حکم کیا جو خود اس کے نزدیک خطا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں معمول ہے فقہاء میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہ ہو گا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اس واسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف ہو یا عہدہ قضا نافذ نہیں اس واسطے کہ جو اپنا مذہب عہدہ چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جہل سے اور ناسی کی قضا اس واسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اس کی تقلید نہیں کی مگر اس کے مذہب کی جہت سے نہ اس کے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسے قاضی قاضی کیا ہے تادہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہو گا انتہی اور بحر الرائق میں دہوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا ردایت ضعیفہ یا قول ضعیفہ پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اس کی قوی تردید وہ ہے جو بزازیر میں ہے



کہ اگر قاضی مجتہد ہو اور فتویٰ سے کراپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو ناقد جو گا اوردور دوسرے قاضی کو نقص حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں انتہی مانی اجزا دیہ اور جرحہ انتہی میں ہے وہی قول معتد ہے مذہب میں اور بزاز یہ کا قول صاحبین کی ایک رعایت پر عمل ہے اس واسطے کہ نہایت کلام ہے کہ قاضی مقلد اس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بجز اس قاضی مجتہد کے جس نے نیاں سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد میں صاحبین سے عدلیت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اس کا ناقد نہیں تو مقلد کی تفسا بطریق اصل ناقد نہ ہوگی کذا فی المنہر والحدوی شریعتی نے کہا اور برائن میں بھی فتح القدیر سے منقول ہے پھر شریعتی نے کہا کہ یہ حق مرجح ہے جس کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام اعلیٰ طحاوی لکن فی الامتداد والحق بکلامہ وکان فیہ تفسیر علیہ لفظ لیکن غصہ میں ہے کہ خلاف اس کے فتویٰ دیا گیا اور گویا کہ یہ فتویٰ آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر خلاف اس واسطے فتویٰ دیا گیا ہے یعنی تضامی الزامات ناقد ہے خواہ قاضی اس مسئلے میں اختلاف مجتہدین کو ماننا ہو ابن الغرس نے کہا فاکہ بدیدہ میں ہے کہ میں کتاب اول لائق ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط لفظاً ذلتیہ خصوصاً بمانسے زمانے میں اس واسطے کہ ہمد سے زمانے کے قاضیوں کو اپنے مذہب کی طرف مت حاصل نہیں ہو جائے علم بذمات بقیہ مجتہدین پھر اس سے قلعہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اختراط علم مذہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق میں ہے یعنی جب ثابت ہو کہ علم مذہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو بقتضا زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہے اس واسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد شخص میں نہ مجتہد بعد دعویٰ کیوں منظم علی غصہ ماضی بعد دعویٰ کیوں کیا ایک غصہ سے دوسرے غصہ حاضر پر مصلحتی نے کہا بعد دعویٰ طرف ہے الزم کا یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے بعد دعویٰ کیوں کے جو مواد جو اس کے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو دانتوں طحاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ طرف مذکور کو اتن کے قول یعنی حکم قاضی کی طرف راجع کیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اس وقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعویٰ کیوں کے بعد واقع ہو اور احوال حضار شہود اصل شرط نہیں بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزاز یہ میں ہے کہ ایک منکر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سب ملکہ دی پھر قاضی دیکھا اندیشی نے اپنے غصہ حکم ملکہ کو دوسرے قاضی کے پاس ماضی کیا اور قضاہ اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال دلا دے بشرطیکہ وہ حکم کی بجائے دوسرے نام لینا قاضی کا اور بیان اس کے نسب کا انتہی دلا کا ان افتاء فیکم بمذہبہ لا یجوز اور اگر ایسا نہیں تو یہ افتاء ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے دوسرے اپنے کے کذا لہم علی نے کہا کہ حکم سے ملو انشاء بقرینہ قولہ کہ ان افتاء اور اس واسطے کہ بدون دعویٰ حکم نہیں ہوتا انتہی طحاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعویٰ کیوں ماضی ہو انتہی طحاوی نے کہا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعویٰ کیوں واقع نہ ہوا تو یہ افتاء ہے یعنی طلب فتویٰ ہے و طلب قضاء قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتویٰ دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل مضمونی طحاوی ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہو بلا دعویٰ کیوں تو وہ افتاء قضاہ اول کا ثابت کیا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وہی اثر کتاب واداء انما فی حکم اول لا طلب شہود حاصل اور اگر کتاب یعنی مسائل شفی میں قبل کتاب الغرض کے مسئلہ مذکورہ آوے گا اور یہ آوے گا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہ ہے قاضی اول کے حکم میں تو اس کو اختیار ہے کہ سوا حاصل کو طلب کرے ہم اری کتاب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر اس کو شک نہ پڑے تو اس سے مترعل نہ ہو کذا فی اللمی نقل و بہر حق و منافذ زمانہ لا یجوز ترک ما ذکر صاحب بقرنے کہا اور اس سے یعنی اختراط صدور دعویٰ سے معلوم ہو کہ ہمارے زمانے کے تعلیمات معتبر ہیں بسبب ذکر کرنے اس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم بھی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اس واسطے معتبر نہیں کہ بلا دعویٰ اور بلا عاوض وہ جاری کر دیتا ہے اس غصہ کہ صاحب وافتاء لکھنا کتابے نوانے قاضی کے حکم پر قاضی ثانی اس کو ملکہ دے کہ قاضی اول کا حکم اس کو طحاوی نے اس کتاب ذکر کیا چنانچہ بقرینہ شہدے میں کتابوں اور کتب یہ لکھ دیا جاتا ہے قاضی اول کے ویشی پر بدولہ اثبات قضاء اول کذا فی اعلیٰ طحاوی و قد تدرائی واما افتاء واداء بالوجوب اور بقرینہ طحاوی لکھ لکھ ہے ہمد سے زمانے کے قاضیوں میں قضا بالوجوب یعنی موجب پر حکم کرنا م شریع نے قضا بالوجوب



کامثل نہ الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہ نے ابن عرس سے مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن عرس نے فواکہ بدریہ میں کہا تھا بالوجوب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلا نے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے یا تسلیم میں بیع کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا دیگر ذلک ادا اس طرح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب میں پھر قضا بالوجوب متعارف ہو گئی تو مع اور آسانی کے واسطے پھر توبہ و دگی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے حکم بالوجوب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کو کوئی شے واجب کر دے اور اس کو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحاوی و ہر مبارکہ عن المعنی المتعلق بما اضيف الیہ فی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ یقضی بہ اور موجب عبارت ہے معنی متعلق بالعقد ہے جو کہ عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہے موجب کی طرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اس کا حکم کرتا ہے ہم مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضائے بیع ہے یعنی خارج ہونا بیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اس کا مشتری کی ملک میں اور تسلیم اور تسلیم ثمن اور ثمن میں اسی غیر ذلک من مقتضیات بیع و لوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منسوب ہے بیع کی طرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن میں شرعاً وہی موجب ہے یہاں اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ خلا قاضی حنفی الذہب نے بیع ارض کی صحت اور اس کے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہ ہو گا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اس واسطے کہ دعویٰ شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضی کو اس کا دھیان بھی نہیں تو یہ موجب متعلق بال حکم نہ ہوا اس راہ سے کہ قاضی نے اس کا بھی حکم کر دیا مثال کذا فی الطحاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناه الحكم بطلان البيع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اس کا حکم ہے بطلان بیع کا حکم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیہا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہو گا اور مطلب اس کا یہ ہو گا کہ یہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکم پر کی طرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحاوی لو قال الموثق وحکم بمقتضاه لا یصح لان الشی لا یقتضی بطلان نفسه اور اگر موثق یا قاضی نے کہا اور بیع مدبر کی مقتضی کا حکم کیا تو حکم صحیح نہ ہو گا اس واسطے کہ شے اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضی کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہ ہو گا اس واسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضی نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل ہے معنی ہوا تو قاضی شافعی اس کی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ مدبر کی بیع معنی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضائے بیع مدبر حکم متوجہ نہ ہوا اس واسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضی ہی نہیں اس واسطے بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی عن الفواکہ و بہ ظہران الحکم بالوجوب اہم نہر اور تقریر گزشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالوجوب عام تر ہے حکم بالیقضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت محقرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن عرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن عرس نے فواکہ میں کہا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب اہم ہے مقتضائے موجب صادق آتا ہے بدون مقتضی کی تفسیر بعضی صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی صورت میں اتنی اور موجب اور مقتضی مجتمع ہو جاتے ہیں بیع صحیح کے قضا بالوجوب میں چنانچہ اول مذکور ہو چکا فواکہ بدریہ میں کہا حاصل یہ ہے کہ موجب یہاں مقتضی کے ساتھ صادق آتا ہے اور بدون مقتضی بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا اقبال ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضی میں تساوی کی نسبت ہے الی آخرہ ما قال کذا فی الطحاوی لا ما عری عن دلیل مجمع در صورت مراضہ قاضی ادا کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معراج و دلیل سے اس کو جاری نہ کرے کذا فی الجمع ہم صاحب مجمع نے اس کو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معراج الدلیل کی ایک صورت یہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ چند سال صاحب دین مطالبہ کرے کذا فی الطحاوی او خالف کتابہم یختلف فی تاویل السلف کما ذکر التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جس کی تاویل میں سلف نے اختلاف نہیں کیا







جمع مسائل مذکورہ میں وعدہ منہانی الاشباہ و نفاط لبعین اور منجملہ احکام غیر ناقدہ کے اشباہ میں پالیس اور چند مسائل شمار کیے ہیں ہم شارع نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ میں بطریق صحر کے مذکور نہیں عمومی نے کہا اور جن مسائل میں قضا قاضی منقوض ہوتی ہے ان کا ذکر بحر الرائق اور بنواریہ اور جامع الفقہ میں اور خانیہ اور میر فیہ اور فتح القدیر میں ہے جس کا جی چاہے اور کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے و ذکر فی الدرر لما یفید سبع مصادر منها کما لو قفنت المرأة بعد و قد و کئی تنا خلافا لا ذکرہ المصنف ثم ما اور در میں قضا ناقدہ کی سات صورتیں مذکور کیں ان میں سے ایک یہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قضا کا حکم کرے اور یہ مسئلہ میں اس کے کتاب القاضی الی القاضی میں اس کے برخلاف جس کو مصنف نے شرح میں ذکر کیا ہم اس میں دو قول ہیں خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بنواریہ نے قضا جامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان الاول دلیل لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے موضع اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کے واسطے یہ تفرقہ عرفیہ ہے والا فقد قال تعالیٰ (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوه وما اختلف الذین اوتوا للکتاب) اور مالا نکراہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارع یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں والا اس کے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحاوی دلیل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعہ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایہ للصدر الشریعہ ہم شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے تو اس کی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحاوی فلو برهن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برهن ان المرأة ان الیت نکح بعد ذلک قضا بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلا نے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائے گا مگر جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو ہر اور میراث ابن کے ساتھ ثابت ہوگی اس واسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہو گئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہوں گے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائے گا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے ولو برهن علی قتله فیہ فبرهن ان المقتول نکح بعدہ لا قبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلا نے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہوں گے ہم اس واسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اس کی تاریخ معتبر ہوگی کذا جمیع العقود والذاتیات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مدائنات ہیں ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح و غیرہ اور مدائنات چنانچہ قرض اور دیون مستحکمہ یعنی جمیع عقود اور مدائنات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا میں کذا فی الطحاوی الا فی مسئلۃ الزوجه اتنی معہا ولد فانہ یقبل بینہما تاریخ تناقض لما قضی القاضی بہ من یؤا القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلہ میں جس کے ساتھ لڑکا ہے اس واسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس تاریخ کے ساتھ جو تناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اس کی دلالت میں یوں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوٰی کیا کہ اس نے اس کے باپ کو عمدتاً تلوار سے قتل کیا پس برس کی مدت سے اور میں اس کا وارث ہوں کوئی اس کا وارث نہیں سوائے میرے اور اس دعویٰ کو گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت اُٹی اور اس کے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گزرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ لڑکا اس کا ہے اور اس کا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام ربیع المدینہ نے کہا کہ اس میں مستحسن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولد کو ثابت الینسب کہوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کر دوں اور یہ حکم از نسب کی احتیاط کے سبب ہے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعویٰ کرے اور لڑکا ساتھ لاوے ملے اور نہیں اختلاف کیا اس میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ دیا گیا ہے اور نہیں اختلاف کیا انھوں نے جن کو کتاب دی گئی ہے



تو این مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے و وصیت کے بعد فاضلین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی المملیٰ دوی فاضلین مکتوبات من الاول مسائل منها ادعیاء میراثنا سبق تاریخی اور شاہ کے فیصلوں نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو میراث اس کے واسطے ہے جس کی ہمت سابق تہ ہے م پر شخص یہ کہتا ہے کہ میریز میری ہے میں نے اس کو اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے اور وہ چیز میرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہاں تاخیر مقدم کا اعتبار ہو گا اور اگر دونوں نے تاسیلاً ذکر نہ کیا یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں میں نصف نصف ہر ایک کذا فی المملیٰ دوی بریں کو کیل ملی و کالہ و حکم بہا قادی المملیٰ موت الطالب مع الدفع قبضہ دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہو گیا پھر مدیوں مملوب نے دائر طلب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مرگیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل باپ طالب نہیں کر سکتا اس واسطے کہ مولیٰ کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبضہ باقی نہیں رہتا مملیٰ دوی نے کہا یہاں حکم کیا ہے جو کیے کہ یہاں موت تحت حکم داخل نہیں ہے تو فقط دفع ہے دعویٰ کا برہنہ اور شراہ من ابیہ منذ سنۃ و برہن ذوالید علی مردہ منذ ستین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اس نے فغانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی سموت نہ ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ سموت ہوگی م اشنا بنظر قول ثانی ہے اور مدعی مملع عمر حافظ کا قول ہے تیرہ میں ہے کہ یہی قول مواب ہے کذا فی المملیٰ دوی دسرو ان القضاء بابینہ سجدۃ مملع الزمان و وصیت من حیث ان موت لیس محلا للزاعیر ترفع با شہاد بخلاف مقتضی فاد من حیث جو محل للزاعیر کلا علی اور یحید اس کا یعنی موت اوقیل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالینہ بابت ہے من الزاعیر سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منقذ ہے موت سے پہلے تو جس وقت کہ موت ہوگی مال اس کا وارث پائے گا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث مقتول محل ہے نزاع کا چنانچہ قتل نہیں م ابنا اس میں مذکور ہے کہ محمد نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے اس طرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی لازم نہیں تو وضع اس اجمال کی ہے کہ قتل ظلم ظالم نہیں تھا من یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا مکرم پر زمانہ متاخرین میں چنانچہ مسکو صلیہ نہیں مذکور ہے کہ مقتول ہے اس کا بوقتل سے لازم ہو گیا کیونکہ یہ ہمیں ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق میں پھر زندہ باقی رہے اور شہاد کہے غلام یہ ہے کہ قتل قتل ہو کر حق لازم کا متضمن ہے تو موت کے گواہ ملحق اعتبار کے نہ ہوں گے بواسطہ انہیں استقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر لیتے نہیں اس واسطے کہ یہاں موت کے گواہ متضمن استقاط حق ابن نہیں اس لیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جس طرح حالت افراد میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہوں میں وہ باب وارث تعارض نہ ہوا اس کے استقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہونے کذا فی المملیٰ دوی و فیہذا القضاء بشہادۃ الزور ظاہر او باطن اور ناقض ہے قاضی کا حکم کہ سبکی گواہی سے ظاہر اور باطن میں م امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعویٰ کرے اور دوسرا جھوٹے گواہ دے اور قاضی ظلیل یا تحکم کا حکم کرے تو قضا ناقض ہے ظاہر و باطن میں کذا فی المملیٰ دوی نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مملیٰ نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اس کو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ و جیرہ لازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو طہی اور عورت کو تکبیر و تہلیل طلاق سے اس واسطے کہ راجل غلام میں اللہ تعالیٰ کے اور نسا و منڈیوں میں مادہ مملیٰ کو وایت اجبار ثابت ہے اپنے ملکوں کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالیٰ کا کامل ہے نہ عین کی ولایت سے اپنی ذاتوں پر کذا فی المملیٰ دوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مادہ ہے شہادت کے سماع کا تو قضا باطن کا کیا حقہ جہد کا اشباہے شارع کی جانب سے حیث کان ملل قاضی و القاضی غیر ملزم بحدیم قضا ناقض ہے بشریک محل قابل حکم کے ہوا اور قاضی گواہوں کے کتب کو ہاتھ پر مملع قابل کی عید اس واسطے لکائی کہ جس سے کسی کی حکومت ہو یا مستعدہ یا رمدہ یا مدعی کی عمر ہو یا سبب معاشرت یا رضاع کے تو قضا ناقض



نہ ہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بجز الرائق میں فتح القدر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا مالم ہو تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی المطاوی فی العقود  
 کسب و نکاح والقسوخ کا قالہ و طلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاید کہ زواج کذب شہادہ زور نافذ ہے عقود میں نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور  
 نکاح کے اور نسخ میں مانند قالہ اور طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا م یا م کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک  
 مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اس نے قائم کیے تو اب نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے  
 کہا یا امیر المؤمنین اگر مجھ پر اور ناجاری ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں  
 میں نکاح منعقد ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عدت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راضی تھا اور البتہ اس میں  
 دونوں کا محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے بدلیل قعہ مذکورہ کذا فی الدرر سبع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر مرد دعویٰ کیا کہ اس نے اس  
 نوٹڈی کو اتنے ٹمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے نوٹڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم نافذ ہے باطن میں  
 بھی امام کے نزدیک اور اس کو اس کی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلاث کا دعویٰ کیا اور اس پر شہود قائم کیے  
 اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اس کی وطی ظاہر اور باطناً  
 حلال نہیں اور زوج ثانی کو ظاہر اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقتہً الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اس کو طلاق نہیں دی اس طرح پر کہ زوج ثانی  
 احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اس طرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمیہ پر اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اس واسطے کہ حرام محض یعنی شہادت  
 کاذبہ کیونکہ سبب ہوگی حلت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے عام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو  
 انشا کیا ولذا اکثر فقہاء کے نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنی در صورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اس واسطے کہ قاضی کذب شہود  
 سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر اس کے نزدیک شہادت حق ہے بنا برہم ظہور قاضی شہادت تو عدت مرتب ہوئی انشاء اللہ لا یر  
 قاضی کی جانب سے کذا فی المطاوی و صدر الشریعہ تبصر امام کی قوی تردیل تحریم بالقضا سے ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ  
 ہو ظاہر اور باطن میں تو تفریق بامر اللہ ادلی بالنافذ ہے کیونکہ قاضی اس کا امور ہے حق تعالیٰ کی جانب سے کذا فی الفتح وقالوا زفر و الشیخہ ظاہر فقط و علی الفتوی  
 شریعہ لایعین البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشریعہ لایعین  
 البرہان یعنی قضا شہادت زور ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں اس واسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا بھی اسی طرح فقط ظاہر میں نافذ  
 ہوگی نہ باطن میں اس واسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے ہستانی میں عقالت سے منقول ہے کہ دم لفاذ باطن پر فتویٰ ہے بجز الرائق میں فتح القدر  
 سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الادھر یعنی قوی ہے کذا فی المطاوی بخلاف الاطلاق المرسلہ ای المطلقة عن ذکر سبب الملک فقط اجماعاً التزام الاسباب  
 بخلاف قضا اطلاق مرسلہ یعنی وہ اطلاق جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بلحاظ جماع بسبب تراجم اسباب کے م یعنی اطلاق مرسلہ مقود اور  
 نسخ کے مخالف ہیں کہ ان میں ظاہری میں فقط قضا نافذ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح منہم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی  
 نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا یا تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور اطلاق مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ  
 ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب ادلی نہیں بعض سبب تراجم اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضاء ممکن نہیں بطریق  
 اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہ ہوئی تو مقتضی کہ وہ طی اور اکل و غیرہ حلال نہیں اور مقتضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں  
 لے اور ایک لے میں بعد رضی اللہ عنہ کے شک المرأة یعنی جیسا ارشاد علی رضی اللہ عنہ کا اس صورت کو راجع ہے



کرے گا لوگ اس کا سبب یسق کریں گے یا تحریریں گے کذا فی المطاویٰ جن مولاویہ حق کو ذکر سبب میں داخل خلاف من کان سببا یکن انشاء اللہ کرنا ملک میں سبب میں کو ذکر کر کے خلاف سابق پر قبول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جس کا اثبات اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضاء سے چنانچہ بیع میں بیع کر مانی نے دعویٰ کیا کہ فلاں میری ملک ہے سبب غریب کے اور شہادت کا وہاں پر تھا ملک اور قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضاء نافذ ہوگی ظاہر ہو رہا ہے اصحاب میں کے نزدیک فقط ظاہری میں نافذ ہوگا و باطن میں وہ لا ینفذ اتفاقا کالات اور اگر سبب مدعی نے ذکر نہیں کیا جس کا اثبات قاضی سے ممکن ہو تو قضاء باطن میں نافذ نہ ہوگا بالفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی مدت اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب نہیں ہے جس کو قاضی ملش کر سکا اور مدار نفاذ قضاء امام کے نزدیک اس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے مطاویٰ نے کہا باطن میں سے ملے اور مطلق ملک دعویٰ میں برابر میں اور اسی قول کو ہم کہتے ہیں مالا کانت لراۃ مرتزقہ مدۃ اودۃ دیکھا لیم القاضی بکذب الشہود و حیث لا ینفذ اصلہ کا قضاء بالجمین انکا ذکر نہیں ہو سکتا الطبع اور چنانچہ اگر حضرت عمرؓ یعنی مدعی پر عوام ہو سبب مدعی یا ارتداد و غیرہا کے اور چنانچہ اگر قاضی کو امیر کی دروغ گوئی سے واقف ہو جائے کہ وہاں اصل قضاء نافذ نہ ہوگا بھول کر قسم کی قسم قضا کے مانند کذا فی الزمینی و نکاح فتح القدیر میں بہتر تھا کہ حضرت عمرؓ اور مدعی قاضی کے مسئلے کو شارع طہرہ ذکر کرتا ارث کے ساتھ تمثیل زدیتا کیونکہ دونوں مسئلے میں اصل قضاء نافذ نہیں بلکہ ظاہر میں نہ باطن میں خلاف ارث کے کہ اس میں فقط باطن میں نافذ نہیں ہیں کاذب کی یہ صورت ہے کہ اگر مذکورہ مدعی کی کاذب نے اس کو مطلق کیا بطلان شہادۃ اور مدعی اس کا منکر ہے تو قاضی نے اس کو قسم دی اور اس نے قسم کھائی انکار پر اوجھت جاتی ہو کہ بلاشبہ طلاق واقع ہوا تو اس کو زود کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اس کی میراث لینا اس کو درست ہے ظاہر میں سے مدعی کو اس کی مدعی حلال نہیں اجماعا کذا فی المطاویٰ دلی اس واسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کاذب سے قضا نافذ ہوتی ہے مدعیین کاذب سے قضا فی مجتہد فیہ بخلاف رائے ای مذہب جمع و جن کمال لا ینفذ مطلقا تا سبیا اوداماد عندہ ما لا کون الشکۃ وہ یعنی مجمع متناہ و متقی و قیل بانفاذ یعنی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہ میں برخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے خلاف کذا فی الجمع ابن کمال تو مقدمہ ہر گام مطلقا بھول کر مدعی اصحاب میں اور اگر شہادۃ کے نزدیک اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الجمع والوقایع والفتی اور قول ضعیف ہے کہ نفاذ پر فتویٰ ہے چنانچہ مغربی میں کافی سے فتویٰ منقول ہے کذا فی المطاویٰ مہ مسئلہ مغرب شروع ذکر ہو چکا وہی شرع الودعیۃ و شرعیہ یعنی من یس مجتہد کفیتہ زاننا بخلاف مذہبہ ما لا ینفذ اتفاقا و کذا تا سبیا عندہ ما اور شرعیہ کی شہادۃ وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے لئے کے قاضی حنفی مذہب اس نے حکم دیا اپنے مذہب کے خلاف جان بوجہ کہ حکم مذکور نافذ نہ ہوگا بالفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح اہل مذہب بھول کر حکم نافذ نہ ہوگا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بھلے تو نافذ نہ ہوگا اور اگر حنفی ہو و سبب یا محمد بن ہمام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانکہ و در میں ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ قاضی کا حکم مذہب امام کی تعلیم سے قطع ہوئی ہو و وہ موزوں شرعے گا کذا فی المطاویٰ و لو قیدہ السلطان بھی مذہب کا انشاء القید بخلاف موزوں عز اتقی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے مذہب کے ساتھ مقید کیا ہمارے زمانے میں تعلیم مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بخلاف مقید ہو کی سبب ہونے قاضی کے موزوں حکم مخالف مذہب سے اتقی کلام الشریعہ بالقدیرت بیت الودعیۃ بطلت و لو حکم القاضی بحکم خلاف مذہبہ لم یصل بطلانہ اطلتہ میں نے حیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو موزوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے خلاف تو اصل مجمع نہیں نہ ما مدہ سبیا اس کو کہہ سکتا ہے قضا طہرہ لایر لہی صحت قضاء مجتہد فیہ نقض اس کا مدناہ من سیرتہ تا زمانہ میرزا غلیظہ میں کتاہوں اعدامیر کا حکم تو جب کہ فصل مجتہد فیہ سے کہ تو اس کا نافذ ہوگا چنانچہ ہم نے اس کو مقدمہ ذکر کیا ہے کتاب سیرتہ تا زمانہ میرزا سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے لایقینی علی غائب و لالہ ای و بیع علیہ لا ینفذ علی الحق ہر حکم دیا جائے شخص غائب میرزا میرزا سے اس کے واسطے یعنی غائب کی حضرت اور شفقت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ



ہی نہیں قول مفتی بہ پر کذا فی الجرم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البیہ علی المدی والیمین علی من اھکرو حضور ختم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے کہ جب علی رضی کو میں کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں ختم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اس کو اھم اور اسحق اور طیبی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے ختم کے غائب ہونے سے یا اس کے نائب کے غائب ہونے سے اور اسی واسطے کہ شہادت کا جہت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر جائز ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اس کا ماہر ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃً کو کیلہ و وصیہ و متولی الوقف نائب یقضا نہیں مگر اس کے نائب کے حضور میں غائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃً چنانچہ غائب کا وکیل اور اس کا وصی اور متولی وقف کام خواہ وکیل خصوصیت اور دعویٰ کا ہو خواہ حکم کے واسطے اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اس نے کسی کو وکیل مقرر کیا اس پر حکم ہوا قیام میں ہے اقامت میں وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موقوف اس کا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورت پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اس کا وارث حاضر ہوا یا اس کے وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو مدینہ مذکورہ سے اس پر حکم ہو گا جو حاضر ہے اتنی اور دمی سے وہ دمی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہے نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ امیل نہ ہو کذا فی المطحطا دی افادہ بالاستثناء ان القاضی انما یکمل علی الغائب والیت الی الکیں والوصی ینکتب فی السجل ان حکم علی الیت و علی الغائب بحضرة وکیلہ و بحضرة وصیہ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور دمی کے استثناء کرنے سے یہ قائم نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے وکیل اور دمی پر تو قاضی سجل میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے دمی کے رد پر و کذا فی جامع الفصولین و افادہ بالکاف عدم المحفلان اور الورثۃ مکتلک ینتخب خصما من الباقین و کذا احد شرکی الدین واجنبی بیدہ مال یتیم و بعض الموقوف علیہم ای لو الوقف ثابتاً کامر بارہ اور مصنف نے کاف تثنیہ سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور دمی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اس واسطے کہ ایک شخص وارثوں میں سے اس طرح ختم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور اسی طرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک ختم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ اجنبی جس کے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے ختم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے ان میں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا اور نائبہ شرعی کو بھی نصیب القاضی فرج المسزک سمی یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے شرعاً نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ دمی جس کو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے دمی کی قید سے مسزکل گیا چنانچہ مقترب اس کا ذکر آدے گا ہم مسزکہ ہے کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کی طرف سے تا وہ دمی کا دعویٰ سے کذا فی المطحطا دی عن الجبر ادھکا بان یکون ما یدعی علی الغائب سبباً لامی نہ للو شرعی امتہ ثم ادعی ان مولانا زوہما من فلان الغائب وارادہ بالعیب الاندولج لم یقبل لھما لہ انطلقا و ذال العیب ابن کال ما یدعی علی الی اھتر یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے حکمی نائب کے سامنے اس طرح پر کہ جو دعویٰ کیا جائے غائب پر وہ ہی لایا ہوا احتمال سبب ہے اس دعویٰ کا جو شخص حاضر پر دعویٰ کیا جائے تو اگر ایک شخص نے نوٹڈی خریدی پھر نوٹڈی کے مالک پر دعویٰ کیا اس نے نوٹڈی کا نکاح فلان نے شخص غائب سے کر دیا اور دمی نے ارادہ کیا کہ نوٹڈی کو پھر دے منکوم ہونے کے عیب سے تو دعویٰ اس کا مقبول نہ ہو گا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اس کو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کال م شارح نے یہ تفریع کی لایا ہوا کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادما علی الغائب بالیقین سبب نہ ہوا ادما علی الی حاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا الفکا کے احتمال سے مثلاً کہ کا اذ ادعی دارانی یدرجن بزمین الدعی علی ذی الیدانہ اشتری الدار من فلان الغائب حکم الی کم علی ذی الید الی اھتر کان ذلک حکماً علی الغائب ایضا حق لومعروا لھم لعیتران الشراء من مالک لہ گواہ دعویٰ کرنے والے پر ہیں اور قسم اس شخص پر ہے جو انکار کرے ۱۳



سبب طلاق لا محالہ مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعویٰ کیا اس گھر کا ہوا ایک مرد کے قبضے میں ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فقہانہ  
 شخص غائب سے خرید کیا ہے اور حکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائے گا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور نیک کا انکار کرے تو معتبر ہوگا  
 اس واسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعاً ہم اس صورت میں مدعی غائب یعنی شریعہ دار سبب ہے ثبوت ادما علی الحاضر کا یعنی ملکیت  
 کا اس واسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعاً انصاف سببیت کفائی اقلیت و لا صور کثیرۃ ذکر مناسباتی الجہتی تسعد مشہدین اور غائب کی  
 نیابت حکم کی بہت صورتیں ہیں جن میں سے جہتی میں تیس صورتیں مذکور ہیں ہم ان ائمہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس پر کہ اس کا نکلانے غائب پر حنادین ہے اور یہ  
 شخص حاضر اس کا فاضل ہے اس کے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر فہمائت بامر غائب نہ کہت تو غائب پر حکم نہ ہوتا اور ان ائمہ یہ ہے کہ مدعی نے  
 دعویٰ کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا ہے گھر فلاں غائب سے اور میں اس کا شیع ہوں اور حاضر منکر ہو اور مدعی گواہ لایا اس کی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اس سے  
 خرید کرنے کا اور حاضر پر لازم شدہ کا اور ان ائمہ مسئلہ میں ہے اور ان ائمہ اثبات متعلق غائب کا مسئلہ ہے جس کو شارع ذکر کرے گا کذا فی الطحاوی عن اللیث  
 عن الجہتی ولو کان ایہی علی الغائب شرطاً لا بد من علی الحاضر کا لا فادوی عبد علی گواہ اذ علق مقبلاً زہد و برہن علی التعلیق بغیرہ زید لا یقبل فی اللہ اذا  
 کان ذیہ البطلان حق الغائب غلو لم یکن کا اذ اعلق طلاق امراتہ بد قول زید الدال علی عدم فطر الغائب اور جو دعویٰ کیا جائے غائب پر گمردہ شرط ہو اس  
 دعویٰ کی جو حاضر پر ادعا ہو چنانچہ اگر غلام نے اپنے میں اس کا دعویٰ کیا کہ اس نے معلق کیا میرے حق کو زوجہ نسیک تطلق پر اور گواہ لایا نسیک زوجہ کے طلاق  
 ہونے پر نسیک بیعت میں تو گواہ مقبول نہ ہوں گے قول اصح میں جب کہ اس میں حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر  
 غائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل ہو تو اس کی زوجہ مطلقہ  
 ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہوں گے سبب عدم فطر غائب کے یعنی زید کا گھر میں نہیں دخول دہر کے ثابت ہونے میں مطلقاً اشراط میں اختلاف  
 مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہیں سبب اور شرط میں فرق یہ ہے کہ سبب اصل ہے نہ سبب تو حاضر غائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب  
 کلامتہ وکیل کے اور ایسا نہیں ہے کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہیں ہے نسبت مشروطہ تو حاضر غائب کا غائب نہیں ہو سکتا کذا فی مد الشریعۃ ومن میل اثبات  
 المتعلق علی الغائب ان یرمی الشہود و میدان الشاہد عبد غلام فریسی اللہ علی ان مالک الغائب الحقہ لتقبل اور اثبات متعلق علی الغائب کے میلوں ہیں سے ایک  
 جلد یہ ہے کہ شہود و طہرے دعویٰ کر سکے شہاد مدعی کا فلاں نے شخص کا غلام ہے سو گواہ اور مدعی کہ اس کے مالک غائب نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو  
 گواہی حق کی مقبول ہوگی ومن میل الطلاق میثاق کفالتہ بہرہ مطلقہ بطلان تھا اور میل طلاق سے میل ہے صورت کے ہر کی کفالت کا معلق بطلاق صورت ہم  
 صورت اس کی یہ ہے کہ صورت ایک مرد پر دعویٰ کر سکے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو میں تیرے ہر کا فاضل ہوں جو زوج پر ہے سو اس  
 اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اس نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحاوی نے کہا یہاں سے تین تک جتنے مسائل  
 ہیں وہ قول ضعیف پر متفرع ہیں چنانچہ منع انفار میں اس کی معتبر ہے اس واسطے کہ من قبیل شرط حاضر غائب کے واسطے جامع الفصولین میں ہے  
 کہ باوجود اس کے اگر قاضی اس پر حکم کرے گا تو حکم ناقد ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے دعویٰ کفالتہ بنفقتہ الحقہ معلقہ بطلاق اور نفقتہ مدت کی کفالت  
 متعلق بطلاق کا دعویٰ ہم صورت اس کی یہ ہے کہ صورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج نکاح کو طلاق دے تو میں نفقتہ مدت کا فاضل  
 ہوں سو اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو صورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان  
 یجہد فی حقہ انی مدعی الزوجۃ علی طہارۃ الغائب حقاً وانفقت مدتها وترجوا فاقترت ہندویتہ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیا لہما زوجۃ  
 الاحقرہ یلج الی اعادة الہیۃ فلا یحضر الغائب اور ہر شخص مدعا کرے کہ نکاح کرے تو اس کا مدعا وہ ہے جو بزاز یک کتاب الدعویٰ میں ہے کہ دعویٰ کیا



ایک عورت پر کہ اس کے زوج غائب نے اس کو طلاق دی اور اس کی عدت منقضی ہو گئی اور مدعی نے اس کا نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی حیثیت کا اقرار کیا اور اس کے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر برگواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہو گا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعداد شہادت کی حاجت نہ ہو گی جب کہ شخص غائب حاضر ہو گا مطلقاً دی نہ کیا کہ اگر یہ دعویٰ راست ہے تو اس کو حیلہ کننا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارح اس کا مہم ہے کہ دعویٰ دروغ میں یہ حیلہ جامد ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر میں سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اس پر ولایت کرتا ہے کہ برہان اطلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونوں میں تلازم نہیں ہو گا اگر یہ مراد ہے کہ برگواہی طلاق اور نکاح دونوں پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے انتہی و لو قضا علی غائب بلا نائب نیز فی الاثر والاعتین عن اصحابنا ذکرہ لانہ ردنی باب فیما العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہو گی حنفیہ کی اظہار و اعتین میں بیان کیا ہے اس کو ملا خسر و نے درر کے خیار العیب کے باب میں مطلقاً دی نہ کیا کہ یہ معمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب میں بجز الرائق میں ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے لفظ پر فتویٰ ہے بہت لوگوں نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہیں کہ خواہ قاضی شافعی ہو جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی جس کے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر یہ فتویٰ اس قاضی کے حق میں ہے جس کے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے اس واسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا ہم مذہب لازم نہ آوے یا فتویٰ نفاذ کا مفقود کے حق میں معمول ہے نہ مطلق غائب میں وقیل لا ینفذ زوجہ غیر واحد و فی المیتہ و لہذا یہ ذمہ الفتاویٰ و علیہ الفتویٰ اور دوسرے قول یہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو رائج کہا ہے اکثر علماء نے اور نیزہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاویٰ میں کہا اور اسی پر فتویٰ ہے ورنہ فی الفتح توقف علی امضاء قاضی آخر اور رفع القدر میں قضا علی الغائب کے موقف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اس وقت نافذ ہو گی جب دوسرا قاضی اس کو جاری کر دے مطلقاً دی نہ کیا بیان شارح اس کا مقصد ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ یہ بعینہ دی قول ہے عدم نفاذ کا و فی البحر والعمدة ان القضاء علی المسر لا یجوز الا للضرورة و فی نفس مسائل اور بجز الرائق میں ہے اور قول معتد بہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے ہم سفر کی تفسیر مقرب گذری یعنی جس کو قاضی سماع خصوصیت کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے مشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ ہے کہ کوئی چیز بشرط اختیار خرید کی سو بائع چھپ رہا ہے یعنی مشتری نے مدت غیار میں رد و بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی طرف سے وکیل قائم کرے تا اس کو بیع پھیر دے صاحب بحر نے اس میں دو قول نقل کیے ہیں بلا ترجیح اختفی المكفول و دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر فاسن ہوا اس شرط پر کہ اگر اس کو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کھیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کھیل نے اس کو نہ پایا یہاں تک کہ مدت گذری تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کھیل نے قاضی سے ناش کی سو اس نے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کھیل نے اس کو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعض روایت میں سے ہے کہ ذانی البحر من جامع الفصولین حلف لیو ذی الیوم فتغیب الذائن تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدیوں نے قسم کھائی کہ البتہ اس کا دین آج ادا کرے گا سو دائن غائب ہو گیا مگر خواہ طلاق کی قسم ہو یا حقائق کی مجرور یا معلق اور عالف و نث سے ڈرا تو قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اس کو دین ادا کرے تو حانت نہ ہو غایہ میں کہا اسی قول پر فتویٰ ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت نہیں مگر قاضی کو دین ادا کرے گا تو حانت نہ ہو گا بر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہ ہو تو حانت ہو گا بقول مفتی بہ کہ ذانی الطحاوی جعل المرأیة ان لم تفصل نفقتها فتغیب چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اس کا نفقہ نہ پہنچے سو عورت چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے واسطے الخامسہ ادا تواری الھم فالتمسوا من ان القاضی ینصب وکیلانی انکل و ہو قول لسانی غایہ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جب



تمام چھ سب طرقات میں حاضر ہو کر متاخرین نے کہا کہ قاضی دکیل قائم کرے سب مسئلوں میں اور یہ قول ہے جو یوسف کا کذا فی النہج قلت ونقل  
 شرح الوہاب علیہ من شرح باب القاضی ما قولہ کل دن القاضی ختم یتعدیہ الی اتم یغیب الوکیل مؤدیہ کے خلاف میں نے شرح اداہ القاضی سے نقل کیا ہے۔  
 یعنی غیب دکیل امام اور ماہرین سب کا قول ہے اور یہ کہ قاضی جو حاضر کے گھر پر دروازے میں تہہ مدت کا اس کو مناسب معلوم ہو پھر دکیل قائم کرے ولایت  
 مع الترتیب المستغرق بالدرین للقاضی لا للورثۃ لعدم حکم میت کا درین غیر ہم ولایت مع ترتیب مستغرق بالدرین کی قاضی کے واسطے سے وارثوں کو  
 بسبب نہ ملک ہونے وارثوں کے چھ کر دین وارثوں کے سو ہو کسی کا ہرم مثلاً مترکہ ہے پانچ سو کا اور میت پر دین اتنا ہے یا زیادہ باب قاضی اس کو بیچ  
 کرا دئے دین کے گارڈ اس کے واسطے کہ چھ کر باب دیون بیع درشے ماضی ہوں اور وارثوں کو استقامت مترکہ کا قاضی ہے تو اگر وارث استقامت کا قصد  
 کرے اور مال نقد ادا کرے تو باب دیون سے مذکور قبل کسرا یا ہادے کا اور اگر وارث کیس کم دین کما داکریں گے اور مال نقد حاضر کرے تو قاضی کو  
 بیع حرکہ کا اعتبار ہے کذا فی الطحاوی لیس فی القاضی مال الوقف والغائب والفقیر والیتیم من علی حق من میت لا ھی ولا من یقبل مضاربۃ واستحو  
 یشریہ قاضی قرض ہے مال وقف اور مال غائب اور مال لفظ اور مال یتیم مال وراثت دار کعب کہ یتیم کا کوئی بھی رہا اور نہ وہ شخص جو مال کو بطریق عقد  
 مضاربہ قبول کرے اور مستغل ہو جس کو قاضی فرید کرے م قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی مخالفت نہیں کر سکتا لہذا استحب  
 ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض میں تاوان ہے نہ عدلیت میں اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا مال دریافت کرے تاکہ کسی کا مال  
 پلٹان دیکھے تو اس سے مال کھوے اس واسطے کہ قاضی اگرچہ استقامت پر قادر ہے مگر مرنے سے نہ محتاج سے ولایت محتاج کو قرض دینا ہائز نہیں اور قاضی کو  
 یہ جالو نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض سے اور اگر یتیم کا کوئی بھی ہو تو قاضی کو قرض دینا منہج ہے چنانچہ قیزی میں ہے کذا فی الطحاوی مستغل وہ چیز  
 ہے جس میں آمدنی ہو چنانچہ زمین نہایت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کا سبب ولایت لال من اب بندہ و دعوہ من مدل قضاہ اور قاضی کو جائز ہے فضول لکھ  
 باب سے مال کا چھین لینا اور اس کو رکھنا چھوڑنا مرد مالوں کے پاس کذا فی القیزی یعنی اس واسطے کہ تامل صغیر کا مال برباد نہ ہو جائے ویکتب الھک  
 نہ بالیقظہ اور کسی لکھو یا جانے سوال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحاب کے بل قرض یا دوسرے موعوی نے کہا ملک عبارت ہے مال  
 صغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ قاضی صوبہ جلا لیس فی القاضی مال ولایت قاضی لولہ نہ قرض دے باب اپنے فائدہ صغیر کا مال اگرچہ باب قاضی ہو  
 اس واسطے کہ باب قاضی نہیں کر سکتا اپنے فائدہ کے واسطے مگر یعنی اگر مستغرق قرض کا منکر ہو تو گواہی کی جہت ہوگی اور اس کی سماعت اور حکم دینا قاضی  
 سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فائدہ کے واسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقرض کی حکمت متغنی برکتی کذا فی الطحاوی لا الھوی ولا الملقط فلان اقرضو  
 اخذوا العزم من تحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وہی یتیم کامل اور نہ حقیقہ لفظ کسی کو قرض دے سو کہ باب دوسری اور مطلق قرض دینے کے  
 قضاہ دین دینا اس پر لازم ہو گا بسبب ان کے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے م شائع نے نصت تحصیل قاضی  
 سے جواب دیا اس دوری روایت کا کہ باب کو طعل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ روایت اس کی قاضی کی روایت سے امام تر ہے اس واسطے کہ نفس  
 اور مال میں دونوں کی روایت یکساں ہے مگر مزید شکتے میں باب زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہر باب اس کو قرض دے گا جو لے کر منکر ہو جائے فلام  
 جہد ہے کہ جو قرض اور عدم قرض میں قریب قرابت اور زیادہ ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت  
 کے اور باب کو پھر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اس واسطے کہ اگر قاضی کو ہوں کو زیادہ سے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر  
 حکم کرے گا یا مال نکالے گا کذا فی الطحاوی من نکال لیس فی القاضی مخرجہ کو قرض اور نہ چور قضاہ کا کہ وہ ہم جواز اقرض سے انہی میں مذکورین کا قرض  
 معاشی ہے بسبب عفو کے چنانچہ اگلے دل یا مذکور کا اور قاضی جو وہ میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی الطحاوی ہا شکتہ لیس فی قضاہ قرض اول



اور جس وقت کہ لفظ کو تصدیق لفظ جائز ہے تو اس وقت میں قرض دینا بطریق ادنیٰ جائز ہو گا مگر یہی جب کہ بعد تعریف کے لفظ کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اس وقت اس کا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے ولو قرضی بالجور فالقرم علیہ فی مالہ ان معتدا و اقربہ ای بالعمد و لفظاً قاضی علی المقضیٰ لہ و راد اگر قاضی نے غیر واجب جو رکاحم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اس کے ذاتی مال میں اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا بعد جو رکاد اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضیٰ لہ پر ہے یعنی جس کے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر حکم قاضی جب کہ خلاف حق واقع ہو تو وہ وجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد میں ہو تو اگر حق العباد میں تدارک اور ممکن ہو اس طرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اس طرح کہ غلام یا کفار یا محمدی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور صورت اس کے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا اس میں ہوئی جس کا پھر نامکمل نہیں اس طرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضیٰ لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شہرہ قصاص مانع ہے قصاص سے لیکن مقضیٰ لہ کے مال میں خون بہا واجب ہو گا یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی کی خطا بین مقضیٰ لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضیٰ لہ کے حق میں ظاہر ہو گا جب تک اپنے حکم کو مقضیٰ لہ کے حق میں باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اس طرح پر کہ حد زانیہ حد شرع یا حد شرب فمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفاء ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبیدہ یا کفار یا محمدی القذف ہیں تو تاوان اس کا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمد حکم کیا حکم میں اور اس کا اقرار کیا تو اس کے مال میں تاوان ہو گا سب وجوہ مذکور ہیں اور قاضی پر تہذیب ہوگی بسبب ارتکاب جرم عظیمہ اور معزول ہو گا قصاص سے کذا فی الطحاوی من السندیہ لمخاض فی النسخ مغنی السراج قال محمد بن قاسم التمیمی الجوزی الفصل من القضاء و فیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ و رشوۃ ردت قضایا و شہادۃ و درمخ الغفار میں ہے سراج کی طرف نسبت کر کے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کے کہ میں نے عمد اظلم کیا تو معزول ہو جائے گا قصاص سے اور اس میں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اس کے فیصلہ اور گواہی مردود ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے القضاء منظر لا ثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی مگر قاضی حکم قاضی منظر ہے فہم کے حق کا اس واسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اس کا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب ثابت ہو گا چنانچہ حکم بشہادت کا ذبح کذا فی الطحاوی و فیہ عن ابی یوسف بزمان و مکان و خصوصیت حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعویٰ بعد خمسہ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ و قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصوصیت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعویٰ کا پسند رکال کے بعد تو قاضی نے دعویٰ سنا تو حکم نافذ نہ ہو گا مگر ظہیر یہ کہ مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور غلامہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصوصیت استثنا کرے یعنی یوں کہ کہ فلان مقدمہ فیصلہ نہ کرنا تو مجمع ہے کذا فی الطحاوی قلت فلا تسمع الا ان بعدہ الا بالاموال فی الوقف والارث و وجوہ عذر شرعی و ہ افقی المفتی ابو السعد و فیہ عن ابی یوسف ان لو ابی سلطان کے دعویٰ نہ سنا جائے پندرہ برس کے بعد اگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہو نے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسی کا فتویٰ دیا ہے مفتی ابو السعد نے اس کو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم دعویٰ نے اپنے استاد بھی متعارف نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین مذہب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعویٰ نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوائے وقف اور ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل اور دفع تردد کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا پچیس برس کی غلامہ اور مہبوط اور فتاویٰ عیالی میں ہے در باب عدم سماع سویر روایت قبل حد و فی سلطان ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحاوی مختصر امر السلطان انما ینفذ اذا ولفق الشرع والا فلا استیفاء من القایہ و قال ابو مسعود و فیہ عن ابی یوسف ان قضاۃ تہتلف علی العلاء ان ینصحوہ و لقیوہ لوالہ لا تکلف قضا تک ال امر معلوم منہ سخطک و خطا الخالق تعالیٰ حکم بادشاہ کا اس وقت



نافذ ہوتا ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو ناقد نہیں پناہ شاہ کے پاس ہیں قاضی اور فرائض میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کی قسم دانے کا حکم کیا تو مالوں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے اور امر نہ کر دے جس سے آپ کا غضب لازم آئے یا غنائی برتر کا غضب یعنی گریہی اطاعت کریں تو غنائی کا غضب ہے اور اگر گریہی نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے ہم صاحب کونے انہ صغیر سے فصل کیا طاعت امام غیر مصیبت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہو گا میریہ سے جواز تکلیف منقول ہے یعنی شاہدوں سے قسم لینا ہائز ہے مفتی ابو سعید نے کہا کہ یہ مقدم ہے اس قیادت کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو دست جائے اس طرح پر کہ وہ صاحب راہ یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب راہ کے ذہن تو تکلیف نہیں جائز ہے کذا فی المطاویٰ قضاء الملک شاہ و کتاب فی القاضی جائز نہیں لیکن قاضی مولیٰ من سلطان قضا ہاشاک اور مکتوب اس کا قاضی کی طرف ہائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہ ہو مگر ہاشاک امیر کو کہتے ہیں رحم میں ہاشاک قیادت اس واسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی ہناقب چنانچہ حسب انصاف میں ہے کذا فی المطاویٰ والکلم القاضی اقلی اربعۃ عشر سنو ذکرنا فی شریع الکنز یعنی البز اور حکم یعنی قاضی کے مانند ہے مگر یہ مسئلوں میں ہن کو ہم نے ذکر کیا ہے شرع کنز میں یعنی بوالرائی میں ہم بوالرائی میں سنو سے ذکر ہیں اس طرح کہ حکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اس کا مراد ہو قاضی یا حکم کی طرف تو اگر اس نے مذہب کے موافق ہو تو جلدی کرے نہیں تو باطل کرے اور حکیم پر قاضی صغیر حریف ہے اور حکیم کی تعلیق اور امانت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور حکیم مراد قضا میں اور بدیت میں بقول مجمع جائز نہیں اور سنو میں مضاف میں جواز حکیم کا فتویٰ نہ دیا جائے مگر یہ قول مجمع میں وہ ناقد ہے اور حکم کا حکم نائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر او ماضی الغائب سبب ہو او ماضی الحاضر کا اگر ایک مسئلہ میں اور ہائز نہیں مکتوب حکم قاضی کی طرف جیسے قاضی کا مکتوب اس کی طرف ہائز نہیں اور حکم حکم ذکر کے قاضی کے مکتوب پر مگر جب کہ دونوں عام راضی ہوں اور اگر حکم مرتد ہو جائے تو معمول ہو گا پناہ سے سو اگر بعد از تعداد پھر اسلام قبول کرے گا تو حکیم جہد کی حاجت ہوگی اور اگر حکم گواہی کو سبب نیت کے قبول ذکر کے تو قاضی اور دوسرے معنی کو اس کا قبول کرنا درست ہے اور بچے کا حکم ایک وارث سے باقی داروں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم بنیت بائع کے بائع کی طرف نہیں پہنچتا مگر جب کہ وہ حکیم سے راضی ہو اور اگر حکم نے دلیل پر سبب مع حکم کیا تو اس کا حکم موکل کی طرف نہیں متعدی ہوتا اور حکم اس کا صغیر کے صغیر پر ناقد نہیں جس میں صغیر کا ضرر ہو اور حکم حکم کا حکیم کے ساتھ مفید نہیں بلکہ اس کا حکم ہائز ہے جمع بلاد میں یعنی بعد ہا تھا میں اور اگر حکم میں اختلاف ہو گا وہی کے اختلاف کے سبب سے سوز گواہ کہتا ہے کہ اس کو خصوصیت میں دلیل کیا ہے فلا نے فقہ کی طرف اور دوسرے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے فقہ کی طرف تو ایک فقہ کو حکم کرنا ہائز نہیں اور حکم کا حکم رافع خلاف نہیں خلاف قاضی کے جمع مسائل مذکورہ میں علی نے کہا محل ان مسائل کا باب الحکم میں ہے اتقی قضا اور بخلاف مسائل مذکورہ ہے کہ عدل میں الزوجین میں حکم کا حکم جائز نہیں پناہ برصغیر میں ہے کذا فی المطاویٰ دلی اٹھل اٹھل من جامع الفصولین القاضی بتاخر الحکم یا ثم دیزل و غیر اور جامع الفصولین ل فصل اول میں ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گناہ گار ہوتا ہے اور معمول کیا جائے اس کو اور تصریح دی جائے فلا الاشباہ لایکوز لقاضی تاخیر الحکم بعد من و شر فطالانی بحث لریبہ در ہا و صلح اقارب و اذا اٹھل اللہ فی اور اشباہ میں ہے کہ ہائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد گزمین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جب کہ عدلی ملت چاہے ہا اشتباہ ہے کہ قاضی کو شہود میں شبہ پٹے پناہ اس طرح کہ تین گواہوں نے قاضی کے پاس ایک مقدمے میں گواہی دی اور ہنوز ان کی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہو گا ایک گواہ ان میں سے ہوا استغفر اللہ میں نے بھولی گواہی دی اور قاضی نے حکم سننا کر معلوم نہیں کہ تینوں میں سے کس نے یہ حکم کیا سو قاضی نے اس کو ان سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی اس کی گواہی پر حکم دے کہے اور لسان الاحکام میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بھالی یا چیرے بھالی جھگڑا اور قاضی کو لائق ہے کہ اس کو تھوڑا ٹٹاے



اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لیں اس واسطے کہ حکم اگر پہنچ ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بجائیوں میں ملائمت صلح نے کہا کہ تاخیر حکم  
 بامید صلح اقارب میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کیے کا موثر ہے تو جتنی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف  
 نہیں قضائی الفور کے اس واسطے کہ قضائی الفور اس صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اس کا مؤید وہ ہے جو اختیار اور جلدی  
 الاصل میں ہے کہ جب قاضی کو بارھائے خصمین کی توقع ہو تو ان کے رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لیں اور ان  
 کو دوبارہ سے زیادہ رو نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جلدی کر دے اتنی اور جلدی استعمال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استعمال مدعی علیہ سے  
 جب کہ وہ دفع دعویٰ کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع معوج کا مدعی ہو نہ دفع ٹک کا اور ایک صورت اور باقی رہ گئی جس میں تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر  
 کے فتویٰ پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علماء سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہو گا چنانچہ خلاصہ میں ہے کذا فی المطحطاوی  
 والصلح ووجود من قضاء الا انی ثلث لولعلہ او ظہر خطاۃ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اس پر عمل نہ کرنا اور اس کو باطل کر دینا جائز نہیں  
 مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا یا اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اس کا حکم  
 وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں دہاں سے غائب ہو گئے پھر دس شخصوں نے دعویٰ  
 کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اس کے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز  
 ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً حنفی الذہب نے مشاع مثل القسبہ کی صحت سے حکم دیا پھر اس کو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب  
 کا حکم دینا عموماً یا سہواً سابق تفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر میں ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ  
 قضا کے وقت اس شہر میں بہاں کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جو حد خالص لہذا نہیں چنانچہ قرض دیا بیع یا غصب یا تطبیق یا قتل عہد یا حد قذف اور اگر  
 قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہو اور وہ مقدمہ اس کے سامنے آوے یا حالت اپنی قضا میں جان چکا غیر شہر میں پھر اس شہر  
 میں داخل ہوا اور مقدمہ اس کے پاس موجود ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب  
 ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا میں تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہیں اتنی مختصر افعال قاضی  
 حکم فلوزون الیتیم من نفسه ادا بنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں م فعل سے ملو  
 وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا تعلق صیغہ حکم نکاح مذکور اس واسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جب کہ حکم ٹھہرا تو جائز نہ ہو کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے  
 واسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم نہ کرنا صحیح نہیں الا انی مسئلتیں مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں م یہ استثناء ہے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا  
 فی المطحطاوی اذا اذن الولی القاضی تزویجاً کان ذکیلاً ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی کیل ہو گا م قاضی جب  
 ذکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم ہو گا تو اگر اس کے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اس کو نفقہ نکاح جائز ہے کذا فی المطحطاوی من اذبا  
 واذا اعلیٰ فقیراً من وقف الفقراء کان له اخطاۃ ویزہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اس کے  
 غیر او فقیر کو دینا جائز ہے م اس مسئلہ میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر کے واسطے رائتہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت دار کے واسطے حکم نہ کر دیا ہو والا  
 قاضی ثانی کو نفقہ اس کا جائز نہ ہو گا کذا فی المطحطاوی امر القاضی حکم الا انی مسئلۃ الوقف الذکورۃ قارہ فتویٰ فلو صرف فقیر و غیر امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ  
 وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اس کا فتویٰ ہے تو اگر اس کے منوالہ کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے م خلافت قاضی کا یوں کہنا مدعی سے حاجت رہے کہ  
 بعد کہ گھر اس کو تسلیم کر دیں ادا کر تو یہ حکم ہے اس مشابہ میں عادیہ اور بزازیہ سے کہ فقرا و غیر یعنی قرابت دار واقف کے محتاج ہو چکا ہو قاضی نے امر کیا کہ



کچھ وقف میں سے لے کر دیا جاوے تو یہاں پر ہر وقت کی ہے یہاں تک کہ اگر وقفیہ مادہ کرے گا اس کو دوسرے فقیر کی طرف حرن کرے تو صحیح ہے یا تاہم کیف  
 عظیم لیسے دلوں پر ہر ایک قاضی قسم دے میت کے درجہ ملے کو اگرچہ مریض نے اس کا اقرار کیا ہو مگر میت نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم  
 دینا چاہیے اس کا کہ دارم قسم طلب دکرین کذا فی المطاویٰ القلی قول امین قاضی ارجل المدة الابناء بن قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اس نے صورت  
 پر وہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر وہ شاہدوں سے ہم ہندوی نے کہا مگر وہ صورت پر وہ نشین ہے جس کو غیر جام نہ دیکھیں کواری ہو یا بیای ہو جو صورت  
 جلوه گاہ مردکی میں بیٹھی اور اس کو جلال اجانب نے دیکھا چنانچہ بیٹھے بلا میں ملوت ہے وہ مقدمہ نہیں کذا فی الاموی من ہمت علی امر قاضی الذی لیس بشری  
 لم یخرج من العدة اتھی جس نے اس کو کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ حد سے غاصح دجو گالی بنی بری الذرہ ہو گا اتھی کلام اس سبب ہام مثل اس  
 کی ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلا نے شر کے لغیروں کو تھو دینا غیرات کرے اور وہی دور ہو اس شر سے اور وہاں تک دہنچ سکے اور وہی  
 کلاس شر میں ایک مریوں ہے جس پر ہزار دہم میں تو قاضی کے مریوں مذکورہ کلام کیا کہ وہ ہم مذکورہ فقرہوں کو دے تو مریوں پر اس کا دین باقی رہے گا  
 اور مریوں کا دینا قطعاً ٹھہرے گا اور وصیت میت وی ہیکال سابق قائم رہے گی کذا فی المطاویٰ وقف من التظومۃ الجبۃ معہا بمسوطان  
 لسلطان مملکۃ شرط الواقف لولہ قرنی و مرادہ و ان لعل بامروہ و ان غایر المشرط فلیفظ اود سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ جیب سے نسبت بمسوطا کہ سلطان  
 کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے مگر اکثر وقف دیہات اور کشتزار ہوں اور یہ کہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اس کا امر مخالف ہو واقف  
 کی شرط کا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم مفتی ابو سعید نے فتویٰ دیا کہ ملوک اور امر کے واقف میں واقفین کی شرط کی رعایت نہیں اس واسطے کہ وہ مطلقان  
 یعنی اراضی بیت المال کی ملوک یا بیت المال کی طرف راجع ہے اس طرح کہ واقف ان کا رفیق ہے بیت المال کا جس کی آزادی ثابت نہیں اتھی اد یہ ہم مطلق  
 نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جن میں واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر ان کی ملک شرعی ثابت ہے تو شرط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی المطاویٰ منتظر بہ عرف  
 قلت و لہا ہ منی اقدی ہا ذی کان فی الوقف سواہم یقصر فی الامور خدمۃ لایمنع کتبہ میں کتابوں اور صنعتی انہدی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں  
 گنجائش ہو اور جس کے واسطے سلطان نے وقف میں ذلیف مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی  
 اس کو قطعاً لینا حرام نہیں سوا گاہ رہنما یہ بھی اسی صورت پر ہوں ہے جب کہ وقف واقف کا ملک رہی ہو بولہ اس احتما پر ہے کہ گنجائش وقف  
 ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اس کی بیت المال سے ہے کذا فی المطاویٰ دل ابو ہبانیہ یحبس بالول بدین الصغیر حق لولہا و یقر نظر الصغیر قلت لکن قدم  
 خلاصہ من قاضی خان الامور و العبد و البائع و البیعی فی الجس سواہم فلیت ان غیر ہنا قلا اثر نبذالی اور وہ بیانہ میں ہے مجبوس ہو دل طفل صغیر کے درجہ میں ہیں  
 ملک کہ اس کو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے میں کتابوں لیکن وہ بیانہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدمہ ذکر کیا ہے قاضی خاں سے کہ انا د اور ظام اور لعل  
 اور صغیر مجبوس ہونے میں برابر ہیں تو ضرور کرنا چاہیے دل کی نفی جس کو یہاں ہے قول ہے شر نبذالی کا یعنی جب جس صغیر جائز ہو تو دل اس کا کابی کو مجبوس ہو گا  
 م خلاصہ میں ہے کہ صغیر مجبور علیہ مجبوس نہیں کیا جاتا دین کے استہلاک سے و لیکن اس کا باپ یا دبی جس کی ہائے اتھی اور ظاہر ہے تو نفی میں الغولین  
 ہے کہ قاضی خاں کا کلام صغیر بلذون میں اور خلاصہ اور وہ بیانہ کا کلام صغیر مجبور علیہ میں ہے پناہی خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی المطاویٰ  
 قل لیس قاضی البیعی مع دجو و بلوکی دبی قائمۃ حسنۃ قلت دبی فی القنیۃ دبی ہا ما لقا قاضی لقفہ و اصلہ کا نظم لکھنا مع حضرت القن صغیر بعضہ قلت شر نبذالی  
 نے کہا اور قاضی کہ مع ہائز نہیں اور جو باپ یا دبی کے اور یہ محبہ قائم ہے میں کتابوں اور یہ مسئلہ توقیفہ میں ہے اور جبکہ باپ اور دبی نے بیع کی  
 قضاہی کو اس کا توڑ دینا جائز ہے اگر نقص اصل ہو چنانچہ وہ بیانہ کے شارح نے اس کو نظم کیا ہے سو میں نے اس کو تم سے دیا بعض الفاظ کو بل  
 کہوں کہ اس سے نقص بیع من باب و صیغہ علی و اصلہ نقص بیعہ اور توڑی جائے مع بلہ یا اس کے دبی کی گنج باپ یا دبی مصلح ہو د



مفسد اور حالانکہ لفظ اہل ہے یہ حکم مستور ہے کتب مذہب میں دیکھیں فی دین علی الطفل والذوی وللتادیب بعض یصور اور جس کیا جائے طفل صغیر کے دین میں باپ اور ذوی اور تادیب کے واسطے یعنی علی محسوس کو بھی صورت بتاتے ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک محسوس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہ ہو جاوے دینی الدین لم یحس اب و مکاتب و عبد اللہ لکھنؤ و معسرہ اور صغیر کے دین میں باپ محسوس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محسوس نہ ہوگا اور نہ مکاتب مولیٰ کے دین کتابت وغیرہ میں اور نہ غلام مولیٰ کے دین میں اور نہ مولیٰ غلام کے دین میں اور نہ دیون مفلس محسوس ہوتا ہے نعم لوالعبد مدیونا یحس المولیٰ لانه للفرعاء لول اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولیٰ محسوس ہوگا اس کے دین میں اس واسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی محسوس مولیٰ اس واسطے ہے تاکہ ان کو وہ دیون حاصل ہو جاویں جو غلام پر ہیں کذا فی الخطاوی و کذا یحس بدین مکاتبہ الا فیما کل من جنس الکتاۃ اور اسی طرح مولیٰ محسوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر اس دین میں محسوس نہیں ہوتا جو دین کہ کتاب کی جنس سے ہے یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہوں میں اور کتابت ہوئی مثلاً دس درم پر اس صورت میں بدل کتابت مغائرت ہے دین کے تو مولیٰ محسوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہوں پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹھہرتا تو محسوس نہ ہوگا یعنی متاق الوہابیہ سے دینی غیر جنس الحنکی یحس سیدہ مکاتبہ والعبد فیہا غیرہ سودہ بانیہ کی کتاب التفاق میں ہے اور غیر جنس حق میں محسوس کرے مولیٰ کو مکاتب اس کا اور غلام کتابت میں مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام نسخ کر دے بدون رضامندی مولیٰ کے کذا فی الخطاوی دینی جبراً و یحس ذوالکتاب الصحاح المرہ علی الدین اذ بالکتاب ہو معسرہ اور وہ بانیہ کی کتاب الحجر میں ہے اور مجمع کتابوں والا کتاب محسوس ہوگا دین پر اس واسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفلس نہیں م قنیہ میں ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اس کے پاس کتابیں ہیں تو وہ درحق قضا و دین مقدور والا ہے تو وہ محسوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ و وجوب زکوٰۃ کذا فی الخطاوی

## باب التحکیم

یہ باب ہے تحکیم میں یعنی پنج مقرر کرنے میں حکیم بھی قضا کے فروع سے ہے اور حکم یعنی پنج کار تہ کم تر ہے قاضی سے کرانی میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور حکم کا حکم نقطہ اسی پر مخصوص ہے جس نے اس کو پنج ٹھہرایا اور پنجائیت حدیث سے ثابت ہے اس واسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز میں تو میرے پاس آتے ہیں سو میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو مجھ سے فریقین راضی ہو جاتے ہیں تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی الفتح ہولتہ جعل الحکم مالک لغيرک اور حکم لغت میں عبارت ہے اس واسطے کہ تو اپنے مال میں غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے درقا لولیتہ الخ صہین حاکم کا حکم بینہما اور حکیم عرف میں عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے صہین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونوں میں حکم کرے ورنہ لفظ الال علیہ مع قبول الاثر ذلک اور کن حکیم لفظ حکیم ہے یا محام کا وہ لفظ جو حکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کرینے دوسرے کے یعنی حکم کے اس کو ہم یعنی متنی صہین ایک مرد سے کہیں کہ ہم نے تجھ کو حکم مقرر کیا تا تو ہم میں حکم کرے اور وہ اس کو قبول کرے اور مانند اس کے یہ ہے کہ حکم کے کہ میں تم دونوں میں حکم کرتا ہوں اور متنی صہین اس کو قبول کر لیں غیظ میں ہے کہ اگر متنی صہین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نہ کرے تو اس کا حکم کرنا جائز نہیں مگر تجب یہ حکیم کذا فی الخطاوی و شرطہ من جہت المحکم بالکسر العقل الا لحریتہ والا سلام فیہ حکیم ذمی ذمیا اور شرط حکیم کی حکم بالکسر یعنی پنج مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہوتا تو صحیح ہے حکیم ذمی کی ذمی کو ہم پنج ہونا ذمی کا مسلمین میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنج ہونا صحیح ہے کذا فی النہایہ شرطہ من وجہ المحکم بالفتح صلا حیثہ للقضاء کا مراد شرط حکیم کی حکم بالفتح یعنی پنج کی طرف سے لیاقت رکھنا اس کا ہے قضا کے واسطے چنانچہ اس کا ذکر ہو چکا یعنی پنج کی شرط یہ ہے کہ رسول بالغ مائل عادل ہو نہ اندھانہ مبرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاویٰ مانگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک اتنی م ظاہر فاسق کو پنج مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم و شرطہ الاہلیہ مذکورہ وقتہ ای التحکیم وقتہ حکم جمیعاً



للو حکامہ الحق اوجبیا فبلغ اودیا فاسلم ثم حکم لا یفنگا ہوا کہ فی مقلدہ بفتح الهم مشدودہ بخلاف الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرع ہے  
 بخی معز کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب معاملوں میں تو اگر کتا صہیں پنج مقرر کریں غلام کو پھر وہ آزاد ہو جائے یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہو جائے یا ولی  
 کو پھر وہ مسلمان ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ ہو گا چنانچہ ہی حکم ہے کاغذی میں بخلاف شہادت کے معنی شہادت میں فقط ادائے شہادت کے وقت  
 اہلیت شرط ہے وکیل شہادت کے وقت و قد منا اوطا مستغنی العبد ثم حق لخصی مع وفراہ سعودی افندی قبضتی اور پہلے ہم نے اس کو ذکر کیا ہے اگر غلام  
 کاغذی مقرر کیا جائے پھر وہ آزاد ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے سعودی افندی نے اس قول کو قبضتی کی طرف نسبت کیا ہے ہم طحاوی نے کیا یہ قول  
 مخالف متن کے ہے اور ظاہر اہل ضعیف ہے حکامہ معلوم از لو حکام اول من یدخل المسجد لم یزاجا ما یجوز لہ حکم بنیہا سببیتہ اور اقرار او نکول و درغیا  
 بحکمہ مع لونی غیر مذکور و دویہ علی مائلہ مستحق صہیں نے پنج مقرر کیا ایک مرد صہیں کو سوا اس نے دونوں میں حکم کیا گو ای یا اقرار یا انکار قسم ہے اور  
 دونوں اس حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر مرد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو مرد صہیں کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر کتا صہیں  
 پنج مقرر کریں اس کو جواول مسجد میں داخل ہو تو بالا جماع جائز نہیں بسبب اس کے محمول ہونے کے م شارع نے جو زمانے متنا صہیں کی قید زیادہ کی  
 وہ لگے متن کے مخالف ہے اور خادوی مالگیری میں صاف مذکور ہے کہ رہائے متنا صہیں وقت تکیم شرط ہے حکم کے وقت تو اگر شارع رضیا حکم  
 کتا صہیں رضیا حکم کے تو موجب ہوتا کہ تکیم کرہ شارع ہو جائے خادوی مالگیری میں ہے کہ تکیم اس امر میں صحیح ہے جس کے نفع کا متنا صہیں کو اختیار ہے  
 یعنی حقوق عباد میں صحیح ہے و حقوق مالک میں تو تکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف میں  
 اتھی اور قستانی میں ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تکیم شامل ہے اتھی اور دیت علی العاقلہ میں  
 اس واسطے صحیح نہیں کہ اتھی راضی نہیں اس کے حکم سے اوجب کا حکم اس پر قائم ہے جو راضی ہو کذا فی الطحاوی ملخص الاصل ہی حکم الحکم بمنزلہ اصل و نہ  
 ہو جو با اصل فلانہذا با حکم اور قادمہ دیکھئے ہے کہ حکم حکم کا بمنزلہ اصل کے ہے اور یہی صدادہ قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تکیم  
 سے بھی جائز نہ ہوگی و نیز و احد ہما بنقصہ ای تکیم بعد وقوعہ لا یفرد احد العاقلین فی مضاربہ و شرکتہ و کالہ ہما التماس طالب اور متنا صہیں  
 میں سے ایک شخص بخلاف ہے تکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوعہ تکیم قبل از حکم کے جیسے اصل العاقلین متنا صہیں بنقصہ کا مضاربہ اور شرکت اور وکالت  
 میں و التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہ ہو فان حکم لزما ولا یجیل حکم بعزما  
 حدودہ من ولایہ شرعیہ پھر حکم نے حکم کیا تو متنا صہیں کو اس کا ماننا لازم ہو گیا اور اس کا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب  
 صادم ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولایت عدلی حکم الی غیر ہما اتی سنو ہو حکم احد الشریکین و غیر ہما بل حکم بنیہما والزم الشریک تعدی للشریک طالب  
 وان حکم کا اصل جو اور تعدی نہیں ہوتا حکم تکم کا متنا صہیں کے حیر کی طرف گرا اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین اور اس کے مدیون نے ایک مرد کو حکم طحاوی  
 اس نے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کہ مال شریک سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک قائب کو حکم مذکور تعدی ہو گا اس واسطے کہ اس کا حکم بمنزلہ  
 صلح کے ہے کذا فی البیہقی اصل طریقہ ہے جہاں کا اور شریک صلح سے راضی ہو گا کذا فی الطحاوی من البیہقی فلو حکماہ فی صییب بیع تقضتی بروہ لیس لک  
 ردہ علی بائعہ البیہقی البائع الاول و الثاني و الثالثی بکلیہ فتح تو اگر بائع اور مشتری نے اس کو حکم مقرر کیا بیع کے صییب میں سوا اس نے  
 رد بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اس کا پھر دینا اپنے بائع پر اگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اس شخص کی تکیم پر کذا  
 فی الصغیر ثم استشارت لیس فیہ صو حکم فی کل بہتات لک بکون کنا یات رواج و فیغ ایہیں الخلافہ علی الملک و غیر ملک پھر دریافت کرنا چاہیے  
 کہ متنا صہیں صا صا قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استلزام نامید ہے صحت تکیم کا جمیع مسائل مختلفہ متہدین میں چنانچہ کنالیات کے صحیح ہونے کا حکم











اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھ م یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ فقط اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس کا نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور عمومی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہوگی تو قبول نہیں اتنی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بروہ امتیاز لکھے اور حق اس میں ذکر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بھی مند سج کرے کذا فی الطحاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قبل ہائی مرتبہ و فی عرفنا بکون علی الظاہر فیعل بہ سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لغا ذہ تو مقبول نہ ہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائے گا کتنی لسانی بان مشہر ہم ان کتابہ و علیہ الفتویٰ کافی الغریۃ عن الکفایۃ و فی المسقی و لیس الخیر کالعیان اور ابو یوسف نے کفایت کی ہے اس پر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اس پر گواہ کرے کہ وہ اس کا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے پناچہ مرہبہ میں ہے کفایہ سے اور متقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں م یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انہوں نے وقائع کو دیکھا اور جس میں مصلحت تھی اس کو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو معارض قضا کا معائنہ نہیں ہوا تو معائنہ تجربہ کار کا قول لائق فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ املا ولا یقبلہ ای للیقارہ الا بکھنور الختم و شہودہ میرحب خط پہلے مکتوب الیہ کو تو اس کے ہر کو پہلے دیکھے اور اس کو قبول نہ کرے یعنی اس کو نہ پڑھے مگر ختم اور اس کے شہود طریق کے سامنے م تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو غلط کیجیے حاجت نہیں اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اس سے غلط کے گواہ طلب کرے ہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھ لینی شہود خط اور شہود طریق یا دو مرد میں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اس کی گواہی دین کرے فلا نے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحاوی ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لندی علی ذمی بشہادتم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگر یہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو ورنہ ذمی پر سبب ان کے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگر یہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تو بھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے ان کو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الختم فلا جاہتہ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعویٰ کا اقرار کیا کی شہود کی کچھ حاجت نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یتحتاج الی بنیہ لانه لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اس میں شہود کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے م منع النظار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط اُدے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کے واسطے اتنی تو اب اس کی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دیں کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو جبرہ تھا کہ شارع بحالی دار الحرب من دار الحرب کتا کذا فی الطحاوی و فی الاستبہاء لا لعل بالخط الی فی مسئلۃ کتاب الامان و ملحق بہ البرات اور استبہاء میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں قراہین سلاطین در باب وظائف ہم برأت سے مراد فرمانات سلطانیہ میں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدبیریں وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق صاحب استبہاء کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحاوی و دفتر بیاع و صرف و مسماہ پر اور خط پر عمل نہیں بیاع اور صرف اور متوسط بین البائع و المشتري کے دفتر یعنی ان کے ہی کھاتے پر م دفتر بیاع و صرف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو سعود نے خزانہ اکل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اس کے قول پر فرمید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اس کے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکہ اعتماد ہوگا اتنی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزاویہ سے نقل کیا کہ ملائح نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازم ہے اس پر اگر بیاع کہے کہ میں نے پنا لہ شہدہ پایا کہ میرے اوپر فلا نے کے اتنے درم ہیں تو اس پر دین لازم ہو گیا سرخی نے کہا اور اسی طرح صرف اور مسماہ کا خط ہے اتنی تو موضوع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانہ اکل میں ہے کہ صرف نے اپنی ذات پر کچھل معین کہا یعنی مجھ پر فلا نے کا تادیب ہے اور خط اس کا اہل شہر اور سود گروں میں معلوم ہے پڑھ



مرگیا اور اس کا صاحب ورنہ گیا اور اس کے مدفنوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پھلتے میں تو اس کے دین کا حکم ہوگا اس کے ترکہ میں منتوی مری  
 نے ان مسائل پر عرض کیا کہ قضا نے کہا کہ خط مشام ہوتا ہے دوسرے خط کے ادیان اس کا اختیار نہیں کیا اس کی وجہ نہیں کھلتی مشام میں کہا بنو ہاشم  
 نے اس کا مطلب دیا کہ وہ اپنے مدفن میں نہیں لکھتا مگر وہ دین ہوا اس کا سبب اور اس میں ہے اتنی عجیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ مسائل کتاب کے  
 اصل میں اس دین میں ہے جو کتب پہلے چنانچہ نصوص مستند لیا ہے معلوم ہو چکا تو اگر اس نے یہ لکھا کہ میرا دین فلا نے پاتا ہے اس پر بزرگ عمل نہ ہوگا اس  
 واسطے کہ اس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے ناواقفوں نے اس کو بیان کی قسم سے اس کو بجا ہے اور علامہ عسکری نے وہ بیان کا قول اس طرح رد کیا ہے کہ کہاں  
 یہ ہم کو معلوم ہوا کہ سوائے مالہ اور مالیک کے وہ کچھ نہیں لکھتا اس واسطے کہ گاہے طرف دہیز اس کے سوا بھی لکھتا ہے اتنی نصوص میں جب کہ تاجر معتد علیہ  
 مسلم ہو چنانچہ اگر ایسا ہی ہے اس نے اس میں تو کیونکر عمل کیا جائے گا اس کے خط پر اس کے دین کے ثبوت میں اور جو اس کا فتویٰ دے وہ جالب ہے  
 اصل نص لفظ داخل ہے اور مشام لفظ تفسیل میں وہ بیان ہے کثانی اطمینان محض اور جودہ محمد لادوقاض و شایان یقین بقیل و بقیل اور محمد نے خط  
 پر عمل کرنا جائز رکھا ہے راوی اور قاضی اور شاید کے واسطے اگر اس کا یقین ہر بعضوں نے کہا اور اسی کا فتویٰ ہے ہم فرائد اکل میں ہے کہ ابو یوسف  
 اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاید اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہے جبکہ وہ پنا لکھا دیکھ اور عاویہ یا وہ ہونتی میون میں کہا اور فتویٰ صاحبین کے  
 قول پر ہے در صورت یقین خط اگرچہ نوسطہ شاید کے تحت میں دہیز اس واسطے کہ خط نادر ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے اور کثر مشتبہ  
 ہوتا ہے خط ہر جہ سے تو جب یقین ہو جائے تو اس پر امتداد جائز ہے تا لوگوں پر دست ہو جائے نکل اس میں باقی نہ رہے کثانی اطمینان من الموی  
 بتعرف تخریغ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہے سو ایک مرد آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اس نے ملک قابضی میں  
 غلطی میں مدول اور قضا قاضیہ کے اور قاضی سے اس نے حکم طلب کیا اس وقتے کا ملانے کہ سب کے قاضی کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ قاضی تو فقط  
 محنت سے حکم کرتا ہے اور محنت نہایت ہے اقرار یا کول اور حکم یعنی نوشتہ محنت ہونے کی بات نہیں رکھتا اس واسطے کہ خط مشام ہوتا ہے دوسرے  
 خط کے اور اسی غایہ میں ہے کہ ایک مرد پہ مال کا دعویٰ کیا سو معاہدہ لے لکھا کیا تو معاہدہ کے خط سے اس کا اقرار ظاہر کیا اور معاہدہ  
 نے لکھا کیا کہ یہ میرا خط نہیں سو اس سے کہہ لکھا یا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر نکل تو اس میں مل کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اس  
 پر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ نہ ہوگا ادبی قول صحیح ہے اتنی اور یہ جو راوی زامی میں ہے کہ اگر ملک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اس وقت کا باقی  
 نہ ہو اور اس میں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے اس سے سند میں لکھا ہو کہ یہ ہم نے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام و شہادہ دین  
 کے ہے تو جائز ہے اس کے موافق حکم دینا بشرطیکہ معاہدہ تغیر اور تردید کی تمت اس میں ہو کہ اسے اور اگر تمت کہے وہ صاحب وثیقہ مد مذکور کی قسم لگا  
 تو بھی اس کے موافق حکم ہوگا کہ وہ شہادین کے قائم مقام ہے اگر قسم نہ کھائے تو اس کا جہت مننا باطل ہے جتنی سوہ قول راوی کا خلف قاضی خاں کے  
 مایہ کا ہے جو اصل مذہب کے مخالف ہے کثانی اطمینان و لا بد من مسافۃ شہادۃ بین القاضیین کا شہادۃ علی الشہادۃ علی اظہار جو بنیادنا  
 یکتا و یحوی اور علیہ مقتضی شہادۃ لایہ و ہر امر ہے مسانت میں حاکم کی دونوں قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسانت مذکور  
 ضرور ہے ظاہر روایت میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی علی القاضی کو اور شہادت علی شہادت کو جائز رکھا ہے اتنی مسانت میں جس میں آدمی جو ذکر کے  
 اسی دن اور اسی پر فتویٰ ہے کثانی الشریعہ و المراجعہ و مطلق الکتاب بموت الکاتب و عرکہ قبل وصول لکتاب الی الثانی و بعد وصولہ  
 قبل اقرار و اباحارہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اس کی موصول سے قبل پہنچے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد و  
 عطل اس کے پڑنے کے بعد جو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے و لایہ و مطلق الکتاب بموت الکاتب و عرکہ قبل وصول لکتاب الی الثانی و بعد وصولہ  
 عطل اس کے پڑنے کے بعد جو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے و لایہ و مطلق الکتاب بموت الکاتب و عرکہ قبل وصول لکتاب الی الثانی و بعد وصولہ



معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اس پر عمل ہو گا و بطل بجنون الکتاب و روتہ و حدہ بقذف و عمارہ و فسقہ بعد عدالتہ لخر و غیرہ عن الایمان و اجازتہ  
الثانی اور باطل ہو جائے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اس کے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے سے بعد اس کے بدل  
ہونے کے بسبب نکل جائے کاتب کے بھرت اور صف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے و کذا بموت المکتوب الیہ و خروجہ عن  
الایمان و راسی طرح خط باطل ہو جاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے بیاقت قضا سے الا اذا علم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اس وقت  
مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعین کر دے یعنی یوں لکھے کہ یہ خط ہے فلاں قاضی کی طرف یا جو دہاں  
کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف مالو علم ابتداء و جوزه الثانی و علیہ العمل غلامتہ بخلاف اس کے اگر ابتداء سے تعین کرے تو جائز نہیں اور  
ابو یوسف نے تعین ابتدائی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاف لا یطیل بموت الخصم یا کان لقیام وارثہ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا  
متخاضم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا الیہ بسبب قائم ہونے اس کے وارث یا وصی کے اس کے مقام پر قلت کذا لا یطیل بموت شاہ الاصل کا سیاہی  
متنانی باہر خلافاً فی وقع فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالف لا ذکرہ بنفسہ ثم فتنہ اور اسی طرح خط باطل نہیں ہوتا شاہ اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی شہادت کے  
باب میں تین کے اندر آوے گا بخلاف اس کے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے دہاں یعنی شہادت  
علی شہادت کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبر دار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی  
الجلبی و اعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء بعلمہ فی الاصح بحر من جوزہ جوزہ من لا فلا لان المعتمد عدم حکم بعلمہ فی زماننا اشتباہ اور معدوم کر کہ کتابت یعنی قاضی  
کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم دانست سے ہے قول اصح میں کذا فی البحر سوس نے قضا بعلم قاضی جائز بھی  
ہے اس نے کتابت بھی اس کی دانست سے جائز بھی اور جس نے قضا بعلم ناجائز بھی اس نے کتابت بھی ناجائز بھی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے  
زمانے میں قول معتد نہیں کذا فی الاشتباہ ہم پھر جب قضا بعلم معتد نہ ہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتد ہوگی و فیہا الامام لقیضی بعلمہ فی حد قذف و قود و تعزیر اور اشتباہ  
میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعل الامام قید کا قد سنا فی الحد و دلم ارہ لکن فی شرح الوہابیۃ لشریفا  
و المختار لان عدم حکم بعلم مطلقا میں کتابوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بعلم کے مسئلے میں چنانچہ ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں حد و دہاں میں نے اس کو  
مصرع نہیں دیکھا لیکن شربنالی کی شرح و بیانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا شام شرح نے شرح و بیانیہ سے استدراک کا  
کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں  
کذا فی الطحاوی کا لا یقضی بعلمہ فی الحد و الحی لغتہ للہ تعالیٰ کذا فی غیر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حد و خالصہ اللہ تعالیٰ میں چنانچہ زنا  
اور شراب میں مطلقا یعنی خواہ حالت قضا میں اس کو علم حاصل ہو یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہو ہو خواہ شرب پینے سے مست ہو ہو یا نہ ہو ہو چنانچہ اس پر قول  
آئندہ لالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی حیرانہ یعز من بہ اثر السکر لقتلہ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جس میں اثر ہے مستی کا بسبب تہمت کے ہم اس  
واسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرع میں و عن الامام ان علم القاضی فی طلاق و عتاق و غضب یثبت الیلولۃ علی وجہ الحسنۃ لا القضاء اور امام سے  
روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غضب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور  
غضب سے واقف ہو اور گواہ نہ ہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالفت کا بطریق مخالطت ازواج اور مولیٰ کو عدم استیلام قہری اور عدم طلی کا امر کرے  
دفع منصوب کا یا اس کو کسی امین کے پاس رکھوا دے لیکن اگر بطریق احتساب اور امید گواہ کے ہو گا یعنی بطور فتویٰ نہ بطور حکم کذا فی الطحاوی و لا یقبل  
کتاب القاضی من حکم بل من قاض مولیٰ من قبل الامام بیک اقامۃ الجمعۃ و قیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی معز و رستاق و اعتمد



والکمال اور مقبول ہیں کتاب القاضی حکم کثرت سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو میں سے سلطان کی طرف سے کہ جو قیامت مجھ کا ملک ہے اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شمر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اس قول پر امتداد کیا ہے معنف نے اپنی مشرع میں اور کمال الدین نے کتب کتاب الی من یصل الیہ من قضاء المسلمین فصل الی قاض ولی بعد کتابہ ہذا المکتوب الی القبل لعدم ولایت وقت الخطاب جو اہر الفتاویٰ قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف میں کہ پہنچا ہل اسلام کے قاضیوں میں سے سونے پہنچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہ ہوگا بسبب ولایت نہ ہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جو اہر الفتاویٰ یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اس کا مخاطب ہی نہ تھا یہ تعلیم ابتدائی مذہب ابو یوسف سے جس پر عمل ہے دینا تو بعد الخطاب المکتوب الیہ لیس نائبہ من یقید اور اسی جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کی طرف میں ہو گیا تو اس کے نائب کو اس کا قبول کرنا جائز نہیں م اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منسوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنع والمرآۃ لفقہ فی غیر حد و قودوان ائمہ المولیٰ لما تجز ابھاری لم یبلغ قوم ولوا عموم امراۃ اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوائے مدارق قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب نکاح کی اس حدیث کے بجلانہ ہو اس قوم کا جس نے اپنا کاروبار عورت کو دیا م جو اہل حق میں لن یبلغ قوم سے یعنی برگ بجلانہ ہوگا اس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی و برمد منہل ہے کہ انہوں نے اپنا زمین ناقص الحقل بنایا تو تہ پر لائی اس سے نہ ہو سکے کی و فصل ناظرۃ لوقف و دمیۃ تعلیم و شہدۃ فتح مع تقریر الی النظر و الشہادۃ فی اوقاف و لولا شرط الواقع بکر اور عورت یاقوت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونے کی اور تعلیم کے دمی ہونے کا اور شہدۃ ہونے کی کذا فی الفتوح تو مع ہے مقرر کرنا اس کا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ بلا شرط و اقف کے ہو کذا فی البہر قال وقد اُفتت فی شرط الشہادۃ فی وقف لفلان ثم لولہ فمات وترك بنتا انما تفتق وظیفۃ الشہادۃ صاحب ہونے کا اور میں نے فتویٰ دیا اس شخص کے بارہ میں جس نے شہادت شرط کی اپنے وقف میں فلاں شخص کے واسطے پھر اس کے بدلہ کے واسطے سودہ شخص مر گیا اور اس نے ایک لڑکی بچھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی م یہ فتویٰ فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتویٰ پر اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین واجب رعایت ہے عادتاً حال کسی وقت اس کا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شہادہ ہوئی ہو تو واجب ہوا ان کے الفاظ کا صرف کرنا ان کے عرف پر تو واقف کی مراد شاہ کامل ہے تو اس کی غیر مراد کی طرف کیونکہ اس کی لفظاً کا صرف ہوگا کذا فی المطہادی تحقراً و فی الامشبہ من احکام الاثنی اختیار فی المسائره جواز کو نہ ناجزۃ لا رسول بنا احالہ علی الستر اور امشبہ میں بعد احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسائره میں عورت کے بنی ہونے کو اختیار کیا ہے نہ اس کے رسول ہونے کو کیونکہ عورتوں کا مال ستر اور افتقار پر مبنی ہے م بعد رسول کو امتداد رجل کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت وائل کے واسطے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نہایت معنی وقوع نہیں بداء الامالی میں کہا کہ عورت کا بنی نہیں ہوئی مسائره رسالہ ہے علم مقاید کا صاحب فتح القدیر نے اس میں حقیقہ امام نزاک شہد کی ہے کذا فی المطہادی و لو قضت فی حد و قود و فرغ لی قاضی آخری جوازہ و مضاد لیس لجزیرہ البطالہ بخلاف شرح مینی اور اگر عورت نے حکم کیا عداد قصاص میں پھر اس کا مراد ہو اور دوسرے قاضی کی طرف جس کے مذہب میں حد سے کا حکم کرنا عداد قصاص میں جائز ہے ہی قاضی نے محبت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اس کے ذہن کو اس کا ابطال جائز نہیں بسبب خلاف شرع کے کذا فی المینی م مینی نے کیا کہ شریع کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ عداد قصاص میں جائز ہے اتنی پھر جب ان کی شہادت جائز ہوئی تو میں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد پر جو تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع امتناع ہوگا کا مراد الفتی کلائی بکر اور رختی عورت کے مانع ہے کذا فی البہر یعنی تو اس کا حکم نیز عداد قصاص میں صحیح ہوگا و اہم ہذا وقع للقاضی عدادۃ اولولہ فاناب غیر مقضی نائب القاضی لہ اولولہ ہا جاز قضاءہ کا لو قضی الامام الذی قلہ القضاء اولولہ الامام سراجیۃ اور دوسری بات کہ جب قاضی یا اس کے بدلہ کا کوئی عداد



محدث ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اس کے یا اس کے والد کے واسطے حکم کرے تو اس کی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اس سلطان کے واسطے حکم کرے جس نے اس کو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے والد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور اسی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العاقلیری دنی البرازیة کل من تقبل شہادۃ ولہ علیہ یصح قضاء ولہ ولیہ انتہی خلافاً للجوہر والملتقط اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اس کے نفع اور نقصان میں اس کی قضا بھی صحیح ہے انتہی بخلاف جوہر اور ملتقط کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف جوہر اور ملتقط سلطان اور اس کے والد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منع الغفار کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحاوی ولفظی ان نائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعلیہ قضا الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیوز للقاضی ان لفظی بملک الشہادۃ بانبار النائب وعلیہ خلاصۃ اور حکم کرے نائب اس کا جس کی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس اس کے یعنی اصل کا حکم کرنا اس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اس کے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے لایقینی القاضی لمن لا تقبل شہادۃ لہ الا اذا ور علیہ کتاب قاضی لمن لا تقبل شہادۃ لہ فیوز قضاء بہ اشتباہ حکم نہ کرے قاضی اس شخص کے واسطے جس کے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آدے اس شخص کے واسطے جس کے واسطے اس کی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشتباہ ہم معین الاحکام میں ہے نہ قضا کے مانند ثابۃ تو مفتی کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ ذور مفتی موجود ہو تو خود فتویٰ دے کذا فی المحوی و فیہا لایقینی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشتباہ میں ہے کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے والد کے واسطے مگر وصیت میں ہم یوں مناسب تھا کہ اگر ایسا میں صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعض اقارب پر جس کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعویٰ کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اس پر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہے کیونکہ اس حالت میں قاضی شاید ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دے گا حکم وصایت کے بعد تو دیتا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر قاضی دین دے گا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت لگان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اس کی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اس کی قضا کا حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اس کی نافذ نہ ہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد اوائے دین قاضی اس مرد کا شاید نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنی برادۃ ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسی طرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکورہ مر جائے یا معزول ہو جائے تو قاضی ثانی اس کے حکم کو باطل کرے گا اور مدفوع الیہ کو وصی اقرار نہ کر دے گا اور نہ قاضی اور اس کے قرابت دار کو بری الذمہ ٹھہر دے گا کذا فی الطحاوی و مررا شربلالی فی شرحہ للوہبانیۃ ص ۱۵۵ قضا القاضی لام امرأۃ ولا مرأۃ ایہ ولو فی حیۃ امرأۃ وابیہ اور شربلالی نے وہابیہ کی شرح میں صحت قضا کے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیل ماں کے واسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو واد لفظی فیما ہو تحت نظرہ من الاذقان و زاد بیتیٰ فقال ادیرہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اذقان میں جو اس کے تحت نظر میں اور شربلالی نے مضمون مذکور دو بتیین زیادہ کہیں سویوں کما سہ و لفظی لام العرس حال میلوتہا و عرس ابیہ دہوتی تحریر اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہ حکم تحریر و بعد وفاتہ ان خلاصۃ نعیبہ بہ میراث مقضی بہ قبریہ واد بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جس کا اس نے حکم دیا وہ خالی ہو نعیبہ میراث یعنی اس میں حکم کرے جس میں قاضی کے واسطے میراث نہ ہو چنانچہ اس وقف میں دعویٰ ہو جو خوشدامن اور سوتیل ماں کے واسطے مخصوص ہو تو لہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کذا فی الطحاوی و لہ



فقط رہا ہائے بہت ہے یعنی اجماعت حاصل کر داس حکم کو دریافت کر کے۔ و یقینی بوقف مستحق لرجوعہ بوصف القضاء العلم اذ کان یظن بہ اور حکم کرتا ہے  
 قاضی اس وقف میں جس کی آمدنی کا بوصف قضاء علم مستحق ہے یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو م یعنی اگر واقف نے وقف کیا طے نہ کر کے قاضی پر یا طے  
 پر اور قاضی اس کو جانتا ہے تو اس میں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے مگر یہ قاضی مستحق وقف ہو قاضی علم کے وصف سے کفایت الخطاوی ہمزہ مسائل  
 ای متفرقہ یہ کتاب القضاء کے چند مسائل متفرقہ ہیں مثنیٰ جمع شتیت کی ہے یعنی متفرق و مختلف قال تعالیٰ ان سیکم شیء یعنی مختلف الخبر و ہذا شیء  
 ای متفرقین عرب ہجرت میں مدینہ کی شتیت یعنی متفرق۔ يمنع صاحب سفیل الیہ علیہ علوای طبقہ لا یخرج من ان یتدای یدق اوتدنی عنہ و ہر  
 امتناعی منع کیا جانے کے لیے مکان و ملازمین ہر دوسرے شخص کا بالافاضہ ہے اس سے کہ مثنیٰ ٹھوٹے بیت تھالی میں م ایک مکان دو منزلہ ہے نیچے کے مکان کا  
 ایک شخص مالک ہے اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے کے مکان والا نیچے یا اوپر دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کرے گا خطاوی نے  
 کہا تصوف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ یہی تعریف جائز ہے غایہ میں ہے کما کہ صاحب تھالی زمین میں کنویں وغیرہ کہو دے تو امام کے نزدیک جائز ہے  
 اگر چہ ملا خانے واسے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک نہایت ضرر ہا لکن نہیں لونیقہب کو قہر اذعم الطرک و کذا بالعکس و مری الجمع یا صاحب تھالی زمین  
 کہو دے تو منع کیا جائے اور اسی طرح بالعکس کنالی و مری الجمع یعنی اگر صاحب بالافاضہ ہے کہ اوپر کچھ بنا دے یا لایں رکھے یا پافاضہ بنا دے تو منع کیا جائے  
 کنالی یعنی کہہ بلع و عم کان و تشدید واد مہارت ہے طاق سے بلارحی الا کثر و ہذا منہ و ہذا القیاس بحکم صاحب تھالی منع گاڑے گا و ہذا منہ کہو دے  
 سے بدین معامندی دوسرے کے دے گا ہائے گا و ہذا حکم امام کے نزدیک ہے اجماع قیاس ہے کنالی البرق قلا لکل فعل بلا یغیر اور صاحبین نے  
 کہا دولوں میں سے ہر ایک کو داخل درست ہے بعد دوسرے کو ضرر نہ کرے م ظہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول مقہر ہے کیونکہ  
 وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر مری میں ترجیح سے منقول ہے کہ یہی قول فتویٰ کے واسطے بننا ہے و لکنہم المسئلہ منع  
 سے لہذا علی البنا و لکنہم اتعدی و لکنہم اتعدی کا مکان مگر اس نے مالک کے بعد کرتب کے تو اس پر اس کے بنانے میں زبردستی نہ ہوگی بسبب مہم تعدی  
 کے و لکنی العلوان مینی ثم یمنع ہا لکن ان بنی باز و اذنی قاضی و لا یغیر البنا و لکن بنی و قاضی البنا یعنی اور صاحب بالافاضہ کو ہائز ہے کہ بنا دے یعنی  
 نیچے کے مکان کو دوسرے اجماع پر مگر اس کا ضرر ہو اور نیچے کے مکان واسے سے بھرے گا اس کے ادن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور  
 نہیں تو جو اس کی قیمت ہو بنانے کے دن اس کو بھرے اور پورا بیان اس کا مینی میں ہے م ظلام میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گریا یا سو اس کے  
 پڑوسی کا گھر گریا تو اس پر تاوان نہیں کڈانی خطاوی زلفہ مستطیلہ ای سکو طویہ یتشعب عنہا سکتہ مشکلا لکن فییر نافذۃ ال محل اوی یمنع  
 اہل الاولی عن فتح باب لرد الاستفادۃ و لکن مینی فی القصوی الغیر نافذۃ علی اجمع الاما لکن لم فی لردہ بخلان الاستفادۃ زلفہ مستطیلہ یعنی  
 لبناء کو چھ ہے جس سے دوسرا کو چھ ہوتا ہے مانند پہلے کوپے کے بننا یکس وہ کو چھ نافذ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے باب  
 سے تو رو کے ہادیں گے پہلے کو چھ واسے چلنے کے واسطے و ہذا زلفہ چھوڑنا جائز ہے مینی نے کار و شتی کے واسطے بعد ہوائے کے واسطے کو چھ غیر نافذہ میں مد  
 لگانا پہلے کو چھ والوں کو ہائز ہے م یعنی گرا بل کو چھ مستطیلہ کی دیوار ہو کو چھ غیر نافذہ میں اس طرح کہ اس کا گھر کو چھ غیر نافذہ کے کو سنہ ہوا قیاس ہوتا وہ  
 اپنی دیوار میں مدوازہ نہیں چھوڑ سکتا کہ کو چھ غیر نافذہ میں نکلیا کرے اس واسطے کہ دروازہ لگاتا دوسرے واسطے ہے اور اس کے واسطے حق  
 مرد نہیں کو چھ غیر نافذہ میں بلکہ اس کا مرد کو چھ غیر نافذہ کے لوگوں کے واسطے ہے و لکن اگر کوئی گھر کتنا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوپے والوں کا شفع  
 اس میں ثابت نہیں بخلان اہل کو چھ ثابت کیا کہ پہلے کوپے میں مدوازہ لگاتا دوسرے سے کہ کو نکاس میں حق کا حق مرد ثابت ہے بخلان کو چھ نافذہ



کے کہ اس میں سب کا مرد رہے یعنی مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ مرد ممنوع ہے اور ارفع یہ ہے کہ فتح ممنوع ہے چنانچہ جامع میں نہیں محمد مصرع ہے اس واسطے کہ منع مرد بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن اس کی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرد کا دعویٰ ہو تو ترکیب باب اوجہ کی تمہید ہے کذا فی فتح القدر تو معلوم ہوا کہ معنی کا قول مذکور غیر واضح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور مشعبہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے و فی الزلیغہ مستدیرہ لائق ای تفصل طرفا ای نہایت سعة اوجہا بما بالمستطیلہ لا یمنع و نہا کما مشترکہ فی دار اور گول کوچے میں جن کے دونوں کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ چھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو اس واسطے کہ گول کوچہ مانند اس محن کے ہے جو گھر میں مشترک ہے دونوں کناروں سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے فتح باب اس واسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والوں کو مستدیرہ میں حق مرد ثابت ہے اس واسطے وہ محن مشترک ہے نہایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے ولذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی الفتح فتح باب اس وقت ہے جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اس میں فتح باب جائز نہیں تو یہاں دو صورتیں تصور کرنا چاہئیں پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول میں مستدیرہ محن مشترک ٹھہرے گا بخلاف صورت ثانیہ کے اس واسطے کہ جب اس کا داخل کشادہ تر ہو داخل سے تو وہ دوسرا موضع ٹھہرے مستطیلہ کا تابع نہ ہو کذا فی شرح وقایہ ہم تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ استداریہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اس کی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف مالوکات مربعہ فانہا کسکتہ فی سکتہ ولذا یملکن نصف البوائہ انتہی ابن کمال ہندہ الصورة کوچہ مستطیلہ اولی کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ مشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اس کوچے کے ہے جو کوچے میں واقع ہے ولذا کوچہ مربعہ والوں کو نصف بوابہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ خارج ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والوں کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگا دیں اور اس محل کی صورتیں نسخوں میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الخطا دی چنانچہ مترجم نے سموات فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دیں ہیں تم فتح القدر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور والوں کے لوگوں میں سے ایک شخص نے گار بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرد لوگوں کے چھوڑی اور مٹی جلا اٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہوتا منع دیکھا جائے گا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہے سو اس نے اپنی دیوار میں مٹی لینے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں دیا جانے کی بدولت داخل ہوئے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہو گئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہے سو اس نے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اس کا نابدان ہے دوسرے کے گھر میں سو اس نے اس کے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدولت اس کے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو داخل ہونے سے منع نہ کرنا وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کر کے اس کا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ البوالیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنواں یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اس کے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہو گئی تو اس پر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہو گئی تو اس پر تادمان نہیں یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنواں کھودا ہے یعنی میری دیوار کو اس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گھر میں اس کے قریب میرا بوم یعنی نجاست ڈالنے کا کنواں کھودو سو اس نے ایسا ہی کیا تو اس پڑوسی کا کنواں بھس ہو گیا اس نے ناچار ہو کر کنواں بند کر ڈالا امام





نے منع کیا کہ کسی دوسرا شخص کو مقبرہ بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا کثرت النسخ و لا يمنع الشخص من تعذيبه في ملكه الا اذا كان الضرر بجلده ذرا  
 لينح من ذلك و منع الفتوى بزيادة و الحارہ فی الامداد و حق بہ قاری الہدایۃ حتی یمنع الما من فتح الطلاق و بذل جواب الشانہ اختصارا اور منع کیا جائے شخص  
 اپنی ملک میں تعزیر کرنے سے کہیں کہ اس کے پڑوسی کو ضرر ہو حرر مرتع و ب اس تعزیر سے روکا جائے گا اور کسی قول پر فتویٰ ہے کہ کثرت النسخ و لا یمنع و لا یمنع  
 پسند کیا ہے عادیہ میں اور اسی کا فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائے گا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے منع کا بطریق  
 استحسان کے م حرر میں یعنی حرر مرتع وہ ہے جو سبب ہدم ہے اور جو حمارت کو کمزور یا مست کر دے یا منع سے بالکل خارج کر دے اور جو عمارت  
 امیر کا منع ہو چنانچہ مدعی کا بالکل بند کرنا اور اسی کو ملائے فتویٰ کے واسطے پسند کیا اور اگر لڑکے منع بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لے لے کا باب باطل  
 سد و ہر ہائے رانی نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ساتھ ہو اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اس میں نور بنادے  
 جس میں ہمیشہ دھپیاں پکا کریں و کان کے مانند یا پینے کی پکی یاد ہو چوں کی کنڈی کر کے نکل پڑی بنا دی تو جائز نہیں کیونکہ اس میں پڑوسیوں کا ضرر و محض  
 ہے جس سے ہماڈ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ نور مذکور سے کثرت و شدت و جہاں پھیلتے گا اور پکی اور کنڈی کی پڑی سے دیواریں بودی جو ہائیں گی بکاف  
 عام کہ وہ ضرر نہیں مگر بسبب طراوت کے اور اس سے پکاؤ ممکن ہے درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بکاف نور وغیرہ کے جو گھروں میں ہوتا ہے موی نے ملامہ  
 مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلوسی میں وہ قول پایا بعد وزن بنانے کے واسطے اس حدیث میں جو مشرت ہے کسی کی زمین یا گھر پر لائق قنار  
 ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن و صوب یا شبنم کے واسطے ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو رد کا جائے گا یعنی اگر اسفل حدیث میں روزن  
 ہے تو پہلی صورت ہے اور اگر اعلیٰ حدیث میں ہے یا اس پر شباک یعنی جالی ہے تو دوسری صورت ہے کہ قنار روشنی کے واسطے ہے کہ انی الطحاوی و جواب ظاہر  
 الرداج عدم المنع مطلقا و ہائے طائفۃ کا لہام لہیر الدین و ابن التثنی و والدہ و درمحل الفتویٰ تشریح الہدی و بقیۃ و الحمد للصف ثم نقل و قد اختلف الفقہاء و فیہما ان  
 یجوز علی ظاہر الروایۃ انہی قلت تعارض منہ و شرعنا علی علی المتن کا تقرر مراد فقہاء و جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا حرر  
 مرتع ہو یا نہ ہو اور اسی کا فتویٰ دیا ہے چند ملانے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابی شامہ اور اس کے والد نے اوس فتح القدیر میں اس کو تنزیہ دی ہے اور نجفی کی  
 کتاب القسۃ میں ہے کہ اسی کا فتویٰ ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں دہاں یعنی کتاب القسۃ میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یوں کہ اور البتہ فتویٰ دینے میں  
 یہاں اختلاف واقع ہوا ہے اور لائق ہے کہ وہ صورت اختلاف فتویٰ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے انہی میں کتابوں اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح  
 میں تعارض ہوا تو عمل حنون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بلکہ اس مسئلہ کرم جواب ظاہر الروایۃ ہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تعزیر  
 میں مختار ہے کسی کا حرر ہو یا نہ ہو اور جبکہ کو معلوم ہو کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنی در صورت حرر مرتع ہمسایہ منع تعزیر ہے نہ ضرر میں دلالت  
 اعلیٰ کذا فی الطحاوی قلت و حق مالوا علی بل یحرم اذ قد ورعشی المشاہد المنع قیاسا علی مسئلۃ المسفل و العلوان لا یبرأ الا اذا افرز کذا علی علی المنع و الفتویٰ  
 کا فی الحاشیۃ قل الحش قلنا تعزیر فی ملک ان اعتدوا شکل منع و من لم یفرم منع قال و لم ار من نزل علیہ علیہم فائدہ من خواص کتابی انہی میں کتابوں اور باقی  
 رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تعزیر ملک پڑوسی کو ضرر ہے یا نہیں اور البتہ اس کے جواب میں حش مشاہد نے منع تعزیر کی تحریر کی ہے  
 مسئلہ مسفل اور طور پر قیاس کے کہ صاحب مسفل یا صاحب طرح دیوار میں نہ ٹھونکے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع  
 ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اس قول کے جو فتویٰ کے واسطے مختار ہے چنانچہ غازیہ میں ہے حش نے کیا تو اسی طرح فسان کا تعزیر اپنے ملک میں اگر وہ  
 کو ضرر نہ یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر ضرر نہیں تو منع نہ کیا جائے گا مٹی نے کیا میں نے نہیں دیکھی اس شخص کو جس نے اس  
 تفصیل ہما گاہ کہ کیا ہو تو اس کو غیرت جانا چاہیے تو تحقیق میری کتاب کے لوہے سے ہے انہی کلام الحشیم الطحاوی نے ہی کہ حش مشاہد سے شہاد



مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب میں کافی تھا اور علی اگر پہلے ہی مع تقض فی وقت فسخ المدعی بیتہ فقال قد تجدینہا ای الہیۃ فاشتریتہا منہ اہل لیل فلک ای جمدینہا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا بہرہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں چیز مجھ کو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات بہرہ پر سو اس نے کہا کہ معاملہ بہرہ کے منکر ہو گیا بہرہ سے تو میں نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار بہرہ معاملہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول بہرہ کا دعویٰ کیا پھر اس کے بعد خرید کا وہ مفادہ الکفایہ بامکان التوفیق و ہونفا شیخ الاسلام من اقوال الاربعۃ اور مفادہ عدم قول بانکار بہرہ الکفایہ بامکان التوفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے ہم میں موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا مشدود سے یا مدعا علیہ سے تو اس کی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہاء کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد مثلاً قول ہے مجندی کا مختار ہے جس کو شارح ذکر کرے گا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد و کذا فی الطحاوی عن ابی حنیفہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے بہرہ کا دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ کا انکار یہ بیان کر کے خرید کا دعویٰ کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر بہرہ کا دعویٰ کیا پھر بلا ذکر انکار خرید کا دعویٰ کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے مطابق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختارہ المجندی انہ یفنی من المدعی علیہ لامن المدعی لانه مستحق وذلك مانع والظاهر کیفی للرفع لالا استحقاق بزمانیہ اور مجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اس واسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور مدعا علیہ دفع استحقاق ہے اور مظاهر دفع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البرزانی یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور دفع اس کا ظاہر ہے مظاهر دفع میں محبت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام نیتہ علی الشراء بعد وقتہا ای وقت الہیۃ تقبل فی العورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت بہرہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلاً شوال کی فوج پر گواہی مقبول ہو گئی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے یہ کالجہ سے انکار کیا دوسری یہ کہ نہ کام بعد وقتہا طرف سے شرکاء اقام کا کذا فی الحلی وقیل لا لوضوح التوفیق فی الوجه الاول وظہور التناقض فی الثاني اور قبل وقت بہرہ کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کی وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے بہرہ رمضان کا مثلاً دعویٰ کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اس نے خرید کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہے اس واسطے کہ بعد وقت بہرہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اس کی ملک بعد بہرہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اس کو شعبان میں خرید کیا تو اس میں قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہے اس واسطے کہ دعویٰ بہرہ میں اس کا اقرار ہے کہ محبوب واجب کا مملوک ہے قبل وقت بہرہ کے اور اگر گواہی اس انفرادی منافع لہذا مقبول نہیں ولولم ینذکر لہما تاریخا او ذکر لہما قبل الامکان التوفیق بتاخر الشراء اور اگر مدعی نے بہرہ اور خریداری کی تاریخ ذکر نہ کی یا فقط بتاخر خریداری کی تاریخ ذکر کی تو دعویٰ مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب بہرہ اور خرید کی تاریخ ذکر نہ ہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد بہرہ واقع ہوئی ہو وہل بشرط کون الکلامین عند القاضی ادالۃ فی نقطہ خلاف دینی ترجیح الثانی بمران بہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اس میں خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح منوط ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اس واسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہو واجب تک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائے گا تب تک تناقض متحقق نہ ہوگا لہذا گواہوں یا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحاوی والتناقض یرفع تصدیق الختم و یقول المتناقض ترکۃ لا دل و ادعی بکذا و یجوز الی کم و تمام فی البحر و اقراء المصنف اور تناقض رفع ہو جاتا ہے ختم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو پھوٹا اور دوسرے میں یہ دعویٰ کرنا چاہا







بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کر تاکہ اس کی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب المدعی میں مناسب تھا مگر یہاں ان کا ذکر اس واسطے ہوا  
تا حکم قضا میں مذکور ہوا قرع قبض عشرۃ درہم ثم ادعی انہا زیوف اور نہر جہ صدق بملیہ لان اسم الدہم لیمہا بخلاف السنۃ لغتہ غشبا اقرار کیا دس  
درہم کے قبضہ کرنے کا پھر مقرر نے دعویٰ کیا کہ درہم مذکورہ زیوف ہیں یا نہر جہ تو اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ درہم کا نام زیوف اور نہر جہ کو شامل ہے بخلاف  
سنۃ کے کہ ان کو اسم درہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے ان کے عش کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جائے اور سودا گری  
میں اس کا لینا دینا رائج ہو اس واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور سنۃ وہ درہم ہے جس کے اندر تانیا سیسہ ہوا اور دونوں طرف چاندی دعویٰ نے  
الو معدودے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نہر جہ کے لفظ میں ب مقدم ہے لون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولذا لو ادعی انہا سنۃ لایدق  
ان کا ان البیان مفعولاً وصدق لو بین موصولاً نہایتہ بالتفصیل فی المفعول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام سنۃ کو شامل نہیں اگر یہ مقرر مذکور یہ دعویٰ کرے  
کہ درہم مقبوضہ سنۃ ہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا قرع قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر یہ بیان کیا اسی اقرار قبض سے مگر کذا فی نہایتہ تو تفصیل مذکور  
مفعول میں ہے نہ موصول میں م یعنی تفصیل زیوف اور نہر جہ ہیں اور سنۃ میں در صورت انفصال بیان ہے یعنی اگر درہم مقبوضہ کو زیوف یا نہر جہ کہا بطریق انفصال  
تو تصدیق ہوگی اور اگر سنۃ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نہر جہ  
خواہ سنۃ ولو اقر قبض الجبیا ولم یصدق مطلقاً و موصولاً لتناقض اور اگر کہے درہم کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعویٰ کہ درہم زیوف  
یا نہر جہ یا سنۃ تھے تو تصدیق نہ ہوگی مطلقاً اگر یہ بیان موصول واقع ہوا بسبب تناقض کے یعنی جب جودت کا اقرار کیا تو اب اس کے خلاف دعویٰ کرنا بیجا  
تناقض ہے ولو اقر انہ قبض حقہ اذ قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافہ لو بین موصولاً والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اس نے اپنے حق پر  
قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اس نے اپنا حق پورا کر لیا تو اس کی تصدیق ہوگی دعویٰ زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ درہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس  
کو موصول بیان کیا ہو اور اگر اس کو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی م نہر جہ اور سنۃ ہونے کا دعویٰ مانع ہے دعویٰ زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک  
ہی ہے نہایتہ میں ہے کہ اگر اپنے قبضہ کا دعویٰ کیا پھر لولا کہ وہ سنۃ ہیں یا درہم خاص میں تو موصولاً تصدیق ہوگی نہ مفعولاً کذا فی الطحاوی لان قولہ فیہا مفسر  
فلایتمل التادل بخلاف غیر لان ظہر ادفع فیمثل التادل ابن کمال اس واسطے کہ مقرر کا بیان دعویٰ ہے تو مفسر ہے تو مثل تادل نہیں بخلاف غیر یہاں کہنے کے کیونکہ وہ  
ظاہر ہے یا نفس تو اس میں تادل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال م مفسر میں مشدود وہ ہے جو نفس سے زیادہ تردد مانع ہو اس طرح کہ اس کے ساتھ احتمال تادل  
باقی نہ ہے اور ظاہر وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نفس وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید نہ ہو کذا فی الطحاوی تو جب جید لولا تو غیر مراد کا احتمال  
باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استيفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نفس تو اس میں زیافت ویدہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید  
بالبعید ہے اقر بدین کم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربا و بدین علیہ جہا نہ قبیہ من عل الدین دیکھی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعویٰ کیا کہ بعض دین  
قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی اس کی مقبول ہوگی چنانچہ قبیہ میں ہے عل الدین سے اور اگے کتاب الاقرار میں اوسے کا قال لا اثر  
لک علی الف درہم فروہ المقر ثم صدقہ فی مجلس فلا شئ علیہ للمقر لا یجوز اقرار ثانیاً کذا الکلم فی کل مانیہ الحق لو احدى شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے  
بھہ پر ہزار درہم ہیں سو جس کے واسطے اقرار کیا اس نے اس کا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا بھہ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں یا فلا نے شخص کے ہیں کذا فی القح پھر  
مقرر نے مقرر کی تصدیق کی اسی مجلس میں تو مقرر کا کچھ ثابت نہ ہوگا مگر شہادت سے یا مقرر کے دوسرے اقرار سے اولیٰ طرح کا حکم ہر ایک اس قرار میں جس میں ایک شخص کا  
حق ہے م مقرر مذکور کا دین اس واسطے ثابت نہ ہوگا مقرر کا انفرادی مردود ہو گیا مقرر کے رد کرنے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعویٰ ہے تو اس کے  
ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق فہم ضرور ہے معنف نے اقرار مال کی قبضہ اس واسطے نکالی کہ رقیق اور اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے







تو چار سو سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کہ انی التلقظ اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہو تو اس کا ذمہ مشغول نہیں اس کے گمان میں پھر مقامہ یعنی باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہے والہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا امرک ونحوہ کہ ایک لایقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا ہوں اور مانند اس کے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا تو برہنہ ایفایا ابرا مقبول ہے بسبب متعذر ہونے توفیق کے م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالفت اور خلط نہیں اور نہ دینا اور نہ لینا یا میں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور مانند اس کے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابرا دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کہ انی فتح القدر شرع دقایہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اس واسطے کہ وہ شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہی قیل یقبل لان المجتبى والمخدرة قد تباذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخضم ولا یغیرہ ثم یغیرہ حتی لو کان من لعل بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنی قدری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہنہ باوجود عدم معرفت مقبول ہے اس واسطے کہ مرد مجتبى یا محدث پر وہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے دلیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے تمام کے راضی کر دینے کا اور حالانکہ مخاضم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اس کو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ دلیل تو اس کی برہنہ ایفاء مع قول عدم معرفت مقبول نہ ہوگی م یہ فقرہ ہے قاضی خاں کی مجتبى وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ مجتبى وہ شخص عظیم الشان ہے جس کو ہر شخص نہ دیکھے کہ انی الطحاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول والا یصل صح ورنی آخر المدعی لان التناقض لا یمنع من الاقرار بل اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے جس پر دفع یا ایفاء کا دعویٰ کیا گیا تو صحیح ہے کہ انی الد رنی آخر المدعی اس واسطے کہ تناقض مدیوں محبت اقرار دائن کا مانع نہیں م طحاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اس کلام مخدوف سے جو معنوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر مخدوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہ ہو تو تناقض منفع نہ ہو گا چنانچہ اس نے کہا کہ میں نے اس کو کچھ نہیں دیا پھر اس نے دینے کا دعویٰ کیا تو مسموع نہ ہو گا کیونکہ محال ہے کہ شے واحد میں دفع غیر دفع ہو بل اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے یعنی جس پر دفع دین اور قضاء دین کا دعویٰ ہو چکا اس کے اقرار کا دعویٰ کرے اس طرح کہ اس نے یہ اقرار کیا کہ دین اس کو پہنچ گیا ہو دیوں سے یا دیوں نے اس کو پہنچا دیا ہے اور گواہی سے اس کو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کہ انی الطحاوی تبصرف اقر ببع عبیدہ من کلان ثم مجد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزيادة اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلا نے شخص سے پھر اس کا انکار کیا تو اس کا انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزار یہی کتاب الاقرار میں ہے م محبت انکار کا مطلب یہ ہے کہ کلام تناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی آخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الآخر لم البعہ منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا علیہا واراد ردہا فبرہن البائع انہ ای المشتري بری الیہ من کل عیب بہا لم یقبل مینۃ البائع للتناقض دعویٰ کیا دوسرے پر کہ اس نے اپنی لونڈی اس کے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اس سے بیع نہیں بیچا ہرگز سو گواہ ۶ لایامدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اس کے پھر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اس پر کہ مشتری بائع سے برأت کر چکا ہے اس کے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہ ہوگی بسبب تناقض کے م دیہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اس واسطے کہ برأت عیوب بیع بدون بیع تصور نہیں دمن الثانی قبل لامکان التوفیق بیع وکیلہ وبراہہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابرا وکیل کے عیب سے م جب اس کے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ میں نے بیع نہیں کی یعنی بذات خود مباشرت میں نہیں ہوا اور برأت عیب کی نسبت اپنی طرف کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعة سمرقند اور انہیں مسئلہ ثمن واقعه ہے سمرقند کا جس میں تناقض واقع ہے م طحاوی نے کہا کہ اگر شائع واقعه سمرقند کو مصرع بیان کرتا تو واضح تر ہوتا وحدثت انکما بکذا وذلالتہ بالمہر فاخر فبرہنت فادعی انہ خلعا علی المہر قبل لاضحال انہ زوجہ ابوہ وہو



میر و علم خلاصہ زود بنے دوی کیا کہ اس نے جہ سے نکاح کیا اتنے عمر پر اور اس سے ہر کا طالعہ کیا سوا اس نے نکاح کا انکار کیا تو عدت گواہ فی نکاح اور ہر مرد مرنے دوی کیا کہ اس نے عدت سے طلع کیا بعد از ہر کے تو مرد کا دوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دوی پر گواہ طلب ہوں گے مقبولیت دوی اس احتمال سے کہ مرد کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اس کو معلوم نہ ہو کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اس کا انکار نکاح اس پر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی مثال نہیں ہو چاہے ایسا ہو تو بعد اس کے دوی طلع بعد از ہر میں تناقض نہیں کذا فی المطاویٰ سبیل جمع حکم ای مکتوب کتب الشاہ الثانی آخرہ باطل ہوتا ہے تمام مضمون اس حکم یعنی کا قدر مرقوم کا جس کے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شرع نے بلفظ جمع اشارہ کیا اگر نوشتہ باطل ہوتا ہے خواہ اس میں ایک لے مرقوم ہو یا چند اشیا اور صاحبین کا خلاف مثال میں ہے و قال کفرہ فقط و ہواستحسان راجع علی قول فتح اور صاحبین نے کہ فقط کچھ مضمون کا قدر مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو رائج ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح و ہواستحسان یہ ہے کہ کل میں اصل مستقل ہے یعنی بعد دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا ہوا ہے امتداد و استدلال کے واسطے تو اگر استثنیٰ کل کی طرف راجع ہو تو کل کا اطلاق لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنیٰ اسی کی طرف راجع ہو گا جو اس سے متصل ہے کذا فی المطاویٰ من الزیعی و الفقہاء علی ان بالمرجہ کفاحل سکوت اور امام اور صاحبین متفق ہیں اس پر کہ زجر خط میں فاحل سکوت کے مانند ہم زجر یعنی انشاء تحریر میں کا قدر سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا نفی انشاء اللہ تعالیٰ بالبعد ہر کی طرف راجع ہو گا جیسے سکوت میں بالبعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہے و علی انفرادہ الشکل فی محل مطلق ہوا و اذاعت بشرط اور علی کذا متفق ہیں ان کذا لفظی کے راجع ہونے پر کل کی طرف اودان محل منطوقہ میں جن میں عطف جوف داد واقع ہوا ہے اور ان کے اخیر میں شرط ہے چنانچہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اس کی موت مطلقہ ہے بعد اس کا غلام آزاد ہے اور اس پر بیعت الشک پیدل ملتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو شرط میںوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق اور طلاق ادنیٰ کذا ہم نہیں محل منطوقہ کی قید ترجمہ میں اس واسطے لگائی کہ محل مکتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ حکم میں مذکور ہو چکا و اما استثناء بالادخوات فلا غیر الا تقریۃ مادہ ہم و مضمون دینار الاول استثناء اول استثناء لفظ لا اور اس کے امثال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر تقریر اول کی طرف راجع ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سہم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثناء اول یعنی درجوں کی طرف راجع ہے نہ اخیر کی طرف بطریق استحسان کے ہم تو یہ یہاں اتنا وضاحت مستثنیٰ از ادنیٰ ہے و اما استثناء بالادخوات بعد مضمون ایہا متین فالیہا اتفاقا اور استثنیٰ بلفظ انشاء اللہ بعد مضمون ایہا متین و دونوں کی طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ اقسام سے جملہ تقریر مراد ہے جس میں تعلیق واقع نہیں تقریر مقابلہ چنانچہ یوں کہ انت طالق و یا ہوا انشاء اللہ کذا فی الجہ و بعد طالقین معلقین اور طلاق معلق و متعلق فالیہا عند الثالث ولا غیر عند الثانی اور استثنیٰ واقع ہونا بعد و طلاق معلق کے باطلاق معلق اور متعلق معلق کے تو دونوں کی طرف راجع ہوتا ہے ہم کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے جو یوسف کے نزدیک ہم و طلاق معلق کی مثال وہی دخلت الدار فانت طالق و طلاق اللہ اور طلاق معلق اور متعلق معلق کی مثال وہی دخلت الدار فانت طالق و بعدی مسا اور یہ خلاف نطق میں ہے اور حکم میں تو دونوں کا اتفاق ہے و لو بلا عطف اور یہاں سکوت فلا غیر اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد محل وغیرہ متعاطفہ کے یا جملوں میں عطف ہو لیکن مابین میں سکوت واقع ہو یا بعد لفظ میں یا زجر واقع ہو یا انشاء خط میں تو استثنیٰ اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد بالبعد سکوت ہے کذا فی المطاویٰ و عطف بعد سکوت لغو ہوا فیہ تشدید علی نفسہ و قیامہ فی الجہ اور عطف کرنا شکم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اس میں لغو نہیں جس میں سخت گیری ہے اس کی ذات پر و پر بیان اس کا بحر و رافق میں ہم علی جس میں حکم کی ذات پر دست ہے تو وہاں عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے علی تعلیق جس جملہ حکم واقع ہو اگر اس وقت منظر ہو کسی شرط پر نمود کیا جائے اور یہ یعنی اس پر کہ آگے اسے ہے اس کے مقابلہ میں اور یہ یہاں غیر معلق ہونا چاہیے مگر تو طلاق دالہ ہے اس پر کہ خدا چاہے مگر تو گھر میں داخل ہو تو طلاق دالہ ہے بعد اس جملہ طلاق دالہ ہے مگر تو گھر میں داخل ہو تو طلاق دالہ ہے



پھر چپ رہا پھر لولا اور اس دوسرے گھوڑے میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہ ہو مگر دونوں گھوڑوں کے داخل ہونے سے اور میں میں سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ میں بولا کہ اگر تو گھوڑے میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر لولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ میں میں داخل ہوگی کذا فی الطحاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا حکم اللہ ذمی مرگیا سو اس کی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اس کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار حکیم حال کے م یعنی بدلیل استصحاب حال اس واسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمانہ گذشتہ میں بھی ثابت رہے گا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہے اس امر محقق کے بقا حکم ہے جس کا عدم مظنون نہیں کا حکم الحال فی مسئلہ جبر بیان ماوالطحاوی تہ صیغہ حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں م یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں ارتفاع پر قادر نہ ہوا اس کے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اس کے موافق زمانہ گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا تم الحال انما تصحیح جہ البغ لالا استحقاقی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعویٰ کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کے واسطے کافی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیت اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا البعدہ قال لعل لہم لان الحادث یضاف لا قرب وقاتہ چنانچہ حکم ہے اس مسلمان کے باب میں جو مرگیا سو اس کی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اس کی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اس کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہے یعنی بابت موت اقرب ہے یا قبل تو سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کی طرف منسوب ہو گا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو حکیم حال موت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی م طحاوی نے کہا ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کی بسبب حکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ غلط یہ ہے کہ مسئلہ طحاوی اصل متن میں نہ تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں میں وجہ شہرہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طحاوی کے درمیان میں کئے سے یہ غلط پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلازیاد مسئلہ طحاوی باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ طحہ شارح کا دفع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ قال لعل لہم لانی الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البہرہ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس کے والدین ذمی ہیں اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کا فریضہ اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملے گی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر المیت لا وارث لہ غیرہ دفعہ البیہویا کقولہ ہذا ابن داسنی کہا مودع بالفتح نے یعنی جس کے پاس نیز کی دولیت ہے اس نے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس ولایت رکھوائی ہے اس کا یہ بیٹا ہے کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے تو واجب ہے کہ دولیت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قید بالوارث لانی لہذا قرآنہ وصیہ او کیل والشری منہم یہ فیما معنی نے وارث کی قید لگائی اس واسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا مدعی یا وکیل مشتری ہے میت سے تو اس کو ولایت نہ دے فان اقرنا نیا با بن آخر لہ لم یفد اقرارہ او اکل نہ بہ الابن الاول لانی اقرار علی غیرہ اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اس کا اقرار مفید نہ ہو گا جب کہ پہلا بیٹا اس کی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہے غیر کی حضرت کام اقرار علی غیر حجت نہیں اس واسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اس کا کوئی کذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہو گا میت کا ولعین لثانی خطہ ان دفع لادول بلاقضاء علی اور در صورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اس کے حصے کے امانت دار نادان دے اگر ولد اول کو دولیت دے چکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الترمذی م قول بالفن ان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اس کے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحاوی ثمرۃ قسمت ہیں الورثۃ او الغرما ویشہو ولم یقولوا العلم کذا فی نفع المتن والشرح وعبارة البدر و غیرہ

سہ لم یفد کی جگہ لم یفد ہے یعنی اس کا اقرار نافذ نہ ہو گا



والفعل وارثا و غیر عالم یکلا و انما لهما بعدہ لکن قولہ ترکہ مقسوم ہو گیا و یہاں وارثوں کے یا وہی وارثوں کے ان گواہوں کی گواہی سے بخوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم  
ہانتہ میں کہ میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسی طرح سے لفظ نعم کا بلا صرف لفظی متن اور شروع کے بخوں میں اور عبادت و رزق و دیگر ایسے جہاں خود کی شہاد  
سے ترکہ مقسوم ہوا بخوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں تو غرضی بدل جائے گی وارثوں یا صاحب دین سے بسبب مجہول  
ہونے موقوفہ کے خلاف صاحبین کے کہان کے ترکہ و یک حاضر غرضی بدل جائے گی مطلقا دی نے کاشاید کاشاعر نے سو متن اور شروع میں نعم ہوگا باسقاط اور  
میرے پاس جو متن بعد شروع کا لفظ ہے اس میں الفعل مذکور ہے اور لکن بعد ازہی لفظ معنی العین ہے اور فیروزہ و غیرہم کی طرف جمع سے اتنی غلطی مستدرج ہے  
کہ ایک شخص موقوفہ پر ہو کر مر گیا اور شہادوں نے قاضی سے کہا کہ میت نے فلا نے فلا نے وارث یا صاحب دین میں لیکن انھوں نے معذرت کی گواہی نہیں دی تو  
قاضی ترکہ قسمت کر دے ان میں اور ان سے خاص طلب نہ کرے و یتوہم القاضی مہ تم یقینی اور قاضی کہ میت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے م  
تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر یہاں غالب ہو کر اگر کوئی شریک ہو تا تو حاضر موتا تب قسمت کا حکم دے اور مرد تاخیر حکم  
سے تاخیر دفع بعد انقضاء اور موقوفہ میت قاضی کی تجویز پر موقوف ہے اور مطلقا دی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی المطاویٰ مضافا لو ثبت بالانذار کلا  
الغیاقا اور اگر وہ ثابا صاحب دیون اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو ضمانت دیں بطلاق امام اور صاحبین کے کہ لو قتل الشہود ذلک لا اتفاقا و لکن شہود وہ  
کسب یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوائے ان کے نہیں جانتے ہیں تو نہیں ضمانت بالاتفاق کذا فی المطاویٰ او علی علی آخر وار النفس  
والایمہ اللاب و ہا و ہر بن علی علی ما اوامہ انما لہ فی نصف الدی شاماد ترک باقیہ مع ذی الید و لا کفیل جہد و ولید و عواہ اولم یکد غلانا لہما و لہما  
استحسان نہایت ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا اپنے واسطے اور اپنے نائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعویٰ پر تو مدعی نصف گھر  
سے بطور مشاع اور چھوٹے باقی کو قاضی کے پاس بدون ضمانت لینے کے خواہ قاضی نے دعویٰ مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو خلاف صاحبین کے یعنی ان  
کے نزدیک در صورت انکار دعویٰ باقی کو اس کے پاس رکھو اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی المنایہ م امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر نعم نہیں نائب کی  
طرف سے استیفاء وارث میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون نعم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے دعویٰ وارث کا کیا تو اس کی نیات ثابت  
ہوئی تو اب اس کے پاس رکھنا صورت سے متلی نہیں و لا تعد البنیۃ و لا تقضا ہذا و ہذا عن نائب کی اذیہ انتحاب اسط اور شہ نصا لیت حق یقینی نہا و یوزہ او گلا ی  
کا ملوہ نہ ہو گا اور نہ تقضا کا جب کہ مدعی کا نائب بھائی سفر سے آئے قول اجماع میں بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے لازم ہو کر میت کی طرف سے یہاں تک کہ ادا  
کیے ہاویں گے موقوفہ سے میت کے دیون تم انا کیوں خصا بشرط تسقہ مسرودہ فی البیوہر معلوم کیجئے کہ وارث حاضر تو نعم جوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اس میں  
جو میت پر دعویٰ کیا جائے تو وارثوں سے جو شروع مذکور میں ہو الائن میں م سید دعویٰ نے کہا کہ بترہ تھا کہ شہاد بشرط طے کتا ایک شرط یہ کہ جن بالکل وارث کے  
ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اس میں قسمت ہو گئی ہو میرے یہ کہ طے نائب اس کی تصدیق کرے کہ میں مذکور میراث ہے میت سے اتنی اس واسطے کو جمع ہونہ  
جو بوالرائی میں مذکور ہیں وہ شرط نہیں بلکہ بیضی شرط میں اور بیضی احکام اور وہ بلی کا طے میں نہ تو کذا فی المطاویٰ فقہا و الحق لفرق بین المدین والعین اور  
حق ہے دین احمد عین میں فرق ہے ہم یعنی اور اور نہ نعم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اس میں کہ دعویٰ میں جو میت ہے کہ جب کہ میں اس کے ہاتھ میں ہو  
اور اگر میت پر دین کا دعویٰ ہے تو اور اور نہ نعم ہوگا الی عادلین کی جانب سے اگر چہ اس کے ہاتھ میں ہیں ترکہ نہ ہو اس واسطے کہ دائن کا حق بیع موقوفہ میں  
شائع ہے بطلاق صحابہ اور بلیہ اور نہایہ اور نہایہ کا ظاہر ہے کہ دعویٰ دین میں بھی میں ترکہ کا بالکل ہاتھ میں ہو نا ضرور ہے بوالرائی میں کہا کہ قاضی  
میں ہے یعنی فرق مذکور یہ حق ہے باقی سو بجا و یہ اس صورت میں ہے جب کہ مدعی حاضر ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث میں کامی ہو  
تاجن پر تو اگر پناہ دعویٰ ثابت کرے تو اس کے اس باقی موقوفہ کے واسطے وارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور دین کے واسطے وارث کا دعویٰ کیا ہو اور اگر دعویٰ ثابت نہ



کر سکا ہو اور مدعا علیہ اس کا دفع کر دیا ہو اس طرح پر کہ میں نے اس کو تیرے مورث سے خرید لیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعویٰ ارث کا حاضر اور غائب کے حق میں منفع ہو گا کذا فی الطحاوی ابی السعود و مثله ادخل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصحح در درامند اس کے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی امر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدرر لم یعنی اگر مال منقول میں دعویٰ ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے مگر اعمدنی المتقی انہ یؤخذ منه اتفاقا و مثله فی البحر لیکن المتقی الا بحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جائے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی کے مانند بحر الرام میں ہے م اس واسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور نہ میں تو خود محفوظ ہے قال و اجماعہ انہ لا یؤخذون مقرر صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقرر ہو طحاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجتماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے ادھی لہ ثلث مالہ لقیح ذلک علی کل شیء لانما اختلف الیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع ملوک پر اس واسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او مالک صدقۃ فهو علی جنس مال الزکوۃ استمنا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز میں ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق امتحان کے م وجہ امتحان یہ ہے کہ ایجاب عہد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب عہد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ میں سوائے اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہ ہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق ہیں یا نہ ہوں اس واسطے کہ جس چیز میں زکوۃ واجب ہوئی ہے اس کی جنس معتبر ہے قطع نظر اس کی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پائے سوائے مال زکوۃ کے یعنی اس کے پاس سوائے سوائے اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہ ہو تو اس میں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی غیرات کرے پھر سوائے اس کے جب کہ مالک ہو تو بقدر اس کے تصدق کہہ م جائے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ وراپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جس کو مکان و دیوار کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مینے کا قوت رکھ لے اور راضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سود اگر اتنا رکھ لے جو اس کو کفایت کرے یہاں تک کہ اس کو نیا مال حاصل ہو کثرتا دی فی البحر قال ان فعلت کذا فاما ملک صدقۃ فیصلتہ ان یتبع ملک من رجل ثوب فی منديل ویقبضہ ولم یرہ ثم لیفعل ذلک ثم یرہ بخیار الرویۃ فلا یزید من غیر الرأی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جس کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اس کا صلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اس کپڑے کے جو وہ مال میں پٹا ہوا ہے اور اسے قبضہ کرے بدو ان اس کے دیکھنے کے پھر وہ صل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب بخیار رویت کے پھر دے تو اس پر کچھ صدقہ لازم نہ آئے گا م اس واسطے کہ صدقہ لازم نہ ہو گا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اس کی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اس واسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت ولو قال الف ودرہم من مال صدقۃ ان فعلت کذا لفعلم و ہو ملک اقل لزمہ بقدر ما یمکن ولم یکن لشیء لایجب شیء اور اگر بولا کہ ہزار درہم میرے مال سے صدقہ ہیں اگر میں ایسا کروں پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کم تر کا مالک ہے تو اس پر اتنا صدقہ لازم ہو گا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اس کی ملک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں و صحیح الا یصلح بل علم الوسی فصح تفرغہ اور صحیح ہے وصیت کرنا موصی کا بدو علم وصی کے تو صحیح ہے تعریف وصی کا م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا ترکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تعریف کیا مثلاً کوئی چیز اس کی بیچ ڈالی تو صحیح ہے لایصح التوکیل بلا علم وکیل نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدو علم وکیل کے یعنی اس کا تعریف بھی بدو علم توکیل صحیح نہیں والفرق ان تعریف الوسی خلاصہ والوکیل نہایت الیضا اور توکیل میں فرق یہ ہے کہ تعریف وصی کا بطور خلافت ہے اور تعریف وکیل کا بطور نیابت ہے م جب تعریف وصی کا بطریق خلافت کے ہو تو علم ضرور نہ ہو جیسے تعریف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا















ثابت ہوا کہ ذانی الطحاوی فرغ مسئلہ طحاوی کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذ لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فخذ عشر ایتولی من اموال التیامی و لا و قان  
اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی مذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ زکوٰۃ مقرر ہو تو اس کو دسواں حصہ اموال تیامی اور اوقاف سے من کا وہ کار پر دینا ہے لینا  
درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب النوار سے نقل کیا پھر اس کے انکار میں مبالغہ کیا ذانی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطحاویۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی  
کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طحاوی میں ہم اس مسئلہ کا یہاں ذکر بے محل ہے علاوہ بریں یہ قول محرر اور منقح بھی نہیں اشباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک  
شخص نے اراغی اپنے موالی پر وقف کی پھر وقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف  
میں ایک طحاوی یعنی ایک پنج کی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقاطعہ جس میں متولی کی کچھ حاجت نہیں اور اس پنج کی دلے لوگ اس کا غلبہ لیا کرتے ہیں تو متولی  
کا دسواں حصہ اس میں واجب نہ ہو گا اس واسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجرت نہ ہو گا بدون عمل کے انتہی علامہ میری نے کہا صواب یہ ہے  
کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف میں مقرر ہوا تو مراد اس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے تو زائد کو پھر دے اور تجھیں کرے اور خزانہ اکل  
اور دیوالیہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجرت مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً قلت لکن فی البراز یہ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لایکل لہما  
اخذ الاجر بہ کانتکار صغیر لاند واجب علیہ وجواب المفتی بالقول دام بالکتاب فیجوز لہما علی قدر کتابتہما لان الکتابۃ لاتزید ہما و تمامہ فی شرح الوبیانۃ میں کتابوں لیکن  
براز یہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونوں کو اس کی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کانتکار کر دینا اس واسطے کہ وہ قاضی پر واجب  
ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر ان کی کتابت اس واسطے کہ کتابت  
قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پوریان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات ویز ہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے  
یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا نہیں اور اس کے سوائے حلال ہے اور مال یم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لے گا تو بیع ناجائز  
ہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور واضح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور گاہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جس میں اجناس مغلطہ میں زیادہ ہوتی  
دس لاکھ نقد کی مشقت پر میں کتابوں اور عادیہ میں ملقط سے ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درم اجرت ہے سو مستحکم نہیں اور ہمارے  
اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہیں اور کون سی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر میں اس کو تو اجرت مثل ہے بقدر اس کی محنت کے اور بقدر  
اس کی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور شقاب کے مشقت قلیلہ میں اور شرح ترمذی میں نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج  
اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے مشابہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ مجمع قول یہ ہے کہ وثیقہ نورشتہ کے طول اور قصر اور اس کی  
صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحاوی و فیہا دس درم لہ اجرو ان کان قاسماً و ان لم یکن من بیت قال مقرر اور شرح  
وہبانیہ میں ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اس کے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہ ہو اور جس بعض لاندہم مقررہ ذی مختار  
فالقول الاول بیصرہ اور بعضوں نے بسبب اندام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں تو پہلا قول منصور اور مختار ہے وجوب المفتی علی کتب خطہ  
علی قدرہ اذ لیس فی الکتاب یجوزہ اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اس کے لکھنے پر بقدر اس کی کتابت کے اس واسطے کہ مفتی کتابت میں منہر نہیں یعنی اس پر کتابت واجب  
اور لازم نہیں م شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابو الحامد سے منقول ہے کہ فقہانے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جو جواب فتویٰ کی کتابت کی اجرت لینے میں اس واسطے  
کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھ دینا اور باوجود اس کے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے بچے اور برابر وابتدال سے محفوظ رہے  
کذا فی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم





# کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں م شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن معنی اس کو بعینہ جمع لایا باعتبار اس کے انواع کے آخری من القضاء لانہا کالوسیلة وهو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اس واسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لفظ خبر قاطع شہادت لغت میں جہات ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جس میں محکم اور تردد نہیں و شرعاً اخبار صدق لا یثبت حق فتح قلت فاطلاً قبالاً الزور مہاز کا طلاق ایمن علی النفوس اور شرعاً میں شہادت جہاز ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو بھوئی گواہی کو شہادت ہونا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم ہونا بھوئی قسم پر مجاز ہے م اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کا ذہبہ مد شہادت سے نکل گئی اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بہ لفظ اشہد تکلم کرے۔ بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہاد ہوم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت مستعمل ہے تو تعبیر بہ لفظ علم یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کافی حق الامت اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو جیسے لوٹہ کی آزادی میں م مجلس قضا کی قید سے شاید کی وہ خبر خارج ہو گئی ہو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں حق جاریہ و طلاق زوجہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادت حسیکا یہی حکم ہے کذا فی العلامی و سبب وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حق بان لم یعلم بما ذوا الحق و ذوات فوتہ لزم ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست کو سے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اس طرح پر کہ صاحب حق نہ ماننا ہو شاید کی شہادت کو اور شاید قدرے فوت ہو جائے حق سے تو اس کو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدلل کے کذا فی الفتح یعنی آدمی کے حق میں شہادت شاید پر واجب نہیں بلا طلب آدمی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی اولیٰ شہادت میں تو شاید شرط طالب ہے شرطہا احمد و مشرور شہادت کی شرطیں ایس میں شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طی طائی لے کہا بہتر یہ تھا کہ شارع یوں کہتا کہ شرط مکانہا واحد و شرائط المتعل ثلاثۃ العقل الکامل وقت المتعل والبصر ومعاینۃ الشہود بالایمان ثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاید ہونے کی شرطیں تین میں عقل کامل ہونا شاید ہونے کے وقت اور بصارت اور معانہ کرنا اس چیز کا جس کی گواہی دی جائے مگر اس کا معانہ شرط نہیں جس میں تسامع سے گواہی ثابت ہے م جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ بھی نہیں اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر مائل ہو یا کافر یا فاسق یا مجنون یا عیونہ کی اولیٰ صرف تو ب مقصور ہے دیکھا کہ حق کا اثبات بہ حق نہ ثابت کرنا منظور ہے ۱۱ یعنی ایک دوسرے کے متضاد سے متحقق ہو ۱۲



بالغ ہو جائے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کسے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی۔ کذا فی البحر  
وشرائط الاداء سبعة عشر عشرة عامہ و سبعة خاصة اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات  
شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منها الضبط ازاں جملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاید کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک و تردید تو امام کے  
نزدیک شاید کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافاً للصالحین والولایۃ فی شرط الاسلام والمدعی علیہ مسلما اور  
من جملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاید کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اس طرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاید کا دین حق ہو اور شاید صریح ہو کذا  
فی الطحاوی تو اسلام شاید کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو م اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی  
التیمیز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور ازاں جملہ یہ شرط ہے کہ شاید کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے  
کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سن کر اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابة ولادة وزوجية اور  
من جملہ شرائط عدم قرابت ہے باعتبار ولادت اور زوجیت کے م تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اس کے بالعکس جائز نہیں اور اسی  
طرح زوجین کی گواہی اوعداوة و تیوۃ اور من جملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اور دفع مغرم او بر منعم کا بھی  
یا من جملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہ ہونا ہے چنانچہ عن قریب اس کا ذکر آئے گا یعنی یہ شرط ہے کہ شاید کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل  
ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے م ماقن اور شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اس طرح ہے کہ  
بعض شرائط شاید کی طرف راجع ہیں ان میں سے یا نفع و جوب و قبول کی شرطیں ہیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاید  
محدودی القذف نہ ہو اپنی ذات کے واسطے جو منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹا دے اور یہ کہ شاید خصم نہ ہو تو شہادت دہی  
کی تیم کے واسطے اور کیل کی موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعض شرائط شہادت کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں  
شہادوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شرط عام ہے جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں ان میں سے اسلام ہے اگر مشہود علیہ  
مسلم ہو اور ذکوریت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جس میں توافق شرط  
ہے اور قیام رائج شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہاد  
علی الشہادت میں توبہ ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تو محل اور ادا دونوں میں  
شرط ہیں اور معائنہ مشہود بہ فقط محل کی شرط ہے نہ ادا کا توبہ سبب میں شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا سماعت سے یہ شرط سے زائد ہے  
جس کو شارح نے اعتبار کیا ہے تو باعتبار سمع اکیس شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الطحاوی و کہتا لفظ شہد لا یندر لغتہا معنی مشاہدہ و قسم و  
اخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد طلعت علی ذلک وانا خبر بہ و ہذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما علم البطل للثبوت اور شہادت  
کا رکن لفظ شہد ہے بصیغہ مضارع متکلم نہ کوئی اور لفظ سوائے اس کے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی  
کو تو شاید نے لفظ شہد بول کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مقبر میں مطلع ہوں اس پر اور میں اس کی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ  
حاصل نہیں لفظ شہد کے غیر میں تو اسی واسطے لفظ شہد کا متعین ہو گیا یہاں تک کہ اگر شاید فیما علم زیادہ کرے گا یعنی یوں کہے گا شہد  
فیما علم یعنی میں گواہی ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت یا محل ہوگی بسبب شک کے م لفظ شہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہے تو شہد  
کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اس واسطے کہ میثاق نامی زمان گزشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اس



میں قتل ہوگی تو شہادت احوال کا خبر ہوگا پھر جب کہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہ ہوگا یعنی اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلاں چیز میرے نزدیک متیقن ہے تو شہادت مقبول نہیں اور اسی طرح یہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی العلمی و حکمہا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ بمعنی افتراضہ فوراً الا فی ثلث قدر متناہا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمعنی افتراض حکم ہے فوراً اگر تین صورتوں میں جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جب کہ صلہ اقرار کی توقع ہو یا مدعی ہجرت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں بشرط تزکیہ صاحبین کا قول منقہ ہے کذا فی الشرع بالایۃ قلو اتمنع بعد وجوب شرط العلم ثم ترک الفرض واستحق العزل لفسقہ وعجزہ لا یرکبہ الا بوجہ شرعی سوا اگر قاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اس کے قاضی ہو جانے کے اور اس کو تعزیر دی جانے کی بسبب اس کے ترک ہونے اس چیز کے جو شرطاً جائز نہیں کذا فی التزیلی و کفرانی لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ علیہ ابن ملک و اطلق الکافی کفرہ واستظهر المصنف الاول اور قاضی کا کفر ہو جائے گا اگر اس کا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہ ہو تب کافر ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح الجمع اور کافعی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول یعنی در صورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہے م کافعی ایک عالم ہے جس کا سامنے مسی بسیف القضا علی ابغاة کذا فی المنع و یجب اداؤہ بالطلب ولو حکم کا مراد واجب ہے اور اگر ناگواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ قاضی حق شاہد کا شہادت کو جائز نہ ہو اور دعویٰ ہو تو حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادا کرنا شہادت واجب ہے م افتراض اولیٰ شہادت مجمع علیہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا (لا تکتموا الشہادۃ من یکتہا فانہ آثم قلبہ) یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اس کو چھپا دے تو اس کا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہد دل پر پھر کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپا دے اس کا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید پر تاکید ہے اس واسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کی طاعت جو اثرات الاغضاء ہے اور بدن کا نہیں ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل مگر اختلاف باقی معامی کے جن کا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالیٰ کے اس قول میں کہا اولاً باب الشہادۃ اذ ادا دعویٰ یعنی انکار نہ کریں شاہد حیث کہ وہ بلائے جائیں کہ یہ بھی عالم ہے محل اور اولیٰ شہادت میں لیکن قتل میں متعاف ہیں کو شاہد کرنے کے واسطے شاہدوں کے پاس جانا چاہیے شاہدوں کو ان کے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور اولیٰ شہادت میں شاہدوں کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی ان کے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے سوا قتل اور اولیٰ کے واسطے کوئی نہ ہوے تو شہادت فرض میں اور گواہ کرنا مباحیات اور مایات پر مستحب ہے مگر تقدیر میں چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ اتنی اور کاکی میں ہے کہ شہاد مقوی مستحب ہے مگر حکم میں ہمارے نزدیک واجب ہے اسی طرح رجعت میں شافعی اور احمد کے نزدیک اتنی اور بزازہ میں ہے کہ کفر مضائقہ نہیں احتراز کرے آدمی قتل اور اولیٰ کے شہاد سے باوجود طلب کے جب کہ اور شخص موجود ہو قتل اور اولیٰ کے واسطے اور اگر اور ہو کہ نہ ہوں تو امتناع جائز نہیں کذا فی العلمی و کفی وجوبہ بشرط سببہ مسموۃ فی البیرونیہ منہا عدلۃ قاضی و قرب کما ذکرہ علی قبولہ علیہ یعنی جو کہیں ہائے اولیٰ میرے گمان میں ہے علیہ یقین کر کے دریافت کرنا کہ گواہ عادل اور قابل قبول شہادت ہیں ۔



او کیونکہ اسے قبول و طلب المدعی لونی حق العبدان لم یوجد بلہ ای بدل الشاہد لا ینافض کفایۃ متعین لولم یکن الشاہدان لتحل اوداؤہ ولیکن اداۃ شہادت کا وجوب سات شرطوں سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ میں شرح ہیں ازاں جملہ عدالت قاضی اور اس کا مکان قریب ہونا تو شاید کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہوتا یا اس کے کتابت قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد میں بشرطیکہ اس کا بدل یعنی شاید کا عوض کوئی موجود نہ ہو اس کا کہ شہادت فرض کفایہ ہے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور اداء کے واسطے سوائے دو شاہدوں کے اور کوئی نہ ہو م شارج نے شروط سبعہ سے پانچ شرطیں ذکر کیں ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہے قبول نہیں کرتا۔ اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا منراواریہ ہے کہ اداء اور شہادت اس پر متعین ہو ۲ اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن آنے گھر بیٹھ آنا ممکن نہ ہو تو فقہانے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا کیونکہ اس کو اس میں ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نہ کرے گا تو اس پر گواہی دینا لازم نہیں یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدوں کے تو اس پر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہوں چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اس میں نال ہے وجہ نال شاید یہ ہے کہ جب وہاں وہ شخص موجود ہے جس سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں ۴ طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہیں مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت شاید ۵ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہ ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہوں اور مقبول نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اور اگر مقبول نہ ہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہوگا بشرط سادہ یہ ہے کہ شاہد کو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہودہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اس کو عادلین نے اس طرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اس کو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر مجر عدول نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مجرمین کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مجر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں بشرط سابق یہ ہے کہ شاید کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقرر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اس نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اس کے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحاوی لمخصراً بتصرف و کذا الکاتب اذا تعین لکن لا اخذ الابرة لا للشاہد حتی لو ارکبہ بلا عذر لم یقبل و بہ تقبل لحديث اگر موال الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو جائے یعنی جب اس کا کوئی بدل نہ ہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاید کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر لے گا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدیل اس حدیث کے کہ اگر موال الشہود عذر یہ ہے کہ شاید ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہ ہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہ ہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے یوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ اگر موال الشہود قال اللہ تعالیٰ یستخرج ہم الحقوق ویدفع ہم الظلم یعنی تکریم او تفر کر و شاہدوں کی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور ان کی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الطحاوی تو یہ مرد عاجز کو سواری دینا من جملہ توقیر و تکریم کے ہے و جود الثانی الا کل مطلقاً و بلفظی بحر و اقراء المصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا دینا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م تجوز اکل مطلقاً سے خواہ طعام میسا ہو چکا ہو شاہدوں کے آنے سے پہلے یا انھیں کے واسطے تیار کیا ہو اور محمد نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے و یجب الاداء بلا طلب لو الشہاد



فی حقوق اللہ تعالیٰ اور اولیٰ شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہجوم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاید بھی جہان کے لیے یہ واجب ہے تو شاید ہی ظہر من جہۃ الموجب اور شاید ظہر من جہۃ تحمل الشہادت تو اور مدنی کی کچھ حاجت نہ ہوئی اور بعضوں نے حق اللہ میں قاضی کو مدنی کہلے وہی کثیرۃ مدنیہا فی الاشباہ اربعۃ عشرۃ اور حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت میں ان میں سے اشباہ میں جو وہ شمار کیے ہیں م حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عودت عتیق جاریہ تدبیر جاریہ وقف بلال رمضان حدود رسولی حد قنف و مرقنہ شغل ایلا تبار معاشرت کثرت اصلیا حاجین کے نزدیک نکاح عتیق جہا حاجین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے کہ وقف میں جو علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر یا یوانیم تو گواہی بدون دعویٰ عند اہل مقبول نہیں اور اگر فقیروں اور مسجدوں پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعویٰ مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعویٰ مقبول ہے اسی کا قویٰ دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عبادہ سے اور بلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول ہے اور عبادہ میں قتادی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہے اور انہی میں اختلاف ہے بعضوں نے اس کو بلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے بلال ظہر ارادہ نسب میں خلاف سے صاحب محیط نے قبول بلا دعویٰ نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول نہیں اور ایلا اور تبار اور معاشرت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر و اور نکاح بلا دعویٰ ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ حلت اور حرمت شرم گاہ حق اللہ ہے اور عتیق جہا حاجین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اس واسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوٰۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اس واسطے کہ حریت کا نفع جہا کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی قال دمی اخر شاید المحبۃ شہادۃ بلا عذر فسق فتر و صاحب بکر نے کہا کہ جب شاید محبہ اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون مذکر کے تو قاضی ہو جائے گا پس گواہی اس کی مردود ہوگی م بکر الرائق میں قینہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ نے ان گواہوں میں جواب دیا بعضوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی یا فسخ من کی تاخیر کے بعد بلا مذکر ان کی گواہی مقبول نہیں گا کی نے کہا ہے وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحاوی کطلاق امرأۃ ای باننا و عتیق امتہ و تدبیر با حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق ہائے اور لونڈی کی آزادی اور اس کا مدبر ہونا م عودت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی ہائے کی قید اس واسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں زوجین کا پاس رہنا بطور ازدواج مخالف بشرع نہیں اس واسطے کہ اس طرح کا رہنا رجعت میں شمار نہ ہوگا لونڈی کی آزادی اس واسطے حق اللہ ہوتی کہ مولیٰ پر اس کی شرم گاہ اب حرام ہو گئی اور اسی طرح تدبیر سے اس کی شرم گاہ وارثوں پر حرام ہے مولیٰ کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے و کذا عتیق جہا عیرہ شرح وہبانیۃ اور اسی طرح ہے غلام کی آزادی اور اس کا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیۃ م ای وہبانی نے کہا کہ غلام کے عتیق اور تدبیر میں خلافت ہے اور لونڈی کا عتیق اور تدبیر بلا اتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحاوی و کذا الرضا کا مرقی بابہ اور اسی طرح ضلع حق اللہ ہے چنانچہ باب المرضاع میں مذکور ہو چکا و اہل قبل جرح المشاہدۃ للظاہر نعم لکونہ حقا لہ تعالیٰ اشباہ اور کا طعن کرنا شاید میں بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہیں جو ظاہر یہ ہے کہ ان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے کذا فی الاشباہ م حسب حال ہے جہا سے یعنی اگر طامن شاید ہی بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسب شہادہ سے حال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے فکر کیا ہے کذا فی الطحاوی فہلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہنچ گئے یعنی جو وہ حقوق وہ جو بکر الرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتیق جہا اور اس کی تدبیر اور رضاع اور طعن شاید اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتیق امتہ اور اس کی تدبیر کو ذکر کیا سو تو جو وہیں داخل ہیں بالجلہ حقوق اللہ



حقوق مذکور میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے پہلے بہ لفظ کثرت اس کی طرف اشارہ کر دیا و لیس لنا مدعی حسبہ الا فی الوقف علی المرجوح  
 فلیقظ او نہیں ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقت میں برابر قول ضعیف کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت میں  
 دعویٰ کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ دعویٰ مسموع نہیں مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعویٰ مسموع نہ  
 ہوا تو اجنبی کا بطریق اولیٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وسترہ فی الحدود ابرار حدیث من ستر سترہ فالاولیٰ الکتمان الامتتک بحر او شہادت  
 کا چھپا رکھنا حدود میں نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائے گا وہ چھپایا جاوے گا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہے مگر بے حیا پر وہ  
 دُر کے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر حم ہر چند قرآن مجید میں نہیں من الکتمان عام ہے لیکن اس کی تخصیص حدود کی شہادت  
 میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس واسطے کہ اس میں پردہ پوشی ہے ازال جملہ حدیث سے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی  
 ہے (من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے  
 و تمامہ فی فتح القدیر والاولیٰ ان ليقول الشاہد فی السرقة اخذ ایاہ للحق لا سرق رعاية الستر او بہتر یہ ہے کہ شاید چوری میں پول لکے کہ اس  
 نے لیا تاکہ صاحب مال کا حق تلف نہ ہو اور یوں نہ کہے کہ اس نے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب  
 حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہ دے کہ وہ مستند حد ہے اس کا جواب دیا کہ اس طرح کی گواہی  
 دے کہ موجب قطع ید نہ ہو اور مالک کی حق تلفی نہ ہو اس واسطے کہ لفظ اخذ عام سے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعائے ملک وغیر ذلک  
 تو شہادت اخذ مطلق کی مستند حد نہیں اور باوجود اسکے کہ اس میں مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اس واسطے کہ اگر چوری کی گواہی دے گا  
 تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت انکاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا  
 جمع تھے ان میں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس کا مال اس کے گھر سے لے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال  
 کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہاء سے سوال کیا انھوں نے قطع ید کا فتویٰ دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اس واسطے کہ اس نے چوری کا اقرار نہیں کیا  
 بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہاء نے قطع کا فتویٰ دیا اور ابو یوسف نے ان  
 کے خلاف کہا فقہاء نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اس نے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان  
 اس پر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اس کے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہ ہوگا جو مستقط ضمان سے تو فقہاء اس جواب سے متعجب  
 ہو گئے و لصابہا للزنا اربعة رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کا نصاب وہ چار مرد ہیں جن میں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہ ہو  
 ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں مفسر ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف متشیر ہے اس واسطے کہ چار مردوں کا یہ صفت  
 خاص گواہی دینا کم تر واقع ہوتا ہے اور ابن زوجہ کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوجہ کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہ  
 ہو تو ابن زوجہ کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برائی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہو اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں ان میں سے  
 چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ان کی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب کہ باپ مدعی زنا ہو یا ان کی ماں زندہ ہو  
 تو گواہی ان کی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی ولو علق عتق بالزنا وقع برجلین ولا حداد اگر مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی  
 یوں بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور وحدہ ہوگی مولیٰ پر یعنی اگر وہ شاید مولیٰ کے زنا کی گواہی  
 دیں تو ہر چند مولیٰ پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن غلام ثابت ہوگا ولو شہد العتق ثم اربعة بزنا محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجہ رجح المل محصن الاولان



قیمت ملو اور ابلا بقیہ دیتے اور اگر وہ شاہدوں نے اتفاق مولیٰ کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا و عیال احصاء کی گئی  
 دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اس کی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب  
 شہادت کے قائل ہوئے تو وہ پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اس کے محل کو اور زن کے چار گواہ مولیٰ کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں اگر  
 مولیٰ غلام کا وارث ہو و بقیۃ الحدود والقود و منہ اسلام کا فرد کر لیا لہذا لفظ اختلاف الاثنی عشر و منہ ردة مسلم و جلالان اور باقی حدود  
 اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور من قبیل قصاص کا فرمودہ کے اسلام کی گواہی سے کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کا فر کا قتل سے مختلف  
 اسلام عورت کذا فی البہر اور اسلام کا فر کے مانند ارتداد مسلم ہے ہم مرد کا فر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد اس واسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر  
 اصرار کرے گا تو قتل کیا جائے گا بخلاف اسلام عورت کا فر کے کہ اس کے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اس کا مال کا قتل نہیں  
 اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اس واسطے کہ دو صورت اصرار اس کا بھی مال کا قتل ہے بخلاف ارتداد  
 عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی اس واسطے کہ ابن ابی شیبہ  
 نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفین بعده ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدرء یعنی  
 زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور درء  
 میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کی اس واسطے کہ جو عظیم تبغیر پر شرع اور طریق احکام انھیں دونوں کے زنا  
 میں ہوا او ان کے بعد اور خلفاء میں نہ تھا مگر ان کا اتباع انتہی الاطلاق فیقع ولا یجوز کلمہ کر مشافقت معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائے  
 گی چنانچہ فقیر نے مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر بعض شہود عورت ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر  
 میں شراب پیوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولیٰ پر حد قائم  
 نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورت کی مجال نہیں کذا فی الطحاوی والولادة واستعمال البصری للصلوة علیہ وللاثر عندہا ان  
 واحد ہوا راجع فی البکارۃ وحبوب النساء فیما لا یطلع علیہ الرجال امرأۃ حرة مسلمۃ واثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اس پر نماز  
 پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور حبوب نساء کے واسطے جس معنوی مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد سے اور دو عورتوں میں  
 زیادہ قراحتیاط ہے اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اودا حد کے نزدیک ہے اور یہی قول  
 راجح تر ہے کذا فی الفتح م یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت  
 ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسبت بحق میراث اتھی اگر دانی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے  
 نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اس کی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہے عورت کے حبوب چنانچہ شرم گاہ میں ہٹکا  
 یا گوشت زالم ہونا لوٹدی خرید کرنے میں اس کے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زبانی نے عورت شاہدہ میں بالغ عاقلہ کی قیود زیادہ  
 مذکور کی ہیں کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جس کو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت  
 کیا ہے (عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن محمد بن سعید عن السیب و عطاء بن رباح و طاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 شہادۃ النساء لا یستعمل الرجال النظر الیہا یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اس میں جس کی طرف متوجہ نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء



جمع محل بالف ولام ہے اور مراد اس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اس پر کہ عورتوں کی گواہی اس امر میں جائز ہے جس پر ان کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اس قیل سے ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی والا صحیح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی مقبول سے بقول اصح کذا فی الخلاصۃ م بحوالہ ائمتہ میں سے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس ناگہاں جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اس پر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے بالمقصد اس کی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی اس واسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا و فی البرجندی عن الملقطان المعلم اذا شهد منفردا فی حوادث الصبیان نقبل شہادۃ انتہی فلیحفظ اور برجندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اس کی گواہی مقبول ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم دیت مقبول ہے تاکہ خون مفت ضائع نہ ہو و نصابہا لغير ما من الحقوق سواء كان الحق مالا او غیر نکاح و طلاق و وکالت و وصیۃ و استہلال صبی و لولارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دومرد ہیں خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فاند یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب میں اس واسطے کہ ان میں تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی میں ہے تجنیس سے م ابو سعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر ایہاں صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے اور رجل و امرأتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں نصاب شہادت دومرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالیٰ (فان لم یكونا رجلین ف رجل و امرأتان) یعنی اگر دومرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا میں چار مرد اور باقی حدود اور قصاص میں دو مرد اور ان کے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور ان امور میں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت و عیوب نساء کے ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولایفرق بینہما لقولہ تعالیٰ فتذکر احدہما الا تخری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول تعالیٰ تو یاد دلادے ایک عورت دوسری کو م جب تذکر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا و لم تقبل شہادۃ اربع بل رجل لئلا یکثر خروجهن اور مقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تاکہ عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہ ہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے ان کو دوا میں آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع میں ثابت نہیں و خصہن الائمة الثلثۃ بالاموال و توابعہا و ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور ان کے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں ان کی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں توابع اموال جیسے شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا و زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح و لزم فی الكل من المراتب الاربع لفظا شہد بلفظ المضارع بالاجماع یقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ شہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق م یعنی شہادت میں یہ ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ مدعی کے دس درم مثلا مدعا علیہ پر ہیں تو اگر یوں کہے کہ



میں جانتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں اس کا تو مقبول نہیں کیونکہ یہ اخبار سے شہادت نہیں فتح القدر میں ہے کہ لفظ شہادت اس واسطے شرط ہوا کہ  
 نصوص اشتراطیہ پر مطلق ہیں قال تعالیٰ (واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا ابتایتم فاشہدوا واشہدوا انہم یحکم فاشہدوا) ۱  
 اربعہ منکم واشہدوا الشہادۃ وقال جلیل العلویہ والسلام اذ اذایت مثل الشمس فاشہدوا الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے  
 اس واسطے کہ لفظ شہادت اقویٰ ہے اخبار اور یقین سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور انجام کے ہے بخلاف تکبیر افتخار کے واسطے کہ التذلل اور  
 اعظم تعظیم میں برابر ہے التذکر کے لہذا تعظیم فقط التذکر کے لفظ میں منحصر نہیں اتنی ملحقاً بمعرفت وکل بالایستراط فیہ بذاللفظ کعبارة ما ودرود  
 بلال ہوا اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا روضت بلال رمضان کی تو وہ اخبار سے شہادت نہیں  
 والعدالۃ لوجوبہ اور مراتب اربع میں عدالت شاید کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت  
 شاید عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور  
 اس واسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اس واسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے  
 بنظر نفس مفہوم تو اس سے اس کا راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اس پر عمل کیا جائے کذا فی الفتح فی الینایع العدل من لم یطمئن علیہ فی بطن ولا فرج  
 ومنہ الکذب مخروج من البطن ینایع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعن نہ ہو پیٹ اور شرم گاہ میں اور ازاں جملہ کذب سے بسبب نکلنے  
 کذب کے پیٹ سے م علامہ عبد البر نے کہا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبار سے معرہ ہو مناثر پر صلاح لو  
 صواب اس کا اکثر بواسطہ کے فساد اور خطا سے صدق اس کے استعمال میں ہوا اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیات اور مردت کی راہ سے اور یہی بیان  
 مردی سے ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاید  
 یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اس کی شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو مجبور کے  
 نزدیک مقبول ہے اور اگر جندی نے اس میں یہ قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اس نے مدعی  
 کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی لا لصلوۃ خلافاً لثانی فلو فی بشتادۃ فاسق نفذ  
 واثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط سے نہ صحت قبول کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت کے تو حکم نافذ  
 ہوگا اور قاضی گناہ گار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من القضاء بشہادۃ الفاسق الامام غلامیغذ لامر ان یتاقت ویتقید بزبان و مکان  
 و حادثہ و قول معتد محلی لا ینفذ قضاءہ باقوال ضعیفہ مگر یہ کہ امام منع کرے اس سے یعنی قضاء بشہادت فاسق سے تو اب قضاء نافذ نہ  
 ہوگی اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضاء موقت اور مقید ہو سکتی ہے زبان اور مکان اور حادثہ اور قول معتد سے تو قاضی کی قضاء نافذ  
 نہ ہوگی اقوال ضعیفہ میں و ما فی القینۃ والجبوت من قبول ذی المروۃ العادۃ فقول الثانی بحر و ضعیفہ اکمال باذ تعلیل فی مقابله النص غلابیل  
 واقرہ المصنف اور جو قینہ اور جبوتی میں ہے صاحب مردت صادق کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور  
 اس کوئی کو ضعیف کہہ سے کمال الدین نے فتح القدر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے نفس کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اس کو مصنف نے ای  
 شرح میں مسلم رکھا ہے فتح القدر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں صاحب و جاہلست ہو جیسے سلاطین کے  
 ۱ اور شاید کہ وہ عادل کو اپنے آپ میں سے ۲ اور شاید کہ وہ جب تم باہم سو اکر ۳ اور شاید کہ وہ گواہ اپنے مردوں سے ۴ پس شاید کہ وہ لوگوں  
 پر جاہلست ہو ۵ اور قائم کرو شہادت کو ۶ جب تو دیکھے مثل کتاب کے تو گواہی دے ۷۔



مصاحب تو اس کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ سبب اس کی رواداری اور وجاہت کے تھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اس کے واسطے اجورہ مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے سبب اپنی مردت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہی نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی (واشهدوا ذوی عدل منکم) طحاوی نے کہا مردت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہے وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارة ای ثلثه مواضع اعنی التخصیص والمشہود بہ لوعینا لادینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہے تو شاید کو تین موضع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دینا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہونہ وین م مثلاً یوں کہے شاید کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کا ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کافی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من لیستہ الی حدہ فلا یکنی ذکر اسمہ واسم امیہ وصناعۃ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالہ بان لا یشارکہ فی المصر غرہ اور اگر گواہی غائب ہو چنانچہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اس کے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہے نسبت مشہود علیہ کی اس کے دادا تک تو ذکر کرنا اس کے نام اور اس کے باپ کے نام اور اس کے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں مگر جب کہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اس طرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اس حرفے میں اس کا شریک نہ ہو قلوب قضی بلا ذکر الجرح لہذا فاما لمعتبر التعرّف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ و حدہ کفی جامع الفصولین و ملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جرح حکم کرے تو حکم نافذ ہو گا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہاں تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین و الملتقط و لا یسأل عن شہادۃ بلا طعن من الخصم الا فی حدود و قاضی شاید کی عدالت اور فسق لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حدود قصاص میں البتہ سوال کرے و عندہا یسأل فی کل ان جہل بجاہلہم بحر سہر او علناً بلفظی و ہواختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں شاید کا حال دریافت کرے اگر قاضی ان کا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اس واسطے کہ صاحبین جو تھے قرن میں تھے مسمیٰ حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گناہ گار ہو گا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہ ہو گا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک دفعہ جس کو مستورہ بھی کہتے ہیں مزی کے پاس بھیجے اور اس دفعہ میں مشہود کے نام اور نسب اور علیہ او جس مسجد میں وہ نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو سو مزی کی شاہد کی عدالت اس میں لکھے اس طرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جس کی عدالت یا فسق اس کو معلوم نہ ہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہے اور جس کا فسق مزی کو معلوم ہو تو اس کی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تاکہ مسلمان کی پردہ دری نہ ہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اس شاید کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزی ڈرے کہ اگر میں تصریح نہیں کرتا تو اس کی شہادت پر حکم ہو جائے گا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ بنایہ میں ہے اور اختلاف سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزی کی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاید حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تاکہ مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزی کی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزی کی اور شاید کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہیں مگر بعد تزکیہ سرزیلی نے کہا کہ قرن رابع میں لوگوں کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا اصحابین نے تزکیہ مشہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث میں تھے جن کے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوعہ میں موجود ہے فرمایا رسول خدا ﷺ یعنی جس صورت میں کہ گواہ مشہود علیہ کے دادا کا ذکر نہ کرے ۱۲ تزکیہ پکی کرنے کو کہتے ہیں یہاں مراد گواہوں کی راستی کے ثبوت ہے۔ مزی کا وہ شخص جو گواہوں کی راستی بتلاوے



صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جس میں میں ہوں پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل پھر کذب پھیل جائے گا یہاں تک کہ مرد قسم کھائے گا در خواست قسم سے پہلے اور گواہی دے گا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہی ہے اس پر کہ قرن بی بی برس کا ہو چنانچہ اخضر نے شرع مسلم میں مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ قرن عبارت سے مدت زمانے سے اور اس کی تحدید میں اختلاف ہے دس برس سے ایک سو برس تک لیکن ستراد سو برس کا قول میں نے نہیں دیکھا انتہی طبقات عبد القادر میں مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس میں ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی میں ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی میں ہوا کذا فی الطحاوی ولواکتفی بالسراجاز مجمع وبعثی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو بالزے کذا فی الجمع اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی التقریر م فقط تزکیہ علانیہ صدی اول میں تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بعد اور فقہ سے وکفی فی التزکیہ قول المزکی ہو عدلی فی الاصح لنبوٹ الحرۃ بالدار وریقی الاصل قین کان فی دار الاسلام الحرۃ فہو بعبارة جواب عن المنقص بالبعد و بدلالة عن النقص بالمجد و دابن کمال اور تزکیہ میں مزکی کا یوں کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول ارحم میں بسبب ثابت ہونے حریت کے بھرت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدینی جو شخص کہ دار الاسلام میں رہتا ہے اس میں اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی جہارت اور منطوقی سے جواب ہے نقص عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقص سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ میں اس واسطے کہ اس کا غلام نہ ہونا اور محدود فی القذف نہ ہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتفاق ہے کہ نفی عبدیت بعبارة النقص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالة المنص ہے طحاوی نے کہا یہ اس وقت مسلم موجب کہ حریت لفظ عادل سے بطریق منطوق مفہوم ہوا اور غلام پر عدل نہ بولاجا ہوا اور محدود فی القذف عدل نہ ہوتا ہوا لاکہ ایسا نہیں و لہذا شرعی کا مختار یہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اس واسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ سے اور اسی طرح باپ جب کہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیر میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول تزجج کے لائق سے انتہی خصات کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کہہ پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاید کو از یکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے شوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاید نماز جماعت کا لازم ہے چہاں یہ کہ شاید دینار اور درم کی خوش معاملگی میں معروف ہو سچ یہ کہ اولے امانت میں قاصر نہ ہو ششم یہ کہ راست گو ہو ہفتم یہ کہ گمان سے مجتنب ہو مٹم یہ کہ صفا اثر پر مصر نہ ہوا انتہی مافی الطحاوی والتعذیل من الخصم الذی لم یرجع الیہ فی التعذیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جس کی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں م جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہ ہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں محوی نے کہا تعدیل خصم اس واسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اس کے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کا ذب سے انکار و دعویٰ میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلوکاں ممن یرجع الیہ فی التعذیل صحیح بزازہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں ہو جن کی طرف تعدیل میں رجوع ہوئی ہو تو اب تعدیل اس کی صحیح ہے کذا فی البرزازیہ والمراد بتعدیل تزکیہ بقول ہم عدول زاد لکنہم اخطا والوں سو ادلم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اس کا تزکیہ ہے یوں کہنے سے کہ شاید عادل ہیں خواہ اس نے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاید وہ نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو م جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعذیل ہو تو اس کی تعدیل صحیح ہوگی اور نہ لایا نسیان کا قول باطل ہوگا و اما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ قائمہ اعتراف بالحق فیقضي باقرارہ لا بالینۃ عند المدعی اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاید سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اس کے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار م یعنی اگر مدعا علیہ دعویٰ مدعی کا انکار کرے



اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعویٰ ہے تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اس کا انکار بسبب  
 تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب بحلفت الشہود فی زماننا المتعذر التزکیۃ اذا مجهول لا یعرف المجهول واقره  
المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحر الرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر  
 ہونے تزکیہ کے اس واسطے کہ مجهول نہیں بتا سکتا مجهول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اس نے صیرفیہ سے نقل  
 کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے م تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجهول  
 ادل سے مز کی مراد ہے اور مجهول ثانی سے شاید یعنی مز کی عدالت اس زمانے میں خود مجهول ہے تو وہ شاید مجهول کو کیا بتا دے گا قلت ولا  
 تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا م کتاب القضاء میں قبل حکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان  
 اپنے قاضیوں سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اس کا نصیحت کرنا واجب ہے اس طرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیوں کو اس  
 امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا مخالف کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد  
 کہنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتدہ مانند خلاصہ اور بنیازیہ کے مخالفت ہے کہ شاید پر قسم نہیں اور  
 یوں نہیں کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اس واسطے کہ شاید مجهول ہے مز کی کے مانند غالباً اور مجهول بتایا نہیں کرتا مجهول کو کیونکہ  
 ہم یوں کہتے ہیں کہ فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جائے یعنی تفتیش عدالت اور تقویٰ میں نہایت کد و کاوش  
 کیا جاوے تو دائرہ تنگ ہو جائے اور کوئی مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہے ومن ذالذی ترمی سبایاہ کلہا + کفی المرئی ان تعد  
معابہ کذا فی السطحاوی یعنی ایسا کون ہے جس کے سبب سے عصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اس کی برائیاں گئی چلاو  
 ولہ ان لیشہد بما سمع اور اسی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیاً اور شاید کو جائز ہے کہ گواہی دے  
 اس کی جس کی سنے یا دیکھے بیع کے مانند میں اگر بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی من جملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے  
 اگر بیع اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار من جملہ مبصرات ہوگا م یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اس کو سن کر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھ  
 کر گواہی بخائز ہے اور گاہے شئ مسمومہ اور مرئی دونوں ہوتی ہیں دو اعتبار سے بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور  
 اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے چینے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی دیں گے تو بھی جائز ہے چنانچہ بنیازیہ میں ہے اور  
 خریداری کی شہادت میں بیان ثمن ضرور ہے اس واسطے کہ من مجهول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار البانی مسموعات سے ہے اور اقرار  
 بالکنا یہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدین کی روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار انہیں اور گواہی دینا اس  
 طرح کہ اس نے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مسموم ہو اس طرح کہ شخص قلم  
 کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ (اما بعد فلک علی کذا) یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کر لے مخاطب کہ تیرے مجھ پہلے تھے ورم ہیں اور اگر لکھے  
 اور شہود کے روبرو پڑھے تو ان کو اس کے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کتابت نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار پر اور اگر شاہد  
 کے روبرو لکھا اور کہا اس کے گواہ رہنا تو اگر ان کو اس کا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گوئی کی کتابت تو بالضرور مصدر  
 اور معنوں چاہیے اگرچہ فائب کے واسطے اقرار نہ ہو کذا فی السطحاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو بمنقیا یرى  
 المقر ویعہد اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاید کو اس پر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاید اس وقت چھپا لکھا ہو اس طرح



ہر کہ مقرر کا منہ دیکھتا ہو اور اس کا اقرار بکھتا ہو علم میں ہے کہ اگر مقرر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو قسم نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی در  
مورد سکوت مقرر بطریق اولیٰ گواہی جانتا ہے اور اگر شاید مقرر کو دیکھتے نہ ہوں اور اس کا کلام سنتے ہوں تو ان کو گواہی اس کے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در  
مورد آئینہ حق کذافی الطحاوی ولای شہد علی مجنب بسماہ مثلاً اذا تبین القاتل بان لم یکن فی البیت فیرہ مکی لو فسر لا یقبل و در اور جو شخص دیوار وغیرہ کی  
آڑ میں ہے اس پر گواہی دے اس سے بات سن کر مگر جب کہ ظاہر ہو جائے قاتل اس طرح کہ نہ ہو کوئی کوٹھری میں سوئے اس کے لیکن اگر شاید آڑ کی عمت  
کو بیان کرے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی کذافی الدم یعنی جب کہ شاید کوٹھری میں داخل ہوا اور وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاید نکل کر اس کے دروازے پر  
بیٹھا اور اس کوٹھری میں کوئی ماہ نہیں سوانے دروازے کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی جانتا ہے کذافی الطحاوی من الخصاص اور بری شخصہا ای  
القائد مع شہادۃ الشیخین بانہما خلاۃ بنت فلان بن فلان دیکھنی بلا شہادۃ علی الاسم والنسب و علیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاید عورت کلام  
کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی نہر عورت کے اسم اور نسب  
پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذافی جامع الفصولین م رویت شخص کی قید اس واسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اس کا  
چہرہ دیکھنا شرط نہیں لیکن مشرخی کے نزدیک چنانچہ شرط یہ ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دومر شاید سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اس کو گواہی  
دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقفل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو مملول نام اور نسب عورت مذکورہ کا بتاویں تو مالمین کو لا ثقی ہے کہ فرع  
کو اپنی شہادت پر شاید کریں تاکہ شاید عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالامال دے کذافی الطحاوی فرع مسئلہ طمخہ شارع کافی الجواب عن محمد بن یحییٰ  
للحقاب و کتب الشہادۃ لان عندنا لا وادہ فیمنہ الملی علیہ فیضہ جواب میں ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لا ثقی نہیں گواہی لکھنا یعنی ذائق پر اس  
واسطے کہ اولے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کرے گا ان سے تو بغض اس کو ضرر کرے گا مگر ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے  
جو شرعاً محبوب میں یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یا اس صورت میں ہے جب کہ  
اہل علم میں تحمل یا اولے شہادت متعین نہ ہو۔ والی کان بین الخلیل بن اخرج الملی خطا اقرار الملی علیہ فاکثر کو خطا فاکتب کتب و بین الخلیل مشاہیرہ  
ظاہرہ علی انہما خطا کاتب واحد لای حکم علیہ بالمال ہوا یصح خانیۃ والی القاری الہدایۃ بخلاف فلا یقول علیہ والی یقول علی ہذا تصحح لان قاضی خان کی اصل  
من یعمدہ علی تعینہ کذا ذکرہ المصنف ہذا فی کتاب الاقرار و اعتمدہ فی الاشباہ اور اگر وہ خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرار نامہ نکلے مدعی  
علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اس نے لکھا اور صلا کہ دونوں خطوں  
میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہ ہوگا۔ یہی قول صحیح ہے کذافی الخانیۃ اگرچہ عمار  
ہدایۃ اس کے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اس پر اعتماد دیکھا جائے گا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اس واسطے کہ جن لوگوں  
کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے ان میں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور کتاب الاقرار میں ذکر  
کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے م مشابہت خطوں سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ  
اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اس کو لکھا ہے لیکن ہم پر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطوں سے بھی  
واجب نہ ہوگا کذافی الخ مکن کی شرح الوہبانیۃ لو قال ہذا علی مکی لیس علی ہذا لال ان کان الخط علی وجہ الرسالة مصدر معنونا لایصدق و لیزم بالمال  
و کونہی المکتطہ و قادی قاری الہدایۃ لمرابع ذکر لیکن شرح وہبانیۃ میں ہے اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق  
پیکم مصدر اور معنوی ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اس پر لازم کیا جائے گا اور مانتہ اس کے مکتطہ اور قادی ہدایۃ کے قادی میں ہے



تو اس کی طرف مراجعت کرم یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اس واسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائے گا انتہی لیکن جمہور علماء اس کے خلاف پر ہیں اس واسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر لمخصا ولا لیشہد علی شہادۃ غیر عالم لیشہد علیہ و قیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ بشر بنالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اس کو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہ ہی میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اس کے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضائیں اس کو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اس کو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشریعۃ عن الجوہرۃ م وجہ ہوازیہ ہے کہ شہادت اب ملزم ہے اور تحلیل اس کی مفید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی المحوی اس واسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں و بخلاف تصویر صدر الشریعہ وغیرہ اور نہ ہیہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس دائی شہادت کو سنا تو اس کو اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اس کو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جائے کذا فی الطحاوی وقولہم لا بد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم انتہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہ ہیہ کی قید کے مخالف ہے فقہاء کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم قولہم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اس واسطے کہ شاید عند القاضی نے اس کو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اس کو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے سے کذا فی الطحاوی ولعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحہ وان لم یشہد بما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ مل حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اس پر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا شہاد اس وقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اس میں زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلہ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المجوس بعد المدة کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں سے ازل جملہ قاضی کا خبر دینا ہے مجوس کے افلاس میں بعد مدت جس کے م عادل کی قیاس واسطے لگائی کہ مستور العدالت کی خبر اور اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزوں میں مقبول نہیں خبر قاضی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو مجوس کیا اس مال میں جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعویٰ کیا تو اس کی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک اس کو مقید رکھے پھر جب اس مسئلہ کے بعد شخص عادل اس کے افلاس کی خبر دے تو اس کی خبر کو قبول کرے اور اس کو چھوڑ دے کذا فی الطحاوی وللتزکیۃ ای تزکیۃ السر والانتزکیۃ العلانیۃ فتشادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ میں یعنی تزکیہ مخفی میں اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع م تو تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہے جو شہادت میں شرط ہے سوائے لفظ شہادت کے اور ظاہر تزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل حور ہیں مراد ہیں تنبیہ قاضی کو چاہیئے کہ اس کو عمر کی شہود مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون پیر بزرگ ہے اور کون نہیں لایچی اور مفلس نہ ہو مال پاک و دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی میں یا اہل بازار میں کوئی شخص لائق اعتماد کے نہ ہو تو اب تو اترا اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود میں کذا فی الطحاوی و ترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہے م مصلح میں ہے ترجمہ کلام عرب بولتے ہیں جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجمہ کلام غیرہ بولتے ہیں جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی میں تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تاء و ضم جیم لغت فصیح میں اور ضم تاء بھی جائز ہے اور گاہے جیم اور تاء دونوں کو مفتوح بولتے ہیں انتہی امام اعظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہ ہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا



ہو تو ترجیح کی حاجت نہیں اور ترجیح کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونوں میں واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابتؓ بحکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت بھائی سیکھ کر عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الخطاوی والرسالة من القاضی الی المذکر والاشان اسطو اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی میں قاضی ہے مزی کی طرف اور دو شخصوں کے ہونے میں زیادہ تر احتیاط ہے م اسی طرح مزی کی پیام رسانی میں قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہے و جاز تزکیہ عبید مہی و والد اور جاز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولیٰ کے واسطے اور عبید کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے والد کے واسطے و کذا بالعکس کذا فی الخطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البیہ الی وہبان نے وہبانیہ میں بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسائل نظم میں بیان کیے ہیں سو یوں کہ اسے و یقول عدل واحد فی تقوم، و ترجیح و تعدیل و ارس یقولہ اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں جبر و تعدیل شاید میں اور دیت مقدم کی اپنی میری محرم کی قید ٹھہرانے میں اور تلف کر ڈالنے کی قیمت میں اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مال نے دعویٰ کیا کہ اس کی قیمت تھی اسی اور بدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اس کی نہ تھی تو اس کے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب صرفہ اس کلام سے مستثنیٰ ہے کہ اس میں دو شخصوں کی تقویم ضرور ہے چنانچہ وہابیہ میں ہے اور سر کے دخول کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہے۔ و ترجیح و السلم بل ہو جیدہ و اقلار و الارسل و العینب یظہر اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ میں اور مسلم فیہ میں کہ وہ عمدہ ہے یا ناقص اور اقل اس مجبوس میں اور قاضی کی پیام رسانی میں اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے م سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہو اور رب المسلم اور مسلم فیہ میں اختلاف ہو اس کے عمدہ یا ناقص ہونے میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری میں اختلاف ہو عیب بیع کے اثبات میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے کذا فی الخطاوی و موم علی ما مر و عند عدل ۶ و موت اذ الشاہدین یکر اور موم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا ملت ہونے کے وقت اور موت میں جب کہ دو شاہدوں کو ایک عادل موت کی خبر دے م مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان میں عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر غلت نہ ہو مانند ابرار و خبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر روایہ میں ہے کہ در صورت غلت مذکور عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اس کی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الخطاوی والکریۃ للذمی حکون بالامانہ فی دینہ ولسانہ ویدہ واذ صاحب یقلہ فان لم یقر المسلمون بالوفاء عدول للمشرکین ایسا رد تزکیہ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اس کے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہ کہ وہ ہوشیار ہے مہبوت نہیں ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہوں تو اس کا حال عدول مشرکین سے دریافت کریں کہ فی الاختیار م دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شرعیہ پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ ساری نہ ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہوں تو قاضی عدول کفار سے اس کا حال دریافت کرے چنانچہ محیط او اختیار میں ہے کذا فی الخطاوی و فی التلقط عدل نهران فی ما سلم قبلت شہادۃ ولو سکر الذی لا یقبل اور ملقط میں ہے کہ ایک نهران کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول ہے یعنی گواہی جو قبل اسلام دے چکا ہے اگر ذمی نهران مست ہو تو گواہی اس کی مقبول نہیں م خطاوی نے کہا اس واسطے کہ نشا اور مستی انجیل میں حرام ہے تو وہ فاسق ٹھہرنا نصاریٰ کے دین میں واللہ شہید من رای خطہ ولم یدکر ما ای الحادۃ و رواہ شخص گواہی نہ دے جس نے اپنا کلمہ دیکھا اور صادیہ اس کو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمشاہدۃ الخطاوی اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خطہ دیکھ کر بدوین یا وداشت کے سبب مشاہد ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے م خلاصہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے جمیع ہر روایت تک روی اختیار کی لہذا ان سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امام نے بارہ سو مودوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ خط سے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاید کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضروری ہے تو اگر ان میں سے کوئی چیز یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری خبر ہے تو اس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاید



زور ہے کذا فی المنع اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہیں و جو زاہ لونی سرزہ و بہ تاخذ بحر عن المبتنی اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر کاغذ مرقوم اس کے قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتنی م خلاصہ میں ہے شرط یہ ہے کہ حکم محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدنی کے ہاتھ میں نہ ہو جب سے کہ اس نے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہ ہو تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں انتہی بحر الرائق میں ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور مدوی کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہ ہو لوگوں پر سنا کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اس میں متفق ہیں اور بحر الرائق میں ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسی طرح یعنی اور زیلعی میں ہے ابو سعود نے کہا دفعۃً ثنائی یوں ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں کذا فی الطحاوی طحطاوی والی شہد احدہما لم یجانبہ بالاجماع الا فی عشرة علی مافی شرح الوہابیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اس چیز کی جس کو اس نے معائنہ نہیں کیا بالاجماع مگر دس مسئلوں میں بلا معائنہ گواہی درست ہے جیسا کہ وہابیہ کی شرح میں ہے م عدم معائنہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آنکھ کے معائنہ یا سماع سے اس کی گواہی دے اور سماع کی مثال حقوق میں کذا فی الطحاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الارح برزازیہ من جملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے ۲ دلاہ ابو یوسف کے نزدیک ۳ ہر بقول ارجح کذا فی البرزازیہ شمس الاممہ نصری نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور نصری کے استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اس میں خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتد عدم قبول ہے عتق میں جیسے دلاہ میں عدم قبول معتد ہے اور علامہ عبد اللہ کی شرح وہابیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت حلال نہیں ہمارے نزدیک خلافاً للشافعی پھر اس نے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور دلاہ میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر نبی محمد و روایتیں ہیں ارجح یہ ہے کہ ہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع میں چنانچہ علامہ البر نے اس کو ذکر کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بحر الرائق میں ظہیر اور برزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحاوی والنسب ہم نسب ہم توہیں نے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلاں ہے تو اس کو اس کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے اس کی ولادت اس کے فراش پر نہیں دیکھی اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحاوی والموت ۵ موت توجب لوگوں سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اس کو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اس نے موت کا معائنہ نہ کیا ہو برزازیہ میں ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اس کو نکاح کر لینا درست ہے اگرچہ عاقل ہو انتہی محیط میں ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سو اس کے اپنوں نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہیں اس کی موت کی خبر دے جب تک شخص معتد اس کو یہ خبر نہ دے کہ میں نے اس کی موت کا معائنہ کیا اس واسطے کہ مصائب گاہے موت پر مقدم ہو جاتے ہیں خطا کی راہ سے یا مال کے یا نٹ لینے کے لیے کیلئے کذا فی الطحاوی والنکاح ۶ نکاح م تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلوں سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عادیہ میں ہے کہ شہادت بے شہرت اور تسامع نکاح میں جائز ہے تو اگر ایک مرد ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھ اور لوگوں سے سنے کہ فلانی عورت فلاں نے مرد کی جو رو ہے تو اس کو اس کی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے عقد نکاح کا معائنہ نہیں کیا اور دریں ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت میں اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جو دو خاوندیں ہوتی ہیں تو گواہی دے کہ وہ اس کی جو رو ہے کذا فی الطحاوی والدخول بزوجة ۷ دخول بزوجة یعنی یہ بھی بالسماع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہیں چنانچہ عقد اور مہر اور نسب و ولایۃ القاضی ۸ ولایت قاضی م یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلاں نے مہر کا تو اس کو اس کی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اس نے تقلید سلطان کا معائنہ نہیں کیا بحر الرائق میں معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا



ہائے وائل الوقت و اصل وقت میں یوں گواہی دی کہ یہ وقت ہے فلاں نے موضع یا فلاں جامعیت پر اور کیا ذکر صرف کا شرط ہے یا نہیں کافی  
 میں مرقینانی سے مروی ہے کہ ہاں شرط کا اور جہان میں ہے کہ شرط نہیں بقول میرا اگر وقت قائم ہے تو فقیروں کی طرف منصرف ہوگا قیل و شرط  
 علی المختار کا مریلیا ہے اور کول ضعیف میں شرط وقت کی بھی گواہی بسامع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقت کے باب میں م  
 طحاوی نے کہا اس کو بصیغہ تفریع ذکر کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونوں قول کی تصریح ثابت ہے بحر الرائق میں فصول عادیہ سے ہے کہ قول مختار یہ  
 کہ شرط وقت پر گواہی دینا ظہر سے مقبول نہیں انتہی اور مجتبیٰ میں سے قول مختار یہ ہے کہ شرط وقت پر شہادت بشرط مقبول ہے انتہی  
 اور اس پر امتداد کیا ہے معراج اذ فتح القدر میں واصلہ ہو گل بالعلق بہ صحت و توقف علیہ والا لکنی شرط اور اصل وقت ہر ایک وہ چیز ہے  
 جس سے صحت وقت کی متعلق ہو اور جس پر وقت توقف ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ شرط وقت سے ہے م تعلق صحت وقت شرط صحت  
 وقت سے ہے چنانچہ وقت کا بھی ہونا معلق اور مسلم ہونا اور انجام کا کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع ہو و غیر ذلک اور جس پر صحت  
 توقف نہیں جیسے جماعت صرف ذکر کرنا چنانچہ امام اور مؤذن کا قلة الشہادة ہذا اذا اذہر بہا بسندہ الاشیاء من شق الشاہد بہ بن ہر  
 جماعۃ لا یشہوروا ظہر علی الکذب بلا شرط عدالت او شہادۃ العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انی ذہو المختار ملحق ورجح تو شاید کہ بسبب تسامح  
 کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیا مذکورہ کی وہ شخص جو دے جس پر شاید اعتماد نہ کیا ہے اس جماعت کی خبر دینے سے جن کا متفق ہونا  
 کذب پر متصور نہیں بلا شرط عدالت مجتہدین یا وہ عادل کی شہادت سے سولے موت کے کاس میں ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ خبر موت  
 ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح م فتاویٰ صفری میں مذکور ہے کہ شہرت کی دو صورتیں ہیں ایک شہرت حقیقی چنانچہ کو اترو دوسری شہرت  
 حکمی اس طرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بہ لفظ شہادت خبر دیں مگر موت میں ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی ہوا  
 مذکور میں باوجود عدم معائنہ بخبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ  
 آئے اس واسطے کہ اشیا مذکورہ میں ہر شخص حاضر نہیں ہوتا سولے خواص کے کیونکہ نکاح میں ہر شخص موجود نہیں ہوتا اور دخول زوجہ میں کوئی وقت  
 نہیں ہوتا اور اسی طرح ہر شخص موت کو معائنہ نہیں کرتا اور نسب کا سبب ولادت سے سوداں کوئی موجود نہیں ہوتا سولے وانی جنائی کے اور سبب  
 قضا تقلید سلطان ہے سو اس کو کوئی معائنہ نہیں کرتا سولے وزیر و غیرہ خواص کے اور اسی طرح وقت سے وہ احکام متعلق ہوتے ہیں جو علی المرتضیٰ  
 باقی رہتے ہیں تو اگر ان امور میں تسامح مقبول نہ ہو تو بڑا حرج لازم آدے اور احکام بالکل معطل ہو جائیں کذا فی المحوی اور ایک عادل کی خبر موت  
 کی شہادت میں کافی ہے نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دے گا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو  
 اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی خبر دونوں مل کر قاضی کے روبرو گواہی دیں تو قاضی ان کی شہادت پر حکم کرے کذا ذکر ابو  
 السعود و قیدہ شارح الوہبانیۃ بان لا یكون الجز منہا کوارث و مویلاہ اور شارح دیبانیہ نے خبر موت میں یہ قید لگائی کہ وہ متہم نہ ہو چنانچہ وارث  
 میت کا اور جس کے واسطے میت کی وصیت کی صحت ہے کہ وارث شائد اس واسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اس کا مال بطریق وراثت  
 کے حاصل کرے ومن فی نیدہ شیء سوی فی حق طرقة و یعب عن نفسه والا فهو کتھا ملک ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی تملیک ذلک ای انہ  
 حکم اور جس شخص کے قبض اور موت تصرف میں کوئی چیز ہو سوائے اس رقیق کے جس کی رقیق معلوم ہے اور وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے اور  
 اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متارح اور اسباب کے مانند ہے تو چہ کو اس متارح مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہے  
 کہ وہ تابع کی مملوک ہے بشرطیکہ ترے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبول تابع کی ملک ہے م خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نوٹدی غلام کے سوا نقد



ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی ملکیت سے تو اس کی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اس واسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی پہلے سب سے دلیل ہے کیونکہ جمیع اسباب میں مزج دلائل قبض ہے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور تصرف میں دیکھے پھر دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اس کی ملک کا مدعی ہے تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی ملکیت سے ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہے کہ اپنی رقیق یا حریت کو بیان کر سکتا ہے تو بھر دماغ قبض اس کی ملکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی معائنہ قبض سے درست ہے طحاوی نے کہا یہ جو شارح نے جہاں زیادہ کیا کہ علامہ سہبلا وہ ہے اور شارح کو دھوکا پڑا بشرطیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہے رقیق معبر کے سوا یعنی جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معائنہ قبض سے اس کی رقیق کی گواہی نہ دے اور غیر معبر میں اس کی رقیق کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اس کی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جب کہ اس کی رقیق معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا سوتا... رقیق یعبر نفسہ ولم یلم رقیقہ والا فہو متاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی بشرطیہ میں ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اس واسطے کہ حلت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو تعدد یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اس واسطے کہ قبض دلیل ہو تب بے بسبب حاصل ہونے کا ان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہ ہوا تو بھر قبض مفید نہ ہوا لہذا علماء نے کہا ہے کہ جب انسان گراں قیمت موقی خاک و رب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جابل کے پاس دیکھے جس کے آباء اور اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اس کی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہیں انتہی اور یہ شرط کہ شہد کو دو عادل اس کی خبر نہ دیں کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر دیں تو ملک قبض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہیں مگر جب کہ تیرے دل میں یہ جم جائے کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھ کو ادل قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شبلی کے حاشیہ میں ہے خاینہ سے والا لا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھ کو اس کی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جازلہ القضاء بہ بزازیہ ای اذا ادعاہ المالك والا لا اور اگر قاضی اس کو یعنی قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اس کو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی البرازیہ یعنی اس وقت حکم جائز ہے کہ جب کہ مالک اس کا دعویٰ کرے اور اگر دعویٰ نہ کرے تو جائز نہیں م دعویٰ ملک کی قید میں نہ خارج صاحب بحر کا تابع ہوا ہے اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہیں خلافاً للخالصہ والبرازیہ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعویٰ پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعویٰ پر موقوف ابو سعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ ان مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر موقوف ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحاوی وان فسر الشاہد للقاضی ان شہادۃ بالتسامع او بمعائنۃ الیدروت علی الصبح الا فی الوقت والموت اذا فسر او قال فیہ اخیرنا بہ من شیش یہ تقبی علی الارح خلاصہ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اس کی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقت اور موت میں جب کہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہم کو وقت یا موت کی خبر دی ہے اس نے جس پر ہم کو اعتماد ہے تو بقول صحیح گواہی مقبول ہوگی

۱۵ سوائے اس ملک کے کہ اپنا حال بیان کرے اور اس کا ملک معلوم نہ ہو درودہ متاع ہوگا ۳



لذاتی الخلاصہ میں جو حدیث نے کہا ہمارے فرمایا ہے کہ شاید کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی سے اور اس کی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معانہ قبض کو نہ دیکھے بل کی الغریبہ عن الخانیۃ معنی التفسیر کہ یقول لا شہدنا لا سمعنا من الناس بالوقایا لامنعان ذلک و لکنہ اشہر عندنا جازت فی الکل و صحیح شاذ کو بیانہ وغیرہ بلکہ در کے حاشیہ فرمائی زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہدین کہیں کہ ہم نے گواہی دی اس واسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اس کو معانہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح و بیانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے م شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو نسب لوگوں میں مشہور ہو یا اگر شہر میں اور سماع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں لذاتی الخطا دی واللہ تعالیٰ اعلم

**باب القبول و عدمہ** | ای سید کبیر علی القاضی قبول شہادۃ میں واجب لامن یصح قبولہا اولاً یصح بضم شہادۃ الفاسق مثلاً کا حقیقہ <sup>لمعنی</sup> بقا یعقوب یا شاذ وغیرہ یہ باب سے قبول شہادۃ اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کی واجب نہیں دیکھ کہ کس کی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حال کدھم قبول شہادت فاسق مذکور سے چنانچہ اس کو معصفت نے اپنی خراج میں بابتاع یعقوب یا شاذ وغیرہ کے ذکر کیسے ثقیل من اہل الامواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجہر و قدور فض و خروج و تشبیہ و تعطیل و کل منہم اثنا عشر فرقة فصاروا اثنی عشر سبیل مقبول سے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ بیز اور قدر اور فض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہیک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے میں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہو گئے م ہوی عبادت سے خواہش مذہم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالف سنت کے ہے بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے مغربہ میں سے کہ اہل ابواء وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کج روی کریں اور اہل قبہ ہوں یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہوں ان کی گواہی اس واسطے مقبول ہوتی کہ ان کا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اس کو نہیں ڈالا مگر اس کی تہذیب نے یعنی اپنے نزدیک حق جان کر اس نے بدعت اختیار کی بخلاف فسق میں حیث المتعالیٰ کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اس کی گواہی مقبول نہیں جبرہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبادت کی نفی کرے اور قدر وہ ہے جو حق تعالیٰ کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبادت نے افعال کا خالق ہے اولاً نفی فرقہ مشہور ہے اور غائبی وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور قہستانی میں مومن ان کے مرجعہ کا ذکر ہے مرجعہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور مسئلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالیٰ کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی میں سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجہر اور خوارج اور خلاۃ رافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں ان کی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شہد کیسے دیکھے کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بجز ارائق اسیر دلائل کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرقہ ستہ کو ذکر کیا لذاتی الخطا دی جعفر الاخطائی صنف من الرافضی یرون الشہادۃ للشیعہ و کل من صلفا نہ حق فردیم لا لبدیم بل لہتمہ الکذب ولم یبق لہم ہبہم و کجہر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہیں رافضی سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ میں حق پر ہوں تو ان کی شہادت کا مردود ہونا ان کی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور ان کے مذہب کا ذکر لائی نہیں راکذاتی الخیر یعنی اس مذہب و ملا کوئی باقی نہیں رہا م خطابیہ نسبت ہے ابو الخطاب محمد بن مذہب احمدی یا محمد بن ابی ذہیب اسدی احمدی کی طرف ابو الخطاب سے کو فرمیں خروج کیا اور عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادقؑ کی امت



کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی رضی اللہ عنہ اکبر ہیں اور جعفر صادق خدائے اصغر سو کو ذہن سولی دیا گیا خطابیہ کی رو شہادت فقط بدعت سے اس <sup>سطح</sup> نہیں کہ محض بدعت لائق تکفیر کے نہیں بشرطیکہ اپنے رئیس کے مانند اعتقاد نہ رکھتے ہوں کذا فی الطحاوی من الذمی لو عدلانی دینم جویرۃ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی مافی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اس کے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجویہۃ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں جیسے اشباہ میں ہے م من جملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانے کی گواہی دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسلام لانے پر زبردستی کی جانے کی ۲ جب کہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا دیون ہوا اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو ۳ جب کہ ذمی کچھ خرید پیسے سے گواہی دیں اور مسلم منکر بیع ہو م جب کہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اس نے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر در صورت استکراہ مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعویٰ کیا جو کافر کے پاس ہے اور اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اس کا غلام ہے اور غلام نے مسلم قاضی نے اس کا حکم دیا ہے و بطل باسلام قبل القضاء و کذا البعدہ لو یعقوبہ کفقود بجر اور باطل ہو جاتی ہے ذمی کی گواہی اس کے مسلمان ہو جانے سے قبل قضا کے اور اسی طرح بعد قضا بھی باطل ہو جاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی دی چنانچہ قصا کذا فی البحر م اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جانے تو گواہی باطل ہو جاوے گی کیونکہ اگر اس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصارى ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شہاد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاریٰ اس واسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اس واسطے کہ دارالاسلام میں رہتا ہے ولا ترد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد کی بقول اصح و قبل منہ علی مستامن مثلاً مع اتحاد الدار لان اختلاف داریہا یقطع الولاية کا مینع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جب کہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اس واسطے کہ دونوں ملک مختلف ہونا قاطع ولایت سے جیسے توارث کا مانع ہے م مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دارالاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اور اسی طرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہ ہوگا اور ملک مختلف ہونے سے باعتبار اختلاف سلطنت و حکومت کذا فی البحر و قبل من عدو بسبب الدین لانہا من التمدین بخلاف الذمیون فانہ لایا من من القول علیہ کا سببی اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اس واسطے کہ کہ عداوت دینی بسبب دین داری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اس میں اطمینان نہیں و روغ کوئی سے چنانچہ آگے آوے گا اسی باب میں م یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دین داری اور عدالت کے واسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہے اس طرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اس کے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے لہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی الجوی و اما الصدیق لصدیقہ فقبل الا اذا كانت الصداقة متنامیۃ بحدت تیصرف کل فی مال الاخر فتاوی المصنف معنی لمعین المحاکم اور دوست کی گواہی تو دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اس طرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں تو اب مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے فتاویٰ میں ہے معین المحاکم کی طرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبار کلہا و غلب صواب علی صغارہ در رو غیر ما قال ہو معنی العداۃ اور مقبول ہے گواہی اس کی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا امر بشرطیکہ جمع کیا نہ ہو پرہیز کرتا ہو یا صواب اس کا غالب ہو اس کے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدر و غیر ما صاحب در نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے م تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اس کے کرنے سے خوش ہو یا اس کو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو



ابو یوسف سے تفسیر عادل بن یزید سے کہ کبیرہ گناہ نہ کسے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور جواب اس کا اکثر ہو خلاصہ سے اور مرد و عورت اس کی ظاہر مواد مستعمل حدیث اور مجتنب کذب ہو باعتبار روایت اور عزت کے قبستانی لے کہا کہ جو مجتنب ہو کہاں سے اور سونیکہاں کریں اور تانہ ۹۹ صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک ذی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحاوی ولی الخلاء  
 فی فعل یرفع المردۃ والکرم ماقولہ ابن کمال اور خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مرد و عورت کو چھوڑ آوے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت ہے اس قول کو ابن کمال نے مفتح القدیر میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ قول منہبط اور صحیح نہیں لہذا مثنیٰ نے کہا کہ ترک مرد و عورت کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحاوی قال دینی الذکب کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم ترک کبیرہ کا ہو اس کی عدالت ہو گئی مگر وہی نے کہا مگر زوال عدالت کا اس وقت حکم ہو گا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں پہنچے لہذا شرب الخمر میں اویان بشرط سے اور قبستانی میں خلاصہ سے کہ مختار یہ ہے کہ کبائرم کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایک بار ترک کبیرہ ہو تو اس کی شہادت مقبول ہے ومن اقلع لومن عندہ والا  
 و بہ ناخذہم اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ مذہب سے ہو اور اگر با عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر  
 مذہب ہے کہ ختنہ ترک کسے اپنی جان تکلف ہو جانے سے اور جیسے اس کی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اس کی امانت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس میں اور آخر وقت بارہ برس میں کذا فی المنہ والاسہزاء البتہ من الشرائع  
 کفر ابن کمال اور طویل طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال و شخصی و اقلع اور گواہی مقبول ہے خود اور دوسرے  
 بریدہ کی م اس واسطے کہ خود کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسی کا تھک کوئی کاٹ قتلے اور میں کا تھ جوڑی میں کاٹا گیا اس کی گواہی اس وقت مقبول  
 ہے جب کہ وہ عدل ہو کذا فی الطحاوی و ولد الزنا و بوالزنا خلافاً لک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی سے خلاصہ  
 امام مالک کے مذہب کے م اس واسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنہ و ختنی کا تھ لوشکلا والا فلا اشکال  
 اور ختنی عورت کے مانند ہے اگر ختنی مشکل ہو تو کچھ اشکال میں م ختنہ لایہ میں ہے کہ ختنی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انتہی تو اس  
 کی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر ختنی مشکل نہ ہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اس کا مرد کا حکم ہے اور  
 نہیں تو عورت کا و حقیق لمصنف و عکسہ الا بقرۃ لانی الخلاء شہد البعد مقتضایہ الختن کذا فی اختلاف بائع و مشتری لم یقبل بجمہل النفع باثبات الختن  
 اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کو ملے ملے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب ہمت کے مقبول  
 نہیں اس واسطے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف ختن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ختن تھا  
 تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب کہنے منفعہ کے اثبات ختن سے مگر منفعہ کی وجہ سے کہ اگر دونوں کی شہادت ہو تو بائع اور مشتری  
 دونوں قسم کھاتے اور بیع ختن ہو جائی تو ختن باطل ہوتا حقیق کی گواہی مقبول کے واسطے اس واسطے مقبول ہے کہ شریح نے قبر کی گواہی علی مرتضیٰ  
 کے واسطے قبول کی تھی اور قبر میں کے غلام آزاد تھے کذا فی الطحاوی ولا خیرو وکرم و من محرم رضا عا و مصاہرۃ الا اذا اشتدت الخسومۃ و  
 عام علی مالی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجی کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضائی یا سسرانی رشتہ  
 کے محرم سے گواہی مقبول ہے مگر جبکہ نہایت مجرماً ہو اور شاہد مجرماً ہو مگر اس کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قینہ میں ہے م محرم رضائی  
 جیسے رضائی بیٹا اور سسرانی رشتہ کے محرم جیسے خوش دامن اور دودھ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور بھوئی خنہ مذکور  
 ملہ ختنی مشکل اس کو کہتے ہیں جو دونوں صاحبین رکھتا ہو اور کبھی کو غلبہ نہ ہو



کی گواہی اس واسطے درست ہے کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرآن و لاء لیکن جب کہ شاید مدعی کے ساتھ خصوصیت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا خاص ہو گیا و فی الخزانة تخاصم الشہود والذکر علیہ تقبل کو عدول اور خزانہ میں ہے کہ تخصیص شہود اور مدعی علیہ کی گواہی مقبول ہے اگر شاید عادل ہوں م یہ قول قنینہ کا ظاہر مخالفت ہے صاحب بحر نے توفیق بین القتلین کی واسطے اس کو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر والدہ تعالیٰ اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حر کافر مولاہ مسلم لایکوز عکسہ لقیما ہما علی مسلم قصدا و فی الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جس کا مولیٰ مسلم ہے یا اس کئی حر کافر پر جس کا مولیٰ مسلمان ہے، یہی نہیں جائز ہے اس کے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصداً اور اول میں قیام شہادت ضمناً..... جائز ہے نہ قصداً بالعکس یہ ہے کہ گواہی دے کافر اس مسلمان غلام پر جس کا مولیٰ کافر ہے کذا فی الطحاوی و تقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ دین مسلم بحر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جس کا مولیٰ مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہ ہو کذا فی البحر و فی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الاتبعاکم اذ ضرورة فی مسلتین فی الایضاد شہد کافر ان علی کافر انہ او علی الی کافر و احضر مسلماً علیہ حق للمیت و فی النسب شہدان النصرانی ابن المیت قاعدی علی مسلم بحق و ہذا استحسان و وجہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جس پر میت کافر کا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اس نے مسلم پر حق میت کا دعویٰ کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان دریں مذکور ہے م وجہ استحسان یوں مذکور ہے کہ مسلمین نصاریٰ وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاریٰ کی شہادۃ اثبات مسلم پر اثبات ایضاً میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جس کی بنا نکاح پر ہے مقبول نہ ہو تو وہ حقوق ضائع ہو جائیں جو ایضاً سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شریکالی نے کہا کہ ظاہر قبول شہادت اس صورت میں ہے جب کہ مسلم دین کا مقرر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی گواہی اس پر کیونکہ مقبول ہوگی اور صورت نسب کا وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقرر اور نسب کا منکر ہو کذا فی الطحاوی و العمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے م عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبیہ مانند خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اس واسطے کہ نفس علی فسق نہیں کہ بعض اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحاوی الا اذا کانوا اعواناً علی الظلم فلا تقبل شہادۃ ہم لغلبۃ ظلمہم کرمیس القریۃ والنجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرقاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفقلة والصلحاک و ضمان الجہات کما طوع سوق النجاسین حتی حل عن الشاہد لشہادۃ علی باطل فتح و بحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو ان کی گواہی مقبول نہیں بسبب ظلم کئے جیسے زمین قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اس کی ستم گاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور ہاندوں کے معرفت کی یعنی جو تجارت اہل حجاز اور مشتریوں سے شناسائی کر دیتے ہیں اور جمع اقسا اہل حرفہ کے، چودھری اور مہتروں کی اور اس کی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی اور قبائلیہ تالیسوں کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں مانند ان لوگوں کے جو ٹھیکروں کی بازار کو یا نجاس کی بازار کو بطور مقاطعہ



حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاید برعکس نہ کرنا محال ہے بسبب اس کی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح و بکرم صراف سے وہ صراف مراد ہے جس کے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور صراف مراد پیشہ ورانہ کے ہیں اور محضر قضاء حمد کی گواہی بسبب رشوت خوری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور دکانے مفتعل سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دکانوں اور محضرات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو ان کی گواہی بسبب قلت مبالغات اور رشوت خوری کے مقبول نہیں اور ان کو مفتعل اس واسطے کہا کہ لوگ ان کی جبل سازی اور جیل بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور صفاک بھم صاف جہل جمع سے صفاک بھم صاف صاف یعنی کاذب وثائق و قبائلیں ان کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ فلا نے خرید کیا اور بیچا اور فلاں درک ہوا اور بیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکور واقعہ ہوں اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کتاب غالب الصلح اور تحقیق کر کے لکھتا ہو تو مقبول الشہادت ہے اور منافی بھم صاف و بکرم جمع سے مناس کی فتح القدر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں اس کی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اس کے جو سوق نحاسین کو بطور مقاطعہ کے لیتا ہے اس کے وثیقے پر گواہی لکھتا ہے مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دیں تو ان پر لعنت کرنا محال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت سے سو کیا محال ہے ان لوگوں کا مباشرت سلطان سے جو ضامن جہات اور اجارات معادہ پر گواہی دیتے ہیں اتنی نحاسین بھائے مہلہ ہے اور بعضے کتب میں بجلے مجموع نحاس یعنی بالغ دواب و رقیق کذا فی الطحاوی دلی الوہابیۃ امیر کبیر ادنی شہدۃ و گواہی در عیالہم لا تقبل کتبات المزداع رب الارض اور وہبانیہ میں ہے امیر کبیر نے دعویٰ کیا سو اس کے حال اور توابع نے اور حال کی رعایا نے اس کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزادع کی گواہی زہی دے کے حق میں مقبول نہیں م حال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستم گاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں قیل اراد بالعدل المحرفین ای بحرفہ لایقہ بہ وہی حرفہ اباء و اجدادہ والا فلام دوقہ لا یودین فلا یقبلہ لہما عرف فی صلاۃ الدار فخر و اقروہ العصف اور بعضوں نے کہا کہ حال مقبول الشہادت سے پیشہ در مراد ہیں یعنی وہ پیشہ جو اس کے لائق سے یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادوں کا پیشہ ہے اور اگر اس کا پیشہ نالائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اس پیشہ ور میں مروت اور جلال مردی نہیں اگر اس کا پیشہ رفیل اور ذلیل ہے تو اس کی گواہی بھی جائز نہیں اس واسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م فتح القدر میں ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت سے مروت کی تعریف میں بعضوں نے یوں کہا کہ انسان ایسا فعل ذکر جس سے اس کا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جائے اور اجنبوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے رذل نیک اور حفظ لسان اور سب کی عقل کے اجتہاد ہے اور بر خلق دلی کے ارتفاع سے اتنی لا تقبل من اہل الکمال یعنی بہا و لوقی صرح و قول مطلقاً مالو یعنی بعد الادا قبل القضاء و ما یجازا لہما خلافاً کی مقبول نہیں گواہی اندھے کی مطلقاً یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہے اور مصنف کا مطلقاً کتنا عام ہے اس صورت کو کہ شاید اندھا ہو گیا بعد ادائے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جس میں شہادت بالتسامع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے م عدم سماع شہادت اہل کی علت یہ ہے کہ ادائے شہادت میں اشارے سے قیضہ کی حاجت ہے مشہورہ اور مشہور علیہ کے درمیان... اور اندھا امتیاز نہیں کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اس کو کچھ ختم تلقین کر دے اس واسطے کہ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہو جاتی ہے واقلاً عدم قبول الاخرس مطلقاً بالاولیٰ اور مصنف نے عدم اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولیٰ م گوئی کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں خواہ اس میں شہادت ہو جس میں تسامع کافی ہے یا اس کے غیر میں خواہ بے اشارہ ہو خواہ بہ کتابت البیت افادہ کی وجہ سے کہ اخرس کو اصحاب کی طاقت نہیں بخلاف اہل کے کذا فی الطحاوی و مرتد و ملوک و لوہا کتابا و مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام کتابت یا اس کا نصف ثالث آزاد ہو بھی و مفتعل و مجنون الا کی حال صوحہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر



دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہے م محیط میں ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت میں گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہ بمنزلہ بے ہوشی کے ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ استثناء مجنون سے ہے کذا فی الطحاوی الا ان تھلانی الرق والتمییز وادیا بعد الحجة ولو لمعتہ کام و بعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی اور بلوغ کے اولے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے کے حق میں گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ کذا بعد البصار و اسلام و توبہ فسق و طلاق زوجة لان المعبر حال الاداء شرح تکلمہ اور اسی طرح گواہی اندھے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زورج کی بعد طلاق زوجہ کے اس واسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال سے کذا فی شرح التکلمہ عطف اس کا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعظمی ہو اور ادائے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل ثلثہ میں حکم صحیح ہے کذا فی الحلی و فی البحر متی حکم پردہ لعلہ ثم زالت فشهد فیہا لم یقبل الا اربعة عبد و صبی داعی و کافر علی مسلم اور بحر الرائق میں ہے جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جائے پھر شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور داعی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اس واسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اس کی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اس واسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اس کی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کے نزدیک شاہد عادل ہو منخ الفقار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثناء سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اخراج اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت اعظمی بعد رد اس پر محمول ہے کہ تحمل اور ادائے شہادت حال بصارت میں ہوا اور تحمل اور ادائے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارع کا قول سابق محمول ہے یعنی کذا بعد البصار و اسلام کذا فی الطحاوی و ادخال الکمال احد الزوکلین مع الاربعہ سہوا و ادخال کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوکلین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے م چنانچہ منخ الفقار سے عنقریب گزرا و محدود فی قذف تمام الحد و قبل بالاکثر وان تاب جکذیہ منخ لان الرمن تمام الحد بالنس اور اس کی گواہی مقبول نہیں جس پر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی درود غ کوئی ظاہر کر کے کذا فی الفتح اس واسطے کہ رد شہادت من جملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرآنی سے م قاذف کے حق میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا الہم شہادۃ ابدلوا لکم ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان الذین یحرمون یعنی جو حرام کاری کا عیب لگا دیں محصنات کو پھر عیب گواہ نہ لادیں تو ان کو اتنی کوڑے مارو اور ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اس کے نیکو کاری کی تو البتہ الذین غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر اعطفت ولا تقبلوا کا فاجلدوہم ویرد دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے اس واسطے کہ عدم قبول شہادہ مولم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اس کی مؤید ہے واللہ تعالیٰ اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ ویرد اولئک ہم الفسقون) اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جلد سے وہ جلد یہ سے واولئک ہم الفاسقون م استثناء یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون کی طرف ولا تقبلوا الہم شہادۃ ابدلوا کی طرف اس واسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثناء جب کہ محل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر جب کہ دلیل قائم ہو جو روح انی الكل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت مجاہدین میں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے وتمام فی الفتح الا ان یکر کافر فی القذف فیسلم فیتقبل وان مذب اکثر بعد اسلام علی الظاہر بخلاف عبد حد فتن لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اس کے







ولا الولد والوالدة ولا المرأة تزوجها ولا الزوج لامرأته ولا العبد لسيدته ولا السيد لعبده ولا الشريك لشريكه ولا الابن لوالديه استأجره انتهى) كذا في الفتح الا في مسئلتين في الاشباه مكر اشباه کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مصرت پر جائز نہیں م پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر میں شاید اس کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلا نے شخص کی لوٹری ہوئی اور وہ شخص اس کا گنا ہے کذا في الطحاوی ولو في عدة من ثلث لما في القينة طلقها ثلثا وبما في العدة لم تجز شهادته لها ولا شهادتها له ولو شهد لها ثم تزوجها بطلت خانيته فعلم منع الزوجية عند القضاء لا التحمل واداء احد الزوجين کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلاقات ثلاثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اس واسطے کہ قینہ میں ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوجہ کے واسطے اور اگر گواہی دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا في الخانية تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادائے شہادہ کے وقت م شائع کو مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے اس کی گواہی رد نہ کی یہاں تک کہ اس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گزر گئی تو اس کی گواہی نافذ ہے اتنی جب زوجیت عند التحمل منع نہ ہوئی تو اگر زوج گواہ ہو حالت زوجیت میں اور بعد انقضائے عدت اس نے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم زوجیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور ہو چکی کذا في الطحاوی والفرع لا صلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شائع کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاً کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پیرداد اور نانا پیرنانا م دلیل اس کی قول شریح اور حدیث عائشہؓ ہے جو مذکور ہو چکی اور اس واسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہاں تک کہ حسن مجتبیٰؑ کی گواہی جو انھوں نے قبر کے ساتھ علی رضیؑ کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی رضیؑ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسنؑ اور حسینؑ دوسرا میں جو انان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاید ایسے بعض روایت میں آیا ہے کہ علی رضیؑ نے ان کو قضا سے معزول کیا پھر ان کو بحال کیا اور روزیہ ان کا زیادہ کر دیا تو بعض نے کہا کہ علی رضیؑ نے شریح کے قول کی طرہ رجوع کیا کذا في الفتح الا اذا شهد الجدل ابن ابنه علی ابیہ اشباہ مگر جب کہ داد اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا في الاشباہ م صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت محضہ میں مقرر کیا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جتی اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اس کے دلہنے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونوں کی گواہی مقبول ہے اور منہ الغفاریں وہبانیہ کی شرح عبدالبر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقاً منقول سے بلا تقييد حق اور شاید کہ وجہ یہ ہے کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اس کی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی سے فرع کے واسطے کذا في الطحاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شهد علی ابیہ لامرہ ولو بطلاق صر تہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اس کی موت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہے م اصل کی مصرت پر اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں اس واسطے مقبول نہ ہوئی کہ اس میں جرم منفعہ ہے ماں کے واسطے کذا في النجوى و فیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادة الانسان لنفسه الا في مسئلة القتال اذا شهد بقتولہ المقتول فرجعا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد سے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اس کی



طرف م القاتل کا الفت لایم جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اس کی اشباہ میں یوں مذکور ہے کہ میں شخصوں نے ایک مرد کو قتل کیا پھر انھوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہم کو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر اس طرح کہ ان میں سے دو شخص کہیں کہ ہم کو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے اتنی تلخیص کہی میں ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر پہلے یہی ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہ ہونی بلکہ دو کی گواہی ہونی تیسرے شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہونی بنظر شاہدین کے کذا فی الخطاوی لمختصا وبالعکس للمتمتعہ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرد کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے م وجہ تہمت اتصال متاخر اصول اور فرد ہے تو گویا اپنے حق میں گواہی دی و سید لعیبہ و مکاتیرہ و الشریک و الشریک فیما یؤمن کہ کتہما لانا بالنفسین وجہ اور مقبول نہیں میاں کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے اس واسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایک ماہ سے فی الاشباہ والنظم ان یطعن بثلاثہ برکی وحدہ شرکۃ اشباہ میں ہے کہ مثل علیہ کو ہاں ہے کہ شاہد میں طعن کہتے ہیں طرح سے رقیہ سے اور حدیث سے اور شرک سے م جب مدعا علیہ کے کہ شاہد غلام ہیں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیئے ان کی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طعن پر اقامت جینا لازم اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اس پر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہیں غلامہ الراویہ میں سے کیونکہ یہ شہادت علی التفسی ہے کذا فی الخطاوی و فی فتاویٰ النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل مالم یکن خراج کل اہل معینا ولا خراج للشاہد اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہ ہو یا شاہد کے واسطے خراج میں منفعت نہ ہو م اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اس میں ہر منفعت اور دفع منفعت نہیں اور اسی طرح جب کہ شاہد کو خراج میں دخل نہ ہو و کذا اہل قریہ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریہم لا تقبل و کذا اہل سکتہ یطہرون شئی منی معالہ لو غیر نافذہ ولی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا اخذ شیئا تقبل و کذا فی وقف المدرستہ اتفق علی حفظہ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمینی پر کہ وہ اس کے گاؤں میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسی طرح اہل کوپہ کسی چیز کی گواہی دین میں حملہ معالہ اور منافع کے متعلق قطعہ زمین کو کہیں کہ ہمارے سکے ہیں سے کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہیں بسبب ہر منفعت کے اگر کو یہ غیر نافذ ہو اور کو یہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اس طرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں نے ان لوں کا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح وقفہ میں گواہی مقبول ہے اتنی مالی فتاویٰ نسفی تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے موقوفہ علی شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود ہیں تو وہ ہتم ہے کذا فی الخطاوی میں ابوجہ مسائل مذکورہ میں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اس میں غلبہ ہے تو محل تہمت سے والا جیر الخاص المستاجرہ مسانۃ و مشاورۃ او الخادم والتالی او التلیذ الخاص الذی یعد من رستادہ من نفسه ونفعه نفع لنفسہ ودرہ و معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقاتل باہل بیت علیہ السلام الطالب معاشۃ منہم من القنوع لاسی القنوع اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور مالانہ ہو یا مالادیالو یہ کذا فی الخطاوی اجیر خاص سے غلام یا تلذ یا شاگرد خاص مراد ہے جو او ستاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اس کے نفع کا نقصان کا نفع سمجھے کذا فی اللہ اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش ان سے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالغنم سے یعنی سوال و تدلل نہ قناعت سے م اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علماء اجیر خاص



سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھ کھائے اور پھر مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار ہے ابھر مراد ہے اور حدیث مذکور مکرملہ ہے اس حدیث کا جو ابو داؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابی عن جده مروی سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنة وذی الغرۃ علی اخیه وشہادۃ القانع لاہل البیت واجاز ما لغيرہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگی بکریے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں ابھر خاص کی قید اس واسطے لگائی کہ ابھر شاگرد کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور بنجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے مقبول ہے اس واسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہ ہوا تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف ابھر خاص کہ اس کے منافع مستاجر کے مستحق ہیں ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت اجارہ میں تو اگر اس کی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اس کی شہادت بھی من جہد اس کے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں اتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاد کی گواہی ابھر خاص اور شاگرد کے واسطے قبول ہے یعنی اس واسطے کہ وہ اس کا محتاج نہیں بخلاف ابھر خاص کے م یہ مسئلہ فتح القدیر میں مصرح مذکور ہے ومخنت بالفتح من یفعل الردی ولولی اور مخنت کی گواہی مقبول نہیں مخنت بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل کہے اور لوات کہہ یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول او فعل میں ان کے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لوات اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنت من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنت پر اور عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں واما بالکسر فالکسر المتلین فی اعضاءہ وکلامہ خلقتہ فیقبل بحر اور مخنت بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدائشی جرم رائج بجا ہونے اعضا اور گفتگو میں تو اس کی گواہی مقبول ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں پیدائشی سے بخلاف مخنت ملعون کے ومنغیۃ ولونفسہا لحرمة رفع صوتہا در راہ اور گناہی عورت کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگوں کو سناقی نہ ہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر مستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اس واسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحقین المغنیۃ والتائخۃ دیافت کرنا چاہیے کہ تغنی یعنی گانا لہوا ورجع مال کے واسطے یا لاتفاق حرام ہے اور اسی طرح نوحہ گری خصوصاً جب کہ عورت سے ہو اس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے کذا فی الطحاوی من الشلی ونبی تفسیرہ یاد متہا علیہ لیلہ عند القاضی کافی مدین الشرب علی اللہ وکرہ الوانی اور لائق ہے راگ میں مداومت کی قید لگاتا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہوتا کہ قاضی کے نزدیک اس کا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہ وکرہ مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الوانی م اسی طرح جمیع ابواب کما فی مداومت کی تعلیل ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہیں ہے وناکحہ فی مصیبتہ غیر ما یاجرور ر فرج زاد العینی فلو منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا حق آوازوں سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے ۱۳ ۵۰ ہمیشہ پیٹنے والا لہو پر لہو کے واسطے ۲







دینے کی عادت کبیرہ گناہ سے کم کثرت حلف اگر یہ راستی میں ہے مگر امور دین کی قلت مبالغہ پر دلالت کرتی ہے اور شدہ کذب کی بھی نوبت پہنچتی ہے اور گالی دینا یا اس کے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے سے تو شوخ چٹنی اور سوء ادب اور کمینوں کی عادت ہے جن میں مروت اور حیاء نہیں اور اگر پیچھے سے تو غیبت سے اور وہ موجب فسق سے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت سے چنانچہ بازار یاں بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الخطاوی عن ابن وہبان کہ ترک زکوٰۃ اور حج علی روایت فوریہ جیسے ترک زکوٰۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت و بموجب علی الفور یعنی تاخیر ادا کے زکوٰۃ بلا عذر فسق سے یعنی محتاج ہے قیۃ البوالیث کا اور ترک جماعت اور جمعہ اوائل فوق طبع بلا عذر یا ترک جماعت بچگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت سے م بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اوائل تینوں کی قید سے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اس طرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر من یا بعد مصر یا تاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں بعضوں کے نزدیک ایک بار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ شری کا قول ہے اور اگر بعد موانست ہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالت نہیں کذا فی الخطاوی وغیرہ و خروج لفرحہ قدوم امیر اور نکلتا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہر میں فتویٰ اس پر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نہ نکلیں بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالت ہیں کذا فی الخطاوی و رکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اس واسطے کہ جب بحر ہند میں سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالنا تاکہ مال دار ہو کر اپنے گھر میں پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لے کر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دینا سے اور یہ حکم اس وقت تھا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیوں کہ رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہو یا کی کا اور ہمیشہ سلف سمندر میں سوار ہوا کیسے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جواز کی انتہی کذا فی الخطاوی و لبس حریر و بول فی سوق او الی قبلہ او تمس او قمر و طفیلی و مسخرہ و رقاص و شتام للذابة و فی بلادنا الشتمون بالغ الذابة فتح وغیرہ اور ریشی کپڑا پہننا اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناخنوں والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانوروں کی دینے والے کو گالی دینے میں کذا فی الفتح و فی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانه یخلف لیس تقصی فیما یتقرض من الناس فی اخذ زیادۃ علی حق فلا یكون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں شہادت بخیل کی اس واسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگوں سے تولینے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ رہا ہم ایک نسخہ میں نقیض سے بجائے تقرر من کے اور اسی طرح خلاصہ میں ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی میں یقرض ہے بیلے تختانیہ و قاف کذا فی الحلی ولا شہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصیم او مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب ان کے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہے کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اس کے واسطے گواہی دیتا ہے اور اس کی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ جھوٹی گواہی دے یعنی یاس داری قوم سے کذا فی الخطاوی عن شرح عبد البر و نقل المصنف عن جواہر الفتاوی و لا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اس کی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے آخر باب میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب



شافی اختیار کرے بسبب قلت بیانات فی الاعتقاد کے اور اس کو جرات ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب  
اپنی خواہش نفسانی کی کوئی فرض حاصل ہونے کے واسطے تو اس کی گواہی مقبول نہیں انتہی ملحقاً تو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ ہر مذہب حق  
چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی السطحاوی تبصرۃ قال وکذا بالغ لاکفان والمحنوط لقمیۃ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی  
شرع میں اور اسی طرح کفر اور میت کی خوشبو دینے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو م جو فقط کفر فرمائی کرتا ہو اس  
کی گواہی مودود ہے نہ کہ کفر لینے والے کی کذا فی عالمگیری وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہیں م طحاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہے  
کہ دلال کی گواہی نہیں مقبول نہیں اس واسطے کہ قادی عالمگیری میں ہے کہ یح کی دو دلیل اور دو دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہم نے اس چیز کو بی بی نے  
فلسفہ کے ماتہ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدیر میں ہے کہ اہل صناعات و غیرہ یعنی ذیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جولاہا اور حجام اور یہ ہے کہ ان کی گواہی  
مقبول ہے اس واسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادی شہادت معلوم نہ ہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت  
پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہے نحاسین اور دلائل کا انتہی والوکیل بوابیبات النکاح اما لو شہد انتہا امراۃ تقبل والحمد لله لیشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ  
بزازہ و تسہیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یوں گواہی دے کہ عورت اس مرد کی زوجہ  
ہے تو گواہی مقبول ہے اور حید قبول شہادت کا ہے کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی  
البرازہ والتسہیل م اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ نکاح کی گواہی دے نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ اپنے  
فعل کا گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعات و ذکرہ المصنف فی اجارۃ معینہ معزیا الی البرازہ ولفظہ ان لا تقبل شہادۃ الدلائل والنکاح  
والمحضین والوکلاء المفتعلۃ علی ابوابہم ونحوہ فی قادی مؤند زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے  
اس کو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسی بالمعین کی کتاب الاجارہ میں بزازہ کی طرف نسبت کر کے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلاؤں کی  
اور قبائلو لیسوں کا اور ان کی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہیں اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے  
ہیں اور اسی کے مانند مؤند زادہ کے قادی میں ہے م قادی عالمگیری میں ذخیرہ اور غیاثہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبائلو لیس غالب الصلح  
ہوں تو صحیح قول یہ ہے کہ ان کی گواہی مقبول ہے انتہی فی الدین نے کہا کہ احوال حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر ہوتے ہیں ان کی گواہی  
مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق سے کذا فی السطحاوی و فیہا دھی اخرج فی الوہایۃ  
بعد قبولہا لم تجز شہادۃ للیت ابداء وکذا لول بعد اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فکذک عند ابی یوسف اور قادی مؤند زادہ میں  
ہے کہ ایک دھمکار کی گواہی سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسی طرح وکیل کی  
بعد اخراج کالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابی یوسف کے نزدیک مقبول نہیں م اس  
مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن میں آئے گا و مدین الشرب بغير الخمر لان بقطرۃ نہایہ ترکیب الکبیرۃ فتر شہادۃ وما ذکوا من الکمال  
غلط کا صرح فی البحر قال فی غیر الخمر بشرط الادمان لان شراب صغیرہ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشا پینے والے کی سوائے شراب کے اس سطر  
کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے ترکیب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اس کی مودود ہوگی اور جو ان کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق  
میں اس کی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شراب شرط ہے اس واسطے کہ غیر خمر کا شراب صغیرہ گناہ ہے م  
یہ شارح نے بتایا صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سولائق اعتماد کے نہیں کہ مریخی نقول مذہب



کے مخالف سے کافی میں ہے کہ ادا مان اس واسطے شرط ہوتا کہ یہ فعل اس کا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اس کا یہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہیں کرتا عادتاً اور قناعتاً قاضی خاں میں سے کہ مدین خمر اور مدین سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذبیحہ میں ہے کہ مدین خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زلیعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادا مان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ نقول مترجح ہیں کہ خمر اور ذبیحہ دونوں میں ادا مان شرط سے بلا فرق اور سابقہ مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہ غلط ہے اس واسطے کہ مشارح نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبار سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادا مان اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اس واسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادا مان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک ایک قول یہ ہے کہ ادا مان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحاوی واما قال علی اللہو یخرج الشرب للعدوی فلا یسقط العدالة لشبهة الاختلاف صدر الشریعہ و ابن کمال اور مصنف نے ادا مان شرب میں لہو یعنی کھیل کا قید اس واسطے لگا دیا تاکہ دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جائے تو عدالت ساقط نہ ہوگی بسبب شبہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعہ ابن کمال م ابو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول اور فعل کے جو مقتضائے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہ ہو تو عادت کا پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروت و کذب غالباً کافی اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اس کی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی م لڑکوں سے مراد نوجوانوں میں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اس پر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڑھا نوجوان سے کشتی لڑے مجامع میں تو اس کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں کرمی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجامع میں کشتی کرے تو گواہی اس کی مقبول نہیں کیونکہ وہ نجیف ہے والطیور الا اذا مسکھا لاستیناس فیبارح الا ان یجر حمام فیہ فلا لاکلہ الحرام عینی و عنایہ اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو پتھریوں سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع و حشمت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اس کی حرام خوردی کے کذا فی العینی و العنایہ م کبوتر بازی و غیرہ سے اس واسطے گواہی مردود ہوگی کہ مروت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نسائے مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر و الطینور و کل ہو تنبیح بین الناس کا لطنایہ رالمزایر دان لم یکن شینعا نحو الحداء و ضرب القصب قلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانہ لدخولہ فی حد الکبار و کمر اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ایک ایسا یا جا بجا وے جو قیچ اور میوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر میوب نہ ہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنک بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جب کہ اس میں مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اس پر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیۃ بسبب اس کے داخل ہونے کے حد کبار میں کذا فی البحر محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم میں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ میں بدون راگ کے یعنی طرب انگیز یا بے چنانچہ مزمار خواہ وہ حشمت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ یغنی رحمۃ للعالمین و امر فی الحق للعبادۃ المزامیر یعنی حق تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھ کو حکم کیا







کہا کہ استفادہ نظم توانی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے سنانے کے واسطے نکاح اور طہارہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی میں فقہاء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہ ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زیادہ صحابہ میں تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ شری نے لیا ہے اور بعضے مشارح اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اسی قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محل حدیث براء بن مالک کا یہ ہے کہ وہ اشعار مبارکہ کو خوش آواز سے پڑھتے تھے جن میں مواعظ اور حکم تھیں اس واسطے کہ لفظ غناء جیسے غناء معروف کو بولتے ہیں ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے من لم يتغن بالقرآن فليس منا اور اشعار مبارکہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جب کہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ صاحب ہدایہ تعلیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ تغنی محرم وہ ہے جس کے الفاظ ایسے ہوں جو حلال نہیں جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اس کی طرف یا جو موسیٰ یا ذمی کی بشرط قصد بھونہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف میں ہوں تو مباح ہیں بدلیل قصیدہ بابت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اس پر الکاہنیں فرمایاں اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہوں معنی میں ہے کہ ملاہی دو قسم میں ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غناء جیسے مزنا اور طنبور وغیرہ اور دوسرے مباح وہ دف سے نکاح اور اس کے مانند اور سرود و حادث میں اور اس کے غیر میں مکروہ ہے عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب آواز دہن کی سنتے تو خبر منگولتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اس کے سوا اور کچھ ہوتا تو دورہ لیتے اور اجناس میں ہے کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترم کرتا ہے جواب دیا کہ یہ اس کی شہادت کا قادر نہیں اور قرآن خوانی الحان سے بعضوں کے نزدیک مباح ہے اور بعضوں کے نزدیک منع ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو مباح ہے اور نہیں تو غیر مباح ہے ایسا کچھ علماء نے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان میں مذکور کیسے ہیں کہ تلحین بدون تغیر مقفیات حروف کے نہیں ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہے انتہی مافی الفتح ملخصاً تبصرت قال ولا قبل شهادة من سمع الغناء او مجلس مجلس الغناء و زاد العینی او مجلس الفجر والشرب وان لم يسكر لان اختلاط بهم وترك الامر بالمعروف يسقط عدالة مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس میں بیٹھتا ہے عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشا نہ پیتا ہو اس واسطے کہ اس کا مختلط ہونا ان کے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرتا اس کی عدالت کا مسقط ہے مگر مجلس غناء میں بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الہی میں مشغول ہے اور اسی طرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس میں نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحاوی او یرتکب یا یجربہ بلفسق و مرادہ من یرتکب کبیرۃ قال المصنف وغیرہ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو مرتکب ہو اس چیز کا جس کے سبب سے اس کو حدیاری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ایسا کچھ کہلے مصنف وغیرہ نے م کبیرہ کی حد میں اقوال مختلف ہیں اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول انجیل میں اختیار کیا ہے یعنی حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جس پر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید میں یا حدیث صحیحہ میں جو اہل حد کے نزدیک مشہور ہے یا اس کے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوة معتدا کو یا اس کے مرتکب پر شرع میں حد مشرور ہو چنانچہ زنا اور

سے جو شخص قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ۱۲



مرقاہ قطع طریق اور شرب خمر اس مذکورہ کے برابر یا اس سے زیادہ قہر و شراہد برائی میں بکلم یا بہت قتل اور صغیر وہ گناہ ہے جو شرع میں منہی عنہ ہو یا کلف مشروع ہو یا دین کے طریقہ یا لوثہ کا مانع ہو انتہی شیخ ابی طالب کی نے قوت القلوب میں کہا کہ میں نے ان احادیث کو جمع کیا جو میں کہا کر کی تصریح وارہ ہے تو سترو کہا ہے چاروں میں شرک اور نیت امار علی المعصیۃ اور تا امید رحمت الہی سے اور بے خوفی کراہی سے اور چار زبان میں شہادت زور اور قذت محض اور میں غموس اور سحر اور دین پیٹ میں شرب خمر اور مال کل مال یتیم اور مال زنا اور ولولت اور وہ ہاتھ میں قتل ناحق اور جوری اور ایک باروں میں یعنی فرار صفت کفہ سے اور ایک گناہ سامے بدن سے یعنی حقوق والدین انتہی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو ان سے بچا دے آئین اوید محل النہام لظہر انکار لاندہ حرام یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو حرام میں غسل کے واسطے بلا ازار برہنہ جائے اس واسطے کہ بڑی حرام ہے اور یلعب بزرگ و طاب مطلقاً قلمر دلا یا اس کی گواہی مقبول نہیں مرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی بدے یا نہ بدے م فتح القدر میں ہے کہ لعب طاب کھیل سے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ میں مرد کے مانند اس کو بلا حساب اور بلا فکر بھینکتے ہیں جو کھیل ایسا ہو جس کو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اس کو کرتے ہوں وہ مطلقاً حرام ہے انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہے جو ہر کے پانسوں کی طرح اسکو بھینکتے ہیں اما الشطرنج فلشہرت للاختلاف شرط واحد من شرطه لکذا قال اولی الامر لشطرنج اور شطرنج میں تو بسبب شہدہ اختلاف کے سقوط عدالت کے واسطے چھ چیزوں سے کوئی ایک چیز مشروط ہے تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جواب دے شطرنج سے تو اس کی گواہی مقبول نہیں م امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا اور ترک بہ الصلوۃ حتی یغوت وقتاً یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہاں تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے م ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقاً نہیں بلکہ از قضا کرنا مراد ہے اور کھیل علیہ کثیراً یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کھاتا ہو م زبانی نے اور القافی نے اس میں حلف کا ادب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی عن ابی السعد او یلعب بہ علی الطريق او یدکر علیہ فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اس پر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ م یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ حکم اور قذت اور غنا اویدوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معرباً للکافی والمعارع یا ہمیشہ شطرنج کھیل کرنا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں اس کو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا م اس واسطے کہ مداومت تلبی کی دلیل ہے اور غالباً بعض مزدبیت میں خلل پڑتا ہے یہاں تک کہ بعض شطرنج بازوں کا لڑکا مریا اور اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے انھوں نے بازی موقوف نہ کی لغوہ بالذہن انھاک المعاصی او یا کل الربوا قیدہ بالشہرۃ ولا یغنی ان النفاق یمنعاً شرعاً الا ان القامنی لا یتب ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سواہ بکر فلیحفظ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو بیایع کھائے یا بیع کھانے میں علمائے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعض ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اس میں برابر ہیں کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م بعضوں نے اکل مال یتیم اور مال زنا میں یا سطرع فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھائے ایک بار تو گواہی اس کی مقبول نہیں اور بیایع غوری میں شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اس کو رد کیا کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں فسق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اشتراط شہرت میں دونوں یکساں ہیں شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اس کو ثابت کرے تو اس میں سب گناہ برابر ہیں تخصیص بلاد دلیل ہے اویدبول او یا کل علی الطريق وکذا فی ما یکل بالمرۃ ومنہ کشف عورت لیستی میں جانب البرکۃ والناس حضور وقد کثر فی زماننا فرج یا اس کی گواہی

۱۱ ایک نسخے میں فسق کی جگہ فسقا سے جمع فاسق کی ۱۲ ہم اتھا کہتے ہیں کہ ہوں میں مستغرق ہونے سے ۱۳



مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کھائے راہ میں اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو محل مروت ہے ازاں جہد اپنی شرم گاہ کھولنا تا لایب کے کنارے استنجہ کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہیں اور ہمارے زمانے میں یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ثم فتح القدر میں ہے اس کی گواہی مقبول نہیں جو افعال مستحقہ نالائقی کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگوں کے رویہ و راہ میں کھانا اور نقطہ سداوہ یعنی پاجامہ میں کر پلانا پھرنا اور لوگوں کے رویہ و راہ میں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اس کو شمار کریں اس واسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہیں کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوعہ میں وارد ہے کہ لوگوں نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھ کو جائز ہے تو جو تیرے دل میں آوے سو کر انتہی طحاوی من جہد افعال خلاف مروت لقمہ کے چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استحقاق ہو اور کینوں کی صحبت میں بیٹھنا اور لوگوں کو ذلیل کرنا اور بازار میں غل و شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور اصلاح سے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان سے اور کسی عقل سے کنارہ گیری اور ارتقاء ہر خلق دنی سے انتہی اولیٰ ظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانه فاسق مستور عینی قال المصنف واما قیدنا بالسلف تبعاً لکلامهم والافعال اولیٰ ان یقال سب المسلم الحقوط العدالة بسبب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنهاية یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اس کے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہے اس واسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادت ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاء مصنفین اور یہ تو یوں کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف میں سے نہ ہو چنانچہ سراج اور نہایہ میں ہے ہم سب دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی ابرو میں ایسی گفتگو کرنا جو اس کے حق میں معیوب ہو حدیث میں وارد ہے کہ تشابہ المسلم فسق و قتالہ کفر و فیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصلح الصدا الاول من التابعین منهم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ والآخر بالفتح من بعدهم فی الخیر والسکون فی الشرح اور نہایہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے ان میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جن کو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر صدر الشریعہ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علمائے مجتہدین ماضیین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین و فیہ من اقتا عن ابی یوسف لا قبل شہادۃ من سب الصحابة و اقبلہا ممن ترأثمہم لانه یعتقد دینا و انکان علی باطل لظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اس کی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اس کی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اس واسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کا لخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل میں رکھا بخلاف بدگو کہ اس نے اپنا فسق ظاہر کر دیا م ظاہر یہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسف کی طرف اس واسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اس کے شہدان ان اباہما اذی الیہ فان ادعاه صحت شہادتہما استحسانا کشفادۃ وانی المیت وند یونیہ والموصی لہما ووصیہ ثلاث علی الایفاء و دو بیٹوں کی گواہی دی کہ ہمارے باپ نے قلانے شخص کو وہی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اس کا دعویٰ کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دانوں کی گواہی ایک شخص کے وہی ہونے میں اور میت کے دو دیونوں کی گواہی کسی شخص کے وہی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی ان کی گواہی کسی کے وہی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے شخص کے وہی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان اکرلا لان القاضی لا یمکن اجباراً علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اس واسطے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق سے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے ۱۳







وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اس کے موکل کے مدعا علیہ پر سودیاری میں تو گواہی مقبول ہے یعنی اس واسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ اس کو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اس نے خصوصیت کی تو گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اس کا اسی کتاب میں ہے مابقی بیان بزازہ اور کافی میں یوں ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہ ہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اس کو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اس کی مردود ہے ہر ایک اس حق میں جو وقت توکیل کے قائم ہے مگر جب کہ اس حق کی گواہی دے جو نیا پیدا ہوا تا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخطا دی کما قبلت عندہا خلافاً للثانی شہادۃ ابن بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالذین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقاً شتی فلم تقع الشکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیت بغير عین کافی وصایا الجمع وشرعہ وشیخیۃ جیسے طریقین کے نزدیک بخلاف ابو یوسفؒ کے گواہی مقبول ہے دو شخصوں کی گواہی دو مردوں کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اس واسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمہ پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اس میں بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین میں ہو چنانچہ مجمع اور اس کی تشریح میں ہے اور اس کا ذکر کتاب الوصایا میں آوے گا مگر دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شرکت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہے اور وہ مانع شہادت نہیں بخلاف وصیت غیر عین یعنی اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اس کے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ ان کا حق ترکیب ہے یعنی ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں مقسوم ہے تو یہ گواہی ہوئی اس میں جو دونوں میں مشترک ہے اور اگر دونوں شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصوں کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اس میں شرکت نہیں۔ وکشاۃ وصیتین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولة فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشئ معین لوارث بالغ فقبل بزازہ اور جیسے گواہی دو وصیوں کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا میں کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البزازہ وارث بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں بسبب تہمت کے کذا فی الخطا دی ولو شہد فی مالہ امی المیت لاختلاف لہما ولو لصغیر لم یحکم اتفاقاً وشیخی فی الوصایا اور اگر دو وصیوں نے میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا میں آوے گا کمالاً لتقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح اسی فتح مجروح عن اثبات حق اللہ تعالیٰ اولیٰ بعد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجروح پر یعنی اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے مگر جرح بالفتح اصطلاح شرع میں عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ چنانچہ حد وحق العبد چنانچہ قدنف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجروح سے جس پر دفع خصوصیت مشہود علیہ سے مرتب نہ ہو فتح القدیر میں ہے کہ جرح مجروح کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضروری ہے کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اس واسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فسق اس کے دفع پر فی الحال قادر ہے تو یہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ مجروح اس گواہی کے شاہد فسق موجد ہے کیونکہ اشاعت فاحشہ نفس قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہیں بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر اشاعت میں منحصر نہیں اس طرح پر کہ بر ملا قاضی کی مجلس میں گواہی بلکہ اگر رؤسہ قاضی کو خبر دے تو بھی مطلب حاصل ہے اتہی وان لعمنتہ قبلت والا لا تقبل سواکر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول







فان عدلوا قبلها و غزاہ للمضرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ قہستانی نے کہا اور اس میں یعنی نقایہ کے کلام میں اس کا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا ترکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر ان کی عدالت ثابت ہو تو گواہی ان کی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے م نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاید معدول میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدول میں مقبول ہے (قولہ لم یلتفت الا ولی لا یلتفت کذا فی الطحاوی) ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہا لا قولہ قہتہ اور برجندی نے قبول شہادت کو دو صورت تعدیل میں لکھا کا قول بھڑا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جام طحاوی نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہو چکا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خلاف نقل ہے نہ معنی مثل ان لیشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المحر د بانہم فسقہ او زناۃ او اکلہ الربوا او مشربہ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں م جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شراب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں سبب متقدم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقدم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر توجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گلابے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہ ہوا کہ شاید بالفعل متصف تفسیق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے اعلیٰ اقرار ہم انہم شہدوا بزنا و انہم اجروا فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ در رواعتہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعویٰ میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ در میں ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے مصنف نے م طحاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے و تقبل لوشہدوا علی الجرح المركب کا قرار المدعی بفسقہم او اقرارہ بشہادۃ ہم بزنا و ابانہ استا جرم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شایدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے ان کی اجرت مقرر کی اس گواہی پر م جرح مرکب اس واسطے کہا کہ اس جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اس پر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اس واسطے مقبول ہوتی کہ شایدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ بھڑے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اس کے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے نفع نہیں ہوتا خزانہ اکل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ اس کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحاوی اعلیٰ اقرار ہم انہم یحضرنا المجلس الذی کان فیہ الحق یعنی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جس میں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبیدوا و محدودون فی قذوۃ او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایتہ او قاذوۃ و المقدنہ یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذوۃ ہیں یا گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا اس کا باپ ہے کذا فی العنایتہ یا کہ شاید قاذف ہے اور حالانکہ مقتضات اس کا مدعی ہے او انہم زنا و او و صفوہ او سر قوا منی کذا و بینہ او شرابوا الخ و لم یتقدم العہد کما رمی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھوں نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا اور مال مسروق کی اس نے تھمرج کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شراب متقدم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شراب کے باب میں م حد شراب میں مذکور ہو چکا کہ شراب کا تقادم و تباب رتبت



یعنی بدیہیہ سے قبل ہے اور شریعت کے قیام ایک عینہ گزرنے سے اوٹھکوا النفس عذاباً یعنی یا گواہی دی کہ خلیدوں نے آدمی کو مار ڈالا جان  
 بوجہ کہ کفار یعنی ابو شریک اور کفار المدنی والی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک یعنی مدنی کے اور عہدہ کہ جس میں دعوے سے فعال ہے مہرادیہ سے کہ شہد  
 شریک مداخلت سے مدنی کا تو جو اس دعویٰ باطل سے مدنی کو حاصل ہوگا تو شاید کو اس میں غلط ہوگا اور میرا نہیں کہ شہد مدنی کا شریک سے مدنی ہیں نہ  
 اس کا اثر ہوگا کہ مدنی اور شہد کہ ملوک ہے کہ الذی فتح القدریا واداستا ہرم بکذا الباشاہ واطعام ذلک مما کان لی عندہ من ممالک  
 ولولم یقلیم یقبل لہ عہد الا سبھا لہو ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی دی مدنی علیہ کے اس قول پر کہ مدنی نے خلیدوں کی اتنی اجرت مقبرہ کی گواہی کے واسطے  
 اور ان کو اجرت دی اس مال میں سے جو میرا تھا مدنی کے پاس اور اگر یہ نہ کہے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب دعوے کرنے استیجار کے غیر شخص کے  
 واسطے اور حالانکہ اس کی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی قودہ حاکم نہ محترم یعنی جب یہ کہے گا کہ اجرت میرے مال سے دی اس وقت شہود مدنی کی  
 گواہی موقوف ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوے استیجار کا قید نہ ہوگا جو ہے جو مقبول نہیں ادائی صا لحتہم علی کذا و  
 دفعۃ الیہم ای رشوة والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم ادفع لم یقبل علی ان لا یثبہوا علی زوراً وقد شہدوا زوراً وانا اطلب ما اطلبتم یا  
 گواہی دی مدنی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدنی سے میں نے صلح کی تھی بعض اتنے مال کے اور وہ مال ان کو بطور رشوت کے میں نے دیا تھا اس شرط  
 پر کہ مجھ پر جھوٹ گواہی نہ دیں ساتھ اس کے انھوں نے جھوٹ گواہی دی اور میں ان سے طلب کرتا ہوں وہ مال جو ان کو میں نے دیا تھا مجھے لے گیا  
 کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ کرے گا تو صلح یعنی شرعی ثابت نہ ہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے میں نے مال نہیں دیا تو گواہی مقبول نہیں و  
 انما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق العباد والعبد لست الحاجۃ لایجادہما اور ان امور تو میں نے تو گواہی اسی واسطے مقبول ہے کہ امور مذکورہ یا  
 حق العباد حق العبد ہیں تو دونوں حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یخرج من مجلس القاضی ولم یصل لمجلس  
 ولم یکن ہذا المشہور لہ حتی قال باوہت الخطات بعض شہادتہا ولا مناقضۃ قبلت شہادۃ بحج ما شہد بہ لوعده لا ولو بعد القضاء وعلیہ لیس  
 خالی ویکر گواہی شہادہ اول نے سوہنزد وہ مجلس قاضی سے جدا نہیں ہوا اور مجلس میں دوازیں نہیں ہوتی اور مدنی نے اس کی تکذیب نہیں کی یہاں تک کہ  
 شہد نے کہا کہ میں نے خطا کی بعض شہادت میں اور حالانکہ دونوں قولوں میں مناقضہ نہیں تو اس کی گواہی مقبول ہے سب چیز میں جس کی اس نے  
 شہادت دی بشرطیکہ شہادہ اول ہو اگرچہ انہما خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضایہ فتویٰ ہے کذا فی النہو والہوم خطا بعض  
 شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ منقصان زیادت اس طرح کہ ہزارہم کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا حقیقت میں یا کج سودم میں اور کی کہ یہ  
 مثال سے کہ یا کج سودم کی گواہی دی پھر بولا کہ میں قبول کیا وہ تو ہزارہم میں تو گواہی بشرط عدالت شہادہ دونوں صورتوں میں مقبول ہے اس واسطے  
 کہ عیب مجلس قضاء سے گاسے ایسا بھلا ہے کذا فی الفتح عدم مناقضۃ کی قید اس واسطے لگائی کہ در صورت تناقض شہادت چنانچہ اول یوں  
 گواہی دی کہ وہ چیز زید کے سے پھر بولا کہ میں نے خطا کی بلکہ وہ خالد کے ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی قلت مکن جبرۃ لیس فی نقض قبول قول باوہت  
 واذن یعنی ہا ائی دہو خطا لیس وغیرہ وکلام کلام اکل وصدقہ تریو قتبہ تبصر میں کتا ہوں لیکن جہاد ملتقی لا ہجر اس کی معنی ہے کہ شاید کا  
 یوں کہنا کہ میں نے خطا کی مطلق ہے اور اس کی کہ باقی کا حکم ہوگا اور یہ قول شریعی وغیرہ کے نزدیک حتمی ہے اور اکل وصدقہ کا کلام اس  
 قول کی تفسیر ہے حالات کہ اسے تو خود انا ہوا شاید ہوجام شاید کلام استدا کہ ہے معنی ہے کیونکہ اس قول میں صریح اختلاف ہے میں ہا ہا ہا  
 کذا فی الطحاوی فی فتح التفسیر میں ہے کہ مدعی کی ہندہ میں کا تو شاید نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا اس کا حق تو چہندہ سو ہے تو  
 اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی ہندہ سو کا اور بعضوں نے کہا کہ فقط باقی کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہاں تک کہ ہزار کی



گواہی دے پھر کہ میں نے غلط کہا وہ پانچ سو ہیں تو فقط پانچ سو کا حکم ہوگا اس واسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اس کے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الاممہ صریحاً میلان ہے انتہی مختصراً وان قالہ الشاہد بعد قیام من المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطاً اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط م وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت میں شاید مدعی نے اور کمی میں مدعا علیہ نے اس کو درغلانا ہو طمع دنیا دے کر صدر الشریعہ نے کہا کہ عدم قبول اس صورت میں ہے جب کہ محل شبہ ہو یعنی چنانچہ زیادت یا نقصان میں اور اگر شبہ کا مقام نہ ہو تو باوجود تفاہر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اس نے ذکر نہ کیا پھر دوسری مجلس میں اس نے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسی کا نام نہ لیا تو مقبول ہے اس واسطے کہ قضا متصور نہیں بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا الواقع الغلط فی بعض الحدود والنسب ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی واقع ہو گئی بعض حدود یا نسب میں کذا فی الہدایۃ مثلاً حد غربی کے مکان میں مشرقی ذکر کیا یا بعض نسب میں خطا کر گیا چنانچہ بجائے محمد بن علی بن عمران کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس میں تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہیں کذا فی الفتح طحاوی نے بزاز سے نقل کیا کہ اگر شاہدوں نے ایک حد یا دو حد میں غلطی کی پھر اس کا تدارک کیا اسی مجلس میں یا غیر مجلس میں تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یوں بولے کہ اس کا نام فلانا تھا پھر اس کا نام فلانا ہو گیا بینۃ انہ ای الجرح مات من البحر الا ولی من بینۃ الموت بعد البراء اس کی گواہی کوزخی مر گیا زخم سے اولیٰ بالقبول ہے اس گواہی سے کہ بعد صحت کے مر گیا م یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو اس کے اولیاء نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور زید کے مددگاروں نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا کورس دن کے بعد مر گیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولیٰ سے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیداً جرحہ وقتلہ و اقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیداً لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولیٰ من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاویٰ اور اگر اولیاء مقتول نے اس پر گواہی قائم کی کہ زید نے اس کو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور زید کے مددگاروں نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا کورس دن کے بعد مر گیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولیٰ سے کذا فی مجمع الفتاویٰ م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے و بینۃ الغبن من یتیم بلغ اولیٰ من بینۃ کون الیقینۃ ای قیۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امر ازاندا ولان بینۃ الفساد راجح من بینۃ الصحة ودر خلافاً لما فی الوثبتا اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہو گیا اولیٰ سے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی خصل تھی یعنی جس قیمت سے مشتری نے بیع کو یتیم کے دھمی سے خرید کیا اس وقت میں یعنی وقت عقد اس واسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اس واسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اس کے وہ ہے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اس میں بینۃ صحت کی تقدیم بینۃ فساد پر نہ ہو رہے م در میں صورت مسئلہ یوں نہ ہو کہ یتیم دھمی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ بیع میں غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت اس وقت میں مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحة منینۃ اور بطلان گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی المنیۃ م شرح وہبانیہ میں ہے کہ جب بالغ اور مشتری میں اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور در صورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحاوی و بینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر اخلع او خصومة ذاعقل اولیٰ من بینۃ الوثبۃ مثلاً کو نہ مخلوط العقل او مجنون اور اس کی گواہی کہ تصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات میں صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثوں کی مثلاً اس گواہی سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا م یعنی لوٹری



نے گواہی قائم کی کہ اس کے مولیٰ نے اس کو اپنے مرض الموت میں مدبر کیا اور حال کو وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثوں نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لڑکی کی گواہی مقدم ہے اور اس طرح اگر زوجہ سے غلط کیا پھر زوج نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوج نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی تصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصوصیت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی البدیہہ ولو قال الشہود لا ندی کان فی صیۃ او مرض فہو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہو گا یعنی جب کہ مدعی صحت کا دعویٰ کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی البدیہہ ولو قال الواحد کان یسدی یسدی حق یشہدہ کالی صحیح العقل ہذا زیادہ اور اگر وارث نے کہا کہ عورت بدحواس ہذیان گو تھا تو اس کے قول کی تصدیق ہو گی یہاں تک کہ وہ شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البرازیۃ وبنیۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بنیۃ الطووع ان اخادع اتحادہ تاریخہا فلیاختلفا اولیٰ بنیۃ الطووع اولیٰ ملتقطہ وغیرہ واعتدہ المصنف وابنہ وغری زادہ اور اقرار مقررین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طبع اور مضامندی کی گواہی سے اگر شہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو مضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اس کے فرزند شیخ صالح اور غری زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارع کے بنیۃ الفساد اولیٰ من بنیۃ العتق شرح وہبانیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیۃ م طحاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مشنفین کے ساتھ و فی الاشباہ اختلاف المتبائع فی العتق والبطلان فالقول بمدعی البطلان و فی العتق والفساد ومدعی العتق الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے م مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کم تر مٹن سے قبل ادا کرنے میں کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اس کے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی طحاوی و فی الملتقط اختلاف فی البیع والربح فالبیع اولیٰ اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور ربح میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلاف فی البیات والوفاء فالوفاء اولیٰ استحضار دو مخلصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفاء میں تو بیع الوفاء کا قول اولیٰ ادا قدم سے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتبہا غیر ہم تعقل کان شہدا بالدار بلا ذکر البیۃ فہذا فیہم شہدا بہ اخوان شہادت قاصدہ کو پورا کر دیا اور شہدوں نے تو مقبول ہو گی چنانچہ دو شہدوں نے گواہی دی کہ مدعی کا بیہ بدو اس بیان کے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سو وہ اور شہدوں نے اس کی گواہی دی م دونوں گواہوں کی گواہی مقبول میں اس واسطے کہ اثبات قبضہ مدعی علیہ کی حاجت ہے کہ مدعی علیہ ہی صحت ہٹے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی البدیہہ او شہدا بالملک فی الحدود و اخوان بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور ان کے سوا اور دو شہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرھا الرطل یعنی شہد اخوان اذ اسمی بدور یا دو شہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حال کو دونوں شہد اس مرد کو بیعت نہیں جانتے ہیں تو وہ اور شہدوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص مسی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی البدیہہ یعنی یہ نام اور نسب فلاں نے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد و لہم قتل الباقون نحن شہد کتھا وہ لم تعقل حتیٰ یحکم کل شہد بشہادۃ و علیہ الفتویٰ ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شہد کی گواہی کے ساتھ تو مقبول یہو کی ہلویت کہ ہر شہد اس کی گواہی کو قبول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے شہادۃ اشقی بالشرع مقبول لقی متواتر کی گواہی مقبول ہے م یعنی اگر نفی متواتر



ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعویٰ متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فراموشی کا حکم ہوگا تاکہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی والشہادۃ اذ اطلت فی البعض بطلت فی الكل الا فی عبد بن مسلم و نصرانی فشهد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی بطلت بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سود و نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتد محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بھائی نہ ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحاوی عن الطہیری قلت وزاد محشیہا خمسة اخری مغزیۃ للبرازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں برازیہ سے نقل کر کے م از اں جملہ یہ ہے کہ لفظ سے کافر اور مسلم کے قبض میں ہو صاحب لفظ نے دو مشاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ یردین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو درحق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی

**باب الاختلاف فی الشہادۃ** یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا م اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعویٰ کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یعنی بذالباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بناء احکام جہت قواعد مقربہ پر ہے م مبنی مصدر می سے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعویٰ بخلاف حقوق تعالیٰ من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعویٰ کے بخلاف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعویٰ پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحاوی ومنہا ان الشہادۃ اکثر من المدعی باطلہ بخلاف الاقل للاتفاق فیما ودازاں جملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعی سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اس کا مذبظ ہوا لہذا شہادت باطل سے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملك المطلق ازید من المقید للثبوت من الاصل و الملك بالسبب مقصر علی وقت السبب اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا کہنہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر سے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مقید حدوث سے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہونے اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقبل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروغ میں سے ہے ومنہا مواظبہ الشہادۃ فی لفظا ومعنی



و موافقت الشہادۃ الدعوی معنی فقط و سبب اور ازاں جملہ موافقت شہادتیں سے یعنی ایک شاید کی گواہی دوسرے شاید کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعویٰ سے فقط معنی میں ہر دو کے اور یہ آگے واضح ہو گا کہ شہادت اور دعویٰ کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتیں کہ اس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی جہارت کی نفی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعویٰ کے ساتھ اتفاق شایدین کے مانند لفظاً اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوفیہا علی مطالبہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم الدعوی موجودہ مقدم ہونا دعویٰ کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصلہ نہ ہو بلکہ کالہ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب بصورت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے م جب اقامت حق شروع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاید بھی اس میں داخل ہے تو شاید گویا مدعی شہادہ اعتبار وجوب اقامت کے اور شاید ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا اوافقتا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا تو افقتا لا قبل وذا احد لا محول للتقدم جب کہ شہادت دعویٰ کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعویٰ نہ ہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے م شارع نے تقدم دعویٰ کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر کے واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعویٰ کو اس باب میں غلط فہمی فلوا دعی ملکاً مطلقاً فشدیدہ بسبب کثیرہ ادارت قبلت کونہا بالکل مبالغہ تطابق معنی کا مگر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا موشاہدوں نے ملک یا بسبب کی گواہی دی چنانچہ خریدار ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس گھر کا ملک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاید نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا اس میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کہ ترد دعویٰ مدعی سے تو دعویٰ اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ میں م شارع نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کبر اور حالانکہ قول مشہور ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں سے فرع القدر سے اور خود شارع اس کو مقرب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الجلبی و عکسہ بان ادعی بسبب و شہداً بطلاق لا یقبل کونہا بالاکثر کی مراد بالعکس اس کے اس طرح کہ دعویٰ کیا ملک مقید کا اور طلبہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعویٰ سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعویٰ سے تو مقبول نہیں قلت و ہذا فی غیر دعویٰ ارث و متاع و شراد من جہول کا بسطہ الکمل میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک بسی کے دعویٰ میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہ ہونا دعویٰ ارث اور متاع اور بائع جہول سے خرید کرنے کے سوائے میں سے چنانچہ اس کو مشرع بیان کیا ہے کمال الدین نے فرع القدر میں م اگر دعویٰ کیا ملک بالارث کا اور شاید نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی سے بقول مشہور مذکور ہوا اور اگر متاع کا دعویٰ کیا یعنی یوں دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اقل ہے متاع سے اس واسطے کہ مطلق مقید اولیت سے بطریق احتمال اور متاع بطریق یقین مقید اولیت سے اور اگر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور بائع کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شایدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الخ فالجلبی و صرف مطلق فی الاموال و بشرط ہر رائق میں تیسرے محدثوں کو استثنایا ہے م یعنی اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے



ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعویٰ متعلق بر مکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فرائض ذمہ کا حکم ہوگا تاکہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی والشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الكل الا فی عبدین مسلم و نصرانی فشهد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی بلل بونی بعض میں توکل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سود و نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتد محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحاوی عن الطہیری قلت وزاد محشیہا خمسة اخرى معزۃ للبرازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں برازیہ سے نقل کر کے م ازاں جملہ یہ ہے کہ لفظ سے کافر اور مسلم کے قبض میں ہو صاحب لفظ نے دو مشاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ کافر گیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو درحق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی ہ

**باب الاختلاف فی الشہادۃ** یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا م اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعویٰ کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یعنی ہذا الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بناء احکام حین قواعد مقرہ پر ہے م مبنی مصدقہ می سے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعویٰ بخلاف حقوۃ تعالیٰ من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعویٰ کے بخلاف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعویٰ پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے ہمیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحاوی ومنہا ان الشہادۃ باکر من المدعی باطلہ بخلاف الاقل للاتفاق فیما و ازاں جملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعی سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اس کا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل سے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید للثبوت من الاصل و الملک بالسبب مقصر علی وقت السبب اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا کہنہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر سے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مقید حدوث سے کذا فی الفتح یعنی اب میں اولیٰ سے نہ نفی بخلاف مطلق طحاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقبل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروغ میں سے ہے ومنہا مواظبہ الشہادۃ فی لفظا ومعنی



و موافقت الشہادۃ الدعویٰ معی نقطہ و سبب اور ازاں جملہ موافقت شہادتیں سے یعنی ایک شہاد کی گواہی دوسرے شہاد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعویٰ سے نقطہ معنی میں ضروری ہے اور یہ آگے واضح ہو گا کہ شہادت اور دعویٰ کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتیں کس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کا معنی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعویٰ کے ساتھ اتفاق شہادین کے مانند لفظاً اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

تقدم الدعویٰ فی حقوق العباد شرط قبولہا التوضیح علی مطالبہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم لکما الدعویٰ موجودہ مقدم ہونا دعویٰ کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصلاً نہ ہو بلکہ کلاً ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعویٰ شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے شخص پر تو ہر مسلمان صاحب بصورت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے م جب اقامت حق ضروری ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاید بھی اس میں داخل ہے تو شاید گویا دعویٰ شرط اعتبار وجوب اقامت کے اور شاید ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا اوفعتا ای وافقت الشہادۃ الدعویٰ قبلت والا ترا فغیر لا قبل وذا احد لا حول للقدرة جب کہ شہادت دعویٰ کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعویٰ نہ ہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے م شائع نے تقدم دعویٰ کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ ادل اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب دریکہ واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعویٰ کو اس باب میں غرض یہاں قاعدہ مذکور مطلقاً شہد بہ بسبب کثرۃ ادارت قبلت کونہا بالاعمال مراد ہی تطابق معنی کا مگر مدعی نے مک مطلق کا دعویٰ کیا ہو شاید وہ نے مک یا بسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب مک کا بیان نہ کیا اور شاید نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کم تر دعویٰ مدعی سے تو دعویٰ اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ میں م شائع نے ارث کو مک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کہ بکمر اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث مک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں سے فرع القدر سے اور خود شائع اس کو عنقریب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلی و عکسہ بان ادلی بسبب و شہداً مطلق لا یقبل کونہا بالاکثر کما مر اور بالعکس اس کے اس طرح کہ دعویٰ کیا مک مقید کا اور طلبہ نے مک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعویٰ سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعویٰ سے تو مقبول نہیں قلت و ہذا فی غیر دعویٰ ارث و متاع و شرا من مجهول کی بسطہ اکمل میں کہتا ہوں اور یہ یعنی مک بسبب کے دعویٰ میں مک مطلق کی شہادت کا مقبول نہ ہونا دعویٰ ارث اور متاع اور بالغ مجهول سے خرید کرنے کے سوائے میں ہے چنانچہ اس کو مشرع بیان کیا ہے کما فی الدیہ نے فرع القدر میں م اگر دعویٰ کیا مک ہا ارث کا اور شاید نے مک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارث مک مطلق کے مساوی سے بقول مشہور مذکور ہوا و اگر متاع کا دعویٰ کیا یعنی یوں دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے مک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اقل ہے متاع سے اس واسطے کہ مطلق مقید اولیٰ سے بطریق احتیال اور متاع بطریق یقین مقید اولیٰ سے اور اگر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور بالغ کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شاید وہ نے مک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی المتع والحبس بصرف فاحش فی الاموال و ہر ما و ہر ما لائق میں نہیں ہوتوں کو استثنایاً ہے م یعنی اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے



اگر دعویٰ سے موافق ہو اور اگر موافق نہ ہو تو مقبول نہیں بحر الرائق میں تین صورتیں مستثنیٰ کی ہیں طحاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اس کو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقہا قبلت والا لا) مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے من جلد سورہ مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت میں مذکور کرے گا اور بائیسویں صورت شرعاً من المجہول سے جو مذکور ہو چکی انتہی مختصر و کذا یجب مطابقت الشہادین لفظاً ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادین کی لفظاً اور معنی واجب ہے مام اعظم کے نزدیک تطابق شہادین لفظاً اور معنی شرط ہے اور لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد سبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی القح الا فی اثین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیہ علی الاشباہ ثلثۃ عشر آخر ترکہا خشیتۃ التطویل مگر بالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صدر نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر سے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا م یعنی اس مقام میں بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں مذکور کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن والکتبنا بالموافقۃ المعنویۃ وہ قالت لثلاثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب سے ائمہ ثلاثہ باقیہ کام وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زہرہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ دونوں لفظ متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی جنونیت میں مشترک ہیں اس واسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنی غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر ولو شہدا حدیما بالنکاح والاخر بالتزویج قبلت لاحتیاد معنایہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں م مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اس کا مرادف یعنی ہم معنی دکن الہبۃ والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح سبہ اور عطیہ اور ان کے مانند کی گواہی مقبول ہے م مانند سبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراہیم کا دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے ابراہیم کی گواہی دی اور دوسرے نے سبہ یا تصدیق یا تمبیک کی کذا فی الطحاوی ولو شہدا حدیما بالعت والآخر بالغین او مائۃ و مائتین او طلقہ و طلقین او قلت ردت لاختلاف العینین اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے کے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی مقبول نہیں م دوسرے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے م صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پرتفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو مضمون میں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو مجتمع علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اور اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصباً او قتلًا فشدھا حدیما بہ والاخر بالاقرار بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعویٰ کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں م اس واسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے م اس واسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعویٰ میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادین میں اور شہادت اور دعویٰ میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادین میں شرط ہے کذا فی الطحاوی بتصرف و کذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفاشہدا حدیما بالدفع والاخر بالاقرار بہا لا تسع للجمع بین قول وفعل قینۃ اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا



فصل کے ساتھ اس طرح کہ دعویٰ کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسطور نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القیام جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظا کشفادة احدہما بجمع او قرض اطلاق او عتق والاخر بالقرارہ فیقبل لا اتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فاد لیقول فی الانشاء بعت واقترضت و فی الاقرار کنت بعت واقترضت فلم یمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشاء متحد ہو جہوں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہے جیسا کہ شاہد کی گواہی بجمع کی یا قرض یا اطلاق کی یا عتق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بجمع یا اقرار قرض یا اقرار اطلاق یا اقرار عتق کی تو یہ گواہی جماع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغۃ انشاء اور اقرار کے یعنی تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اس واسطے کہ انشاء بجمع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقترضت اور قرض بجمع اور قرض میں مقرر کہتا ہے کنت بعت واقترضت تو قبول شہادت کا مانع نہ ہوا جماع صیغۃ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغۃ اقرار کے ہے والاقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اس کے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی اللفظ بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عذ البیعت والاخر بالسیکین لم یقبل لعدم تکرر الفعل بکسر الالف محیط و بشر بن لایۃ بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی پھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے اللفظ کی ہزار سے کذا فی المحيط و الشر بن لایۃ لم یقبل و احد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار پھری سے طعن نے کہا بہترینوں تھا کہ شارع کہتا شر بن لایۃ عن المحيط اس واسطے کہ شر بن لایۃ میں مسئلہ محیط سے منقول ہے و یقبل علی الف فی شہادۃ احدہما بالف والاخر بالف وماتۃ ان ادعی اللہ الا اکثر لا الاصل ان یلقی باستیفاء او ابراء لکن کمال اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی توفیق کرے استیفاء یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہوں گے اس واسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو میں منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول نہیں اس واسطے کہ مدعی کذب ہے اس شاہد کا جس نے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ان اگر مدعی اس طرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے سو میں سو درہم لے چکا یا میں نے اس کو معاف کر دیا تو دعویٰ اقل میں بھی گواہی مقبول ہے و ہذا فی الدین اور یہ یعنی اشتراط موافقت بین الشہادین لفظاً بحسب دفع دین کے دعویٰ میں ہے تو اسم اشارہ اس کی طرف را جمع سے جو اصول سابق سے معلوم ہے کذا فی المطاوی و فی العین فیقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان بنی العبدین لہ آخر ان بذالہ قبلت علی البعد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقاً دراد دعویٰ میں گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جس پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر من المحيط و فی العقد لا یقبل مطلقاً سواء کان للذی اقل المالین او اکثرہما مزی زلہ اور اثبات عقد میں کی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعویٰ اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ مزی زیادہ اور خواہ مدعی عقد بالغ ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ہذا اصل بقول قلو شہد واحد بشراء عید او کتابتہ علی الف واقترضت خمس مائۃ روت لای یقبل و اثبات العقد ہو بختلاف باختلاف البدل فلم یم لم یقبل علی کل واحد من صنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنا قول سے سوا اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اس کے مکاتب ہونے کی ہزارہم



ہر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اس واسطے کہ یہاں مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہ ہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہ ہوئی ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہے اختلاف بدل سے اس واسطے کہ بیع بعض ہزار مغائر ہے اس بیع کے جو بعض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا کذب ہے کذا فی الدرر ومثلہ العتق بال مال والصلح عن قود الرهن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأة لفت ونشر مرتب اذ مقصود ہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعض مال اور صلح قصاص سے اور رهن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی ہو صلح میں اور راہن رهن میں اور خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت تن میں لفت ونشر مرتب سے عتق وغیرہ مانند بیع اس واسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہ ہوئی وان ادعی الآخر کالمولی مثلاً فکد غوی الدین اذ مقصود ہم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولی مدعی ہو تو دعوی دین کے مانند ہے اس واسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالیین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالیین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا تو وضع دعاوی مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ میں نے تجھ کو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر یا دلی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر والاحیاء کا بیع لونی اول المدۃ للحا جۃ لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدہ میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے م یعنی اگر مستاجر یا موجر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہ ہوگا مانند بیع کے اس واسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہ ہوگا کذا فی الفتح وکالمدین بعد ما لو ادعی الموتر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقاً اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گزر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی سے بالاتفاق ہم دعوی موجر میں بعد تسلیم عین موجر اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہے تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اس واسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں بعد مدت کے سوائے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالا جماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اس کے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہ ہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح ورحمہم اللہ بالاقول ای بالف مطلقاً استحساناً خلافاً لہما اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلات صاحبین کہ ان کے نزدیک نکاح باطل ہے م وجہ استحسان یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اس میں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہو تو اقل المالیین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالفرض قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ الجبر بشہادۃ ارث بان یقولوا مات وترکہ میراثاً للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جرمیراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جرمیراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طریقین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ میں دلہذا مورث لوٹ ہی میں وارث پر استبراد واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور عقد وعتاق ہے نقل کا تا استحباب حال مثبت نہ ٹھہرے اور ابو یوسف کے نزدیک جرمیراث لازم نہیں اس واسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور مطلق



کے موت سے پہلے وہ بیسبب عیب کے کر سکتا ہے تو ملک حادث کی گواہی بعد ملک وارث کی گواہی سے الا ان لشہدا بملکہ عند موت  
 اویدہ اویدہ من یقوم مقامہا جرد مستعبر و غصب و مودع یمنی ذلک عن الجرح لان الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان  
 فاذا ثبت ملک قبضہ بالمرزوقہ جرمیراث لازم ہے مگر یکہ شاہدین گواہی دیں حادث کے ملک کی اس کے مرنے کے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث  
 تلمرگ اس کا ملک یا اس کے ماتر کی یعنی اس کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے  
 قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا وارث یعنی والا یا فاضل یا امانت دار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبضہ معنی ہے بیان جرمیراث سے اس واسطے  
 کہ قبضہ اور تصرفات موت کے قریب منقلب یعنی ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب حادث کی ملک ثابت ہوتی تو جرمیراث صریح ثابت  
 ہو گئی م تا وقت موت قبضہ ثابت ہو تا مثبت ملک ہے اس واسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک  
 لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے  
 مچائے تو مفسوب اور ودیعت اس کی ملک ہو جاتی ہے اس پر رضای واجب ہو کر شرعاً کذا فی الفتح ملاحظہ فرمائیے کہ اس کی موت قیام تصرف  
 دہل ملک عینیت سے بواسطہ ضمان کے اس واسطے کہ ظاہر حال مسلم اس پر ولایت کرتا ہے کہ اگر مفسوب اور امانت اس کے پاس ہوتی تو ایسے  
 وقت تا ذلک میں بیان کر دیا پھر جب اس نے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اس کے تصرف میں تھا سو اس کا ملوک تھا انتہی ملخصاً ولا بد مع الجرح  
 المذكور من بیان سبب الوراثہ و بیان انہ اخوہ لابیہ و امرا و لاحدہا و نحو ذلک ظہیرہ اور شہادت میراث میں جرمذکور کے ساتھ بیان کرنا  
 سبب وراثت ضروری ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا بیوی اور یہ بیان ضروری ہے کہ مدعی میت کا سگ بھائی یا فقط مدعی  
 بھائی ہے یا مدعی اداوند اس کے کذا فی الظہیرہ صہ اور مولیٰ کی شہادت میں یوں کہنا ضروری ہے کہ مدعی مولیٰ ہے میت کا جس نے اس کو آزاد  
 کر دیا اور کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے اس واسطے کہ لفظ مولیٰ مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحاوی و لقی شرط ثالث و بقول  
 الشاہد لا وارث الا اولاد و غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی اور وہ یہ قول ہے شہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوائے  
 مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سوائے اس کے والرباع و جوان یدک الشاہد للمیت والابطالہ لعدم معایرۃ السبب ذکر ہا البزازی اور  
 باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معانہ سبب ملک کی شرط ثالث اور  
 رابع کو بزازی نے ذکر کیا و ذکر اس اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں و ان شہد بیدعی سواء قالوا متہم  
 اولاد و ت لقیامہا ببول التزوج یا لکی اور اگر شہد بیدعی نے شخص زندہ کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دی خواہ شہدین نے یوں کہا کہ ایک مینے ایک  
 سال سے قبضہ تھا یا یوں نہ کہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب قائم ہونے گواہی بامر محمول سبب چند قسم ہونے قبضہ زندہ کے م یعنی مثلاً ایک گھر  
 ایک مرد کے قبضہ میں ہے سو دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ سابق میں مدعی کے قبضہ میں تھا تو مقبول نہیں  
 بسبب جہالت مشہور ہے کہ اس واسطے کہ عقل سے کہ اس کا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب ملک  
 کے حکم دے گا کہ میرا ہے کو دیا جاوے کذا فی البدیہۃ بخلاف مالو شہدا انتہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شہدان  
 اقر انہ کان فی ید المدعی دفع مدعی علیہ المقتدر و جلالہ المقرب لا یصل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شہدوں نے گواہی دی کہ  
 مثلاً گھر صلی کا ملک تھا یا مدعی نے اس کا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شہدوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبضہ  
 میں تھا تو یہ مدعی کو دیا جائے گی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقرب مبطل اقرار نہیں صریح صحت میں دلالت کی وجہ یہ



سے کہ ملک منقضي کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال اور مقبرہ یعنی جس کا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مہول ہے معلوم نہیں کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دانے کے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق میں مدعی کے قبضے میں تھا تو قاضی حکم کرے گا کہ مدعی کو تسلیم کرے اس واسطے کہ انسان کا اقرار اس کی ذات پر محبت سے ہے بعد اس کے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اس کی گواہی سے ثابت کرے کذا فی السطوطاوی تبصرات والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضي مقبولة لا بالیة المنقضية لتتوخ اليه لا الملك بزازية اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضي کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضي کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البرازیتہ م قبض منقضي سے زندہ کا قبض مراد سے نہ قبض میت کا اس واسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ کذا فی السطوطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغير حق بل کیون اقرار الہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض میں تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بیہ کہ ہاں یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد اس کے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروغ مسائل ملحقہ شارح کے شہاد باللف و قال احدا قضی خمس مائۃ قبلت بالفت الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدوں نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانچ سوا دیکھے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانچ سو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانچ سو میں مقبول ہوگی م اور رد ذکر نامدی کا تکذیب شاہد نہ ہوگی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اس شہادت میں ہے جو اس کی حضرت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے یہاں تک کہ مدعی اس کا اقرار کرے م تبیین اور کافی میں ہے کہ پورے ہزار کی گواہی دے جب اس کو معلوم ہو کہ مدیون نے اس میں سے پانچ سوا دیکھے ہیں تا وقتیکہ مدعی یا حج سو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ شہد ابسرقۃ بقرة واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستنظر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدوں نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اس کے رنگ میں تو سارق کا قطعید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشترات کو ہوتی ہے تو رنگت میں دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اس کا اختلاف مانع شہادت نہیں وبذا اذالم یدکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ اس وقت ہے جب کہ مدعی اس کی رنگت مذکورہ کی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کرے گا تو بالاثبات گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہرے گا ادعی المدیون الا ایصال متفرقا وشہادہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہیاتیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا بطریق اولیٰ متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یک بارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوسیانیۃ شہد فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا قبل الا اذا ساہلما الخضم عن بقاۃ الآن فقالا لاندیری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولامات وبمو علیہ بحر شاہد نے گواہی دی زندہ کے دین میں اس طرح کہ اس پر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جب کہ مدعا علیہ نے شاہدوں سے اب تک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقا مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مر گیا اور دین اس پر موجود ہے کذا فی البحر قلت وینخالفہافی معین الحکام من ثبوتہ بحد بیان سببہ وان لم یقولامات علیہ دین اتہی والا احتیاط لا یحییٰ میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام میں ہے ثابت ہو جانے دین سے بحر بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مر گیا اور دین اس پر موجود ہے اتہی اور احتیاط مخفی نہیں م یعنی بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہے تاکمال میں تو فیہ ہے دار فوں کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف



ہے اور احتیاطاً احسن میں اس قدر کافی ہے کہ غصہ سے قسم لی جاوے باوجود شہادت کے کذا فی الخطا دی اوی ملکالی الماضی و شہادہ فی الحالی لم قبل فی الماضی کا و شہادہ بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک نہیں گزشتہ کا دعویٰ کیا اور شاید یہی نے ملک فی الحالی کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول صحیح میں چنانچہ اگر شہادہ میں نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین م اعلانے ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحالی کا اسکا کہ مدعی کا کچھ قائم نہیں اشہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحالی کذا فی الخطا دی عن جامع الفصولین :

**باب الشہادۃ علی الشہادۃ** | یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا م شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت ہدنیہ ہے اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہائے بدلیل استحسان اس کو جائز رکھے بسبب حدیث

حاجت کے اس واسطے کہ اصل شہادہ بسبب موت یا سفرو وغیرہ کے اولیٰ شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز ہو تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ بکثرت ہو یعنی فردی کی شہادت پر شہادت پھر ان کی گواہی کی شہادت پر شہادت و علی ہذا القیاس کذا فی الدرر المختار ہی مقبولہ وان کثرت استحساناً فی حق علی الصیح الا فی حد و حدود سقوطہما بالشہادۃ

شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فردی میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہونے والوں کے جب سے وہاں الا شہاد مطلقاً اور جائز ہے شاید کہ نامہ طرح سے یعنی بعذر و بلا عذر مخرجات

المقتضی میں سے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ مہذب ہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے مہذب پیش آوے تو فردی گواہی دی مکن لا تقبل الا بشرط تعدد حضور الا ضل بموت ای موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعدد حاضر

ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شہادہ کے مرجع سے و ما قلہ القہستانی عن قضا النہایۃ فیہ کلام فائدہ نقد عن النہایۃ عنہا و ہو خطا و العنا

ماہنا اور جو قہستانی نے نہایت کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اس میں کلام ہے سو قہستانی نے اس کو نہایت سے نقل کیا اور نہایت میں خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہے م قہستانی نے کہا لیکن نہایت

ذخیرہ کی کتاب القضا میں ہے کہ اصل جب مرجع سے تو اس کی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی جلی نے کہا کہ توسنے جہاں تیس کی دیکھی اس میں نقل نہایت خانیہ سے نہیں خطا دی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا (فائدہ عنہا عن النہایۃ) چنانچہ خود شارح نے اس

کی تصریح کی ہے شرع مقتضی میں اتنی ابتدا کرتے ہیں اس طرح ترجمہ کیا اور مرض او سفر و اکثری الثانی بلینہ بحیث یتعذر ان یمیت بالمد

استحسانہ غیر واحد فی القہستانی و السراجیہ و علیہ الفتویٰ و اقروہ المصنف یا حضور اصل متعدّد ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اس طرح کہ متعدّد ہو اس کو اپنے لوگوں میں رات کا پہنچنا اور پسند کی ہے اس قول کو بہت علما نے اور

قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اس قول پر فتویٰ ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضائے حاضر نہ ہو سکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے تاہم خانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے اولیٰ شہادت کے واسطے جائے اور اپنے گھر میں رات تک نہ آ سکے تو اشدّ جائز

ہے اور یہ قول ہے فقیر ابو اللیث کا مر اجع میں ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی العالگیریہ او کون المرأة محذوق لا یتخلط الرجال وان قرحت لحاجۃ و عام غنیۃ یا حضور اصل متعدّد ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ لٹینی جو مردوں سے محالیت نہ کرتی ہو اگرچہ محض

اور عام کے واسطے ممکن ہو کذا فی القینۃ و فیہا للکوز الا شہاد و سلطان و امیر اور قہستانی ہے کہ سلطان او امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر جب



کہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو ان کو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمدؐ کے نزدیک کذا فی الطحاوی وہی حجت مجہولہ ان میں  
غیر حاکم الخصوصۃ نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا مجہولہ کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اس کو غیر حاکم خصوصیت نے جیس کیا ہو تو وہاں جائز  
ہے مصنف نے اس کو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اس میں ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف  
میں بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص مجہول ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اس کو جس سے نکال کر گواہی سن کر پھر قید کر سکتا ہے اور  
اگر والی کے محبس میں ہو اور نکالنا اس کو ممکن نہ ہو تو جائز ہے اتنی کذا فی الطحاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لا طلاق جواز الاشہاد  
لا الاداء کما مر اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے رو برو ادائے شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہے سب عدالت مذکورہ یعنی موت اور مرض  
اور سفر اور پردہ نشینی عدت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے زادائے شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقاً و بشرط  
شہادۃ عدد نصاب و لو رجلاً و امرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں  
وما فی الحادی غلط بحر اور جو قول حادی میں ہے غلط ہے کذا فی البحر حادی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی مقبول نہیں کذا  
فی الطحاوی عن کل اصل و لو امرأة نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاید عورت ہو لا تغاثر فرقی اندازہ دلک  
خلاف الشافعی نہ مغاثر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی م یعنی یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متماثل  
ہوں بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاید سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں  
یا دو شاہد دونوں کے ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اس کے اور دو اس کے جدا جدا و کیفیتہا ان یقول الاصل  
فخاطبا للفرع و لو اثنین بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اس کا یہ ہے کہ اصل کے فرع سے  
مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاید جو میری اس شہادت پر کہیں ایسی شہادت دیتا ہوں م یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کر  
اس واسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحاوی عن الثموی و کیفی سکوت الفرع و  
لورہ ارتد قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اس کو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نہ کرے تو اشہاد رد ہو گا کذا فی القیۃ یعنی بعد رد کرنے  
کے اگر گواہی دے گا تو مقبول نہ ہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عنہ حادی اور لائق نہیں فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی  
پر جو اس کے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحادی م بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نہ جانے  
تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں سنی یعنی بدکار سے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہد فی علی شہادۃ  
بکذا و قال الی اشہد علی شہادتی بذلک ہذا وسط الببارات و فی خمس شینات والا قصر منه ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع  
اشہد علی شہادۃ بکذا و علیہ فتویٰ الشری وغیرہ ابن کمال دہوالا صح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی کہ فلان  
شخص نے مجھ کو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو شاید جو میری اس شہادت پر شاہد نے کہا یہ سب عیارتوں میں سے اوسط عبارت  
ہے اور اس میں پانچ شین ہیں اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاید جو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی اس شہادۃ  
پر اور عبارت مختصر پر شری وغیرہ کا فتویٰ ہے چنانچہ اہل کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول ائمہ سے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت اس واسطے اختیار  
کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر جمیل ضرور عبارت مذکورہ اس واسطے کافی ہے اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے (اشہد ان فلانا  
لہی گواہی دیتا ہوں کہ فلان نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اس قدر مال ہے اور مجھ کو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اس  
کی گواہی پر گواہی دں اور میں اس کی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۲۲







صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کی طرف نسبت کرنا طریقین کے نزدیک ضروری ہے تاکہ نسبت پوری ہو انتہی ملاخسر و نے دریں کہا کہ مدعی سے اس واسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ موجود نہیں ثابت سے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اس کی تو ضرور گواہ اس کا اثبات حاضر کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند سے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی و مثله الکتاب الحکمی و ہو کتاب القاضی الی القاضی لانه کالشہادۃ علی الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفہ یخلف لاثبات انہ ہو ولو مقر الاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اس واسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جس کو قاضی کے خط کے دو شاہد نہیں پہنچتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کا تب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے ترویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر و یلزم مدعی الاشتراک البیان کا بسط القاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اس میں مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلا فی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اس کو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہوں سے ثابت کر یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان بن فلان ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصوصیت اس سے مندرج ہوگی انتہی ملخصاً کذا فی الطحاوی ولو قال لا فیہا التیمیۃ لم یجز حتی ینسبنا الی فخذنا کجدا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو تیمیۃ کہا تو جائز نہیں یہاں تک کہ اس کو اس کے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کر یں چنانچہ اس کے دادا کی طرف ہم بنو تیمیم بکثرت قبائل ہیں لہذا ان سے معرفت حاصل نہیں ہوتی جب تک قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت نہ ہو یہاں میں فخذنا کجدا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زبلی نے جدا علی کی سے خلاصہ میں ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور الفاعل اشتراک کا ایضاً میں سے کہ ہم یعنی غیر عرب میں ذکر پیشہ مبتدئہ قبیلہ خاصہ کے ہے اس واسطے کہ ہم میں انساب صنایع میں انتہی زنجشتری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فعیلہ تو مضر اور ربعہ اور حمر اور مذحج شعب بن اس واسطے کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہیں اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فعیلہ کذا فی الطحاوی و کیفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اس کے زوج کی طرف اور مقصود الاعلام ہے یعنی جس طرح سے کہ حاصل ہووے اشہدہ علی شہادۃ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فہ ان یشہد علی ذلک در رد اقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلاۃ عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اس کو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنی منع کرتا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اس پر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اس کے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اس کو عنقریب ذکر کر چکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم یقبل کذا شہادۃ تہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسی طرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر مقبول نہیں و یقبل شہادۃ رجل ..... علی شہادۃ ابیہ و علی قضاء ابیہ فی الصیح در خلاۃ لملتقطا و مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضاء پر قول صحیح میں کذا فی الدرر خلاف ملتقط یعنی اس میں عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بیان اقر علی نفسه ولم یدع سہوا ولا غلطاً کما



حرمہ اللہ کمال جس شہد کا حال غلط ہو اس نے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی منے کا اقرار کیا اور  
 سہو کا دعویٰ کیا نہ غلط کا چنانچہ کمال نے اس کی تحریر کہ ہے م یا شہادت زندقہ کے ظہور کی یہ صحت ہے کہ شاید نے قتل ہونے ایک  
 مرد اس کی موت کی گواہی دی پھر شخص زندقہ موجود ہوا یا بدیت بلال کی گواہی دی اور میں دن گز گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی  
 نہیں اور چاند نہ دکھائی دیا اور ماثلاً اس کے کذا فی اللہ فقہاء کے نزدیک شہادت زندقہ جہارت ہے شہادت باطلہ سے حد اکانی الطحاوی  
 ولا یکن شہاد بالہینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زندقہ کا اثبات گواہوں سے اس واسطے کہ من قبیل نفی سے م اس واسطے کہ گواہ  
 یہ کہیں گے کہ شاید نے ناحی گواہی دی اور اس کی طرف التفات نہ ہو گا کذا فی الطحاوی من الشبہی عزیر بالتشہیر وعلیہ الفتویٰ سراجیہ کی  
 گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی السراجیہ تشہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اگر شہد شخص بازاری سے  
 تو قاضی اس کو بازاری میں بھیجے اور اگر بازاری نہیں تو اس کی قوم کی طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہوں بھیجے اور قاضی کا آدمی  
 کہے کہ ہم نے اس کو شاید زندقہ پایا تم اس سے بچو اور لوگوں کو اس سے بچاؤ قاضی شریعہ صماہ کے وقت میں یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے  
 اسی کو پسند کیا و زائد اضرہ وجہ جمع اور صاحبین نے اس کا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا کذا فی الجمع م فتح القدیر میں اسی قول کو ترجیح دی  
 اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم ولی البصر و ظاہر کلام ان لقاضی ان یوم و جہاذا اللہ میاستہ اور بھر الرافی میں سے کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ قاضی  
 کو جانز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اس کو مصلحت دیکھے و قبل ان ینزع معراضہ ب اجماع وان تابا لم یعز  
 اجماعاً اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاید زندقہ جمع کرے معرہ کر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جادے اور اگر توبہ کرے رجوع کرے  
 تو بالاتفاق اس پر تعزیر نہیں م امرہ کی یہ صورت ہے کہ شاید کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ بھروں گا کذا فی الفتح  
 و لغوی فی مدۃ توبۃ و لو لم یای القاضی علی الیصح لو فاسقا و لو عدلا و مستورا لا یقبل شہادۃ ابداء و شاید زندقہ کے توبہ کرنے کی مدت قاضی  
 کہائے پر موقوف ہے بقول صحیح اگر شاید فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الی ال موتواں کی گواہی بھی مقبول نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کی  
 توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحاوی قلت و من الثانی یقبل وہ یعنی یعنی وغیرہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاید زندقہ  
 عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی العینی وغیرہ م اس واسطے کہ کہے اس کی توبہ ظاہر  
 ہو سکتی ہے شہادت زندقہ پر نہ امت اور نہ صفت کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ | یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دے کر پلٹنا اور پھر ملنا اور  
 اصطلاح فقہ میں عبادت ہے نفی کرنے اس چیز سے جس کو ثابت کر چکا کذا فی الطحاوی ہو ان یقول  
 رجعت عما شہدت بہ و نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاید کہے کہ میں پھر اصرار پلٹنا اس چیز سے جس کی میں نے گواہی دی اور ماثلاً اس  
 لاکم کے م چنانچہ یوں کہنا کریں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحاوی یا میں بسطل تھا شہادت میں یعنی ناحی  
 برضا اس میں کذا فی اللہ فلا حکم لایکون رجوعاً اور اگر شاید نے شہادت کا انکار کیا توبہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ  
 مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ من اد توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط  
 قاضی کی مجلس ہے اگر چہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے رد پر رجوع کرے مجلس قاضی اس واسطے شرط ہے کہ رجوع عبادت  
 سے یعنی شہادۃ توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ غفنی گناہ کی غفنی توبہ ہے



اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنی شہادت زور گناہ ہے مجلس قضایں تو اس کی توبہ بھی مقید مجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما بعد  
غیرہ ویرمین ادارہ میں ہا لا تقبل لفساد الدعویٰ تو اگر دعویٰ کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے رد برد  
اور اس کو بگو اہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعویٰ کے م یعنی  
بینہ اور میں دعویٰ صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعویٰ کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تکلف  
شاہد کذافی الدرر بخلاف مالو ادعی وقوعہ عند قاض و تصنیفہ ایما ملتقی بخلاف اس کے اگر دعویٰ کیا واقع ہوئے رجوع کا کسی قاضی کے  
پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذافی الملتقی م یعنی اگر یہ دعویٰ کیا کہ شاہدین نے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور  
قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا ان پر حکم کیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعویٰ کے  
کذافی الدرر ویرمین انہما اقرب رجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء الحال ابن ملک یاد عا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع  
شہادت کا غیر قاضی کے رد برد اقرار کیا تو مقبول اور اقرار مذکور فی الحال کا انشاء قرار دیا جائے گا کذا ذکرہ ابن الملک یعنی گویا بالفعل رجوع  
واقع ہو فان رجوع قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے  
حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اس پر حکم نہ کرے ولا ضمان ویزر و لو عن بعضہا لانه فسق نفسه جامع الفصولین اور قبل حکم  
شاہد پر ضمان نہیں اور اس کو تعزیر دیا جائے اگر یہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اس واسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب فیق  
کیا رجوع سے کذافی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذافی المنع م قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور  
تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور میں مذکور ہو چکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت  
سے رجوع چنانچہ زمین اور اس کی عمارت کی اور گھوڑی اور اس کے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اون بچے میں رجوع کیا و بعدہ لم یفسخ  
الحکم مطلقاً لترجہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہ ہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہاد  
کے وقت تھا یا ادنیٰ یا اعلیٰ ہو کذافی المنع بسبب راجح ہو جانے خبر اول کے قضا سے م اگر شارح توضیح کرتا (الترجیح النجرا الاول من الشاہد  
بالقضاء) تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اس واسطے فسخ نہ ہوگا کہ شاہد  
کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہیں ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اس واسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر  
اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذافی الطحاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا  
او محدود فی قذوف فان القضاء یبطل ویروما اخذ وتکرم الدیۃ لوقصاص ولا یضمن الشہود لامران الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المتقصر لہ  
شرح تکلمہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذوف اس واسطے کہ قضا اس صورت میں باطل ہو جاتی ہے اور مقصری لہ پھر وہ  
جو اس نے لیا اور ولی مقبول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مذکور  
ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم میں تو تاوان مقصری لہ پر ہے کذافی شرح تکلمہ م صورت مذکورہ میں خطائے حاکم یہ ہے کہ اس نے حال  
شہود کا تفحص نہ کیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محدود فی القذوف وضمننا ما اتلفناہ للشہود علیہ لتسببہما تعدیاً مع تعذر تفحصین المباشر  
لانہ کا ملجاء الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دیں مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کر دیا اس واسطے کہ شاہدین تلف  
مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر ہونے تفحصین مباشر یعنی قاضی کے اس واسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے



حکم دینے میں امام شافعیؒ کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں جب کہ وہ رجوع کریں اس واسطے کہ شہود سبب میں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے اس کا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادۃ باطلہ سے اور قاضی مباشر پر قسین مستند ہے اس واسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تاہم اگر حکم نہ دے تو گناہ کا رادہ مستحق عدل اور لائق تعزیر ہے قبض المدعی المال اولاً یعنی بحر و بزازتہ و خلاصۃ و خزائنہ المتقین شہدین ضمان دیں مدعی نے مال کو قبض کیا یا نہ کیا ہو اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البحر والبرازیہ والحاۃ و خزائنہ المتقین و قیدہ فی الوقایہ والکنز والدرر والمتقی بما اذا قبض المال لعدم التکلیف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو و قایہ اور کنز اور درر اور متقی الا بحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اس وقت کہ قبل قبض کے تلف نہیں قبل ان المال ینافکا لاول وان دنیا کانتانی و اقربہ القستانی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال میں سے یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان سے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے کہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بامثالت سے سو میں ہیں تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولذا مقتضی علیہ کو اس میں تعرت جائز نہیں اور مقتضی کہ کو جائز ہے اور دین میں ملک اس کی زائل نہیں ہوتا جب تک مقتضی قبض نہ کرے تو اگر شاید پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مائت متحقق نہ ہو کذا فی الجلی والعبرة فیہ لمن یلتقی من الشہود لا لمن یجمع اور ضمان میں اس کا اعتبار ہے جو شاید کہ باقی رہا نہ اس شاید کہ جس نے شہادت سے رجوع کیا م یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان جمع احدہما ضمن النصف اور اگر شاید پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے م اس واسطے کہ دومردوں کی شہادت میں ہر شاید کی شہادت سے نصف محبت قائم ہے تو جب ایک شاید اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں محبت باقی رہی تو راجع پر اس کا ضمان واجب ہے جس میں محبت باقی نہ رہی وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان جمع احد ثلثہ لم یضمن اور اگر تین شایدوں میں سے ایک شاید جمع ہوا تو وہ ضمان نہ دے گا م اس واسطے کہ دو شاید باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے وان جمع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شایدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شایدین راجعین نصف مال کا ضمان دیں م اس واسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاید وان رجعت امرأة من رجل وامرأتی عننت الریج اور اگر ایک عدت پھر ملے ایک مرد اور دونوں سے تو وہ چوتھا مال ضمان دے م اس واسطے کہ شہادت پر تھے شخص باقی ہیں جس سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا النصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عدتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں م اس واسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان جمع ثمان نسوة من رجل و عشر نسوة لم یضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دے م اس واسطے کہ اس قدر شاید باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دومرد کا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ بقا ثلثہ اربعہ النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھا مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے م اس واسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عدت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کی رجوع سے تلف نہ ہوا مگر ربع فان رجعتا فالفرم بالاسداس سو ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تمام کے نزدیک تاوان ششٹی حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھ حصہ مرد پر ہے اور باقی چھ حصہ پر م امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بچانے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کے ہوں تو ایسا ہو گا کہ گویا چھ مرد



گواہی دے کر پھر گئے تو ان پر ضمان بالاسد اس ہوگا کذا فی الدیۃ یعنی ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقال علیہن النصف کما لو ربحن فقط اور صاحبین نے کہا کہ وہیں عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسویں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے م صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کے ہیں ولہذا ان کی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی ان کی شہادت سے کذا فی الدیۃ ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بہر المثل او الاقل اذا التلاف بعض کلا التلاف اور ضمان نہیں دنیا شاید راجع نکاح میں جس نے ہر مثل یا کم تر ہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر سی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کم تر اس واسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض ہنر نہ اتلاف کے ہے م شارج نے جو اصل ہر مثل کی قید زیادہ کی اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ ماتی خود اس کی تصریح کرے گا صورت اس کی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعویٰ کیا نکاح کا اور اس پر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے تو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دیں گے خواہ مہر سی ہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمیۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمانا لوی المدعیۃ وہا المنکر عربی زادہ اور اگر مہر سی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاید بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ غری زادہ م صورت اس کی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعویٰ کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا ہر مثل مہر سی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاید وہیں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اس کا ہر مثل کم تر ہو مہر سی سے یعنی مہر سی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمیۃ عن الکافی اس واسطے کہ شاید وہیں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر سی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح یا اقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتد لتعذر الماثلۃ بین البیض والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کم تر مہر مثل سے تو شاید وہیں پر ضمان نہیں بقول معتد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرم گاہ عورت کے اور مال کے م یہ ترکیب موم ہے کہ مسئلہ اولیٰ میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتیوں لکھتا (ولو باقل فلا ضمان) تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارج نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرم گاہ کے عند التلاف فیہ متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرم گاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تلف سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اس کے اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف مالو شہدا علیہما لبقض المہر والبیضۃ ثم رجعا ضمانا لبا لا تلافی المہر بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دیں گے بسبب تلف کر دینے مہر کے و ضمان فی البیض والشرا و ما نقص عن قیمت البیض لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضمان دین بیع اور شرا میں اس قدر کا جو کم ہو گیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین اس قدر کا جو زیادہ ہو گیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے م اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل سے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اس مرد سے نبوض ہزار درم کے لیا اور وہ دہنار کا ہے سو شاید وہ نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاید بائع کو ہزار درم ضمان دیں کیونکہ انھوں نے اس کے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے یہ



غلام ہزار درم کو لیا اور اس پر شہادے اور مشتری اس کا منکر ہے سو شایدوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاید مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دیں اس واسطے کہ انہوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر

ولو شهدا بالبيع وبقصد المثل للولي شهادة واحدة منها اليقظة ولو في شهادتين من مننا المثلين يعني اور اگر دو شایدوں نے بیع اور نقد میں کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد میں کے ساتھی ایک ہی بار گواہی دی تو شاید قیمت کا ضمان دیں اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنی ایک بار بیع کی گواہی دی اور دوسرے بار میں کی تو میں کا ضمان دیں کذا فی یعنی م اس واسطے کہ سہلی صورت میں مقضی نہ بیع ہے نہیں اور دوسری صورت میں نہیں بالاستقلال مقضی ہے کذا فی الطحاوی طحاوی ولو شهدا علی البائع بالبيع بالیقظة الی سنة وقيمة الف فان شاء ضمن الكشهو وقيمة حالاً والشاهد اخذ المشتري الی سنة وایام اختیار بری الاخر وتمامہ فی خزانة المفتیین اور اگر شایدوں نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بدت یک سال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار سے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنی ہزار کا اٹھائے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کئے تاکہ مال اور دونوں میں سے جس کو بائع اختیار کرے گا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے غم سے اور پورا بیان اس کا خزانة المفتیین میں ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار کو لیا بدت یک سال اور قیمت اس کی ایک ہزار ہے سو شایدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار پھیلے ان کو ایک ہزار حلال میں اور دوسرے ہزار کو وہ غیرات کر دیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اس کو پھر دے سو اگر اسے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلة بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اس کا کچھ مواخذہ نہیں شایدیں پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھر دیا تو جو دو ہزار اس نے شایدیں کو دیے ہیں ان کو پھر لے اور جو شایدوں نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیلے کذا فی العالگیریة من المصنرات وشرح الطحاوی چونکہ بیان مالگیری کا واضح تر تھا خزانة المفتیین سے لہذا مقررہ میں نے اسی کا ترجمہ کیا ہے

تدیکھا و فی الطلاق قبل ولی و مملوۃ مننا نصف المال المیسر او اتمعة ان لم یسر او طلاق قبل ولی او قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شایدیں نصف مال مسمی کا تاوان دیں یا متوک ضمان دیں اگر مہر سے مسمی نہ ہو تو شایدیں انہ طلقا ثلثا و آخر انہ طلقا واحد قبل الدخول ثم رجعوا فضمن نصف المهر علی شہود الثلث لا غیر فہرمة الفلیظہ اور اگر شایدیں نے گواہی دی کہ زوجہ نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شایدوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو ایک بار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاید شہادت سے پٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے نہ ان کے غیر پر بسبب حرمت فلیظہ کے م اس واسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم دے گا کیونکہ وہ مفید ہیں اس واسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خیفہ ہے اور طلاقات ثلثہ کا حکم حرمت فلیظہ ہے کذا فی النسخ صلی نے کہا قبل دخول دونوں گواہوں کی قید ہے ولو بعد ولی او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد ولی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہیں م یہ مسئلہ قدوری اور دایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے

کذا فی نہیں مگر اتنا جو مہر مثل پر زبان سے کہ الی النسخ ولو شهدا باطلاق قبل الدخول و آخر ان بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثہ

ارباب المہر و شہود الطلاق بعد اختیار اور اگر دو گواہوں نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شایدوں نے دخول کی گواہی دی پھر شایدوں نے گواہی دی سے پھر گئے تو دونوں کے گواہ مہر کے تین رطل یعنی پون مہر کا ضمان دیں اور طلاق کے شہود چوتھا مہر کا ضمان دیں



کذا فی الاختیار ولو شهدا بعقوب فرجنا ضمننا القيمة لمولاه مطلقاً وبعس من لانه ضمان اطلاق اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولیٰ کو اس کی قیمت کا ضمان دیں مطلقاً اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اس واسطے کہ اطلاق کا تاوان ہے والوہا للمعتق لعدم تحویل المقتن ایہما بالضمان فلا تحویل الولاء بدایہ اور ولا یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولایت کی طرف منتقل نہ ہو گا کذا فی الہدایۃ و فی التدریج ضمننا بالقصد و موثقت قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اس قدر کہ جس کو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اس کی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدوں کی گواہی دی کہ مولیٰ اپنے غلام کو دیکر کیا سوقا یعنی بکے ہوئے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اس کے مولیٰ کو تہائی قیمت کا ضمان دیں اس واسطے کہ تدبیر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے قن سے دلومات المولیٰ عتق من الثلث ولزمہما البقیۃ قیمتہ و تمام فی البحر اور اگر مولیٰ مر گیا تو آزاد ہو گا تدبیر اس کی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اس کی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے ہم یعنی اگر مولیٰ مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور قیمت تدبیر کا ضمان لازم ہو گا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر و فی الکتابۃ لیضمنان قیمتہ کلہما وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دیں اس کی پوری قیمت اور اگر مولیٰ چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کی مدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانچ سو ہے اور قاضی شکایت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولیٰ کو اختیار دے سو اگر وہ ضمن شاہدین اختیار نہ کرے تو اس کو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ رہے گا گاہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دے گا اور اگر مولیٰ ابتداء مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لے گا گاہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصر ولا یعتق حتی یودی ما علیہ ایہما ولتصدق بالفضل اور مکاتب آزاد نہ ہو گا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اس پر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اکثر ہو اس قیمت سے جس کا وہ ضمان دے چکے ہیں مولیٰ کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانچ سو ان کو حلال طیب ہیں اور پانچ سو کو خیرات کریں یہ مذہب سے طریقین کا والوہا لمولاه ولو بحر عاد لمولاه و در قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اس کے مولیٰ کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادائے کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آدے گالیئے مولیٰ کی طرف اور مولیٰ اس کی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پھر دے و فی الاستیلا و لیضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم وام ولدہما بوجاہہما یعنی ضمان بلینہما اور استیلا میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت بھڑائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اس کی بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اس قدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہے ہم صورت استیلا دیکھئے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولیٰ منکر ہے سوقا یعنی نے اس کے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہ ہو اور مولیٰ زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان دیں کذا فی الطحاوی عن الیمنی و ہذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی در صورت جواز بیع دو سو قیمت ہے شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہو گا فان مات المولیٰ عتقت و ضمننا امہ للورثۃ و تمام فی الیمنی اور اگر مولیٰ مر گیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کا ضمان دیں اس کی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اس کا عینی میں ہے و فی القصاص الدیۃ فی الیمنی فی مال الشاہدین و ورثاہم اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث



ہوں گے مگر شاہدین گواہی دی کہ شہداء نے محمد کو قتل کیا سو قاتل کی موت کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہدین گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر حدیث لازم ہوگی بھراؤ میں شروع سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لی جائے گی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اس کے وارث ہوں گے کذا فی المطحطاوی ولم یقتضا بعدم المباشرة اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائے گا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے سے اس کو قتل نہیں کیا جو قصاص ان پر آتا ولو شهدوا بالعموم یعنی لان القصاص لیس بالاختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو ان پر ضمان نہ ہوگا اس واسطے کہ قصاص مال نہیں جو ان پر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافة النکف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرج پر بسبب ان کے رجوع کے بسبب معاف ہونے تلف کے ان کی طرف سے اس واسطے کہ مجلس قاضی میں ضمانت فرد سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھیں کی شہادت پر مبنی ہوگا کذا فی المطحطاوی لا شہود الاصل بقولہم بعد القضا لم نشہد الفرع علی شہادتنا او اشہدنا ہم وغلطنا نہ ضمان دیں شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہم نے شہود فرد کو اپنی شہادت پر مشاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہم نے ان کو شاہد کیا اور ہم نے غلط کیا مگر بعد قضا کے قید اس واسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہاد اصول کریں گے تو حکم نہ ہوگا اس واسطے کہ انھوں نے قبل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور کہے کذا فی الدرر وکذا قولوا رجعتنا عنہا لعدم اتقانہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسی طرح اگر اصول کہیں کہ ہم نے شہادت سے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہ ہوگا بسبب عدم اتقانہم کے اصول کی جانب سے اور نہ فرع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فرد ولا اعتبار بقول الفرع بعد الحكم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان او باعتبار نہیں فرد کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھوں نے غلط کیا تو فرد پر ضمان نہیں اس واسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگا وہ نہیں ٹوٹتا ان کے قول سے اور فرد اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ انھوں نے غیر رجوع کی گواہی دی کذا فی المطحطاوی ولو جمع الكل ضمن الفرع فقط اور اگر اصول اور فرد سب گواہی سے پھرے تو فقط فرد ضمان دیں گے مگر یہ قول ہے شیخین کا اس واسطے کہ بسبب اتقانہم وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فرد سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مناسب ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فرد سے اس واسطے کہ قضا فرد کی شہادت سے واقع ہوئی اس واسطے کہ قاضی نے انھیں کی شہادت معائنہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اس واسطے کہ فرد نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں ان کے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو الدیۃ للرجوع عن التکیۃ مع علمہم بکونہم عبیداً خلافاً لہما اور ضمان مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیتا کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود ان کی دانست کے کہ شہود غلام میں بخلات صاحبین کے مگر امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم ضمان ہے شاہد کی طرف اور شہادت جوت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صحت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگ سار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مبہوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو ان پر ضمان نہیں اور شہود کذا فی المطحطاوی اما مع الخطا فلا اجابا بجر اور خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے مگر خطا کی صحت سے کہ مزکی کے میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی المطحطاوی وضمن شہود لتعلیق قیمة القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دیں شہود لتعلیق کی



قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج م صورت اس کی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو آنا دے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوتی پھر اور دو شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود میں پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود میں شہود علت حکم ہیں اس واسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اوکھین کے مشاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو بشرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم ہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الخطاوی لا شہود الا احصان لانه شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علت نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اس واسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محسن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہ ہوگا کیونکہ احصان علامت ہے بشرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ مشارع کہتا کہ تزکیہ علت العلة ہے کیونکہ علت تو شہادت سے کذا فی الخطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود بشرط کے شہود پر چنانچہ اس کا بیان شہود تعیین میں ہو چکا ولو بعد ہم علی ایسے معنی اگر یہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح ان پر ضمان نہیں کذا فی المعنی م شمس الامم نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان نہ دیں چنانچہ زیادات میں مخصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال ومن شہد بالایقاع لا التفویض لاد علیہ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دے شہدایقاع کا نہ تفویض کا اس واسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہم بجز الایقاع میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب بشرط اور علت اور سبب اور علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیئے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم نہ مؤثر ہو نہ اس کی طرف منفی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں مؤثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف منفی ہو بلاتاخیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہ ہو کذا فی الخطاوی والله اعلم واستغفر اللہ للکسیر





## کتاب الوکالة

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں م وکالت فسخ وکسر اولعت میں اس میں ہے توکیل سے اور توکیل یہ کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اس پر اہتمام کر کے اپنی اسائنش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل و شخص ہے جو قائم ہمارے تفویض ایہ ہو تو وہ فعل ہے معنی مقبول یعنی جس نے طرف امر موقوف ہو کذا فی فتح القدریر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل معنی فاعل بھی ہوتا ہے جب کہ معنی مافظ ہو چنانچہ اس آیت میں رحمنا الله ونعم الوکیل ملاحظہ فرمائیے لکھا ہے یہ صحیح ہے کہ آیت میں وکیل معنی مفعول ایہ ہو مناسبہ ان کلام میں شاید والوکیل سارع فی تکمیل مراد غیرہ مناسبہ کتاب الوکالت کی کتاب الشہادۃ سے ہے کہ شاہد وکیل ہر ایک کو شش کرنے والا ہے لیکن غیر کی تکمیل مراد میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں سامع ہے التوکیل صحیح بالکتاب السنۃ قال اللہ تعالیٰ دعا بشوا اسدکم لہد قلم غیر کہ اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالیٰ نے فرمایا اہم کتاب کی حکایت میں ہو جو ایک شخص کو اپنے درجہ کے کرم و جہ استدلال سے کہ یہ بھیجا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ جماع واسطے محبت میں جب کہ الشاؤراں کا رسول بیان کرے بلا انکار اور اس کا نسخہ ظاہر ہو کذا فی نسخ وکیل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشر اللہ الخیرۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قرآنی کی خرید میں م وکالت داند نے اس سند سے روایت کی جس میں ایک راوی مذکور ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار سے کہ بھیجا کہ آپ کے واسطے قرآنی خرید کرے حکیم نے بعض ایک دینار کے قرآنی خرید کر اور اس کو بعض دو دیناروں کے بیجا پھر ایک دینار سے دوسری قرآنی خرید کر اور ایک دینار قرآنی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے نور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدیق کیا اور ان کی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کر اور ہاتھ اس کے ترغی میں سے بالحد توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدریر و علیہ الامارۃ اور اس کی سمجھ پر اجماع اور اتفاق ہے و ہونام و مام کانت وکیل فی کل شیء غیر اکل حتی الطلاق قال الشہید و یغنی و خصہ ابو الوہب بخیر طلاق و عتاق و وقف و ہنہ فی الاشیاء و خصہ قاضی خلیل بالعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات و ہونام وہب کی تویر البصار و زواج الجوار و سبھی ان بیعت و اعتمہ فی اللفظ فقال اما الہبات والعتاق فلا یكون وکیل عند ابن حنیفہ بخلاف محمد و احمد توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ منکر کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام ہے چنانچہ تصدیقات کو یہاں تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اس مام کا فتویٰ ہے چنانچہ فیہ ابو الوہب نے اس کو بغیر طلاق و عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر استدلال ہے و شاہ میں ہر قول مذکور کو قاضی خلیل نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تعریف نہ کر کے گاہری مذہب تو یہ ہے چنانچہ نور البصار و زواج الجوار میں ہے اہم کہ اسے گا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر مقلد میں اہتمام کیا ہے سو کہا کہ یہاں اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہ ہو گا ابو حنیفہ کے نزدیک بخل و عتق توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کوں اور تبرع امر مام ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس مگر کی طرف میں مثلاً کذا فی الطحاوی و فی بشر بن یزید و لم یکن لیل و صناعہ معروفہ بالوکالۃ بالکلام و بشر بن یزید میں ہے کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشورہ ہو تو وکالت باطل ہے م یہ قول کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا ہے جمع اس میں اور قائم کیا تجھ کو بجائے اپنی ذات کے توکیل عام نہیں ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کوکیل ہو گا اور اگر اس کا پیشہ غیر معینہ ہو تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدریر و ہونام فی غیر مام نفسہ زعمہ و غیر مام فی تصرف جائز



معلوم اور اصطلاح شرع میں توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر اسائش یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف میں جو جائز اور معلوم ہے ممانہ کی قید سے یہ خارج ہو گیا کہ صغیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہیرہ کرنے میں وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی شخص کہے کہ توکیل عام جائز ہے اس میں تصرف معلوم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اس کا سوا نہ ہو چنانچہ وہ شخص جس کے معاملات بکثرت ہیں تو توکیل باطل ہے کذا فی الموطا وی تلویحہ ثبوت الادنی و ہوا لحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنی ثابت ہو گا اور وہ نگہبانی ہے م تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی النسخ فتح القدر میں ہے کہ اگر تصرف معلوم نہ ہو تو ادنی تصرفات وکیل ثابت ہو گا وہ فقط حفظ ہے امام مجہوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے میں تو فقط حفظ کا وکیل ہو گا انتہی در میں ہے کہ قول مذکور میں فقط حفظ اس واسطے مراد ہوا کہ لغت میں وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممکنہ اسے التصرف نظر الی اسل التصرف وان امتنع فی بعض الاشياء بعراض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو متمنع ہو بعض اشیاء میں بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال م اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہ ہو تصرف میں قطع نظر حکم شرعی کے تو اس میں داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خیر اور خیر کی بیع میں اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع میں اور یہ قول مبنی ہے اس پر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے ملک تصرف موکل اس واسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الموطا وی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون و صبی لا یعقل مطلقا و صبی یعقل تصرف ضار نحو طلاق و عتاق و ہبہ و صدقہ تو صحیح نہیں وکیل کرنا مجنون اور صغیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونوں کا محتمل ہو اور صحیح نہیں وکیل کرنا غیر عاقل کا تصرف ضار میں چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ میں م توکیل مجنون اور صغیر اس واسطے صحیح نہیں کہ وہ تصرف کا مالک نہیں اور معلوم ہو چکا کہ توکیل میں موکل کا متصرف ہونا شرط ہے و صحیح بما نیفہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبہ اور صحیح ہے غیر عاقل کا وکیل کرنا بدول اذن اس کے ولی کے اس تصرف میں جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا و صحیح بآثر و بین ضرر و نفع کبیع و اجارۃ ابن ماذون و الا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف میں جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور میں اور اگر اس کو اس کے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہے گی اس کے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا و لا یصح توکیل عبد مجبور اور صحیح نہیں وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا و صحیح لو ماذون او مکاتب اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا و توقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق اوقتل لا خلافا لہما اور موقوف رہے گا وکیل کرنا مرتد کا سوا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد میں مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب میں جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہیں بخلاف صاحبین کے و صحیح توکیل مسلم ذمی یا بیع خمر اور خنزیر و شرابہا کما فی البیع الفاسد و محرم حلالا لا بیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور ان کے خرید کرنے میں چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد میں اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع میں اگرچہ فعل مذکور سے موکل متمنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہم نے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف میں سوا گاہ ہو جائے ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کو ذکر کیا سولیوں کا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا ہو جتنا ہوم یعنی وکیل میں اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو خرید کرنا یا بیع اور سالب ثمن اور سالب بیع ہے اور غبن فاش کو غبن بسیر سے تفرق کرتا ہو اور ظاہر صغیر عاقل میں بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الموطا وی ولو صبی او عبد مجبور اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہوم مجبور صبی اور عبد دونوں کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل میں عقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لایخفی ان الکلام الآن فی صوۃ الوکالت انی ہر بیع الوکیل فلما لم یعقل و یقصدہ تبعا لکن نریہ بات پوشیدہ نہیں کہ اب اسباب میں صحت وکالت میں گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے



یہاں یوں نہ کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کثر مد مذکورم ہایا اور وقایہ اور رد و غیرہ میں وکیل کی شرط میں یوں مذکور ہے کہ یعتقل العقد بقصد  
یعنی وکیل میں شرط یہ ہے کہ عقد کا قصد کرے اور اس کا ارادہ کرے قصد کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیٹہ کرے گا تو موکل کی طرف سے  
واقع نہ ہوگی شائع نے کہا کہ وصورت عدم قصد اگرچہ صحیح نہیں لیکن یہاں گفتگو صحت و کالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے  
کی کچھ حاجت نہیں تم ذکر رابطہ الموکل فیہ فقال بطل ما یا شرہ الموکل بنفسہ پھر معصفت نے قاصدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنی صحیح ہے وکیل کرنا  
ہر ایک اس چیز میں جس کو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے م بنفسہ کی قید اس واسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جائے اس واسطے کہ  
وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اس کام میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ وکیل توکیل  
کا صحیح نہیں اس واسطے کہ موکل استقرار کا ہا شرہ ہو تاکہ بذات خود اپنے واسطے اہل استقرار میں سے توکیل کا مالک نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ درمست  
اضافہ الی الموکل توکیل صحیح ہے اس واسطے کہ ثانیہ میں مصرع ہے کہ اگر استقرار میں کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے استقرار میں موکل کی طرف مضاف اور  
منسوب کیا تو استقرار میں موکل کے واسطے ہو گا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کہ الی الطحاوی فمثل المصنوعہ تو وکیل شامل ہوئی خصوصیت کو م معصفت  
کا یہ قول بطل ما یا شرہ بہتر ہے کثر وغیرہ کے اس قول سے بطل ما یقصدہ اس واسطے کہ معصفت کا قول عقد اور غیر عقد یعنی خصوصیت وغیرہ کو شامل ہے  
خصوصیت لغت میں یعنی بدل ہے اہل شرع میں ان کا نہیں کا جواب ہے یعنی مدعی نے کوئی دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کے جواب میں اقبال کیا یا انکار  
یقینیت شرعی ہے خصوصیت کی اور جو تہرہ میں ہے کہ خصوصیت عبارت ہے دعویٰ صحیح اور جواب مریک سے کذا فی الطحاوی فلذا اقال فصیح بخصومتہ  
فی حقوق العباد برعنی المضمم تو اسی واسطے معصفت نے کیا صحیح ہے وکیل کرنا اس خصوصیت میں جو حقوق العباد میں ہے مخاصم کی رضامندی سے وجوہاً  
بلا رضاء و بہ قال التکلیف اور صاحبین نے توکیل کو بدول رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلاثہ کام امام اور صاحبین کا خلاف  
لزم توکیل میں ہے نہ جہان میں یعنی امام کے نزدیک اگرچہ بدول رضائے مخاصم جائز ہے لیکن بدول اس کے ماضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف ما بین  
مذہب صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ خصوصیت میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کن تو موقوف نہ ہوگا غیر کہ رضامندی پلاور نام کی دلیل یہ ہے کہ جواب  
مستحق ہے مخاصم پر اور لوگوں کی عادت پر خصوصیت میں منطوق ہوتی ہے تو اگر لزم توکیل کے ہم قائل ہوئے تو مخاصم کا نہ ہو گا لہذا اس کی رضا پر موقوف ہے  
کذا فی الطحاوی و علیہ فتویٰ الی اللیث وغیرہ واختارہ المتألی و مکر فی السنایۃ والمنتار للفتویٰ بقولینہ علیہ السلام و رد صاحبین کے قول پر فقیہ ابو الیث کا  
فتویٰ ہے اور پسند کیا ہے اس کو عثمانی نے اور صحیح کیا ہے اس کو نہایت میں اور فتویٰ کے واسطے یہ ہے کہ اس کو مخاصم کی رائے پر منوط کرنا چاہیے کذا فی  
العدم و رد میں ہے کہ اگر قاضی کو لغت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول و کالت میں معلوم ہو تو مخاصم کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو  
کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسائی مخاصم کی مراد ہے تو وکیل قبول نہ کرے بدول رضائے مخاصم اور منتار شرعی کا ہے چنانچہ کافی میں ہے انتہی الطحاوی  
نے بزاز سے نقل کیا کہ قاضی علی الیہا حکم بطر سابق تھا جب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اھل اس مذہب کے قاضیوں کے اختیار دینے میں توفیق ہوا ہے  
انتہی ولله تملان العلم الا ان یوں الموکل مرعینا لایکنہ حضور مجلس الحكم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدول رضائے مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو  
کہ اس کو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدموں سے ٹکے نہ ہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدول رضامندی مخاصم کے مخاصم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائباً  
مدعی سفر یا موکل غائب بقدرت سفر ہو یعنی اگر تمی متزل غائب ہو تو توکیل بلا رضائے مخاصم لازم ہے م یہ اس صورت میں ہے جب کہ مخاصم انتظار نہ  
نہ کرے ولہذا محیط کہے کہ اگر موکل مدعی یا مسافر ہو تو توکیل بدول سے لازم نہیں بدول رضائے مخاصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب  
چاہتے ہو تو میرا ارتقاء عندا اگر میر نہیں کرتا تو توکیل سے ماضی ہو پھر جب کہ وہ ماضی ہو جائے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایہ میں انتہی مدعی سفر



کی قید اس واسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیب ہو تو بمنزلہ حضور کے ہے کذا فی الطحاوی او مرید الہ دیکھنی قولہ انا ابید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے تو اس پر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہر سفر کا اور یہ قول اس کا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اس کے حال کو ملاحظہ کرے اور اس کے میلان میں اس واسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحاوی او مخدرة لم تحل لمرء الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے مخالفت نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادة میں مذکور ہو چکا کہ مخدرة کی شہادت پر شہادت مسوع ہے م پردہ نشین عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اس واسطے کہ اگر پردہ نشین کچری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کر سکے گی حیا کے سبب سے تو اس کو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہ ہو کذا فی الطحاوی او مائفا ولفساء و الحاکم بالمسجد اذا لم یرض الخصم باتا خیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جب کہ مخاصم تاخیر جواب سے راضی نہ ہو کذا فی البحر م اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہ ہو گا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضا و محبوسا من غیر حاکم ہذا الخصومة فلو منہ فلیس بعذر بزازینہ بجنایا موکل محبوس ہو اس حاکم کی جانب سے جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر مجلس اس حاکم کی طرف سے ہو جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو مجلس عذر نہیں کذا فی البرزازیہ بجنایا م اس واسطے عذر نہیں کہ محبوس اس حاکم کے اختیار میں ہے اس کو مجلس سے نکالے اور دعوی کا جواب دے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہ ہو پھر اس کو قید کرے کذا فی البحر اولاً بحسن الدعوی الخانیۃ یا موکل دعوی ثوبت کر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیۃ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اس کی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہ ہو لایکون من الاغذاران کان الموکل شریفاً مخاصم من دونہ بل شریف وغیرہ سوا بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کہ شریف سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لابعده قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رہنمائی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایک دن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرة ان من بغات الاشراف فالقول لهما مطلقاً و ثوبیا فی رسل ابینہ لیمضیا مع شایدین بحر و اقترہ المصنف اور اگر متخاصمین اختلاف کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہ ہو قنیہ ہو تو قاضی اپنا امین شایدون کے ساتھ اس کے پاس بھیجے تاکہ اس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م امین کے ساتھ دو شایدون اس واسطے جاویں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحاوی نے کہا دو اور شایدون کو ای دیں اس کے حلف یا نکل ہر وان من اوساط فالقول لهما لو کبرا او ان ہی من الاسافل فی الوجہین عملاً یا ظاہر بزازینہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں میں سے ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کینوں اور ارذال میں سے ہے تو اس کا قول پردہ نشین میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ یتیمہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البرزازیہ عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر سال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں در صورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کینوں میں مطلقاً پردہ نہیں طحاوی نے کہا ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیائے دنیاوی اس میں داخل ہیں کہ ان کی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہ ہوں و صحیح بالیقائما و کذا باستیفائہا الا فی حد و قود بغیبتہ موکل من المجلس ملحق اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں وکالت صحیح نہیں در صورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقم ایفا سے مراد یہاں دنیا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادائی اور استیفا



کے قبضے میں لینا حقوقِ موکل کا مراد ہے اور عداوتِ قصاص میں ایسا کی نکالت اس واسطے صحیح نہیں کہ عداوتِ قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سودہ موکل ہے نہ اس کا وکیل اور استیصالِ عداوتِ قصاص موکل کی نسبت میں اس واسطے صحیح نہیں کہ حدودِ نقل جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ صاف کرنے کا موکل کی نسبت میں موجود ہے یعنی اگر شاہِ موکل حاضر ہوتا تو صاف کہہ دیتا کہ انی المظاہری و حقوق عبد لا بد منی اضافتہ ای ذلک للعقد الی الوکیل کیسے و اجازتِ صلح عن اقرار تعلق بہ ملامت میا و لو فانی ابن ملک اور جس حد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور لگے چنانچہ بیع اصابہ اور صلح اقرار کی تو اس کے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک وہ زندہ ہے اگرچہ وہ غائب ہو کذا صرح ابن ملک م اضافت الی الوکیل سے اسناد الی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل ہوں کہنا کہ میں نے اس کو بیچا یا موکل کا فلاں گھر میں نے بیچا یا اصابہ ملا اور اگر موکل کی طرف نسبت کہے گا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نہ رہے گا فضولی ہو جائے گا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مر گیا نامِ فضل نے کہا تو عقد کے حقوق اس کے وصی کی طرف منتقل ہوں گے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہ ہو تو حاکم وصی قائم کہے اور صحاح قول مقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد از موت وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہو گی تو فتویٰ کے نزدیک احتیاطاً کنا چاہیے اتنی کذا فی المظاہری والیٰ لم یکن مجبوراً بشیء وکیل مجبور یعنی منوع التفرغ نہ ہو م۔ احتراز ہے منیر محمد اور غلام محمد سے اس واسطے کہ ان کی نکالت جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہوں گے کذا فی الدرر کتسبیم بیع وقبض و قبض من و رجوع بہ عند استحقاق و خصوصتہ فی عیب بلا فصل بین خصمہ موکل و غیرتہ لانہ العاقد حقیقۃ و حکما حقوق عقد کے بیسے بیع کا تسلیم کرنا اور بیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبض کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق بیع کے وقت اور خصوصت کرنا عیب بیع میں بدوں فرق کے وہ پہلی حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اس کے غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اس واسطے کہ وکیل ہی تو مآخذ ہے حقیقۃ و حکما م عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں مآخذ مثلاً اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں تو وہی حکماً مآخذ ہوا لکن فی الجوبہ لہذا العاقد علی اخذ الثمن لا یلزم فی اصح الاقوال لیکن جوہر میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقوال میں لوانف الاعتدال لکل شئ من الحقوق بالموکل اتفاقاً ابن ملک علی حفظ حقوقہ لا بد لہ ما فیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفی بالامتنان الی نفسه فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہوں گے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سوا اس کو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور لگے وہ نقل ہے جو اس میں ہے اور اسی واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کہے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اس وقت حقوق عقد متعلق ہو وکیل ہوں گے سوا اس کو جو جہے م خلاصہ و تراجم شامح یہ ہے کہ نکالت میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لا بد کہنا ہے عمل ہے مظاہری نے کہا بزاز نے اور خلاصہ میں ابن ملک کے مخالف ہے مینی غریب عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو خلاصہ کے مالک نے کہا کہ یہ غلام میں نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہیں اس واسطے کہ وکیل نے لہر موکل کو قبول کیا اس واسطے کہ اس کا سر ہے تھا کہ عداوت کی طرف راجع نہ ہو سوا بیع کر دیا اور بلا حاکم مٹانے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل ہو رہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہے گا موکل کی اجازت پر انہی تو مسلم ہوا کہ وہ وکیل نہ ہو گا مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کہے اور اگر موکل کی طرف نسبت کرے گا تو اس میں اختلاف ہے اور متخالفین ہیں ہے کہ وکیل کی قیاس واسطے لکن کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بیچنے والے کی طرف عقد کو نسبت کہے انتہی مانی المظاہری و مختصراً تو مسلم ہوا کہ مصنف کا لا بد کہنا لا بد تھا و شرط الوکیل عدم تعلق الحقوق بہ اسے بالوکیل لہذا علی جوہر اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے تھا اور باطل ہے کذا فی الجوبہ والملك یشیت للموکل ابتداءً فی اللہ اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول راجع میں م، قول ابو طبر کا ہے اور کئی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ملک ہوتی ہے



پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے فلا یستحق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ یہ تو آزاد نہ ہوگا قرابت دار وکیل کا اس کے خرید کرنے سے اور فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے م یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کی نوٹری تھی اور اس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتداء سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاهر ہے اور کجی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل عتق تو اعتاق نافذ ہے اس واسطے کہ اس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بجز الرائق میں کہا کہ ابو طاهر اور کجی کے قول کے خلاف کا کچھ شرہ نہیں اس واسطے کہ احکام مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہے و لیکن ہما ثابتن علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ وزوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملك المستقر و لیکن دونوں یعنی عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابت دار اور اس کی زوجہ کو خرید کیا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے م یہ تعلیل کجی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاهر کے قول کے چنانچہ مشرح مذکور ہو چکا وہی کل عقد لا بد من اضافۃ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافۃ الی نفسه لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اس کا وکیل کے موکل کی طرف ضروری ہے یعنی موکل کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے گا تو صحیح نہ ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار روکات صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو موکل کا نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائے گا تو اب تفریع آئندہ سے منافاة باقی نہ رہی یعنی قولہ (حتی لو اضافۃ لنفسه وقع النکاح) نکاح و خلع و صلح عن دم عمد و انکار و عتق علی مال و کتابتہ و ہبہ و تصدق و اعارة و ایداع و رہن و اقراض و شرکت و مضاربتہ عینی متعلق موکلہ لا بہ لکن فیہا سفیراً محضاً حتی لو اضافۃ لنفسه وقع النکاح نہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضروری ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعبوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھنا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر و تسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کام یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہے تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں و للمشتری الا باء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص کے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجھ کو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے طحاوی نے غزی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کرے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہیں و ان دفع لہ صح و لو مع نہی الوکیل استخانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیاً لعدم الفائدة اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو وکیل استخانا اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے م وجہ استخانا یہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اس کو پہنچ گیا اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اس کو دیا جاوے کذا فی الطحاوی نعم تقع المقاصد بدین الوکیل لو وعدہ و لیغنیہ لموکلہ ان واقع ہوتا ہے ماہم مگر اگر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصد دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وکیل

لہ یہاں تک کہ اگر عقد کے اپنے نفس کی طرف منسوب کرے گا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا۔



اگر بیع موکل کے مال سے لیا گیا اور اگر عقد بیع مشتری کا ہو یا موکل ہو وکیل دونوں میں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے متعلق واقع ہوگا کذا فی المطاوعی من الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم و صرف میں بخلات وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی الصنیع یہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے وانی دفعہ صحن میں اگر مشتری موکل کو ٹی دے تو صحیح ہے مگر ان دونوں صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بہانے وکیل یتیم وقتی یتیم ہے صورت اس کی یہ ہے کہ وہی نے مال یتیم کا دیا اور مشتری نے یتیم کو اسکا ٹی دیا تو مشتری مجدد سے خارج نہ ہوگا بلکہ اس کو واجب ہے کہ دوسرے بار وہی کو ٹی دے اس واسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اس کا دینا تفصیح ہے اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگی بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبضہ کذا فی المطاوعی و مثلاً اسے مثل الوکیل عبد ماذون لادین علیہ مع مولاه فلا یبطل قبضہ دیونہ ولو قبضہ استحقاقا لم یکن علیہ دیون لانه للفراد بزازہ اور مثل اس کے معنی وکیل کے مازن عبد ماذون فی التہارۃ ہے جس پر دین نہیں اپنے مولیٰ کے ساتھ تو مولیٰ مالک دیون عبد کے قبضہ کرنے کا نہیں اور اگر قبضہ کرے گا تو صحیح ہوگا بدلیل استحقاق مذکور جب تک غلام بر دیوی نہ ہو اسلئے کہ خدا کے دین میں اس کے دلائل کا حق ہے کذا فی البزازۃ یعنی اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اس کے دیون پر قبضہ مولیٰ کا صحیح نہیں کیونکہ اس میں ماذون کے دانیون کا حق ہے فرع مسئلہ طحا شاری کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ در قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر منہ یہ ہے وکیل بالاستقراض اس واسطے باطل ہے کہ مالک غیر میں تصرف کو تفویض کرنا جائز نہیں اور استقراض کی رسالت باطل نہیں کیونکہ اس میں تفویض تصرف نہیں اس واسطے کہ رسول سفیر شخص ہے اور مذکور ہو چکا کہ توکیل بالاستقراض یعنی قرض دینے میں وکیل کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ اس میں تفویض تصرف ہے اپنی ملک میں انتہی مختصر المطاوعی میں شانہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاستقراض اگر مقرر ہے یوں کہے کہ مجھ کو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے تو اس کو جائز ہے کہ دس درم امر کو دے اور اگر یوں کہے کہ فلا شمس تجھ سے دس درم قرض مانتا ہے سو اس نے قرض دینا قبول کیا تو دس درم امر کے ہوں گے لیکن مامور اس صورت میں رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہی والتوکیل لبقض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبضہ میں صحیح ہے سو آگاہ رہنا م صورت اس کی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھ کو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کہے پھر وہ اس کے قبضہ کرنے کا کسی کو وکیل کرے۔

باب الوکالت بالبیع والشراء | یہ باب ہے بیع اور شراک وکالت میں لامل انہما ان صحت اوطلت او جہلت جمالہ بسیرۃ وہی جملہ النوع

بیسرہ نوع خاص کی جماعت ہے چنانچہ قرض تو وکالت صحیح ہے م وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھ کو بہر معلوم ہو کیونکہ اس نے تفویض امر اس کی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خریدے گا اشتغال امر ہو جائے گا یا معلوم نہ ہو جائے گا وکیل سے تصریح کر دی جو عمومی نے کہا کہ جو چیز معلوم کی خرید پر وکیل ہو تو اس کی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضروری ہے چنانچہ غلام شمی یا بندی یا اس کی جنس اور مقدار جن کا ذکر ضروری ہے تاکہ جس کے واسطے وکیل ہو اسے وہ معلوم ہو جائے تاکہ اشتغال امر ممکن ہو انتہی نوع خاص کی قید اس واسطے دی تاکہ نوع سے احتراز ہو جو مترادف ہیں الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور عبدہ کہ اس میں تفصیل ہے وہی خاصہ وہی جمالہ الجنس کہ بدہ بطلت اور اگر جمالت خاصہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جماعت ہے چنانچہ ذابۃ تو وکالت باطل ہے م مابہ لغت عرب میں بہر ہذا اگر کا اسم ہے جو زمین پہ چلتا عرف میں گھوڑے اور بچہ اور کہے کہ کو کہتے ہیں تو اس میں چند اجناس جتنے ہو گئیں اسی طرح کچھ اجناس کو شامل ہے اظہر اور کم خواب سے تاگری اور گارٹھا وہی متوسطہ کہہ

خاص ہیں انہیں اور الصنف کثر کی صحت والا لا اور اگر جمالت متوسطہ ہو یا جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اس کا ٹی بیانی کر دے یا اس کی



صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہ ہو تو وکالت باطل ہے مگر دو شے حقیقت اور مقاصد میں متحد ہوں تو دونوں ایک جنس ہیں اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہیں پھر اگر جہات جنس کی بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جس کے تحت چند اجناس ہوں چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت نبی آدم میں دو جنس ہیں بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک لونڈی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام میں اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام میں اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکله بشرأ ثوب ہروی او فرس او غیل صح بما یتمہ حال الامر زیلعی فراجعہ وان لم یسم ثمنًا لانه من القسم الاول وکیل کیا اس کو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا چمڑی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال امر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل ثمن مذکور نہ کیا ہو اس واسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہات لیسیر کہ عبارت ہے نوع خالص کی جہات سے م اتقانی نے کہا کہ جہات نوع کی عضو ہے اس واسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہیں ہے لیکن وکالت متصرف ہوگی اس کی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہی زیلعی نے کہا حال امر کے احتمال کی قید اس واسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنی اس کے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحاوی ولبشرأ دارا و عبد جازان سہمی الموکل ثمنًا یخصص نوعا و لا یجوز نوعا کعبشی زاد فی البزازیہ او قدر کذا فقیرا وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ غلام کعبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے ثمن معین کر دیا چنانچہ اتنے فقیر گھوڑے یا جوہر یہ جہات متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنی گھر کو جہات فاحشہ میں شمار کیا ہے اس واسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پردیسیوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خاں کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے منع الغفار میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گھوڑے خرید کر تو صحیح نہیں جب تک کہ گھوڑوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحاوی والا لیسم ذلک لایصح والحق بجملة الجنس وہی مالو وکله بشرأ ثوب او دابة لایصح وان سہمی ثمنًا للجملة الفاحشہ اور اگر اس کو معین نہ کرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہ ہوگی اور ملحق بجملة جنس ہوگی اور جہات جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اس کا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہات فاحشہ کے ہم یہ قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جس کی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اس کی جنس اور نوع اور صفت بیان کرے تو قطعاً وکالت صحیح ہے اور اگر سبب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا ہو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اس کے ساتھ ثمن یا ثمنی کے بیان کر دیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحاوی عن المحمّدی بشرأ طعام و بین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعاد المہیا لاکل من کل مطعم یمكن اكله بلا ادم کلمہ مطبوخ او مشوی وبقالت الثلثہ ویرقی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کذا فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اس کی مقدار بیان کر دی یا اس کا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب نانیر کے عرف میں اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطعم سے جس کا کھانا بدوں سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الیمین وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے م اور کو ذکے عرف میں طعام عبارت ہے گھوڑوں اور اس کے آٹے سے اور مہیا کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ بشرأ طعام کی وکالت



اس واسطے کہ طعام بر مطعم ہوا قہر ہے تو اس کی جنس میں جو حالت قاحت ہے وہی الوصیت کہ اسے لشخص بطعام یدخل کل مطعم ولودوا و بطلادہ کسبجین ہما زنیہ کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے بر مطعم اگرچہ وہ دوا ہو جس میں شیرینی ہے چنانچہ سکنبین کذا فی البزازیہ م جازنی نے سکنبین کو کتاب البیعیں میں ذکر کیا ہے زوجیت میں اہل شادی کے شارع نے یا ارادہ کیا کہ آگاہ کرے اس پر کہ وصیت بحکم میں ہے کذا فی الطحاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام البیع فی یدہ تعلق المتعوق بملو ارثہ او وصیہ ذلک بعد موت موت الوکیل فان لم یکن فلو کل ذلک اسے الرد بالعیب و کذا الوکیل بالبیع اہل وکیل کو جائز ہے پھر دینا بیع کا بسبب عیب کے جب تک بیع اس کے ماتہ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اس کے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد نہ وکیل کے سوا وکیل کا وارث اور وصی نہ ہو تو اس کے موکل کو وہ درست ہے یعنی بسبب عیب کے پھر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے م یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور بیع میں عیب نکلا تو بیع اس کو پھیر دی جائے گی جب تک وہ زندہ اور مائل اور زام عمدہ کے لائق ہے اور اگر مجبور ہو گا تو موکل پر پھیری جائے گی اور موکل اجنبی ہے خصوصاً بالعیب میں کذا فی الطحاوی من البزازیہ و ذالک المیسر فلو سلم الی موکلہ اقتنع ردہ الا بامرہ لا تنہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنی رد بالعیب اس وقت ہے جب کہ وکیل نے موکل کو بیع تسلیم نہیں کر دی اور اگر اس نے بیع اپنے موکل کو سیر کر دی تو اب اس کو پھر دینا متنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جائے گا کہ تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسدا فلو الفسخ مطلقاً الحق الشرع فقیہ بخلاف اس وکیل کے جس نے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے پھی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقاً بسبب حق شرع کے کذا فی التقریر م مطلقاً یعنی اگرچہ بیع منسخری کو دے چکا ہو اور اگر ٹمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو جس اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور ٹمن اس سے پھیرے بدوں اس کی رضا مندی کے کذا فی الطحاوی وللوکیل حبس البیع ٹمن دفعہ للوکیل من مالہ اولاً بولی لانه کالبائع اہل وکیل کو جائز ہے روک رکھنا بیع کا موکل سے قبض ٹمن کے واسطے خواہ وکیل نے ٹمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولی جس جائز ہے اس واسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطابق ٹمن میں ولو اشتراہ الوکیل بقتلہ اجل للبائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالاً وہی الیحد خلاصہ اگر وکیل نے اس کو ٹمن حلال خرید کیا پھر ٹمن نے ٹمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ٹمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے اور یہی حید ہے کذا فی التقریر م یعنی قبض ٹمن کا وکیل پر یہی حید ہے کہ وکیل ٹمن مال خرید کرے پھر بائع ٹمن کی مدت ٹمن اے کذا فی الطحاوی و لو ویر کل ٹمن یرجع بکلہ ولو بعد رجوع بالباقی لاز حاکم اعدا گبائع نے وکیل کو سب ٹمن ہیر کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ٹمن ہیر لے اور اگر بائع نے بعض ٹمن ہیر کر دیا تو باقی ٹمن ہیر لے اس واسطے کہ بعض ٹمن کا ہیر کم کر دینا ہے کل ٹمن کا کذا فی البصر فلو ملک البیع من یدہ قبل حبسہ ملک من مال موکلہ ولم یسقط ٹمن لان یدہ کیڈ نہیں اگر بیع چاک ہو گئی وکیل کے ماتہ سے قبل بیع میں جمع تو موکل کے مال سے چاک ہو گئی اور ٹمن ساقط ہو گا موکل کے ذمے سے اس واسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے م اور اگر ٹمن چاک ہو وکیل کے ماتہ میں تو بیس موکل کا مال چاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چاک پھر موکل نے دیا سو چاک ہو گا کذا فی الطحاوی ولو چاک بعد حبسہ فہو کبیع فیہ ملک بالٹمن و عندا ٹمن کی بیس اور اگر بیع چاک ہوئی بعد اس کے جس کے تو وہ بیع کے مانند ہے تو چاک بیع کی ٹمن سے ہے یعنی اس کا ٹمن ساقط ہو گا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک ٹمن کے مانند ہے م بیع کے مانند ہے یعنی اس بیع کے مانند ہے جو بائع کے پاس چاک ہو گئی اور بائع جب کہ جس میں بیع کرنے کا اختیار ٹمن کے واسطے تو اس کے چاک ہونے سے ٹمن ساقط ہو گا اسی طرح وکیل کے پاس چاک ہونے سے موکل سے ٹمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل ٹمن کے ہوا تو اگر ٹمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل نقد فضل موکل سے ہیر لے گا کذا فی الطحاوی ولا اعتبار بفارقتہ الموکل ولو حاضراً کی اعمدہ بالصف بصرہ فاقسینی و ابن ملک او صرف اہل علم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے



بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے م عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پھر اصل حاصل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں جموی نے اس کا جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد میں اور حقوق عقد میں وہ اصل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحاوی بل بمفارقة الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فی بطل العقد بمفارقة صاحب قبل القبض لانه العاقد بحد صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اس واسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنی چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اس واسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض بطل عقد صرف ہے والمراد بالاسلم الاسلام لا قبول السلم لانه يجوز ان کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اس واسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکوہ ابن کمال م اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیکسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحاوی والرسول فیہما لے الصرف والسلم لا تعتبر مفارقة بل مشارقة مرسله لان الرسالة فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اس کے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہے اس واسطے کہ پیام رسالتی عقد میں ہے نہ قبض میں واستفید صحت التوکیل بہما اور استفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے بشرطہ تھا کہ شایع اس کو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا و کلمہ ثبوت عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع بہ عشرۃ بدرہم لزوم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ مامور یا رطال مقدرة فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کی دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چاند گوشت اس کا خرید کیا یعنی بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور آئمہ ثلثہ کے یعنی ان کے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اس واسطے کہ وکیل نے اس کے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب میں امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنی دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو بشرط مالایسا وی ذلک وقع للتوکیل اجماعا کغیر موزون اور اگر گوشت خرید کیا جو اس کے برابر نہیں یعنی مثلا جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہے اس کو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے بیسے کہ غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہ بیع موکل کو لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ ہر ایک کا ثمن معمول ہے اس واسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہو سکتا مگر انکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدار ہے تو ثمن اس کے اجزائے منقسم ہو جائے گا کذا فی الطحاوی بتصرف ولو و کلمہ لشرایعہ یعنی بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجها لنفسہ صح فیتہ والفرق فی الوافی غیر الموکل لا لشرایعہ لنفسہ ولا الموکل انہ بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعاً للغرر اور اگر اس کو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیبت ہے تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولی خرید کرے موکل کی غیبت میں جب کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی اللیلۃ و فرقی خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درمیں مذکور ہے ہم غیر موکل کی قید اس واسطے لگائی تاکہ صورت نکل جائے جس میں چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اس کو اپنے واسطے خرید کی تو یہ خرید وکیل ہی کی واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئمہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شے معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے جن کی امانت موکل کی طرف ضرور







اور اسکا انکار کر کے یہ لغو ہوگا بسبب تناقض ہونے اس کے انکار کے اس کی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھ سے بیع عمرو کے واسطے یعنی جب اس نے اول یوں کہا کہ فلا نے کے واسطے بیع تو یہ اقرار ہوا اس کا کہ میں اس کا وکیل ہوں پھر اس نے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ ان کا لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے منافی اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ اے بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار مشتری ارتد بروہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اس کو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اس کو عمرو نہ لے گا اس واسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہو گیا اس کے رد کرنے سے الا ان لیسلم مشتری الیہ اے انی عمرو لان التسليم علی وجه البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد لقا الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری بیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اس کو لے اس واسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادائے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی تراخی ثمن مرد ہے امرہ بشرائشیکین معینین او غیر معینین اذ انواہ فلیسوا کل کما مر بجر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں کی خرید کا جب کہ وکیل نے اس کی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر معنقریب مذکور یہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسیم تمنا فاشتری لہ احدہما بقدر قیمتہ او بزیادۃ لیسیرۃ یتخابن الناس فیہا صح عن الامر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء لبعین فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کی سببی معین و چیزوں کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اس کا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید کی بقدر اس کی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جس قدر میں لوگوں کو خسارہ ہو جاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہیں اس واسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہیں بخلاف وکیل بیع کہ اس کو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا بشرائشیکین بالفت و قیمتہا سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے ان دو میں سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے مگر قیمت کی خرید میں اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اس میں موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو لیسیرا لا یلزم الامر الا ان لیشتری الثانی من المعینین مثلاً ببقی من الالف قبل الخصومة لمحصل المقصود اور ایک چیز یا سو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونوں معین چیزوں سے ہزار کی مابقی سے قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے م مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اس نے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ہاں اگر دوسرے غلام کو دو درم پانسو درم سے خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنی حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درم سے و بوزاہ ان بقی مایشتری بمثلہ الا خرا اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہو سکے ولو امر رجل مدیونہ بشرائشیکین معینین بدين له عليه وعينه او عين البائع مع وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالة قیبر الغریم بالتسليم ایہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اس دین کے جو اس کا اس پر ہے اور بیع کو اس نے معین کر دیا یا بائع کو معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائے گا قبض دین میں باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہو جائے گا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجهول باطل ولذا قال والایعین قلا یلزم الامر ونفذ علی الا فہلک علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین بیع یا بائع کے اس واسطے کہ وکیل کرنا شخص مجهول کا باطل ہے اور اسی واسطے معصنف نے کہا اور اگر بیع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہ ہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اس کی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین کے کہ ان کے



نزدیک ہر خرید لازم ہے امور کے قبض کرنے سے کہ لانی الطحاوی و کتا الخلاف و امرہ ان سلیم ماعلیٰ و یعرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ  
وعدم تعینہا فی المعادلات عندہا اسی طرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ مقدسہ یا مقدسہ  
کسے بعض اس دین کے جو اس پہ پہ بنائے خلاف ہے نقد کے متعین ہونے پر وکالت میں امام کے نزدیک اور متعین ہونے نقد کے معاوضات میں  
صاحبین کے نزدیک مگر جو صاحبین کے نزدیک درہم اور دنانیر معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو توکیل صحیح ہے اور امر کو لازم ہے اس واسطے  
کہ تعرف نامہ کا امر کے تعرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ درہم اور دنانیر وکالت متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو در صورت تعین نقد غیر متعین  
کو توکیل دین ٹھہری ہوں اس بات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہیں کہ لانی الطحاوی مختصا و لو امرہ اسے امر رسل مدیونہ بق  
بما علیہ صح امرہ بجملة المال لہ تعالیٰ وہ معلوم اور اگر اس نے اس کو امر کیا یعنی ایک مرنے اپنے مدیون کو اس دین کی خیرات کسے کا امر کیا جو اس کے فے  
پر ثابت ہے تو اس کا امر صحیح ہے سبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور معلوم ہے نہ بھول کہ تو کیا بقیہ دین صحیح نہ ہوم یعنی  
جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کسے تو گو یا اس نے حق تعالیٰ کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر اب تصدق میں نائب ہے خدا بل شان کا کا صح امرہ  
لو امر لاکبر المستاجر برتہ ما استاجرہ مما علیہ من الاجرة وکذا لو امرہ بشراء مہدیوق الدابة وینفق علیہا مع اتفاقا للضرورة لان لا یجوز لاجر کل وقتہ فعمل  
الموہب کا لو بر فی الغبن جیسے صحیح ہے امر اس کا اگر کسے اجارہ دیے والا مستاجر کو اس کی مرمت کا جس کو اس نے اجارہ لیا اس اجرت سے جو مستاجر پر ہے  
اسی طرح اگر مومن نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خریدنے کا جو غلام کا اجارہ کے جانور کو لائے اور اس پر خرچ کرے تو امر اس کا باتفاق امام اور صاحبین کے  
صحیح ہے سبب ضرورت کے اس واسطے کہ مستاجر جو کہ ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والہ جز قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی مگر جو خرچ مجیم  
عبادت سے ملے مستاجر سے اور جو بکسوسیم اجارہ دینے والا قلت و فی شرح الجامع الصغیر لعمامی خاں کان ذلک قبل وجوب الاجرة للکبوز و بعد الوجوب  
قبل علی الخلاف الی آخرہ فراجعہ میں کتا ہوں اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر مومن کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں  
اور بعد وجوب کے بعضوں کے نزدیک جو واجب خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اس کی طرف مراجعت کریم بیان خلاف ہے کہ امر مومن کا بعد وجوب  
اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں ہوں تعین جیسے یا بالغ کے اور بلا تعین جیسے امر ہر تھانہ جو کہ اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت امر پر نافذ ہوگی کذا فی  
الطحاوی و لو امرہ بشراء بالغ و دفع المبالغ فاشتری و قیمتہ کذلک قال الامام شریعتہ بنصفہ و قال الامور بل بکل صدق لانہ امین و لکن  
اس کو امر کیا اس کی خرید کا بعض ہنر کے اور اس نے ہنر دینے سو وکیل نے اس کو خرید کیا اور قیمت اس کی ہنر ہی ہے سو وکیل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید لیا  
اور وکیل نے کہا جگر پوسے ہنر سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للامر بلا یمن و رد و ان کل  
تبعہ لصدور الشریعہ حدث قال صدق فی النکل بغیر الحلف و تبعہ المصنف لکن جرم الوائی بانہ قولہ و صواب بعد الحلف اور اگر قیمت اس کی پانسو ہو تو موکل کا قول  
مستحب ہے ہوں قسم کے چنانچہ صاحب درد اور ابی کمال نے ذکر کیا ہے صد الشریعہ کے تابع ہو کہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ موکل کی تصدیق  
ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت و دونوں صورتوں میں ہوں قسم کے ہو مصنف تابع ہوا ہے اخلاص ثمرہ مذکورہ کا لیکن وانی مثنیٰ درد نے یقین کیا ہے کہ قول  
بیم حلف تحریف ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی مگر طحاوی نے کہا کہ مثنیٰ درد نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص مریح پر لایا  
نہیں کی تو ابو عاصی نے تحریف در حق اخلاص ہا سند بگانی ہے اور تحفہ بے عمل ہے وان لم یقع الحلف و قیمتہ نصفہ فالقول للامر بلا یمن قال المصنف  
تبعہ لصدور الشریعہ لکن فی الاطباء القول لکون یمنہ لانی اربع فبا بینه قبتہ اگر موکل نے ہزار درہم وکیل کو نہیں دیئے اور ملائکہ قیمت اس کی پانسو ہے  
تو موکل کا قول مستحب ہے ہوں قسم کے ایسا کہہ کہ ہے مصنف نے درد کا تابع ہو کہ چنانچہ مذکور ہو چکا میں کتا ہوں لیکن اشیاء میں ہے کہ وکیل کا قول معتبر ہے



قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں گواہی کے ساتھ قول اس کا معتبر ہے تو خبر دار رہنا اس اختلاف سے ہم طحاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہے اور یہ وکیل میں تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اس کے اشتباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے تو نفی میں اس کو لازم نہیں انتہی ملخصاً وان کان قیمۃ الفایۃ الفان ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم البیع المامور اور اگر قیمت اس کی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقد فسخ کیا جائے تو بیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو امرہ بشراء معین من غیر بیان فمن فقال المامور اشتريته بكذا وان صدقہ بالعمۃ علی الامر وقال الامر بنصفه صحا لفا لوقوع الاختلاف فی الثمن وموجبہ التحالف اور اسی طرح اگر اس کو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدول بیان کرنے میں کہے کہ اس کو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اس کا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اس کو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہے ہم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہے اور قاضی خاں نے باتباع فقیہ ابو جعفر اس کی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وان اختلافاً فی مقدار اسی الثمن فقال الامر امر تک بشراءہ بنائۃ وقال المامور بالف فالقول للامر بمینۃ فان برہنا قدم برہان المامور لکذا اثباتاً اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں یعنی تسمیہ مقدار ثمن میں تو موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کی خرید کرنے کا امر کیا سو دم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار دم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ پھر اگر دونوں گواہ لادیں تو وکیل کے گواہ مقدم ہیں باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ بشراء اخیر فاشتری الوکیل فقال الامر لیس ہذا المشتري باخی فالقول له بمینۃ ویکون الوکیل مشترياً لنفسه والاصل ان الشراء متى لم ینفذ علی الامر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خيار الشرط اور اگر موکل نے اس کو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل خرید کیا تو موکل نے کہا یہ جس کو خرید کیا میرا بھائی نہیں تو موکل کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اس کا مشتری بھڑے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ خریداری کا جب کہ موکل پر نافذ نہ ہوگی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خيار الشرط کے باب میں مذکور ہو چکا یعنی در صورت بطلان بیع موکل ملک باقی رہے گی وعقۃ العبد علیہ اسے علی الوکیل لزم عمۃ عتقہ علی موکلہ نیواخذہ خانیۃ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اس کا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ مانو ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیۃ ولو امرہ عبد بشراء نفس الامر من مولاه بكذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لیسیدہ اشتريته لنفسه فباعہ علی ہذا الوجه عتق علی المال وولاءہ لیسیدہ کان الوکیل سفیراً اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اس کو دیا سو وکیل نے اس کے مالک سے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اسی کی ذات کے واسطے سو مالک نے اس کو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اس کے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے ہم جب وکیل سفیر محض ہو تو حقوق عقد اس کی طرف راجع نہ ہوں گے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اس واسطے ہو کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی الطحاوی وان قال الوکیل اشتريته ولم یقل لنفسه فالعبد ملک للمشتري والالف للیسید فیہما لانه کسبہ علی العبد الف اخوی فی الصورة الاولى بدل الاعتاق کما علی المشتري الف مثلہما فی الثانية لان الاول مال المولے فلا یصلح بدلاً اور اگر وکیل نے کہا میں نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونوں صورتوں میں مالک کا مال ہے اس واسطے کہ وہ اس کے غلام کی کماٹی ہے اور غلام پر دوسرے ہزار دم پہلی صورت میں واجب ہیں عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہیں مانند اس کے دوسری صورت میں اس واسطے کہ اول ہزار مال ہے مولیٰ کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہیں رکھتا و شراء العبد من سیدہ اعتاق فتسلوا حکام الشرا بظہار قال فلو شری العبد لنفسه الی العطاء صح الشراء بجر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے انہو میں سے



تو اس واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی البوم اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب  
 بطلان ہونے مدت کے کذا فی الطحاوی کا صحیح فی حصۃ اذا اشتری نفسہ من مولاه و مع رجل آخر بطل الشراء فی حصۃ شریک جیسے صحیح  
 نے خرید غلام کے حصہ میں جب کہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولیٰ سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد شری ہے اور باطل  
 ہوگی خریداری غلام کے ساتھ جس کے حصے میں م راویہ ہے کہ غلام اور اس کے شریک نے بسبقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق  
 اس پر اہل ہے بخلاف مالو شری لاب ولہ مع رجل آخر فانہ یبیع فیہما بیوع النخایہ من بحث الاستحقاق والفرق العقد البیع فی الثانی لا الاول  
 لان الشریع جعل اعتاقا ولذا بطل فی حصۃ شریک لئلا یلزم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک  
 اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر کہ یہ خریداری دونوں شریکوں کے حق میں صحیح ہے چنانچہ خانہ کی کتاب البیوع میں ہے استحقاق کی بحث سے اور  
 دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ بیع منعقد ہو جاتی ہے دوسری صورت میں یعنی باپ کی شرکت میں نہ پہلی صورت میں یعنی غلام کی شرکت  
 میں اس واسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہے ولہذا بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے میں بسبب لازم ہونے جمع بین  
 الحقیقۃ والمجاز کہ یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدار کا حاصل سوال یہ ہے کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام میں اعتاق اس کے شریک  
 حق میں مفید ملک نہ ہوگی خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی جازی یعنی اعتاق  
 میں اور معنی حقیقی یعنی ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال بعد اشتری نفسک من مولائ فقال لمولاه یعنی نفسی  
 لغلام ففعل اسے با عد علی ہذا لوجہ نہو لا کر فلو دجد بہ حیبا ان علم بہ العبد فلان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلل فارد للبعد اختیار  
 کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلا نے شخص سے  
 واسطے سو اس نے کیا معنی اس کے مالک نے اس کو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اس میں کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو  
 غلام جانتا تھا تو پھر بیچنا جائز نہیں اس واسطے کہ دانست وکیل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اس کو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رویت  
 کا اختیار ہے کذا فی اختیار شرح المختار غلام کو رد بیع کا اس واسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل  
 لغلام حق لانه ان یصرف انہ ففقد علیہ علیہ الثمن فیما زوال مجرہ بعقد باشرہ مقترنا باذن المولیٰ درر اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھ کو فلا نے شخص  
 کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھ کو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھ کو بیچ ڈال کذا فی الطحاوی تو غلام آزاد ہو گا اس واسطے کہ وکالت کے سوا اس نے  
 دوسرا تصرف کیا تو اس پر نافذ ہو گیا اور غلام پر نفس لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنی در صورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل ہونے  
 منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جس کا وہ مباشر اور غافل مجاز اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر یہ جواب ہے سوال  
 مقدار کا تقریر اس کی یہ ہے کہ وکیل یہاں غلام ہے اور غلام مجرہ التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اس کی طرف راجع نہ ہوں فرغ مسئلہ ملحقہ  
 شارح کا الوکیل اذا خالف ان عکافا الی غیر فی المجلس کبیع بالف درہم فباع بالف ومانۃ لفقذ ولو بمانۃ وینار لا ولو غیر خلاصۃ وکیل نے  
 عیب کہ اگر موکل کی مخالفت کی اور اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہے ایک ہی مجلس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درہم کے سو وکیل  
 نے گیارہ سو درہم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درہم سے کذا فی  
 الخلاصۃ والدرہم یہ مسئلہ حد میں غلام سے حقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم۔

**فصل** فی فصل بیع اور شراء و غیر ہا کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء ولا جارة والصرف والاسلم ونحوہا



مع من ترو شہادتہ لہ للتمتہ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور ان کی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص کے ساتھ جس کی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے م مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اس واسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا اس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر اس کے ہاتھ بیع کرے گا جس کی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکتب سے وکیل بیع کرے گا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وعن البحر و جوازہ بمثل القیمۃ لامن عبیدہ و مکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق له الموکل کبیع من شدت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاق وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جب کہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیع جس شخص کے ہاتھ تیراجی چاہے تو جائز ہوگا اس کا بیچنا ان لوگوں کے ہاتھ بمثل قیمت بالاتفاق امام اور صاحبین کے کہما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاق اسے بیعہ لا شراوہ باکثر منہا اتفاق جیسے جائز ہے عقد وکیل کا ان کے ساتھ در صورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنی بیع وکیل کی در صورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اس کی اکثر قیمت دے کہ بالاتفاق م شایع نے بیع قید کی لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقید میں کما لو باع باقل منہا یغنی فاحش لا یجوز اتفاقا و کذا ابیسیر عندہ خلافا لہما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لوصرح بہم ہذا اجماعا لالا من نفسہ و طفله و عبیدہ و غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں و صحیح بیعہ بما قل او کثرو بالعوض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے م یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگر بیعین فاحش ہو اس واسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہے گی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاء و بالقیمۃ و بالتقو و بفتیٰ بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البرازیلیہ محل خلاف در صورت تقید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی قیمتیں کر دے گا تو اس کا خلاف جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ولا یجوز فی العرف کدینار بدرہم یغنی فاحش اجماعا لان بیع من وجہ و شرا من وجہ میر فیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی البصر فیہم اور معلوم ہو چکا کہ خرید یغنی فاحش جائز نہیں و صحیح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع لتجارة وان کان للحاجة لا یجوز کالمراة اذا دفعت غزل الی رجل لیبیعہ لہا و یتعین النقد بیفۃ خلاصہ اور صحیح ہے بیع ادما سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادما سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ ہم اس واسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے و کذا فی کل موضع قامت الدلائل علی الحاجة کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جس میں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اس کو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں و ہذا یغنیان بایمایع الناس لسیئۃ فان طول المدۃ لہم یجوز بیفۃ ابن ملک اور یہ بھی یعنی تجارت میں ادما سے بیچنا اس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادما بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت مدد مقرر کرے گا تو جائز نہ ہوگا اسی کا فتویٰ ہے کذا صرح ابن ملک ومتی عین الامر شیئا تعین الا فی بعه بالنسیئۃ بالثمن فباع بالنقد بالثمن جازہ بجر اور جب کہ موکل کی کوئی چیز مقرر کر دے گا تو وہ متعین ہو







گشت اور کیلے اور پھر کا رخ توغبین کے ساتھ بیع نافذ نہ ہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیا ہو اس کا فتویٰ ہے کذا فی البحر والبنایۃ  
وکلہ بیع عبد فباع نصفہ صح لا طلاق التوکیل وقال ان باع الباقي قبل الخصومة جاز والا لا وهو استحسانا ملحق و ہدایہ وظاہرہ ترجیح قولہما  
والملحق بہ بخلافہ بحر وکیل کیا اس کو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا  
کہ اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہے کذا فی الملحق والہدایہ اور ظاہر  
ہدایہ میں قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اس کے مخالف ہے کذا فی البحر امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے  
اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع  
میں عموم اور اطلاق مراد ہے تو توکیل بالشراء میں وہ متعارف مراد ہے جس میں ضرر اور تحمت نہیں اور صاحبین کے نزدیک دونوں برابر ہیں و قید  
ابن الکمال الخلف بما یتعجب بالشراۃ والا جاز اتفاقا فلیراجع اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف میں اس کی قید لگائی کہ جو شرکت سے  
معیوب ہو جائے اور اگر شرکت سے معیوب نہ ہو تو باتفاق جائز ہے اور اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ غلام  
سے مراد وہ ہے جس کی تبیین میں ضرر ہے تو اترازا واقع ہوا اس سے جس کی تبیین میں ضرر نہیں جیسے گہووں اور جو کہ وہ باتفاق جائز ہے چنانچہ  
معراج میں ہے کذا فی الطحاوی وفي الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومة اتفاقا اور نصف غلام کی خرید میں خرید موقوف ہے اس  
کی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے معنی اگر قبل خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید لیا  
تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں و لور و بیع بعیب علی وکیلہ بالبیع بدینہ و نکولہ او قرارہ فی مالایحدث مثلاً فی ہذہ الدرة ردہ الوکیل علی  
الامر اور اگر بیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اس کی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس  
عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اس کو پھیر دے گا موکل پر و لو باقرارہ فیما یحدث لایردہ و لازم الوکیل اور اگر  
رد بیع ہو وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیرے گا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی  
الوکالتہ المخصوص فی المضاربتہ العنوم قاعدہ کلیہ وکالت میں مخصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے م و لہذا وکالت بیان جنس سے صحیح  
نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضروری ہے بخلاف مضاربت و لہذا مضارب ابداع کا مالک ہے و فرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل لیسۃ فقال  
امر تک نہ نقد و قال اطلقت صدق الامر در مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے ادھار اور موکل نے  
کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی اس واسطے کہ وکالت میں مخصوص  
اصل ہے و فی الاختلاف فی المضاربتہ صدق المضارب عملاً بالاصل اور مضارب کے اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے  
سے یعنی مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی  
تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لاینفذ تصرف احد الوکیلیین معا کو کلتکما بکذا و حدہ و لو الاخر عبد او صبی او مات او جن  
نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جن کو موکل نے ساعقی وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے تم دونوں کو  
وکیل کیا فلا نے کام کا اگرچہ دو سر وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہو گیا ہو م اس واسطے کہ ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں  
وکیلوں کی رائے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جس میں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اس میں رائے  
کی حاجت اور توکیل بلفظ واحد نہ ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما یجوز فی بابہ مگر احد الوکیلیین کا تصرف اس



صورت میں نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصوں کو ویس کیا علی التتابع نہ ساقی بہ نظر واحد بخلاف دو و می کے کہ باوجود وصایت ایک وصی کا دونوں دوسرے کے نافذ نہ ہو گا چنانچہ باب الوصایا میں آوے گا وہی خصوصیت بشرط رائے الآخر لا حضرت علی الصبیح تصرف احد الوکیلیں نافذ نہیں مگر خصوصیت میں نافذ ہے بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ جائز ہوتا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صبیح کے م خصوصیت میں تصرف ایک وکیل کا اس واسطے نافذ ہو کہ اول اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہو گا مجلس قضا میں کذا فی الدمنع الغفار میں مینی سے مذکور ہے کہ خستہ میں وکیل ثانی کی رائے مشروط ہے تو اگر بدوں رائے ثانی وہ مباشر ہو گا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہی الی التغبض حتی یجمعا جو بہ خصوصیت میں احد الوکیلیں کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کی طرف یعنی جب خصوصیت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوزۃ و عتق معین و طلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف موضع و غیر معین اور تصرف احد الوکیلیں نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدلہ ہے بخلاف موضع اور غیر معین کے م عتق اور طلاق معینہ بلا عوض میں رائے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف موضع اور غیر معین کے کہ اس میں ایک وکیل کا تصرف بدوں دوسرے کے کافی نہیں و تعلیق بمشیتہما اسے الوکیلیں فارغ یزیم اجتماعا ہما تعلیق قال المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلیں اس واسطے کہ اجتماع وکیلیں لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے م چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اس کو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہے اس واسطے کہ جو چیز دو شے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شے کے وجود کے اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت و ظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا کا یعلم من العینی والدرر فی العبارة ولا علقا بمشیتہما فقہر میں کتابوں اور ظاہر اعطف بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے چنانچہ مینی اور درر سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یوں تھا ولا علقا بمشیتہما سو مائل کر م تو اب ترجمہ یوں ہو گا کہ تصرف احد الوکیلیں نافذ نہیں مگر عتق معین اور طلاق معینہ میں جن کا بدلہ نہیں لیا گیا اور نہ وکیلیں کی مشیت پر دونوں معلق کیے گئے وہی تدبیر و تدبیر کو دلیت و ماریہ و مفعول و بیع فاسد غلامت اور تصرف احد الوکیلیں نافذ نہیں مگر مدبر کرنے اور رد معین میں چنانچہ ودلیت اور عاریت اور مغبوب اور بیع فاسد کے پھر دینے پر کذا فی الخلاصہ بخلاف استرداد غلو قبض احد ہما ضمن کل عدم امرہ بقبض شئی منہ و مدہ سراج بخلاف استرداد عینی کے تو اگر وکیل ودلیت اور عاریت اور مغبوب اور بیع فاسد کو پھیرے گا تو اس کے پورے کا تاوان دے گا یعنی در صورت ہلاکی شئی مسترد بسبب نہ ہونے امر موکل کے اس میں سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا مینی موکل نے یہ کہا تھا کہ ایک وکیل تنہا قبض شے پر قبضہ کرے کذا فی السراج م یہ جواب ہے سوال مقصد کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یوں تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اس واسطے کہ ہر وکیل نصف حصے کے قبضہ پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ کہ اس کو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلیں امر تھا پھر جب اس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہو گئی تو پورا ضمان اس پر لازم آیا وہی تسلیم مرتبہ بخلاف قبضہا لولا الجبرہ تسلیم مرتبہ یعنی مغبوب میں احد الوکیلیں کافی ہے بخلاف قبضہ مومغبوب کے کہ اس میں اجتماع وکیلیں ضرور ہے کذا فی حوالہ الجبرہ و قضا و دین بخلاف اقتضائہ مینی اور دین کے لو میں ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اس میں افراد کافی نہیں کذا فی العینی م استرداد عینی اور قبضہ ہر اور اقتضائے دین میں ایک وکیل کا تصرف اس واسطے کافی نہ ہوا کہ اجتماع وکیلیں ملکی ہے اور اس میں موکل کی رضامندی ہے اس واسطے کہ حفظ و شخصوں کا ایک شخص کا حفظ کی بار نہیں و بخلاف الوصایا لائینی و کذا المصارفہ والقضاء والتکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذا السیۃ کا لو کالتہ فلیس لاحد ہما الا افراد بخر بنہ نہ و شخصوں کے دمی ہونے کے اور اسی طرح و شخصوں کی مفارقت اور قضا اور تکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چیزیں وکالت کے مانند ہیں تو ایک شخص کو دو شخصوں میں سے انفرقا اور تنہائی جائز نہیں کذا فی الجبرہ



م اشياء مذکورہ پانچ میں نہ چھ تو شائد کہ شارح نے وصایت میں دو صورتیں ٹھہرائیں ایک صورت یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التتابع کیا چونکہ اشياء مذکورہ میں رائے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا افراد کافی نہیں مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہ ہوگا کذا فی الخطاوی مختصر آیت صرف الا فی مسئلہ ما اذا شرط الواقف النظر والاستبدال مع فلان فان للواقف الا افراد دون فلان اشياء مگر اس مسئلہ میں جب کہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلاں شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال میں افراد جائز ہے نہ فلاں نے شخص کو کذا فی الاشياء والوکیل بقضاء الدین من مال او من مال موکل لا یجبر علیہ اذالم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتویٰ کی بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائے دین کا وکیل خواہ ادائے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اس پر نہ بردستی نہ کی جائے گی ادائے دین میں بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہ ہو اور یہ واقعہ بھی فتویٰ طلب تھا چنانچہ اس کو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا م اشياء کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اس میں یوں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں اگر وہ باز رہے اس فعل سے جس میں وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلوں میں انتہی اور ملتقات میں علت اس کی یہ مذکور ہے کہ اس کا کرنا اس پر واجب نہیں لیکن تنویر البصائر میں ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین میں جب کہ اس کے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الخطاوی قال ومفادہ ان الوکیل جامع من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بخو طلاق ولو بطلبہا علی المتمد وعتق وہبۃ من فلان و بیع من لکون متبرعاً مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادائے دین کے واسطے تو اس پر جبر نہ ہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہیں مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول متمد کے اور جبر نہیں عتق پر اور فلاں نے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اس کے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے میں متبرع ہے یعنی افعال مذکورہ اس پر لازم الفعل نہیں الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین قم غاب او بیع من شرط فیہ اولجہ فی الاصح او بخصوصۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشياء خلافاً لما افقی یہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلوں میں وکیل پر جبر کیا جائے گا جب کہ موکل نے اس کو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا یا اس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جس کے عقد مرہون میں بیع مشروط ہے یا بعد مرہون بیع کی شرط ہوئی قول اصح میں یا اس کو وکیل کیا خصوصت میں مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشياء بخلاف فتویٰ قاری ہدایہ میں بیان شارح ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ میں مخالف ہے حالانکہ مخالف اس کی فقط متن کے مسئلے میں ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منخ الغفار میں مشرح مذکور ہے کذا فی الحلبي قلت وظاہر الاشياء ان الوکیل بالاجرة یجبر فتمدبر میں کہتا ہوں اور ظاہر اشياء یہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اس کو م اشياء میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصر اور ابن ضیاء کی شرح مجمع میں ہے کہ جوابرت کے کہ بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اس پر جبر کیا جائے گا استیفاء ثمن پر اس واسطے کہ اس کو پہنچ گیا بدلا اس کے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا فی الخطاوی ولا ینس مسئلہ واقعۃ الفتویٰ وراجع تنویر البصائر لعلہ اوفیٰ اور نہ بھولنا واقعۃ الفتویٰ کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشياء کی طرف کہ اس نے پورا اس کو بیان کیا ہے ہم واقعۃ الفتویٰ یہ ہے کہ جب وکیل ہو اس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اس پر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلوں کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اس پر جبر نہیں اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اس پر جبر ہے کذا فی الخطاوی ملخصاً و فی فروق الاشياء التوکیل بغیر مضمی الخضم لا یجوز عند الامام الا ان یكون الموکل حاضراً بنفسہ او مسافراً او مریضاً او مخدراً اور اشياء کے فروق میں ہے وکیل کرنا بدوں رضا مندی مخاصم کے جائز نہیں لام کے نزدیک مگر یہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو



یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہم یہ مسئلہ مقدم ہو گیا کہ اول کتاب النکاح میں مذکور ہو چکا ہو کیل لایوکل الا باذن آمرہ وجود ارضی وکیل دوسرے  
 شخص کو وکیل نہیں کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود ضمانندی کے م وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ اس کو تصرف موقوف  
 ہے نہ توکیل مادہ موکل تصرف میں وکیل کی رائے سے ماضی ہو لاور کچھ لوگ رائے میں مختلف ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ جس کام میں وہ وکیل ہوا اس میں دوسرے  
 کو وکیل نہیں کر سکتا تو حقوق حقد کی توکیل خارج ہو گئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع میں وکیل نہیں کر سکتا لیکن تقاضائے ثمن میں بلا نوبہ موکل کر سکتا ہے  
 اس واسطے کہ حقوق حقد میں وکیل خود اکیل ہے الا اذنا وکلا فی دفع زکوٰۃ وکلا آخر ثم وکلا دفع الا خیر ہما زولا یتوقف بخلاف شراء الاضیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے  
 کو وکیل نہیں کر سکتا مگر جب کہ وکیل کو دفع زکوٰۃ میں وکیل کیا سو اس نے دوسرے کو وکیل کیا دوسرے نے تیسرے کو تیسرے نے چوتھے کو وکلیٰ بذالقیاس  
 سو وکیل اخیر نے زکوٰۃ فقیر کو دی تو جائز ہے اور یہ جواز موقوف نہ رہے گا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الاضیۃ الخانیۃ یعنی موکل نے زید کو  
 قربانی خرید کر نہ وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھی تو جائز ہے  
 اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی والا وکیل فی قبض الدین اذ وکلا من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہیں مگر قبض دین کا وکیل جب  
 کہ وکیل کہے اس کو جو اس کے عیال میں ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکلا الاول لہ ای لوکیل فیجوز بلا اجازت لعمول  
 المقصود وید اور وکیل کو توکیل جائز نہیں مگر نزدیک مٹھرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب  
 حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدیم اس واسطے کہ رائے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہاں حاصل ہے بخلاف اس صورت کے  
 جب کہ دو وکیل مقرب کیے اور ثمن مٹھرا لیا اس واسطے کہ جب دو شخصوں کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ غرض موکل اجتماع رائے  
 وکیلین ہے نہ بات ثمن اور اختیار شری میں کذا فی الملکیۃ والتفویض الی رایہ کامل بریک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما مایملک  
 یہ فلا یقوم غیرہ متعارف فیہادہ سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے  
 میں مگر طلاق اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اس واسطے کہ طلاق اور عتاق منہدین امور کے ہے کہ ان سے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجائے وکیل نہیں  
 ہو سکتا کذا فی التفتیہ ہم یکم بنظر تفویض کے سہا اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلا شریہ صحیح ہے کذا فی الطحاوی فان وکلا وکیل  
 غیرہ بدو نہجا بدو اذن و تفویض ففعل الثانی بجزئہ او بجزئہ فاجازہ وکیل الاول صح و تعلق حقوقہ بالعاقل علی الصبیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو  
 وکیل کیا ہوں اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اس کو جائز رکھا تو صحیح ہے اور حقوق حقد  
 عاقد سے یعنی وکیل ثانی سے متعلق ہوں گے بقول صحیح اس واسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے الا فی مالیں بعقد نحو  
 طلاق وعتاق لتعلقہما بالشروط کان للموکلا ملکہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود  
 اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب تعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنی دونوں تعلیق بالشروط کی قابل ہیں تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق  
 کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے و ابراہم عن الدین قنیرہ و خصوصیتہ وقضاء دین فلا تکنی الحضرة ابن ملک خلاف الخانیۃ اور دین ہے  
 ابراہم کہنے میں کذا فی التفتیہ اور خصوصیت اور ابراہم نے میں تو کافی نہیں حاضر ہوتا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف خانیۃ کے م خلاف خانیۃ فقط  
 خصوصیت میں ہے اس میں یوں ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصوصیت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اس نے  
 خصوصیت کی ہذا خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحاوی وان فعل اجنبی فاجازہ وکیل لاطل ہما زولا فی شراء فانه یتخذ ملکہ ولا یتوقف متی وجد لفاذا  
 لہما اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اس کو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر نافذ ہو گا اور موقوف نہ رہے گا جبکہ



وہ انفاذ پاوے وان وکل بہ اے بالامر والتفویض فهو اے اثانی وکیل الامر وچینند فلا یعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاۃ اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنی موکل اول کا وکیل ہے اور اس وقت میں تو وہ معزول نہ ہوگا اپنے موکل یعنی وکیل اول کے معزول کرنے اور مر جانے سے اور دونوں وکیل معزول ہوں گے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضاۃ میں وفي البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاء بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل برائک قال للصفی فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فله عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریح لان النائب کو وکیل الوکیل اور سبب الرائق میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول میں کہ جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اس کا معزول کرنا بھی اس کی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رائے پر صنعت نے اپنی شرع میں کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جائے کہ جو تیرا جی چاہے تو اس کو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدول اس بات کے کہ اس کو معزول کرنا صریحاً مفوض ہوا اس واسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالت عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یمکنک المعاوضات لا الطلاق والغتاق والتبرعات بہ لفتی زواہر الجواہر وتنویر البساتین اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور غتاق اور تبرعات کا اسی کا فتویٰ ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البساتین قال لرحیل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیل بالطلاق وتقیید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلک فی امر امرأتی فتاویٰ مستقیمہ در کہ ایک مرد سے کہ میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اس مجلس میں یعنی اگر اس مجلس میں طلاق دے گا تو صحیح ہے نہیں تو صحیح نہیں بخلاف اس قول کے کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنی عورت کے امر میں تو طلاق مقید نہ ہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنی اگر بعد اس مجلس کے طلاق دے گا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یخیر تصرف فی حقہ وچینند فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی او حر بنی مال صغیرۃ الحر المسلم او شری واحد منهم بہ او زوج صغیرۃ کذلک اے حرۃ مسلمۃ لم یخیر لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہیں اپنے غیر پر تو اس کا تصرف جائز نہیں اس غیر کے حق میں اور اس وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حر بنی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص ان میں سے بعض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کی صغیر کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہ ہوگا بسبب ہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہیں اور ذمی اور حر بنی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہیں تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہیں والولایۃ فی مال للصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصیہ اذ الوسی یمکن الالباء ثم الی الجداد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصیر القاضی ثم وصیہ اور صغیر کے مال میں اس کے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اس کے وصی کے وصی کی اس واسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہیں پھر دادا کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی پھر اس کی جس کو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اس کے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حرۃ الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجداد اب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہیں ماں کے متروکہ میں اور اسی طرح بھائی کے متروکہ میں باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اس کے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد ما ذکر فله الی وصی الام الحفظ اور اگر کوئی شخص نہ ہو اور بعد مذکورہ سے تو اس کو یعنی ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ میں ولایت کی ولایت ہے ولیمع المنقول لا العتار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیر منقول کی بیع منقول اس واسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشری الا الطعام والکسوة لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید نہ کہے سوائے



طعام اور لباس صغیر کے اس واسطے کہ وہ دونوں بخلہ حفظ صغیر کے ہیں کفائی الخانیہ فروع مسائل عقد شایع کے دس اقسام کو جسے الاب  
الا ادا بقہ القاضی بنوع تقدیر ولی الا یہاں اکل عمادۃ قاضی کا دس باب کے دس کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی دس کو ایک قسم کے تصرف کے حق  
مقتدر کرے تو اس کا دس ہو اسی قسم کے ساتھ مقتدر ہوگا اور باب کے دس میں جمیع انواع تصرفات کا مجموعہ ہے کذا فی العماد یعنی اگر باب نے  
ایک نوع میں دس کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع میں دس ہوگا ولی متفرقات البحر القاضی ادا بینہ لایرید حقوق عقد بشرائط یم ایہما بخلاف  
دکیل و دس و اب فلو ضمن للقاضی ادا بینہ ثم ما باء علیہ یم بعد بلو فمصح بخلہ فمصح بخلہ اور بخلہ الرائق کی متفرقات میں ہے کہ قاضی یا اس کے امین کی طرف  
اس عقد کے حقوق راجع نہیں ہوتے جس کے وہ حامل اور مہاشر ہوئے بخلاف دکیل اور دس اور باب کے تو اگر قاضی یا اس کا امین تاوان دے  
بعد بالغ ہونے یم کے اس چیز کے جس کا دس کو قاضی یا اس کے امین نے یم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگوں یعنی دلیل اور دس یا  
کے م قاضی اور امین کا تاوان اس واسطے صحیح ہوگا دونوں حقوق عقد سے اعلیٰ میں بخلاف دکیل وغیرہ کے کہ ان کے واسطے حق استیفاء ثابت  
ہے تو ان کا ضمان دینا اپنی ذلتوں کے واسطے صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و فی الاشباہ و التوکیل بل بالعقدہ الیس نفسہ الا ان فیہ ان یم مال  
الیم نفسہ لا غیرہ بوکالت اور شاہیں ہے کہ دکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز میں جس کو دکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے  
کے کہ اس کو مال یم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے م طحاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر قیاس ہو سورہ  
عاشیہ لکھا ہے اس میں بجائے دکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے مانعہ سے انتہی و جاز التوکیل بالتوکیل اور دکیل کرنے کے واسطے  
دکیل کرنا جائز ہے مگر جب ایک شخص کو دکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلا نے شخص کو خرید کرنے میں دکیل کرے سو اس نے اس کو دکیل آیا اور دکیل  
نے خرید کی تو وہاں مامور ہے بخرے اور مامور اپنے آمر سے اور دکیل آمر دل سے نہ لے گا کذا فی الطحاوی عن الاشباہ

**باب الوکالت بالخصومتہ والقبض** یہ باب ہے خصوصیت اور قبض کی وکالت کے احکام میں م مصنف نے لانداز ترمیم وکیل ملازمات اور  
تفاوت وغیرہ کے جس مسائل مذکور کیے ہیں خصوصیت مروت ہے دعویٰ صحیح یا جواب صریح سے اس  
طرح کہ ان یا نہیں چنانچہ سانی مذکور ہو چکا وکیل بالخصومتہ والقاضی اسے اخذ الدین لایملک القبض عند زفر و یفتی لفساد الزمان واعتمد  
فی البحر العرف وکیل خصوصیت اور قاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب فساد زمانے  
کے کہ اکثر دکیل خیانت پیشہ ہیں اور بخلہ الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے مگر قاضی یعنی اخذ دین ماستبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں قاضی یعنی طاب  
ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک دکیل قاضی کا مالک ہے اور من طابہ الروایہ ہے خواہ وہ چیز میں ہو  
یا دین صاحب بخرے فتاویٰ صغیر سے نقل کیا کہ دکیل قاضی میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہو کہ قاضی  
کرنے والا دیکھا قاضی دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منع الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے لہذا  
فی الطحاوی ولا الصلح اجماعاً بحر اور خصوصیت اور قاضی کا دکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اس واسطے رسلہ مفاد ہے  
اس کی جس کے واسطے وہ دکیل ہو اور رسول القاضی یم ملک القبض والخصومتہ اجماعاً بحر اور قاضی کا کہنے کا رسول مالک ہے قبض کا ز  
خصوصیت کا بالاتفاق کذا فی البحر اور سلتک اوکن رسولاً منی ارسال و امریک بقبضہ توکیل خلافاً للزیلعی یوں کہنا کہ ارسال سلتک یعنی میں نے تجھ کو  
پیام رساں کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولاً منی یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رساں ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو امر  
کیا اس کے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زلیعی یعنی میں نے امریک بقبضہ کو ارسال کیا ہے نہ توکیل ولا یملکھا بالخصومتہ والقبض وکیل



الملازمۃ اور وکیل ملازمت کا مالک نہیں خصومت اور قبض کا م ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سوا اس کو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنع کما لا یملک الخصومت وکیل الصلح بحجیبہ وکیل صلح کا مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین یملک ما لے الخصومت خلاف لہا لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملک ما اتفقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کو وکیل قبض العین اتفقا بحجیبہ قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں م اس واسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اس پر کہ موکل نے اس کو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہے گا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحاوی واما وکیل قسمة واخذ شفعة ورجوع ہبہ ورد بعیب فیملکھا مع القبض اتفقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ لقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعاً فقبضہ الادر بہما لم یجر قبضہ المذكور علی الامر لخاصۃ فلم یصر وکیلاً ولا امرہ الرجوع علی الغریم بکلمہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم بجر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اس کا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے تو اس کا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بھر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح نہ قبض کرے ایک درم سوائے ایک درم کے کذا فی البحر فلم یکن للغریم بنیۃ علی الایفاء فقتضی علیہ بالدين وقبضہ الوکیل فضاغ منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کبدہ ذخیرہ تو اگر مدیون کے گواہ نہ ہوں ادائے دین موکل پر پھر مدیون کا قاضی کا حکم ہوا ادائے دین کا اور وکیل نے اس پر قبضہ کیا سوا اس کے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لے گا جو اس نے وکیل کو دیا اس واسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومتہ اذا ابی الخصومتہ لا یجر علیہا الا اذا کان وکیلاً بالخصومتہ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ لا یجر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جب کہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومتہ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جب کہ وہ باز رہے اس سے جس میں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب تبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں پر جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اس پر جبر ہو گا خصومت پر بسبب التزام کے یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اس پر جبر ہو گا اور تصویر اس کی یوں ممکن ہے کہ ضامن ہو ایک شخص کا جو اس پر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب بنزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کی جائے گی اس مال میں جو مدیون پر ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی وکلہ بخصومتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یكون وکیلاً فیما یدعی علی الموکل جاز بذالتوکیل فلو اثبت اے لوکلہ للمال لہ الوکیل انہم ارادوا الخصم الدفع لا یسمح علی الوکیل لانه لیس بوکیل فیہ درہم موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے حقوق کے لینے میں لوگوں سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہ ہو گا اس میں جو موکل پر دعویٰ کیا جائے تو یہ تو وکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر غماصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اس کا دعویٰ وکیل پر مسموع نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ اس میں وکیل نہیں کذا فی الدرہم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہو گا پھر غماصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومتہ لا یغیر مطلقاً بغیر الحدود والقصاص علی موکل عند القاضی دون غیر



استحساناً اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوائے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک احسان کی رو سے  
 نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقاً نہ قاضی غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں دان  
 اتزل الوکیل بہ اسے بہذا الاقرار حتی لا یذبح الیہ المال وان برہن بعد علی الوکالۃ للتناقض در وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ  
 وکیل معزول ہو جائے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ رہا جائے گا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا  
 الدرر صورت اس کی یہ ہے کہ موکل نے اس کو وکیل کیا اس کا کہ خصومت سے وکیل کی ہاں سے دعویٰ بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر  
 اقرار کیا کہ اس نے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب زید کا شمس مدعی سے نہیں ہے سنا کذا فی الطحاوی وکذا استثنی  
 الموکل باقرارہ بان قال وکلک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزائید اور اسی طرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار  
 مستثنیٰ کر لیا اس طرح کہ میں نے تجھ کو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو تو وکیل اور استثنای صحیح ہے قول ظاہر یہ کذا فی البراز جم بہ الزانی  
 میں کہا خلاصہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہو گا تا یہ کہ استرا کو  
 مستثنیٰ کرے تو فقط انکار کا وکیل ہو گا نہ اقرار کا تا یہ کہ انکار کو مستثنیٰ کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہو گا ظاہر اور دایہ میں تم کہ خصومت جائز الاقرار  
 میں وکیل کہے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہو گا تا یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار و الانکار میں وکیل کرے اس میں متاخرین کا اختلاف ہے  
 کذا فی الطحاوی فلو اقر عندہ اسے القاضی لا یصح وخرج بعن الوکالۃ فلا یصح خصومتہ در توبہ استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے  
 نزدیک تو صحیح ہو گا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائے گا تو اس کا خصومت کرنا مسموع نہ ہو گا کذا فی اللہ و صح التوکیل باقرارہ ولا یصیر بہ  
 اسے بالتوکیل مقراً بجراد صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالافرار سے مقرر ہو جائے گا کذا فی البحر طحاوی نے اس کی توجیہ  
 یوں مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اس پر کچھ حق واجب نہ ہو گا اس  
 واسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں ہو گا اگر ماضی اس پر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالافرار کے تو قاضی اس پر حکم نہ کرے گا و بطل  
 توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر ماعلاً لنفسہ اور باطل ہے مال ضامی کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہ ہو جائے م سورت اس  
 کی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اس کا ضامن ہو سو طالب ضامی کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ  
 اصل سے تو توکیل صحیح نہ ہو گی اس واسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے  
 یعنی وہ سامعی ہو گا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی العینی لکمال لا یصح لو وکل بقبضہ اسے لیدین  
 من نفسہ او عبیدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابرء نفسه فیصح ویصح عزل ابراء نفسه اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل کر موکل وکیل کرے  
 قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اس کے غلام یا ذون مدیون سے اس واسطے کہ وکیل نے جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جب کہ  
 دائن مدیون کو ابراہائے ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا  
 فی الاشباہ قولہ اذا وکل اس میں خیر فاعل ہے راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے غیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل ابراہائے نفس مدیون کا وکیل  
 کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے اپنے کے واسطے بسبب اپنے غرض الذمہ کرنے کے اس واسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اس کے  
 دین کے استقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ خیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی جب یہ معلوم ہو تو شارح کا یوں کہنا  
 کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہے مگر یہ کہ وہ اپنی ذات کے عمل کو خالص بنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحاوی او وکل



المحال المحیل لقبضہ من المحال علیہ او کل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالة كونه قاضیا ومقتضيا قیمة یا وکیل کرے محال محیل کو قبض  
 دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا  
 فی الفتنہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اس کی توکیل کیوں صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ محیل  
 ساعی ہے اپنی برأت نفس میں اس واسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرید یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہو گا خلاصہ عبارت قیمة یہ ہے کہ  
 اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ مبرا باب بیع کر صاحب دین کا دین لیا  
 کر سو اس نے بیجا اور مٹن لیا اور وہ تلف ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اس کا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ  
 مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا میں کذا فی الطحاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول وکیل الامام بیع الغنائم والوکیل بالتزویج  
 حیث یصح ضمانہ لان کلامہم سیرا بخلاف حاضرا من کے اور رسول لقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل  
 کے کہ ان کا تادان دینا صحیح ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے سیر اور مبر محض ہے یعنی حقوق عقود ان کی طرف راجع نہیں جو ان کا ضمان صحیح نہ ہو الوکیل  
 لقبض الدین اذا کفل صح ونبطل الوکالة لان الکفالة اقوی للزومها فتصلح ناسخه قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جائے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت  
 باطل ہوگی اس واسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی  
 بخلاف العکس بخلاف عکس یعنی جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہ ہوگی یہی مطلب ہے مصنف کے  
 قول سابقہ کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلاما صحت کفالة الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت الکفالة و تاخرت لما قلنا اور اس طرح  
 جب کہ وکیل لقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اس کی باطل ہو جائے گی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا مؤخر ہو بسبب اس دلیل کے جس کو ہم کہ چکے  
 یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اس کی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتري لم یجز لما مر ان یغیر عامل لنفسه بیع کا وکیل جب کہ بائع  
 کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہ ہو گا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ  
 عامل بغیر ہونے اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان رجع بطلانہ ویدونہ لا یتبرع پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھر لے بسبب باطل  
 ہونے ضمان کے اور اگر بدوں حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھر لے بسبب اس کے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب لقبض دینہ فصدقه  
 الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اس کے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی  
 وکالت کی تصدیق کی تو اس پر ادائے دین کا حکم جاوے گا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہ ہوگی اگر وہ ایفاء دین کا دعوی کرے گا یعنی مجرد  
 دعوی ایفاء دین ثابت نہ ہو گا فان حضر الغائب فصدقه فی التوکیل فیہا ونعت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ اے الغائب ثانی الفساد  
 الاداء بانکارہ مع یحیئہ پھر اگر غائب آیا سو اس نے اس کے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ غائب کو دوبارہ  
 دین ادا کرے بسبب فاسد ہو جانے ادائے اول کے اس کے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ م یعنی جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں  
 تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد پھر لہذا اس پر دوبارہ ادائے دین لازم ہو گا ورجع الغریم یہ علی الوکیل ان باقیانی یدہ ولو حکما بان استلک فانه  
 یضمن مثله خلاصہ اور مدیون وکیل سے دین پھیرے اگر دین اس کے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہو نہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک  
 کر ڈالا ہو تو اس پر ضمان لازم ہو گا کذا فی الخلاصہ وان ضاع لاعلا تبصده اور اگر دین ضائع ہو گیا وکیل کے پاس تو مدیون اس کو نہیں لے سکتا اس کی

لے محال دائن کو کہتے ہیں اور محیل مدیون ہوتا ہے اور محال علیہ جو حوالہ قبول کرے ۱۲



تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اس نے وہی دیا اس کی وکالت کو تصدیق کی کہ قیدیوں کا قصور بخیر العذر رجوع نہیں کر سکتا الا اذا كان قد ضمنه فذال دفع  
 بقدر ما اخذہ الدائن ثانیاً لامانۃ الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز سلفاً زلیلی وغیرہ مگر مدیون اس وقت وکیل سے دین پھیرے جب وکیل دفع دین کے وقت  
 ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اس کے جس کو دائن دوسرے بار لے لے اس مال ہ جس کو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جس کی ضمانتی جائز نہیں کہ  
 فی الزلیلی وغیرہ مال ضمانتی کی صورت یہ کہ مدیون کے وکیل سے کہ ہاں تو اس کا وکیل لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور  
 مجھ سے دوسری بار اپنا دی لے تو وکیل ضمانتی داخل کرے ماخوذ کی کذا فی الطحاوی او قال لقیقت منك علی انی ابرأک من الدین فہو لما قال  
 الاب للحق عند اخذ مہر بنتہ اخذ منك علی انی ابرأک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیاً رجع الحقن علی الاب فکذا اذا برأ ذیہ یا وکیل نے مدیون سے  
 کہا کہ میں نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا ہوں سے بری الذمہ کر دیا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باب نے دانا دے کے اپنی بیٹی سے  
 مہر لینے کے وقت کہیں اس شرط پر تھا کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا ہوں یا اپنی بیٹی کے مہر سے سوا مہر کو جوئی دوبارہ لے گی تو داماد باب سے پھیرے ہا  
 سوا اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البرازیہ وکذا لیغزہ اذا لم یصدقہ علی الوکالت یعم صورتی السکوت والنکذیب ودفع لذلک علی زعم الوکالت فہذا  
 اسباب الرجوع عند الهلاک اور اسی طرح وکیل نے مال ضمانتی کی جب موکل اس کی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اس کو دین دبا وکالت  
 کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دینا کے جب دین بدل ہو جائے کہیل  
 کے پاس رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہو دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرائے مدیون تسریہ کہ ضامن ہو دوسر  
 صورت عدم تصدیق موکل خان اوعی الوکیل ہلاک اور دفعہ لموکل صدق الوکیل بملغہ پھر اگر وکیل طالب دین کا اپنے موکل کے دین کا دعویٰ  
 کرے تو اس کی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ م تصدیق وکیل سوائے مسائل ششہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کہ فی الطحاوی دفعی الوجہ الذکورۃ  
 کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حصہ بموکل غائب  
 وان یرہن انہ لیس لوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استخلاصہ یقبل سوغی نقص ما وجب للغائب اور اگر مدیون کو ولایا اس پر کہ وہ شخص وکیل  
 نہیں دائی کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت اقرار پر یا اس نے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب سنی کرنے مدیون  
 کے اس چیز کے توڑنے میں جس کو اس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہے غائب کا اور واقع اس کا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی  
 الطحاوی نعم لو برہن انی الطالب جمد الوکالت واخذ منی المال یقبل بجرماں اگر مدیون کو وہ لاوے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے  
 اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر یعنی اس واسطے مقبول ہے کہ نقص موکل کی جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان  
 ثابت بالبیان کے مانند ہے کذا فی الطحاوی وکالت الوکل ودرہ غریبہ او وجبہ اخذہ قانا ولو لا لک ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالت اور اگر موکل مرگ  
 اور مدیون اس کا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر حاکم ہو یا ہو تو اس کا تاوان لے  
 مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ مال کو نہ وکالت حلف ما علم ان الدائن وکل علی اور اگر  
 مدیون نے دین کا اقرار لیا اور وکالت کا منکر ہو تو یہ کہانی کہ اس کو معلوم نہیں کہ دائن نے اس کو وکیل یہ ہے کذا فی البحر یعنی قال انی وکیل یقبض  
 الودیۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشرع بخلاف ما یحیی الشرحہ کہ میں وکیل ہوں قبض امانت کا سوا امانت دانے اس کی تصدیق کی تو اس  
 کو وکیل کے دینے کا حکم نہ ہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابی شیمہ جیسی نے کہا کہ ابن شیمہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور یہاں مذکور ہے  
 فقہ معارف نہیں ولودفع لم یملک الاسترداد مطلقاً امر اور اگر امانت عدا وکیل کو دے گا تو استرداد کا مالک یہ ہے کسی طرح خواہ اس نے تصدیق کی  
 ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا حکم لو ادعی شراء لمن مالک وصدقہ المودع لم یومر بالدفع لان اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہے اگر



ودلیعت کی خرید کا دعویٰ کیا اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی تو اس کے دینے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر یہ علت ہے دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقال یا لارث او الوصیت منہ و صدقہ امر بالدفع الیہ لاتفاقا علی ملک الوارث اذالم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بد من التلوم فیہما لا احتمال ظہور وارث آخر اور اگر دعویٰ کیا وکیل نے ودلیعت کے انتقال کا صاحب ودلیعت سے بسبب یا وصیت کے اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی تو اس کو اس کے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق مترکہ نہ ہو اور ضروری ہے انتظار سے دونوں صورتوں وارث اور وصیت میں دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصیٰ کے احتمال سے ولوانکر موتہ او قال لا ادری لایؤمر بحکم یرہن اور اگر امانت دار نے اس کی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودلیعت کے دینے کا حکم نہ ہوگا جب تک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعویٰ الایضاً کو کالت فلیس لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعویٰ ایضاً کو کالت کے دعویٰ کے مانند ہے تو میت کے امانت دار اور اس کے مدیون کو جائز نہیں دینا ودلیعت اور دین کا قبل اس کے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل ولولا وصی فدفع الی بعض الورثۃ بری عن حصۃ فقط اور اگر وصی نہ ہو سو مدیون نے بعض وارثوں کو دیا یعنی سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائے گا یعنی باقی وارثوں کا مواخذہ اس پر باقی رہے گا وکل لقبض مال فادعی الغریم مالی سقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرارہ بانہ تملک دفع الغریم المال ولو غفرا الیہ اے الوکیل لان جو ابہ تسلیم مالم یرہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعویٰ کیا جو اس کے موکل کے حق کو ساقط کر دے چنانچہ ادائے دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنی مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اس واسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہے دین اور وکالت کا جب تک گواہ نہ لاوے اپنے دعویٰ پر یعنی جب مدیون نے ادائے دین کا دعویٰ کیا مثلاً اس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اس پر دینا لازم ہو اسید دعویٰ نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جس کو فقہانے ذکر کیا ہے کہ دعویٰ مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین بجز ودعویٰ ثابت نہ ہو انوار اس کے حق میں ناخیر نہ ہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافاً لفرقہ اور مدیون کو جائز ہے تم لینا مثلاً ادائے دین کے انکار میں موکل سے وکیل سے اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی بخلاف تفرقہ کے ولو کلمہ عجیب فی امتہ وادعی البائع ان المشتري رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتري والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل النقص بخلاف ما مر خلافاً لہما او اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد بیع نہ کرے جب تک مشتری قسم کھائے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسائل سابقہ میں یہ ہے کہ قضا یہاں وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اس کے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک رد بیع ہوگا مگر یعنی اگر رد بیع کے ہم قائل ہوں تو فسخ فسخ ٹھہرے گی کیونکہ رد ہے عیب سے اور اس طرح کارد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اس میں تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم کھانے کے وقت اس واسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر بجز تسلیم تو قضا عقود اور فسخ میں نہ ٹھہری کذا فی الجلی فیلورد الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا لبائع اتفاقاً فی الاصح لان القضاء لاعن دلیل بل للجهل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا یفد باطناً نہایت پھر اگر وکیل نے لونڈی پھر دی بائع کو یعنی حکم قاضی پھر موکل آیا اور اس نے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ نادانستگی سے ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہو تو حکم نافذ نہ ہوگا باطن میں کذا فی النہایت والمأمور بالانفاق علی اہل او بناء او القضاء لدین او الشراء او التصدیق عن کوة







سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور پے درپے وکیل کے موکل کے ذمہ پرض ٹھہری گے اس واسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الخطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فلنناظران سلیم من ربح فی زیتہ وحصیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کر وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے قیل اور چٹائیوں میں م یعنی اگر وقف سے دہا ہم یا دنایر حاصل ہوئے اور اس نے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم میں یا فرش کے واسطے چٹائیوں میں سلم کیا تو صحیح ہے اسلئے کہ ناظر وکیل ہے وقف کا اور توکیل باطل صحیح ہے ولسی لان یوکل بمن جملہ اینالی القرۃ فیامرہ ببقہ سلم و سلم من مقررہ نہ باطناً نہ ذیل الواقف والوکالتہ امانۃ لایصح بیعہا وتمام فی شرح الوہابیۃ اور جائز نہیں ناظر کو وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہے قریہ وقف پر کچھ مال معین کر کے ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس ناج میں جو وقف کی زمین میں پیدا ہو اور اس المال سلم کا اس امین سے لے بطن میں بوض اس وظیفہ کے جو ناظر کو اسلئے مقرر ہوا ہے اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جس کی بیع صحیح نہیں اور پورا بیان اس کا شرح و ہبانیہ میں ہے م ہاں کو جبوب ارض وقف میں عقد سلم اس واسطے جائز نہیں کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہیں اور ناظر کو امین سے مال لینا اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر واقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اس نے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً۔

**باب عزل الوکیل** | یہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام میں الوکالتہ من المنقود والغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلہا شرط وکالت ان عقود میں سے ہے جو لازم نہیں چنانچہ عاریت تو وکالت میں خیار الشرط داخل نہیں ہوتا م عقد لازم میں خیار شرط کی حاجت ہے تاکہ صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اس میں خیار شرط کی کچھ حاجت نہیں ولایصح حکم بہما مقصوداً وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم و بیانہ فی الدرر اور حکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہیں ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہیں ہوتا مگر در ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اس کا در میں ہے م قبل اس باب کے عنقریب گذرا در سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقرر ہو اور مدین کا منکر تو وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہے کہ حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہے پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول میں قللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومت بطلب الخصم کی سببی تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تا وقتیکہ اس سے حق غیر متعلق نہ ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آوے گا۔ م یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اس کو معزول نہیں کر سکتا اس واسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے ہو تو اس کا حق فوت ہو جائے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں موکل کو اس کے معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالتہ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ما صحہ البرازی و سببی عن العینی خلافاً فتنہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق میں بنا برائے قول کے جس کی تصحیح کی ہے بنرازی نے اور عنقریب اس کے مخالف آوے گا عینی سے تو بنر دار رہنا م وکالت دوری یہ کہ موکل کیے وکیل سے کہ میں نے تجھ کو فغانے کام کا وکیل کیا جب کہ میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل اسے فی القصدی اما الحکمی فیثبت و یعزل قبل العلم کارسول موکل کو معزولی کا اختیار ہے بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنی عزل قصدی میں علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت میں تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائے گا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق یہ اسے بالشرط بقی شرع و ہبانیہ اگرچہ اس کا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت میں جو معلق بشرط ہے اسی قول کا فتویٰ ہے لہ یعنی مثلاً زید نے عروسے طعام میں سلم کرنے کا پیام کیا اور عروسے قبول سلم کے لیے خالد کو وکیل کیا کہ طعام کے لیے روپیہ لے لے۔



کذا فی شرح الوبائیة وثبت ذلک اے العزل بمشافہ بہ ویکتابہ مکتوب بعزل او ارسال رسولاً بمیزاعدا وغیرہ اتفاقاً او عبداً  
صغیراً او کیساً صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنی معزول کرنا بالمشافہہ منہ کر کے سے ثابت ہوتا ہے اور معزول سے  
خط ملنے سے اور رسول مہم کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام وغیرہ ہو یا یہ ولسل اس کی تعلیق پر  
رسالت میں یا تکذیب ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں متفرقات قضاء کے سائل میں مہم کی قبضہ سے مجنون اور مہوش اور معسر  
غیر مہم خارج ہو کیا اذ قال الرسول الموکل ایاک لا یبلغک عزل ایاک عی وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہے جب کہ پیام رسالوں کے  
کہ موکل نے جو کوئی سے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجھ کو تیرے معزول کر دینے کی وکالت سے خبر پہنچاؤں ولو اخبرہ ففتولی بالعدل فلا یمن احد  
شطری الشہادۃ عدداً وعدالت کا خواتمہ المتقدمہ فی المتفرقات اور اگر کوئی ففتولی معزولی کی خبر لے تو ضرور یہ ہے ثبوت عزل میں شہادت  
کے دو جزوں میں سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اس کے نہ اور مسائل میں جو اول مذکور ہو ہے میں ابواب متفرقہ میں ایک جز  
شہادت کا شرط ہے م اخوات متقدمہ اخبار مولیٰ بمنابہ عبدہ او شفعی کو بیع لی خبر پہنچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور غیر مسلم صاحبہ کو اسامہ شریعہ کی  
خبر اور عیب کی خبر قاصد کو اور بکرہ ماذون اور بیع شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر میں سب امور مذکورہ کی اخبار میں یہ شرط ہے کہ یاد و نفس خبریں  
یا ایک عادل وقد منازہ متی صدقہ قبل ولو فاستقا اتفاقاً ابی ملک اور ہم نے عدم کیا ذکر جبکہ وہ مخبر کی تعلیق کہے تو اس کی خبر مقبول ہے اگرچہ  
مخبر فاسق ہو بالاتفاق کہ اصرح ابن ملک و فرع علی عدم لزومہا من الجاہلین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونوں باب موکل وکیل  
سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فلولوکیل اسے بالخصوص و بشراہ المسویۃ الی وکیل نکاح و طلاق و عتاق و جمیع مالہ و بشرایہ بغیر مالہ کافی الاشباہ  
عزل نفسہ بشرط علم موکل خصوصت کے وکیل اور شئی معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نکاح  
اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئی غیر معین کی خرید کے وکیل کو کہ انی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے  
اگرچہ اس کا موکل معزول کر دے جانے و کذا بشرط علم السلطان بعزل قاض و امام نفسہما والا لا کما یسلط فی الجواہر اور اسی طرح دانست بادشاہ  
قاضی امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہے اور نہیں تو معزول ثابت نہیں چنانچہ جو ابراہیم فتویٰ میں اس کو شرح بیان کیا ہے یعنی  
اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدوں علم سلطان کے و کما یقتضی الحدیث ملک  
عزل ان بغیر حفرة المدیون وان ولا یحفرۃ لا تتعلق حقہ بکما موکل کی کسی کو قبضہ میں لے کر وکیل اپنے معزول کرنے کا ملک ہے اگر اس کو موکل نے بلا حفرة  
مدیون وکیل کیا ہوا اور اس کو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا ملک نہیں بسبب متعلق ہونے مدیون کے ساتھ اس کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در  
صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے م تعلق حق مدیون یوں ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معزول یعنی فریب خوردہ ہو جائے گا اور صورت  
اوائے دی توکیل الا اذا علم یہ بالعزل المدیون فیستند بعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جب کہ مدیون معزول کو معلوم کر جائے تو اب اس وقت میں وکیل معزول ہو  
جائے گا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون ذمہ الیہ الوکیل قبل علمہ الی المدیون بعزل یہ آ ولیہ لادفع غیرہ  
وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا حق وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہ ہوا بسبب  
دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب اس کو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اس کو مدیون دیا تو بری الذمہ نہ ہوا کیونکہ اس نے غیر دس  
کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دی اور نہیں ہوتا عزل الموکل بیع میں نفسہ بحفرة المرتضیٰ ان رضی بہ بالعزل صح واللا تتعلق حقہ بہ  
و کہ الوکال بالخصوص للطلب للذی عنہ فیجوز کما مر اور اس مدلل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہی کامر ہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا



مرتن کے سامنے اگر مرتن راضی ہو گیا معزول سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حتی مرتن کے ساتھ اس کے اور اسی طرح ہے خصوصیت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحاوی نے کہا کہ ظاہر اقلید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکید بطلا قما بطلہا علی الصیغ لانه لا حق لها فیہ ولا قولہا کما عزلتک فانت وکیل العزل بکلا وکلتک فانت معزول یعنی اور نہیں ہے اس قسم سے جس میں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اس واسطے کہ زوجہ کا حق اس میں کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کالیوں کہنا کہ ہر بار میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے بسبب اس کے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار میں تجھ کو وکیل کروں تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحاوی نے کہا کہ کما عزلتک فانت وکیل میں اس واسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حق وکیل متعلق نہیں و قول الوکیل بعد القبول بحضرة الموکل الغیت توکیل او انا بری من الوکالت لیس لعزل محو الموکل بقولہ لم اوکلتک لایكون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل والله لا اوکلتک بشئ فقد عرفت تهاونک فعزل زلیعی اور وکیل کالیوں کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہوں وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کالیوں انکار کرنا کہ میں نے تجھ کو وکیل نہیں کیا عزل نہ ہو گا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ والله میں تجھ کو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سوالبتہ میں نے تیری سستی اور کالی معلوم کی تو عزل ثابت ہو گا کذا فی الزلیعی لکن ذکر فی الوصایا ان محوہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافق الوکیل علی التزک لیکن زلیعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو اس پر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر ہم یعنی انکار موکل اس صورت میں عزل ہے جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القستانی اختلاف الروایۃ وقدم ثانی وظلہ بان محوہ ما اذا نکاح فسخ ثم قال وفي رواية لم یعزل بالجمود انتهى فلیحفظ لیکن قستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قستانی نے کہا اور دوسری روایت میں وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القستانی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولو البیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اس میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرح محو وکالت میں وکیل یا موکل سے اور محو وکالت اور محو وکالت اور محو وکالت یا مستاجرین میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ محو رجوع ہے اس واسطے کہ محو فسخ ہے انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت میں ہے یا سب میں انتہی اور ظاہر اجماع کی تصحیح متبادر ہے چنانچہ تعلیل قستانی کی اس کی مؤید ہے کذا فی الطحاوی وینعزل الوکیل بلا عزل نہایت الشیء الموکل فیہ کما لو وکله لقیض دین فقیضہ بنفسہ او وکله نکاح فزوجہ الوکیل بزانیہ اور معزول ہو جاتا ہے وکیل بدو معزول کرنے کے اس چیز کے منتہی ہونے سے جس میں وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اس کو قبیض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اس پر بذات خود قبضہ کر لیا یا اس کو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف لیشترکان ویخیران کذا فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں مشتری بیع میں شریک اور مختار ہیں چاہیں بیع قائم رکھیں چاہیں فسخ کریں کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونه مطبقا بالکسر المستوعبا سندہ علی الصیغ درود وغیرہ لکن فی الشربلایۃ عن المصنفات شہر ابو بقی وکذا فی القستانی والبقانی وجملہ قاضی خاں فی فصل فیما یقضی بالمجتمعات قول ابی حنیفۃ وان عیلة الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونوں میں سے ایک کے مرجع سے اور اس کے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح منیغہ کذا فی الدرود وغیرہ لیکن شربلایہ میں ہے مصنفات سے کہ مہینے بھر کے جنون



سے معزول ہوتا ہے۔ اسی کا فتویٰ ہے اور اسی طرح قسطنطنیہ اور باقانی میں ہے اور قاضی خاں نے اس فصل میں جس میں قضا بالاجتہاد کا مذکور ہے جنہو  
 شہری کو قول ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتویٰ ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہے اور بعضوں نے  
 بمعنی دائم تفسیر کیا ہے بجز الرائق میں مصباح سے منقول ہے کہ محام مطبق بفتح بالوئے میں وبالکسر بلحوق مرتد اثم لا تعود لبعودہ مسلما علی المذہب  
 ولا بافتقار بجز اور وکیل معزول ہو جاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہو کر پھر وکالت عود نہیں کرتی اس کی پھر آنے سے دارالاسلام  
 میں مسلمان ہو کر اور نہ اس کے جنون جلتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی الجرم جب کہ مرتد ہو گیا پھر وکیل پھر اپھر دار الحرب میں جا کر مل گیا اور  
 قاضی خاں نے لحوق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہو گا اس واسطے کہ مرتد کے تعریفات قبل حکم لحوق موقوف ہیں امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت  
 مرتد ہی موقوف ہے اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہے اگر مقتول ہو یا دار الحرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحاوی و فی شرح الجمع و علم ان  
 الوکالت اذا كانت لازمة لا تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالت اللازمة اذا وكل الراعي العدل او المهرتم بیع الرمن عند حلول الاصل  
 فلا یغزل بالغزل ولا بموت الموکل و جنونہ اور شرع جمع میں ہے کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی  
 تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہ کو وکیل کیا بیع رمن کا مدت کے آتے تو وہ معزول  
 نہ ہو گا معزول کہنے سے اور نہ موکل کی موت اس کے جنون سے م مرتہ عطف ہے مدل پر اور راہن پر اس کا عطف کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ  
 مرتہ بیع کا مالک نہیں کذا فی الطحاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل بیع الوفاء لا یغزلان بموت الموکل بخلاف الوکالت بالخصومة والطلاق  
 بزاز یہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفاء کا وکیل معزول نہیں ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی  
 البزاز یہ م یعنی وکالت بالخصومة اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اس میں موت اور جنون موکل سے معزول ہو جاتا ہے قلت والحق کذا فی ابھران  
 الوکالت بیع الرمن لا تبطل بالغزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج من الابینہ بجنون وردة و فیما عدا ہا من اللازمة لا تبطل بالحقین بل بالحکم بالخرق  
 من الابینہ قلت فاطلاق العذیہ نظر میں کتابوں اور خلاصہ یہ ہے چنانچہ بجز الرائق میں ہے کہ بیع رمن کی وکالت باطل نہیں ہوتی عزل سے خواہ عزل  
 حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہو جانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اھارتہ اس کے اور اس کے سوا وکالت لازمہ باطل نہیں ہوتی عزل  
 حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہو جانے سے میں کتابوں تو درر کے الطلاق میں بحث ہے م در میں یوں کہا  
 ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومة بالتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اس میں لیا  
 حکم نہیں کذا فی النسخ و یغزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف فان لم یعلم الوکیل لانه عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے  
 احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے  
 م الطلاق ماتن اس کو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جائے قبل خرید کے  
 تو وکالت غیر باطل ہوگی اور اس کو شامل ہے کہ مدنیوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا و  
 یغزل بجز موکلہ لو مکاتھا و جہرہ اسے موکلہ لو ما ذونا کذا لک اسے علم اولاً لا نہ عزل حکمی کا مراد وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے  
 سے اور بے بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتھا ہو اور اپنے موکل کے مجبور ہونے سے اگر موکل عبد ما ذون فی التجارة ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے  
 یعنی اس کو علم ہو عزل کا یا نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و ہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومة اما اذا کان وکیلا  
 فی قضاء دین واقضائه وقبض ودیعتہ فلا یغزل بجز اور یہ یعنی عزل بسبب مجبور اور جبر کے اس وقت ہے جب کہ وہ وکیل ہو عتوا اور خصومت



ہیں اور جب کہ وکیل ہو ادائے دین اور طاب دین اور قبض و ولایت میں تو معزول نہیں ہوتا مگر مکاتب اور حجراذون سے ولو عزل المولیٰ وکیل عبده الماذون لم یعزل اگر مولیٰ نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہ ہوگا و یعزل بتصرفہ اسے الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا بعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لاکما لو طلقها واحدة والعدة باقیہ فللوکیل تطلیقها اخری ببقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اس کے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جائے اور اگر وکیل عاجز نہ ہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایک بار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے م موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اس واسطے معزول ہو جاتا ہے کہ نکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتبت کا وکیل کیا پھر اس کو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مولیٰ یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اس کو تہن یا طلاق دی یا ایک بار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج او لم یحق وقع طلاق وکسبہ ما بقیت العدة اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب میں لاقی ہوا تو اس کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے م بجر الرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جائے تو وکیل کی طلاق عورت پر تابقا عدت واقع ہوگی اور لائق زوج بمنزل اس کی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام میں لائق اس لائق پر محمول ہے جس پر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لائق پر جس پر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزل موت کے ہے کذا فی الخطاوی وعود الوکالت اذا عاد الیہ اے الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ بیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جب کہ موکل کی طرف اس کی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اس کو بیع ڈالا پھر اس کو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہ کرے گی اس واسطے کہ یہاں قدیم ملک عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکتاب لایعزل مالم یصلہ الکتاب ملقط میں ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہ ہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنی اس واسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اس میں علم وکیل شرط ہے اور علم خط بھیجنے سے ہے وکل غائباً ثم عزل قبل قبولہ صح وبعده لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اس کو معزول کیا قبل اس کے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنی قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدوں علم کے در صورت عزل قصدی کذا فی الخطاوی دفع الیہ قمۃ لیدفعها الی التسان لیصلها فدفعا ونسی لایضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتاب تک اس آدمی کو دے جو اس کو درست کر دے سو وکیل نے اس کو دیا اور بھول گیا کہ کس کو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے موافق اس کے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اس کی ثابت نہیں ابراہ ممالہ علیہ برئ من الكل قضاء واما فی الاخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لا علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اس دین سے جو اس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہ ہوگا مگر اس قدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اس کا اتنا ہے اس پر م یعنی مجبلا اس نے دین معاف کر دیا لیکن اس کا گمان یہ ہے کہ میرے دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اس کے سو درم ہیں تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الخطاوی وفی الاشباہ قال لمدیون من جاءک لعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ لو وکیل محمول فلا یرأ بالدفع الیہ اور اشباہ میں ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلا فی نشانی لے کر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلا فی بات کہے تو اس کو دیکھو تو صحیح نہیں اس



واسطے یہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہ ہوگا اس لئے دینے سے وہی الزم ہوتا ہے ومن قال اعط المال قابعی خففہ فاعطاء لمیر اولیال  
اور وہاں یہ ہے کہ جس کے رائے نے کہا کہ دے مال پھینکل کے کپڑے والے کو سود یا اس کو تو مدیون بری الذمہ نہ ہوگا اور مال میں اس کو خسارہ ہوا ہے  
دوبارہ اس کو دینا پڑے گا و بعد وبع بالتقدا وبع لئلا یقالوا یجزا التفریہ اور جس موکل نے کہا یہی اس کو اور نہ سمجھو خالف کے ہاتھ سود کیل نے اس کے خلاف  
کیا یعنی ادھار بیہ یا زید کے ہاتھ بیہ یا تو علمائے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو بائز ہے ہم و بعد وبع لئلا یقال یہ دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اس لئے  
جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربہ کے لے او یا اس سے کہیوں خرید کرنا تو اس کو چھوڑ کرنا جائز ہے کیونکہ یہ  
کلام مشورہ سے ہے اس ہ بخلاف اس قول کے کہ بعد بالتقدا یا یوں کہا کہ بعد من فلاق تو اب اس کو مخالفت کرنا جائز نہیں لئلا فی الطوی وی عن شریعہ الزمات  
و فی الذمہ قل قول الوکیل مقدم ہ و کہ قول رب الدین و الخضم یجبرہ اور مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اور خضم معنی موکل پر جبر کیا جانے کا ہم صورت  
اس کی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کہ میں نے نہیں دیا تو وکیل  
کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہ ہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اس نے صاحب دین کو نہیں دیا اور  
صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط در حق برأت ہے نہ در حق سقوط دائیہ تو وہ اپنا دین موکل سے لے گا اور دائی کا قبول موکل  
وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اس کا دلا یا جائے گا بعد اس کے اگر موکل طالب کا کذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب  
سے قسم لی جائے سو اگر اس نے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہ ہو اور اگر قسم نہ کھائی تو اس کا حق ساقط ہو گیا اور اگر بالعکس مدعی طالب کا مصدق اور  
وکیل کا کذب ہو تو وکیل سے قسم لی جائے کذا فی الطحاوی و لو قبض الدلال مال البیہ کی یہ تسلیم نہ و شاع یسطر اور اگر دلال نے مال جمیع معنی میں لیا مشتری  
سے تو بائع کو تسلیم کرے اور قسمن شائع ہو گیا اور بائع میں نصفان نصف کجا جائے ہم یعنی مصالحہ بانصف ہوگا در میان دلال اور بائع لے ناظم نے کہا  
تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض قسمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع ہا ہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے  
اگر مشتری سے لے تاوان فیکہ دلال اس کا فرستادہ نہ ہو بائع کی طرف قسمن پہنچانے میں کذا فی الطحاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم





# کتاب الدعوی

یہ کتاب ہے دعویٰ کے احکام میں لایحقی مناسبتہا للوکالہ بالخصوص مناسبت دعویٰ کی خصوصیت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں م مناسبت یہ ہے کہ خصوصیت کے وکیل کو دعویٰ کی طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصوصیت کا وکیل بھی دعویٰ کی طرف حاجت مند ہوتا ہے ہی لغتہ قول بقصدہ الانسان ایجاب حق علی غیر لغت میں دعویٰ وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید منازعت و مسالمت اور اس میں دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہیں والفہما للتانیث فلاتنون اور لفظ کالت تانیث کے واسطے ہے تو اس پر تنوین داخل نہیں کی جاتی و جمعہ دعویٰ بفتح الواو کفتوی و فتاویٰ در راو جمع دعویٰ کی دعویٰ ہے بفتح واو مانند فتویٰ اور فتویٰ کے کذا فی الدرر لکن حیزم فی المصباح بکسر الیضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنی دعویٰ اور فتاویٰ میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعویٰ دعویٰ بکسر واو ہے اس واسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کہ انی الطحاوی ملخصا و شرعا قول مقبول عند القاضی بقصدہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعویٰ عبارت ہے اس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہونکل گئی شہادت اور اقرار م قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اس واسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعویٰ مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعویٰ کی تعریف سے اس واسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسی طرح اقرار بھی اور دفعہ اسے دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعویٰ التقرین فتسیر بفتحی بزائیدہ دعویٰ عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اس میں داخل ہوا تعرض کے دعویٰ کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہو گا اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی البرزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اس کے دفع تعرض کا مطالب ہوں تو یہ دعویٰ مسموع ہے قاضی اس کو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اس کے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اس کو حجت ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحاوی بخلاف دعویٰ قطع النزاع فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ صورت اس کی یہ ہے کہ قاضی کے پاس جائے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھ پر کچھ ہو تو دعویٰ کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائے گا دعویٰ میں اس واسطے کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یعنی تعریف دعویٰ میں اور دفع عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اس وقت ہے جب کہ تعریف مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہ ہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی تاکہ دفع بھی دعویٰ کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اس واسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کف عن المنازعة مراد ہے فلوارید ما لیم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنی زیادت دفع کی حاجت نہ رہی والمدعی من اذا ترک دعواه ترک اے لایجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جب کہ ہا پناہ ترک کرے تو چھوڑا جائے یعنی حاکم اس سے زبردستی دعویٰ نہ کر دے والمدعی علیہ بخلاف اے یجبر علیہا اور مدعی علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک







نہیں اگرچہ متفقین بولتے ہیں مگر مشہور ہے تو وہ میرے صواب مجبور سے کذا فی الجمعی و شرطاً ایضاً کو نہ ملزمہ شیناً علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عشنا اور یہی دعویٰ کی شرط ہے ہونا دعویٰ کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا تمام پر بعد ثبوت ہونے دعویٰ کے اور اگر ملزم نہ ہوتا تو بے فائدہ ہوتا مگر جب ملزم ہونا دعویٰ کی شرط محضہ تو دلیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر و کون المدعی محالاً ثبوت فدعویٰ بالاستحیال و وجودہ محضاً او عادیہ باطلہ لیتقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ المعروف النسب اول من لا یولد مثله ہذا انہی و ظہورہ فی المستحیل العادی کہ دعویٰ معروف بالفقر اموالاً عظیمة علی آخر انہ اقرضنا ایلاً دفعۃ واحدة او غصبنا منہ فالظاہر عدم سماعہما بحر و بحریم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعویٰ کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جس کا دعویٰ کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہے تو اس کا دعویٰ جس کا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب تمیق ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا اس کو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ مفلس مشہور کا دعویٰ اموال عظیمة کا دوسرے شخص پر اس طرح کہ اس نے اس کو مال فرض دینے میں ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہر یہ دعویٰ غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر تمیق کی ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں و حکمہا وجوب الجواب علی الخصم و ہوا المدعی علیہ او منعم حتی لو سکت کان انکاراً فسمع البینۃ علیہ الا ان یکن اخرس اختیار و تحقیقہ اور دعویٰ کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہیں یا مل کہہ کے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہیں بولتا ہاں تو یہ سکوت انکار ہو گا تو گواہی سنی جائے گی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اس کا سکوت انکار نہ ہو گا کذا فی الاختیار اور آگے اس کو ہم محقق بیان کریں گے یعنی قضی بنکولہ کی شرح میں و سببہا تعلق البقاء للقدرة تبعا علی المعاملات اور دعویٰ کا سبب متعلق ہونا بقاۃ قدر کلہ معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زبادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل و غیر ذلک جاری ہے تو دعویٰ کرنا اسی قسم سے ہٹا جو بقائے عالم مکلفین کا مقتضی ہے اس واسطے کہ اگر دعویٰ نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہو جائیں فلو کان ما یدعیہ منقولاً فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لا احتمال کونہ مرہوناً فی یدہ او مجبوساً بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ میں نا حق ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا کہ مجبوس بواسطہ ثمن کے ہو اس کے پاس و طلب المدعی احضارہ ان امکن فعل الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والا ستخلاف اور مطالبہ کرے مدعی اس کے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اس کا ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر احضار اس کا واجب ہے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے دعویٰ اور شہادت اور اختلاف میں و ذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین بان کان فی غلبہ مؤنۃ وان قلت ابن کمال معز بالاختراۃ اور مدعی اس کی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اس طرح کہ اس کے لے آنے میں مؤنت ہو اگر پر مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اس کو ذکر کیا ہے نسبت بخرانہ کر کے م کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ میں ہے نہ ہلاک عین میں تو شارح کا یہاں اس کو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحاوی بہلا کہا او غیبیتہا لانہ مثلاً معنای قیمت بیان کرے اگر احضار اس کا متعذر ہو اس کے ہلاک ہو جانے سے یا اس کے غائب ہونے سے اس واسطے کہ قیمت اس کے مانند ہے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اس کی مماثل معنوی ہے وان تعذر احضارہ مع بقائہا کرچی و صیرۃ طعام و قطع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اس کا متعذر ہو یا وجود اس کے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گھوٹ کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی کذا فی المدعی اپنا امین بھیجے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جاوے والا مکن باقیۃ التفتی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعویٰ میں بذکر قیمت کفایت کرے و قالوا لودعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فی حلف خصمہ او یحلف علی البیان در رواہ ابن ملک و لہذا لودعی اعیاناً مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ و ذکر قیمتہ کل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصیح و تقبل بینۃ او یحلف خصمہ علی کل مرۃ اور فقہانہ کہہ ہے کہ اگر دعویٰ کیا مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اس کی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعویٰ مسموع ہو گا تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی در صورت انکار یا اس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوئی در صورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعویٰ غصب اگرچہ مدعی اس کی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی



نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفة کا دعویٰ کیا اور سب چیزوں کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو بہ اجمال کافی ہے صحت دعویٰ میں مقبول صحت اور مدعی کے گواہ بیان قیمت میں مقبول ہوں گے یا اس کے مدعا بلکہ سے قسم لی جائے گی سب چیزوں پر ایک بار ہم اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہوں اور جواہ مختلف الصفتہ چنانچہ عمدہ گیہوں اور ناقص وان لم یذكر قیمت کل عین علیہ ذلک لا صلاح دعویٰ الغصب بلا ان فذلک یصح ادائین قیمت اکل جملہ بالاولیٰ قیمت مجمل کا دعویٰ سمجھا ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی ملحدہ و بیان کرے اس واسطے کہ جب دعویٰ غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہو اور اگر صحت ہو سب کہ کل اشیاء کی قیمت مجمل بیان کرے تو بلا ترقی اولیٰ و ثانی دعویٰ السرقة بشرط ذلک قیمت یسئلہ کو نہ انصافاً بلکہ فی غیرہ فلا تشترط العادیۃ اور بعضوں نے کہا کہ دعویٰ میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اس کا انصاف ہونا معلوم ہو اور دعویٰ کے سوائے میں تو بیان قیمت شرط نہیں کذا فی العادیۃ و ہذا کل فی دعویٰ العین لا الدین فلو ادعی قیمت شئی مستہلک بشرط بیان جنسہ و نوعہ فی الدعویٰ والشہادۃ یعام القامی بماذا یقضی اور یہ سب اکتفا بذکر قیمت عین کے دعویٰ میں ہے نہ دین کے دعویٰ میں تو اگر مدعی نے شئی مستہلک کا دعویٰ کیا تو اس کی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعویٰ و شہادت میں تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلفت فی بیان الذکورة والا نوثۃ فی الدایۃ فترد ابوالبث الیضا واختارہ فی الاختیار وشرہ الشہادۃ بیانی السن الیضا وتمامہ فی العادیۃ اور فقہاء کے اندر اختلاف ہے جانور کی نری اور مادی کے بیان میں تو فقیر ابو الیث نے بیان قیمت کے ساتھ اس بھی شرط کی ہے اور اس قول کو اختیار شرع مختار میں پسند کی ہے اور حکم شہید نے نری اور مادی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اس کا مدعی میں ہے و فی دعویٰ الایداع لا یدعی بیان مکان اے مکان الایداع سوا مکان لہ حمل اولاً اور دوسرے رکھنے کے دعویٰ میں مکان الایداع کا بیان کرنا ضروری ہے خواہ وہ چیز بار بار ایک کے لائق ہو یا نہ ہو ہم بیان مکان اس واسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیف لازم نہیں مگر ن مکان میں جہاں ودیعت رکھی گئی اور اس میں بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اس کی قیمت و فی الغصب ان لہ حمل و نوثۃ فلا یدعی المدعی من بیانہ والا حمل لہ لا اور غصب کے دعویٰ میں اگر مقصوب لائق بار بروری اور مشقت کے ہو تو ضروری ہے اس کے صحت دعویٰ کے واسطے بیان مکان غصب اور بار بار بروری کے لائق نہ ہو تو مکان ضروری نہیں و فی غصب غیر الشئی بیسی قیمت یوم غصب علی الظاہر عادیۃ اور غیر مثل کے غصب میں روز غصب کے اس کی قیمت بیان کرے بنا پر قول ظاہر کذا فی العادیۃ و بشرط التحدید فی دعویٰ العقار کما بشرطہ فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہوراً خلافاً لہما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعویٰ میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اس کی گواہی میں تحدید شرط ہے اگر غیر منقول مشہور ہو بخلاف ما جہیں کہ ان کے نزدیک در صورت شہرت تحدید شرط نہیں مگر عقار ہر وزن سلام لغت میں عبارت ہے ہر ملک ثابت الامل سے چنانچہ گھر اور کچور کا درخت اور گلابی متاع کو بھی عقار کہتے ہیں اس اور مشایخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور غل منقولات سے ہے اور اس میں شہد نہیں جب کہ اس کی بلا عرض میں ہو کذا فی الطحاوی علی البحر الا اذا عرف الشہود الدار یعنی ما فلا یتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول تحدید ضروری ہے مگر جب کہ مشہور گھر کو یا مخصوص جانتے ہوں تو اس کے حدود کے بیان کی حاجت نہیں م اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ تحدید سے مقصود احدی قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہیں ہونا کذا فی الطحاوی کا لادعی ثمن العقار لاند دعویٰ الدین حقیقۃ بھر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعویٰ یا تو تحدید شرط نہیں اس واسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعویٰ ہے نہ زمین کا لہذا فی البحر ولا یدعی ذلک بلکہ فیہا الدار ثم المملکۃ ثم السکتۃ فیسئلہ بالاعلم ثم الاخص فالأخص کافی بالنسب اور ضروری ہے اس شہر کے بیان سے جس میں وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوہر کے بیان سے تو پہلے نام ترک و بیان کرے پھر خاص ترکہ خاص ترکہ چنانچہ نسب میں م یعنی یوں کہ کہ وہ گھر فلانے شرف فلانے محلہ فلانے کوہر میں ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا جس کا نام مثلاً جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہیں تو خاص ترکہ طرف ترقی کرے در یوں کے کہ جعفر بن محمد



سو اگر معلوم ہو جائے تو بہتر نہیں تو داد کی طرف ترقی کرے اس طرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ و مکتفی بذکر ثلثہ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ و غلط لا مکتفی لان المدعی یختلف بثم انما ثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین مدوں کے ذکر میں کفایت ہے تو اگر چوتھے کو ذکر کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اس میں غلطی کرے تو صحیح نہیں مکتفی اس واسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اس واسطے کہ تعریف پوری نہیں ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد الرابع کی غلطی مقبول نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المحوی و ذکر اسماء اصحابہا اے الحدود و اسماء آبائہم ولا بد من ذکر الی کل منہم ان لم یکن الرجل مشہوراً والا کتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور ان کے باپوں کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے ان میں سے ہر ایک شخص کے داماد کا ذکر کرنا اور مرد صاحب مشہور نہ ہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اس کا نام کافی ہے سبب حاصل مقصود کے ہم ملقط میں ہے کہ اگر داد معروف نہ ہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اس کے موالی کے ذکر سے یا اس کے پیشہ یا وطن یا اس کی دوکان یا اس کے علیہ سے تو مقصود تیز ہے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے و ذکرانہ اے العقار فی یدہ بصیر خصماً اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ مخاصم مٹھے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اس واسطے کی کہ یہاں بیان تھا قار کا کذا فی الطحاوی ویزید علیہ بغیر حتی ان کان المدعی منقولاً لہما مراد زیادہ کرے اس پر بغیر حتی کی قید اگر منقول ہو جس کا دعویٰ کیا چنانچہ مذکور ہو چکا م مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اس واسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اس کے پاس نہ ہو یا محبوس ثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار تبصراً و قیماً بل لا بد من بدیۃ او علم قاض لا احتمال تزویر ہما بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہیں ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے سبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اس میں تصادق متخاصمین ثبت قبض ہے سبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہے کہ شاید متخاصمین نے پر یا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم ہذا لیس علی اطلاقہ بل اذا ادعی القار ملکاً مطلقاً پھر یعنی اشتراط بدیۃ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر اطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا دعویٰ کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جس میں ملک کا سبب مذکور نہ ہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ امانی دعویٰ الغصب و دعویٰ الشراء من ذی الید فلا یفتقر لمبیین لان دعویٰ الفعل کما یفعل علی ذی الید یفعل علی غیرہ ایضا لازماً اور غصب کے دعویٰ اور قابض سے خرید کرنے کے دعویٰ میں تو حاجت نہیں گواہی کی اس واسطے کہ فعل کا دعویٰ جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا ہی غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البرازیز ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعویٰ میں اور فعل کے دعویٰ میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے و ذکرانہ لیطالبہ یہ متوقف علی طلبہ والاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن ویرا استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہم اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اس کا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ سے سبب موقوف ہونے حق مدعی کے اس کی طلب پر اور اس کے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اس کو سمجھئے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقد اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ منفی ہے اس سے ولو کان مایدعیہ دینا مکمل او موزوناً نقداً وغیرہ ذکر وصفہ لانه لا یعرف الا بالہ اور جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے اگر دین ہو یا مکمل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو سوائے اس کے تو اس کے وصف کو مذکور کرے اس واسطے کہ مکمل یا موزون دریافت نہیں ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گہوں مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اس وقت حاجت ہے جب کہ شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی المحوی ولا بد فی دعویٰ المثلیات من ذکر الجنس و النوع والصفۃ والقدر و سبب الوجوب فلو ادعی کتبر دینا علیہ ولم یذکر سبباً لم تسع اور ضرور ہے مثلیات کے دعویٰ میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک گہوں کے دین ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کا سبب نہ ذکر کیا تو دعویٰ مسموع نہ ہو



م جنس جیسے گیسوں اور نوع جیسے سرخ گیسوں یا سفید اور صفت جیسے دھن یا پار میں اور سبب و وجہ جیسے قرض یا بیع یا غصب  
 و اذا ذکر فی السلم انما المطالبۃ فی مکان مینا اور جب کہ وجہ کا سبب ذکر کیا تو بیع مسلم میں اس کو مطالبہ جائز نہیں مگر اسی مکان میں جس کو مدعی اور  
 مدعا علیہ نے معین کیا وہی نحو قرض و غصب و استهلاك فی مکان القرض و نحوہ بجز فی حفظ اوسانند قرض اور غصب اور استهلاك مثلیات کے دعوی  
 میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اس کے یعنی غصب اور استهلاك کے مکان میں کذا فی البیہ قاض کو یاد رکھنا چاہیے و لیساں القاضی المدعی علیہ  
 من الدعوی فیقول ان ادعی ملک کذا فاذا تقول بعد صحتها والا تصد صحتها لا یساں لعدم وجوب حجابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے  
 کہ غلط ہے مدعی نے تجھ پر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صبح ہونے دعوی کے اور اگر صبح دعوی صادر نہیں ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نہ کرے  
 بسبب نہ واجب چھوٹے کے جواب کے م قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدوں اس کی طلب کے  
 مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراۃ فان اقر قریباً اھا کفر فیرین المدعی قاضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا  
 انکار کرے سو مدعی کو ادلاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنی اس کو براوے اور مدعی کو جتاوے بدوں طلب مدعی کے م اگر مدعا علیہ کے کہیں مدعی  
 کے دعوی کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اکثرین دن کی مصلحت دے اور بعد مدت اس پر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھ پر حکم کرتے ہیں  
 مستحب ہے لازم نہیں کذا فی المطاوی والا یرین حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ البین فی جمیع الدعوی الا عند اثباتی فی اربع علی مافی البرایۃ اور  
 اگر مدعی کو اپوں سے اپنا دعوی ثابت نہ کرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اس واسطے کہ جمیع دعاوی میں مطالبہ قسم واجب مدعی سے  
 ضرر ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک چار مواضع میں طلب مدعی ضرر نہیں کذا فی البرازیہ م مواضع اربعہ سے ایک مدعا علیہ ہے مشتری خدا کی قسم کھائے  
 کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے ۲ شفیع قسم کھائے کہ میں نے تیرا شفیع باطل نہیں کیا ۳ موت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یوں  
 قسم کھائے کہ زوج نے اس کو نفقہ نہیں دیا اور نہ کچھ اس کے واسطے چھوڑ گیا ۴ مستحق قسم کھائے کہ میں نے نہیں بیچا کذا فی الحبس من البیہ قال و اجموا  
 علی التخلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین میں ممتنع  
 تخلیف یہاں یوں ہے کہ قاضی اس کو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اس کی طرف سے تجھ کو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے  
 کسی نے اس پر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور کسی کا تو نے اس پر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اس کی کوئی چیز رہی ہے کذا  
 فی الحبس من البیہ و لو قال المدعی علیہ لا اقول لا نکسر لا یتحمل بل یحبس لیتقرا و ینکر و یرا و یرب کہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا میں نے اقرار کرتا ہوں انکار  
 تو حاکم قسم نہ دے بلکہ اس کو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی المدعوم یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں قسم لینا چاہیے و کذا الواسع  
 اسکوت بلا آفة عند الثانی خلاصہ قال فی البیہ و انقبت لانا الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقبضہ انتہی ثم نقل عن البدائع الاشباہ انکار فیستلزم  
 اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جائے اگر سکوت لازم پکڑے بدوں کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصہ بجز اثنی میں کہا اور اسی کا میں نے  
 فتوی دیا اس واسطے کہ متعلقات قضاء میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی مافی البیہ پھر صاحب بکرنے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تریقی یہ ہے کہ  
 عدم اقرار عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی م متہد یہ ہے کہ قول بدائع کی نہیں سند سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ سند  
 قن کی طرف جائز ہے اور وہ صاحبین کے قول کی نصیح ہے اس واسطے کہ غلطاً شبہ نصیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحبس منقضا قید نا تجلیف الحاکم ہاتھا  
 تو اسطرح علی ان کیلالت عند غیر قاض و یکن برئاً فہو باطل لان البین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرة قید البین ولا ینکول عند غیر القاضی ہم نے  
 تخلیف حاکم قید لگائی اس واسطے کہ متخاصمین اگر آپس میں اس پر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جائے



تو وہ باطل ہے اس واسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلو برہین علیہ  
اسے علی حقہ یقبل والا یحلف ثانیاً عند قاضی بزازید الا اذا کان حلف الاول عنده فیکفی در رسو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر  
برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے قاضی کے پاس کذا فی البرازید مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لی  
گئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر و نقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فالحکمین باستحلاف لم یعتبر اور مصنف  
نے اپنی شرح میں قنیۃ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہ ہوگی معتبر نہ ہوگی ہم یہ مسئلہ مغایر ہے حق کے  
مسئلے کا اس واسطے کہ مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے پاس قسم کھائی مدعی کے استخلاف  
سے نہ قاضی کے استخلاف سے کذا فی الحلی و کذا فی اصطلاحی ان المدعی لو سلف فانخصم ضامن للمال وحلف اسے المدعی لم یضمن انخصم لان فیہ  
تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اس پر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہے مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ  
ضمان نہ دے اس واسطے کہ اس میں بگاڑنا ہے شرع کا ہم وجہ تغیر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر طحاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس  
شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیحدین لا ترد علی مدعی الحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث  
کی دلیل سے بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہے ہم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباسؓ یوں ہے را البینۃ  
علی المدعی والیحدین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرتا ہے طحاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین میں قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ کہ بین کا الف لام استغراق کا ہے اس واسطے  
کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جب کہ وہاں معبود نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو  
اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاہد والیحدین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی یعنی اور حدیث شاہد اور یحدین کی ضعیف ہے بلکہ اس کو  
یحییٰ بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی ہم مسلم اور ابوداؤد میں ابن عباسؓ سے روایت ہے رفقے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین و شاہد کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد  
پر کفایت کی طحاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ بن سہل بن صالح سے اور سہل اس کی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت  
باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اس کے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارف کیونکر ہو سکے گی انتہی برہین المدعی علی دعواه طلب من  
من القاضی ان یحلف المدعی انہ محق فی الدعوی و علی ان الشہود صادقون او محقون فی الشہادۃ لایجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم  
لا یحلف مرتین فکیف الشاہدان لفظ الشہد عندنا یمین ولا یمین را یمین لانا امرنا باکرام الشہود ولذا لو علم الشاہدان القاضی یحلفہ ویحسب  
بالمسوخ لا امتناع عن اداء الشہادۃ لانه لا یلزمہ بزازید گواہ لایا مدعی اپنے دعویٰ پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم  
لے اس پر کہ وہ اس دعویٰ میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاویں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ حق پر ہیں تو قاضی اس کی خواہش کو نہ مانے  
اس واسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دوبارہ قسم نہیں لی جاتی تو مشاہد سے دوبارہ کیونکر قسم لی جائے گی اس واسطے کہ اشہد کاللفظ ہمارے نزدیک قسم ہے  
اور دوبارہ قسم نہیں لی جاتی اس واسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اس کو قسم دے گا اور منسوخ پر  
لے مترجم اول نے ترجمہ لاترید بشدید وال کا کیا ہے مناسب یہ تھا کہ لاترید صیغہ معروف مصدر و ردہ کا ترجمہ کرتا کہ قسم فارغ نہیں ہوتی مدعی پر ۱۲

ف امتناع شہادت سے در صورت تحلیف







بلا ساجت قضا اور قسامہ یحین میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہے اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن عمر نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضائیں ہی ہیں قتال کذا فی الطحاوی شک فیما یدعی علیہ یعنی ان یرضی خصمہ ولا یحلف تحریزا عن الوقوع فی المحرام مدعی کو شک پڑا اس میں جس کا اس نے دعویٰ کیا مدعا پر تو لائق یہ ہے یعنی واجب ہے کہ اپنے مخالف کو راضی کرے اور نہ قسم لے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفه ان اکبر رأیہ ان المدعی مبطل حلف والا فان غلب علی نظره انه محق لا یحلف بزازہ اور اگر اس کا مخالف نہ مانے سوائے قسم کے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہ ہو اس طرح کہ اس کا ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہم یہ مسئلہ مغائر ہے مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعویٰ کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہیں تو قسم نہ کھائے و تقبل البینۃ لو اقامها المدعی وان قال قبل الیمین لایبنتہ لی سراج خلافا لما فی شرح الجمع عن المحیط اور اگر گواہ مقبول ہو گئے اگر مدعی نے ان کو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہیں کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو شرح جمع میں ہے محیط سے ہم شرح جمع میں محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اس دعویٰ پر پھر وہ گواہ لایا تو اہم صاحب کے نزدیک مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب کہ چکا اور اہم محمد کے نزدیک مقبول ہیں اس احتمال سے کہ اس کے گواہ ہوں گے پر وہ بھول گیا انتہی اس میں خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اس میں تعرض نہیں مگر شرح جمع کے حاشیہ میں ملحقہ سے قول محمد کی تزییح مذکور ہے کذا فی الطحاوی بعد یحین المدعی علیہ کا تقبل البینۃ بعد القضاء بالانکول خانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضا بالانکول کذا فی الخانیہ عند العامة وهو الصیح بقول شرح الیمین الفاجرة احق ان تروہ من البینۃ العادۃ ولان الیمین کالحلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کا نہ ہو بیدا صلا بمر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شرح کہ جھوٹی قسم مردود کرنے کے لائق تر ہے عادل گواہوں سے اور اس واسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر و یظہر کذبہ باقامتہا اے البینۃ لو ادعاه اے المال بلا سبب فحلف اے المدعی علیہ ثم اقامها حتی یحث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافا لا طلاق الدار ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعویٰ بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں سمانٹ ہو گا اور اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیۃ بخلاف الطلاق درم درم کہا صواب یہ ہے کہ اس کا کذب ظاہر نہ ہو گا تو وہ معاف بعقوبت شاید زور نہ ہو گا انتہی تو صاحب درم کا کلام عام ہے خواہ دعویٰ سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاه بسبب فحلف انتہی لا ین علیہ ثم اقامها المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز ان وجد القرض ثم وجد المایہ او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین و سراج و غیریہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہ ہو گا اس واسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراہ قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل پر فتویٰ ہے کذا فی الفصولین و السراج و غیریہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی و رجعتہ مجددا ہو او ہی بعد عدۃ و فی ایلاء انکرہ احدہا بعد المدة و استیلاء و تدعیہ الامۃ و لا یتاقی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق و نسب بان ادعی علی مجهول انتہی او ابنہ و بالعکس و ولا اعتاقہ و موالا کا دعاء الا علی او الا سفل و حد و لعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلاء میں جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلاء کے اور اس استیلاء میں جس کا دعویٰ نوٹدی کرتی ہے اور اس کے بالعکس یعنی ادعائے استیلاء مولیٰ حاصل نہیں ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاء کے مولیٰ کے اقرار سے اور رقیہ اور نسب میں قسم نہیں اس طرح کہ دعویٰ کیا شخص مجهول پر کہ وہ اس کا غلام ہے یا بیٹا یا اس کے بالعکس یعنی مجهول الحال ایک مرد پر دعویٰ کرے کہ وہ میرا مولیٰ ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولا یتاق



اولاً یہ معاملہ میں قسم کا دعوٰی کا دعویٰ کیا شخص اہل تہ اسفل نے یعنی معصوم نے مجبور پر دعویٰ کیا یا مجبور نے معصوم پر اور بعد ازاں معصوم نے قسم میں اشیائے سب سے  
 میں دہم کے نزدیک تہلیف نہیں خلاف اللہ صابین رجعت میں بصحت کے اس واسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جانے کی مرد کے قول سے  
 اگر عدت اس کی تکذیب کہے اور ایلا میں بعد عدت کے قید اس واسطے لگائی کہ ایلا کی مدت میں ایلا ثابت ہوگا ورنہ کے دعویٰ سے اور اگر عدت مدعی  
 ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ مواضع خلاف سے والعصوی علی انه یخلف المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عدتہ الحق امویۃ الولد بالنسب و  
 الرق والحاصل ان المنق بہ التہلیف فی النکاح لا فی الہیۃ وفتویٰ اس پر ہے کہ قسم لی جانے کی نکتہ سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں وجہ سے ان کو حیدر شمار کیا  
 ہے اس نے ام ولد جو نے کو نسب میں ملایا ہے یا رقی میں خلاصہ یہ ہے کہ قبل مفتی تہلیف ہے کل امویہ مذکورہ میں سوائے حدود کے و منماہ قدف  
 ولان فلا یلین اجماعاً الا انی انما یلین عتق عبیدہ بزی نفسہ فلیست تہلیف فان نکل ثبت العتق لا الزنی او منجمد مدود قدف اور لہذا ان کی حد ہے تو  
 اس میں قسم نہیں ہا جماع نام اور صابین کے مگر جب کہ حد حق العہد کی متضمن ہو اس طرح پر کہ مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی تو غلام کو قسم  
 لینا مولیٰ کا در صورت انکار ہا نہ ہے سو اگر مولیٰ قسم نہ کھائے تو آزادی ثابت ہوگی زنا نام غلام یوں کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جس پر میری آزادی معلق  
 کی تھی اور یہ نہ کہے کہ اس نے زنا کاری کی تاکہ اپنے مولیٰ کا قاذف نہ مٹے کہ ذاتی الطحاوی و کذا یستخلف السارق لابل المال فان نکل ضمن  
 ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لی جانے سارق سے مال کے واسطے سگار وہ قسم نہ کھائے تو تاوان سے مال کا اور اس کا با قذکار ہا  
 گناہوں سے اور اگر چوری کا اقرار کہے تو گناہ جائے گا و قال یخلف فی التعزیر کا مسئلہ فی الذکر اور علانے کا ہے قسم لی جانے کی تعزیر میں چنانچہ اس کو  
 درمیں مشہور بیان کیا ہے م و جب اس کی یہ ہے کہ تعزیر حق العہد ہے ولہذا العہد اس کو ساقط کر سکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدرر ولی الغفول  
 ادعی نکاحاً فیہ دفع یمینہا ان تزوج فلا یخلف اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو عورت کے دفع میں کا حیلہ یہ ہے کہ وہ  
 نکاح کرے تو اس سے اب قسم نہ لی جائے گی و فی النہایۃ لا اختلاف فی احدى وثلاثین مسئلۃ اور غازیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلوں میں نہیں م پس اس کتاب  
 الموقف کے اخیر میں مفصل مذکور ہو چکا النہایۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف و فرع علی اول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی واب الصغیر  
 یملک الاستحلاف فلا یمین خصمہ نیات جاری ہوتی ہے قسم لینے میں دہم کھانے میں اور مصنف نے تعزیر کی اول یعنی جواز اختلاف پر اپنے  
 اس قول سے توکیل اور وصی اور متولی وقت اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اس کو مطالبہ اپنے حق میں کی یلین کا جائز ہے م اس کا مخاصم کہ  
 باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ مخاصم ہے اہل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی قیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے  
 مدعا علیہ سے قسم لے ولا یخلف احدہم الا اذا ادعی علیہ العتق او صح اقرارہ علی الاصل فلیست تہلیف جہنم کا وکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی  
 للموکل فکذا انکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نہ لی جائے گی مگر جب کہ اس پر عقد کا دعویٰ کیا جائے یا اس کا اقرار صحیح ہو  
 اسل پر تو اب اس وقت قسم نہ لی جائے گی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اس کا اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اس کا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے و فی  
 النہایۃ کل موضع لو اقر لزم فاذا انکرہ یخلف الا فی ثلث ذکرنا والى صواب فی اربع وثلاثین لہا من النہایۃ وزاد ستہ آخری فی البحر و زاد  
 اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشیاء والنظار لابن المصنف ولولا غشیۃ التعلیل لا مدتها کلہا اور خلاصہ میں ہے کہ جس مواضع میں  
 کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اس کو اقرار لازم آوے پھر جب اس کا منکر ہو تو اس سے قسم نہ لی جائے گی سوائے تین صورتوں کے جس کو صاحب  
 خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چوتھیں صورتوں میں حلف نہیں چنانچہ غایہ سے مذکور ہو چکا یعنی اکیس صورتیں غایہ کی اور تین  
 صورتیں خلاصہ کی مل کر چوتھیں ہوئیں اور چوتھیں صورتیں اور بحر الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں تنویر البصائر ابی مصنف کے حاشیہ اشہاد اور نظائر



زیادہ کی ہیں اور اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ان سب صورتوں کو مفصل بیان کرتا مگر تو سب چوتھیں صورتیں ہوتیں جن میں منکرین پر قسم نہیں اور ان سب کو شارح کتاب الوقف میں مذکور کر چکا ہے اب یہاں مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور نور البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ان مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارگاہ ذکر کر چکا ہے تو یہ خطا غلط کاتب سے ہے والد علم التحلیف علی فعل تفسیر کیوں علی البتات اسے القطع یا نہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر موقوف ہے بتات یعنی یقین ہوا اس طرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہیں مگر اپنے ذاتی فعل پر قسم کھائے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری جو بیٹی ناحق چھین لی اور اس کے گواہ نہیں تو زید یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس کی جو بیٹی نہیں چھینی اس واسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ یا یقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیرہ کیوں علی العلم اسے انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہر اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ دعوی مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر فعل علم کی اس واسطے قسم ہوئی کہ اس کو ظاہر علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہ الا اذا کان فعل الغیر شیئاً متصل بہ اسے بالخالق و فرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری العبد سرقة العبد او ابا قہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیم سلیما فریح الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا کذلک ولذا العبد مطلقاً در عن الزلیعی غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہے بار خدا یا مگر جب کہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالت سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کھائے باوجودیکہ سرقت اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اس کے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اس واسطے کہ خالف علی القطع مگر ترسے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقاً خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اس کے عکس کے یعنی یقین علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزلیعی مگر الرقی میں ہے کہ جس مقام میں کہ یقین علی العلم واجب ہے پھر اس نے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہے اور اس سے یہاں ساقط ہو گئی اور بالعکس اس کے نہیں یعنی بجائے حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اس پر واجب نہیں اس کے نکول سے قاضی حکم نہ دے گا انتہی وہی شرح الجمع عنہ ہذا اذا قلنا انک لا تعلم لی ہذا ولو ادعی العلم حلف علی البتات کو دعوی قبض رہا او شرح جمع میں زلیعی سے منقول ہے یہ یعنی یقین علی العلم اس وقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجھ کو اس دعوی کا علم نہیں ہے اور اگر اس کی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا م یعنی قبض صاحب ودیعت بہر چند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اس کے علم کا دعوی کیا تو اب اس پر یقین علی القطع لازم ہوگی و فرع علی قولہ فعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بک سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا ینتہ یحلف خصمہ وہو بک علی العلم اسے انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلاً کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر فعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوی سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اس کا مخاصم یعنی بکر قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اس کو خرید کیا قبل اس کے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے م اولی یہ تھا کہ شارح بجائے وہو بکر کے وہو زید کہتا اس واسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کو نہ میراثا او اقربہ المدعی اور برہن الخصم علیہ فیحلف علی العلم اسی طرح جبکہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث بشرطیکہ قاضی اس کی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اس کی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اس کی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے م صورت اس کی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جس کا تو وارث ہوا ہے فلا نے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اس واسطے شرط ہوا لہ یعنی غیر کے فعل پر قسم علم کی نفی پر ہوتی ہے ۱۱



کی اگر قاضی کو میراث کا علم نہ ہوگا تو یقیناً قسم لے گا کہ علم پر اقرار اس کی مثال تصویر میں مذکور ہو چکی اور برہنہ خصم کی اس طرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ چیز اس کی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز تھا اور اس کی عین علی قطع کا مطالبہ ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اس نے یہ بھی علم کا اہل کیا سو مدعی نے اس کا انکار کیا تو قاضی نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائے گا خلاصہ یہ ہے کہ دعویٰ عین میں تحلیف و اقرار علی العلم کی یہ شرط ہے کہ اس پر ثبوت میں سے ایک امر ہو کذا فی المطحطاوی ولو ادعا ہما اسے الدین واللعین للوارث علی خیرہ یحلف المدعی علی البتات کہ محبوب و خیراء سلوہ دعویٰ کیا دونوں کا یعنی دین اور عین کا وراثت نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقیناً قسم کھائے کہ اس میں مورث کا حق نہیں ہے جیسے محبوب اور خیرہ کذا فی الدرر ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اس نے اس پر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مولا یا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا غلام ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ قسم کھائے نہ علم پر طحاوی نے کہا کہ والعین کا ما و بمعنی ادبہ کلمہ یعنی و یحلف باحد القود اجماعاً اور قسم کھائے قصاص کا منکر باتفاق امام ابوہاشم جہین کے ممانہ میں ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حامل قسم کھائے کہ واللہ مجھ پر فلا نے کا خون نہیں اور دوسری یہ ہے کہ سبب قسم کھائے یعنی میں نے واللہ فلاں بن فلاں کو قتل نہیں کیا اور سولے قتل کے قطع اور جرمات میں حاصل قسم کھائے یعنی سبب پر انتی فان نکل فان کان فی النفس حتی لقرأو یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس میں دعویٰ ہو تو قید لیا جائے یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے و فیما دونہ یقیناً لان لا طلاق خلقت وقایۃ للنفس کاللی فیہ لا یبذل خلافاً لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جرمات میں در صورت نکول قصاص لیا جائے اس واسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پاؤں حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہونے میں مال کے مانند تو اس میں ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے ہم ایک نسخہ میں ہڈی کے بجائے ابتذال کے اور بڈل واضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا مازون نفس میں نکول سے قصاص لازم نہیں اس واسطے کہ نکول وہ اقرار ہے جس میں شبہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہ ہو گا اصالاً واجب ہو گا کذا فی البحر قال المدعی فی ہینۃ حاضرة فی المعروضات طلبت عین خصمہ لم یحلف خلافاً لہما مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہیں شہر میں اور اس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم پائی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم میں مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہانی سے تو تا اسکا برہان کیونکر قسم لی جائے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عین مدعی کا حق ہے تو جب اس کی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرة فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقاً ولو غایبۃ عن المصر حلف اتفاقاً ابی ملک وقد ر فی البحتی الغیبة بمدة السفر اور اگر گواہ مجلس حکم میں حاضر ہوں تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہوں شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابی ملک اور محبتی میں غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہوں تو مدعا علیہ قسم ہے گواہوں کا وہاں سے بلانا ضرور نہیں و یا خذ اتفاقاً فی مسئلۃ فیما لا یسقط بشیۃ کفیلاً لکۃ یوم من ہر وہ بمر فلیحفظ من خصمہ ولو وجہاً والال حیرانی ظاہر المذہب عین بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصبح مسئلۃ یعنی جب کہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر میں حاضر ہیں اس دعویٰ میں جو شہر سے ساقط نہیں ہوتا یعنی غیر حدود میں قاضی معتمد ضامن لے کہ اس کے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے یمن دن کا قول صبح میں اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہے ظاہر مذہب میں کذا فی العین دعی الثانی الی مجلس الثانی و صبح اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صبح ہے فان ائتمن لہ اس لیے کہ بدل گئی دسے ڈان میں اور ابتذال کے معنی خیر ہو جانا تو مناسب مقام اول ہی کے معنی ہیں ۱۰



من اعطاء ذلك الكفيل لازمة بنفسه او ايذنه مقدار مدة التكفيل لئلا يغيب سواك مدعا عليه من ديتيه من سرتابي كره تو خود مدعی یا امین اس کا اس کے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہ ہو جائے الا ان یكون الخصم غریبا سے مسافر فیلازم او یکفل الی انتهاء مجلس القاضی دفعا للضرر نتی لو علم وقت سفره یکفل الیه ونظر فی زیه او استخیر رفقاؤه لو انکره المدعی بزازیه مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اس کے ساتھ پھرے یا حاضر نما من لے تا انتہائے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہاں تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اس وقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافر انہ یا اس کے سفر کے رفیقوں سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اس کی مسافری کا منکر ہو کذا فی البرازیم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اس واسطے کی تاکہ معلوم ہو کہ مقیم مرید کا سفر بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بیئته لی وطلب یئینه فحلفه القاضی ثم برهن علی دعواه بعد الیمن قبل ذلك البرهان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور مدعا علیہ سے قسم پیاہی سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا یا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بیئته اتی بها فحلف فانت برہنی من المال فحلف ثم برهن علی الحق قبل خانیة ویرجیم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اس نے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیة اور اسی طرح پر یقین کیا ہے سراج میں پناہ مذکور ہو چکا و نقبل البینة لو اقامها بعد یمن کی شرح میں وقیل لا یقبل قائلہ محمد کما فی العنادیة وکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں تاں اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عادیہ میں ہے اور اس کو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کی طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاهد لا شهادة لی ثم شهد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر وافتراء المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاید نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اس نے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الا ایصال فانکر المدعی ذلك ولا بیئته له علی مدعا فطلب یئینه فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استخلفنی له ذلك قینہ مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اس کا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اس کے مدعا پر سو مدیون نے اس کی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کی یعنی حاضر کہ پھر مجھ سے قسم لے تو اس کو اس میں اختیار ہے کذا فی القینہ م طحاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقذ ہے اس واسطے کہ قاموس میں ہے کہ ختم موزن منبر وہ آلہ ہے جس سے پر رکھتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہے کہ میرا حق تقبلی میں سر پھر کر کے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمن باللہ تعالیٰ لحدیث من کان عالفا فلیحلف باللہ تعالیٰ اولیندرو ہو قول واللہ خزائنتہ وخطایرہ انہ لو حلف بغيره لم یکن یئینا ولم ارہ صریحا بحدیث اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جل و علی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور اویمن باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزائنتہ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو عین نہ ہوگی اور میں نے اس کو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعقاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تا تا خانیة لان التحلیف بہا حرام خانیة قسم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اس پر الحاح کرے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی التا تا خانیة اس واسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیة وقیل ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم



کی ضرورت آگے تو قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہاء فلو حلف القاضی فیکل فقفض علیہ باللیل لم یغفد قضاءہ علی قول الا اکثر کذا فی خزائن المفتیین وظاہرہ از مفرع علی قول اکثر اما علی القول بالتحلیف بہا فیمبرک و یقینے بوالافلا فائدہ بمر و احمدہ المصنف سوا کہ قاضی نے اس کو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اس نے قسم نہ کھائی تو اس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ ہوگا اکثر علی کے قول پر کذا فی خزائن المفتیین اور ظاہر ایہ کلام مفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم علامہ مقدسی نے کہا گا ہے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جائے جب کہ مدعی پر دعویٰ مشتبه ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب بعد ما علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اس کی تصدیق کرے گا تو تحلیف بطلاق و عتاق باوجود عدم قضاء بنکول ہے فائدہ نہ ہوئی۔ قلت لو حلف بالطلاق ان لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ہی شہد و علی السبب کالاقراض لا یفرق و ان شہدا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کتنا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اس پر مال نہیں پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہدوں نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائے گا اور اگر قیام الدین پر گواہی دی تو فرق کیا جائے گا اس واسطے کہ سبب مستلزم نہیں قیام دین کا کام اس واسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اس کو معاف کر دیا ہو یا ہرہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی برہے لسانی الطحاوی عن شرح الوہابیۃ للعلامة عبد البر وقال محمد فی الشہادة علی قیام المال لا یثبت لاحتمال صدقہ خلاف لابی یوسف کذا فی شرح الوہابیۃ للشر بن لالی وقد قدمہم لدرام محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی میں مانت نہ ہوگا بسبب احتمال صدق مدعی بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک مانت ہوگا چنانچہ شربلالی کی شرح و مہانیہ میں ہے اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا و یغلظ بذکر اوصافہ تعالیٰ اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالیٰ کے اوصاف مقدمہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک یہ مثال ہے کہ قاضی کے مدعا علیہ سے کہ تجھ کو قسم ہے اس اللہ پاک کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرے اور اس شخص کا مال نہیں ہے و قید بضم بغاسق و ان خطیہ اور بعض فقہانے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ غاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معذور بالصراح اور مال حقیر تغلیظ نہیں والا اختیار قبہ و فی صفتہ الی القاضی اور قسم میں اور قسم کی صفت یعنی تشدید میں قاضی کا اختیار ہے ہم لینے تعیین قسم میں قاضی کو اختیار ہے جیسے اس کو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یوں کے مدعا علیہ سے کہ واثہ یا بائہ یا رحمہ کی قسم یا قادر کی قسم و یجتنب العطف کیلئے تکرار الیہیں اور پھر کرے عطف سے تاکہ قسم مکدر نہ ہو جائے ہم یعنی یوں نہ کہے قاضی کہ بائہ والرحمن والقادر اس واسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف میں تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ و نکل عن التغلیظ لا یقفض علیہ بہ اسے بانکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زلیس سوا کہ قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اس نے تغلیظ الیہیں سے انکار کیا تو قاضی اس پر نکول سے حکم دے کہ اس واسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزلیس لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بملکان کذا فی المحادی وظاہرہ از مباح مستحب نہیں مسلمان پر تشدید قسم کی زبان سے اور نہ مکان سے کذا فی المحادی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنی اس واسطے کہ نفی استہاب نفی اباحت کو مستلزم نہیں تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لے و یستحب الیہودی باللہ الذی انزل التوراة علی موسیٰ والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسیٰ والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیقلع علی کل مجتہدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آگ پیدا کی تو قسم میں تشدید کرے پر دیکھ دلتے پر اس کے اعتقاد کے موافق سوا کہ کفارہ مذکور ہے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اس واسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہیں بلکہ آگ کے خالق کی قسم



مے اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جس نے گنگا پید کی والٹھنی باللہ تعالیٰ لا یتقربہ وال غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اس واسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ہم مصباح العلوم میں ہے کہ وہ صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اس کے و ہرزم ابن الکمال یا اللہ ہریتہ لا یعتقدونہ تعالیٰ قلت وعلیہ فیما ذاب یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اس کا کہ دہریہ آدمی حق تعالیٰ کا اعتقاد نہیں رکھتے میں کہتا ہوں اور بموجب اس کے تو یہ لوگ کس کی قسم کھا دیں ولقی تحلیلہ الاخرس ان یقول لا القاضی علیک عہد اللہ وثائق ان کان کذا کذا فاذا ادعی برأسہ اسے نعم صار حالف اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اور اس کا بیٹا اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالف ہو جائے گا مگر اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکل ہوگا اور دعویٰ ثابت ہوگا کذا فی القنیۃ اور اگر قاضی گونگے سے یوں نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اور اس کا حق نہیں کہ یہ قسم نہ ہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں اس واسطے کہ اس کا اشارہ گویا یوں ہو جائے گا کہ میں قسم کھاتا ہوں اور حالانکہ یہ قسم نہیں کذا فی الطحاوی عن ائمتہ ولو اعمی ایضا کتبہ لعیب بخطان عرفہ والا فبشارۃ اور گونگا بھرا بھی ہو تو قسم لکھے تاکہ وہ اس کا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہیں تو اس کے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیۃ اور اگر گونگا اور ہر اندھا بھی تو اس کا باپ قسم کھائے یا اس کا وصی یا جس کو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوجہا یہ ہم شایع کو یوں کہنا لازم تھا اثم من نصبہ القاضی اس واسطے کہ قاضی اس کی طرف سے نائب کو اس وقت قائم کرے گا جب کہ باپ یا اس کا وصی نہ ہو پھر اپنے شرح وہبانیۃ میں ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اس واسطے کہ متعلق بغیر ہے بالیقین پر اس کو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول ماتقدم کے مخالف ہے کہ نیابت استخلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں کذا فی الطحاوی ولا یحلفون فی ہیئت و اثم لکراہتہ دخولہا بجر اور یہود اور نصاریٰ اور بت پرستوں سے قسم نہ لی جائے ان کے عبادت خانوں میں وٹاں کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر ہم یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے صحابہ میں جانا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ مجمع شیطین ہیں اور ظاہر کراہت تحریری ہے اس واسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریری ہی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتویٰ دیا ہے اس مسلم کی تحریر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق و یحلف القاضی فی دعوی سبب یرفع علی المحاصل اسے علی الصورة انکار المنکر اور اس سبب کے دعویٰ میں جو زائل اور اٹھ سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی یہ تفسیر بمعنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور ما سوا اس کے جاتا رہے چنانچہ قاموس میں ہے انکار منکر کی صورت پر اس واسطے قسم ہوئی کہ منکریوں کہتا ہے کہ ہمارے مابین میں بیع اور طلاق اور غضب واقع نہیں کذا فی الطحاوی وفسرہ بقولہ لے باللہ وما بینکم نکاح قائم وما بینکم بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما ویدلک ما ہی بائن منک وقولہ الا لا متعلق بالجمع مسکین فی دعوی نکاح و بیع و غضب و طلاق فیہ لفت و نشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تم دونوں کے مابین میں نکاح قائم نہیں اور تم دونوں کے درمیان بیع قائم نہیں اور تجھ پر اس کا پھیر دینا واجب نہیں اگر وہ قائم ہو یا اس کے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہیں اس دم نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق کے دعویٰ میں اس کلام میں لفت و نشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کاللفظ سبب متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق اس دم ثابت نہیں لا علی السبب اسے باللہ مانکت وما بالعت خلا فاللانی نظر المدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاق و اقالۃ نہ قسم لے سبب رتفع پر اس طرح کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو م ابو یوسف کے نزدیک یہیں تو استیفائے حق مدعی کے واسطے ہے تو یحییٰ کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعویٰ تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم میں صادق ہوگا کہ واللہ مانکت اور اسی طرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بالعت اور بعد غضب



واللہ ما خبیت اور بے ایمانیت تہذیب نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے میں صادق ہو گا الا ان لازم من الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فی حلف بلو جلاء علی السبب اے علی صورتہ دعوی المدعی کہ دعوی شفعہ بالجوار و نفقہ مبتوتہ والنعم لایراہما لکونہ شافیا لصدق حلف علی الحاصل فی معتقدہ جتنے زائد مدعی مگر جب کہ حال قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب قسم کھاوے یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چھ شفعہ جو ادا و نفقہ مبتوتہ کے دعوی میں اور حالانکہ مدعا علیہ دونوں کو واجب نہیں دیکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے سبب صادق ہونے اس کی قسم کے حاصل پر اس کے اعتقاد میں تو مدعی کا مزرہ ہو گا م شافعی مذہب میں شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہیں تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یوں قسم کھاوے کہ واللہ تمہارے شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہیں تو اس میں مزید مدعی کا مزرہ ہے تو یہاں سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس گھر کو نہیں خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت میں نہیں ہے شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کی اس واسطے قید لگائی کہ شفعہ شریعت اور نفقہ رہی میں حال قسم ہوگئے سبب پر قلت و مفادہ ان لا اعتبار بذهب المدعی علیہ واما مذہب المدعی فغیر خلاف والا وجہ ان یسأل القاضی علی اعتقاد وجوب شفعہ الجوار والا و اعتماد المصنف میں کتابوں اور قول سابق سے مستفاد ہو کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہیں تحلیف میں اور مدعی کے مذہب میں اختلاف ہے علما کا اور قول موجود تر ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہے یا نہیں اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م تو اگر مدعی کہے کہ میں وجوب کا معتقد ہوں تو حال پر قسم لے اور اگر معتقد نہ ہو تو سبب پر قسم لے کذا فی المطاوی و کذا سے یخلف علی السبب اجماعاً فی سبب لایرتفع براف بعد ثبوت کعبہ مسلم یدعی علی مولاه عتقہ لعدم تکرر رقبہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالا جماع قسم لے اس سبب میں جو مرتفع نہیں ہوتا کسی مانع سے بعد لپٹے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے سبب نہ مکرر ہونے اس کی رقیقیت کے واما فی الامتہ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقبہا بالحق حلف مولای علی الحاصل اور لونڈی میں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں تو بسبب مکرر ہونے ان کی رقیقیت کے حقوق دار الحرب سے قاضی قسم سے دونوں کے مالک کو حاصل پر یعنی مول کو یوں قسم سے کہ تم دونوں کے درمیان اب عتق قائم نہیں نہ لوں کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا اس احتمال سے کہ شاید اس نے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب میں جا ملا ہو پھر وہ دار السلام میں پھر آیا ہو پھر رقیقیت کی طرف اس نے عود کیا تو اس حدیث کی صورت سے اس کو ضرر ہو گا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی المطاوی والاصل اعتبار الحاصل الا لغير مدع و سبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہے کہ تحلیف میں حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب مزرہ مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے وصح فلاء الیمن والصلح منہ لحدیث ذلوا عن اعرافکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دے کر اپنی آبرو بچاؤم فدیہ یمن ہو تا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے مد لیغرضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھوں نے مال دے کر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے پالیس درم کے دعوی میں قسم کے عوض من مال دیا اور قسم نہ کھائی تو لوگوں نے کہا کہ آپ تو سچے ہیں کیوں نہیں قسم کھاتے ہیں جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی عیب کا ذریعہ نہ کرے انتہی اور اس واسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے میں حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلاً و شرعاً کذا فی المحوی مختصراً وقال الشہید الامیرانہ من الیمن الصادق و واجب قاطع لبحر اسے ثابت بدلیل جواز الحلف صادقاً اور کما شہید نے کہ قسمی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الاناق میں کہنا کہ واجب ہے یعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے قسمی قسم کے م یعنی واجب سے واجب شرعی مراد نہیں کہ قسمی قسم کھانا جائز نہ ہو بلکہ واجب یعنی ثابت ہے ولا یخلف المنکر لعدہ ابدالاً نہ اسقط حقہ او منکر کو قسم نہ دی جائے گی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے یعنی نفقہ اس عورت کا جس کو طلاق بائن قلعی مل بھی نہ



اس واسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لے کر و قید بالفداء و الصلح لان المدعی لو اسقطہ اے ایمین قصداً بان قال برئت من الخلف او ترکته علیہ او و ہبتہ لا یصح ولا التحلیف بخلاف البراءة عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے سقوط یمین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اس واسطے کہ مدعی اگر یمین کو یا قصداً ساقط کر دے اس طرح کہ مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہو گیا قسم سے یا میں نے اس کو چھوڑ دیا یا اس کو برہ کر دیا تو صلح نہیں اور اس کو قسم لینا جائز ہے بخلاف برأت عن المال کے اس واسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البرازیم برأت عن المال یعنی مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار میں ہے بلا دخل حاکم و کذا اذا اشتری بیعینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسی طرح جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہیں بسبب محذوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر رکن بیع یہ ہے کہ بیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہیں فرغ مسئلہ ملحقہ شائع کا استخلف خصمہ فقال حلفتی مرة ان عند حاکم او حکم و برہن قبل والا فلا تحلیفہ درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے چکا ہے ایک بار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے پاس ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مدعی کو اس کی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم ار ما لو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا اطلق علیہ میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اسن طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاؤں گا تو اس کے حکم کی تنفیج کرنا چاہیے کہ حاکم اس کو قسم دے گا یا نہ دے گا ثابت ہو چکا ہے کہ اختلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولیٰ ہے تو بموجب اس کے حلف بالطلاق کے دعویٰ میں مدعا علیہ معذور نہ ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اس پر مال کا حکم کیا جائے گا کیونکہ اس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچا یا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اس کی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی۔

### باب التحالف

یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم یمین الواحد ذکر یمین الاثنين جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اس نے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلافاً اے المتبائعان فی قدر ثمن او وصف او جنسہ او فی قدر بیع حکم ثمن برہن لان نور دعواه بالحق متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اس کے وصف یا جنس میں یا بیع کی مقدار میں تو اس کے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کے ثمن دس درم تھا اور مشتری کے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کے بدراہم کا سدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعویٰ کرے کہ ثمن بنانیر تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برہنا فلمثبت الزیادة اذ البینات للاشبات اگر دونوں برہان لاویں اپنے دعویٰ پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہیں مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اس واسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلافاً فیہما اے الثمن والمبیع جمیعاً قدم برہان البائع ولو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور بیع سبب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو م صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سودینا کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اس کو دوسری لونڈی کو اس کے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولیٰ ہیں ثمن میں اور مشتری کے گواہ اولیٰ ہیں بیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملیں گی سودم کو کذا فی الطحاوی وعن الغایۃ و برہان المشتري لو فی المبیع نظر الاثبات الزیادة اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان مجرد في الصور الثالث عن البینۃ فان رضی کل بمقالة الآخر فیہما اور اگر متبایعین تینوں صورتوں میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑانہ رام صورت ثلاثہ میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ بیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور بیع



دونوں میں اختلاف ہو و ان لم یرض واحد منهما بدعوی الآخر تماثلتا لهما لم یحیی فیہ خیلاف فیسح من الخيار اور اگر متبايعین میں سے کوئی ماضی نہ ہو دوسرے کے دعوی سے تو دونوں قسم کھا دیں جب تک بیع میں خيار نہ ہو اور اگر خيار ہو تو فسخ بیع کے میں کو خیلاف ہے م دونوں پر قسم اس واسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا منکر ہے خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری کو خيار رویت یا خيار عیب یا خيار شرط تو دونوں پر قسم نہیں اتنی دعوی نے کہا اور خيار میں بائع مشتری کے مانند ہے و بدأ بیع مشتری لانه ابادی بالانکسار فاضی مشتری سے قسم لینا شروع کہ اس واسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا اس واسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے قسم کا اہدائیں کا منکر ہے و ہذا لو کان بیع علیین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اس وقت سے جب کہ میں کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کا مقایضہ او صرفاً فهو مخیر و تیل یقرع ابی ملک اور اگر میں کی بیع نقد سے ہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اقول ضعیف یہ ہے کہ قاضی قریب لے کہ اصحاب ابی ملک ہم بیع مقایضہ اور صرف میں اس واسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبايعین سے مشتری ہے من وجہ و یقتصر علی النفع فی المایع اور فقط نفع پر اقتدار کرے بقول اصحاب یہ بیان ہے کیفیت میں کا ان مسائل میں تو بائع یوں قسم کھائے کہ دائرہ میں نے بعض ہزار نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ دائرہ میں نے بعض دو ہزار کے نہیں خرید کیا اور قاضی خیر اصحاب وہ ہے جو زیادت میں ہے کہ نفع کے ساتھ اثبات کو بھی قسم کرے تاکہ کے واسطے و فسخ القاضی البیوع بطلب احدہما او بطلبہما اور قاضی فسخ بیع کے ایک کی طلب سے یا دونوں کی طلب سے ولا یفسخ بالتخالف و لا یفسخ احدہما بل یفسخا بکراہ بیع فسخ نہیں ہو جاتی دونوں کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبايعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونوں کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کہ انی البعوثی در صورت فسخ متعاقبہ کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہیں و من نکل منها لزمہ دعوی الآخر بالقضاء و اصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اختلف المتبايعان والسلعة قائمۃ بعینہا تماثلتا و تراوا اور جو دونوں میں سے قسم نہ کھائے اس کو دوسرے قسم کھانے واسطے کا دعوی لازم ہو جائے گا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تماثل متبايعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کریں اور بیع بیع ہو ہو جو ہو جو ہو تو دونوں قسم کھا دیں اور باہم رد بیع کریں و بناظر لولا اختلاف فی الہدل مقصوداً ظولی ضمن شیء کا اختلاف فیما فی الزق فالقول مشتری فی انہ الزق ولا تخالف احد یہ سب یعنی تخالف احد فسخ اس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل میں مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن میں ہو جیسے متبايعین کا اختلاف مشک میں تو مشتری ہی کا قول معتبر ہو گا اس میں کہ یہ وہی مشک ہے اور تخالف نہ ہو گا م صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے کسی خرید کیا مشک میں جس کا وزن متعادل ہے مثلاً سو مشتری مشک لایا پھر دینے کو جس کی تول میں ہل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں اور اس نے کہا کہ میری مشک کی تول دس ہل تھی تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہو گا اور اس کے ضمن میں اختلاف ضمن لازم ہے تو بائع اس کو نوے ٹھہرتا ہے اور مشتری اتنی کہ انی الدعوی کا لولا اختلاف فی وصف البیوع کقولہ اشتریت علی انہ کاتب او خبز و قال للبائع لم اشترط فالقول لبائع ولا تخالف ظہیر بن چنانچہ اگر دونوں نے وصف بیع میں اختلاف کیا پھر مشتری کا یوں کہنا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پڑے اور بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ شرطیں نہیں کیں تو بائع ہی کا قول معتبر ہو گا اور قسم نہیں دونوں پر کہ انی الظہیر یہ م خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف میں اختلاف ہو تو تخالف ہے چنانچہ عنقریب نہ کہ ہو چکا اور وصف بیع میں اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تخالف نہیں و قید باختلاف ضاتی ثمن و بیع لانه لا تخالف فی غیرہما لكونہ لا یختل برؤا العقد نحو اصل و شرط رہیں اور خيار و ضمان و قبض یعنی ثمن اور تخالف معتبر ہوا ثمن اور بیع کے اختلاف کے ساتھ اس واسطے کہ ان دونوں کے سوا میں تخالف نہیں اس واسطے کہ ظہیر ثمن اور بیع کے اختلاف سے تو ام عقد منتقل نہیں ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہیں یا شرط غبار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے م شرط رہیں یعنی بائع کہے کہ میں نے مشتری سے یہ شرط کر لی ہے کہ وہ تالہائے ثمن کوئی چیز میرے



پاس کر رکھے اور مشتری اس کا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے میں نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسی ضامن دے گا قبضہ بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ کل ثمن کے قبضہ کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنی قبول قول بائع والقول للمتکرم وقال زفر والشافعی ۱۲

یتماثلان اور اختلاف مدت وغیرہ میں منکر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا ان میں بھی دونوں قسم کھاویں ولا تحالف لولا اختلاف بعد ہلاک البیع اور خروج عن ملک او تعبیه بالا یردہ اور قسم دونوں پر نہیں جب کہ متعاقدین اختلاف کریں بعد تلف ہو جانے بیع کے مشتری کے پاس یا اس کے خارج ہو جانے سے اس کی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اس کے سبب رد بیع نہیں ہوتا چنانچہ حاملہ ہوتا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک بیع میں مشتری کے پاس ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ قبل قبضہ بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائے گی کذا فی الطحاوی وحلف المشتري الا اذا استهلكه في يد البائع غير المشتري اور تم کھائے فقط مشتری مگر جب کہ بیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اندہ مشتری دونوں قسم کھاویں اور اگر مشتری بیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا۔ وقال محمد والشافعی یتماثلان وینفع علی قیۃ المالك اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک بیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور فسخ بیع ہو گا بیع مالک کی قیمت پر و بذال الثمن وینفع لهما معا یعنی تماثلان اجماعا لان البیع کل منہما و یرد مثل المالك اقمته اور یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہے کہ ثمن دین میں درم یا دینار ہو اور اگر بیع متاخر ہو تو دونوں قسم کھاویں بالاتفاق اس لئے کہ موضعین میں ہر ایک بیع ہے اور اور مثل مالک پھیر دیا جائے اگر مالک مثلی ہو یا اس کی قیمت پھیری جائے اگر مالک قیمت والی چیز ہو کہ لولا اختلاف فی جنس الثمن بعد ہلاک السلو بیان قال احمد ہما در اہم والاخر ذمانہ تماثلان ولزم المشتري رد القيمة سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے بیع کے اس طرح پر کہ ایک نے کہا ثمن در اہم تھے اور دوسرے نے کہا ذمانہ تھے تو دونوں قسم کھاویں اور مشتری کو رد قیمت لازم ہو گا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروج عن ملک کعبیدین مات احمد ہما عند المشتري بعد قبضہ ثمن اختلاف فی قدر الثمن لم یتمایا عند ابن حنیفہ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں بعد ہلاک ہونے بعض بیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک ان میں سے مر گیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ المالك اصلا فیمتد یتماثلان ہذا علی تخریج الجمهور وصرف مشایخ بلخ الاستثناء الی یمن المشتري بعض بیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جائے ترک حصہ مالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آوے گی یہ یعنی استثناء کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشایخ بلخ نے استثناء کو بین مشتری کی طرف پھیرا ہے ہم اس استثناء میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثناء تحالف کی طرف منحرف ہے اس واسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ (لم یتماثل بعد ہلاک بعض البیع الا اذا ترک البائع حصۃ المالك فیتماثلان) اور بعض علما کے نزدیک استثناء بین مشتری کی طرف منحرف ہے جو تقدیر ہے کلام میں کیونکہ تقدیر کلام یوں ہے کہ (لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل یرضی علی المشتري الا ان یرضی البائع الخ) تو اس صورت میں قسم نہ ہو گی مشتری پر کذا فی الطحاوی مختصر اولانی قدر بدل کتابتہ لعدم لزومہا اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم نہ ہونے کتابت کے و قدر اس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہیں اختلاف اس المال میں بعد اقل کردینے عقد مسلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے اس المال میں اور عقد سلم کا عود نہ ہو گا وان اختلافاً لے المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا ینتہ تماثلان وعاو البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالۃ بیع اور حالانکہ گواہ ہو تو لے بعد ہلاک بعض بیع نے دونوں قسم دکھائیں مگر جب کہ بائع حصہ مالک چھوڑ دے تو اب دونوں قسم کھاویں ۱۳ تحالف نہیں بعد ہلاک بعض بیع کے بلکہ قسم مشتری پر ہے مگر اس صورت میں اس پر قسم نہیں کہ بائع راضی ہو جاوے الخ ۱۴



نہیں تو دونوں قسم کھا دیں اور بیع پھر ثابت ہو جائے گی کہ جب بیع ہو کرے گی تو بیع کا حق ثمن میں ہو گا لہذا مشتری کا حق بیع میں چنانچہ قبل اقال تھا بھلا  
 سلم اس واسطے کہ اقال عقد سلم میں نقص کا احتمال نہیں رکھتا اس واسطے کہ وہ عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا مورد ہو گا کذا فی المطاوی لو کان  
 کل من المبیع والتمن مقبوضا ولم یردہ مشتری الی بالعد بحکم الاقالة قال ردہ الیہ بحکم الاقالة لا تخالف خلافاً لکمد تخالف متعاقدین بعد اقال اس  
 شرط پر ہے کہ ہر ایک بیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اس کو اس کے بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقلہ کہ جس سے سوا اگر اس کو پھیر دیا ہو بوجہ اقال تو مخالف  
 نہیں برخلاف قول محمد وان اختلفا سے الزوہانی فی قدر الکسر او جنسہ قضی لمن اقام البرہان وان برہنا فلم یأثر اذ اکان مہر المثل مثلاً اللزوج  
 بان کان کتالا او اقل وان کان شاہداً لہما بان کان کتالاً او اکثر فبیئہ اولی لاشاہتھا خلاف الظاہر اور اگر نہ جہیں نے اختلاف کیا مہر کے  
 مقدار میں یا اس کی جنس میں تو اس کے واسطے حکم ہو گا جو گواہ لائے اور اگر دونوں گواہ لادیں تو محبت کے گواہ اولی ہیں جب کہ اس کا مہر مثل زوج کا شاہد  
 ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کم تراود اگر مہر مثل زوج کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اس کے دعویٰ کے برابر ہو یا زیادہ تر  
 تو زوج کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں اس واسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے ثبوت ہوتے ہیں وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتہا تر لاسواء  
 ویجب مہر المثل علی المبیع ادا کر مہر مثل زوج میں سے کسی کا شاہد نہ ہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین میں ہو تو دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار ہیں سبب  
 بلکہ ہونے کے اثبات میں اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہو گا بقول صحیح مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مہر نہیں کہ مہر مثل دونوں قولوں کے درمیان  
 متوسط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوج کے دعویٰ سے کسر ہے اور زوج کے دعویٰ سے اکثر ہے کذا فی الدرر وان عجزا عن البرہان تخالفوا ولم یفسخ النکاح  
 لتبعية المہر بخلاف المبیع اور اگر زوجین گواہ لائے سے عاجز ہوں تو دونوں قسم کھا دیں اور نکاح فسخ نہ ہو گا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح میں بخلاف  
 بیع م یعنی ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دھم سے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہیں اس واسطے کہ مہر تابع ہے نکاح میں بخلاف  
 بیع کہ اس میں عدم تسمیہ مفسد ہے کذا فی الدرر وسہل التسمیۃ لانی اول التسمیۃ لیکون اقل التسمیۃ علیہ ظہیر یہاں زوج کی قسم سے ابتدا کی جائے اس  
 واسطے کہ دو تسمیوں میں سے پہلے تسمیہ زوج پہلے ہے تو دو قسموں میں سے پہلی قسم اس پر ہوگی کذا فی الظہیر جم تسمیۃ سے مراد تسمیہ مہر اور تسمیہ مہر نفی  
 ہے اور دونوں میں تسمیہ مہر محل مقدم اور سابق ہے لہذا یہی تخالف عند العجز کئی کی کفریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل زوج کے موافق ہو یا  
 اکثر یا مابین قولیں ہو اور رازی کی تفریح پر تخالف نہیں مگر ایک وجہ میں وہ غصہ مذکور ہے وہ محدث یہ ہے کہ مہر مثل کسی کے قول کا شاہد نہ ہو اور باقی  
 صورتوں میں زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ مگر مہر مثل اس کے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اس کے موافق  
 ہو یا اکثر اور شرح ہدایہ ترجیح قولین میں مختلف ہیں کذا فی المطاوی ویکرم بالتشدید اسے یجوز مہر مثلاً حکماً لاسقوط اعتبار التسمیۃ بالتخالف فیقضی  
 بقولہ لو کان کتالاً او اقل ولقبولہما لو کتالاً او اکثر ویہوینہما اسے بیس مائدہ عیہ ویہوینہما زوجہ کا مہر مثل حکم مہر یا بجائے گا بسبب ساقط  
 ہو جانے تسمیہ مہر کے تخالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہو گا اگر مہر اس کے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہو گا اگر مہر مثل اس کے  
 قول کے مانند ہو یا کمتر اور مہر مثل پر حکم ہو گا اگر مہر مثل مابین دعویٰ زوجہ اور دعویٰ زوج ہو و لو اختلفا سے الموجد والمستاجر فی بدل الا جارة او  
 فی قدر المدة قبل الاستيفاء والمنفعة تخالفوا فزادوا بدنی بیہن المستاجر لو اختلفا فی البدل والموجد لو فی المدة ولو برہنا فالبیعہ للموجد فی البدل  
 وللمستاجر فی المدة اور اگر اختلاف کیا موجد مستاجر نے بدل اجارہ میں یا مدت اجارہ کی مقدار میں منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونوں قسم  
 کا حکم ہے اجارہ کے کوڑا کی کریں اور مستاجر کی قسم سے شروع کی جائے اگر دونوں بدل اجارہ مختلف ہوں اور موجد کی قسم سے ابتدا کی جائے اگر مدت  
 میں مختلف ہوں اور اگر دونوں گواہ لادیں تو زوجہ کے گواہ بدل میں مقبول ہیں اور مستاجر کے گواہ مدت میں مقبول ہیں م استیغناء منفعت سے



مراد یہ ہے کہ استيفاء منفعت پر قادر ہونے کے اندر اور عدم استيفاء سے عدم قدرت استيفاء مراد ہے اس واسطے کہ قدرت علی الاستيفاء بجائے استيفاء ہے وجوب اجرت میں یعنی در صورت صحت عقد کذا فی البحر و بعدہ لا والقول للمتناجر لانه منکر للزيادة اور بعد استيفاء منفعت تحالف نہیں اور متناجر کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استيفاء منفعت تحالف اس واسطے نہیں کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استيفاء منافع فسخ عقد متصور نہیں کذا فی الدرر اور اگر مدت میں اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمائے یہ مسئلہ مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ ظاہر تھا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد ولو اختلفا بعد التمسک من استيفاء البعض من المنفعة تحالف فافسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمتناجر لان عقد الساعۃ فسخ کل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور متناجر نے اختلاف کیا استيفاء بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونوں قسم کھا دیں اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی میں اور ماضی میں متناجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزء اس کا مانند عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے م یعنی عقد اجارہ دم بدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزء منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو مابقی گویا معقود بال عقد ہے لہذا اس میں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض بیع اس واسطے کہ ہر جزء بیع کا معقود بعقد نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض بیع میں بسبب تلف ہونے کے تو بالضرر کل بیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکیں او مکاتبین او صغیرین والصغیر سیما مع اذمیتہ مع مسلم قام النکاح اولاً فی بیت لہما ولاحد ہما خزانتہ الاکل لان العبرۃ للید للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا غیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا ان میں سے کذا فی خزانتہ الاکل عموم بیت اس واسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو ہنما ما کان فی البیت ولو ذہبا وفضۃ فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اس کے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور قبا اور ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اور مٹی اور کڑی اور زیور اور مانند اس کے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع سونے اور چاندی بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما یفعل او یمیع مایصلح لآخر فالقول لہ لتعارض الظاہری ورو غیر ہا مگر جب کہ زوجین میں سے ہر شخص بنانا یا بیچنا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیر ہا ہم مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار تصرف مزج ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور ہر زوجہ کے قبض ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحاوی بتصرف والقول لہ فی الصالح لہما لانہما مافی یدہما فی یدہ والقول لہ یالید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اس واسطے کہ زوجہ اور جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مویشی اور نقد اور لونڈی غلام اور جوہری اور زمین اور باغ بھلاہ ما یخص بہا لان ظاہر ہا ظہر من ظاہرہ وہو ید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اس واسطے کہ زوجہ کا ظاہر ظہر



زوج کے قابض سے امداد یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذلیل کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اس کے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو پہلیے کہ متاع مختص زوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اس کا جواب یوں دیا کہ یہ استعمال زوجہ اظہار ادا قوی ہے زوج کے يد سے ولو اقامہ بیعتہ یقیناً بدینہا لانہا خارجہ غایتہ ولیمت للزوج الا ان یکن لہا بیعتہ بجر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اس واسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیۃ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اس پر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہوں گے کذا فی البحر والوجہین وان مات احدہما واختلف وارثہ مع الی فی المشکل الصحیح لہما فالقول فیہ لقی ولورقیقا وقال الشافعی وما لک الکل بینہما وقال ابن الہیثم الکل وقال الحسن البصری الکل لہما وی السبعة وعد فی الخانیۃ تسعة اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت میں محتاج ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک ان میں سے مر گیا اور اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو ان میں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے کمال مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی سیل نے کما سب مال زوج کا ہے اور حسن البصری نے کما تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقول تسویں سے پہلا قول امام کا ہے جو متن میں مذکور ہو چکا یعنی متاع مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہے ۲۰۔ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مشکل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳۱۔ ابن ابی سیل کا قول کہ سب متاع زوجہ کی ہے ۴۔ قول ابن من اور شریکیہ کہ دونوں میں مال برابر ہے ۵۔ حسن البصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶۔ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے ۷۔ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوج کی ہے ۸۔ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہے ۹۔ قول مالک کا کہ کل مال دونوں میں برابر ہے کذا فی البحر علی خزائن الاکمل فلفظ ولو احدہما مملوک کا ولو ما ذونا او مکاتہ وقال الشافعی ہما کا لہما فالقول للموت لانی ید المراقوی ولای ید لیمت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ مازون یا مکاتہ ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے امداد کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اس واسطے معتبر ہو کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت میں اس واسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین اور شافعی نے کما کذا میں مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں احتقت الامت او المکاتہ او المدبرۃ واختارت نفسها فی البیت قبل العتق فهو للحرل وما بعدہ قبل ان تختار نفسها فهو علی ما وصفنا فی الطلاق تہا آزاد ہو گئی تو مذی یا مکاتہ یا مدبرہ اور اس نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نہ رہی تو جو اسباب گھر میں ہے قبل آزاد ہونے کے سون مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہو اقبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اس طرح رہے کہ جس کو ہم نے کتاب الطلاق میں مذکور کیا ہم یعنی دونوں حریم کے برابر ہیں حکم میں کذا فی المنع وفيہ طلقا ومضت العدة فالقول للزوج ولو شرۃ بعد ما نھا صارت اجنبیۃ لاید لہا اور بکر الراتی میں ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گزرتی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اس کے وارثوں کی زوج کے بعد اس واسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جس کا کچھ تصرف ثابت نہیں ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثہ اور جب کہ جہنے متاع مشکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے ہم طحاوی نے کما لہا شرکیہ ہے اور اس کا جواب فکذا یکن لوارثہ ہے امداد اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں اور بکر الراتی کی عبارت اس سے خالی ہے واما لومات وہی فی العدة فالقول لہا کما لم یطلقہا بدلیل ارشاد اہل زوج مر گیا اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اس نے اس کو طلاق ہی نہیں دی اس کے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف المورثون لہا جرت فی متاع البیت فالقول لہا جرت فی متاع البیت لیس طویر لہا علیہ من ثياب بدنہ اور اگر موی



اور متاخر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو متاخر جبری کا قول مقبول ہے اس کے قسم کھانے کے ساتھ اور موخر کا کچھ نہیں مگر  
اس کے بدن پر کپڑے ہیں ولو اختلف اسکا فی عطار فی آلات الاساکفة و آلات العطارین وہی فی ایدہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لک  
منہما و تمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار بنے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے ہتھیار  
دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی رعایت نہ ہوگی کہ کفشگروں کے ہتھیار کفشگر کے  
تھریں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اس کا سراج میں ہے ہم آلات مذکورہ دونوں میں اس واسطے برابر ہوئے کہ گاہے ایک  
پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل معروف بالفقر والحاجة صار ید  
غلام و علی عنقہ بدرۃ و ذلک بدارہ فادعاه رجل عرف بالیسار و ادعاه صاحب الدار فہو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاج  
میں مشہور ہے اس کے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جس کی گردن میں روپے یا اشرفیوں کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس مذکور کے گھر میں ہے سو اس غلام کا  
اس مرد نے دعویٰ کیا جو مال داری اور توانگری میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اس کا دعویٰ کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہے جو مالدار مشہور  
م بدرۃ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں ہزار یا دس ہزار درم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس و کذا کناس فی منزل رجل و علی عنقہ  
قطیفۃ ليقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی و ادعاه صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور اسی طرح ایک جاوید کش ہے ایک مرد کے گھر  
اور اس کی گردن پر نعل کا بالاپوش ہے جس کی گردن پر ہے وہ کتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کتا ہے کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہے اس  
میں اور مسئلہ سابقہ میں فقہانے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحاوی رجلاں فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد السفینۃ وما فیہا فاحدہما  
یعرف بجمع الدقیق والآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببعیہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر و مرد ہیں ایک ناؤ میں  
جس میں آٹا ہے سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعویٰ کرتا ہے اور ایک شخص ان میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاجی میں تو آٹا اس کا ہے  
جو آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور ایک ناؤ اس کی ہے جو ملاح مشہور ہے بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہا کب و آخر مسک و آخر یجذبہا و آخر ید  
و کلام یدعوئہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا ولا فیئ للما و اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہے دوسرا شخص اس کو پکڑے ہے اور تیسرا اس کو اپنی طرف  
کھینچتا ہے اور چوتھا اس کو بہاتا ہے اور سب اس کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تین تہاؤ ہے اور بہانے والے کا اس میں کچھ نہیں  
ہم شاید کہ اس واسطے بہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی الطحاوی رجل لقیود قطارا بل و آخر راكب ان علی کل متاع الراكب فکلہ  
لہ و القائد امیرہ و ان لاشی علیہا فکلہ راكب ماہور راكبہ و الباقی للقائد بخلاف البقر والغنم و تمامہ فی خزائنہ الاکل ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا  
اور دوسرا شخص سوار ہے اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہے تو سب اونٹ اس کے ہیں اور قطار کھینچنے والا اس کا مزدور ہے اور اگر اونٹوں پر اسباب  
نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اس  
خزائنہ اکل میں ہے ہم یعنی اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا لاکتا ہو تو وہ لاکنے والے کے ہیں کذا فی البعہ  
فصل فی دفع الدعاوی فی فصل ہے دعوؤں کے دفع کرنے میں یعنی مدعی علیہ نے اپنے اوپر دعویٰ مدعی کا نہ آنے دیا م جیسے دفع دعوہ  
قبل برئان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برئان بھی صحیح ہے اور اسی طرح جیسے بعد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہے اگر  
کثیر ہو قول مختار میں اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعویٰ کیا ہو کذا فی  
لہ یعنی بفتح اول ہندی میں اس کو توڑا کہتے ہیں اور قبلی اور ہیمانی بھی بولتے ہیں ۳۰



مفسر لما قدم من یحییٰ خصما ذکر من لا یجوز خصما جب کہ مصنف نے پہلے اس نے ذکر کیا اس کو جو خصم ہوتا ہے اب ذکر شروع کیا اس کا جو خصم نہیں ہوتا قال ذوالیہ بذاتی المدعی منقولاً کان او مقاراً او عینہ او اسانیہ او اجرئیہ اور شنیہ زید الغائب او غیبتہ من الغائب ویرین علیہ علی ما ذکرہ العین قائمہ لا لک و قال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ و شرط محمد معرفتہ بوجہہ ایضا فلیعرف فلا نا و لا یعرف الا بوجہہ لا یبحث ذکرہ الا علی و فی الشرع بلائیۃ علی خطہ العلامۃ للقدسی عن البرازیۃ ان تعویلاً الائمۃ علی قول محمد اسی فی حفظ کما ذی الیہ نے کرینے جس کا مدعی دعوی کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا محمد کو بجاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گور رکھی ہے زید نے جو غائب ہے جہاں سے یا میں نے اس کو شخص غائب سے بقبضہ لیا ہے اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائمہ ہے نہ مالک اور گواہوں نے کما ہم شخص غائب کے نام اور نسب کے پاس کی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھ اس کی روشناسی بھی شرط کی ہے تو بموجب قول محمد اگر قسم کھائے کہ میں فلا نے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اس کو نہیں پہچانتا مگر اس کی صورت سے تو عاثر نہ ہو گا ذکر کیا ہے اس کو زبانی نے اور شرعیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزاز سے مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پہ ہے انتہی اس کو بار رکھنا چاہیے دفعۃً خصومت المدعی للملک المطلق لان ید بئولہ لیست ید خصومتہ ذی الیہ کے قول مع اربابان سے دفع ہو جائے کہ خصومت اس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اس واسطے کہ قبضہ ان لوگوں کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مٹن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہیں م اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اس طرح کہ ذی الیہ نے اس کو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الیہ نے اس کو بذر کر دیا و دیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہ ہوگی اور ذی الیہ پر اس کے آزاد کر دینے کا حکم ہو گا کذا فی الطحاوی و قال ابو یوسف ان عرف ذوالیہ باللیل لا تندفع ویرین مذمتی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الیہ جیلہ گری میں مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہ ہوگی اور ذی الیہ قول ما خود ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار میں پسند لیا ہے م جیلہ گری اس طرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر غنی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہوں کے سامنے اس مغبوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکھتا ہو تا کہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا امان کہے تو ذی الیہ اس پر گواہ قائم کرے کہ فلا نے مسافر نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو مالک کا حق باطل ہو جائے نہیں ہے کہ تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگوں کے حالات دیکھتا ہے امدان کے مال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہونے بعد قاضی ہونے اور لوگوں کی جیلہ گری نہ یافت کرنے کے (ویش الخیر کا معانیہ کذا فی الطحاوی و ہذہ مختص کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ علماء کما یسطر فی الدرر الاولان صوراً خمس عینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع غصب ہے کتاب الدعوی کا واسطے کہ اس میں پانچ عالموں کے قول ہیں چنانچہ مدعی میں شرح ہے یا غصب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں یعنی ودیعت اور اجارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہم اقوال خمسہ میں سے پہلا قول وہ ہے جو تم میں مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہے چوتھا قول ابن شبرہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہیں ہوتی پانچواں قول ابن ابی یونس کا کہ یدوں گواہوں کے خصومت دفع ہو جاتی ہے کہ اس نے غیر ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحاوی قلت و فی نظر اذا حکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتمہ منہ او انتزعتہ منہ او فیلین منہ فوجدتہ بکراوی فی یدے مزاولہ بنازیۃ فالصورۃ مدعی حشرۃ قلت علی الحق فی البرازیۃ المزاولۃ بالاجارۃ او الودیعتہ قال فلا یزاد علی الخمس وقد وردت فی شرح الملتقی میں



کتابوں اور عینی کے قول میں گفتگو ہے اس واسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اس کے مالک نے اس کی حفاظت کا مجھ کو وکیل کیا یا اس گھر میں مجھ کو زید غائب نے رکھا یا میں نے اس کو غائب سے بطور سرقہ لیا یا میں نے اس کو نکال لیا یا اس کے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو میں نے اس کو پایا یا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتیں ہوتیں ہیں کتابوں لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہے بزازیہ نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں البتہ میں نے اس کی شرح ملحق میں تحریر کی ہے وان كان لكا او قال الشهود او دعوى من لا تعرفه او اقر ذوا الید بید الخصومة كان قال ذوا الید اشتريته او انهبته من الغائب او لم يدع الملك المطلق بل ادعى عليه الفعل بان قال المدعى خصيته منى او قال سرق منى وبناه للمفعول للمستر عليه فكانه قال سرقته منى بخلاف غصب منى او غصبه منى فلان الغائب كما سيحي حيث تندفع اور اگر مدعی یہ مالک ہو یا گواہوں نے کہا کہ اس کو ودیعت رکھا ہے اس نے جس کو ہم نہیں پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یوں کہا کہ میں نے اس کو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے یا شخص غائب سے یا مدعی ملک مطلق کا دعویٰ نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعویٰ کیا اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اس کو غصب کر لیا مجھ سے یا یوں کہا چو لیا گیا مجھ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یوں کہا کہ تو نے اس کو مجھ سے چور الیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھ سے یا اس کو غصب کر لیا مجھ سے فلان غائب نے چنانچہ منقریب اس کا ذکر آوے گا کہ وہاں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائے گی و ہل تندفع بالمصدر الصحيح لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہ ہوگی کذا فی البرازیہ ہم یعنی اگر مدعی نے یوں کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعویٰ مدعی کا منفع نہ ہوگا و قال ذوا الید فی الدفع او دعیه فلان ویرہن علیہ لا تندفع فی السکل لما قلنا اور ذی الید نے دعویٰ غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اس کو میرے پاس فلان غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اس پر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصومت منفع نہ ہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہیں یعنی مالک وغیرہ میں اس واسطے خصومت دفع نہ ہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام میں اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہے اور دعویٰ خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعویٰ ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس المحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعت عندی اور ہن من فلان تندفع مع البرہان علی ما ذکر کرمی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم میں بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلان کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعویٰ مدعی کا دفع ہو جائے گا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہ ہوگا مگر جب کہ مدعی اس کو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اس کی آگے تصریح کرتا ہے ولو یرہن المدعی علی مقاتلہ الاولی یجعله خصما و یحکم علیہ لسبق اقرار بمنع الدفع بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اس کے دعویٰ ملک پر تو قاضی اس کو خصم قرار دے اور اس پر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البرازیہ وان قال المدعی اشتريته من فلان الغائب وقال ذوا الید فی الدفع او دعیه فلان ذلک اے بنفسہ فلو بکیده لم تندفع بلا بیئہ دفعت الخصومة وان لم یرہن لتوافقهما ان اصل الملك للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اس کو فلان شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اس کے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلان غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت منفع ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے کہ اس پر اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے ذیل نے اس کو ودیعت رکھا ہے تو خصومت ملے مترجم اول نے الحق صیغہ نامی کا ملحق بتشدید قاف بھیجا اور آخر جملہ میں ملحق غالباً مقدر مانا اگر صرف اس طرح لکھتا کہ بزازیہ میں مزارعت کو اجاڑے کے ساتھ ملحق کیا ہے تو ہنر تھا ۱۲



مندفع نہ ہوگی کہ وہ لائے ذی الید کے الا ان قال بشریۃ وکلنی یقبضہ ویرمی مگر جب کہ ملک نے کہا میں نے اس کو غائب سے خرید کیا اور اس نے مجھ کو کھیل  
کیا ہے اس کے قبضہ کرنے پر قیہ پاس سے لے کر اور اس پر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہ ہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اس کو لے گا اس واسطے کہ مدعی احق  
بالقبضہ ہے کذا فی العین ولو صدق فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم منلا یحیی قضاہ علی الغائب باقرارہ وہی عجیبہ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق ل خرید کرنے میں  
تو اس کو دینے کا حکم نہ ہوگا تاکہ قضاہ علی الغائب لازم نہ آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنی انکار میں تو تسلیم ہوا اور تصدیق میں تسلیم  
نہیں ملاحظہ فرمائیے کہ اس میں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اس واسطے کہ ذی الید کا اقرار محبت حکمہ ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کر سکتا اور ای طرح  
علامہ ابو سعید نے کہا کچھ تعجب نہیں اس واسطے کہ اس کا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار اللحد غیراً علی دعوی الشراء قید الاتفاقی فلذا قال  
ولو ادعی انہ لا غصب منہ فلان الغائب ویرمی علیہ وزعم ذوالیدان ہذا الغائب اودع حذہ اند صحت لتوافقہما ان الید لذلک الرجل پر  
اختصار کرنا صاحب دروہی کا خرید کے دعوی پر قید اتفاق ہے سو اس واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اس کی ہے  
اس سے فلا نے غائب نے غصب کر لی اور اس پر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اس کے پاس اس کو ودیعت رکھا تو ذی الید  
سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافقی ہونے دونوں کے اس پر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب  
دعوی سرقتہ لا تندفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب استسما بزازیۃ اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقت ہو تو خصومت مندفع نہ ہوگی ذی الید  
کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اس کو ودیعت رکھا ہے از روئے استسما کے کذا فی البزازیۃ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی  
لو اتفقا علی الملک لزیہ وکل یدعی الا جارة منہ لم یحی الا فی خصما لاول علی الصیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوں زید کی ملک  
پر اور ہر اس شخص سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی ملک اول کا ختم نہ ہوگا بقول صحیح مالک کے اُنے تک اس واسطے ختم نہ ہوگا کہ دعوی لہ  
بمنزلہ دعوی استعانة کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک میں کا مدعی نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ لا حق کی وللا مدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور  
شراء کے مدعی کا ختم ہوگا اما المشتري ختم کل مگر مشتری تو سب کا ختم ہے لینے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لائے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور  
مدعی خرید کا ختم ہوگا کذا فی الطحاوی فروع مسائل طوقہ شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یصل الی المجلس الا فی صغری اور مدعی علیہ نے کہا کہ  
میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اس کو قاضی کے مجلس ثانی تک فرصت دی جائے کذا فی الصغری للمدعی تحلیف مدعی لایداع  
علی البتات وکمدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدمدعی اگر مدعی کے تھوں تو ذی الید سے یقین پر نہ ملے قسم لینا جائز ہے اس  
واسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اس کا تمام ہونا یعنی قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اس واسطے کہ  
وہ ایداع کا مدعی ہے اور ساتھ کہ مدعی پر قسم نہیں انتہی تو یہ کلام وقوع خلاف قبول ہے کذا فی الطحاوی ولہ تحلیف المدعی علی العلم وتمام فی البزازیۃ  
او اس کو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور یا یا یا اس کا بازار میں ہے مگر جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باطل ہے  
ایداع وغیرہ کے دفع کیا اہا ثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع میں اس کی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم پائی تو مدعی  
علم پر قسم کھائے اس طرح کہ دائرہ میں نہیں جاتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اس واسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے  
اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البصر وکل یقبل امتہ فیرمنت انہ استحقا قبل للدفع لا یعلق مالہ یخیر الوکے ابی ملک مولی نے کسی کو اپنی لڑکی  
کے کیس لے جانے کا وکیل کی سولاہی گواہی اس پر کہ مولی نے اس کو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبل ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر  
ہے بلکہ مولی نہ آوے کذا ذکرہ ابی ملک



## باب دعوی الرجلین | یہ باب ہے دو مردوں کے دعویٰ کرنے میں یعنی تیسرے شخص پر دعویٰ کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعویٰ کرے

تقدم حجة خارج في ملك مطلق اے لم يذكر سبب كما مر على حجة ذي اليد مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی اليد کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جس میں سبب ملک کا مذکور نہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا م خارج وہ شخص ہے جو ذی اليد اور قابض نہ ہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص ملک بیان کرے م یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نہ کریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الجلی وقال ابو یوسف ذوالوقت اتق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ اتق ہے تقدیم حجت میں وثر نہ فیما لو قال فی دعواه بذال العبد لی غائب عنی منذ شهر وقال ذوالیدی منذ سنة فقط للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفين فقط غیبتہ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اس کے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت افراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف لقیض للمورخ ولو حالۃ الافراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنا کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت افراد ہوم منع الغفار میں جامع الفتاویٰ سے یوں منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ ان کے نزدیک حالت افراد میں مورخ کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لوسا قط کرتا اس واسطے کہ کلام تو حالت افراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ در صورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنی نہیں اس واسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ یہاں قضا للسابق ہوگی کذا فی المطحطاوی ویشغی ان یقضے بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین وقرہ المصنف اور لائق یوں ہے کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جائے اس واسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم منع الغفار میں بجائے یقضی لہیٰ ویموالا ظہر ولو برہن خارج بان علی شیء قضی بہ لہما اور گواہ لادین ووشخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا ہم دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصف نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادت حج شرعیہ سے ہیں تو حتی الامکان اس پر عمل واجب ہے اور یہاں عمل ممکن ہے اس واسطے کہ تبدل ایدی شے واحد پر اوقات مختلفہ میں ہو سکتا ہے تو گواہی دینے کے واسطے ہر فرق اس پر اعتقاد کرتا ہے جو اس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزلیعی فان برہن فی دعویٰ نکاح سقطا لتعذر الجمع لوجہ پھر اگر وہ شخص گواہ لائے نکاح کے دعویٰ میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے م یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصوں نے ساتھ ہی دعویٰ کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ عمل قابل اشتراک کے نہیں معیت برہان کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اس کے واسطے حکم ہوگی ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اس کے نکاح پر



گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول نہ ہوں گے چنانچہ خریداری کے دعویٰ میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی ولو یتدقن  
 بہ بینہما وعل کل نصف المیراث ذوی زوج واحد ولو ولدت میثت النسب منہما وتمام فی الخلاصۃ اور اگر عورت میت ہے تو دونوں مدعیوں  
 کے واسطے نکاح کا حکم ہو گا اور بشرط نصف نصف مہر لازم آئے گا اور دونوں شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہوں اور اگر عورت یعنی بعد  
 اس کے مرگئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہو گا اور پورا بیان اس کا خلاصہ میں ہے م خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد کو دونوں شخصوں  
 سے میراث ابی کامل کا وارث ہو گا اور دونوں ولد کے متروک سے اب واحد کی میراث پادیں گے کذا فی ابوہریرہ بن مسعود قتہ اذ لم یکن فی ید من کذبہ ولم یکن  
 دخل من کذبہ بہا اور عورت اس کی زوجہ ہے جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اس کے پاس نہ ہو جس مدعی کی اس نے تکذیب کی اور  
 جس کی اس نے تکذیب کی اس نے عورت کی مدعی کی مہم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں تنازع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر  
 تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہے تو وہ ملوث ہے اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبضہ ثابت ہے چنانچہ مدعی یا اپنے  
 مکان کا رکھنا تو وہی شخص اول ہے اور اگر یہ کچھ نہ ہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ راجع ہے سبب پھر قبضہ پھر مدعی پھر اقوال  
 پھر صاحب تاریخ مقدم ظہیر یہ میں ہے کہ اگر ایک کی مدعی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہے تو صاحب خانہ اول ہے کذا فی الطحاوی ہذا  
 اذ لم یورخا فان ارخا فالسابق الحق بہا اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اس وقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو  
 صاحب تاریخ سابق اس عورت کا الحق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبضہ اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ صریح طالت پر فائق ہے  
 فلو ارخ احدہما ففی من صدقۃ اولیٰ الیہ بنزائۃ قلت وعل ما مر من الثانی یعنی اعتبار تاریخ اسد بما ولم ادر من نہ علیہ قائل سو اگر ایک مدعی نے  
 تاریخ بیان کی تو عورت اس کی زوجہ ہے جس کی اس نے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی ابن الزبیر میں کتا ہوں اور بموجب اس قول کے جو ابو یوسف سے  
 منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا اس کو جس نے اس کو جس نے اس پر آگاہ کر دیا ہو تو محمد اس میں ہم ملوث ہیں  
 نے کہا کہ صاحب بکر الرائق نے اس پر پھر آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجة لہ ففی لہ وان  
 برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جس کے پاس گواہ نہیں تو وہ اس مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا  
 یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اس کے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہو اس واسطے  
 کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی السنخ ولو برہن احدہما و قضی ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ لان البرہان مع التاریخ اقویٰ نہ  
 بدو نہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اس کے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اس کے واسطے حکم نہ ہو گا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی ثانی  
 کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدول تاریخ کے ہجوم ہر چند یہاں دونوں دعویوں میں  
 تاریخ ثابت ہے اس واسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدول تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا  
 اس نے اصلاً تاریخ مذکورہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مہر ہے کذا فی الطحاوی کما لم یقض ببرہان خارج علی ذی یدظہ نکاحہ الا ان ثبت  
 سبقہ ان نکاحہ حق جیسے حکم نہ ہو گا شخص خارج کی برہان سے اس ذی الید کی برہان پر جس کا خارج ظاہر ہو چکا مگر اس صورت میں برہان خارج سے حکم ہو گا  
 جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان برہنہ علی شرا  
 شی من ذی الید فلکل نصف نصف الثمن ان شہد او حرکہ انما غیر تفرق الصفۃ علیہ او ما کردوں مدعیوں نے سبب ملک مذکور کیا اس طرح ہر کہ  
 دونوں گواہ لائے لیکن ہر ایک کی خود بخود علیہ سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف ثمن کا حکم ہو گا بموجب نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اس کو چھوڑ دے



مدعی کو اس واسطے اختیار دیا گیا ہے نہ لینے میں کہ اس پر صفحہ متفرق ہو گیا یعنی پوری چیز اس کے واسطے باقی نہ رہی اور شاید اس کی رغبت پوری چیز پر نہ اور پوری پر وان ترک احد ہما بعد ما قضی لهما لم یاخذ الاخر کلہ لافساختہ بالقضاء فلو قبل فکذا اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد تو دوسرا مدعی اس کو پورا نہیں لے سکتا بسبب فتح ہو جانے سے جمع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے ہو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اس کو جائز ہے و ہواے ما ادعیا بشراؤہ للسا بق تاریخا ان ارجا فیرا البائع ما قبضہ من الاخر الیہ سراج اور وہ یعنی جس کی خرید کا دونوں نے دعوی کیا اس مدعی کی ہے جس کی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھر دے جو ثمن اس نے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اس وقت اعتبار ہے جب بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو بائع کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مؤرخ کے واسطے کذا فی الطحاوی و ہولذی یدان لم یورخا و ارجا احد ہما و استوی تاریخا اور یہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے و ہولذی وقت ان وقت احد ہما فقط و الحال انہ لاید لہما و ان لم یوقتا فقدم ان کل نصف بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے توفیق کی اور حالانکہ دونوں کا اس پر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت نہ کیا تو اس کا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاوے گا نصف نصف ثمن دے کر و الشراء احق من ہبۃ و صدقۃ و رہن و لو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوی سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہوم و جب ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جابین سے بخلاف ہبہ اور صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اس واسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خریدنا اس واسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن و ہذا ان لم یورخا فلو ارجا اتحاد المملک فالسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اس وقت ہے جب کہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب سے و لو ارجا احد ہما فقط فالمرئختہ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے و لو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنی اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں و ہذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے و اختلف الیصح فیما یقسم کالدار والا صح ان کل مدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبۃ الدرر اور تصح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی کی خرید ہے اس واسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبتۃ من الدرر یہ رد ہے عمادی پر کہ اس نے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکساں قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفید ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحاوی و الشراء و المہر سواء فینصف و ترجیح ہی بنصف القيمة و ہو بنصف الثمن او یصح لما مر اور خرید اور مرہن ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہو گا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھر لے یا بیع کو فتح کرے یہ لیل گذشتہ ہم یعنی جب کہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ دونوں قوت میں یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک مدعی خرید اور مرہن معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو فتح بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صفحہ کے کما مر ہذا اذالم یورخا و ارجا و استوی تاریخا فان سبق تاریخ احد ہما کان احق یہ یعنی استوائے خرید اور مرہن اس وقت ہے جب کہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی



احق ہے قیدہ اشراء لان النكاح احق من ميرته اور ميرتہ بعد از عقد صحاح والمواد من النكاح المهر كما حرمه في البهر مغلطاً لهما مع مصنف نے خرید کی قید کا فی  
اس واسطے کہ نكاح احق ہے میرہ اور دین احمدی سے کفائی العادیۃ اور نكاح سے مراد اس مقام میں میر ہے چنانچہ بکوالا فقی میں اس کی تحریر کی ہے صاحب  
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کر کے م صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نكاح اور میرہ بعد از دین اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب  
جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یوں سمجھا کہ وہ شخصوں نے ایک نوٹڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں بطریق میرہ کے اصد و سرائے ہے  
کہ میں نے اس سے نكاح کیا اور حالانکہ میرہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہاں تقدیم نكاح کی میرہ صدقہ پر بیان کی ہے وہاں نكاح سے مراد میر ہے یعنی نہ عقد چنانچہ  
لواحق کلام محیط اور عمادی اس پر دلائل کرتا ہے کہ ان فی الطحاوی نعم لیسوی النكاح والشراء لوتنا تعانی الامۃ من قبل واحد ولا مزج فتکون ملکاً مکتوزہ  
لآخر قد برہان برابری نكاح اور خرید اگر وہ شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی نوٹڈی میں اور کوئی مزج مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو نوٹڈی مدعی شرک الملک  
ہوگی اور دوسرے شخص کی ملک ہو سو غور کرے اس کو وجہ استواء ہے کہ خرید اور نكاح میں منافات نہیں یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کہ انالی البهر  
ورہن مع قبض احق من میرتہ بلا عین سند استئمانا اور رہن مع القبض احق ہے میرہ بلا عین مع القبض سے بطریق استئمان م وجہ استئمان یہ ہے  
یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم میرہ مضمون نہیں حالانکہ عقد ضمان ملول ہے اور قیاس یہ ہے کہ میرہ اولی ہے رہن سے اس واسطے کہ میرہ  
ثبت ملک ہے بخلاف رہن ولویہ فی احق لا ینایع استئمان والبیع ولولویہ اتوی من ان منی ادا اگر میرہ بعین ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اس واسطے کہ  
بعین انکار کا کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے لولویہ العین معھا استویا مال لولویہ واحد ہا سبق اور اگر شے تنازع فیہ  
دونوں مدعیوں کے قبض میں ہو تو رہن اہم ہے دونوں برابر ہیں تا وقتیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو ادا ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی در صورت ذکر تاریخ  
صاحبہ تاریخ اسبق اول اور اقدم ہے وان رہن خارج علی ملک مؤرخ او شراد مؤرخ من واحد غیر ذی بد اور رہن خارج علی ملک  
مؤرخ و ذی بد علی ملک مؤرخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مؤرخ پر یا خرید مؤرخ پر ایک ہی بائع سے  
جو ذی البید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مؤرخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہے ہم بائع میں غیر ذی البید کی قید شائع  
نے اس واسطے لگائی کہ ذی البید سے خرید کرنا خارج عین کا پسے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تعلیم میں وان برہن علی شرا متفق تاریخینما او مختلف  
یعنی دکل پیدی الشراء من رجل آخر او وقت احد ہما فقط استویا ہی تصد البائع والی اتحد فذو الوقت احق ثم لا بد من ذکر المدعی و شہودہ  
یا فید ملک بالعد ان یکن البیع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فتولان بزازیہ اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جس کی دونوں تاریخیں متفق ہیں  
یا مختلف ہیں کذا فی العینی اور میرہ مدعی دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع  
متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اس کے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اس کے  
بائع کی در صورتیکہ بیع بائع کے ہاتھ نہ ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی در صورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہیں قبض سابق  
کی گواہی بلا ذکر اس کی ملک کے تو اس میں دو قول ہیں کذا فی البزازیہم بزازیہ میں ہے کہ گواہوں نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر نہ  
کیا اور نہ تسلیم کیا نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہیں مادہ اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اس کی ملک کی تو  
اس میں فقہاء مختلف ہیں کذا فی الطحاوی قاض برہن خارج علی الملک و ذی البید علی الشراء منہ اور برہن علی سبب ملک لا یقر بالفتا  
ومانی معناه کشف و یعاد و غزل فکلی و سلب لبین و ترصوف و نحو ہا و لو عندنا بالعد و ذی البید احق من الخارج اجماعاً سو گواہ کو مال یا غلج  
ملک پر یا ذی البید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اذی البید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے مذکور



چنانچہ نتاج یعنی پیدائش پتہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرمہ ہو چنانچہ منج غیر معاد یعنی ثیاب قطینہ کی بنا وٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روٹی کا کاٹنا اور دودھ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکرمہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اس کے بائع کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الیدہ الحق ہے خارج سے بالاتفاق ہم نتاج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہو اہو یا اس کے بائع کی ملک میں یا اس کے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ میری اونٹنی بائع کے پاس جینی اور ذی الیدہ بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الیدہ کے واسطے حکم ہو گا اس واسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کہ ذی الطحاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فغلا کغصب ودلیعۃ او اجارۃ ونحوہ فی روایت در راوکان سبباً تکرر کینار و غرس و نسج خز و زرع برد نخوہ او شکل علی اہل الخیرۃ فهو للخارج لانه الاصل وانما عدلنا عنہ بحديث النتاج دعوی نتاج میں ذی الیدہ الحق ہے مگر جب کہ خارج ذی الیدہ پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الیدہ کا یا ودلیعۃ یا اجارہ کا اور مانند اس کے ذخیرہ کی روایت میں کذا فی الدر یا ایسے سبب کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بنا وٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بوتنا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو و انشمنوں اور واقف کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہے نہ ذی الیدہ کے اس واسطے کہ مدعی خارج مبرہن اصل ہے اور ہم نے جو یہاں عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایت اس واسطے کہا کہ عمارت میں بعد نقل کلام ذخیرہ اس کے مخالف بیسوط سے نقل کیا کہ ذی الیدہ تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الیدہ نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرر اور گیہوں کا بوتنا بھی مکرر ہو سکتا ہے اس واسطے کہ انسان کا ہے اس کو ایک زمین میں بوتلے پھر اس کو پھلنی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتلے تو اگر خارج اور ذی الیدہ نے دعوی کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج بابرن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض میں اور گواہ لایا کہ یہ اس کی ہے اس کے پاس جینی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جینی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الیدہ کو دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہو چنانچہ محیط میں ہے کہ ذی الطحاوی وان برہن کل من الخارجین او ذی الایدی او الخارج و ذی الیدہ یعنی علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا و ترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الیدہ یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الیدہ کذا فی الیٰ یعنی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں بران ساقط الاعتبار ہوں گے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اس کے قبضے میں پھوڑا جاوے گا جس کے پاس وہ ہے ہم وقت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کریں گے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہو گا کذا فی خزائنہ الاکل وقال محمد بن قیس للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لا اور کہا محمد نے کہ در صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہو گا ہم جواب میں کہتے ہیں شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اس کی طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اس میں بالاجماع تساقط ہے بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضاتہما ترنا اتفاقاً در راو اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کریں گے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہوں گے ولایمنج زیادۃ عدد الشہود فان التزج عند البقوة الدلیل لا بکثرة اور تہ جمیع نہیں دی جاتی عدد شہود کی زیادتی سے اس واسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اس کی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواتر ہے اور دوسری از قسم احادیث ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل کو تو مفصل کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احادیث پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احادیث سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے ہیں لہذا ایک آیت



کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کہ لانی الطحاوی نے فرغ علی ہذا لاسل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شادی و آخر اربعة فہما سوا علی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سوا ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیا اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں اس میں یعنی اقامت شہادت ماخوذہ میں اس واسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں و کذا لا ترجیح بزيادة العدالة لان الاعتبار اصل العدالة ولا حد للادلة لیتہ اور اس طرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اس واسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ عادل ہوں تو ترجیح واقع نہ ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص ان سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہ ہو سکے گا ایک حال پر کہ لانی الطحاوی دار فی بد آخر ادعی رجل نصفہما و آخر کلہما و برہنا فلول ربحا والباقی لا آخر بطریق المنازعة و ہوا ان النصف سالم لدعی اکل بلا منازعة ثم استوت منازعتہما فی النصف الآخر فینصف ایک گھر میں ایک شخص کے قبض میں سوا ایک مرنے اس کے نصف کا دعویٰ کیا اور دوسرے مرنے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعتہ اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اس واسطے کہ مدعی اول نصف کا دعویٰ کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اس کے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصف نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے رہا اثلث لہ اباقی ثلثی بطریق العول لانی فی المسئلة کلا و نصفنا فالسئلة من اثنين وتقول الی ثلثہ اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیاں مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اس واسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف مجتمع ہوئے تو مسئلہ دوسرے ہوگا یعنی اس واسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور دو عول کرتے ہیں تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قیمت ثلاث ہم عول یہ کہ مخرج میں سہام کی گنہائش نہ ہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جائے چنانچہ اس کا مخرج بیان کتاب الفرائض میں آوے گا مسلم ای انواع المسئلة اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعہ ہی ثمانیۃ میراث دیون و وصیۃ و محاباة و دراہم و مسئلة و سعاۃ و جناۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہیں ایک قسم وہ ہے جس میں بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اس کی آٹھ صورتیں ہیں قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم و مسئلة اور سعاۃ و جناۃ رقیق میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہوں کہ متروکہ میں ان کے پورے بھرنے کی گنہائش نہ ہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک صورت مرنے والا ایک زوج اور ایک بی بی اور ایک ماوری ہیں چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ ہے ہے اور بطریق عول کے ساتھ سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہیں ہو سکتے تو اب دیون میں بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کمیت پر سودم ہیں اور دوسرے کم ہاں دم اور کل متروکہ سودم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت کے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کا اور تیسرے کے واسطے سدس مال اور چاروں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تاہم کہ مخرج وصیت ثلث متروکہ محض اتو نیمون شخصوں پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنی محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تمیں ہزار قیمت ہے وہ اس مر کے ہاتھ ہزار دم کو رہا جائے جس غلام کی قیمت دہ ہزار دم ہے وہ دس سو کے ہاتھ ایک ہزار دم کو رہا جائے سودوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم و مسئلة کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت ہے اس پر تین سہم زوجہ کو تین سہم سگی بھی کے اور ایک سہم انیان ہی کا ۱۰ سہ قیمت میں رعایت کرنی ۱۲ سہ بشرطیکہ میت کا مال اور کچھ نہ ہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکھیں ۱۳۔



کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فی مابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جائے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جائے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام بقدر اس کے حصے کے سعایت ساقط ہو جائے گی اور جنایت رقیق شارح نے اس میں دونوں صورتیں داخل کر دیں ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونوں جنایتوں میں غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو وہ ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اس کی اولیائے جنایت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة اجماعا وہی مسئلۃ الفصولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ دو فضولیوں کا مسئلہ ہے م مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولیٰ نے دونوں بیچوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة عنده والحوال عند ہما وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی برجل بکل مالہ او بعد بعینہ والاخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اس کے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو تین میں مذکور ہو چکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی م کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اس کو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملیں گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحاوی و بطریق العول عنده والمنازعة عند ہما وہو خمس کا بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اس کے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اس کو زیلعی اور عینی نے شرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مولیٰ نے اس کو سودرم دیئے یعنی کوئی چیز اس کے ہاتھ سودرم کو بطریق لینہ بیچی اور ایک غنہی شخص نے اس کو درم بطریق دین کے دیئے پھر عبد ماذون بیچا گیا سودرم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اس واسطے کہ ادانت مولیٰ اس کے شریک کے نصف میں صحیح ہے نہ خود اس کے نصف میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سودرم دین دیئے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اربع ہوگی یعنی سودرم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از ماہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عداقتل کیا اور مقتول عدا کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فدا عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اسی غلام کے دے ڈالنے خواہ اس کا عوض حوالہ کرنے میں اختیار ہے ۱۲







خارجین فان فی بداحد ہما قضا بہا لا صح قلت و ہذا اولی مما وقع فی الکفر والدرر والملتی قہر اور اگر تاریخ دونوں مدعیوں کے موافق نہ ہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہوتی ہو تو وہ جانور دونوں مدعیوں کا ہے اگر ان کے قبضے میں ہو یا دونوں خارج ہوں سو اگر ایک مدعی کے قبضے میں ہو تو فقط ذی البید کے واسطے حکم ہو گا یہی قول اصح ہے میں کہتا ہوں اور یہ یعنی مصنف کی تعبیر و ان لم یوافقا بہتر ہے اس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتی میں واقع ہے کتب ثلثہ کی یوں تعبیر ہے وان اشکل سو اس کو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونوں کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اس میں فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی العصب من زید والاخر علی الولیۃ منہ استویا لانہما بالجمد تصیر عصباً گواہ لایا ایک خارج اس عصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ولایت پر جو زید کے پاس اس نے ولایت رکھی تو دونوں برابر ہیں یعنی اس چیز کا دونوں مدعیوں میں نصفانصاف کا حکم ہو گا اس واسطے کہ ولایت انکار کرنے سے عصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلے میں مدعا علیہ عصب اور ولایت کا زید ہے ولایت انکار مدعا علیہ سے عصب اس واسطے ہو جاتی ہے کہ اس پر ضمان واجب ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہیں ہوتا اگر منکر ولایت ہونے کا اقرار کرے اور یہاں مدعا علیہ منکر ولایت ہے تو گویا دونوں مدعیوں نے زید پر عصب کا دعویٰ کیا لہذا دونوں متساوی ہوئے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ و الحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ والعقل وعبارۃ الاشباہ والذیۃ لوگ آزاد ہیں بدوں بیان آزادی کے مگر چار چیزوں میں آزادی بلا اثبات معتبر نہیں شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل میں اسی طرح ہے مصنف کے نسخے میں اور دوسرے نسخہ متن میں سچا قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والذیۃ میں ہے ہم وجہ حریت مسلمین یہ ہے کہ دار الاسلام دارا حریتہ ہے اس واسطے کہ لوگ آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور وہ دونوں حضرات آزاد تھے جب شہادت میں حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حویت پر کفایت نہ کرے بلکہ اگر خصم شاہدوں پر حریت کی طعن کرے تو قاضی اس کو رد یافت کرے لوگوں سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اس پر مد قذف ماری نہ جاوے گی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہ ہو گا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہ ہو گا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہ ہو اور نسخہ ثلثہ یعنی قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہے اس واسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً بتصرف و حیثینہ فلو ادعی علی مجہول الحال احرام لا انہ عبیدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول لہ تمسک بالاصل اور اس وقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جس کی حریت یا عدم حریت معلوم نہیں یہ دعویٰ ہو کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ میں حر امی ہوں تو اسی کا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب تمسک ہونے دس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللہ لیس للثوب الحق من اخذ انکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے ہم یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے جن میں واضح یہ کہ تصدیق بدوں گواہوں کے ثابت ہے بدائع میں کہا کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہو گا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اس کے قبضے میں ہے تو اس پر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اس نے قسم کھائی تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ بارے گا اور دوسرا شخص جیتے گا انتہی لایس ثوب اس واسطے احق ثوب ہو کہ اس کا تصرف ظاہر تر ہے اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لایس ہی ذی الید ٹھہرا اور اخذ خارج اور ذی البید اولی ہے خارج سے اور اگر آستین گواہ قائم کرے گا تو اب وہی احق ثبوت ہو گا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل میں کذا فی الطحاوی والراکب الحق من اخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر



ایک شخص سوار ہے اور دوسرا گام پکڑے ہے اور دونوں دعوی کرتے ہیں کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہے بسبب اظہریت تصرف ومن فی السرج  
اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ احق ہے اس شخص سے جو اس کے پیچھے بیٹھا ہے یعنی اس واسطے کہ ممکن اس کا اس موضع میں تقدم کی  
دلیل ہے و ذوالجملہا فمن علق کوزہ بہا لانه اکثر تصرفا جس کا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جس نے اپنا کوزہ اس پر ٹکا دیا ہے اس واسطے کہ  
اس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے محل کسیر جاو سکون میم اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹھ یا سر  
پر لاداجاوے کذا فی المحوی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سوا کجالیہ وراکی سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے دونوں تصرف  
میں برابر ہیں مانند ان دو شخصوں کے جو فرش پر بیٹھے ہیں اور ایک زین پر سوار ہے ہم تو فرش جالس اور متعلق میں نصف نصف ہے اس واسطے کہ فرش  
پر بیٹھا فرش کا قبضہ نہیں بلکہ قبضہ اس وقت ہوتا ہے جب فرش اس کے گھر میں ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھایا جاتا کذا فی الدرکن معہ ثوب و طفرہ مع  
الاخر لا بدیتہ اے طرفہ الغیر منسوجہ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہیں مانند ان شخصوں کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس  
کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جس کے ہاتھ میں کپڑے کا بدیع یعنی چمیر ہے ہم بدیع یعنی کپڑے کا طرفہ ہے بنا اس واسطے کہ طرفہ غیر منسوج  
کپڑا نہیں ہے بخلاف جالسی وارتناز عافیہا میث لا یقینہ لہما لا احتمال انہما فی بدیع ہما دہنا علم انہ لیس فی بدیع ہما عینی بخلاف ان دو شخصوں  
کے جو ایک گھر میں جالس ہیں اور گھر میں جھگڑا کرتے ہیں کہ یہاں دونوں کے واسطے گھر کا حکم نصف نصف ہو گا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہیں  
اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصوں کے سوا کسی اور کے قبضے میں ہو اور وہاں یعنی مسئلہ جلوس فرش میں معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونوں شخص  
کے سوا اور کسی کے قبضے میں نہیں ہے کذا فی العینی الجالی لظلمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تریح بان تداخل الصاف لبنات فی لبنات  
الافرو لون خشب بان تكون الخشبہ مرکبہ فی الاخری دلالت علی انہما بنیا منہا ولذا سمی بذلک لانہ جینڈ یعنی مربعا دیوار اس شخص کی ہے جس کی کڑیاں  
دیوار پر رکھی ہوں یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تریح اس طرح کہ ایک دیوار کی آدمی آدمی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں  
میں داخل ہوں اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تریح اس طرح ہو گا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں مرکب اور چکی ہوں بسبب دلالت  
کرنے اتصال تریح کے اس پر کہ دونوں دیواریں سامتی بنی ہیں اور اسی واسطے اس کا نام تریح رکھا گیا کیونکہ اس وقت میں دیوار مریج بنائی جاتی  
ہے ہم اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ  
معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تریح وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں آدمی آدمی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل  
ہوں اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب ہوں کذا فی الدرر مطاوی نے کہا اتصال تریح کی حقیقت میں اختلاف ہے  
اصول ظاہر غری کا یہ قول ہے کہ اتصال تریح یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیواروں سے دونوں طرف سے اور دونوں دیواریں  
متصل ہوں اس کی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مریج ہو جائے قبضہ کے مانند تو اس وقت میں کل شے واحد کے حکم میں ہوں گی انتہی  
للمن لہ اتصال ملازقتہ اولقب و ادخال او ہرادی کعقب و طبق یوضع علی الجذوع اس کی دیوار نہیں جس کی دیوار میں اتصال ملازقت ہے  
یعنی لگاؤ ہے بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار میں نقب اور ادخال ہے یعنی سوراخ کر کے لکڑی اس میں داخل کرنا اس کی دیوار نہیں جس کے ہنگے  
ہیں مانند بانس اور طبق کے جو کڑیوں پر رکھی جاویں ہم ہرادی جمع ہے ہر دیک کی بکسر ما مع الغفار اور درہ میں ہے کہ ہرادی وہ لکڑیاں ہیں جو دھنیوں  
پر رکھی جاویں اور ان پر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند ان کو بنگا یا برگر یا تختہ یا جھانپ بولتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیاں رکھنا دیوار پر دلیل  
ملک ہے نہ ہنگے رکھنا بل کیون بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذوع الواحد احق منہ خانیۃ بلکہ ہنگے



والی دیوار دونوں پر ویسوں میں مشترک ہے اگر دونوں اس میں جھگڑا کریں اور وہ دیوار بیگے والے کی مخصوص نہ ہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ تر حق دار ہے دیوار کا کذا فی الحاقیۃ ولولا حد بما جذوع ولا آخر اتصال فلذی الاتصال ولا آخر حتی الوضع فیلذی الجذوع ملقی وتمام فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیاں ہوں دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تریح تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ دیوار دھنیوں والے کی ہے کذا فی الملتقی اور پورا بیان اس کا عینی وغیرہ میں ہے ہم محیط میں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تریح اتصال ملازمت و مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تریح ہے پھر اگر وہ نہ ہو تو صاحب جذوع ہے کذا فی الطحاوی واما حق المطالبۃ برفع جذوع وضعت تعدیاً فلا یسقط ببراء ولا صلح وعضو وبيع واجارة اشباه من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیاں ظلم سے رکھی گئیں ان کے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا ابرا کہ دینے سے اور نہ صلح اور عضو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر دھنیوں کا مالک اکھاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ابرا اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیاں رکھنے والا یا جس کی دیوار پر دھنیاں ہیں وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دھنیاں رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی و ذوریت من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منها فی حق ساحتھا فنی بینہما نصفین کا طریق اور ایک کو بٹھری اور دالان والا بچھلے اس گھر کے جس میں بہت کوٹھڑیاں اور دالان ہیں اس شخص کے مانند ہے جس کی بہت کوٹھڑیاں اور دالان ہیں اس گھر میں سے اس کے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصف نصف ہے راہ کے مانند صحن یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں پھرنے میں و فی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الشرب اذا تنازع عافیہ فانه یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اس میں جھگڑا کریں تو اس کا اندازہ ہو گا زمین سے بقدر اس کے سیچنے کے م یعنی آبپاشی میں حقوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہیں اس واسطے کہ پانی کی حاجت سیچنے کے واسطے ہے تو بتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برہنہ اسے الخارجان علی ید کل منہما فی ارض قضی بیدہما فتتصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اس پر کہ دونوں کا قبضہ زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبضہ کا حکم ہو گا تو وہ زمین دونوں میں نصف نصف ہوگی و لو برہن علیہ اے علی البید احدہما او کان تصرف فیہما بان لبن او بنی قصۃ بیدہ لوجود تصرف اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اس میں تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اس نے اس میں اینٹیں پائتھیں یا عمارت بنائی تو اسی کے واسطے قبضہ کا حکم ہو گا بسبب پائے جانے اس کے تصرف کے م یعنی ممکن اشیا ئے مذکورہ اس کے قبضہ کی دلیل ہے ادعی المملک فی الحال و شہد الشہود ان ہذا العین کان ملک تقبل لان ثابت فی زنا یم ببقارہ مالم یوجد المزیل و در ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اس واسطے کہ جو چیز ثابت ہو گئی ایک زمانہ میں تو اس کے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نہ جائے جو اس کے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صبی لعیبر علی نفسه اے لعقل ما یقول قال انا حرفا لقول لہ لانه فی ید نفسه کا بالغ ایک لڑکا

لہ یعنی اشباہ میں اس جائزہ کو رہے جہاں یہ بیان ہے کہ ساقط چیز نہیں پھرتی ۱۷



کہ اپنا سال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اس کو بھتا ہے وہ بولا کہ میں آزاد ہوں تو اس کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ صبی غافل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اس کی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو در صورت اس کے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی الدر فان قال اتاعبد لفلان غیر ذی الید قضی بہ لذی الید کن لا یجبر عن نفسه لا قرارہ بعد یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلا نے کا غلام ہوں یعنی اس کا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید کو دلا یا جاوے گا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلا یا جاوے گا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنی جب کہ اس نے کہا کہ میں فلا نے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اس کی مملوکی ذی الید کے اس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اقرار صغیر کے حتیٰ میں معتبر نہیں علی الخصوص کہ اس کا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحاوی فلو کبر و ادعی الحریۃ تسمع مع البر بان لا تقرر ان التناقض فی دعوی الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اس نے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ دعوی حریت میں تناقض صحت دعوی کا مانع ہی نہیں ہم علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو۔

**باب دعوی النسب** | یہ باب ہے نسب کے دعوی میں الدعوی نوعان دعوی استیلا و دعوی ان کون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دفع قسم ہے ایک استیلا کی دعوت وہ یہ ہے کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو مگر اکثر عرب طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں کسر وال کہتے ہیں و دعوی تحریر و ہو بخلاف دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلا کے مخالف ہے یعنی مدعی کی ملک میں نطفہ نہ رہا ہو والا اول اقوی لسبقہ واستنادا لوقت العلوق و اقتصار دعوی التحریر علی الحال سقیم اور اول یعنی دعوت استیلا اقوی تر ہے بسبب اس کے سابق ہونے کے اور اس کے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا طبیعت ولدت لا قتل من ستہ اشہر منذ بیعت فاعادہ البائع ثبت نسبہ منہ استحسانا لعلوقہا فی ملک و بنی النسب علی الخفاء فیغنی فی التناقض بیوی لونڈی جہی چھ مہینے سے کمتر مدت میں جس وقت سے کہ اس کی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بالغ ہونے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اندرون آستان کے بسبب اس کے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اس میں تناقض معاف ہوگا ہم یہاں قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہ ہو اور یہی قول ہے زفر اور لکام شافعی کا اس واسطے کہ بائع کا بیچنا یا اقرار ہے اس کی جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنائے نسب پوشیدگی پر ہے تو اس میں تناقض معاف ہے جب کہ تمیق ہو اولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اس واسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اسی کا ہے تو یہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے استقاط میں و اذا صحت استندت قصارت ام ولد فیفسخ البیع و رد الثمن اور جب کہ دعوی نسب کا صریح ہو تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کی جائے گی اور ثمن اس کا مشتری کو پھیر دیا جائے گا و لکن اذا ادعاہ المشتري قبل ثبت نسبہ منہ لوجود ملک و ایتہا باقرارہ وقیل بحیل علی انہ نکحہا ثم استولد لہ ثم اشتراہا ولیکن جب کہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ مشتری کا دعوی اس پر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر استیلا دیا پھر اس کو خرید کر لیا و لو ادعاہ معہ آتی ادعا البائع او بعدہ لا لان دعوتہ تحریر و البائع دعوی استیلا و فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اس کے دعوی کے دعوی کیا تو اس کا



دعوی مسموع نہیں اس واسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلا دہے تو دعوت استیلا دہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا اثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد لقوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرنے اس کی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے ہم یعنی حریت میں اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے ویراخذہ البائع بعد موت امہ ویسترد المشتري کل الثمن وقال احصہ اور بائع ولد کو لے گا اس کی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیرے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرے واعتنا قہما اے اعتناق مشتری الام والولد کموتہما فی الحکم اور دونوں کا اعتناق یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونوں کی موت کے مانند ہے حکم میں ہم قولہ والولد او معنی او ہے جس میں جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتناق موت کے مانند ہو تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اس کا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد میں اس واسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتناق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہ ہو تو تابع کے حق میں بالضرور صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن المنع والتدبیر کا لا اعتناق لانه ایضاً لا یحتمل الا بطلان ویرد حصۃ اتفاقا ملتی وغیرہ وکذا حصۃ ایضاً علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتناق کے مانند ہے اس واسطے کہ تدبیر بھی اعتناق کے مانند محتمل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی جب کہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدوں ولد کے کذا فی الملتنی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ولقد فی الدرر والمنع عن الہدایۃ علی خلاف مافی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اس کو درر اور منع الغفلة میں ہدایۃ برخلاف اس قول کے جو کافی میں مبسوط سے نقل ہے ہم درر میں ہدایۃ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کو تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ موت میں انتہی اور کافی میں مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیر دے نہ اس کی ماں کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحاوی نے کہا اتقانی نے ہدایۃ میں اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط میں تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاوے گا اور اسی طرح کرنی اور طحاوی نے اپنے مختصر میں اور اسی طرح شمس الائمۃ بیہقی نے شامل اور کفایہ میں اور ابواللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایۃ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اس نے اس کی تفصیح کی ہے چنانچہ غری زادہ نے اس کو بیان کیا ہے انتہی وعبارة المواہب وان ادعاه بعد عتقہا د موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفیابرد حصۃ وقیل لا یرد حصۃہا فی الاعتناق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اس کی ماں کے یا اس کی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اس پر ثمن پھیر دینا لازم آوے گا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتناق میں بالاتفاق پھیرا نہ جاوے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہے وہی قول معتد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی ولو ولدت الائمۃ المذكورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ مشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحاً محلاً لامر علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بائع نے اس کے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کر کے ثبوت نسب میں مشتری کی



تصدیق کی اس واسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک میں بایقین واقع نہیں ہوا اس واسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی اس واسطے وہ لونڈی نہ ہوئی کہ استیلا دیا بائع کی ملک میں نہیں ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک بھڑے گا اور نسب اس کا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال میں لونڈی جننے گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی اللطحاوی ملخصاً بقی لو ولدت فیما بین الاقل والاكثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین میں یعنی سات مہینے سے تینیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اس کا حکم اول کے مانند ہے یعنی ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نہ کی اس طرح پر کہ اس کی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہ ہوگا و لو تنازعاً بالقول للمشتري اتفاقاً و کذا البیہ کہ عند الثاني خلاف الثالث شریکاً لایہ و شرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول در صورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشریک لایہ و شرح الجمع وفیہ لو ولدت عند المشتري ولیدین احد ہما لدون ستہ اشہر والاخر لا کثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بالتصديق المشتري اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جب کہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گزر گئی ہو اس واسطے کہ وہ دونوں تو امین ہیں کہ ایک لطف سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوی بائع کا بلا تصدیق محقق ہو گیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی حاجت نہ ہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھر دیا جائے گا باع من ولد عندہ و ادعاه بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لكون العلوق فی ملکہ و رد بیعہ لان البیع یحتل النقص بائع نے اس ولد کو بیچا جو اس کے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اس کو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اس کی فرزندگی کا دعوی کیا تو اس کا نسب ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک میں اور بیع اس کی پھر جائے گی اس واسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حتی دعوت ممتل نقص نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی و کذا الحکم لو کاتب الولد اور بہنہ او آجرہ او کاتب الام اور بہنہ او آجرہ او زوجہا ثم ادعاه فثبت نسبہ و ترد بذه التفرقات بخلاف الاعتاقی کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کی ماں کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اس کی فرزندگی کا دعوی کیا تو اس کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تفرقات مذکورہ یعنی کاتب اور رہن اور اجارہ او نکاح پھر ڈالے جاویں گے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دے گا تو رد نہ ہوگا اس واسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوا مین المولودین یعنی علقا و ولدا عندہ و اعتمقه المشتري ثم ادعی البائع الولد الاثر ثبت نسبہما و بطل عتق المشتري بامرفوقہ و ہو حرۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ حتی لو اشترا با حبیل لم یبطل عتقہ لانہما دعویۃ تحریر فتقتصر علیہ وغیرہ و جزم بہ المصنف بیچا ایک نوام کو تو امین مولودین سے یعنی وہ تو امین جن کا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اس کو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جس کی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائے گا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے



عق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتیق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اس واسطے ثابت ہو گیا کہ دونوں کا علوق بالحق کی ملک میں رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور بعد اس کے وہ دو توام جنی اور مشتری نے ان میں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اس کو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتیق باطل نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلا اس واسطے کہ علوق اس کی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہوگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں غم قال وحیلہ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انه ابن عبیدہ فلان فلا یصح دعواه ایداً مجتبیٰ پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی البائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کثیر بیعہ کا ولد میرے فلان غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہ ہو گا کبھی کذا فی المجتبے یعنی اس واسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقص نہیں وقد افاده بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ عینی ہو ابن زید الغائب ثم قال ہوا بنی لم یکن ابنہ ایداً وان وصلیۃ محمد زید بنوۃ خلا فالہما لان النسب لا یحتمل النقص بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اس کے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس کا بیٹا کبھی نہ ہو گا اگرچہ زید مذکور اس کی فرزند کی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اس واسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقص کا نہیں یہاں تک کہ اگر زید عمر کی تصدیق کرے بعد اس کی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر صحیح نہیں اس واسطے کہ جب اس کا اقرار باطل ہو گیا مقر کے انکار سے تو گویا اس نے اقرار ہی نہ کیا تھا ولہذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال یس منی لا یصح لیس لانہ بعد الاقرار بہ لا یتغنی بالنفی فلا جاۃ الی الاقرار بہ ثانیاً ولا سہو فی عبارۃ العمدی کما زعمہ ملا خسر و کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقص نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اس کی نفی صحیح نہیں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسر نے جیسے کہ بیان کیا ہے اس کو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسر و صاحب درر نے کہا عمادیہ میں یوں ہے کہ (قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہونی مع ظاہر) یہ سہو ہے کاتب اول کا اس واسطے کہ تعلیل عمادی اس کو مقفنی ہے کہ یہاں تین عباراتیں ہوں پہلی عبارت مفید اثبات فرزند ہی ہو اور دوسری عبارت اس کی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دوسری عبارتیں ہیں شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی ظاہر میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ثبوت نسب میں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے اس کی نفی کر کے نفی نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی مختصراً و ہذا اذا صدق الابن و اما بدوۃ فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت میں ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدوۃ اس کے تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہ ہو گا مگر اس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اس کی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم تفصیل دیاں جاری ہے جہاں صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو و لو انکر الاب الاقرار فہر بن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اس کے اقرار پر تو مقبول ہے و اما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو بلا تصدیق اس کے کیونکر مقبول ہو قروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال نست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ و ہین جہتہ الارث صح اذ لکننا قضی فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں اس کا وارث نہیں ہوں پھر اس نے دعوی کیا کہ میں اس کا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ نسب میں تناقض ممتنع ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ و لو ادعی

نہ کہا یہ ولد محمد سے نہیں پھر کہا کہ وہ محمد سے ہے تو درست ہے



بنوہ العہم لم یصح ما لم یذکر اسم الجداور چچا کی فرزندگی کا دعویٰ کیا یعنی یوں کہا کہ وہ میرا چچا بجائی ہے تو دعویٰ صحیح نہیں جب تک دادا کا نام بیان نہ کرے  
 ولو برہن انہ اقرا فی ابنہ نقبل ثبوت النسب یا قرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارث اودائن اودیون اوموصیٰ کہ اور اگر گواہ لایا اس پر کہ اس نے اقرار  
 کیا ہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اس کے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہیں مگر خصم پر یعنی وارث  
 یا دائن یا دیون یا موصیٰ کہ پر یعنی جس کے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر جلالہ علیہ السلام وہو مقربہ اولافلہ اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی  
 بحضرة ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اس پر اپنے باپ کے کسی حق کا دعویٰ کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقرر ہو یا منکر تو اس کو چاہیے کہ نسب کا  
 اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی اثرا عن ابیہ فلو اقربہ امر بالدفع الیہ ولا یكون قضاء علی الاب حتی لو جاء  
 حیاً یا خذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعویٰ کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا یعنی اس کی فرزندگی کا تو اس  
 کو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہیں اس کے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع  
 بیٹے سے لے ولو انکر قبیل للابن برہن علی موت ایک دانک وارثہ ولا یحین والصیح تحلیۃ علی علم بان ابن فلان وان مات ثم یكلف الابن للبینۃ بذلک  
 تمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندگی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے  
 باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اس کا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اس کی تحلیف ہے علم پر اس  
 طرح کہ وہ فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنی مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ تو فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند  
 مکلف ہوگا اس پر گواہ لانے کے لیے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اس پر اقامت بینہ اپنے دعویٰ پر لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع  
 الفصولین میں ہے ستائیسویں فصل سے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقرر ٹھہرے  
 گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لی جائے گی نہ علم کی انتہی بلخصاً یہ بیان اٹھائیسویں فصل میں ہے نہ ستائیسویں کذا فی الخطاوی  
 ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبیدی وقال الکافر ہو ابنی فهو خیر ابن الکافر لیسید الحرۃ حالاً والا سلام ماکلا اور اگر ایک رکا  
 ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اس کے حاصل  
 کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول انجام کار کو معنی دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنی  
 مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اس کو بالیقین حاصل ہوتا لیکن اس کو آزادی حاصل نہ ہوتی وجزم ابن الکمال ہا نہ یکن مسلمان حکم حکم  
 دار الاسلام وعزاه للتحفہ علی حفظ اود ابن کمال نے یقین کیا ہے اس پر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اس واسطے کہ اس کا حکم دار الاسلام کا حکم ہے  
 اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفہ کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ لصبی معہما ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی  
 من غیرہ فهو ابنہما ان ادعیامعا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عودت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے وہ میرا بیٹا ہے اس  
 عودت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس کے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساقی دعویٰ  
 کیا اور اگر ساقی دعویٰ نہیں کیا تو اس میں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعویٰ کیا تو وہ اس کا بیٹا  
 ٹھہرے گا اور عورت سے تو اگر اس کی زوجہ بعد اس کے دعویٰ کرے تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر عورت نے اول دعویٰ کیا پھر زوج  
 نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عودت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عودت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح  
 ظاہر نہیں تو عودت کا قول معتبر ہے اور اس کا نسب عودت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نہ کر



سکتا ہو اور اگر بیان کر سکتا ہو اور وہاں رقیبت ظاہر نہ ہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جس کی وہ تصدیق کرے گا اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی عن السراج ملخصاً و بذلک غیر معبر والابان کان معبراً فهو لمن صدقہ اور یہ یعنی دونوں کا ولد ہونا اس وقت سے جبکہ طفل اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو یعنی بیان کر سکتا ہو تو وہ لڑکا اس کا ہے جس کو وہ پہچانے لے لان قیام ایہما و فراشہما یفید لہ منہما اس واسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اس کی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے ہم طحاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فہما انہما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی و لو ولدت امہ اشتراکاً فاستحققت غرم الاب قیمتہ الولد یوم الخصومت لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جس کو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جہنی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اس کی خصومت کے دن بھڑے اس واسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بد دعویٰ فرزند کی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دے گا و ہو حرم لانه مغرور والمغرورین یطأ امرأۃ معتدا علی ملک یمین او نکاح قتله منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اس واسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے محبت کرے اس کی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جہنی پھر وہ مستحق غیر نکلی فلذا قال وکذا الحکم لو ملکها بسبب آخر بای سبب ان یعنی کہ تو تزوجہا علی انہا حرة فولدت ثم استحققت غرم قیمتہ ولده سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سو اے خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اس کا لڑکا جہنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومت فلا شیء علی ابیہ لعدم المنع کا مروارثہ لانه حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اس کے باپ پر لازم نہیں ہو اسلئے منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اس کے والد کو ہے اس واسطے کہ ولد حر اکی ہے باپ کے حق میں تو وہ اس کا وارث ہوگا فان قتله ابوہ او غیرہ و قبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کا لو کان جیسا سو اگر ولد کو اس کے باپ نے قتل کیا یا اس کے سو کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اس کا خون بہا بقدر اس کی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اس کی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا در صورت حیات ولد و لو لم یقبض شیئاً لاشیء علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نہ لیا تو اس پر کچھ تاوان نہیں اور اگر اس کا خون بہا اس کی قیمت سے کمتر لیا تو اس پر تاوان اس کی مقدار کے موافق لازم آوے گا کذا فی العینی و رجوع بہا اسے بالقیمتہ فی الصورتین کما یرجع بہما ولو لا لکتہ علی بائعہما اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھر لے دونوں صورتوں میں یعنی ایک ملک اور تزوج میں جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے بھر لے اگر یہ لونڈی مر گئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جہنی پھر اس نے مستحق کو اس کی قیمت اور اس کے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اس کا ثمن اور ولد کی قیمت بھر لے وکذا لو استولد بالمشتری الثانی لکن انما یرجع المشتري الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواہب و غیرہ اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھر لے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب و غیرہ لا یعقر بالذی اخذ منہ المستحق للزوم باستيفاء منافعتها کما مر فی بابی المراجعة والاستحقاق مع مسائل التناقص وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجی فی الاقرار نہ پھر لے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المراجعة والاستحقاق میں تناقص کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار



میں بھی اس کا ذکر آوے گا فروغ مسائل لمحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء و غفوتنا قض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے ہم منجملہ مواضع تحقیقہ اقرار رضائے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اس کا دعویٰ خطا میں صحیح ہے اور بعد اس کے اس کا انکار اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہ ہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعویٰ کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعویٰ مسموع ہے کہ ان کا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجهت خفائے بنیت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایک کپڑا رو مال میں لپٹا کر ایسے پڑ لیا پھر جب اس کو کھولا تو بولایا میرا ہے تو دعویٰ مسموع ہے یا وجود تناقض اور اس پر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی یہ کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشبہ لا تسمع الدعوی علی غریم میت دعویٰ مسموع نہیں میت کے غریم پر غریم معنی دائن اور مدیون ہے علامہ بری کے کلام سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں دائن میت ہے اور جمہور نے اس کو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحاوی الا اذا و ہب جمیع مالہ لاجنبی وسلم لہ فانہا تسمع علیہ لکنہ زائد غریم میت پر دعویٰ مسموع نہیں مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہب کرے اور اس کے قبض میں کر دے تو اس پر دعویٰ مسموع ہو گا ثالث مال پر زیادہ ہونے سے یہ مستثنیٰ منقطع ہے بزائریہ میں ہے کہ جس کے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثالث کی وصیت ہو وہ ختم ہو سکتا ہے کذا فی الطحاوی لا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد فی الوسی اذا علم بالمدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا یا وجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر بیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اس کے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اس بیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعویٰ وصی میں انکار جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر و قول ہیں یعنی جواز انکار اول علم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحاوی لا ینحلف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق بیع ودعوی ابق قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق بیع میں اور دعوی عید ابق میں م تنویر الاذیان میں بزائریہ سے ہے کہ جس نے میت پر دین کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اس کی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اس کی میرے پاس گر وہ ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ میں نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور میں نے کسی کو اس پر حوالہ کیا انتہی اور جب کہ بیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہوں سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اس کو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت ابق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گرجتہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اس نے اس کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اس کا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لی جائے کہ وہ غلام ہنوز اس کی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھائے تو اس کو دیا جائے اور باوجود برہان قسم اس واسطے مدعی پر لازم آئی تاکہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اس کی رعایت حال ہو کذا فی الطحاوی الا فترار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالات ووصایہ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی ابق اقرار مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعویٰ کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعویٰ میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر استحقاق عین میں مشتری سے اور غلام گرجتہ کے دعویٰ میں م یہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اس واسطے کہ اگر مدیون گواہوں کے اس کو دین دے گا تو مدعا علیہ کو ضرر ہو گا اس واسطے کہ وہ بری الذمہ نہ ہو گا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور



وصایت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلاں بن فلاں نے مجھ کو وصی کیا اور وہ مر گیا اور اُس کا اُس پر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اُس کی تصدیق نہ کی تو قاضی اُس کی وصایت کو ثابت نہ کرے اُس کے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لادے اس واسطے کہ اگر اُس کو مال دے گا تو بری الذمہ ہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض درتہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اُس کے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لادے تاکہ اُس کا حق تمام متروکہ سے متعلق ہو جائے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اُس کے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دین کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر ثواب ثمن پھیر لے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العام جائز ہے تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد الحق کے دعوی کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اُس کے پاس ہے وہ میرے پاس بھاگ آیا ہے اور اُس نے اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الخطا وی لا تحلیف علی حق مجهول الا فی ست اذا اتم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف ذی رہ میں مجهول و دعوی مرتبہ و خیانت مودع قسم لینا حق مجهول غیر معین پر نہیں مگر چھ صورتوں میں جب کہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو ہتھم جانے اور رہن مجهول میں اور سررقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی میں ہم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اُس نے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجھ کو یاد نہیں کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اُس کی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جمالت قبول شہادت کی مانع ہے ویسی ہی استخلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں کچھ شبہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونوں سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجهول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجهول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتبہ نے اُس کا انکار کیا تو مرتبہ سے قسم لی جائے بعض علمائے نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علماء نے کہا کہ ان مسائل میں سماع دعوی مع الجہالہ متفق علیہ ہے مگر ودیعت اور غصب اور سررقہ کے دعوی میں بیان قیمت بعض مشائخ نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الخطا وی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البر قال وہی غریبہ یجب حفظہا اشباہ و قلت وہی ما لوقال المفسوب منہ کانت قیمتہ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادرو لکنہا لا تبلغ مائۃ صدق یتیمہ والزم بیانہ فلو لم یملین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المفسوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر غیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کھائے جب کہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی میں مذکور ہے قسم ہے مدعی پر صاحب بچرنے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اُس کا یاد رکھنا واجب ہے کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکور یہ ہے کہ اگر مفسوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت تنو حق اور غاصب نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا لیکن اُس کی قیمت سو تک نہ پہنچی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اُس کی قسم کھانے کے ساتھ اور اُس پر بیان قیمت لازم کیا جائے گا سوا کہ وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے واللہ اُس کی قیمت سو درم نہ تھی پھر مفسوب منہ سے بھی قسم لی جائے کہ اُس کی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مفسوب بعد اس کے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑے یعنی بعوض دراہم مدفوع چاہے اُس کی قیمت لے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اُس کی قیمت سو درم تھی تو غاصب تنو درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے تو مفسوب منہ کا مدعا ثابت نہ ہوگا جب تک مدعی مفسوب منہ قسم نہ کھائے کذا فی الخطا وی



# کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں م اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ (ولیس الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار قبول نہ ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ ان المدعی علیہ امانت اور مقدمہ اقرب لغلبۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر و دعوی مدعی ہے یا مقرر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہے بواسطہ غلبۃ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعویٰ میں اور مقرر کا صدق اپنے اقرار میں اس واسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں اس پر یا اس کے مال پر ضرر ہو تو حجت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم ہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ہونے والا ثبات یقال قرآن فی اثبات وہ یعنی اقرار لغت میں معنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قرآن فی ثبوت کہ شے ثابت اور مستقر ہو و شرعاً اخبار حق علیہ للغير من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لوکان لنفسہ یكون دعوی لا اقراراً اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقرر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشاء ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقرر ہے مقید کیا اس واسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوی ہوگا نہ اقرار اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبہین پھر مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر ہم یعنی جو کہ اقرار اخبار اور انشاء دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعض جزئیات میں انشاء کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغير مدعی اقرب ملک الغير لمیرہ تسلیم الی المقر او مالکہ برہ من الزمان لئلا ذہ علی نفسہ ولوکان انشاء لما صح لعدم وجود ملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقرر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اس کو تسلیم کرنا اس مال کا مقر کہ لازم ہوگا جب کہ مقرر اس مال کا مالک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہ ہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقرر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اس کا مالک ہوا کسی وقت میں تو اس پر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے معنی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعویٰ کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اس کی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہ ہوئی تو شاید اس چیز کا مالک ہو تو اس کو تسلیم الی المدعی کا حکم ہوگا فی الانشاء اقرار تجریدہ عبد ثم شرعاً علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ وارث ثم شرعاً اور شہادت و قفاً موافقۃ لہ بزمہ اور انشاء میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اس کو خرید کیا تو وہ غلام اس پر آزاد ہو جائے گا اور اس کا ثمن بائع سے نہ پھر لے سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اس کو خرید لیا یا اس کا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائے گا۔ اس کے زعم پر مواخذہ کر کے مجموعہ میں اس واسطے نہ ہوگا کہ اقرار فقط مقرر پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق و عتاق مکرراً ولوکان انشاء صح لعدم الخلف اور صحیح نہیں اس کا اقرار بطلاق و عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح ہوتا بحجت عدم تخلف کے مطلقاً اور عتاق کا اقرار ازراہ

ملہ ایک نسخے میں اس کے بعد فقال ہے ۱۲



راہ زبردستی اس واسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اگر وہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اس کے مدلول لفظی و منعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشاء ہوتا تو تخلف صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ انشاء میں مدلول لفظی و منعی کا تخلف مستح ہے و صحیح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخبر و نصف دارہ مشاعاً والمرأۃ بالزواج من غیر شہود ولو کان انشاءً لاصح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اس کے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عودت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہ ہوتا م در صورت انشاء ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اس واسطے صحیح نہ ہوتا کہ اس کا اقرار تبرع ہوتا اس کی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہیں اور حیب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اس کو حکم ہوگا کہ مقررہ کو تسلیم کرے اور اگر انشاء ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم نے شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف و ارشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اس کے اخبار ہونے کے اور اگر انشاء ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل تمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور ایضاً زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح نہ ہوتا ولا تسمع دعواه علیہ بان اقرارہ بشئ معین بناءً علی الاقرار کہ بذلک یعنی لانا اخبار محتمل الکذب حتی لو اقرار کا ذبا لم یحل لان الاقرار لیس سبباً لملک نعم لو سلم برضاہ کان ابتداءً بہرہ و ہوا لا وجہ بزادیہ اور مسموع نہیں دعویٰ مقررہ کا اس طرح کہ اس نے اس کے واسطے شے معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتویٰ ہے اس واسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہاں تک کہ اگر بھوٹا اقرار کرے تو مقررہ کو وہ چیز چلا نہیں یعنی اس کو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اس واسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقرانی خودی مقررہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء ہبہ مٹھیرے کا اور یہی قول اوہ اور مدلل تر ہے کذا فی البرازیۃ الا ان یقول فی دعواه ہو ملکی و اقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا و کذا اقرہ فتسمع اجماعاً لانا لم یحل الاقرار سبباً للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعویٰ میں یوں کہے وہ شے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اس کا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اس پر اتنا ہے اور اسی طرح اس نے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعویٰ مسموع ہوگا بالاتفاق اس واسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں مٹھیرا یا مٹھیرا لانا لانا الاقرار بل یحلف الغتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعویٰ ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لی جائے گی یا نہیں فتویٰ یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ مدعا پر قسم لی جائے و اما دعویٰ الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامة اور اقرار کا دعویٰ تو دفع میں جمہور فقہاء کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اس کا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا عین مدعا مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعویٰ مسموع اور اگر گواہ مقبول ہیں وللو وجہ الثانی دہوا لانشاء لو رد المقر اقرارہ ثم قبل لاصح ولو کان اخباراً لاصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشاء ہونے اگر مقررہ نے مقرر کا اقرار رد کیا بعد اس کے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا م اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کہ دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کہ دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اس میں اگر اقرار کرے گا اور بعد رد کرنے کے مقررہ اس کا دعویٰ کرے گا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عودت سے کہا کہ میں نے تجھے کل نکاح کیا عودت نے کہا کہ نہیں پھر کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اس واسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اس لئے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ مجبوراً انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عودت کی تصدیق بعد کذب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و ما بعد القول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد دینے سے ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لانا اقرار آخر اور اگر مقرر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقررہ نے اس کی تصدیق کی تو اس کو لازم ہوگا اس واسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہے جس کی تصدیق ہوئی اور اقرار مرد و دوا رہتا



ثم لو اقر اقراره الثاني لا يحلف ولا تقبل عليه بينة قال البهائم والاشبه قبولها واعتمد ابن الشخنة واقراءه الشربلاني پھر اگر مقرر نے اپنے اقرار ثانی کا اذکار کیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور مقرر کے گواہ اس پر مقبول نہ ہوں گے قاضی بدیع استاد صاحب قنیه نے کہا اور اشبه بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شخنة شارح رہبالیہ نے اس پر اعتقاد کیا ہے اور شربلانی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے والمملک الثابت به بالاقرار لا یطهر فی حق الزوائد المستملکة فلا یملکها المقر له ولو اقرار المملکة او جزء ملک اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستملک کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقرر ملک نہ ہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو ان کا مالک ہوتا مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھر اس کے باغ کے تیار تھے سو اس نے توڑے اور اپنے تصرف میں لایا تو تو زید پر اس کا ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشہ ہے گویا اس نے فی الحال خالد کو مالک کیا اقرار حر مکلف یقظان طائفاً او عبد او مبی او متوہ ما ذون لهم ان اقراره تجارة کا قرار مجبور بحد وقود والا فبعد عتق ونام یعنی علیہ مجنون و بیعی السکران و الکمرہ بحق معلوم او مجبور صلح حق معلوم یا مجبور کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ما ذون یا صغیر ما ذون یا محتوہ ما ذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ما ذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہے جیسے عبد مجبور غیر ما ذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہے اگر عبد مجبور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اس کا مواخذہ بعد اس کے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور منعی علیہ مجنون کے مانند ہے جس کا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں م عبد اور صغیر اور محتوہ ما ذونین کا اقرار مال میں صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر ان کا اقرار صحیح نہ ہو تو کوئی شخص ان سے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق تجارت سے ہے وہ اذن میں داخل ہے چنانچہ دیون اور عیاری اور مضاربات اور غصب اور جو امر متعلق تجارت نہیں چنانچہ مہر اور خیانت اور ضمانت اس میں ان کا اقرار صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لان جهالة المقر به لا تقصر الا اذا بین سبباً لقصره الجهالة کیسے واجارة اقرار حق مجبور کا اس واسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مقرر نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جس کو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ م اقرار مجبور اس واسطے صحیح ہوگا کہ گاہے مقرر حق مجبور لازم آجاتا ہے اس طرح کہ اس نے کچھ مال تلف کر ڈالا جس کی قیمت اس کو معلوم نہیں مال بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضربہ مثلاً اقرار کیا کہ اس نے فلاں سے کوئی چیز بیع کی یا احبارہ رکھی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صحیح نہیں اور مقرر جبر نہ ہوگا تسلیم کا واما جهالة المقر فنقصر بقوله علی احدنا فک الف دراهم لجهالة المقر علیه الا اذا جمع بین عبده و نفسه فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضربہ چنانچہ مقرر کا یوں کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہیں بسبب نہ معلوم ہونے اس شخص کے جس پر ہزار درم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ مقرر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقرر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یوں اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہیں مجھ پر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اس واسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر و کذا نقصر جهالة المقر ان غششت کو احد من الناس علی کذا اور اسی طرح مقرر کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کا مجھ پر اتنا مال ہے والا لا کلا احد من الناس علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجهالة المدعی بحد وتقده فی الدرر وکن باختصار محل کا بیہ غمزی زادہ اور اگر مقرر کی جہالت فاحش نہ ہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصوں میں سے ایک شخص کا میرے اور پاتا ہے تو صحیح ہے اور مقرر جبر نہ کیا جائے گا بیان کرنے پر بسبب مجبور ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اس کو درمیں نقل کیا ہے لیکن باختصار محل چنانچہ غمزی زادہ نے بیان کیا ہے م مثال مذکور میں اس واسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہیں دو شخصوں سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اس واسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقرر مجبور بھی جاتا ہے صاحب درم کی نقل میں غلط یہ واقع ہوا کہ اس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور غمزی زادہ

ذ فی البدائع



کا حامل بیان یہ ہے کہ مقرر پر جبر اس صورت میں ہے جب کہ مقرر مجبور ہو کہ مقررہ کی جہالت میں اس واسطے کہ جبر ہو تا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہاں مجبور ہے کذا فی الطحاوی ولزمہ بیان ماہل کثرت حق بذی قیمتہ نفس وجوزہ لا بالاقیمۃ لکجہ حنطہ و جلد میتہ و بی حر لاند رجوع فلا یصح اور مقرر کو لازم ہوگا کہ اس مقررہ کا بیان کہ جس کو اس نے مجبور بیان کیا مانند شے اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گھیوں کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اس واسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان نہ کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہ ہوگا مگر جب کہ مقرر نے حق مجبور کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھ پر کچھ چیز ہے یا حق تو اس پر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زبطی میں ہے کہ اگر مقرر نے یوں بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کو عرف میں حق نہیں بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہے و القول للمقرر مع حلفہ لانه المنکر ان ادعی المقر له اکثر منہ ولا ینتہ اور مقرر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقرر اس کے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعویٰ کرے اور اس کے گواہ نہ ہوں ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہ ہوگی مقرر کی ایک درہم سے کمتر میں اس اقرار میں کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اس واسطے کہ درہم سے کمتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے ومن النصاب اے نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فیراف نصاب السرقة و صح فی مال عظیم لہ من الذہب والفضة اور اگر مقرر نے اقرار کیا کہ مجھ پر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان میں اس کی تصدیق نہ ہو کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا اگر مقرر محتاج ہے تو نصاب سرقت سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اور اس قول کی بھی تصدیق ہوئی ہے م نصاب زکوۃ کو مال عظیم اس واسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور موصات فقرا اس پر واجب ہوگی اور عرف میں بھی اس کو غنی کہتے ہیں ومن خمس وعشرین من الال لانا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور یوں بولا کہ مجھ پر مال عظیم ہے اونٹوں سے اس واسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لی جاتی ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ میں جس میں ایک بکری لی جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر میں زکوۃ ہم نصاب نہیں لی جاتی ان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار اخذ جائز پچیس ہی اونٹ نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب فیمتہ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی غیر مال زکوۃ میں م یعنی جس مال میں زکوۃ واجب نہیں اس کو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اس طرح کچھ پر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہاں نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اس نے آٹھ ثیاب یا اتنی کتابیں ذکر کیں جن کی قیمت دو سو درہم چاندی یا سات مثقال سونا نہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی ومن ثلثۃ نصاب فی اموال عظام ولو فسرہ غیر مال زکوۃ اعتبر قیمتا کما مراد تین نصابوں سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اس قول میں کہ علی اموال عظام یعنی مجھ پر بڑے مال ہیں اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی ثیاب وغیرہ ہے کرے گا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م اموال عظام میں تین نصاب اس واسطے معتبر ہوئیں کہ تین اول جمع ہیں و فی درہم ثلثۃ اور درہم میں تین درہم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی یعنی اگر یوں اقرار کیا کہ مجھ پر درہم ہیں تو تین درہم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی بدلیں گزشتہ و فی درہم اور دنا میرا ثیاب کثیرہ عشرۃ لانا نہایت اسم الجمع اور اس اقرار میں کہ مجھ پر درہم کثیرہ یا دنا کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہیں دس درہم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہوں گے اس واسطے کہ دس مثلاً اسم جمع ہے تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے م عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یوں کہتا (لا ینتہ اقل مدلول جمع اکثرہ تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہے احد القولین پر کذا فی الطحاوی و کذا درہم علی المتمد اور اس اقرار میں کہ علی کذا درہم ایک درہم لازم ہوگا بقول متمد ولو خففہ لزمہ مائتہ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا

اس لئے کہ دس جمع کثرت کی مصداق کا ادا نہ مرتبہ ہے ۱۲



اس طرح کہ علی کذا دریم تو سودریم لازم ہوں گے ورنہ دریم اور دریم عظیم و دریم والمعتبر الوزن المتعاد لا بحتہ زلیعی اور اس اقرار میں کہ علی دریم بلفظ تصغیر یا یوں کہا کہ علی دریم عظیم ایک دریم لازم ہوگا اور دریم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر میں رائج اور متعارف ہو مگر محبت سے البتہ غیر متعارف معتبر ہوگا کذا فی الزلیعی م یعنی تصغیر اور عظیم میں پورا دریم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ و کذا کذا دریم یا احد عشر اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا دریم یا دریم لازم ہیں م اس واسطے کہ دو عدد دریم بغیر حرف عطف کے مقرر نہ مذکور کئے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر تسعہ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اس کی بیان پر موقوف ہے کذا فی المنع و کذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواحد وعشرون اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا دریم یا مقرر پر اکیس دریم لازم ہیں اس واسطے کہ اس عدد دریم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے م اگر شارح یوں کہتا کہ اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الخطا دی ولو قلت بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیرہ لعل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقررین بار بار لا بدوں واو کے اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو واحد عشر یعنی گیارہ لازم ہیں اور اس عدد دریم کا مفسر کوئی مانند نہیں تو مفسر لفظ تکرار پر محمول ہوا و معاً مائتہ واحد وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو مائتہ واحد وعشرون لازم ہیں یعنی ایک سو اکیس م اس واسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائتہ واحد وعشرون ہے کذا فی الدرر والربح مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علی کذا کذا کذا کذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اس طرح کہ الف و مائتہ واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہوں گے اس واسطے کہ یہی اس کا نظیر ہے عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرة آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علی کذا کذا کذا کذا کذا تو عدد سابق پر عشرة آلاف زیادہ ہوں گے اس طرح کہ عشرة آلاف والف و مائتہ واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس و لو سدس زید مائتہ الف اور اگر لفظ کذا اچھ بار بولا تو عدد سابق پر مائتہ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائتہ الف و عشرة آلاف والف و مائتہ واحد وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہوں گے و لو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف و مائتہ الف و عشرة آلاف والف و مائتہ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس و کذا باعتبار نظیرہ ابد اور اسی طرح عدد دریم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال علی اولہ قبل ہذا اقرار بدین لان علی للايجاب وقبلی للضمان غالباً اور بولا کہ علی یعنی اس کا مجھ پر یا یوں بولا کہ نہ قبل یعنی اس کا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہے اس واسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہے اور لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالباً مستقل ہے م قول اول اس واسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب میں مستقل ہوتا ہے اور محل ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہے علی لمور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونوں میں مستقل ہوتا ہے لیکن ایجاب میں اس کا استعمال غالب ہے اور مطابق غالب الاستعمال کی طرف منحرف ہوتا ہے کذا فی الاتقان وصدق ان وصل بہ ہر ودلیعہ لازم بحد مجازاً اور اس کی تصدیق ہوگی اگر اس نے اس کلام سے ہر ودلیعہ کو ملایا اس واسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازاً ودلیعہ کا بھی احتمال رکھتا ہے م اس واسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب ودلیعہ میں بھی مستحق ہے اس واسطے کہ ودلیعہ کا لفظ واجب ہے اور قبلی کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہے وان فصل لا یصدق لتقرہ بال سکوت اور اگر ہر ودلیعہ کو علی یا قبلی سے جدا کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معنی او فی بیعتی او فی کسی او فی صندوقی اقرباً امانتہ عملاً بالعرف اور لفظ عندی یا معنی یا فی بیعتی یا فی صندوقی اس کا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت ہے عرف پر عمل کرنے سے یعنی اس کی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ یا میری کوٹھڑی میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں ہے جمع مالی او مال ملک کہ اولہ من مالی او من مالہ کذا نہ ہوتے

۱۲ سے مجھ پر چھوٹا سا ذمہ ہے ۱۳ سے کیونکہ اکیس اس کی ادنیٰ سی نظیر ہے ۱۴



لا اقرار اگر ہو کہ میرا سب مال اس کا ہے یا جس کا میں مالک ہوں اس کا ہے اور میرے مال سے یا میرے درہم سے اس کے اتنے ہیں تو یہ قول بہرہ ہے نہ اقرار و لو غیر یعنی مالی اور یعنی درہمی کا اقرار بالشکرۃ ادا اگر یوں تعبیر کی کہ میرے مال میں یا میرے درہم میں اس کا اتنا ہے تو یہ شرکت کا اقرار ہے فلا بد لصحة التبعة من التسليم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے بہرہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمع مال میں بخلاف اقرار کے کہ اس کی صحت کے لئے تسلیم ضرور نہیں مگر جب کہ جمع مالی نہ یا مالک نہ بہرہ بٹھرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اس نے اپنا سب مال اس کو دے دیا تو بہرہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل التبعی اضاف المقرب الی ملک کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہاں یہ ہے کہ جب مقرر نے مقرب کو اپنی ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ بہرہ ہوگا اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اس کے منافی ہے کہ اس کو حمل کیجئے اقرار پر کہ وہ انبار ہے نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور بہرہ ہو گیا تو اس میں وہ شرط ہوگی جو بہرہ میں شرط ہے اگر اس کو اپنی ذات کی طرف مضاف نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہ مال فلان نے شخص کا ہے تو یہ اقرار ہے نہ بہرہ و لا یرد مافی التبعی لانہا اضافۃ نسبت لملک اور قاعدہ مذکور پر اعتراض وارد نہ ہوگا مافی التبعی کا اس واسطے کہ یہ نسبت اضافت ہے نہ ملک مائل اعتراض یہ ہے کہ مافی التبعی میں اضافت بیت کی مقرر کی طرف موجود ہے اور باوجود اس کے یہ اقرار ہے نہ بہرہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ ملک مقرر کی اضافت ملک نہیں بلکہ نسبت کی طرح اضافت ہے چنانچہ لکھنؤ کا مثلاً نہ بننے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہے تو یہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی و لا الارض التی حدودہا کذا لطف فلان فانہ ہبۃ وان لم یقبضہ لان فی یدہ الا ان یكون مما یحتل التمسۃ فی شرط قبضہ معزز انتہی للاضافۃ تقدیر بدلیل قول المصنف اقرار لا خرمین ولم یقبضہ کمن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فیل یكون اقرار او تملیک فیغنی الثانی فی راعی فیہ شرائط التملیک فراجبہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکور پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلا نے طفل کی ہے اس واسطے کہ یہ قول بہرہ ہے اگر طفل نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موجود اس قسم سے کہ جس میں قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اس میں سے بعض بہرہ کرے نہ سب تو اس کا جدا گانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اس واسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اضافت زمین کی مشکم کی طرف تقدیری ہے مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شے معین کا اقرار کیا اس شے کو اپنی طرف مضاف نہ کیا لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ شے مقرر کی ملک ہے تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسبت فغنیہ ہے کہ قول تملیک ہوگا تو اس میں شرائط تملیک کی مرعی ہوں گی سو اس کی طرف مراجعت کر م قاعدہ مذکور سے یہ مفہوم ہوتا کہ جب مقرب کو مقرب اپنی طرف اضافت نہ کرے تو وہ اقرار ہوگا نہ بہرہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم ارض اضافت اقرار ہو اور حالانکہ وہ بہرہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں اضافت صریح نہیں ہے لیکن اس میں اضافت تقدیری ہے گویا اس نے یوں کہا کہ میری وہ زمین جس کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلا نے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ ملک اس زمین کی لوگوں کو معلوم ہے المحاصل اضافت الی غرض جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرآن سے معلوم ہو چنانچہ لوگوں میں مشہور ہوتا کہ وہ مشکم کی ملک بنے کذا فی الطحاوی ملخصاً قال لی علیک الف فقال اترزہ او انتقدہ او اجلنہ بر او قضیتک ایاہ او ابر اتنی منزہ او تصدقت بہ علی او و ہبۃ لی او اخلتک بہ علی زید و نحو ذلک فہو اقرار بہرہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک غرضی زادہ فان جواباً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار ہیں سو مخاطب نے کہا کہ ان کو وزن کر لے یا ان کو پرکھ لے یا ان کی محبہ کو بہت دے یا میں تجھ کو وہ دے چکا ہوں یا تو نے مجھ کو وہ معاف کر دئے ہیں یا تو نے مجھ کو وہ خیرات میں دئے ہیں یا ان کو تو نے مجھ کو بہرہ کر دیا ہے یا میں نے تجھ کو وہ زید سے دلائے ہیں اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقرر کے واسطے ہزار کا بسبب مجھ نے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالوں میں کذا ذکرہ غرضی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنی اثبات اس کا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ و ہذا اذا لم یکن علی سبیل الاستبزاء فان کان وشہداً مشہور بذلک لم یزمرہ شے اور یہ یعنی اقرار اس



وقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہ ہو مگر خوش طبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دیں تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی  
 اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعویٰ کسے بلا شہود تو اس کی تصدیق نہ ہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا  
 نحاسب وما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبک او بعدک لا یكون اقرار العدم الفرافہ اسے المذكور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ  
 بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرے یا پرکھ لے الخ اور اسی طرح حساب تو کر یا میں نے کسی سے قرض نہ لیا سوائے تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے  
 یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہ ہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا نہ جواب کلام اول والا صل ان کل ما یصلح جوابا  
 لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا یصلح لہما یجعل ابتداء لکلام لزم المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ ہیں یہ ہے کہ جو کلام  
 کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتداء کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتداء کلام ہونے کی نہ  
 کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا و وزن کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کرے تو وہ ابتداء یعنی کلام جداگانہ ٹھہرایا  
 جاتا ہے تاکہ مشکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار و ہذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنی  
 تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اس وقت ہے جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب میں پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر  
 جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہاں تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہ ہو ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم  
 اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا وافتح لی باب داری ہذا او حصص لی داری ہذا اور سرج فرسی ہذا او  
 اعطنی سرچہ او لحامہ فقال نعم کان اقرارا لمنہ بالعبد والدار والدابة کافی تو اگر کہا کہ مجھ کو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لئے اس گھر کا  
 دروازہ کھول دے یا میرے لئے اس گھر کی چوڑی کاری کر دے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجھ کو اس گھوڑے کا زین یا  
 اس کی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہاں تو یہ اس کی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لے کے واسطے کذا فی الکافی یعنی غلام کا  
 اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال لیس لی علیک الف فقال لی فتواقرار لہ بہاوان قال نعم لا  
 ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بے یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہوگا اس کے واسطے ہزار کا اور اگر جواب  
 میں بجائے بے نعم یعنی ہاں بولا تو اقرار نہ ہوگا۔ وقیل نعم لان الاقرار کل علی العرف لا علی وقائق العربیۃ کذا فی الجوبۃ اور بعضوں نے کہا نعم یعنی ہاں  
 کہنے سے بھی اقرار ہوگا اس واسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف میں بے اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عربی کی باریکیوں پر کذا فی الجوبۃ  
 والفرق ان بے جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جواب بالنفی اور فرق بے اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بے استفهام منفی کا جواب بے نفی کے  
 ثابت کرنے سے اور نعم استفهام منفی کا جواب ہے اس کے نفی کر دینے سے والا یما بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق  
 وطلاق وبيع ونکاح واجارۃ وہبۃ اور دوسرے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہیں مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور  
 اجارہ اور ہبہ کام ناطق کی قید خارج لے اس واسطے لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں سے قائم مقام اس  
 کے بولنے کے بقول معتد ہے سوائے عدو کے اگرچہ وہ کہنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف اقام والنسب والسلام وکفر وامن کا  
 واثارۃ محرم لصید والشیخ براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہذا واثار ثبوت اشارۃ الاشباہ ویزاد الیمین کلفہ لا یتخدم فلانا اور لا یتکبر سرہ  
 لے ہاں مجھ پر ہیں ۱۱ میرے تجھ پر ہزار ہیں ۱۲ مثہ شامل مذکور میں سوال مفتی تھا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں تو جواب میں بے سے ان کا ثبوت  
 ہوگا اور نعم سے وہی نفی سوال کی برقرار رہے گی یعنی مجھ پر نہیں ۱۳



اشارہ ناطق کا ترجمہ درج ذیل میں ہے۔

اولاً بیل علیہ و اشارت عن عمدیہ فمقرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارۃ ناطق کے فتوے دینے میں اللہ نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں شکار کی طرف اور اسناد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہے اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اس کا یوں قسم کھانا کہ فلا شخص سے خدمت لے گا یا اس کو بھید ظاہر نہ کرے گا یا اس پر دلالت نہ کرے گا اور پھر اس پر اشارہ کیا تو حاث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارۃ ناطق کا باطل ہونا مگر نو سو روایں میں باطل نہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین موجب و ادعی المقررہ حلولہ لزمہ الدین حالاً و عند الشافی موجباً بینه کا قرارہ بعید فی یدہ نہ رحل وانہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل و اجارۃ لانہ دعویٰ بلا حجتہ اور اگر اقرار کیا دین موجب کا اور مقررہ نے دعویٰ کیا بلا مدت دین کا تو اس پر دین بلا مدت لازم آوے گا اور اراک شافی کے نزدیک دین موجب لازم ہوگا مقرر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اس کا اقرار اس غلام کا جو اس کے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اس نے اس کو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقرر کی تصدیق نہ ہوگی تاجیل دین اور اجارۃ غلام میں اس واسطے کہ وہ دعویٰ ہے بدوں حجت کے م اس واسطے کہ مقررہ دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعویٰ کیا مقررہ پر تو اس کا اقرار حجت ہے اور اس کا دعویٰ بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحموی و حینئذ لیتخلف المقررہ فیما اور اس وقت میں قسم لی جائے گی مقررہ سے دونوں میں یعنی تاجیل اور اجارے میں یعنی در صورت عدم گواہ مقررہ بخلاف مالواقر بالدرہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاصل عارض لبشورۃ بالشرط والقول للمقرر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اس کے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمیں کا سو مقررہ نے اس کی تکذیب کی درمیں کی صفت میں یعنی اس کے سیاہ ہونے میں اس واسطے کہ مقررہ کو وہی فقط لازم ہوں گے جس کا اس نے اقرار کیا اس واسطے کہ سیاہ قسم ہے درمیں کی اور مدت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقرر کا قول قسم میں مقبول ہے اور منکر کا عارض میں مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ بنفس عقد ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض میں منکر کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی کا اقرار الکفیل بدین موجب فان القول لہ فی الاصل لبشورۃ فی کفالة الموجب بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجب کا اس واسطے کہ مدت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمان موجب میں بدوں شرط کرنے کے م اس واسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہے فعارض کہ شرط پر اس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی و شرأہ امتہ متفقۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی حیراب اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گھڑی کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیعام والاستیجار و قبول الودیۃ بجر والاعارة والاستیما ب والاستیجار ولومن وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فینع دعواہ لنفسہ وغیرہ وکالۃ اور وصایۃ للتناقض اور اسی طرح طلبگاری خرید و مول چکانا اور طلبگاری و دیت رکھنے کی اور ودیت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اجارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگار مذکور اس کا دعویٰ کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہ ہوگا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اس میں دعویٰ کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابراء عن جمیع الدعاوی ثم الدعویٰ بہما لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار و صحیح فی الجامع خلافاً لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اس کے ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعویٰ کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اس واسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اس کا مقتنی نہیں کہ غیر کی طرف سے بھی اس پر دعویٰ نہ کرے ذکر کیا ہے



اس کو درمیں کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اس کو جامع صغیر میں برخلاف تصحیح و مہانیہ جامع صغیر میں اس کی تصحیح کی ہے کہ استیقام اور استیجار اور استعار اور مانند اس کے اقرار ملک مصادم منہ اور مستاجر منہ ہے اور وہ مہانیہ میں ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اس واسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہ ہوئی اور یہ روایت زیارات کے موافق ہے کذا فی الطحاوی ووفق شارح الشربلانی بانه ان قال یعنی ہذا کان اقرار او ان قال ابيع ہذا الا یؤیدہ مسئلہ کتبتہ وختہ علی ملک الیوم فانه لیس باقرار لعدم ملک اور وہ مہانیہ کے شارح شربلانی نے جامع صغیر اور زیارات میں اس کو توفیق کی ہے کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ بیع اس کو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ جازم ہے اس کی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یوں بولا کہ کیا تم کو بیچتا ہے تو اقرار نہ ہوگا یعنی اس احتمال سے کہ اس کو استیجار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور مؤید قول شربلانی ہے اس کی کتابت اور بیع نامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اس واسطے کہ بیع نامہ لکھنا اور اس پر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں مگر تو کتابت اور خادم کو بعد اسکے اس کا دعویٰ کرنا اپنے واسطے کہ غیر کے واسطے جائز ہے تو یوں پوچھنا کہ تم کو بیچتا ہے بطریق اولیٰ عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحاوی ولہ علی ماتہ ودرہم کلہا درہم وکذا المکیل والموزون استحضار اور اس قول میں کہ اس کے میرے اور سو ایک درہم ہے وہ تاک درہم ہیں یعنی سو درہم اور ایک درہم اور اسی طرح مکیل اور موزن اور درہم کے استحضار کے مکیاں یہ ہے کہ مقرر کو فقط معطوف یعنی ایک درہم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کہ وائی جاوے کہ سو درہم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی تیس اس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحضار یہ ہے کہ درہم بیان ہے ماتہ کا عادت میں اس واسطے کہ لوگ تعیل جانتے ہیں درہم کو دو بار بولنا اور کنایت کرتے ہیں ایک بار کے بولنے پر اور یہ وہاں ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور قرض اور ثمن میں بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ ان کا وجوب ذمہ پر اس طرح بکثرت نہیں کذا فی الطحاوی وائی ماتہ ولتوب و ماتہ ولتوبان یعنی الماتہ لانہا مبہتہ اور اس قول میں کہ اس کا مجھ پر سوا اور ایک کپڑا ہے اور سوا اور دو کپڑے ہیں سو کو دریافت کیا جائے گا مقرر سے کہ کیا اس کی مراد ہے اس واسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر وائی ماتہ وثلاثہ اثواب کلہا ثیاب خلافاً للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فالعطف التفسیر لیس بالامتنان فی الحاجۃ الیہ اور اس قول میں کہ مجھ پر ایک سو اور تین کپڑے ہیں وہ سب کپڑے لازم ہوں گے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک تین کپڑے لازم ہوں گے اور سو کی تفسیر مشکل سے دریافت کی جائے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہیں تو تفسیر ماتہ اور ثلثہ دونوں کی طرف بھر گئی اس واسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں برابر ہیں والاقرار بدایۃ فی اصطلح تلزمہ الدایۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطلح میں فقط جانور ہی مشکل کو لازم کرے گا نہ اصطلح میں یعنی یوں اقرار کیا کہ جانور اصطلح میں ہے سو فلاں شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطلح کا اس واسطے کہ غیر متعلق میں شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہیں ہوتا والاصل ان ما یصلح طرفاً ان امن نقلہ لزماء والا لزم الظروف فقط خلافاً للحد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ ودرہم فی درہم درہم اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز طرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اس چیز کا اٹھالے جانا ممکن ہے تو مقرر کو طرف اور منطوف دونوں لازم ہوں گے اور اگر اس کا متصور نہیں جیسے اصطلح کا تو فقط منطوف لازم ہے مقرر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ ان کے نزدیک طرف اور منطوف دونوں لازم ہیں اور وہ چیز طرف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ



یوں کہنا کہ مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدر یعنی اس صورت میں درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اس واسطے کہ اس میں طرف ہونے کی لیاقت نہیں اور نقل طرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری میں اور طعام کشتی میں اور گھوڑوں گون میں ہذا فی الدر رقلت ومفادہ انہ لوقال دابة فی خیمہ لزماہ ولوقال ثوب فی درم لزماہ الثوب ولم ارہ فیہ میں کہتا ہوں اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا کہ مجھ پر جانور ہے خیمے میں تو جانور اور خیمہ دونوں لازم ہوں گے اس کو یعنی اس واسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر یو لاکپڑا درم میں مجھ پر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اس کو میں نے مضرع نہیں دیکھا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے مخطوطی نے کہا کہ اس کا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی یعنی ثواب تحریر کی کیا حاجت ہے ورجحانم بلزماہ حلقہ وفضہ جمیعاً اور انگوٹھی کے اقرار میں اس کو اس کا حلقہ اور اس کا نگین سب لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے ولسیف جھنہ وحمائلہ ووصلہ اور توار کے اقرار میں اس کا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہے ورجحانم بجا ورجحانم بیت مزین بسنور ودر العیدان والکسوة اور حبلہ کے اقرار میں لکڑیاں اور کپڑے لازم ہوں گے حبلہ بھائے مہلہ پیر جیم عبارت ہے اس کو ٹھٹھی سے جو آراستہ ہے پردہ اور چار پائیوں سے مخطوطی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھڑی بھی لازم ہوگی اور جموی میں سے کہ بعضوں نے کہا کہ حبلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑوں سے بنایا جائے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حبلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ سے اور اب احتیاط نصاری سے اس کو مسہری پر بھی برتتے ہیں وبتحریر فی قوصرة او طعام فی جوالق اونی سیفۃ او ثوب فی منديل اونی ثوب یلزمہ الطرف کا منظور ماقدماہ اور اس اقرار میں کہ مجھ پر کھجور ہے ٹوکری میں یا طعام ہے گون میں یا کشتی میں یا کپڑا ہے رومال میں یا کپڑے میں اس کو طرف منظور کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جس کو پہلے ہم نے ذکر کیا یعنی طرف منقول میں طرف اور منظور دونوں لازم ہو جاتے ہیں ومن قوصرة مثلاً لا تلزمہ القوصرة ونحوہ اور کھجور کے اقرار میں ٹوکری سے مقرر ہو ٹوکری اور مانند اس کے کوئی طرف لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ من اتزاع کے واسطے ہے تو متیزع کا اقرار ہوگا نہ متیزع منہ کا کذا فی المخطوطی ثوب فی عشرة وطعام فی بیت فیلزمہ المنظوف فقط لما مر اذا العشرة لا کون طرفاً لو احد عاده جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑوں میں اور طعام کا اقرار کوٹھڑی میں تو اس کو فقط منظور لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اس واسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا طرف نہیں ہوتے عادت میں وجمستہ فی خمسۃ وغنی عنی علی او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر خمسۃ وعشرین اور یوں اقرار کیا کہ علی خمسۃ فی خیمۃ او لفظ فی کہ معنی علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہوں گے اس وجہ سے جو کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی اور زفر نے مقرر کیا کہ پانچ لازم کئے مگر چونکہ مقتضی انفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق میں یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسہ نے خمسہ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے درم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جز ہیں اور ولو الجیہ میں ہے کہ جب اس نے کہا کہ علی عشرة فی عشرة اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکیث اجزا کا قصد کیا تو اس پر لازم نہ ہوں گے مگر دس اور اگر تکیث عین کا ارادہ کیا تو سوا لازم ہوں گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکیث اجزا یا تکیث عین کی نیت نہ کی تو اس کو دس لازم ہوں گے اجزا کی نیت پر محمول کر کے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے فقہا کا کذا فی المخطوطی وعشرة ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہوں گے اگر فی معنی مع مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرة او ما بین درہم الی عشرة لتسعة لدخول النایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدو نہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائلیین اور یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ہے ایک درم سے دس درم تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہوں گے سبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اس واسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے

سے مترجم اول نے فضل کا ترجمہ کوٹھی کیا ہر چند کہ مناسب مقام ہے مگر لغت میں فضل کو بھل لکھا ہے ۱۰ اس کے مجھ پر پانچ ہیں پانچ کے اندر ۱۱ اس کے مجھ پر دس ہیں ۱۲



درم کا وجود نہیں ہو سکتا بدوں پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف مابین الحاکمین کہ وہاں دونوں حدیں داخل محدود نہیں امام کے نزدیک محدود میں محدود داخل نہیں ہوتیں اس واسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اس واسطے کہ دوسری اور تیسری درم مستحق نہیں ہو سکتی بدوں پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت دہی نہیں کذا فی الدرر فلذا قال وانی لہ کر حظۃ الی کر شعیر لزماہ مبیعا الا قیضاً لانا الغایۃ الثانیۃ سوا سی سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک کرگیوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اس پر دو کر لازم ہوں گے سوائے ایک قیض کے اس واسطے کہ قیض دوسری حد ہے مگر بغیر کاف بڑا پیمانہ ہے جس میں چند قیض سماتے ہیں اور قیض کر سے چھوٹا پیمانہ ہے طحاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غائب قرار نہیں دیا اس واسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی جس سے اور نہ نصف اس کی لہذا قیض کو غایت مہربا و لوقال لہ علی عشرۃ دراهم الی عشرۃ وناہر لیمہ الدراہم و تسعۃ وناہر عند ابی حنیفۃ لما مرناہ اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر دس درہم ہیں دس دینار تک تو اس کو دراهم اور نہ دینار لازم ہوں گے ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنی اس واسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی وانی لہ من داری مابین ہذا الحاکم الی ہذا الحاکم لہ مابینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اس کا میرے گھر میں سے مابین اس دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی من دراهم الی عشرۃ میں پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود ہیں داخل نہ ہوں گی فقط مابین الحاکمین لازم ہوگا و صحح الاقرار باکمال محتمل وجودہ وقتۃ الاقرار بان تلد لدون نصف حول لمزوجة اولدین حنین لمزوجة لثبوت نسبہ اور صحیح ہے اقرار اس محل کا جس کا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جہی نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اس کے نسب کے عدت تک مگر لینے لونڈی یا جانور کے محل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اس طرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا محل یعنی بچہ اس کا فلاں شخص کا ہے اگرچہ اس کا سبب بیان نہ کرے اس واسطے کہ اس کی تصریح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ کے واسطے محل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پھر اس کے وارث لے اس کا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولواکمل غیر آدمی ویقدر باونی مدۃ یتصور ذلک عند اہل الخبرۃ یلی کن فی الجوزۃ اقل مدۃ محل الشاة اربعۃ اشھر و اقلما لبقیۃ الدواب ستۃ اشھر محل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا محل ہو اور جانور کے محل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اس کے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جو ہر وہ ہے کہ بیڑ بکری کی اقل مدت محل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں و صحیح کہ ان بین المقر سبباً صالحاً یتصور للمحل کالارث والوصیۃ کقولہ مات ابوہ نورثہ او امی لہ بفلان فیجوز والا فلا کمایاتی اور محل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ میں ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اس کے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اس کے واسطے ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اس میں کا باپ مرگیا سو وہ اس کا وارث ہوا یا اس مال کا اس کے واسطے فلاں شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نہ کرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا فان ولدہ محیا لاقل من نصف حول مذاقر فله ما اقروا ان ولدت حیین قلما نصفین ولما صد ہما ذکر الادا غرائی فکذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث اے فانہ یعطے لذلک مثل حظ الاثین سو اگر وصیت جہی اس کو زندہ نصف سال سے کمتر میں جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اس کا ہے جس کا اس نے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکی جہی



تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نرسہ ہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے  
یعنی نرسہ کو مادہ کے دو حصے میں گم اور اگر چھ بیٹے سے زیادہ مدت میں بنے گی تو اس کو کچھ نہ ملے گا مگر در صورت معتدہ ہونے عورت کے  
دو سال سے کمتر میں کذا فی المحوی وان ولدت یثا فیر و لورثہ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ بنی  
تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثوں کو بھریا جائے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا  
وان فسرہ بالامیصور کہبتہ اوبیع اواقراض اوابہم الاقرار ولم یبین سبب الفاعل محمد المہم علی السبب الصالح وہ قالت الثلثۃ اور  
اگر مقرر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور مقصور نہیں چنانچہ مہمہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو منہم رکھنا اور اس کا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد  
نے سبب مہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا مچو کہ مہمہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اس واسطے کہ امور  
مذکورہ اس سے متصور نہیں نہ حقیقتہً اور یہ تو صریح ہے اور نہ حکماً اس طرح کہ اس کی طرف سے کوئی اس کا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اس واسطے  
کہ اس پر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ میرے اور یہ فلا فی عورت کے حمل کی فلا فی چیز ہے  
کذا فی الدرر واما الاقرار للریع فانہ صحیح وال بین المقرب سبب غیر صالح منہ حقیقتہً کا لا قراض او ثمن بیع لان ہذا المقر محل لثبوت الین  
للصغیر فی الجملة اشباہ اور شیر خوار بچے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیر خوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ  
قرض دینا یا ثمن بیع کا اس واسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملة محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین  
کے اقرار بشرط الخيار ثلثہ ایام لزمہ بلا خيار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخيار وان وصیۃ صدقہ المقر لہ فی الخيار لم یعتبر نقدیۃ اقرار کیا  
بشرط تین دن کے اختیار کے تو اس کو مقر یہ لازم ہوگا بلا خيار اس واسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خيار کو نہ قبول کرے گا اگرچہ مقر اس کی تصدیق کرے  
خیار میں تو بھی اس کی تصدیق معتبر نہ ہوگی مقرض یا غضب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجائش اس واسطے نہیں کہ شرط  
خیار سے مقصود نسخ ہے اور جب کہ اقرار ہے اس وجہ سے کہ وہ صیغہ طرزہ ہے احتمال نسخ کا نہیں لہذا اس میں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر یہ لازم ہے  
کذا فی الطحاوی الا اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او بئین فلذا قال الا ان یکذبه المقر لہ فلا یصح لادھر  
والقول لا اقرار قابل خیار نہیں مگر جب کہ مقرر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقرر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخيار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے  
بشرطیکہ مقر لہ اس کی تصدیق کرے یا مقر اس پر گواہ لادے سو اس واسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے  
کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی در صورت عدم برہان مقرر بیع کا اقرار یعنی اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اس پر  
لازم آیا یعنی یوں کہا کہ میرے اور یہ ہزار درہم ثمن بیع بالخیار کے ہیں کا قرار ہ بدین بسبب کفالتہ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولوالدۃ طویۃ  
او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالتہ عقد ایضا بخلاف ما مر لاند افعال لا یقبل الخيار فی بیعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے بایں شرط کہ  
اس کو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جب کہ مقر لہ اس کی تصدیق کرے سو اس واسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے  
بخلاف اس کے جو مذکور ہو چکا اس واسطے کہ وہ یعنی قرض یا غضب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں کہ شرط خیار کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی  
الامر بکتاہۃ الاقرار اقرار حکماً فانہ کان یکن باللسان یکن بالبنان فلو قال للعصاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او  
طلاق امراتی صح کتب اولم یکتب وحل للعصاک ان یشہد لانی حدود و قود غانیۃ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکماً ہے اس واسطے کہ جیسے اقرار

نہ بیعی علی بالخیار



زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے قبائلیہ نويس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیٹا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبائلیہ نويس اس کو لکھے یا نہ لکھے اور قبائلیہ نويس کو حلال ہے اس کی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الحانیہ امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اس واسطے کہ امرائے اقرار اور اقرار خیار تو دونوں ایک نہ ہوں گے حقیقت میں بلکہ مراد یہ ہے کہ امر کتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر و قد منافی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہتہ الخفین اور کتابت الشہادات میں بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر چکے ہیں ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا اور مدعا علیہ کے ساتھ کالکھا ہوا اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اس کا سوا اس سے کچھ لکھا یا گیا اور اس نے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اس پر ثبوت دعویٰ کا بدو گواہوں کے حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا از انجند قاری ہدایہ کذا فی الطحاوی تبصرۃ احمد الوترۃ اقرب الیہ الدین علیہ سے مودتہ و مجتہد الباقون یلزمہ الدین کلمہ یعنی ان دینی مودتہ بہ برہان و شرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جس کا اس کے مودت پر کسی مدعی نے دعوے کیا اور باقی وارثوں نے اس کا انکار کیا تو وارث مقرر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اس نے وارث میں پایا ہے وہ ادائے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان و شرح الجمع مثلاً سودرم کا دعوے ہے اور سودرم یا زیادہ وارث مقرر کو میراث میں ملے تو وارث کو سودرم دینے پڑیں گے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درم میراث میں پائے تو بھی اس پر سودرم لازم ہوں گے وفیل بحصتہ واختارہ ابواللیث دفعاً لضرر اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اس کے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیلئے فقہ ابواللیث نے مقرر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اس نے اس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکے سے متعلق ہے تو اس پر لازم نہ ہوگا مگر بقدر اس کے حصے کے ولو شہد بذالمقرع آخر ان الدین کان علی المیت قبلت و بهذا علم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بجمہور اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ بقایا الزیادۃ درر اور اگر وارث مقرر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اس کی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی مقبول ہے اور اس سے یعنی قبول شہادت مقرر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقرر کے حصے میں دین حلول نہ کرے گا بجز اس کے اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اس کے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرارہ بالقضاء کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اس واسطے کہ اگر اس کے اقرار سے سب دین اس پر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد مقرر پر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوتا تو اس کی گواہی میں اس پر سے دفع مضرت ثابت ہوتی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اس کی گواہی کا مقبول ہونا اس پر دلیل ہے کہ اس کا اول اقرار معتبر نہیں اور اس اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہ مشکل ہے اس واسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہے اس کی ذات کے حق میں اور قاضی کا اس میں حکم کرنا مظہر حق ہے نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقہ ابواللیث کے قول پر مستخرج مٹھے سے قویا ہرے اس واسطے کہ مقرر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہیں کی کذا فی الطحاوی اشہد علی الف فی مجلس و اشہد علی بن آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزوم المالان القان کا لو اختلف السبب مقرر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدول بیان کرنے سبب دین کے تو دونوں مجلسوں کے دونوں مال یعنی دو ہزار اس پر لازم ہوں گے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہوں گے ہم بلا بیان سبب کی صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھ پر زید کے مثلاً ہزار درم دین ہیں دونوں مجلسوں میں اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہے کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ مجھ پر ہزار درم دین ہیں اس لوندی کا ہے اور دوسری مجلس میں کہے کہ مجھ پر ہزار درم دین ہیں اس غلام کا ہے بخلاف مالواخذ السبب او الشہود او الشہد علی ملک واحد او اقر



عند الشهود ثم عند القاضي او لعبد ابن الملك بخلاف اس کے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہے یا دونوں مجلسوں کے شہود متحد ہوں یا چاروں شاہدوں کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدوں کے رد و اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے رد و کرے یا بالعکس اس کے یعنی پہلے قاضی کے رد و اقرار کرے پھر شاہدوں کے سامنے تو ایک ہی ہزار ہوں گے لکن اصرار ابن ملک اتحاد سبب کی صورت ہے کہ دونوں مجلسوں میں غلام معین کے مٹن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہیں وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہوں والاصل ان المعروف او المنکر اذا عید معرفا كان الثاني عين الاول او منكره او غيره اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جب کہ معرف ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے معارض ہوگا م اول اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونوں اقرار میں مذکور کرے اس طرح کہ لہ علیہ الف مٹن و ہذا العبد پھر اسی کو دہری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اس طرح کہ لہ علی الف پھر لویل ہے لہ علی الف مٹن ہذا العبد اور عادۃ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اس کی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف مٹن ہذا العبد پھر دوسری بار کہہ لے علی الف و تمامہ فی الطحاوی و لونی الشہود انی موطن ام موطنین فاما لان مالم یعلم اتحادہ و قبل واحد و تمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ ببول جائیں کہ اقرار ایک مجلس میں تھا یا دو مجلسوں میں تو وہ دو مال لازم ہوں گے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اس کا غائیہ میں ہے **القرم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار بخلاف المقر انہ لم ینکح کاذبا فی اقرارہ عند الشانی و بلفظی و در اقرار کیا پھر مقرر نے دعویٰ کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار میں تو قسم لی جائے مقر لہ سے اس کی کہ مقرر نے اقرار میں جھوٹا نہیں ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الدرریم اور طریقین کے نزدیک اس کے قول پر التفات نہ ہوگا و لکن المحکم بجری لو ادعی وارث المقر فیلحق اور اسی طرح کا حکم جاری اگر مقر کا وارث دعویٰ کرے یعنی وارث کے اقرار میں اس کے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لی جائے اس کی کہ وارث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں وان کانت الدعویٰ علی ورثۃ المقر فالیمین علیہم بالعلم انما العلم انہ کان کاذبا عند الشرعۃ اور اگر مقر یا اس کے وارث کا دعویٰ مذکور مقر لہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آوے گی اس طرح کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ مقرر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشرعۃ**

**باب الاستثناء** و ما فی معناه فی کو نہ متغیر کا بشرط نحوہ یہ باب ہے احکام استثناء میں اور جو استثناء کے ہم معنی ہیں اقرار کے بدل ڈالنے میں چنانچہ شرط باندا اس کے ہم جب مصنف نے اقرار بلا تغیر کا ذکر کیا تو اب اقرار منع التغیر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہے کہ اس کے میرے اور ہزار درم ہیں اس غلام کا مٹن جو میرے قبضے میں نہیں آیا و عندنا الکلم بالباقی بعد الثبنا باعتبار الحاصل من مجموع الترتیب و نفی و اثبات باعتبار الاجزاء القائل لہ علی عشرة الاثنتہ لہ عبارتای مطولہ و ما ذکرنا و مختصرہ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعة و ہذا معنی قرلیم تکلم بالباقی بعد الثبنا ہے بعد الاستثناء وہ یعنی استثناء ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثناء کہنے کے مجموع ترکیب مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کے حال کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہے۔ باعتبار اجزائے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرة الاثنتہ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں عبارت طویل و جس کو ہم نے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرة الاثنتہ اور دوسری عبارت مختصرہ یہ ہے کہ ابتداء سے یوں کہے کہ اس کے میرے اور سات درم ہیں



اور یہی مطلب ہے فقہاء کے اس قول کا کہ استنار باقی کا تکلم ہے بعد استنار کرنے کے و شرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورة  
کتنفس او سعال او احتزفم بہ لیتے اور صحت استنار میں متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورة جیسے مقرر کا دم لینا  
یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقرر کا منہ بند کرے اس قول پر فتویٰ ہے والذراء بینہما لا یضرب لانه للبتیہ والتاکید اور پکارنا  
مقرر کا مقرر کو مابین مستثنی اور مستثنی منہ کے ضرر نہیں کرتا اس واسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہے اور تاکید کے واسطے ہے  
بواسطہ یقین مقرر م جو ہرہ میں ہے کہ اگر منادی مقرر نہ ہو غیر ہو تو مضربہ کذا فی الطحاوی لقولہ لک علی الف درم یا فلان  
الا عشیۃ نذاکی مثال چنانچہ مقرر کا یوں کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں اسے فلا نے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا  
الا کذا وکھوہ مما بعد فاصلا لان الا شہاد کیون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستنار بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں سو گوارا  
م ہو گرتے اور مانند اس کے اس قسم سے جو فاصلہ شمار ہو اس واسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہے جمیولت اشہاد سے  
استنار صحیح نہ ہوگا فمن استثنی بعض ما اقربہ صح استنارہ ولو الا کثر عند اکثر تو جو شخص کہ استنار کرے بعض مقربہ کو یعنی جس کا اقرار  
کر چکا ہے اس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اس کا استنار کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علما نے بخو کے نزدیک م  
فرا کے نزدیک استنار اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے (قم اللیل الا قلیلا لضعفہ او انقص منہ قلیلا و زد علیہ کذا فی الطحاوی)  
ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کذا الجدل الاثنتہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقرر کو باقی بعد الاستنار لازم ہوگا اگرچہ مقربہ اس قسم کا ہو جو قیمت  
پذیر نہیں ہوتا چنانچہ قول کہ یہ غلام فلا نے شخص کا ہے مگر اس کا سوم حصہ یا دو ثلث اس کے صحیح ہے بنا بر مذہب قوی والاستنار المستغرق  
باطل ولو فیما یقبل الرجوع کو صیغہ لان استنار اکل نہیں رجوع بل ہو استنار فاسد ہو ایصح جو ہرہ اور وہ استنار جو کل مقربہ کو مستغرق  
کے باطل ہے اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اس واسطے کہ تمام کا استنار کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استنار ہے یہی قول  
صحیح ہے کذا فی الجوہرہ م جو ہرہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک استنار کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استنار فاسد ہے اس  
واسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استنار کرے تو استنار باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اس واسطے کہ وصیت  
میں رجوع کرنا جائز ہے کذا فی الطحاوی و ہذا ان کان الاستنار بعین لفظ الصدر او مساو لہ کما یاتی اور یہ یعنی استنار  
مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہے کہ سرے کی لفظ ہے ہو یعنی یا اس کے برابر ہے ہو چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م استنار بلفظ صدر کے  
مثال نسائی طوائف الا النسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوائف الا زوجاتی یا عبیدی احرار الامالیکی وان بغیرہما کعبیدی احرار  
الاہولاء والا سالما وغامنا وراشدنا وشدائی طوائف الاہولاء والا زینب و عمرہ و مہند و ہم اکل صح الاستنار اور اگر استنار  
مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے معاصر ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوائے ان غلاموں کے یا سوائے سالم اور غلام اور راشد کے  
اور مانند اس کے یہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوائے ان عورتوں کے یا سوائے زینب اور عمرہ اور مہند کے حالانکہ وہی مشار الیم  
یا مسیموں کے سب غلام یا سب عورتیں ہیں تو استنار صحیح ہے و کذا ثلث مالی لزید الا القاق و الثلث الف صح فلا یتحقق ثبوت اذا الشرط بہام البقاء  
لا حقیقۃ حتی لو طلقنا سارا لارجا صح و وقع ثلثان اور اسی طرح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہے سوائے ہزار کے اور حالانکہ اس کا تہائی ہزار ہے

۱۲ جیسے گواہ کرنے کے حامل جو ہو جاتی ہے ۱۳ جیسے کھڑا رات کو مگر کسی رات آدمی رات یا کم کر دے اس میں سے حقوڑا یا زیادہ کر دے اس پر ۱۴

۱۵ جیسے سب عورتیں مطلقہ یا حق بجز اس کی سب عورتوں کے ۱۶ جیسے سب عورتیں مطلقہ یا حق بجز عورتوں کے ۱۷ جیسے غلام آزاد ہیں بجز مملوکوں کے ۱۸



تو باوجود استعراق استثناء صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ صحت استثنائی شرط ابہام بقا بعض مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقا یہاں تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلاقات مستہ مگر بطلاقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقین واقع ہوں گی م ابہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اس واسطے کہ استثناء تصرف لفظی ہے تو معنی کا ابہام اس کو مضر نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عبیدی احرار الاسماء وغنائمیں تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہے باعتبار لفظ کے اس واسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور فاعم اور راشد اس واسطے کہ عبید ٹھہرے کہ ان کے سوا مقرر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہ ہوئی تو لفظ ابہام بقا بلا شک ٹھہرا کما صحیح استثناء الکیلی والوزنی والمعد والذی لا تتفاوت احادہ کالفوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنیٰ القیمۃ استثناء ثبوتاً فی الذمۃ فکانت کالتمین جیسے صحیح ہے استثنائیں اور وزنی اور اس معدود کا جس کے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فوس اور اخروٹ کا درہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استعراق کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمے پر چاندی اور سونے کی طرح تو اشیائے مذکورہ درہم اور دنانیر کے مانند ہو گئیں اس راہ سے م کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور درہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلف ہیں اس واسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ان میں استثناء کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثناء ثوب کے درم سے اس طرح کہ علی مائۃ درہم الا ثوباً کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ متفاوت القیمۃ ہے فی نفسه تو مجہول کا استثناء ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استثناء دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقان لمخصاً وان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقربہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثناء درہم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اس کی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اس واسطے کہ یہ غیر مساوی کا استعراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لا استغراقہ بالمساوی فیصل لانہ استثناء کل ذن فی الجوہرۃ وغیرا علی مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر و قیمتا مائۃ او اکثر لایزمر شے فیخر بخلاف اس قول کے کہ اس کا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سودم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استعراق استثنائے مساوی سے تو استثناء باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثناء ہے کذا فی البحر یعنی تب تو مقرر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثناء لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہ میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سودم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سودم ہے یا زیادہ تو مقرر پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنی تو استثناء صحیح ٹھہرا وجود استعراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تیقح کرنا چاہیے مصلیٰ نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے میں رد قول ہیں بنی دور وایتوں پر کہ درہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا در جنس والد تعالیٰ اعلم واذا استثنیٰ عددین بینہما حرف الشک کان الاقل مخرباً نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسين درہما فیذمر تسعۃ وخمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استثناء کرے جن کے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں مگر سودم یا پچاس درہم تو اس کو نو سو اور پچاس درہم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اس واسطے کہ کلمہ شک استثنائیں کمتر کا مثبت ہے واذا کان المستثنیٰ مجہولاً ثبت الا اکثر نحو لہ علی مائۃ درہم الا تسعین او الاقل لیلاد الا بعضاً لزمہ احد و خمسون لوقوع الشک فی المخرج فی حکم مخرج الاقل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر سودم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقرر کو اکاون لازم ہوں گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا م اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درہم ناقص ہو تو جب سو

۱۰ اس کے مجھ پر سودم ہیں مجز ایک پڑے کے



کے نصف یعنی پچاس سے ایک درم گھٹیا تو کا دن باقی رہ گئے ولو وصل اقرارہ بان ثناء الدنم او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا  
 بکان کان مت فانه تجز لطل اقرارہ اور اگر مقرر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے  
 معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجہ ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ تعلیق نہیں تجزیہ ہے یعنی  
 فی العوار اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جائے یا زندہ رہے اس واسطے کہ موت بلا شک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر یعنی لو ارعی المشیتہ بل یصدق  
 لم ارہ وقمرنا فی الطلاق ان المعتمد لالیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ در صورت تعلیق بالمشیتہ کے وہ مشیت  
 کا مدعی ہو تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اس کو مخرج نہیں دیکھا اور ہم نے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ در صورت ادعا کے  
 مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہ ہوگی تو پاسیہ کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں  
 و صح استثناء البیت من الدار لا استثناء البنا لشمالہ دخولہ تبعاً لکان وصفا واستثناء الوصف لا یجزا اور صحیح ہے استثناء کرنا کوٹھری  
 کا گھر سے نہ استثناء کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اس واسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالبعث داخل ہے تو عمارت  
 وصف ٹھری اور وصف کا استثناء کرنا صحیح نہیں مگر اس کی سیما ہی مقرر کی نہیں ہے وان قال  
 بنا رہالی وعمرتها لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعة لا البنا رہتہ لوقال وارضا لک کان لہ البنا ایضا لدخولہ تبعاً لال اذا قال بنا رہا  
 لزید والارض لعمرہ فکما قال اور اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کا عرصہ تیرا ہے تو دوسرا ہوگا جیسا اس نے کہا اس واسطے کہ  
 عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یوں اقرار کرے گا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کی زمین تیری  
 ہے تو عمارت بھی مقررہ کی ٹھری کی اس واسطے کہ عمارت گھر میں بالبعث داخل ہے مگر جب یوں کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو  
 کی تو دوسرا ہوگا جیسا اس نے کہا اس واسطے کہ جب اس نے کہا عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اس کی ملک ہوگئی تو اب  
 زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اس کی ملک سے خارج نہ ہوگی اس واسطے کہ اقرار مقرر کا غیر شخص کے حق میں حجت نہیں  
 بخلاف مسئلہ مقدمہ اس واسطے کہ عمارت مقرر کی ملک ہے پھر جب اس نے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اس کی تابع ہوگئی کذا فی  
 النسخ واستثناء فض الخاتم ونخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبنا رہا اور استثناء کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختوں کا باغ  
 سے اور طوق کالونڈی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکور میں م اس واسطے کہ نگین انگوٹھی میں اور درخت باغ میں اور طوق جاریہ میں عمارت کے  
 مانند بالبعث داخل ہے تو استثناء صحیح نہ ہوگا بتایہ میں ہے و دخت سے و دخت بدون جرکے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثناء اصول کے ساتھ ہو تو  
 استثناء صحیح ہے اس واسطے کہ اصل یعنی جرک کا اقرار قصد واجب ہے نہ تبعاً وان قال مکف لہ علی الف من کثن عید ما قبضۃ بحدۃ  
 صنفہ عید وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکر فی الحادی فلیحفظ وعینہ اسے عین العید و ہوتی یہ المقرر فان سلمہ اسے المقرر لزمہ الالف والالا  
 عملاً بالصفة اور اگر یوں اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا کثن جس پر میں نے ہنوز قبضہ نہیں کیا  
 عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقررہ کے پاس ہے تو اگر مقررہ مقرر کو غلام تسلیم کرے تو مقرر پر ہزار  
 درم لازم ہوں گے اور نہیں تو لازم نہ ہوں گے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضۃ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول  
 کا لفظ حال واقع ہو رہے جملہ مذکورہ سے یہ مذکور ہے حاوی قدسی میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی تا فہم مطلب میں خطا نہ ہو وان لم یعین  
 العبد لزمہ الالف مطلقاً اصل ام فصل وقولہ ما قبضۃ لہ لانه رجب اور اگر مقرر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اس کو ہزار لازم ہوں گے ہر طرح سے



خواہ عدم قبض کو لا کر کہے یا اس کو جدا کر کے کہے اور اس کا یہ قول کہ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا لغو ہوگا اس واسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے معنی اور رجوع جائز نہیں کقولہ من مثنیٰ خمر او خمر یا مال فإقرار او حراً ومیتة او دم فیلزمہ مطلقاً وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقہ او اقام بنیۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول میں کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم ہیں شراب یا سور کا مثنیٰ یا فخر کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا مثنیٰ تو اس پر مطلقاً لازم ہوگا اگرچہ اس کو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے اس واسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جب کہ مقررہ اس کی تصدیق کرے اموء مذکورہ میں یا مقرر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اس کو لازم نہ ہوں گے ولو قال له علی الف درہم حرام اور بوافنی لازمہ مطلقاً وصل ام فصل لا احتمال حلاً عند غیرہ اور اگر اقرار کیا کہ اس کے میرے اوپر ہزار درہم حرام یا بیاج کے ہیں تو درہم مذکورہ مقرر پر لازم ہوں گے ہر طرح خواہ ملا سے اقرار سے یا جدا کہے اس کے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقرر کے نزدیک ہم یعنی جس کو مقرر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید ادر کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خرید کی اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا اور اس کو بائع مذکور کے ہاتھ بیچ اپنی خرید سے کمتر مثنیٰ سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین ان کے نزدیک حرام نہیں اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اس کو مقتضی ہے کہ اگر مقرر اور مقررہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقرر پر کچھ لازم نہ آدے کذا فی الخطاوی ولو قال علی زوراً او باطلا لزمہ ان کذبہ المقر والابان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درہم ہیں بطریق زور یا بطلان کے تو اس پر لازم ہوں گے اگر مقررہ اس کی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اس طرح کہ اس کی تصدیق کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں والاقرار بالبیع تلجیۃ ہی ان یلجک ان تاتی امرک باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانه علی هذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا او بیع تلجیۃ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقررہ اس کی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیۃ یہ ہے کہ تجھ کو مضطر کرے اس امر کے کرنے پر جس کا باطن اس کے ظاہر کے مخالف ہو صحت اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لے گا تو اس چیز کو کسی دوست معتد سے اپنا حال بتا کر بیع ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو در حقیقت یہ بیع ہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال له علی الف درہم زیوف ولم یذكر السبب فنی كما قال علی الاصح خبر اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم زیوف ہیں اور اس کا سبب مذکور نہ کیا کہ مثنیٰ بیع میں یا غضب یا ودیعت تو جیسا اس نے کہا زیوف ہی لازم ہوں گے بنا بر قول اصح م زیوف جمع ہے زیف کی یعنی کھوٹے درہم جو خزانہ سلطانی میں نہ لے جا دیں ولو قال له علی الف من مثنیٰ متاع او قرض وہی زیوف مثلاً لم یصدق مطلقاً لانه رجوع اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم ہیں متاع کے مثنیٰ سے یا قرض سے اور حالانکہ درہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اس کی مطلقاً تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہے ولو قال من غضب او ودیعت الا انها زیوف او بنہرحۃ صدق مطلقاً وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں غضب یا ودیعت سے مگر درہم مذکورہ زیوف ہیں یا بنہرحۃ تو اس کی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اس واسطے کہ غضب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہیں اس واسطے کہ غاصب جو پاتا ہے غضب کرتا ہے اور اسی طرح مودع بنہرحۃ وہ درہم ہیں جن کو مودع اگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجارت لیتے ہوں وان قال ستوقۃ اور صام فان وصل صدق وان فصل لا لاسناد درہم مجازاً اور اگر بولا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں مگر درہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استنفاء اقرار سے ملا کہ بولا تو اس کی تصدیق ہوگی اور اگر جدا کر کے بولے تو تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ درہم مجازاً ہیں نہ حقیقی مگر ستوقہ وہ درہم ہیں جن کے دونوں طرف پتر چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبہ یا سیسہ و صدق بنہرحۃ فی غضبۃ او ودیعتی لو با اذا جار بمحبیب ولا بنیۃ اور اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس کو کپڑا غضب کیا یا اس نے میرے پاس



پُر اور دلیت رکھا جب کہ مقرر کئے کو عیب دار لاوے اور حالانکہ مقرر کے پاس گواہ نہیں یعنی اس واسطے کہ غضب اور دلالت وصف سہل  
 کے مقتضی نہیں وصدق فی لہ علی الف دامن ثمن متاع مثلاً الا انہ منقص کذا اسے الدرہم وزن خمسہ لا وزن سبتہ اور مقرر کی تصدیق  
 ہوگی اس قول میں کہ اس کے میرے اور ہزار درہم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہوں مگر درہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ  
 کے درہم ہیں نہ وزن سبتہ کے م یعنی اس ہزار درہم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہے نہ سات مثقال کے کذا فی الطحاوی متصلاً  
**وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لصحة استئذان القدر لا الوصف** کا لایانہ مقرر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استئذان اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر چیل  
 کیے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استئذان کے نہ وصف کے استئذان کے چنانچہ کھونا ہونا و لو قال لا اخذ  
**منک الف و دلعة فملکت فی ید ی بلا تعد وقال الاخر بل اخذتہا منی غصباً ممن المقر لا قرارہ بالاخذ** ہو سبب الضمان اور  
 اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم بطریق ودلیت رکھنے کے لئے سووہ تلف ہو گئے بدون میری تصدیق کے اور دوسرے  
 شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے درہم مذکورہ غضب کے طریق سے لئے تو مقرر پتاوان لازم ہوگا اس کے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے  
 م جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا دعویٰ ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا  
 کذا فی الطحاوی و فی قولہ انت اعطیتنیہ و دلعة وقال الاخر غصبہ بل منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں  
 کہ تو نے مجھ کو درہم بطور ودلیت کے دئے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غضب کئے مجھ سے تو مقرر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اسی کا قول مقبول ہوگا  
 کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے م اس واسطے کہ اس نے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اس کے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے  
 یعنی مقرر کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقرر نہ ہوا اور مقرر سبب ضمان کا دعویٰ ہے اور مقرر اس کا منکر ہے اور قول  
 تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنع و فی ہذا کان و دلعة او قرضالی عندک فاخذتہ منک فقال المقر بل ہو لی اخذہ المقر  
 لو قائماً والا فقیمتہ لا قرارہ بالید لثم بالاخذ ومنہ ہو سبب الضمان اور اس قول میں کہ یہ چیز میری ودلیت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے  
 اس کو تجھ سے لے لیا سو مقرر نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقرر مقرر سے لے اگر وہ چیز موجود ہوگا اگر موجود نہ ہو تو اس کی قیمت لے اس واسطے کہ  
 مقرر نے مقرر کے قبض اور تصرف کا اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب اس نے اس کے ذی البیو  
 کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعویٰ کیا تو بلا بران اس کی تصدیق نہ ہوئی وصدق من قال اجرت فلان فزی ہذا و ثوبے ہذا و ثوبے ہذا و ثوبے  
 اولیسہ او اعترت ثوبے او اسکتہ بتی وردہ او خاط فلان ثوبے ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی قال لقول للمقر استئذان  
 لان الید فی الاجارۃ ضروریۃ بخلاف الودیۃ اور اس مقرر کی تصدیق ہوگی جس نے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر  
 سوار ہوا یا کپڑے کو پہنایا اس کو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا اس کو میں نے اپنے گھر رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یا یوں اقرار کیا کہ فلانے  
 شخص نے میرا یہ کپڑا یا اتنی مزدوری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقرر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور  
 استئذان کے اس واسطے کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہے بخلاف ودلیت کے م اجارے میں قبض استیفائے معقود علیہ کی سبب  
 ضروری ہے یعنی استحصال منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اس کی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودلیت اور اقرار کے ہذا  
 الالف و دلعة فلان لابل و دلعة فلان قال الف للاول و علی المقر الف مثلاً لثانی بخلاف ہی لفلان لابل لفلان  
 بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ لثانی شے لانہ لم یقر بایداعہ یہ ہزار درہم فلانے کی ودلیت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درہم مشار الیہا



اول مقرکہ کے ہیں اور مقر پر مانند اس کے اور ہزار درم ثانی مقرکہ کے لازم ہوں گے بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلا نے کے میں نہیں بلکہ فلا نے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اس صورت میں مقر پر مقر ثانی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا و ہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزومہ ایضا اور یہ اس وقت ہے جب کہ درام معین ہوں اور اگر غیر معین ہوں تو مقر ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہوں گے کقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم و مائۃ دینار و کمر حنطہ لابل فلانا لزومہ کل واحد منہما کلمہ وال کانت بعینہا ہی للاول و علیہ للثانی مثلاً مانند اس قول مقر کے کہ میں نے فلا نے سے سود درم اور سود دینار اور ایک کر گیسوں غصب کئے ہیں بلکہ فلا نے سے بچپن لئے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اشیائے مذکورہ کے برابر لازم ہوں گے ولو کان المقر واحد الی زمرۃ اکثرہا قدر او افضلہا وصفاً نحو الف درہم لابل الفان وال ف درہم جیاد لابل زیوف

اور عکسہ اور اگر مقر ایک شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اس کے ہزار کھرے درم ہیں نہیں بلکہ کھونٹے درم ہیں یا بالعکس اس کے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھونٹے درم کا پھر کھروں کا ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیۃ الی عند فلان ہی لفلان فهو اقرار له بحق القبض للمقر و لیکن کو سلم الی المقر لم یبرئ خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلا نے شخص پر ہے وہ فلا نے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلا نے کے پاس ہے وہ فلا نے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر کے واسطے اور قبض دین یا قبض کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقر کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ لکن مخالف لما مر ان ان اضاف لفسدہ کان ہبۃ فیندم استیلم ولذا قال فی الحاوی

القدسی ولو لم یسلط علی القبض فان قال واسے فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقتل لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعیرات خلافاً للخلاصۃ قال عند الفتوے لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہرے گا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسی واسطے حاوی قدسی میں کہا ہے کہ اگر مقر مقر کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر لے کرے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ میں ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے میں فتوے دینے کے وقت شرح دیبانیہ میں تتمہ سے منقول ہے کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلا نے کا دین ہے اور مقر اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اس کے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہو جائے گا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر بحد تعادق کے دین مقر کا ہوگا اگرچہ مقر یوں نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اس کے قبض پر تسلط نہ کرے تو بھی تعادق ملک مقر کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اس پر محمول کیجئے کہ مقر اس کا تھو اترا کی وقت اور دیبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہے تصدیق مقر پر محمول کیجئے تو توافق بین القولین حاصل ہو جائے اور مخالفت اور اضطراب زائل ہو کذا فی الحاوی

یعنی مرض الموت وحدہ مرنی طلاق المریض وسیحی فی الوصایا یہ باب ہے اقرار مریض کے احکام میں یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض میں اور آگے آدے کی کتاب الوصایا میں

## باب اقرار المریض

اقرارہ بدین لا جنتی نافذ من کل مالہ باثر عمر مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اس کے تمام مال سے بذیل قولی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فاروق سے مروی ہے (اذا اقرار المریض بدین جائز ذلک علیہ فی جمیع ترکاتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اس پر جائز ہے



اس کے تمام متروکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بجائے حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جس میں قیاس کو گنجائش نہیں تو سماع شارع علیہ  
والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحاوی ولو بعین کذلک الا اذا علم تمیکہ لما فی مرضہ فیتقید بالثبوت ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا  
اقرار ہو تو بھی اسی طرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تمیک مریض کی اس کے مرض میں معلوم ہو یعنی قرائن سے یہ معلوم ہو  
کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری میں تو یہ تمیک مفید ثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے  
بیان کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر چونکہ مرض کی تمیک وصیت ہے لہذا تمکید ہوگی ثلث  
مال سے جمعی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتداء کے ہو تو ثلث مال سے  
صحیح ہوگا کذا فی العمدۃ اقرار ابتداء سے مراد یہ ہے کہ اس کی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت میں ابتداء تمیک ہوتا کہ وارثوں  
کو حصہ نہ ہو اور اقرار چکائے تو حقیقی اقرار ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً و آخر الارشاد عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائے گی اور اے دین  
مذکور سے یعنی اس واسطے کہ قضا دین مقدم ہے میراث پر تا اس پر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے و دین الصلحہ مطلقاً و بالزمرہ فی  
مرضہ بسبب معروف ببنیۃ او بعبایۃ قاضی قدم علی ما اقربہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقاً خواہ گواہوں سے  
معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اس کو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے جو گواہوں  
یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جس کا مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا۔ لو المقر بہ ودلیۃ دین صحت کا مرض  
کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقربہ و ریت ہو و عند الشاکھی الکی ہوا اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہیں  
بلانقدم والسبب المعروف مایس بترک نکاح مشاہد ان مہر المتل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایۃ اور دین کا  
سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہ ہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدوں کے سامنے ہو اور بشرطیکہ نکاح مهرش سے ہو اور زیادتی مهرش سے تو  
مرض الموت کے نکاح میں باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہے کذا فی العنایۃ م زیادتی مهرش سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی  
الطحاوی و بیع مشاہد و اتلاف کذلک اے مشاہد اور چنانچہ بیع مشاہد اور اسی طرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا  
مشاہدوں کے سامنے و المریض لیس لہ ان لیقنعہ دین بعض الغرماء دون بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر و ایفاء  
اجرة اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دین اور اجرت کا ادا کرنا ہو مگر اس واسطے  
کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہیں تو بعض کے دینے میں اور دینوں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ جو غیر مجبور  
کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلّم لہ الا انی مسکتیں تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دین سلامت نہ رہے گا مگر دوسٹوں میں  
اور اے بعض دین جائز ہے اولیٰ قنۃ بالاستقرض فی مرضہ اولیٰ قنۃ ثمن ما اشتری فیہ لو تمیل القیمۃ کما فی البرہان وقد علم  
ذلک اے ثبت کل منہا بالبرہان لا باقرارہ للتمتہ و دون مسئلے یہ ہیں جب کہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اس نے اپنی بیماری میں  
لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن جو اس نے مرض میں خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت  
ہو چکا ہے قرض اور خرید گواہوں سے نہ اس کے اقرار سے بسبب تہمت کے مگر تہمت یہ ہے کہ شاید اس کو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ  
گھٹانا منظور ہے بخلاف اعطاء المہر و نحوہ و ما اذا لم یؤد حقی مات فان البائع اسوۃ للعمران فی الثمن اذا لم یکن



المعین البیضاء فی یدہ اسے ید البائع فان کانت کان اولے بخلاف اعطاء مهر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراط مرض کے جب کہ مریض نے اس کا ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مرگیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے ثمن پانے میں جب کہ شے بیع بائع کے ہاتھ میں نہ ہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے مگر تو بیع مذکور نہ بھی جائے اور اس ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اس کے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیارت متروکہ میں لائی جائے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصلا فصل افضل للاستواء اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پادریں گئے خواہ دونوں اقراروں کو ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقر بدین ثم بولعیۃ تحاصلا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پادریں ولعیسۃ الودیعت اولی اور اس کے بالعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہے یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہے اس واسطے کہ جب اس نے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اس کا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وابرار دیونہ وہو مدیون غیر جائز اسے لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سوا کان المریض مدینا اور لا للتمتہ اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابرار جائز نہ ہوگا اگر اس کا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرار مطلقاً جائز نہیں بلکہ ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہ ہو تمہت کے سبب سے وحیدۃ معتہ ان یقول للاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب شے یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا ویانہ فیرتفع بہ مطالبۃ الدین لا لمطالبۃ الاخرۃ حادی الا المہر فلا یصح علی الصصح بزائریۃ اسے ظہور نہ علیہ غالباً اور صحت ابرار کا مدیون حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اس پر کچھ حق نہیں چنانچہ اس کو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضاء کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحادی سوائے دین مہر کے کہ اس کا ابرار حیلہ مذکورہ سے صحیح نہ ہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر ہر اکثر واجب الاداء ہوتا ہے یعنی اگر زہرہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو ابرار صحیح نہ ہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشیء الفلانی ملک ابی اوی لا حتی لی فیہ اوانہ کان عندی عاریۃ فاذ یصح ولا یشع دعویٰ زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ قانکا فانتم ہذا التقریر فاذ من مزدات کتابی بخلاف بیٹی کے اس قرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلاں میری ماں یا آپ کی ملک ہے میرا اس پر کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرار صحیح ہوگا اور اس کے زوج کا دعویٰ اس میں مسموع نہ ہوگا چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے اشباہ میں اس طرح کہہ کر کہ غنیمت جان اس تحریر ہو کہ یہ میری کتاب کی خصوصیات سے ہے مگر اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی وشیخ صالح وغیرہ نے مسلم نہیں رکھا اس واسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا وارث کے واسطے بصیۃ نفی اور اس کی عدم صحت میں اختلاف نہیں اور صاحب اشباہ جس کی سند لایا وہ مقروض ہے دین میں نہ عین میں خلاصہ یہ کہ ابرار یہ لفظ نفی البتہ جائز ہے دین میں اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمام فی الطحاوی وان اقر المریض لوارثہ بمقرودہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا دعیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقدا نے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرار مگر اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحاوی الا ان یصح بقیۃ الوارثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس صورت میں باطل نہیں جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کریں فلو لم یکن وارث افرواوی



لزوم ہے اور ہی وصیت الوصیۃ واما غیر ہما فی ثلث الکل فرضاً اور و افلا یحتاج لوصیۃ شربلانیۃ تو اگر درمستلک وارث نہ ہو اور زرج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل مسترد کہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو وارث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشربلانیۃ و فی شرحہ للوہبانیۃ اقول توقف ولا وارث لا فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان اور نائبہ و کذا لوقف خلافاً لما زعم الطرسوسی فلیحفظ اور شربلانی شرح وہبانیہ میں ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اس کا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بحجت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنانا تو صحیح ہے بادشاہ یا اس کے نائب کی تصدیق اور اسی طرح اگر وقف بحجت عامہ کرے مرض میں تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل بنانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہ ہوگا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہ ہوگی شربلانی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے وہ معمول بنیں کذا فی الخطاوی ملخصاً ولو کان ذلک اقراراً بقبض دینیہ او غصبہ اور بہتہ و بخود ذلک علیہ اے علی وارثہ او عہدہ وارثہ او کاتبہ لا یصح لوقوعہ لولہ او اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اس کے اپنے وارث سے یا عہدہ وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہ ہوگا اور مکاتب کا اقرار اس کے سولے کے واسطے واقع ہوگا مریض نے یوں اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اس کو میں نے اس سے پایا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اس کے پاس گرد تھی وہ میں نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا و لوفد ثم بکثرت مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا بعد اس کے مر گیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائے گا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت میں واقع نہ ہوا تھا لہذا صحیح ہوگا و لو مات المقر ثم المریض و در ثلث المقر من در ثلث المریض جاز اقرارہ کا قرارہ للاجنبی بکبر و سبجی عن الصیرفۃ اور اگر پہلے مقر مرے پھر مریض مر گیا اور مقر کے وارث مریض کے بھی وارثوں سے ہیں تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا کہ اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آدے کا میر فیہ سے مسموع اس کی ہے کہ دارانے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دارا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر کا باپ ہے چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہے صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے داد کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہ ہو کذا فی الخطاوی بخلاف اقرارہ کہ اسے وارثہ بودیعہ مستملکہ فانہ جائز و صورتہ ان یقول کانت عندی ودیعتہ لہذا الوارث فاستملکتها جو ہرۃ بخلاف ودیعت مستملکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستملکہ کا اقرار کرے سودہ جائز ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سودہ میں نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوزیہ الحاصل ان الاقرار لا وارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منها اقراری الامانات کما و منها نفی کلا حق لے قبل ابی و امی و ہذہ الحیدۃ فی اقرار المریض وارثہ منہ ذلک فی الغلانی ملک ابی و امی کان عندی عادیۃ و ہذا حیث لا قرنیۃ و تمامہ فیما فلیحفظ فائدہ ہم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں از انجندہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور از انجندہ نفی ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی نفی حیدہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجندہ نفی حق مریض یہ قول ہے کہ یہ چیز فلاں میرے باپ اور میرے ماکی ملک ہے میرے پاس عادیۃ تھی اور یہ وہاں ہے جہاں قرنیہ نہ ہو اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہے ہم طحاوی نے کہا کہ ملک



پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکورہ ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہ ہو تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہیں رہی اقرقیہ اسے فی مرض موتہ لوارثہ یومرنی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یرودہ بزانیہ و فی القینۃ تصرفات المرضی نافذہ وانما تنقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مر جاوے تو وارث مقربہ کو پھر دے کذا فی البرزانیہ اور قینہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہیں اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہیں والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقرار لآخریہ مثلاً ثم ولد له صحیح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتباراً اس کے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نہ وارث ہونے اس کے بھائی کے یعنی ہر چیز اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدیدہ کالتزوج وعقد المولاۃ فیجوز کما ذکرہ بقولہ اگر جب کہ مقررہ وارث ہو گیا موت کے وقت سبب جدیدہ چنانچہ تزویج اور عقد مولات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں مذکور کیا فلو اقرار لہا اے لاجنبیۃ ثم تزوجها صحیح بخلاف اقرارہ لآخریہ المحجوب بغير او ابن اذ زال حجبه باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف اس کے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقرر کے فرزند کے موجود ہونے سے جب کہ اس کا محجوب ہونا اہل بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے و بخلاف المیتہ لہا فی مرضہ والوصیۃ لما تم تزوجها فلا تصح لان الوصیۃ تمیک بعد الموت وہی حیثۃ وارثہ اور بخلاف اجنبی عورت کے ہر کرنے کے اپنے مرض الموت میں اور اس کے واسطے وصیت کرنے کے پھر اس کے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ وصیت تمیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقرر کی اقرقیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتہ عشرۃ درہم قد استوفیتما ولہ اے للمقران ینکر ذلک صحیح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس کی بیٹی مردہ پر اس کے زین و دم خٹے سبب میں ان کو لے چکا اور اس مقرر کا ایک بیٹا ہے جو اس کا انکار کرتا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے اس واسطے کہ میت وارث نہیں کہا لو اقرار لہا فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منها وارثا صحیح الاقرار وقیل لا قالہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا بھر زوہ مرگئی قبل زواج مقرر کے اور مقرر نے ایک وایت چھوڑا عورت مذکور کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہیں قال اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ ولواقرقیہ لوارثہ ولا جنبی بدین لم یصح خلافاً لعمادیتہ اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العبادۃ وان اقرار لاجنبی مجہول نسبہ ثم اقر بنبوتہ وصدقہ وہمن اہل التصدیق ثبت نسبہ مستند الوقت العلوق واذا ثبت لطل اقرارہ لہا مہر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہیں پھر مقرر نے اس کی فرزندگی کا اقرار کیا اور مقرر نے اس کی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنی حال بیان کر سکتا ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اس کی ابتداء سے پیدائش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اس کا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اس کے واسطے اقرار صحیح نہیں ولہم یتثبت بان کذبہ او عرف نسبہ ثم یبطل عدم ثبوت النسب ثم یبطل لایعینا بیع اور اگر نسب ثابت ہوا اس طرح پر کہ مجہول النسب مقرر کی



مکذیب کرے یا اس کا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شریعت میں ہے ینایع سے ولو اقر  
 لمن ظنهما ثلثا یعنی باثنا فیہ لے فی مرض موتہ فلما الاصل من الارث والدین ویذبح لہما ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث ہے  
 التعمیر شریعتی فی ایمان الترتیة شریعتی اور اگر اس عورت کے واسطے اقرار کیا جس کو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں تو جو کمتر  
 ہوگا میراث اور دین میں وہ اس کو ملے گا اور کمتر اس کو دیا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹھہرے گی مگر وہ کی اشیاء میں  
 کذا فی المشرع لایعزم طلاق بائن کی اس واسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ اثنائے عدت میں مقرر جائے  
 اور اگر بعد مدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی المطاوی و ہذا اذا کانت فی العدة وطلقتہا لیسوا لہا فاذا مضت العدة جاز لعدم  
 التعمیة غزویۃ اور یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ مطلقہ عدت میں ہو اور زواج نے اس کو طلاق دی اس کی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی  
 تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تمت کے کذا فی الغزویۃ تمت یہ معنی کہ زوج نے شاید اس واسطے طلاق دی ہو تاکہ اس کا اقرار صحیح ہو  
 زوجہ کے واسطے تاکہ اس کو میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گزر گئی تو یہ تمت بھی باقی نہ رہی وانطلقتہا بلاسوا لہا فلہا المیراث  
 بالغام بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا وارثہ فہو فار واصلہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اس کو طلاق دی بدول اس  
 کی طلب کے تو اس کو میراث ملے گی جس مقدار کو وہ پہنچے اور اس کے واسطے اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اس واسطے کہ زوج اس  
 کا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہاں مذکور نہیں کیا بسبب اس کے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر الغلام مجہول  
 النسب فی مولدہ او فی بلدہ ہو فیما و ہما فی السن بحیث یولد مثلاً مثلاً انہ ابنہ و صدقہ الغلام لہ میزاد الا لہ یصح تصدیقہ کما روینہ  
 ثبت نسبہ ولو اقر مقرر فیما و اذا ثبت شارک الغلام الوترۃ اور اگر اس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہیں اس کے وطن میں  
 یا اس شہر میں جس میں وہ واد رہے اور حالانکہ مقرر اور مقررہ اس عمر میں واقع میں کہ ویسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ  
 لڑکا اس کا بیٹا ہے اور لڑکے نے اس کی تصدیق کی اگر وہ باتیز ہوا اور اگر صغیر ہے تیز ہو تو اس کی تصدیق کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مذکور  
 ہو چکا اور اس وقت میں یعنی در صورت اجتماع شرائط مذکورہ اس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقرر یعنی ہو اور جب کہ اس کا نسب ثابت ہو تو لڑکا  
 باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشرط یؤخذ المظن من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوة غیرہ کما مر عن الینایع کذا فی التشریع لایعزم  
 فلیعزم عند الفتویٰ تو اگر یہ شرط مذکورہ پائی جائیں تو مقرر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونے کا اقرار کرے  
 جیسا کہ مذکور ہو چکا ینایع سے کذا فی التشریع لایعزم دینے کے وقت تحریر اور تصدیق چاہیے مگر شرط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب اور پیدا  
 ہونا مثل مقرر کا مثل مقرر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے یعنی نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ جو شارح  
 نے کہا کہ من حیث استحقاق المال مقرر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت میں ظاہر نہیں اس واسطے کہ یہاں فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ  
 میں ہے یعنی جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اس کے فرزند کی کا دعویٰ کرے تو اکثر شرط مذکورہ منتفی ہوں تو اس کو مال لازم آوے گا اگرچہ  
 نسب ثابت نہ ہوگا اور شریعت میں ینایع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقربہ ولا یثبت النسب  
 کما فی الینایع انتہی اور شارح کی عبارت رکبیک ہے تو اگر لویں کتا فلو انتفی احد ہذہ الشرط وقد اقر لہ بال یؤخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر ہوتا اس  
 سے یعنی اس کی درشت سے گریز کرتا ہے ۱۷ اور اگر مقرر مقرر کا مکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقرر تو مقرر کو وہ لازم ہوگا جس کا اس نے اقرار کیا اور نسب ثابت  
 نہ ہوگا ۱۸ سے تو اگر ان شرطوں سے ایک منتفی ہو اور حالانکہ مقرر مقرر کے واسطے اقرار کر چکا ہو تو ماخوذ بحال ہوگا ۱۹



واسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب نسب ثابت نہ ہوا تو مقربہ لازم ہو گیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الموطا  
مختصر الرجل صح اقرارہ اے المريض بالولد والوالدین قال فی البران وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقرار بالجد وابن  
الابن لایصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط المقتضیة فی الابن اور ہمایہ مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینوں  
شرطوں سے جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں فرزند میں برہان میں کہا والدین کا اقرار صحیح ہے اگرچہ والدین اور بچے ہوں یعنی دادا پر دادا مقدسی نے کہا اور اس  
میں اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی  
صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر و صحیح بالزوجة بشرط خلوا عن زوج وعدتہ وخلوہ اے المقر عن اختہا مثلاً  
واربع سواہا اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اس کی عدت سے اور بشرط  
خالی ہونے مقرر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط ہونے مقرر کے چار عورتوں سے سوا اس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اس وقت  
صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسی کی زوجہ نہ ہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو اور جب کہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقرر کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو  
اور جب کہ سوائے اس عورت کے چار عورتیں اس کے پاس نہ ہوں جموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست  
نہ ہو اور حاشیہ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہ ہو مقرر پر و صحیح بالمولی من جملة العتاقة ان لم یکن ولا ثابتاً من  
جملة غیرہ اے غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار یوں کہنا کہ یہ شخص میرا مولی ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اس کا دلائل غیر مقرر سے ثابت نہ ہو  
والمرأة صح اقرارہا بالوالدین والزواج والمولی اور صحیح ہے عورت کا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی  
ہے الاصل ان الاقرار بالانسان علی نفسه حجة لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے  
نہ غیر پر قلت ما ذکرہ من صحة الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمهور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لایصح وکذا فی ضرر  
السراج لان النسب للآباء لا للاہماء وفیہ حمل الزوجة علی الغیر فلا یصح انتہی وکن الحق صحة بجامع الاصالۃ فکانت کالاب فلیحفظ میں کتابوں  
اور یہ جو مصنف نے ان کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جس پر اکثر علماء ہیں اور اکثر عتابی نے اپنے فرائض  
میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسی طرح ضرر السراج میں ہے اس واسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے نہ ماؤں سے اور اس  
میں حمل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقرر کے باپ پر تو صحیح نہ ہو گا انتہی و لیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت اصبات کے  
یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوتی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا صح بالولد ان شہدت  
امراة ولو قابلة بتعین الولد اما النسب فبالفراش شہنی اور اسی طرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی  
دے اگرچہ دائی جنائی یقین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشہنی م عورت کی گواہی اس وقت شرط ہے  
جب کہ تجاہد ہو اور شہادت قابلہ تعین ولد میں اس وقت شرط ہے جب کہ ولادت پر تصادق ہو اور تعین ولد میں اختلاف والتوضیح فی  
الطحاوی ولو معتدہ جحدت ولادتہا فنجحة تامۃ کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار لوری  
حجت سے صحیح اور ثابت ہو گا چنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا او صدقما الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدہ  
ممنۃ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اس کی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اس کی معتدہ ہو و صح مطلقا ان لم یکن

ملہ یعنی کوئی منکر ولادت ہو کہ یہ اس کا لڑکا نہیں ۱۱



کذلک اسے مزوجہ و لامعتہ او کانت مزوجہ ادعت انه من غیرہ نصاریٰ لواءہ منہا لم یصدق فی حقہا الا تبعد لیتھا اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جاوے اگر عورت ویسی نہ ہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ لڑکا اس کے سوا اور مرد کا ہے تو اقرار دلیا ہو جیسا کہ اگر مرد دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں تصدیق نہ ہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت لبقی لولم یعرف لہا زوج غیرہ لم ارہ فیجر میں کتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہ ہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اس کی تحریر اور تصدیق چاہیے اس صورت میں ظاہر اور لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر بحیل نسب نہیں ہو سکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابوالستود نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہے تو اس میں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الخطاوی ولا بد من تصدیق ہولاء اور صحت اقرار میں ان اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولیٰ ہے عقاقت سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضروری ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے لقرن میں ہے تو غیر کا اقرار ان کو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسه لما رآہ حیثہ کالمستد مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جب کہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب گمے مانند ہے یعنی وہ جس کے پاس ہوگا اسی کا ٹھہرے گا ولو کان المقر له غیرا بشرط تصدیق مولاء لان الحق لا اور اگر مقر له غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اس کے مولیٰ کی تصدیق ہوگی شرط اس واسطے کہ حق اسی کا ہے و صحیح التصدیق من المقر له بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر له کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقترۃ لانقطاع النکاح ہوتا و لہذا یس لہ علیہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقترہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اس کے عکس کے یعنی اگر زوج مقتر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اس کو غسل دینا بھی صحیح ہے اس واسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں و لو اقرار رجل بنسب فہ یختل علی غیرہ لم یقل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجدا بن الابن کما قال کالاح والحم والجدا بن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا بران اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جس میں غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ درمیں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے و منہ اقرار اشہین کما کر فی باب ثبوت النسب فلیخذا اور اذا تجملہ ہے اقرار و شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے مگر غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر بران سے سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے و شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا مگر اگر ایک شخص ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہے گا اور مقر له کے وارثوں کا اقرار ثبوت نسب نہیں جیسے مقر له کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الخطاوی و کذا لوصدقہ المقر علیہ والوارثۃ و ہم من اہل التصدیق اور اسی طرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اس کے وارث اور حلائکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جس پر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق



ورثہ مقرر علیہ قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں یوں تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقرر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار ثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقرر اور مقرر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق ثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور لصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحاوی و یصح فی حق نفسه حتی یلزمہ اسے المقر الاحکام من النفقة والحضانة والارث اذا تصادقا علیہ اسے علی ذلک الاقرار لان اقرار بما حجة علیہا اور نسب کا اقرار مقرر کی ذات کے حق میں صحیح ہے تو مقرر کو لازم ہوں گے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقرر اور مقررہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اس واسطے کہ دونوں اقرار دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اس وقت ہے جب کہ مقررہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقررے لیکن پرورش مشکل ہے اس واسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جب کہ بنت بالغہ ہو اور اس کی بے حرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحاوی فان لم یکن له اے لہذا المقر وارث غیرہ مطلقاً لا قریباً کذوی الارحام ولا بعیداً کمولی الموالاة یعنی وغیرہ ورثہ سوا کر اس مقرر کا سوا ہے مقررہ کے کوئی وارث مطلقاً نہ ہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولا سنے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اس کا وارث ہو گا م یہ وارثت فقط مقررہ کے مقصور ہے تو اس کی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی الطحاوی والا لان نسب لم یثبت فلا یزعم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقرر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقررہ کا وارث نہ ہو گا اس واسطے کہ اس کا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور مراد اس وارث سے جو مانع ارث مقررہ ہے وہ ارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اس واسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے مقررہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقران یہ حج عن اقرارہ لانه وصیۃ من وجہ زلیعی اے وان صدقہ المقر کما فی البدائع فکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق ثبت النسب فلا یفزع الرجوع فلیحذر عند الفتوے پھر دریافت کر کہ مقرر کو اپنے اقرار سے پھرنا جائز ہے اس واسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہے کذا فی الزلیعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقرر کی مقررہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شروح سے نقل کیا ہے کہ مقررہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اس کی تحریر اور تفتیح چاہیے فتوے دینے کے وقت ہم ظاہر ازلیعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور شربنالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تفصیل میں اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر یہ مقام یہ ہے کہ نسب اقرار میں اگر غیر پر تحصیل نسب نہ ہو اور تصدیق مقررہ کی پائی جاوے تو اس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تحصیل غیر پر ہو اور مقررہ تصدیق کرنے تو رجوع جائز ہے غرض کہ یہاں کلام ہے دو مقاموں میں فندہ کذا فی الطحاوی مطلقاً ومن بات البوہ فافتر یاخ شارکہ فی الارث فیستحق نصف لعیب المقر ولم یثبت نسبہ لما تقران اقرارہ مقبول فی حق نفسه فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اس نے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقررہ اس کا شریک ہو گا ارث میں تو وہ نصف حصہ مقرر کا مستحق ہو گا اور اس کا نسب ثابت نہ ہو گا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کا اقرار فقط اسی کے حق میں مقبول ہے قلت یعنی لو اقرار الاخ با بن بل یصح قال الشافعیۃ لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ارہ لا متنا صریحاً و ظاہر کلامہم نعم فلیراجع میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمائے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ جس کا وجود باعث ہو اس کی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی شرط یہ ہے کہ مقرر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان



لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے اماموں کے کلام میں مصرح نہیں دیکھا اور ان کے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہے تو اس کی تلاش چاہیے کتب مذہب میں ہم وجہ صحت یہ ہے کہ مقتضائے کلام حنفیہ یہاں یہ ہے کہ اگر مقر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے ہو اور اگر نصاب نہ ہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی الخطاوی وان ترک شخص بنین ولہ علی آخر ماتہ فاقرا حدہما بقبض ابرہہ تمسین متھا فلا شئ للمقر لان اقرارہ یصرف الی لایبہ وللآخر خمسوں بعد حلفہ ان لا یعلم ان ابہ قبض شرط الماتہ قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقرار ان ابہ قبض کل الدین لکنہ بنا یحلف بحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اس کے دوسرے شخص پر سودرم نہیں ہوا ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اس کا باپ پچاس درم ان میں سے لے چکا تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ اس کا اقرار اس کے حصہ کی طرف پھر جائے گا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملیں گے یوں قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے باپ نے سودرم سے نصف پائے یہ قول ہے اکمل کا میں کتابوں اور اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں مدیون کے حق کے واسطے قسم لی جائے گی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہے نہ خصم کے واسطے اس واسطے اس پر اس سے زیادہ مطالبہ نہیں جو اس پر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم میں اس کا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بھائی قسم نہ کھائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اس کا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درم کذا فی الخطاوی

**فصل فی مسائل شیعہ یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ میں اقرار**  
**الحرة المطلقة بدین لاخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفہ فیختبئ المقررة وتلازم وان تضر الزوج وبنہ احدی**  
 المسائل الست الخارجة من قاعدة الاقرار حجة قاصرة على المقر ولا یعدی الی غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو اس کا اقرار اس کے زوج کے حق میں بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقر وہ دین کی بابت جس کی جائے گی اور اس کا ساتھ نہ چھوڑا جائے گا اگرچہ جس اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصدہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور مسائل اشباہ میں ہیں ہم منجملہ مسائل تشکیک نہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۲ اگر موجد نے اس دین کا اقرار کیا جس کے ادا کا ٹھکانا نہیں مگر عین موجد کے متن سے تو دائن کو اس کی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اس کی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح منہ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعویٰ کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حمرہ کا دعویٰ کیا اپنے بھائی کی زندگی میں تو دعویٰ صحیح ہوگا اور میراث اس کے ولد کو ملے گی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اس کی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اس کے باعث پر سبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجابة غیرہ فاقرا لاخر بدین فان لم یبہدہ وان تضر المستاجر وہی واقعة الفتوی ولم تضر صریحہ اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکور سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدور کی میں ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر کو اس کا جس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فوتے طلب ہوا تھا اور میں نے اس کو مصرح کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا و عندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تجبس ولا تلازم ودر قلت وینبغی ان یعول علی



قولہا افتاء وقضاء لان الغالب ان الالب لعلیہما الاقرار لہ او لبعض اقرار بہا لیتوصل بذلک الی منعہما بالحبس عنہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مراراً  
 حین اقبلت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین رحمہ کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہ ہوگی زوج کے حق میں تو وہ مجبور  
 اور ملازم نہ ہوگی کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبین رحمہ کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے میں اس  
 واسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اس کو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توکل  
 سے اس کو روک رکھے اپنے پاس اس کے شوہر سے چنانچہ میں چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جب کہ میں مبتلا بقضاء ہوا تھا ایسا  
 کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م اس تعلیل میں اعتراض ہے اس واسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اس واسطے کہ جب  
 اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہیں علاوہ اس کے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جس مدیون  
 کا قاضی کے پاس ہوتا ہے وہ باپ کے پاس تو ایسا ہی کا قول معتمد مٹھرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا  
 فی الطحاوی مجہولۃ النسب اقربت بالرق للناس وصدقہا المقر ولما زوج واولاد منہ اسے الاصل وکذبہا زوجہا  
 صح فی حقیقہا خاصۃ فذلک علی بعد الاقرار بقیق خلافاً لمحمودت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور  
 مقر لہ نے اس کی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو عورت  
 کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا لفظ رہے گا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد مذکور  
 بھی رقیق نہ ہوگا لانی حقہ یہ دلیل انتقام مطلقاً کا حقیقہ فی الشرع لایہ بشوہر کے حق میں اس کا اقرار صحیح نہ ہوگا اس قول پر انتقام مطلق  
 مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اس کی تحقیق شرعاً لایہ میں مذکور ہے م بسوط میں ہے کہ عورت کی طلاق دو طلق ہیں اور عدت اس کی  
 دو حیض ہیں بالاجماع اس واسطے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے  
 کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی کو خاص ہے اس واسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورتوں کا اعتبار ہے اور اسی طرح حیض میں تو انتقام  
 طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلف ہے کذا فی الطحاوی وحق الاولاد اور نہ اولاد کے حق میں اس کا اقرار صحیح ہے و فرغ علی حقہ بقولہ  
 فلا یبطل النکاح علی حق الاولاد بقولہ واولاد حصلت قبل الاقرار ومانی لبطنہا وقتہ اقرارہ بحکم قبل اقرارہ بالرق اور مصنف  
 نے حق زوج پر تصریح کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہ ہوگا اقرار مذکور سے اور حق اولاد پر تصریح کی اس قول سے اور جو اولاد نکاح  
 ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں بسبب ان کے حاصل ہونے کے ملکیت کے  
 اقرار سے پہلے مجہول النسب حرر عمدہ ثم اقرار بالرق للناس وصدقہا المقر منع اقرارہ فی حقہ فقط دون البطلان الحق  
 شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی  
 تو اس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اس کے حق میں نہ عتق کے باطل کرنے میں فان مات العتق یرثہ وارثہ ان کان لہ وارث لیتعرق الترتک  
 والا فیرث الكل او الباتی کافی وشرعاً لایہ المقر لہ پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اس کا وارث اس کی میراث پاوے گا اگر اس کا کوئی ایسا وارث  
 ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اس کا کوئی مطلقاً وارث نہ ہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ اصل زوجین  
 تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتق فارثہ لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اس کی میراث  
 مقر کا عصبہ پاوے گا ولو جنی ہذا العتق سعی فی جنایۃ لانی لا عاقلہ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت



مزدوری کر کے دیت ادا کرنے اس واسطے کہ اس کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جس پر دیت لازم آئے و لوجہ علیہ یجب ارض العبد و ہرک المملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر و ہو یصلح للدفع لالاستحقاق اور اگر اس پر جنایت کی جائے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اس واسطے کہ اس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او البیقین او مکر کقولہ حق و نحوہ او کفر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حق و نحوہ لقرن بہا البر کقولہ البر حق او الحق براخ فاقترار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو اس نے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا البیقین یا الفاظ مذکورہ مکرہ سے کہے بدو الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقا اور مانند اس کے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اس کے یا حق وغیرہ کے ساتھ ہرک لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق براخ تو یہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلاً و لوقال الحق حق او الصدق صدق او البیقین البیقین لایکون اقرارہ الا انہ کلام تام بخلاف ما مر لاند لا یصلح للابتداء فنجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الحق او مخاطب یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا البیقین البیقین تو یہ اقرار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں اس واسطے کہ وہ الفاظ ابتداء کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اس نے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا البقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا و باعما فوجد بہا واحد منها اسے من ہذہ العیوب لا ترد بہ لاند نداء او شتمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یوں کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اس کے اس کو بیچ ڈالا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اس کی رد بیع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو م قول اخیر گالی ہے اور باقی مذاہب بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ البقۃ او ہذہ زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد باحدہ لاند اخبار و ہو تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا یہ بھگوڑی ہے یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے کہ اس صورت میں اس کی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اس واسطے کہ یہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہے یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اس کو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہے و بخلاف یا طالق او ہذہ المطلقة فعلت کذا حیث تطلق امراتہ لکن من اثباتہ شرعا فنجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول و رد اور بخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یوں کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعا تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنی مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں اقرار السكران بطریق محظور اسے ممنوع محرم صحیح فی کل حق اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پی کر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا (لا تقرؤا الصلوۃ و اتمم سکاڑے) یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور ان کو عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فتدبر فلو اقر بقوما قیم علیہ الحد فی سکرہ و فی السرقة لیضمن المسروق کما بسطہ سعدی آفندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے نقاس کا اقرار کیا تو اس پر حد قائم ہوگی اس کی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چھدی میں

ملے یعنی سلوک کرنا حق ہے یا حق سلوک کرنا ہے ۱۲ سہ مترجم ثانی کہتا ہے کہ اس تعلیل میں یہ شبہ ہے کہ اول کے الفاظ میں البر یعنی اور بالحق برہمی ہے اور وہ دونوں

مجید نام ہیں تو ان کو جواب کلام ٹھہرنے کے لئے یہ علت کافی نہیں کہ ابتداء کلام کی لیاقت نہیں رکھتے تو اس کی تیغ چاہیے ۱۳



تو اس پر سبوق کا تادان لازم ہوگا چنانچہ اس کو واضح بیان کیا ہے سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں **الانی ما یقبل الرجوع کالردۃ** و **حد الزنی و شرب الخمر** مگر مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں ان چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد میں اگر مستی میں اقرار کیا کہ اس نے شراب پی ہے تو اس کا اقرار صحیح نہیں تو اس پر حد قائم نہ ہوگی بلکہ ترتیب احکام گواہی پر مشابہ موقوف ہوگا کذا فی الطحاوی و ان سکر بطریق مباح کشر بہ مکر لا یعتبر بل ہوکا لا غناء الانی سقوط القضاء و تمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جو برے سے پینا تو اس کا اقرار معتبر نہ ہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہے مگر نماز کے قضاء کے ساقط ہونے سے اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکامات میں ہے م یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہے اور مستی سے قضاء صلوۃ ساقط نہیں المقر لہ اذ الکذب المقر یطل اقرارہ لما تقر رانہ یرتد بالرد مقر لہ جب کہ مقرر کی تکذیب کرے تو مقرر کا اقرار باطل ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنے سے م یعنی جب مقرر مقرر کی تکذیب کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس کی تصدیق پر عمل نہ ہوگا مگر مواضع آئندہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحاوی الانی ست علی ما ہنا تبعا للاشباہ تکذیب مقرر مبطّل اقرار ہے مگر چھ صورتوں میں بموجب اس کے جس کو مصنف نے یہاں اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے **الاقرار بالحرث والنسب وولاء العاقلہ والوقف** منجہ مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہے اور نسب اور ولادہ عتاق اور وقف کا اقرار ہے م اقرار حرث کی یہ صورت ہے کہ جس کے پاس غلام ہے اس نے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے تو اس کی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اس کی تکذیب کرے دعویٰ نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقررہم کی ضرور ہے صحت اقرار میں اور تصدیق مولا عتاق بھی شرط ہے اور یہاں اس کے خلاف ہے مگر یہ کہ اس پر محمول کیجئے کہ جب مقرر تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس محل پر متفرقات بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقرر نے اس کو رد کیا پھر اس نے اس کی تصدیق کی تو وہ اس کا غلام ٹھہرے گا اور رقیق کا اقرار رد کرنے سے باطل نہ ہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہے اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اس واسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں اسحاق سے منقول ہے کہ جب مقرر وقف کو رد کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر پیش تصویر رق ہو گئی سو اسے اطلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحاوی مختصرا تبصر فی الاسان لو وقف علی رجل فقبل ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول ارتد اسحاق میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اس نے وقف کو قبول کیا پھر اس کو رد کیا تو وقف مردود نہ ہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کر دے گا تو پھر جائے گا والطلاق والرق فکلما لا یرتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقرر کے رد کرنے سے ویزا المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البرازیہ یعنی اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہ ہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء المجر و تمامہ مثلاً او زکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اس کا بیان وہیں ہے م یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے متفرقات میں یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الا ان انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو میں نے اب تک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح میں وقف ہے کذا فی الطحاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ مجزم مناسب نہ تھا واستثنیٰ مسکتین من الابرار وہما ابرار الکفیل



لا یرتد و ابرار المدیون بعد قوله ابرائی فابراه لا یرتد تا المستثنی عشرة فلتحفظ اور صاحب کجمر نے دو مسئلے ابرار سے مستثنیٰ کئے ہیں اور وہ دونوں یہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول بہ سے نہیں پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اس کے یوں کہنے کے بعد کہ مجھ کو بری الذمہ کر دے دین سے سودائیں نے اسے بری الذمہ کر دیا نہیں پھرتا تو مستثنیٰ دس مسئلے ہیں سوال کو یاد رکھنا چاہیے منجملہ مسائل عشرہ صحیحہ صورتیں متن میں مذکور ہیں اور چار صورتیں شارح نے بڑھائی ہیں لیکن چونکہ صاحب کجمر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت نو صورتیں مستثنیٰ ٹھہریں کہ رد کرنے سے رو نہیں ہوتی ہیں دینی وکالت الوہابیۃ ومتی صدقہ فیما ثم ردہ لا یرتد بآرد اور وہابیہ کی کتاب الوکالت میں ہے اور جب کہ اس نے تصدیق کی وکالت وغیرہ میں پھر اس کو رد کیا تو اس کے رد کرنے سے رو نہیں ہوتا مطلقاً دینی نے کہا فیما کا مرجع منیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبد البر کہ شرح وہابیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر تصویر وکالت یوں کیجئے کہ شرعاً معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر مثل مثل معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعویٰ کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہیں انتہی و ہل یشرط لصحة الرد مجلس الابرار خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونے کے لئے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان مافیہ تمیک مال من وجہ یقبل الرد والافلاک ابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وذا ضابطہ جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تمیک ہے کسی طرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تمیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفعۃ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہ قاعدہ جید ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے صلح اہد الورثۃ و ابراہ ابراء عاماً او قال لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوسی او قبضت البیع ونحو ذلک ثم طهر فی ید وصیہ من الترتۃ شیخ لم یکن وقت الصلح وتحققہ شیع دعوی حصۃ منہ علی الاصح صلح البرزازیۃ ولا تناقض لکل قولہ لم یبق لی حق اسے مما قبضتہ علی ان الابرار عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجه عدم صحۃ البرادۃ لما افادہ ابن الشخۃ واعتمدہ الشرنبلالی وسحقۃ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے عطایہ سے اور اس کو ابرا عام کر دیا یا یوں بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے دمی کے پاس باقی نہیں رہا یا یوں کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پایا یا ماند اس کے کچھ اور لفظ بولا پھر اس کے باپ کے دمی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنی اس کا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اس چیز کو ثابت کر دیا برائے سے تو اس کے حصے کا دعویٰ اس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح کذا فی صلح البرزازیۃ اور کچھ تناقض نہیں ادعا بعد ابرا میں بسبب محمول کرنے اس کے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنی اس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جس کو میں نے قبضے میں کیا علاوہ یہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنی وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اس وقت میں عدم صحت برادرت کی تو یہی وجہ تھی ہے دعویٰ مسموع ہونے میں چنانچہ ابن شخۃ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اس کو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اس کی تحقیق کریں گے کتاب الصلح میں ہم سب حصہ پانے کی یہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اس کو میں نے پایا پھر ایک مرد پر دین پدیری کا دعویٰ کیا تو دعویٰ اس کا مسموع ہے کذا فی الطبخ عن الحانۃ طحاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسند وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقف الصلح تک پھر یوں کہتا او ادعی فی ید الوسی شیئاً وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل وینا لوالدہ شیع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقربہ قرض ولعوضہ ربوا علیہ فان اقام علی

نے یعنی دمی کے قبضے میں کسی چیز پر دعویٰ کیا اور یہ کہا کہ میرے باپ کے ترکے میں کبھی ہر کسی شخص پر اپنے باپ کا دین ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ ان امور مذکور میں مسموع ہوگا ۱۲



## ذلک بنیۃ نقل وان کان متناقضا لانا نعلم انه مضطر الی هذا الاقرار شرح

لا عذر لمن اقر غایۃ ان یقال بانہ یخلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتویٰ فی ہذہ ونحوہا الخ قلت وبعہزم المصنف فیما مرقدہ بر اقرار کیا ایک مرونے اس مال کا جو دست آویز میں مرقوم ہے اور اس پر گواہ کروادیا پھر اس نے دعویٰ کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے اور بعض بیاج ہے مجھ پر پھر اگر گواہی قائم کرے گا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہابیۃ میں کہتا ہوں اور وہ بیانہ کے دوسرے شارح شربنہالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتویٰ نہ دیا جائے اس واسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کا یہ ہے کہ کما جادے یعنی اس کا فتویٰ دیا جادے کہ مقر لے سے اس کی قسم لی جادے بموجب قول ابی یوسف رحمہ کے جو فتویٰ دینے کے واسطے اس مسئلے میں اور مانند میں مختار ہے میں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے اس میں جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح اذ قطعاً قبل الدخول لزمہ مر بالدخول ولفظ بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اس نے اس کو طلاق دی قبل دخول کے تو اس کو پورا امر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور لفظ مر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر المشر وطالہ الریغ او بعضہ انہ اے ریح الوقف المستحقہ فلان ووتہ صیح و سقط حصۃ ولو کتاب الوقف بخلافہ جس کے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہے اس نے اقرار کیا کہ ریح حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلان شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اس کا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو و لوجہ لغیرہ او اسقطہ للاحدم یصح اور اگر اس نے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اس کو ساقط کر دیا بلا یقین مستحق تو اقرار صحیح نہیں مگر جعل سے مراد انشاء جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی المطاوی و کذا المشر وطالہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف و ذکرہ فی الاشباہ و مہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسی طرح جس کے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہے اس کا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب الوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اس کو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصاص المرفوعۃ الی القاضی لا یواخذہما بما کان فیہما من اقرار و تناقض لما قدما فی القضاء انہ لا یواخذہما فیہما الا اذا اقر بلفظ صریحاً جو حکایات کہ لکھ کر قاضی کی طرف پیش ہوں تو ان کا پیش کرنے والا ناخوذ نہ ہوگا اس مضمون سے جو ان میں مندرج ہے اقرار اور تناقض سے اس واسطے کہ ہم کتاب القضاء میں مذکور کر چکے ہیں کہ ان کے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جب کہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اس کا اقرار کرے تو ناخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما علم او احسب او اظن لائسے علیہ خلافاً للثانی فی الاول قلنا ہی لشک عرفاً نعم لوقال علمت لزمہ اتفاقاً کسی شخص نے کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجائے فی علمی کے فیما علم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا بخلاف ابو یوسف رحمہ کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علمت کا لفظ کیے بیٹے میں معلوم کر چکا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اس کو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رحمہ کے قال غصبنا النعمان فلان ثم قال کنا عشرۃ النفس مثلاً و ادعی النعمان صاحب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح و صوابہ و ادعی الطالب کما عبر بہ فی الجمع



وقال شرعاً اے الغصب منه انه لو حده غصباً لزمه الالف كلها ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہم نے ہزار درم فلا نے شخص سے غصب کئے پھر مقر لو لا کہ اس شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے غصب کئے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر نے ہزار درم غصب کئے ہیں تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہوں گے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مضبوط کی ہے والزمه زفر بعشر با اور زفر نے مقر نے کو ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہے اس واسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اس پر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوگا قلنا هذا الغمیر لیسبق فی الواحد والظاہر ان یخیر یفعلہ دون غیرہ فیکون قوله کثراً عشرة رجوعاً فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کثراً صح اتفاقاً لانه لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالیٰ انا ارسلنا اور ظاہر مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اس کا یہ قول کہ ہم اس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اس واسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجل اوصی ابی ثلث مالہ لزيد بل العروبل لیکر فالثلث للاول وليس لغيره ثلث وقال زفر لکل ثلثه وليس للابن ثلثه ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہے اور اس کے سوائے کسی کو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملے گا اور فرزند کو کچھ نہیں ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہے کہ اسی طرح تینوں شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذلک للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذہ من الكل الكل من الجمع والحد اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اس کے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہ ہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب سائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم فروع مسائل طحہ شارح کے اقریشے ہم ادعی الخطا لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناءً علی قضاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانہ قینہ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعویٰ کیا تو مقبول نہیں مگر جب کہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتویٰ دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہو یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتویٰ غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیۃ ہم اور اگر قاضی کے رد و طلاق کا اقرار کرے گا تو خطائے مذکور میں اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہاً فافتنہ لجنہم لیسیرتہ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتویٰ دیا ہے کذا فی النظریتہم تجنیس اور قستانی میں ہے کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا کہ جو اور ظلم ہے الاقرار بے محال و بالین بعد الابراء منہ باطل شے محال کا اقرار اور دین کا بعد اس کے معاف کر دینے کے باطل ہے ہم شے محال کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھ کو زید نے فلا نے پہنے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مرچکا اور از انجملہ یہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر متن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع بلا متن باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحاوی ولو مبر بعد مبتلا علی الاشباہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہم صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے اپنا مہر بخش دیا یا پھر زوج نے مہر کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں اور یہ اس کے مخالف نہیں جو عبد المبر شارح و مبانہ



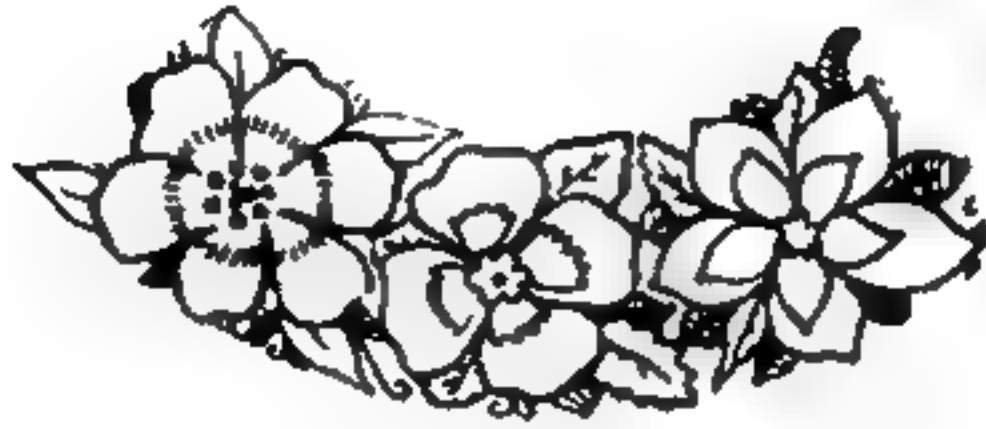
نے خلاصہ اور صغیر سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور سرگیا پھر طرہوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت بہہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات میں تو گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فضول عہادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا بہہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی دنیا بسبب حادث بعد الابراء العالم وانہ اقربہ یزید ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعة الفتویٰ قتال ہاں اگر دین کا دعویٰ کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابرا سے عام کے اور یہ دعویٰ کرے کہ مدیون نے اس کا اقرار کیا ہے تو اس کو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں اور مفاد اس کا یعنی سبب حادث کے تقید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جس کا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اس کا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کریم اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلا نے کا مجھ پر اتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلا نے کا دین مجھ پر باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحاوی الفصل فی المرض احط من فعل الصحة مرض کا فعل کتر ہے صحت کے فعل سے م چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور مہر مرض الموت میں کتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اس واسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مثل سے زیادہ نافذ نہ ہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور مہر ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلہ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لانی الصحة تتمہ وتامہ فی الاشباہ فعل مرض کتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے میں یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اس کے کہ وقف کے تفویض نظارت کی اس کے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے و فی الوبیانیۃ سے اقر مہر مثل فی مصنف موتہ۔

فبیئۃ الایباب من قبل تدرجہ اور وہبیانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبل مرض کے مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے م اس مسئلے کا بیان شرح وہبیانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا ہے واسناد بیع فی الصلۃ قبلین و فی القیض من ثلث الترات یقدرہ بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا م متقی میں ہے کہ اگر مرض میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلا نے سے حالت صحت میں اور اس کے ثمن پرینہ قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اس کی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہ ہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاذہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوبیانیۃ

۵۔ ولیس بلا تشہد مقرر العہدہ ولوقال لا تجزئ خلف لیطرحہ اور اس قول میں مقرر نہ ہوگا گواہی نہ دیجو ہم اس کو حکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجو تو اس میں اختلاف مسطور ہے م اگر یوں بولا کہ اس کی گواہی نہ دیجو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہ ہوگا ہزار کا اس واسطے کہ یہ نہی ہے وجوب بالزور کی اثبات سبب سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہے یعنی تم اس کے گواہ نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے کہ غبی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارانے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی ۶۔ ومن قال علی ذالکا ان منشأہ ومن قال بذالک وافتو منظرہ اور جس نے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجب تلیک ہے یعنی اس نے بالفعل اس کو مہر کیا تو اس میں شرائط مہر معتبر ہوں گی اور اگر یوں بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ منظرہ ہے ملک کا یعنی مقرر اور مخبر تو اس میں مہر کی شرائط معتبر نہیں ۷۔ ومن قال لا دعویٰ



لی ایوم عند ذہا ۛ فمایدہی من بعد متنا فمکرہ اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوے نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اس کے بعد جو دعویٰ کرے گا اس دن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو اس پر شرح کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں م اور اگر دعویٰ کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ میں نے فلانے پر دعوے کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوے مسموع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔





# کتاب الصلح

یہ کتاب سے صلح متخاصمین کے احکام میں م مصالح علیہ اس کو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعویٰ کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سودرم لے اور حویلی کا دعویٰ نہ کر تو یہاں سودرم مصالح علیہ ہے اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقر سبب الخصومة المستدعیہ المصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا مولفہ اسم من المصالحہ وہ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالح کا اسم ہے و شرعاً عقد یرفع النزاع و یقطع الخصومة اور شرع میں صلح عبارت ہے اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہے رکنہ الایجاب مطلقاً رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقاً یعنی متعین اور غیر متعین دونوں میں ایجاب طالب کا ضروری ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتبعین اما فیما یتبعین کالدرہم فقیم بلا قبول عنایت و سببی اور رکن صلح کا قبول کرنا مطلوب کا متعین اور غیر متعین میں چنانچہ درہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایت اور آگے اس کا بیان آوے گا م صلح بلا قبول اس وقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعویٰ کیا سودا علیہ نے نصف درہم پر صلح چاہی سودا علی نے کہا کہ میں نے اس پر صلح کی تو اب دعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اس واسطے کہ یہ استقاط سے مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی و شرط العقل لا البلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصیح من صبی ما ذون ان عمری صلح عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہے صغر ما ذون کی جانب سے اگر اس کی صلح خالی ہو نقصان صریح سے م عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہ کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نہ نفع اس میں نہ ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ما ذون نے ایک آدمی پر دین کا دعویٰ کیا اور اس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعویٰ کے گواہ نہ ہوں تو صلح جائز ہے اس واسطے کہ در صورت عدم صلح سوائے خصومت اقسام کھانے کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہے خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اس واسطے کہ اپنے حق کا کھانا بترغ ہے اور صغیر بترغ کا مالک نہیں اور جہاں نہ ضرر ہو نہ نفع اس کی مثال یہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اس کی قیمت کے اور جس میں نقصان ہو مگر غیر صریح اس کی مثال یہ ہے کہ دین میں تاخیر کرے کہ یہ جائز ہے اس واسطے کہ اعمال تجارت سے ہے و صلح من بعد ما ذون و مکاتب لوفیہ نفع اور صلح من بعد ما ذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں نفع ہو م طحاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا اس کو مثال رہتا جس میں نہ نفع ہے نہ ضرر یا جس میں ضرر ہے مگر غیر صریح و شرط الیہا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجهول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو م اور اگر قبض کی حاجت نہ ہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ



ایک گھر میں اپنے حق ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اس پر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعویٰ ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اس واسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر و کون المصلح عند حقه يجوز الاعتياض عنه ولو كان غير مال كالقصاص والتعزير اذ فيه شرط ہے کہ مصلح عند اليسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اس کی بدلانی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہ ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر مسموع حق سے مراد یہ ہے کہ مصلح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقاً اپنے زوج پر دعویٰ کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اس کا ہے زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اس کو کچھ دے کر صلح کی کہ وہ اپنا دعویٰ ترک کرے تو یہ صلح باطل ہے اس واسطے کہ نسب حق صیغہ ہے نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مانگ نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر صلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے کذا فی الطحاوی معلوماً کان المصلح عند او مجبولا خواہ مصلح عند معلوم یا مجہول م مجہول ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر صلح کی تو صحیح ہے لایصح لو المصلح عند مما لا يجوز الاعتياض عنه وبني بقوله الحق شفعه وحد قذف وكفالة بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصلح عند اس قسم سے جو جس کا عوض لینا اور بدلانی جائز نہیں اور اس کو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کہ اس کی بدلانی صحیح نہیں م اگر مشتری صلح کرے شفعہ سے بھت اس شفعہ کے جو شفعہ کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ شفعہ کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو بمقابلہ اس کے مال لینا جائز نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہ عبارت ہے بعض دین کے استقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اس واسطے کہ حد قذف اگرچہ اس میں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اس میں غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور اسی طرح حد سرقة سے صلح جائز نہیں اس طرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اس نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ اس کو حاکم کے پاس نہ لے جائے اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور اسی طرح زکوٰۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی مخصصاً وبطلان الاول والثالث وكذا الثاني لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول و ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسی طرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لے جانے سے پہلے مولا حد زنی و شرب مطلقاً صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خمر سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اس کی نالتش کی ہو یا نہ کی ہو م قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اس کے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کر دے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اس کا باطل ہے اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لے کر اور معاف کر دے تو صحیح نہیں اور اس کا پھر دنیا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحاوی و طلب الصلح كاف عن القبول من المدعي عليه ان كان المدعي به مملالا متيعين بالتعيين كالدرهم والدنانير وطلب الصلح على ذلك لانه استقاط للبعض وهو يتم بالمسقط اذ طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعویٰ کیا اس قسم سے ہو کہ تعین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ درہم اور دنانیر اس واسطے کہ وہ استقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے ادا استقاط فقط مستقط سے تمام ہو جاتا ہے م طحاوی نے کہا کہ شارب الخمر کے



اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خود تن میں موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے تکرار بے فائدہ جان کر اس کا ترجمہ نہ کیا وان کان مما يتبعين بالتعيين فلا بد من قول المدعى عليه لانه كالبیع اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جانا ہو تعین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اس واسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے م اور بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بالبع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بالغ کہے کہ میں نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکم وقوع البراءة عن الدعوى و وقوع الملك فی مصالح علیہ و عنہ لومقر اور حکم اس کا یعنی اثر مرتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو م اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ م صلح جائز ہے بدیل قول حق تعالیٰ (والصلح غیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرا دے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہیں جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحاوی فالاول حکمہ ببيع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتمی فیہ احکام ببيع كالشفعة والرد بعیب وخیار روية و شرط سواد لینی صلح مع الاقرار ببيع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اس وقت میں تو صلح میں بیع کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار روية اور خیار شرط م اگر صلح واقع ہوتی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اس میں مدعی عیب پاوے تو اس کو پھر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہے ولینسده جہالت البذل المصارح علیہ لا جہالت المصلح عنہ لانه یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اس واسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں و بشرط القدرة علی تسلیم البذل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کلید کے تسلیم کرنے پر م جلی نے کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہے اس کا عطف یسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اس کا مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت در صورت جہالت متصور نہیں و اما استحق من المدعی ای المصارح عنہ یر والمدعی حصته من العوض ای البذل ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اس کے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھر دے و اما استحق من البذل یرجع المدعی بحصته من المدعی كما ذکرنا لانه معاوضة و هذا حکما اور جس قدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اس کے مصالح عنہ مدعی پھر لے جس طرح ہم نے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھر لے اس واسطے کہ صلح در حقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کاجارة ان وقع الصلح عن مال بمنفعة کخدمتہ بخند و سکنی دار فشرط التوقیت فی ان اجتمع الیہ والا لا کصنغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صنغ ثوب اور رکوب دابة موضع معین تک اور محل طعام مکان معلوم تک و یبطل بموت احدیہا و بہلاک المحل فی المدة اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے



اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاک کی محل مبطل صلح ہے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی نہیں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمدؐ کا جس پر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہے کذا فی الطحاوی و کذا لودیع عن منفعت ہال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانه حکم الاجابة اور اسی طرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعویٰ منفعت سے بعض مال کے یا صلح واقع ہو دعویٰ منفعت سے بعض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الايضاح اس واسطے کہ یہی حکم ہے اجارے کا م در صورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعویٰ سکونے دار سے غلام کا خدمت پر اور در صورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اس واسطے کہ استیفاء منفعت کا مثلاً نجس منفعت سے جائز نہیں اسی طرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبي والاخير ان ای الصلح بسکوت و انکار معاوضۃ فی حق المدعی و قد ابرمین و قطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلاتی ہے مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں م مدعی کے حق میں معاوضہ اس واسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اس واسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا و یمتد فلا شفعة فی صلح عن دار مع احدہما اسی مع سکوت و انکار اور اس وقت میں تو شفوع نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اس کے گھر کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعویٰ ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر گھر سے صلح کر لی تو شفوع واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا اور کر کے اور یہ اس کا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زحم اس کو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فید فی بحوث فان کان للمدعی بینه اقامۃ الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعة لان باقۃ البینۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع و کذا لو لم یکن البینۃ فملفت المدعی علیہ فیکمل شربہ لایۃ لیکن در صورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعویٰ میں تو اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعویٰ کے گواہ ہوں گو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفوع اس واسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہو کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسی طرح شفوع ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہ ہوں اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سودہ قسم کھائے کذا فی الشربہ لایۃ و تجب فی صلح وقع علیہا باحدہما اذ اقرار لان المدعی یاخذ من المال فیواخذہ بزعمہ او شفوع واجب ہے اس صلح میں کہ واقع ہوئی ہے گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اس واسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرے بموجب اس کے گمان کے م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دے کر صلح کر لی تو اس میں شفوع واجب ہوگا بموجب زعم مدعی و ما استحق من المدعی و المدعی حصۃ من العوض و رجوع بالخصوصۃ فیہ فیما م استحق لخلو العوض من الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اس کے حصے کے مدعی عوض سے پھر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں خصوصیت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے م یعنی مدعا علیہ نے عوض اس واسطے دیا تھا تا خصوصیت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اس کے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصوصیت مد سے پھر وہ جب غیر کا مملوک گھر اتو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہ ہوا اور یہی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصوصیت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھر لے گا کذا فی الدرر و ما استحق من الیدل رجوع الی الدعوی فی کذا فی بعضہ اور جس قدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی کی طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو



تو کل مصالح عنہ کا دعویٰ کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعویٰ کرے ہذا اذالم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع برجح بالمدعی نفسه لا بالمدعی لان اقدامہ علی المبايعۃ اقرار بالملکۃ یعنی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعویٰ در صورت استحقاق بدل اس وقت ہے جب کہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھر لے رجوع الی الدعویٰ کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبايعت پر ملکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے و ہذا ک البذل کلا و بعضاً قبل التسليم لہ ای المدعی کا استحقاقہ کذلک فی التفصیلین ای مع اقرار اذ مع سکوت و انکار اور بلا کی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت و الانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل بلا ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پھر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعویٰ کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی بلا کی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر بلا کی صلح باطل ہوگی اور باقی میں رہے گی کذا فی المنع و ہذا لو البذل مما یتعین و الا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی بلا کی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اس وقت ہے جب کہ بدل اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعین سے اور اگر متعین نہ ہو تو چنانچہ کیلی اور مدعی تو صلح باطل نہ ہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھر لے مدعا علیہ سے کذا فی العینی صراح عن کذا نسخ المتن والشرح و صوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیحی فلو ادعی علیہ دارا فصالح علی بیت معلوم منها فلو من غیر ما صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اس واسطے کہ جس پر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اس کا حق ہے یعنی بعض حق سے عین کی قید اس واسطے لگائی کہ دین کے دعویٰ میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آئے گا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور بشرح کے نسخوں میں صراح عن بعض ما یدعیہ اور حق عبارت یوں تھا کہ صراح علی بعض ما یدعیہ و حیلہ صحیحہ ماذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شئی آخر کثوب و درہم فی البذل فیصیر ذلک عوضاً عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائے گی مدعی کے باقی حق سے مگر مثلاً گھر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اس کے عوض میں درم یا کپڑا ہو گیا اور یہ حق بہ الابراء عن دعویٰ الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابراء حق کیا جائے باقی کے دعویٰ سے مگر یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعویٰ میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعویٰ سے ابراء کر دے مگر ظاہر الروایۃ الصحیحہ مطلقاً شریکاً لایۃ وشی علیہ فی الاختیار وغیرہ فی العربیۃ للبرازیۃ و فی الجلالیۃ للشیخ الاسلام و جیل مافی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقاً خواہ حیلہ مذکور کرے یا نہ کرے کذا فی الشریکاً لایۃ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور ثوب کیا ہے اس قول کو عربیہ میں بزازیہ کی طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مستند متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہے مگر ظاہر الروایۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہے برأت باقی عین سے اور فقہاء کا قول یہ ہے کہ ابراہیمان سے باطل ہے تو یہ اس کو متفق ہی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہ ہو اور اسی طرح در صورت ابراء ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا ہے و قولہم الا ببراء عن الاعیان باطل معناه بطل الا ببراء

مع کبیرہ مال مقبوضہ اسکا عین حق ہے و ابراء عن الاعیان باطل قہستانی۔ اعیان کو صاف کرنا باطل ہے کذا فی قہستانی۔ یہ ترجمہ اور عربی عبارت غایۃ الاوطار کے اصل نسخوں میں متروک تھی لہذا اس کو حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے (نما شریف)



عن دعوی الاعیان ولم تصر ملکاً للمدعی علیہ ولذا الوظف بملک الاعیان حل اخذنا لکن لا تسع دعواه فی الحكم اور فقہاء کا یہ قول کہ ابرا کرنا ایسا سے باطل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابراء سے مدعا علیہ کے ملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے پا جائے تو اس کو ان کا لینا جائز ہے لیکن اس کا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہ ہوگا مگر بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل ابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نہ کہتا اس واسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں تو مدعی کو اس کا لینا حلال ہے اگر پا جائے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد ابراء صحیح ہے کذا فی الطحاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویرأ عن دعوی الباقی ای قضاء لا دیانہ فلذا الوظف بہ اخذہ قہستان فی تمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حقتہ فی شرح ملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائے گا باقی دین سے یعنی قضاء بری ہوگا نہ دیانہ تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جائے تو اس کو لے لے گا اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اس کو ہم نے شرح ملتقی میں محقق بیان کیا ہے مگر اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو بلا خلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مفسوب ملک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اور اگر اعیان مفسوبہ موجود ہوں تو برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تاوان سے برات صحیح ہے اگر ملک ہو جائیں تو آپ اعیان مفسوبہ امانت کے مانند ہوں گے کہ ان پر ضمان نہیں الا تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں دیانہ بایں معنی کہ جب مالک ان کو پا جائے تو ان کو لے کر قضاء برات صحیح ہے مگر قاضی مدعی کا دعوی بعد برات کے نہ سنے گا اور اسی کے مانند علامہ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحاوی وصرح الصلح عن دعوی المال مطلقاً ولو باقرار او بمنفۃ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی سے مطلقاً اگرچہ صلح یا قرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جب کہ موجرا جاوے گا یا مدت یا اجرت کا مفکر ہو و عن دعوی المنفعۃ ولو بمنفۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر و عن دعوی الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے مگر صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اس نے کچھ مال دے کر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال و ثبت الولاء ولو باقرار ولا لا الایمنۃ در را اور صلح مذکور آزادی بعض مال ٹھہرے گی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی اور اگر اقرار سے نہ ہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہ ہوگا مگر گواہوں سے کذا فی الدرر قلت ولا یجوز بالبینۃ رقیقا و کذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یتحقق المدعی لانه یاخذ البذل باختیارہ نزل بانعا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر علامہ نہ ہو جائے گا اور اسی طرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہر دیا گیا اس کو یاد رکھنا چاہیے و عن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزدجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اس عورت نے کچھ دے کر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اس کا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہ ہوگا تو صلح بھی صحیح نہ ہوگا وکان صلحا ولا یطیب لومبطل اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل صلح ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہ ہوگا



اگر وہ دعویٰ نکاح میں کاذب ہو گا کم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں بلکہ جمع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہ حکم جاری ہے کذا فی المطحانی  
 ویحل لها الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہو گا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعت المرأة فصالحها لم یصح وقایة ونقایة ودرود  
 و صح فی المجتبیٰ والاختیار و صح الصحیح فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے کچھ مال دے کر صلح کر لی  
 عورت سے تو صلح صحیح نہ ہو گی کذا فی الوقایة والنقایة والدرود الملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبیٰ اور اختیار میں اور صحت صلح  
 کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون له رجلا عمدا لم یجز صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته قلم یلزم المولیٰ لکن لیسقط  
 به القود ویؤخذ بالبدل بعد عتقه اور اگر عید ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمدۃ قتل کیا تو اس کا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی  
 جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اس واسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہ صلح اس کے مولیٰ پر لازم نہ ہو گی لیکن صلح  
 سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جانے کا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہو گا بعد اس کے آزاد ہونے کے وان قتل عبد لہ ای  
 الماذون رجلا عمدا و صالحه الماذون عنه جاز لانه من تجارته اور اگر عید ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدۃ مار ڈالا اور ماذون نے اپنے  
 غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیائے مقتول سے تو جائز ہے اس واسطے کہ وہ اس کے تجارت کے باب سے ہے یعنی اس واسطے کہ  
 استخلاص اس کا اس کی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اس کی جان بچانا بھی جائز  
 ہے والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح میں اپنی ذات سے اس واسطے کہ وہ مولیٰ کے تصرف سے خارج ہے  
 والصلح عن المغضوب الی اکثر من قیمته قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلح بعض اور صلح کرنا مغضوب مالک سے اکثر پر  
 اس کی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغضوب سے صلح بعض اسباب کے صحیح ہے م مثلاً ایک شخص نے دوسرے  
 کا غلام جس کی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اس کی قیمت دینے کا حکم نہیں دیا کہ فاصب نے دو ہزار  
 دے کر اس کے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام کے نزدیک جیسے اسباب دے کر صلح جائز ہے خواہ اس کی قیمت کم ہو یا زیادہ  
 فلا تقبل بنیت الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمۃ اقل مما صلح علیہ جب مغضوب مالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز  
 ہوئی تو بعد صلح کے فاصب کے گواہ اس پر کہ قیمت مغضوب کی کم تر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المغضوب  
 منه بشئ کما لو تصادقا بعدہ انہما اقل کحر اور غاصب کو کوئی چیز پھر لینا جائز نہیں مغضوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں  
 بعد صلح کے اتفاق کریں اس پر کہ قیمت کم تر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق مؤسر عبدا مشترکا فصالح المؤسر الشریک  
 علی اکثر من نصف قیمۃ لایجوز لانه مقدرا بشرط فضل اتفاقا اور اگر مال دار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مال دار نے اپنے  
 شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ عتق میں قیمت بے شرعا مقدرا اور منصوص علیہ ہے  
 تو قیمت پر زیادتی یا اتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولیٰ علی اکثر من قیمۃ المغضوب بعد القضاء بالقیمۃ  
 فانه لایجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولیٰ میں مغضوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں اس  
 واسطے کہ قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اس واسطے کہ قاضی اجر لے احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے  
 والد تعالیٰ اعلم و کذا الوصالح بعض صح وان کانت الیقینۃ اکثر من قیمۃ مغضوب تلف لعدم الریاء اور اسی طرح اگر صلح کرے  
 بعض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغضوب مالک سے زیادہ ہو بسبب عدم الریاء اس واسطے کہ



رہا متحقق نہیں ہوتا ہے در صورت اختلاف جنس و صرح فی الجنایۃ العمد مطلقاً ولو فی نفس مع اقرار یا کثر من الدیۃ والارش او با قتل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور ارش سے یکم تر سے بواسطہ عدم ربوا م عمد میں مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس میں ہو خواہ مادی نفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے اس میں قلت اور کثرت اس واسطے رہا نہیں کہ جنایت عمد میں قصاص واجب ہے اور قصاص مال نہیں تو رہا اس میں متحقق نہیں و فی الخطأ کذا لا تصح الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطأ مقدرة حتی لو صار بغير مقدار یا صرح کیف کان بشرط المجلس لئلا یكون دینا بدین اور جنایت خطا میں اسی طرح یعنی اگرچہ خطا نفس میں ہو اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہیں اس واسطے کہ خطا میں دیت شرعاً معین اور مقرر ہے تو اگر مقدار دیت کی مغائر سے صلح کی تو صحیح ہے جس طرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا اقرار عن الدین بالدین نہ ہو دین اول سے دیت مراد ہے اور ثانی سے مصالح علیہ م خطا کی دیت شرع میں سوا اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سوا اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہیں جیسے دعویٰ دین میں جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہیں اور اگر مقدار دیت ثلاثہ مذکورہ کے مغائر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہے و تعیین القاضی احدہما یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقدار دیت ثلاثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اس کے سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہے یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا میں فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقدار دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلاً دو سوا دینار پر یا پندرہ سوا درم پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ اونٹ میں حکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اس کے مغائر محض ہے دوسری جنس کے مانند تو محل المعاد منہ ممکن ہو گیا کذا فی المنع و لو صار علی غیرہ فقلزم الدیۃ فی الخطأ ویسقط القود لعدم ما يرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہے تو اب اس پر خطا کی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد میں بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کی جائے کذا فی الاختیار و کل زیعہ ابا الصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من یکیل و موزون لزوم بدلہ الموکل لانه استقاط کان الوکیل سفیر وکیل کیا زید نے عمد کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جلد یکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ استقاط ہے یعنی استقاط قصاص سے قاتل سے یا استقاط بعض دین سے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرنا عاقد م یہ اس صورت میں ہے جب کہ وکیل قاتل کی طرف صادر ہو ورنہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ اخذ ہے تو اس کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ بدل صلح اس کو دینا لازم ہے اور اسی طرح مسئلہ دین میں مدعی کی طرف سے وکیل ظاہر نہیں اس واسطے کہ مدعی موکل سے تو بدل صلح اس کو کیونکہ لازم ہوگا تو ماتن کو یوں کہنا بہتر تھا او علی بعض دین یدعیہ علیہ آخر کذا فی الخطأ وی الا ان لیمنہ الوکیل فیواخذ لیمنہ لما لوقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لایہ جینئذ کیسے کہ یہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعویٰ مال سے بعض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ صلح اس وقت میں بیع کے مانند ہے یعنی اور بیع میں وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے ہیں اما اذا کان عن انکار لایلزم الوکیل مطلقاً و درر اور اگر صلح ۵۲ یہ ہو ہے مترجم اول کا کہ ہزار کی جگہ سو لکھ دیے دونوں جگہ مناسب یہ تھا کہ دو ہزار دینار اور پندرہ ہزار کہتا تاکہ صلح زیادہ پر متحقق ہو ۵۲ یعنی اس دین کے بعض پر جس کو موکل پر دوسرا شخص دعویٰ کرتا ہے ۵



ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح کیل کو مطلقاً لازم نہیں کذا فی البیہ والبدل مطلقاً کیل کو لازم نہیں خواہ صلح دم عہد میں ہو خواہ دین خواہ ان کے  
غیر میں کذا فی الطحاوی صلح عند فضولی بلا امر صح ان ضمن المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی مذا او کذا وسلم المال صح و صار  
متبرعاً فی المال الا اذا ضمن بامرہ عمری زادہ مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کی جانب سے بدون اس کے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال  
کامضاً میں ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا یوں کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کرے کہ صلح کرتا ہوں اس پر یا یوں  
بولاً کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائے گا سب صورتوں میں مگر جب کہ ضامن ہو مدعا علیہ  
کے امر سے تو متبرع نہ ہو گا کذا فی عمری زادہ مضافت الی مالہ کی یہ صورت ہے کہ فضولی یوں کہے کہ میں نے صلح کی تجھ سے ہزار درم پر اپنے  
مال سے یا اپنے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والا یسلم فی الصوتۃ الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ للدرعی علیہ  
جائز و لزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت میں تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے  
اور اس کو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کا صلح اور خلع جمیع مذکور  
میں احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہے م یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل صلح کا  
ضامن ہو یا اس کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر  
بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی وقفیۃ دار ولا بئیتہ لفصل النکاح  
لقطع الخصومة جائز و طاب لہ البدل لو صادقا فی دعواه وقیل قائمہ صاحب الاجناس لا یطیب لانه بیع معنی و بیع الوقت لا یصح  
ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اس سے  
صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے مگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کا مٹا  
اجناس سے کہ بدل مذکور حلال نہیں اس واسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی فصیح نہیں کل صلح بعد صلح فالتانی باطل  
جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے م صلح ثانی اس وقت باطل ہے کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جب کہ عوض پر صلح ہو پھر  
دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح فسخ ہو جائے گی مانند بیع کے کذا فی الطحاوی عن ابی اسود و کذا النکاح  
بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور اسی طرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل  
ہے م مسئلہ نکاح خلا فی یہ ہے جامع الفصولین میں ہے ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے  
مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہو گا انتہی اور نیہ میں ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر میں پر نکاح کیا تو دونوں تسمیہ ثلث  
میں قول اصح میں کذا فی حاشیۃ الاشباہ والنحوی اور صلح بعد شراؤ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری  
نے بائع پر دعویٰ کیا کہ گھر میری ملک ہے سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اس واسطے کہ اقدام  
مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پھر دعویٰ اور صلح بعد اس کے صریحاً تناقض ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر خریداری بعد  
صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحاوی والاصل ان کل عقد ایدقالتانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی  
بیوع الاشباہ الکفالة والشراء والاجارة فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو  
عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقود میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شراؤ



عقد اجارہ توان کی طرف مراجعت کرنا چاہیے م تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہ ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے اور بشر البعد شراب جب کہ ثمن اول کے متاثر ہو اس طرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہ ہوگا والا جارة علی بذ القیاس کذا فی الطحاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ ای قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصلح مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہیں فلان نے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہے صحت پر م گواہ اس واسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ ملاحظہ کے کہ اس میں مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ مبطل ہے لیتے دعویٰ میں ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح یقال المصنف وہو مقید لا طلاق العادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہوگی کذا فی ابیہ مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عادیۃ میں قید کی لگانے والی ہے م عادیۃ کی عبارت یہ ہے (ادعی بک فصالہ ثم ظہر بعدہ ان لاشی علیہ بطل الصلح) انتہی یعنی بکرنے دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اس کے ظاہر ہوا کہ اس پر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح میں یہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالحہ کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالحہ کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحاوی ثم نقل عن دعویٰ البرازیۃ انہ لو ادعی الملک بجمۃ اخری لم یبطل فلیحرم مصنف نے اپنی شرح میں بترازیہ کی کتاب الدعویٰ سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعویٰ کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کو تحریر کرنا چاہیے م خلاصہ مضمون بترازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اس وقت ہے جب کہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعویٰ کرے پھر گے کہ میراث کی وجہ سے میراث حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعویٰ کرے کہ میراث حق ہے بطریق خرید یا بیہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ بترازیہ نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو اس میں کچھ اشکال نہ رہا والصلح عن الدعویٰ الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفسادۃ ما یکن تصحیحاً بحر اور صلح کرنا دعویٰ فاسدہ سے صحیح اور دعویٰ باطلہ سے صحیح نہیں دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس کی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر م دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس میں تناقض واقع ہو اور تصحیح دعویٰ برفع تناقض ہے مثلاً اور دعویٰ باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعویٰ مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جس کی تصحیح ممکن نہیں اور من جملہ دعویٰ باطلہ صلح سے دعویٰ حد سے اور دعویٰ اہرت ناکھ یا مغنیۃ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحاوی و حرر فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعویٰ فاسدۃ فاسدہ الا فی دعویٰ بجمول فنانز فلیحفظ اور اشباہ میں تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعویٰ سے بعد دعویٰ فاسدہ کے فاسدہ سے مگر جمول کے دعویٰ کے بعد جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا معتد تحریر وہی ہے جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعویٰ فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اس واسطے کہ بترازیہ میں مذکور ہے کہ علمائے خوارزم کا فتویٰ اس پر ٹھہر گیا ہے کہ جس دعویٰ فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اس پر صلح صحیح نہیں اور جس کی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہ ہو یا کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعویٰ لصوۃ الصلح غیر مطلقاً فیصح الصلح بطلان الدعویٰ کما اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب و اقروہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق لکامر فراجعہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعویٰ کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اس کی تصحیح ممکن ہو یا نہ ہو تو



صلح صحیح ہے بطلان دعویٰ کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اس پر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اس کی طرف مراجعت کر مطلقاً وی نے کہا تجھ کو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو اس کی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعویٰ کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعویٰ مجہول میں صحیح ہے اس واسطے کہ اس دعویٰ کی تصحیح حق مجہول میں کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے و صلح عن دعویٰ حق الشرب و حق الشفعة و حق وضع الجذوع علی الارض اور صلح ہے صلح دعویٰ حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیاں رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب یکسر اول عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جس کا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعویٰ حق شفعہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تادم عا علیہ کو در صورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے الاصل انہ متی توجہت الیمن نحو الشخص فی اسی حق کان فافتدی الیمن بدراہم جاز حتی فی تعزیر مجتبیٰ بخلاف دعویٰ حد و نسب در را و حقوق مذکور کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اس نے یمین کے بدلے درم دیے تو جائز ہے یہاں تک کہ دعویٰ تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبیٰ بخلاف دعویٰ حد و نسب کے کذا فی الدرر دم دعویٰ تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری تکفیر یا تفصیل کی یا مجھ کو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی ہو اس نے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح جائز ہے اور دعویٰ نسب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعویٰ نسب سے مصالح کیا تو جائز نہیں اصح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین یتقض یتقضہما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو یمین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہے دونوں کے ٹوٹنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعنا ما ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا صلح اقالہ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود قنیۃ و صیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہ ہو بلکہ بمعنی استیفاء بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اس کا توڑنا اس واسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ و الصیرفیۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولو صار لم عن دعویٰ دار علی سکنی بیت منها ابداء و صلح علی دراہم الی الحصاد و اوصالح مع المودع بغیر دعویٰ الہلاک لم یصح اصح فی الصور الثلاث سراجیۃ اور اگر گھر کے دعویٰ سے صلح کی اس میں سے ایک کو گھڑی کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درموں کے دینے پر رکھتوں کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعویٰ ہلاک و دیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعویٰ الہلاک لانه لو ادعاه و صالح قبل الیمن صح بلفتی خانیۃ مصنف نے عدم دعویٰ ہلاک و دیعت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہلاک و دیعت کا مدعی ہو اور مصالح کرنے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا اختوی ہے کذا فی الخانیۃ و صلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للزاع باقامۃ البینۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اس واسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لا کر پھر جھگڑا قائم نہ کرے ولو برین المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم یقبل الاالی الوسی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانہا یقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعویٰ پر تو مقبول نہیں مگر وہی کے دعویٰ میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وہی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وہی نے تمام مال



یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بلغ الصبی فاما ما قبل ولو طلب یمنہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اس نے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کی جائے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الاشباہ م طلب بصیغہ مجہول ہے یعنی اگر وہی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا یزیم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وحاکما فی القیۃ مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور دونوں قولوں کو قینہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کر کے م قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت سے امام سے کذا فی الطحاوی طلب الصلح والا برأء عن الدعوی لا یكون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفهم المتأخرون والاولیٰ اصح بزائیدہ درخواست کرنا صلح کا دعویٰ سے اور درخواست کرنا ابراء کا دعویٰ سے دعویٰ یعنی مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علمائے متأخرین ان کے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی الزائیدہ بخلاف طلب الصلح عن المال والا برأء عن المال فانه اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابراء کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ م وجراس کی یہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن المحی یا ابراء عن المحی کے وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب اودین وظہر عدمہ اوزال العیب لطلب الصلح ویرد ماخذہ اشباہ ودر صلح کی بالئے نے بیع کے عیب سے یا دیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب بیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اس کو پھر دے جس کو اس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام میں الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقه وخط لباقیہ لامعاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہو اس مال کی بعض جنس جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا لھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیان کے سبب سے یعنی اس کو معاوضہ قرار نہ دیں گے تا کی اور زیادتی جو ضیق سے بیان نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وچینندہ فصل الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اس وقت میں یعنی جب کہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر م بدل صلح سے یہاں بدل ظاہر ہی مراد ہے جس قدر بدل صلح واقع ہوا وہ حقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہے او علی الف موجد یا صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے ہزار موجد پر م اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیا علی مائۃ زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار گھرے درم سے کھونٹے سودرم پر م اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں کا اسقاط ہے ولا یصح عن دراہم علی دنایر موجدہ لعدم جنس فکان صرفا قلمیہ لیسۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنایر موجدہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق تسبیہ جائز نہ ہو گا م یعنی دینار حق کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہرے صلح موجد جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت صحیح نہ ہوگی او عن الف موجد علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہیں ہزار درم موجد سے پانچ سودرم بلا مدت پر مگر مولی کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی م اجل یعنی مدت بدلیوں کا حق تھا بعقد مدانیہ تو نصف موجد کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولی اس واسطے کہ احسان



مولی کا ظاہر ترے معاوضہ سے کذا فی الطحاوی لمحضاً وعن الف سود علی نصفہ بمضیاء والاھل ان الاحسان ان وجد من الدائن  
 قاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہنراؤم سے پانچ سو سفید دم پیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے  
 پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ سے م دائن کا احسان یہ کہ  
 اس پر صلح کرے جو اس کے حق سے کم تر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو  
 جس کا دائن مستحق نہیں چنانچہ سفید دم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل ہو چل کی یا ایک جنس کی صلح ہو تو دوسری جنس سے بھی حجب  
 معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اس میں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا  
 فی الطحاوی قال لغرمیہ ادائی خمس مائۃ غدا من الف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیہ بری و  
 ان لم یؤد ذلک فی الغد عا دینہ لکان لغواۃ التقیید بالشروط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آمیرے پاس پانچ سو کل اس ہٹو  
 سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اسی دن پانچ سو ادا کیے  
 تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس پانچ سو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اس کا دین پورا پھر آوے گا چنانچہ پہلے شرط کے تھا بسبب فوت ہونے  
 شرط کی تقیید کے م قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی سے بلفظ علی تو گویا دائن نے پانچ سو ادا کرنے کی کل قید لگا  
 برات میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہ ہوگی و جو ہا خمسۃ اھدا و الثانی ان لم یوقت بالذم لم یعد لانه ابراء مطلق اور اس  
 مسئلے کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید لگائی تو  
 عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اس واسطے کہ وہ مطلق ابرا سے م صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھ کو پانچ  
 سو دے ہنرا سے اس پر کہ تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہ ہوگا کیونکہ قول مذکور ابرا سے مطلق ہے  
 یہ ابرا سے مطلق اس واسطے ہوا کہ حجب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت  
 تو برات مقید بادانہ رہی و الثالث وکذا الوصلح من دینہ علی نصفہ يدفع الیہ غدا و ہو بری مما فضل علی انہ ان لم يدفع  
 غدا فالکل علیہ کان الامر کا لوجہ الاول کما قال لانه صریح بالتقیید او تیسری صورت یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصالح کرے  
 اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اس کو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری سے اس شرط پر کہ اگر  
 اس کو کل نہ دے تو تمام اس پر ثابت ہے تو حکم یہی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اس واسطے کہ اس قول میں برات  
 کی صریح تقیید ہے م تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے  
 گا تو سب دین اس پر قائم ہے بالا جماع کذا فی شرح الوقایہ و الرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ بالبقی غدا ہو بری  
 ادی الباقی فی الغدا و لا بدایۃ بالابرا و لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے  
 اس پر کہ مدیون اس کو باقی از نصف کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ دائن نے پہلے ابرا  
 کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ و الخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا و اذا اؤتمی لا یصح الابرار الا ان  
 ان تعلیقہ بالشرط صریحاً باطل لانه تملیک من وجہ اور پانچویں صورت یہ کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ  
 یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر ادا کرے یا جنب یا جس وقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط



کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابراہیم ایک راہ سے تمہیک ہے م یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر دے تو میری الذمہ سے باقی ہے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ابراہیم تمہیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ متنافی نہیں اور تمہیک تعلیق کے متنافی ہے تو ہم نے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحروف شرط تو ابراہیم صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہ ہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابراہیم صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ تبصرہ وان قال المدیون لا یتبرئ الا اقرارک بما لک حتی یتبرئ عنی او تحت خط عنی ففعل الدائن التاخیرا والخط صرح لانه لیس بکفر علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھ کو تاخیر نہ دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کر ڈالے سود دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے صرح اس واسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہ ہو تو بعد تاخیر فی المال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں کر سکتا کذا فی المنع ولوا علن ما قالہ سر اخذ منہ النکل للحال بہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے م اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اس واسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اس وقت فی الحال لے گا جب کہ دائن ساکت رہا اس واسطے کہ اگر کم کر دے گا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولیٰ ہے اخفا سے ولو ادعی الفاد جحد فقال اقرطها علی ان احط منها مائۃ جاد بخلاف علی ان اعطیک مائۃ لانه رشوة اور اگر دائن نے ہزار کا دعویٰ کیا اور مدیون اس کا منکر ہوا سود دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں ہزار سے سو کم کر ڈالوں گا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں ہزار سے سو کم کر ڈالوں گا اس واسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان اقرت لی حطت لک منها مائۃ فاقصرح الاقرار لا الخط مجتبیٰ اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے اوپر سے من جملہ ہزار کے سو کم کر ڈالوں پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبیٰ م اس واسطے کہ ابراہیم بشرط صریح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اس میں تعلیق معنوی ہے نہ صریح الدین المشترك بسبب متحد ثمن بیع بیع منفقہ واحده اور دین موروث اوقیہ مستہلک مشترک اذا قبض احدہما شیدا منہ مشارکہ الا تفریقہ ان شادا واتبع الغریم کمایاتی جو دین کہ مشترک ہے دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس بیع کا جس کی بیع بصفقہ واحد ہوئی یا کہ دین دونوں کا موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہو جائے گا اگر وہ چاہے یا مدیون کا بیچا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اس کا ذکر آونے کا م ثمن بیع شامل ہے اس صورت کو جب کہ دونوں شریک بیع میں شریک ہوں اس طرح کہ بیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہ ہوں اس طرح پر کہ دو چیزیں ہوں ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحد ہو بلا تفصیل ثمن اور بصفقہ واحد کی قید اس صورت کے نکلانے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانچ سو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانچ سو کو بیچا اور ایک بیع نامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے مقبوضے میں شریک نہ ہوگا اس واسطے کہ سبب مختلف ہے اور مشارکت میں یہ ضرور ہے کہ دونوں مقدار ثمن اور بصفقہ میں برابر ہوں اس واسطے کہ اگر دونوں شخص بیع بصفقہ واحد کریں اس پر کہ ثمن سے فلاں کا حصہ سودرم ہے اور فلاں کا حصہ پانچ سو درم پھر ایک شخص اس



میں سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اس میں مشارکت نہ ہوگی اس واسطے کہ تفرق تسمیہ بالعين کے حق میں تفرق صنفہ کے مانند ہے  
 کذا فی الطحاوی مختصراً و جہنڈ فلوصالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب اسی علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک الاثر نصفہ الا  
 ان یضمن کہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اس وقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلا  
 جنس دین پر دوسرا شریک اس کپڑے کا ادھالے گا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی جو حقانی کی ضامنی  
 کر دے تو اب اس کا حق نہ رہے گا کپڑے میں مثلاً اصل دین چار درم تھا دوسرا ایک شریک کے اور دوسرا دوسرے کے سوا ایک  
 شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑے لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن  
 ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نہ رہے گا و لوی صالح بل اشتری بنصفہ شیئاً ضمنہ الشریک الرابع لقبضہ النصف  
 بالمقاصۃ او اتبع غریبہ فی جمع مامر لبقاۃ حق فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالح نہ کیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ  
 خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب  
 مقاصد کے یعنی بسبب مجرا ہوجانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی  
 مسئلہ صلح پر مسئلہ صلح میں بسبب باقی رہنے اس کے حق کے مدیون کے ذمے پر و اذا ابرا احد الشریکین الغریب عن نصیبہ  
 لا یرجع لانه اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے ربع دین کو نہ بھرے گا  
 اس واسطے کہ ابرا تلاف کرتا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں و کذا الحکم ان کان للمدیون علی  
 احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانه قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے  
 اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونوں شریکوں کے دین کے مدیون پر کہ مقاصد واقع ہو گیا ہوا اس  
 کے لگے دین سے اس واسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ابرا کرنے والا ہے نہ قابض م اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے  
 نہ اولے دین میں دین سابق کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب  
 اب مقاصد بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اس میں شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحاوی و لو ابرا الشریک المدیون عن بعض قسم الباقی علی  
 سہامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کر دے بعض دین سے تو باقی دین اس کے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر دونوں شریکوں  
 کے مدیون پینس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے  
 گا اور شریک ساکت کو دس درم کا و مثلاً المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصد سے م مقاصد اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ  
 درم دین تھے پینس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہو گئے اس کے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے  
 ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پا دے گا اور دوسرا شریک دس درم و لو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے  
 میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے م امام کے نزدیک تاخیر احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک  
 کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود  
 عدم تصحیح کذا فی الطحاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا لزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا  
 بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے م یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی



غصب کرے اور وہ اس کے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہوگا و علیٰ ہذا القیاس  
استیجار اور اگر دیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اتلاف  
سے تو شریک ثانی اس میں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اس واسطے قبض ثابت نہ ہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرک  
کا شریک مالک نہ ہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال ہے تو جنایت خطا کی صلح میں قابض ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی لمختار وجیلہ  
اختصاصہ بما قبض ان ہبہ الغریم قدر دنیہ ثم ہبہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اس کے  
دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کر دے م مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اس  
شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کر دے تو اس چالیس درم میں شریک ثانی کی شرکت نہ ہوگی کیونکہ مقبوض  
ہبہ ہے نہ دین اویبیعہ بہ کفامن ثم مثلاً ثمر ہبہ ملقط وغیرہ و مرت فی الشکرۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ماتعہ مثلاً مٹھی بھر کھجور نیچے پھر  
اپنے حصے کے دین سے یعنی جس قدر اس کا حصہ اتنا کھجور کا مشن ٹھہراوے پھر مدیون کو دین معاف کر دے کذا فی الملقط وغیرہ اور یہ  
مذکور ہو چکا کتاب الشکرۃ میں یعنی اگر اس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور نیچے پھر اپنا دین معاف کر دے تو  
اب جو مدیون دس درم اس کو دے گا وہ مشن بیع ٹھہرے گا نہ اس کے دین کا حصہ کذا فی الطحاوی صلح احد ربی السلم عن  
نصبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ الشریک الآخر نفذ علیہا وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور  
رب السلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ ہے اس مال پر جو اس نے دیا تھا راس المال سے  
تو اگر دوسرا شریک صلح جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کرے گا تو صلح مردود ہو جائے گی اس واسطے  
کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اس کے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے م یعنی جب کہ دو شخصوں نے  
بیع سلم منعقد کی بیش من گبیوں میں اور اس المال میں درم ہے اور ہر شخص نے دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس من  
گیہوں سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اس سے لیے تو یہ صلح امام اور محدث کے نزدیک جائز نہیں  
بلکہ اجازت شریک ثانی کے سوا اگر اجازت دے گا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونوں میں مشترک ہوں گے اور جو باقی رہے  
گی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دے گا تو صلح باطل ہوگی اس واسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضائے  
شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط مصلح کے حصے میں جائز کیسے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت  
اس کے حصے کی بلا تمیز نہیں ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہیں کذا فی الدرر تبصرہ و توضیح نعم لو کان شریک مفادۃ جاز مطلقاً بحران  
المرء دون رب السلم شریک مفادۃ ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر المحیط فی الیوم یوں ہے کہ جاز ولو فی الجمع یعنی  
صلح جائز ہے اگرچہ جمع مسلم فیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص بتخصیص مصلح نہیں بلکہ جب کہ وہ سب میں فصیح کرے تو جائز ہے فصل فی الیوم  
یہ فصل ہے تجارت کے احکام میں م تجارت خرد و سے اصطلاح شرع میں تجارت اس سے عبارت ہے کہ وارث اس پر اتفاق  
کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دے کر کذا فی المنع اخرجت الورثۃ احدہم عن الترتک وہی عرض ہی  
عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذہب لبقضہ و قو مالہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرنا للجنس بخلاف جنبہ  
خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور یا غ ہے بعض اس مال کے جو انھوں



نے اس کو دیا وارثوں نے اس کو نکالا اس مترکہ جسے جو سونا بے عوض چاندی کے کہ انھوں نے اس کو دے دیا یا بالعکس اس کے چاندی سے خارج کیا سونا دے کر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دے کر تو یہ خارج حسب صورتوں میں صحیح ہے جس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر صرف جنس بخلاف جنس یہ علت سے خارج عن التقیین بالتقیین کی قیل ماعطوه او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثوں نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہ صورت خارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اس خارج میں جو من جملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا خارج سے چاندی سونے سے تو طریق کا قبض کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے و فی اخر اجماع عن نقذین و غیرہما باحد النقیضین لا یصح الا ان یکون ما اعطی له اکثر من حصته من ذلک الجنس کحرز عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج میں نقذین و غیرہما سے بمقابلہ احد النقیضین کے خارج صحیح نہیں مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی کا وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اس کے حصے سے اس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو مگر مترکہ میں درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اس کا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض اس کے حصے کے برابر ہو جاویں اور باقی درم باقی مترکہ معارف درم کے مقابلے میں پڑیں اور اگر عوض کے درہم فقط دس ہوں یا کم یا کہ وارث کا حصہ درہم سے معلوم نہ ہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولابد من حضور النقیض عند الصلح و علم بقدر نصیبہ بشرط البیضاء و جلالیۃ اور ضروری ہے موجود ہونا نقذین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم کرنا کذا فی الشرع البیضاء و البیضاء و لولعوض جاز مطلقاً لعدم ربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہ ہونے سے و کذا لو انکر وارثہ لانه حیث نہ لیس ببدل بل لقطع المنازعة اور اسی طرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اس کی میراث کے اس واسطے کہ اس وقت میں موجود دین بدلا نہیں بلکہ دنیا قطع نزاع کے واسطے ہے و بطل الصلح ان اخرج احد الورثہ و فی الترتیب دیون بشرط ان تكون الديون لم یقیمتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ مترکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں نہ خارج کے واسطے اس واسطے کہ دیون بے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے مگر جب وارث خارج تے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اس کو مالک کرنا باطل نہیں جس پر دین ہے ثم ذکر لعمومہ فیما فقال و صلح لو شرطوا ابر الغرام منہ ای من حصۃ لانه تملیک الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرام پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر مذکور کیں سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابرا دیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین میں اس کو وہ معاف کر دے تو صحیح ہے اس واسطے کہ اس ابرا میں مالک کرنا دین کا اس کو جس پر دین ہے اور یہ صحیح ہے تو بقدر اس کے حصے کے دین ساقط ہو گا دیون سے مگر اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا دیونوں پر اور یہ نہیں کہ اس کا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی المصدر الشرعیۃ او قضوا نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعاً منہم و احالہم بحصۃ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے ان کے جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے دیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے دیونوں سے مگر اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اس واسطے کہ نقد بہتر ہے تسینہ سے کذا فی المصدر الشرعیۃ او اقرضوه قدر حصۃ منہ و صالحوہ عن غیرہ بالصلح بدلا و احالہم بالقرض علی الغرام



وقبلوا الحوالة ونذہ احسن لیل ابن کمال یا باقی وارث مصلح کو قرض دین بقدر اس کے حصے کے دین سے اور صلح کر لیں مصلح سے دین کے سوا اور متروک کے بوجھ اس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہے اور مصلح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ دین اس حوالے کو قبول کر لیں اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ ابن کمال م اس واسطے کہ حیلہ اولیٰ میں مصلح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحاوی والاوجه ان یشیعوہ کفامن ثم اوجہ بقدر الدین ثم یحلیم علی القرباء ابن ملک اور اوجہ حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصلح کے ہاتھ مٹھی بھر جو یا مانند اس کے بچیں بقدر اس کے دین کے پھر مصلح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک م اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا ہر امر فائدہ ہے لیکن مصلح کا نقصان ہے صریح و فی صحت صلح عن ترکہ مجہولۃ ایمانہا ولا دین فیہا علی مکمل اور موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحیح زلیعی لعدم اعتبار شبهۃ الشبہۃ اور جس کے ترکہ کے ایمان معلوم نہیں اور اس میں دین نہیں اس کے صلح کے صحیح ہونے میں مکمل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول الصحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزلیعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہۃ الشبہۃ کے شارح نے کہا علی مکمل اور موزون صلح سے متعلق ہے م یعنی جب ترکہ میں دین نہ ہو اور ایمان اس کے معلوم نہ ہوں اور مکمل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اس کی صحت میں اختلاف ہے فقہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور علیہ الدین مرغیانہ عدم صحت کا قائل ہے بعلت شبہۃ ربوا وجہ صحت یہ ہے کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہے اس واسطے کہ احتمال سے کہ ترکہ میں مکمل یا موزون ہو تر تقدیر اس کے ہونے کے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہۃ ہے اور عدم صحت میں شبہۃ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی ترکہ جس بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدفع فی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ میں بدل صلح کا نیم جنس ہو تو صلح جائز نہیں اور اگر ہم جنس نہیں تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہ ہو اس صورت میں اختلاف ہے ولو ترکہ مجہولۃ وہی غیر مکمل اور موزون فی ید البقیۃ من الورثۃ صلح فی الارض لانہا لا تقضی الی المنازعة لقیامہا فی ید ہم حتی لو کانت فی ید المصلح او بعضہا لم یجز ما لم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر مکمل یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اس واسطے کہ جہالت اس کی موجب نزاع نہیں بسبب موجود ہونے ترکہ کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہول وارث مصلح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جب تک کہ تمام مقبوضہ اس کا معلوم نہ ہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک م خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکہ مجہول بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہیں تو جہالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصلح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ یہاں تسلیم کی حاجت ہے اور تسلیم در صورت جہالت موجب نزاع ہے وبطلان الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اس کے نکالنے کے واسطے اور باطل ہے قسمت ترکہ کی وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکہ کے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو ورثہ ترکہ کے مالک نہیں جو اس میں صلح یا قسمت جاری کریں اس واسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت میں صلح اور قسمت باطل نہیں جب کہ ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لیں اس واسطے کہ اگر رجوع ہو گا تو ترکہ مشغول ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی او یضمن اجنبی بشرط برادۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط برات ذمہ میت م تقیید برات میں شارح مصنف کا تابع ہو گیا ہے اور زلیعی میں تو عدم رجوع فی ترکہ پر اشتراط کا

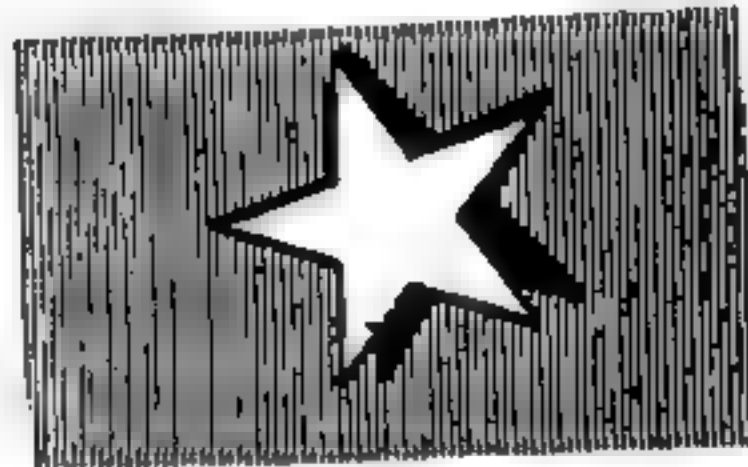






عین سب دلائل میں مشترک ہے اور دونوں قولوں کو خاتیمہ میں حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کر کے اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کے اول میں ذکر یہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول سے معتد ظہر الذانی البحر میں کہتا ہوں اور برازیہ میں ہے کہ البتہ ہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہ ہوگی و فی الوہبانیۃ ۵ و فی مال طفل بالمشہود فلم یجز و ما یدعی خصم ولا یتنور و اور وہبانیہ میں ہے اور صلح طفل کے اس مال میں جو گواہوں سے ثابت ہے جائز نہیں اور صلح جائز نہیں اس میں جس کا مدعی طفل پر دعویٰ کرے اور اپنا دعویٰ گواہوں سے روشن نہ کرے م اور اگر طفل کا مال گواہوں سے ثابت نہ ہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت میں اس واسطے صلح جائز نہیں کہ مدعی مستحق نہیں مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہے نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہوں تو صلح جائز ہے کذا فی الطحاوی ۶ و صح علی الابرار من کل عائب و اور صح ہے صلح ابراہ پر ہر عیب سے م یعنی مشتری اگر برات عیوب بیع پر کچھ لے کر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحاوی نے کہا اس واسطے کہ ابراہ عن العیب بلا بدل صحیح ہے تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہے کیونکہ یہ استقاط حق ہے و لوزال عیب عن صاحب یدر و اور اگر عیب بیع سے زائل ہو گیا تو صلح باطل ہے م یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جلنے یا ناخن سے صلح کی اور جالایا ناخن آنکھ سے دفع ہو گیا تو صلح باطل ہے تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسی طرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی الطحاوی ۶ و من قال ان تحلف فبطل یجز و اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ ابراہ کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے گی اس واسطے کہ پہلی قسم قاطع خصوصیت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی ۶ و لو مدع کالاجنبی یصور و اگر یہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعویٰ پر تو مدعا علیہ پر دعویٰ ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلا نا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور ۷

۷ و لو لوصول کالاجنبی غیر المبتدئ مخدوف ای اذکر من المدعا علیہ والمدعی کالاجنبی حال کونہ یصور کذا فی الطحاوی ۷





## کتاب المضاربة

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں مایا لفة مفاعلة من الضرب فی الارض وهو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین پر پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اس واسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضة اور قراض بولتے ہیں اس واسطے کہ قرض بمعنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی المنع وشرعا عقد شرکت فی الرزق بالمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی المنفعة کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ ان سے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے ورنہما الايجاب والقبول اور رکن مضاربت ايجاب اور قبول ہے ہم ايجاب اس طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھ کو بطریق مضاربة یا مقارضة یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر اس جو فائدہ حاصل ہو اس میں سے تیرا اٹنا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الخطا دی عن الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اس کا اثر مرتب ہوتا ہے نوع سے لیکن بالنظر مختلفہ اس واسطے کہ مضاربت امانت رکھنا سے شروع میں ہم مضاربت ابتداء میں ایداع اس واسطے ہے کہ مال کو کرنا مال کا ہے باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب تاوان نہیں ومن جمل الضمان ان یقرضہ المال الادریہا ثم یعقد شرکت عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعلما والرزق بینہما ثم یعل المستقرض فقط فان ملک فالقرض علیہ اور بلا اس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درہم کے پھر شرکت عنان کرے اس باقی درہم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں نفع دونوں میں برابر ہو پھر بعد اس کے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت ہے گام شرکت عنان کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اس واسطے شرط کیا کہ اگر عامل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جائے گی اور فساد شرط عمل واحد ہے نہ اطلاق طحاوی نے کہا اس حیلے سے مضارب



باقی نہ رہی بلکہ اس المال میں شرکت ہو گئی تو مکمل مع العمل لتصرف بامرہ اور مضاربت تو مکمل ہے محل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پھر جب تو مکمل ہوئی تو جو عمدہ اس کو لاحق ہو گا وہ رب المال کو بھی ہو گا کذا فی الدرر و شرکت ان رب رج اور مضارب شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو اس واسطے کہ مال اوائل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اس میں شریک ہوں گے و غصب ان خالف و ان جاز رب المال بعدہ بصیرتہ غاصبا لکن الخلفہ اور مضارب غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اس کو جائز بھی رکھے بسبب ہوجانے مضارب کے غاصب مخالفت ہے مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خرید کی اور پچھی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اس واسطے ہوا کہ تعدی کی نذر کے مال میں ثواب مضارب پر ضمان لازم ہو گا و اجازۃ فاسدۃ ان فسدت فلا رج للمضارب حیث تبدل لہ اجر مثل عملہ مطلقا رج اولالا یزاد علی المشروط خلافا لحدود الثلاثہ اور ان مضارب اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضارب فاسد ہو جائے ثواب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اس کے واسطے اس کی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت میں نفع حاصل ہو یا نہ ہو زیادہ نہ دی جائے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلاثہ کے ہم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اس کی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ کشرط لنفسہ عشرۃ درہم فلا شیء لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فہو استثناء من اجر عقد مضارب فاسدہ میں اجرت عمل سے گھر اس وصی میں جس نے یتیم کا مال بطریق مضارب فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دین درم کا شرط لکھنا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثناء ہے اجرت عمل سے مہیاں محل اشتباہ تھا کہ استثناء اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہہ دیا والفسادۃ لا ضمان فیہا ایضا کصحیحہ لانہ این اور مضارب فاسدہ میں بھی بلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضارب صحیحہ میں اس واسطے کہ مضارب این سے اور این ضمیم نہیں ہوتا دفع المال الی التخرج مع شرط الرج کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے یعنی یہ عقد مضارب نہیں بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محن ہو گا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے مال نے فائدہ شرط نہیں کیا و مع شرط للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض سے بواسطہ قلت ضرر قرض م یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونوں میں یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والا نے نہ صاحب مال ثویہ مضارب نہیں سے قرض سے اس واسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ اس المال کا مالک ہو اور ملک مشصو نہیں مگر بہرہ یا قرض سے لیکن بہرہ میں مالک کا بہرہ نقصان سے اس واسطے کہ بہرہ قاطع حق سے عین اور اس کے بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہے نہ اس کے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھہرا یا نہ بہرہ کذا فی الطحاوی مختصر تبصر و شرطہا امور سبعۃ اور صحت مضارب کی سات شرطیں ہیں اشتراط اس المال کا من جملہ اثبات کے ہونا ۴۔ اس کا معلوم ہونا ۵۔ اس المال کا عین ہونا نہ دین ہم مضارب کو اس المال تسلیم کرنا ۶۔ شیئہ من منفعت بلا تعین مقدار ۷۔ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۸۔ مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ اس المال سے اور تفصیل شرط مذکورہ کی ماقب اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون اس المال من الاثمان کامر فی الشرکۃ شرط صحت مضارب ۹۔ یعنی نفع باعتبار حصے ہو کہ اودھا نفع ہو گا یا تہائی وغیرہ مقرر نہ ہو کہ دس روپیہ مثلاً مضارب لے گا باقی مالک ۱۰۔



ہونا اس المال کا اٹھان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشریکۃ میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح ہوتی ہے اس واسطے کہ مضاربت شرکت سے فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مالی ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی درہم اور دینار اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فکوس مروجہ کذا فی الدرر وہو معلوم للعاقدين اور اس المال معلوم ہو عاقدين کو یعنی اس طرح کہ عاقدين عقد مضاربت کریں مقدار معین اس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار درہم پر وقت فیہ الاشارة اور اس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے م صورت اشارہ یہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درہم دیے اور ان کی مقدار معلوم نہیں اس کو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفۃ للمضارب یمنہ والبیئۃ للمالک اور در صورت اختلاف کے اس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہے داما المضاربتہ بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سوا اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہے اور مکر وہ ولو قال اشتری عبد النبیۃ ثم بعه و مضارب ثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اس کو بیچ اور اس کے ثمن سے مضاربت کر سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے م اس واسطے کہ مضاربت غلام کی طرف مضاف نہیں جو جائز نہ ہو بلکہ اس کے ثمن کی طرف مضاف ہے اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو مضاف کر کے کہ قولہ لغاصب او مستودع او مستبضع ائمل با فی یدک مضاربتہ بالنصف جاز مجتبیٰ چنانچہ یوں کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا ہے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفان نصف منفعۃ پر تو جائز ہے کذا فی المجتبیٰ م مستبضع وہ جس کے پاس مال ہو بطریق بیضاعت کے طحاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جس میں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع و کون اس المال عینا لا دینا کا بسط فی الدرر اور شرط صحت ہے ہونا اس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اس کو درہم یا واضح بیان کیا ہے م درہم میں سے عین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا اس واسطے کہ مضارب این سے شروع میں اور جس پر دین ہے اس کا این ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے دیون سے کہا کہ عمل کر اس دین میں جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ مراد معین ہونا ہے مسلماً الی المضارب لیکن التصرّف در ان حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو اور اس المال کا مضارب کو تا اس کو تلفت اس کا ممکن ہو م اس واسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال ہر مضارب اس المال سے خرید و فروخت کرے تو نفع میں دونوں شریک ہوں گے بموجب شرط کے اس واسطے کہ استعانت سے عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد میں کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الشریکۃ لان العمل فیہا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اس واسطے کہ اس میں دونوں جانب سے عمل ہے و کون الریح بینہما شائعاً فلو عین قدر افسدت اور شرط مضاربت سے ہونا منفعۃ کا مابین دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی م منفعۃ شائع مثلاً دونوں میں نصفان نصف ہو یا تین تہا و اس واسطے کہ اس میں منفعۃ مشارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ متوہم یا نصف منفعۃ کے ساتھ

سہ یعنی کل نفع کا مالک ہو ۱۲



دین زیادہ تو یہ قاطع ہے شرکت کا اس واسطے کہ شاید منفعت نہ ہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باقی نہ رہی و کون نصیب کل منہما معلوما عند العقد اور بشرط مضاربت سے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک م حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول یہ ہے کہ مثلاً مالک کے مضارب سے کہ تجھ کو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع سے معلوم ہونا اس واسطے بشرط ہوا کہ عقد مضاربت سے نفع کے واسطے تو اس کی جہالت موجب فساد عقد ہوگی و من شرط ہا کون نصیب المضارب من الرزق حتی لو شرط له من راس المال او من الرزق فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو المضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد سے اس واسطے کہ ان دونوں شرطوں کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی فی الجملۃ کل شرط یوجب جہالت فی الرزق او یقطع الشریکۃ فیہ یفسد ما دالا بطل الشرط و صح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالہ میں ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت سے اور نہیں تو بشرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس و کالت کے یعنی جس طرح و کالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا م جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور بشرط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں ازاں جملہ یہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جائے یا دونوں پر کذا فی الطحاوی و لو ادعی المضارب فسادا فالقول لرب المال و بعکسہ فلمضارب اور المضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اس کے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے الاصل ان القول لدی الصیحة فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث الرزق الا عشرة و قال المضارب الثلث فالقول لرب المال و لو فیہ فسادا لانه یکر زیادۃ یدعیہا المضارب خایۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوائے دین درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگر یہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت سے مقبول اس واسطے کہ صاحب مال اس زیادت کا منکر ہے جس کا مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی الخانیۃ و ما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ میں ہے اس میں اشتباہ سے سوا اس کو سمجھ لے ہم اشتباہ کی عبارت یہ ہے بالقول قول مدعی الصیحة الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث و زیادۃ عشرة و قال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دین درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول ہے انتہی الترجمہ مصنف نے اپنی شرح میں اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشتباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اس واسطے کہ مضارب اس صورت میں مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشتباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکور قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اس میں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی و یمکن المضارب فی المطلقۃ التي لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع و لو فاسدا بتقدیر و نسبتہ متعارفہ اور مضارب مالک سے مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگر بیع فاسد ہو نقد میں سے بیع کرے یا بذت متعارفہ کے ساتھ بیع یعنی بیعوں میں سے ایک تجھ کو دیجائے گا اور ایک صورت مجہول نفع کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یوں کہے کہ نفع میں ہم تم شریک ہیں یہ بیان کرے کہ نصف شریک ہیں کم زیادہ ۱۲



مہر مراد نہیں کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہ ہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اس کے ہاتھ میں مانت نہ باقی رہے مدت میں متعارفہ کی قید اس واسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو و الشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر برا و بجر او دفع المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر میں نہ مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت سے امام سے کہ اگر اپنے شہر میں مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں دے تو اس کو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضارب مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضائے لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے والا بضائع امی دفع المال بضاعت اور مالک ہے البضائع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونا ولو لب المال ولا تفسد بہ المضاربتہ کیا بجی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اس کو اختیار ہے اور اس دینے سے مضارب فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اس کا اوسے گا ویکل لابیع والزمین والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجرا رضابضاعت لیزرعھا و یفربھا جاز ظہیر اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس رکھنے اور دوسرے کے پاس رکھنے اور اپنے پاس رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اس میں کھیت کرے یا درخت لگا دے تو جائز ہے کذا فی الظہیرۃ والاحتیال امی قبول الحوالۃ بالتمن مطلقا علی الایسر والا عسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی تمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کشادہ دست اور تنگ دست ہر اس واسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور البضائع اور ایداع اور زمین اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سود اگر دوں کے دستور العمل سے لایمک المضاربتہ والشراۃ والخط بال نفسہ الا باذن او اعمل بک ایک اذا الشی لا یتضمن مثله مضارب مالک نہیں مضارب کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اس کے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اس واسطے مالک نہیں کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کم تر کو متضمن ہوتی ہے م عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شرا یوں کہتا اذا الشی لا یتضمن مثله والا علی منہ تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر سے مضاربت سے خلط مال اس صورت میں جائز نہیں جب کہ اس شہر میں رائج نہ ہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الخطاوی والاقراض والاستدانۃ وان قبل ذلک ای اعل بک لایمک لایسا من صنیع التجار فلم یخل فی التعمیم مالم یتضمن المالك علیہما فیکلہما اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور نہ ادھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اس واسطے کہ وہ دونوں تجارت کے دستور العمل سے نہیں میں تو وہ تقیم قول مذکور میں داخل نہ ہوگی جب تک مالک ان دونوں پر تصریح نہ کر دے پھر تصریح کے بعد ان کا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہہ دیا کہ تجھ کو قرض دینے اور ادھار لینے میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدان کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں دے گی ہے استدان ممنوع یہ ہے کہ مال مضارب سے زیادہ تر تمن پر خرید کرے وان استدان کانت شرکۃ وجوہ و یمنذ فلو اشتري بال المضاربتہ ثوبا

سہ کیونکہ چیز اپنے مانند اور اپنے سے ادھر دے تو متضمن نہیں ہوتی ۴



وقصر بالماء او حمل متاع المضاربة بماله فقد قيل انه ذلک فهو متطوع لانه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة اور اگر مضارب ادھار لے گا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحاوی تو شرکت و جوعہ متحقق ہوگی اور اس وقت میں تو اگر مضارب کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اس کو پانی سے دھو لایا اپنے مال سے یا متاع مضارب کو دلا یا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی غل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے بحر انہیں نے سکتا اس واسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہیں م سراجیہ میں ہے صورت استدانت یہ ہے کہ درہم اور دینار سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے اس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضارب کے مال سے درم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضارب پر ہوگی استدانت نہ ہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضارب پر استدانت جائز نہیں اسی طرح اصلاح مال مضارب پر استدانت جائز نہیں تو تمام مال مضارب سے تھان خرید کیے پھر ان کی بار برداری یا شوب یا پیچیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اس واسطے کہ اس کے پاس مال مضارب سے کچھ باقی نہیں رہتا تو استیجار سے مضارب پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہ ہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب عاقد بنفس متبرع سے کذا فی الطحاوی و انما قال بالماء لانه لو قصر بالمشاء فحکم کصنع اور مصنف نے کپڑے کے شوب میں فقط پانی کی قید عقد کرنے والا ہے کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھوا دے گا تو اس کا حکم کپڑا لگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احر فشریک بما زاد البصغ و دخل فی اعمل بر ایک کا خلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دے گا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اس قدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی صواب دید کے موافق خلط مال کے مانند و کان له حصۃ یمتہ صبغہ ان یرع و حصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اس کے رنگ کی قیمت کا حصہ بشرط اس کے کہنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضارب کے مال میں م مثلاً سفید تھان خریدنا ہو پانچ روپے کو اس المال سے اور اب اس کا ثمن بدون رنگ کے سات روپے ہو گیا اور رنگین کرنے سے آٹھ روپے کو بکا تو مضارب اس میں دو روپے لے گا اور صاحب مال ایک روپیہ اس واسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصف نصف ہو گیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت میں پایا و لو لم یقل اعمل بر ایک لم یکن شریکاً بل غاصباً اور اگر صاحب مال نے یوں نہ کہا کہ عمل کر موجب اپنی صواب دید کے تو مضارب شریک نہ ہوگا بلکہ غاصب ٹھہرے گا یعنی تو مال مضارب امانت اب نہ رہا مضارب کے پاس تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحاوی و انما قال احر لما مر ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل بر ایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اس واسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہ ہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر منکونہ موجبا کہ یہ قول ثنی سے اختلاف زبان پر اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحاوی و لا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالك لان المضاربة تقبل التقید المفید ولو بعد التقدیم لیس المال عرضاً لانه یمتد لایک عزله فلا یملک تخصیصہ کامیجی اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قاش یا وقت یا اس شخص کا جس کو مالک نے معین کر دیا اس واسطے کہ مضارب بتخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضارب سے یعنی مضارب اس صورت میں شرکت و جوعہ ہو جائے گی کیونکہ مضارب اپنی وجہ امت سے قرض لے کر رب المال کو نفع میں شریک کرتا ہے عقد مضارب کا اس کا مقتضی نہیں ۲ ۵۰ یعنی شوب و غیرہ کے لیے نہ دو روپے سے ۲



ہو جب تک کہ مال مضارب متاع اور اسباب تجارت نہیں ہو گیا اس واسطے کہ اس وقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہ ہو گا چنانچہ اس کا بیان اوسے کام مخالف امور مذکور میں اس واسطے جائز نہ ہو گا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جس طرح اس نے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی فائدے سے نہیں اس واسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکانہ اور امتنع اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قیدنا بالمفید لان غیر المفید لا یعتبر اصلاً کنہیہ عن بیع الحال قید لگائی ہم نے تقید مفید کی اس واسطے کہ تخصیص غیر مفید سرگزشتہ نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع متعلی سے واما المفید فی الجملة کیسوق من مصرفان صرح بالہنی صح ولا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملة مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں مگر شہر کے ایک بازار کی تقید اس واسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود بتایں اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی مصرف ہو اس طرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا اس کے سوا اور بازار میں تو اب تقید صحیح ہوگی کذا فی الطحاوی فان فعل ضمن بالمخالفة وکان ذلک الشراء لم یحرم المضارب من مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مولیٰ یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہو گا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالفت امر مالک مضارب کی ہوگی یعنی تو اس کے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہو گا اس واسطے کہ اس نے غیر کے مال پر بدون اس کے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر و لو لم تصرف فیہ حتی عاد للوفاء عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضارب میں تصرف نہ کیا یہاں تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضارب پھر صحیح ہو جائے گی مگر یہ متعلق ہے تعین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضارب سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضارب مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضارب منوز اس کے ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحاوی و کذا الوعاد فی البعض اعتبار الجرح بالکل اور اسی طرح عود مضارب کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضارب میں عود کیا جز کو کل کے ساتھ قیاس کے کہ معنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو غیر معین میں رو کیا تو بھی مضارب باقی ہے ولا ینک تزدوج قن من مالہا اور مضارب مالک نہیں نکاح کرنے سے اس مملوک کا جو مول لیا گیا مضارب کے مال سے ولا یشاء من یعتق علی رب المال بقربۃ او یحییٰ اور مضارب مالک نہیں اس لوٹدی یا غلام کی خرید کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قربت یا قسم کے م قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لوٹدی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اس کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فان ینک ذلک عند عدم القرینۃ المفید للوکالۃ کا شتر لی عبدۃ ابیہ او استخدا و جاریۃ اطامہ بر خلاف خرید کرنے کے وکیل کے اس واسطے کہ وہ اس مملوک کے خرید کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو مول پر آزاد ہو جائے جب کہ قرینہ مخصوص و کالت نہ ہو چنانچہ یوں کہنا مول کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جس کو میں بچوں یا اس سے خدمت لوں یا جاؤ خرید کر جس سے میں قربت کروں مگر تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لوٹدی کا خرید کرنا نہ چاہیے کہ مول پر آزاد ہو جائے ولا من یعتق علیہ امی المضارب اذا کان فی المال ربح ہو نہ ان تکون قیمتہ بذال العبد اکثر من کل راس المال کا ہسطر العینی فلیحفظ اور مضارب اس غلام کے خرید کرنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جائے بہ سبب قربت کے بشرطیکہ مال مضارب میں ہے یعنی اگر مضارب سے کہے کہ نقد سے بیع مت کرنا تو یہ مانعت معتبر ہوگی ۱۳



نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اکثر ہو تمام اس المال سے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے عینی نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م خرید کرنا غلام مذکور کا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائے گا کیونکہ اس کی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی اس المال سے زیادہ ہو خواہ اس المال میں نفع ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ جب غلام کی قیمت اس المال کے برابر یا کم تر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہ ہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہرے گا اس المال سے تو اگر اس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اس کے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل سے تو اس پر آزاد نہ ہوگا انتہی مختصراً کذا فی الطحاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منہما وقع الشراء لنفسه سواء مضارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رہا مال یا مضارب پر واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضارب کے واسطے م اور مضارب تاوان دے دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضارب سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اس پر سے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح للمضاربة اور اگر وہ نفع نہ ہو جس کو ہم نے عینی سے بیان کیا تو مضارب کے واسطے خرید صح ہوگی م متعلق ہے اس صورت کے ساتھ جب کہ مضارب اس کو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الجلی فان ظهر الربح بزيادة قيمة بعد الشراء عتق حظ ولم یضمن نصيب المالك لعقبة لا بصنعه وسعی العبد لمعتق فی قيمة نصيب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جائے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہ ہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام ادلے قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے م غلام اس واسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہو اور مضارب پر ضمان اس واسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملك آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشترى الشریک من یعتق علی شریک او الیابی او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد اذ لا نظریة للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا دھی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اس واسطے کہ اس میں منفعت ہے صغیر کی کچھ رعایت نہیں م عاقد سے شریک یا باپ یا دھی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک میں وہ علت ہے جو مضارب میں مذکور ہو چکی یعنی عدم حصول نفع شریک والمآذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقاً بالدين والا لا خلافا لهما زیلعی اور عبد آذون نے جب کہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صح ہے اور وہ غلام مولا پر آزاد ہوگا اگر عبد آذون مستغرق بالدين نہ ہوا اور نہیں تو آزاد نہ ہوگا برخلاف صاحبین کے کذا فی الزیلعی م زیلعی نے کہا کہ اگر عبد آذون پر دین ہو خواہ اس کی گردن اور کسب کو محیط ہے یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحاوی مضارب مع الف بالنصف اشتری أمه فولدت ولدا مساویا لہ ای لالف فادعاه مومن اقصارت قیمتہ ای الولد وحده کما ذکرنا الف والنصف ای شریک بآئہ نفذت دعوتہ لوجود الملك بظہور الربح المذكور فعتق مضارب سے جس کے پاس ہزار درم میں نصفان نصف منفعت پر اس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جتنی یعنی بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جتنی جس کی قیمت اس المال یعنی ہزار درم کے برابر ہے پھر مضارب کے اس لڑکے کی فرزند کی کا دعوی کیا مال داری کی حالت میں پھر



قیمت اس کی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہم نے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعویٰ فرزدی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد اب مذکور آزاد ہوگا مگر جب دعویٰ مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اس کا فرزند ٹھہرے گا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصر سعی الرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالك او اعتقه ان شاء ولد مذکور کو شمش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اس کی چوتھائی یعنی سارٹھ بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اس کو آزاد کر دے م ہزار اس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے ولرب المال بعد قبضہ الف من الولد تعین المدعی ولو محصر الایضمان ملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اس واسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مال دہری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کی لونڈی میں م قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اس واسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اس واسطے کہ لونڈی مشغولی براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی اس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الزیلعی و بحیل علی انہا تزوجہا ثم اشتراها بحلی منہ اور دعوت مضارب اس پر محمول ہوگئی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بالغ پھر اس کو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب سے م یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زنا کار نہ ٹھہرے ولو صارت قیمتہا الف و نصف صارت ام ولد ومن المالك الف وربعہ لو موسر افلو معسر افلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائے گی اور مضارب تاوان دے مالک کو سارٹھ بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اس واسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے م یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اس کا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور تعین مضارب میں مال داری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فقہاء کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مال دار ہو یا مفلس اس واسطے کہ یہ ضمان تملک سے اور قریبہ اس پر یہ کہ ام ولد پر سعایت نہیں پھر حق مالک کے منافع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو اس المال نہ ملے گا تب تک ولد رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الجلبی

باب المضارب الذی یضارب | یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا اس المال دے بطریق مضارب کے لاقدم المفردۃ شرع فی المربۃ فقال جب کہ مضارب مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شرع کیا سو کہا مضارب المضارب آخر بلا اذن المالك لم یضمن بالرفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولاً علی الظاہ لان الدفع ایداع وہو یملک فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ معین مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دے گا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو بنا بر ظاہر مذمب کے اس واسطے کہ مال دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت



اس میں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضارب سے تو اب تاوان آدھے کا مضارب اول پر الا اذا كانت الثانية فاسدة فلا ضمان وان  
 ربح بل للثانی اجر مثله علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضارب ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب  
 ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو اس میں اور مالک میں مشروط ہے ہم در صورت  
 مضارب فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہرے گا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی  
 قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احدہما اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب  
 ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اس واسطے کہ قبل عمل مال ودیعت سے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانا  
 الضمان علی الغاصب فقط اور اسی طرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے  
 ولو استلمک الثانی او وسمہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا مہمہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر  
 کے فان عمل حتی ضمنه خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح  
 ولا یضمن لیس لہ ذلک بحریمہم اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے پہلے سے مضارب اول سے  
 تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اس کو جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اس  
 واسطے کہ مال عمل سے ٹھہر گیا اور مالک کو مقصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تعین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب  
 سے کذا فی الطحاوی فان اذن المالك بالدفع ودفع بالثلث وقد قيل للاول ما رزق الله فینما نصفان فللمالك النصف  
 علی بشرط وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو  
 تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفان نصف سے تو مالک کے  
 واسطے نصف نفع ہے بموجب اس کی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے شششی حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور  
 مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قيل ما رزقك الله بکات الخطاب والمسئلة بحالما فللثانی ثلثه والباقی  
 بین الاول والمالك نصفان باعتبار انکاف فیکون کل ثلث اور اگر کہا گیا بکات خطاب کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ  
 بحال خود اسی طرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تب تہائی  
 نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفان نصف سے  
 تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفان نصف ہیں باعتبار انکاف خطاب  
 کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا مگر مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اس کو ہو وہ دونوں میں نصفان نصف ہے  
 سو اس کو نفع نہیں ملا سو اسے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفان نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے و مثله ما رجحت من  
 شیء او ما کان لک فیہ من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہ تبارب المال کا مضارب سے کہ جو تجھ کو فائدہ  
 حاصل ہو کسی چیز سے یا جنس چیز میں تجھ کو نفع ہو اور مانند اس کے م چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھ پر خدا فضل و کرم کرے یا جو تجھ کو بڑھوتی  
 ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفان نصف ہے وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی  
 بین المالك والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم تر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور



مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما ربحت بيننا نصفان و دفع بالنصف فللثاني النصف واستويا فيما بقي لانه لم يربح سواه اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اس واسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قيل ما رزق الله في نصفه او ما كان من فضل الله بيننا نصفان قد دفع بالنصف فللمالك النصف وللثاني كذلك ولا شيء للاول لجعله ماله للثاني اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی دے تو اس کا نصف میرا ہے یو جوالد کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں بسبب اس کے کہ دینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اس نے مضارب ثانی کے واسطے مقبوض کر دیا ولو شرط الاول للثاني ثلثيه والمسئله بحالها ضمن الاول للثاني سداً بالتسمية لانه التزم سلامة الثلثين اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کر دینے کے سبب سے اس واسطے کہ اس نے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے م تو منہج مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو نفع ملے وہ مجھ میں اور تجھ میں نصف نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لے گا باقی نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کہ ہے دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑے گا اس واسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کا ملین کی شرط ہو گئی ہے وان شرط المضارب للمالك ثلثيه و شرط لعبد المالك ثلثيه وقوله على ان يعمل معه عادي وليس بقيد و شرط لنفسه ثلثيه صح وصار كانه اشترط للمولى ثلثي الرزق كذا في عامة الكتب وفي نسخ المتن والشرح هنا خلط فاجتنبه اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام کے واسطے تہائی اس کا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشترط على غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلے کی یعنی اشترط اور عدم اشترط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولیٰ کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو م تن کے ایک نسخہ میں یوں دیکھا کہ لو شرط للثاني ثلثيه والعبد المالك ثلثيه على ان يعمل معه ونفسه ثلثيه صح انتهى حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان يعمل معه عادي وليس بقيد بل يصح الشرط ويكون لسيده وان لم يشترط لا يجوز انتهى حتیٰ ہے کہ لا يجوز حذف کیا جاوے اس واسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحاوی ولو عقد المأذون مع اجنبی و شرط المأذون عمل مولاه لم يصح ان لم يكن المأذون عليه دين لانه كاشترط العمل على المالك اور اگر عبد مأذون نے مضارب متعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ مؤذون نے اپنے مولیٰ کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر مأذون پر دین نہ ہو اس واسطے کہ اس میں عمل کرنا شرط ہے مالک پر والا صح ہے اور اگر شرط کی مضارب ثانی کے لیے دو تہائیاں اور مالک کے غلام کیلئے ایک تہائی نفع کی اس شرط سے کہ اس کے ساتھ کام کرے اور خود اپنے لیے ایک تہائی تو صحیح ہے ۱۳ اس شرط پر کہ اس کے ساتھ کام کرے عادت کے طور پر ہے اور قید مسئلہ نہیں بلکہ شرط ورتبہ ہے اور اس کے مالک کی تہائی ہوگی اور شرط نہ کی ہوگی ۱۴



لانہ حیثہ لایمکن کسبہ واشترط عمل رب المال مع المصارف مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع المصححہ اور اگر ویسا نہ ہو یعنی عہدہ باذن پر دین ہو تو عقد باشرط عمل مولیٰ صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولیٰ اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مصارف کے ساتھ عقد مضارب کا مفسد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کام یعنی مضارب میں عمل مصارف ضرور ہے اور اس کو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ میں وکذا اشترط عمل المصارف مع مضاربہ او عمل رب المال مع المصارف الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولیٰ کا لومضارب مولیٰ اور اسی طرح مانع صحت عقد عمل شرط کرنا مضارب اول کا اپنے منقلب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہوتا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اس نے اپنے مولیٰ کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضارب کرے اپنے مولیٰ کے ساتھ م وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب اپنے منسوبات میں احرام کے مانند ہے پھر اگر عاجز ہو جائے بدل کتاب سے قبل عمل کے تو مضارب فاسد ہوگی کذا فی الطحاوی ولو شرط لبعض المزارع للمساکین اشیاء فی الرقاب او لامرأة المصارف او مکاتب صحیح العقد ولم یصح الشرط ویكون المشرط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کے واسطے یا حج کے واسطے یا گزندوں کو چھڑانے کے واسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اس کے مکان کے واسطے تو عقد صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع مشروط صاحب مال کا ہے نہ مساکن وغیرہم کے واسطے م وجہ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشترط نفع اس صورت میں غیر صحیح ہے جب کہ ان کا عمل شرط نہ ہو اور اگر ان کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور مشروط انہیں کے واسطے ہوگا اس واسطے کہ وجہ یا مکاتب مضارب ہو گئے عمل شرط کرنے سے اور در صورت عدم اشترط عمل مضارب نہ ہوگی بلکہ یہ ہووے سے جس کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکن اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشترط عمل ہے کذا فی الطحاوی لم یخص ولو شرط البعض لمن شاء المصارف فان شاء لنفسه او لرب المال صح الشرط والا بائنا لا یجوز لا یصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے مشروط ہوئی جس کو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کے واسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے مالک کے واسطے نہ چاہے اس طرح پر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کا عمل شرط نہیں کیا دمی شرط البعض لا یجوز ان شرط علیہ صح الشرط والا لا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اس پر اس کا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقا والمشرط لا یجوز ان شرط علیہ والا فمالک ایضا وعزاه للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مضارب صحیح ہے مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہ ہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اس کا عمل مشروط ہو اور اگر اس کا عمل مشروط نہ ہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہے اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہے برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہوم جب یہ ثابت ہو چکا اول کہ عقد مضارب بہر صورت صحیح ہے اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اس عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے نہ اجنبی میں چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولو شرط البعض نقضاء دین المصارف او دین المالك جاز ویكون للمشرط له نقضاء دینہ ولا یلزم بدفع لغزائہ بحر اور اگر بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کے واسطے شرط ہو تو جائز ہے اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضارب اور مالک پر لازم نہ کیا جائے گا نفع مذکور کا اس کے دین والوں کو کذا فی البحر وتبطل المضاربة بموت احدہما لکن ہا وکالہ اور باطل ہو جاتی ہے



مضارب مالک یا مضارب کی موت سے بسبب جو نے مضارب کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہے موکل یا وکیل کی موت سے وکالت بطلت۔ و جرحی طر اعلیٰ احدہما و بجنون احدہما مطبقا قسمتان اور اسی طرح مضارب باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق ہونے سے ممانع ممنوع التصرف ہو جاتا ہے جنون سے یا سفا سے یا بعد ماذون کے جرح سے ہر چند جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شارح نے پھر اس کو اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس میں اطلاق کی قید لگا دے و فی البرازۃ مات المضارب و المال عروض باعہا و صیہ اور نرازیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مال عروض اور قماش سے یعنی اسباب سے نقد نہیں تو اس کو مضارب کا وصی بیع کرے ممانع اور قول اصرح یہ ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہ ہو تو فقط مالک مختار ہے یا حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں داخل کرے پھر جب مال نقد ہو جائے تو مالک اپنا اس مال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اس کے دائیں لین کذا فی الطحاوی و لومات رجب المال نقد تبطل فی حق التصرف و لو عرضا تبطل فی حق المسافرة لا التصرف فله بیع بعرض و نقد اور اگر صاحب مال مر گیا اور مال نقد ہے تو مضارب باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہیں کر سکتا اور اگر مال عروض سے نہ نقد تو مضارب باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس اسباب کو سفر میں نہیں لے جاسکتا تو اس کو وطن میں اس کا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہے ممانع اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضارب لے کر اور وہاں خرید کی پھر صاحب مال مر گیا اور اس کو خیر نہیں موت کی پھر وہ دوسرے شہر میں مال لے گیا تو مضارب کا خرچ اس کے ذاتی مال میں محسوب ہو گا نہ مضارب کے مال میں اور اگر مال تلف ہو گا وہ میں تو مضارب پر تاوان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی و بالجمہ بلحق المالك مرتدا اور مضارب باطل ہے بلحق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اس کے حقوق کا حکم دیا تو مضارب باطل ہوگی اس واسطے کہ بلحق دار الحرب موت کے مانند ہے و لہذا اس کا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اس کے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزیلعی فان بعد بلحق مسلمة المضاربة علی حالها حکم بلحاظ ام لا عنایتہ سوا اگر مالک بعد بلحق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضارب بحال سابق باقی ہے اس کے حقوق کا حکم ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو کذا فی العنایتہ بخلاف الوکیل لانه لا حق له بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اس واسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اس کے حقوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے گئے سے وکالت ٹوڑ نہیں گرتی و لو ارتد المضارب فہی علی حالها اور اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضارب اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ممانع کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں اس کی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضارب مال میں لہذا مضارب بحال رہتی ہے فان مات او قتل او حق بدار الحرب و حکم بلحاظ بطلت و التصرف نافذ و عہدۃ علی المالك عند الامام بحر پھر اگر مضارب مرتد ہو گیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضارب باطل ہوگی اور جو اس نے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اس کی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے نزدیک کذا فی البحر و لو ارتد المالك فقط اسی و لم یحق فتصرف اسی المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ممانع اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضارب کے جمیع احکام میں اورۃ المرأة غیر مؤثرہ اور مرتد سلا واضح ہو کہ بعض نسخہ میں بعد عبارت غیر مؤثرہ کے یہ عبارت زیادہ ہے لانہا لا تبطل فلا ینعقد سبب التلف فی حقها اور یہ سیاق عبارت سے صحیح معلوم ہوتا ہے فافہم



ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں م خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب گمیریہ کہ وہ مرہا وے یا دار الحرب میں ملحق ہو جاوے اور اس کے لحاق کا حکم ہو اس واسطے کہ اس کا ابتدا اس کے مالک میں مؤثر نہیں تو اسی طرح اس کے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی المنع عن الجہرۃ و نیعل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخرجلین مطلقا اور فضولی مدلی اور سول مینر اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اس واسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے دو مردوں کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا بیانی میز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب اپنے عزل کو نہ جانے تو معزول نہ ہوگا فان علم بالعزل ولو حکما کت مالک ولو حکما و المال عروض ہو ہنا ما کان خلاف جنس راس المال فالدرایم والدنایہ یجنسان یا عہا ولو نسیتہ وان نہا عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک کا مر جانا اگرچہ موت حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ازداد مالک مع الحکم بالحق یا اس کا محنون ہونا بجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض سے عروض سے مراد یہاں وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو درایم اور دنایہ اس تقدیر میں دو جنس ہیں تو مضارب عروض کو بیخ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اگرچہ مالک نے اس کو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو م جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض درایم اور دنایہ کو بھی شامل ہے تو اگر اس المال درایم ہوں اور مضارب نے دنایہ خرید کیے ہوں تو اس کو بیخ کر دیا ہوگا اور اسی طرح بالعکس درم میں ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اس کو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جائے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس راس مالہ بخریج کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو ویدل خلا ذہ استحسانا لوجوب رد جنسہ و لیظہر الریح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے اذرتے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے اور تاکہ نفع ظاہر ہو م قیاس یہ ہے کہ اگر درایم ہوں تو دنایہ سے نہ بدلے و لکذا مکسر اس واسطے کہ نقد جنس واحد میں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ صحیح ہے اس واسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کے کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں ولا یمیک مالک فسحما فی بذہ الجالہ بل ولا تخصیص الاذن لانه عزل من وجہ نہایتہ اور مالک کو اختیار نہیں فسح مضاربت کا اس حالت میں یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اس واسطے کہ تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہے کذا فی النہایہ بخلاف احد الشرکین اذا فسح الشرکۃ و مالہا امتنع بخلاف احد الشرکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسح کرے اور شرکت کا مال اسباب ہونہ نقد تو فسح صحیح ہے افتراقا و فی المال دیون و یسح بخر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ ینتد عمل بالاجرة جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہے تو مضارب پر جرہو گا دیون کے تقاضا کرنے پر اس واسطے کہ مضارب اس وقت عامل با برت ہو گا م دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیجا اور منہوز ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرة اس واسطے ٹھہر کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحاوی والا ریح لاجر لانه ینتد متبرع اور اگر مال نفع نہ ہو تو مضارب پر تقاضائے دیون میں جرہ نہیں اس واسطے کہ مضارب اس وقت میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں و یومر بان یوکل المالك علیہ لانه غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک



کو تقاضائے دیون پر متعین اور مقرر کرے اس واسطے کہ مالک غیر عائد سے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عائد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہ ہوگا بلا توکیل مضارب کے وچینڈ فالوکیل بالبیع والمستبضع کا مضارب یومر ان التوکیل اور اس وقت میں جب کہ متبرع پر جبر علی الاقتضائیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یحبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعلمان بالاجرة سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضائے دین میں اور اسی طرح دلال پر اس واسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں مسمسار یکسر اول دفعہ سے جس کے پاس عروض اور حیوانات لوگوں کے جمع ہوں تا وہ اجرت لکھ بیچ دے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی مال بالاجرة ہے اور یہ بمنزلة اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فیرع مسئلہ ملحقہ شایع کا استوجیر علی ان بیع ویشتری لم یحبر لعدم قدرته علیہ والجملة ان یستاجرہ مدة للخدمة ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹھہرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اس کے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اس کو مزدوری پر لگا دے اور نوکر رکھ لے خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی م عدم قدرت بیع اور شرا پر اس واسطے ہونی کہ خرید و فروخت تمام نہیں ہو سکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بالغ اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہیں اس کی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اس واسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین سے بیان بقدر مدت سے اور وہ قادر ہے اس کی تسلیم پر اس طرح کہ اپنی ذات کو حاضر کر دے مدت معینہ میں کذا فی الطحاوی عن الزیلعی ومانک من مال المضاربة یصرف الی الرزح لانه یباع اور یقتات تلف ہو گیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اس واسطے کہ نفع تابع سے اس المال کا اور اس المال اصل سے فان زاد المالک علی الرزح لم یضمن ولو فاسدة من عملہ لانه این پھر اگر مال مالک زیادہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ آوے گا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گویا مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اس واسطے کہ مضارب این سے یعنی این ضمیم نہیں ہوتا وان قسم الرزح وبقیت المضاربة ثم ملک المال او بعضہ تراو الرزح لیاخذ المالک راس مالہ وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لکامرا و اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جائے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں تا مالک نفع سے راس المال لے اور جس قدر نفع زاد ہو راس المال سے وہ دونوں میں مشروط کے موافق قسمت اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہ ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی این پر تاوان نہیں ثم ذکر مفهوم قولہ وبقیت المضاربة فقال وان قسم الرزح وفسخت المضاربة والمال فی ید المضارب ثم عقدا ما فملک المال لم تراو وبقیت المضاربة لانه عقد جدید وی الجملة النافعة للمضاربة پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربة کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہو گئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضارب کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیر دیں گے اور مضاربت ثانیہ باقی رہے گی اس واسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافع ہے مضاربت کے واسطے م یعنی اگر مضارب ڈرے استر واد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کر کے مضاربت جدید عقد کر لے اور اگر مال مضارب کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد ہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاق سے کذا فی الطحاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقة مضاربت میں المضاربة لا تفسد بدفع کل المال او بعضہ تقييد البایة بعض



اتفاقاً عنایت الی المالك بضاعة لامضاربة لامضاربة فاسد نہیں ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربیت بدیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تفسیر دفع بعض مال کی اتفاق سے کذا فی العنایت م بضاعت سے یہاں استعانت مراد ہے اس واسطے کہ البضاعة حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقی میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربیت کے دے گا تو مضاربیت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربیت اولیٰ وجہ بطلان یہ ہے کہ شے اپنے مانند کو متضمن نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی وان اخذه ای المالك المال بغیر المضارب باع واشتری بطلت ان کان راس المال نقداً لانه فاعل لنفسه اودا اگر مالک نے مضاربیت کا مال بدون امر مضارب کے لے کیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربیت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اس واسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہو ام بسوط میں خلاصہ یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہو اس طرح پر کہ صاحب مال اس کے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اس تصرف میں مضارب کا معین ٹھہرے گا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدولہ امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس تصرف میں لنفسہ ہے مگر یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اس وقت میں معین ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی وان صار عرضاً لان النقص الصريح جينذ لا يعمل بهذا اولى عنایت اور اگر مال مضارب عرض ہو گیا تو مضاربیت باطل نہ ہوگی تصرف مذکور سے کہ اس وقت میں مالک کا نقص صریح بطلان مضاربیت میں عمل نہیں کرتا تو یہ نقص غیر صحیح بطریق اولیٰ عمل نہ کرے گا کذا فی العنایت ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لامر بغير اگر مالک نے عرض کو بعض عرض کے بیچا تو مضاربیت باقی ہے اور اگر بعض نقد کے بیچا تو مضاربیت باطل ہوگی بدیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہو گیا و اذا سافر و لو بوا قطعاً و شراب و كسوة و ركوبه بفتح الراء ما يركب ولو كبراً و كل ما يحتاجه عادة ای فی مادة التجار بالمعروف فی مالہا اور جب کہ مقنا نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک یا دن کا سفر ہو تو اس کا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت میں دستور کے موافق مضارب کے مال میں سے شارح نے کہا رکوب بفتح عبارت ہے اس سے جس پر سواری کی جائے سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرطی مراد نہیں بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر میں نہ آ سکے تو سفر متحقق ہوگا امور محتاج الیہا جیسے کپڑوں کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور جلاق کی اجرت اس واسطے کہ آدمی طول الشعر میلے کچیلے کپڑے والا مفلسوں میں شمار کیا جاتا ہے تو خرید و فروخت کا معاملہ اس سے کم تر ہوگا دستور کی قید اس واسطے لگائی کہ مقنول خرجی کرے گا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آوے گا مضارب مذکورہ مضاربیت کے مال سے اس واسطے مقرر ہوئے کہ اس نے اپنی ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں گئے آنے جانے سے بند ہو تو بعض اس احتیاس کے اس کا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتیاس کے لومحیحة لانفسه لانه اجبر فلا نفقه مستبضع وکیل وشریک کافی و فی الاخير خلاصہ نفقہ مضارب کا سفر میں مضاربیت کے مال میں سے اگر مضارب صحیح ہو اور اگر مضاربیت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہے تو اس کا نفقہ نہیں مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہے م کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ میں وجوب مصرح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتد ہے اس واسطے کہ اس نے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد سے مروی ہے کذا فی الطحاوی وان عمل فی المصر سواء ولد فیہ او اتخذہ و اذا فنقته فی مالہ کدوانہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر میں کام کیا خواہ اس شہر میں مضارب پیدا ہوا ہو یا مال بہ پڑا ہو مگر بنا کر تو اس کا خرچ اس کے مال میں سے چنانچہ اس کی دوا علاج



کا خرچ اس کے مال میں سے بنا برضا ہر ذنب مطلق خرچ کا خرچ مال مضارب میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں اس واسطے کہ مرض عارضی امر ہے  
 گائے بولے اور گائے نہیں مبسوط میں سے کہ حجامت یعنی پکھنے اور سینگی اور سرمہ علاج میں داخل ہے اما اذا انوی الاقامة بمصر ولم يتخذ  
 داراً فلا نفقة ابن ملک مالہ یاخذ مالاً لا لم یحتسب بالہا اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اس کو وطن نہیں قرار دیا تو  
 اس کا نفقہ ہے مضارب کے مال میں کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اس نے مال نہیں لیا اس واسطے کہ وہ مالی مضارب کے سبب محتسب  
 نہیں ہوا م شہر مذکور میں نفقہ اس وقت تک ہے جب تک اس کو وہاں مال نہ دیا گیا ہو اور اس نے اس شہر سے سفر نہ کیا ہو مبسوط میں ہے  
 اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کو نے میں ہیں اور کو فہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال مضارب سے  
 صرف نہ کرے اس واسطے کہ اس کی اقامت کرنے میں مضارب کے سبب سے نہیں تو مستوجب نفقہ نہیں جب تک وہاں سے باہر  
 نہ جاوے سو اگر کو نے سے نکلا اور اپنے وطن میں گیا اور پھر کو نے میں تجارت کے واسطے آیا تو اب کو فہ میں مال مضارب سے اپنی ذات  
 پر خرچ کرے اس واسطے کہ اس کا کو نے میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی دود ہو گیا اتنی مختصر اور  
 یہ جو شارح نے کہا کہ اس کا نفقہ ہے جب تک اس نے مال نہیں لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لے گا اور کو نے میں رہے گا تو اس کو  
 نفقہ نہ ملے گا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھتا ہے منخ الغفار کی اس عبارت سے (قلواخذ مالا بالکوفۃ وبین اہل  
 البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافراً فلا نفقۃ لہ انتہی) اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہم نے نقل کیا کذا فی الخطاوی ولو  
 سافر بالہ و مالہ او خلط باذن اوبالین لرجلین انفق بالحصۃ و اذا قدم رد بالقی جمع ولین الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور  
 مضارب کا مال سفر میں لے گیا یا اپنا مال مضارب کے مال میں ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لے گیا تو اپنی ذات پر  
 حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہ گیا طعام اور لباس سے اس کو پھیر دے اور جس قدر زیادہ صرف کیا ہو دستور  
 سے اس کا تاوان دے م خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہو گیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہیں کرتا بقول  
 راجح اس اعتراض کو میں نے بعض حواشی میں دیکھا ہے کذا فی الخطاوی ولو انفق من مالہ لیخرج فی مالہ ذلک ولو یک لم یخرج علی المالک  
 اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ مجرا کر لے مضارب کے مال میں تو یہ اس کو جائز ہے اور اگر  
 مال مضارب کا تلف ہو گیا تو اس صرف کو مالک سے نہیں لے سکتا و یاخذ المالک قدر ما نفقہ المضارب من راس المال ان کان غنہ  
 ربح فان استوفاه وفضل شیء من الرزق اقتسامہ علی الشرط لان ما نفقہ یجعل مالہ مالک و مالہ مالک یصرف الی الرزق کامر و مالک اتانفع  
 سے لے جتنا مضارب خرچ کر چکا ہے راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال پورا کر لیا نفع سے لے کر اور  
 کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لیں اس واسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ مالک کے مانند ٹھہرا جائے  
 ہے اور راس المال مالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ نذر ہو چکا وان لم یظہر رزق فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر  
 ہو تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے کم ہو جانے سے اس پر تاوان نہیں وان باع المتاع مابجہ محسوب ما انفق علی المتاع من العمل  
 واجرة السمار والقصار والصباغ ونحوہ مما عتیقہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مباححت کے بیچے تو اس کو  
 حساب کرے جو اس نے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف ہار برداری کے اور دلال اور دھونی اور رنگ ریز کی اجرت کے اور مانند اس کے  
 پس اگر مال کو نے میں لیا حالانکہ وہ اہل بھرہ سے ہے اور کو نے میں مسافر لے گیا تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا ۱۲



مضارب جن کے ملا لینے کی سوداگروں میں عادت ہے اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھ کو اتنے میں پڑی ہے یعنی اس قدر کی خرید نہ بتا دے تاکہ دروغ نہ ہو و کذا یضم الی راس المال ما یوجب زیادة فیہ حقیقۃ او صکاً او اعتادہ التجار کاجزۃ السمسار ہذا ہوالاصل نہایت اور اسی طرح ملائی جاوے اس المال کی طرف وہ چیز جو اس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکماً یا اس کے ملانے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری بھی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا فی النہایۃ ہم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور ڈیٹا حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لا یتضم ما انفقہ علی نفسه لعدم الزیادة والعادة نہ ملاوے راس المال کے ساتھ بیع المزابحہ میں جو مضارب نے اپنا ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجارت کے ہم کتاب المزابحہ میں مذکور ہو چکا کہ ملانے میں عادت تجارت کا اعتبار ہے تو اگر مضارب مضارب کے ملانے کی عادت ہو تو ملاوے اور نہیں تو نہیں مضارب بالتصفت شرعی بالقہا ہذا ای ثاباً باعہ یا لفین و شرعی بہما بعد افضا عاقبہ قبل نقدہا لبا یلع البعد غرم المضارب نصف الرنح ربعہا وغرم المالك الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربیت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور ان کو دو ہزار درم سے بیچا اور انھیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سود و دونوں ہزار مضارب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کتے میں ربع کا تاوان دے م جب کہ مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونوں میں نصفان نصف ہو گیا تو مضارب کو اس میں سے پانچ سو پینچے بھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اس کے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانچ سو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار و یصیر ربع البعد ملک المضارب خارجاً عن المضاربة لکنہ مضموناً علیہ و مال المضاربة امانۃ و بینہا تناف و باقیہا لہا ارجح اور چوتھائی غلام کا مملوک مضارب کا خارج ہو جائے گا مضاربیت کے مال سے اس واسطے کہ چوتھائی کا تاوان اس پر ہے اور مضاربیت کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربیت کی ہیں م خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربیت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربیت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربیت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر راس المال جمیع ما وقع المالك و ہوالقان و خمس مائۃ اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے م اس واسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایۃ و لکن راجع المضارب فی بیع البعد علی الفین فقط لانہ مشاہدہا و لیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار بیع بطریق مزابحہ کرے اس واسطے کہ اس نے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا م یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اس واسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایۃ و لو بیع البعد لضعفہا باربعۃ الاف فخصتہا ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چاند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربیت کا حصہ تین ہزار ہے اس واسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایک ہزار مضارب کا حصہ ہے و الرنح منہا نصف الالف بینہما لان راس المال القان خمس مائۃ اور تین جلد تین ہزار کے پانچ سو منفعت کے مالک اور مضارب میں مقسوم ہوں گے اس واسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے م یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکل گئے تو پانچ سو باقی رہے وہی نفع ٹھہر اسود دونوں میں بموجب شرط کے نصفان



نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبد انشاء رب المال بنصفه راجح بنصفه وکذا عکسہ لانه وکيد ومنه علم جواز انشاء المالك من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانچ سو کو لیا تھا تو مضارب اس کی بیع بطور مراہجہ پانچ سو سے کرے اور اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مراہجہ کرے اس واسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے مگر اگر مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مراہجہ نہ کرے مگر پانچ سو سے اس واسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اس واسطے کہ وہ اس کا وکیل ہے تو ہر چیز بیع مذکور جائز ہے لیکن اس کا شہدہ ہے عدم جواز کا اور مراہجہ کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولو شری بالفعا عبد ائیمۃ الفان فقتل العبد رجلاً خطاً فثلثۃ ارباع الفداء علی المالك ورابعه علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر مضارب کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جس کی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فداء لے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اس کی مضارب پر ہے دونوں کے مالک کے بموجب مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیا سے مقبول کو قبول نہ کریں اور خون بھادینا قبول کریں مضارب کی ملک چہارم اس واسطے ہوئی کہ اس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانچ سو اور وہ چہارم سے دو ہزار کا والعبد یخدم المالك ثلثۃ ایام والمضارب یوالی الخ وجہ عن المضاربة بالفداء المتعاقبی کا مراد غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن بہ سبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربیت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربیت میں تباہی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وجہ خروج یہ ہے کہ قاضی ہاں انقسام فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربیت منتہی ہو جاتی ہے قیمت سے کذا فی المصدر الشرعی ولو اختار المالك الدفوع والمضارب الفداء فله ذلک لتوهم الرزح حیثئذ اور اگر مالک غلام کا دے ڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اس کو جائز ہے بسبب متوہم منفعۃ کے اس وقت میں کہ اس علت کا محل وہ ہے جس میں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو دو ہزار قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ موبوم کذا فی الخطاوی المختصر او تمامہ فیہا شترى بالفعا عبداً وبلغ الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانه این بل دفع المالك للمضارب الفاء اخری ثم وثم ای کل مالک دفع اخری الی غیر نہایت مضارب نے مضاربیت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اس کا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ این ہے اور این ضمن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایک ہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنی جتنے بار ثمن تلف ہو جائے اور ہزار دیا جائے بلا حد معین ورا اس المال جمیع دفع اور اس المال کل مال مدفوع ہے مگر دوبار ثمن دیا تو دو ہزار اس المال سے اور اگر دس ہزار اس المال سے تو مضارب کو نفع نہ ملے گا جب تک تمام اس المال مالک کو نہ پہنچے گا لیکن بیع مراہجہ نہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کا تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیاً ید استیفاء لا امانۃ بخلاف وکیل کے اس واسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفاء ہے نہ قبضہ امانت کا مگر حاصل مقام یہ ہے کہ وکیل نے جب قبضہ ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہو گیا تو رجوع نہیں یعنی مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اس کو ثمن دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو ایک بار موکل سے اور لے سکتا ہے اس واسطے کہ مدفوع قبل ثمن امانت سے اس کے ہاتھ میں تو بعد ہلاک امانت ایک بار رجوع ہے پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اس واسطے کہ



بعد شرک کے دینے میں تو اصل ارتجوع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطوطا وی معہ الفان فقال للمالك وقعت الى الفاء وبحث الفاء  
وقال المالك وقعت الفين فالقول للمضارب لان القول في مقدار المقبوض بلقاء بين ايدينا او ضمينا كما لو انكره اصلا مضارب کے پاس  
دو ہزار میں سو اس نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھ کو ہزار دیے اور میں نے نفع میں ایک ہزار حاصل کیئے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھ کو دو  
ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ  
مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلك في مقدار الرزح فالقول لرب المال  
في مقدار الرزح فقط لانه يستفاد من جهة اور اگر اس کے ساتھ یعنی اس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب  
مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اس واسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اس کے معین کر  
دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسی کا قول مقبول ہوگا م مقدار راس المال اور مقدار نفع کے  
اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا کہ راس المال  
ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ  
مالک و ایہا اقام بنية تقبل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لادے گا تو مقبول ہوگا وان اقامانا فالبنية بنية  
رب المال في دعواه الزيادة في راس المال وبنية المضارب في دعواه الزيادة في الرزح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقبول  
گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنی اس  
واسطے کہ بنية اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بكونه في المقدار لانه لو كان في الصفة فالقول لرب المال فلذا قال مع الف  
فقال هو مضاربة بالنصف وقد ربح الفاء وقال المالك هو بضاعة فالقول للمالك لانه منكر مصنف في مقدار کے اختلاف کی  
قید لگائی اس واسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے  
پاس ہزار میں سو اس نے کہا کہ وہ میرے پاس نصفان نصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیے ہیں اور  
مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے  
دعوی کا وکذا لو قال المضارب هي قرض وقال رب المال هي بضاعة او ودیعة او مضاربة فالقول لرب المال والبنية بنية  
المضارب لانه يدعى عليه التملك والمالك ينكر او اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ  
کہ وہ بضاعت میں یا ودیعت میں یا مضاربت میں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان سے اس واسطے  
کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے م جب اس نے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرے مالک کی  
تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہرے گا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اس کا انکار سے طوطا وی نے کہا کہ اگر  
بجائے مضارب واضح یہ کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور واضح یہ دونوں عدم مضاربت پر متفق  
ہیں واما لو ادعى المالك القرض والمضارب المضاربة فالقول للمضارب لانه ينكر الضمان وایہا اقام البنية قبلت اور اگر مالک قرض  
کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کرے  
گا مقبول ہوں گے م دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اس واسطے کہ بار بار مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی



ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقاما بينة فبينة رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ ان میں زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادہ اثبات کی وجہ سے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم والاطلاق وادعی المالك الخصوص فالقول للمضارب بتمسک بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارت یا اطلاق کا دعویٰ کرے اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو ہم اطلاق کی یہ صورت ہے کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھ کو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے اس طرح کہ میں نے فلاں قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضارب میں عموم اور اطلاق اس واسطے اصل ہے کہ مضارب سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اس کے مناسب عموم اور اطلاق سے نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول للمالك والبينة للمضارب فبينة علی صحة تصرفه ولین علی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعویٰ کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اس کو نفی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اس کا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اس کا تصرف صحیح ہوا تو اس پر تاوان لازم نہ آیا ولو وقت البینات قضی بالمتاخرۃ والا فبينة المالك اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینہ مالک پر ہم بینہ متاخرہ پر اس واسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم قیمت کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہ ہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں فروغ مسائل محلہ شارح کے دفع الوسی مال الصغیر الی نفسہ مضاربة جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا تجعل الوسی لنفسه من المزیج اکثر مما يجعل لامثاله وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وحی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جوازیں یہ قید لگائی ہے کہ وہی اپنے واسطے اس سے زیادہ ترفع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہم سروس کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اس کا وہبانیہ کی شرح میں ہے وہیہات المضارب ولم یوجد مال المضاربة فیما خلف عادوینا فی ترکۃ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مرگیا اور مضارب کا مال پائیا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضارب کا مال دین ٹھہرے گا اس کے متروکے میں ہم اور بھی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہوا اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہ ہو تو اس پر دین ثابت ہوگا اس کے متروکے میں اس واسطے کہ وہ تجمل یعنی بیانا نہ کر دینے سے مستملک ٹھہرا اور اگر اس کے وارث ملاکی مال کا دعویٰ کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی الطحاوی اور پورا بیان اس کا کتاب الودیعة میں آوے گا و فی الاختیار دفع المضارب شیئا للعائش لیکف عنه فمن لانه لیس من امور التجارة لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوسی لانہما یقصدان الاصلاح وسیجی آخر الودیعة اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عائشہ کو یعنی پرہٹ والے کو تا وہ اس سے باز ہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ اس طرح کا دنیا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانے میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسی طرح وہی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مضارب اور وہی اس دینے کو اصلاح مال کا کہتے ہیں اور عنقریب آوے گا کتاب الودیعة کے آخر میں وہیہ لو مشرعی بالہا متاعا فقال انا امسکہ حتی اجدری کثیرا واد المالك



فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعلہ باجرکامرالا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فبحر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربہ کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اس کو رکھ چھوڑوں گا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤں گا اور مالک نے اس کے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اس کی بیع پر اس واسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور یقین سے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھ کو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دوں گا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اس کے قبول کرنے پر وہ فی البرزازیہ دفع الیہ القانصفہا ہبہ ونصفہا مضاربہ فہبتک لیضمن حصۃ البیتہ انتہی اور برزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانچ سو بطریق ہبہ کے اور پانچ سو بطریق مضاربہ کے پس تلف ہو گئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان لازم آوے گا انتہی کلام البرزازیہ م حصہ مضاربہ کی ہلاکی میں اس واسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت سے اور حصہ ہبہ میں اس واسطے تاوان ہے کہ ہبہ فاسد ہے اس واسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں تو مویوب لہ اس کا مالک نہ ٹھہرا تو اس پر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا فی المضاربۃ لانہا امانۃ ولانی البیتہ لانہا فاسدۃ وی ملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کا یہی قلاضمان فیہا وہ یضعف قول الہیانیۃ ۵۵۰ وادو عشر اعلیٰ ان خمسۃ ہبہ فاستہلک الخمس یخیرہ میں کہتا ہوں قول مفتی بہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں نہ مضاربہ میں اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ ہبہ میں اس واسطے کہ ہبہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہو جاتی ہے قبض کر لینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اس کا بیان آدے گا کتاب الہبہ میں تو ہبہ فاسدہ میں تاوان نہیں اور جب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہے وہیانیہ کا یہ قول اور ودیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ ان میں سے ہبہ میں سو اس نے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے م شرنبالی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا ان میں سے پانچ تجھ کو ہبہ میں اور پانچ تیرے پاس ودیعت میں سو قابض نے ان میں سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان دے اس واسطے کہ خمسۃ مویوبہ مضمون ہیں قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اس نے تلف کر ڈالے ان میں سے نصف ہبہ میں اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مفتی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحاوی مختصر واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ۶





# کتاب الایداع

یہ کتاب ہے ودیعت رکھنے کے مسائل میں لاختفاء فی الشتر اگر مع ما قبلہ فی الحکم وحوالامانہ پوشیدہ نہیں ایداع کے مشترک ہونے میں اس کے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں یعنی امانت ہونے میں ایداع اور مضاربت مشترک ہیں دونوں لہذا مضاربت کے بعد مصنف "ایداع کو لایا ہوا لفظ من الودع اسی ترک ایداع لغت میں وضع بمعنی ترک کے ہے م ایداع لغت میں عبارت ہے تسلط غیر ہے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہے مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہے مگر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال اور نشقی میں ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت باعث شقاوت کوینا حدیث میں وارد ہے کہ امانت داری مال داری کو کھینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہے روایت ہے کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں تو ایک روز راہ میں کھڑی ہو کر یکاری کہ اے بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجائے ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجائے مملوک کر دیا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ یہ کون سے لوگوں نے کہا زلیخا سے حضرت نے ازراہ ترجم اس سے نکاح کر لیا کذا فی الخطوطی ملقطا وشرفاً تسلیطاً غیر علی حفظ مالہ صریحاً او دلالت کان الفتح زق رحل فاخذہ رحل بغیبة مالک فم ترکہ ضمن لانه بهذا الاخذ التزم حفظہ دلالت بحر اور اصطلاح شرع میں ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیط ہو یا دلالت چنانچہ ایک سو کی مشک پھٹ گئی سو دھڑکے اس کے مالک کی غیبت میں اس کو نے لیا پھر اس کو چھوڑ دیا تو اس پر تاوان آوے گا اس واسطے کہ اس لینے سے اس نے اس کی حفاظت کھڑی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر م اس صورت میں تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہے کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اس کی حفاظت پر مدد گاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اس کو نگہبانی کا امر کر دیا منہ الغفار میں ہے محیط سے اور اگر وہ مرد مشک نہ لے گا اور اس کے قریب نہ جائے گا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونوں ہوتا میں تاوان نہیں لیتا اخذ اور عدم اخذ میں والودیعت ماترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہے جو امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اس واسطے کہ عاریت میں حفاظت اور انتفاع دونوں ہیں کذا فی البحر جندی وہی اخس من الامانۃ کا حقیقۃ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہے امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اس کی تحقیق بیان کی ہے م وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہے کہ امانت اس کا نام ہے جو غیر مالہ جس کو امانت بھی بولتے ہیں یعنی اپنے مال غیر کے پاس رکھ دینا ۱۲ اسے صواب یہ تھا کہ مترجم اول یوں کہتا کہ اس کو بند کر لیا ۱۳۔



مضمون ہو یعنی اس کا تاوان لازم نہ ہو تو یہ شامل ہے ان سب صورتوں کو جی میں ضمان نہیں ہے چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصیٰ لہ کے پاس ہو وغیرہ ذلک اور ودیعت وہ ہے جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو دونوں میں تغاثر ہوا عموم امانت اور خصوص کی وجہ یہی ہے کہ ودیعت وہ شے ہے جو امانت ہو اس کے مالک کی استحقاق سے غیر کے پاس قصد اور امانت کا ہے بلا قصد بھی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہے اور امانت عام ہے تو امانت منفرد ہے اس صورت میں کہ ہوائے کپڑا اگر ایک آدمی کی گود میں ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ اعادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہیں ہوتا برخلاف امانت کے کذا فی الطحاوی وکنہا الا یجاب صریحاً کا وہ غلٹ اور کناہیہ لفظ لرجل اعطی الف درہم و اعطی بذلک الثوب مثلاً فقال اعطیتک کان ودیعتہ بحران الاعطاء یجمل الہیۃ لکن الودیعتہ اوئی یو قیقن فصار کناہیۃ اور ودیعت کا کہن ایجاب ہے خواہ صریحاً ایجاب ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کناہیۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجھ کو نہرا درم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجھ کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے تجھ کو دے تو یہ ودیعت سے کذا فی البحر اس واسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کم تر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کناہیۃ ٹھہر ایجاب ودیعت کا کم کناہیۃ سے یہاں یہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو مگر کم کی طرف بلکہ یہاں کناہیۃ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شے اور غیر شے دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کناہیۃ طلاق کذا فی الطحاوی او فعلاً کما لو وضع ثوبین یدی رجل ولم یقل شیئاً فہو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے م خلاصہ میں ہے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھ دی پھر وہ لوگ اس کو پڑھ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آوے گا در صورت تلف ہو جانے کے اور ایک آدمی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑے گا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا اتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونوں فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحاً قبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او دلالت کما لو سکت عند وضعہ فانه قبول دلالت کو وضع تیار ہے فی حمام برئ من الیثابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال ہناک لایدا عا خانۃ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اس کے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہو چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام میں کپڑوں کے گہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک اور ہتھم سے کہ کہاں اپنا ٹھوڑا یا اونٹ بلاذھول سو اس نے کہا وہاں تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ م اس صورت میں ایجاب اور قبول دونوں دلالت ہیں و بذاتی حق وجوب الحفظ و امانتی حق الامانۃ فتم بالایجاب وحده حتی لو قال للغاصب اودعک المنصوب برئ عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یعنی ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تاملی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے منصوب منہ نے کہا کہ میں نے مال منصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اس کو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار م حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحاوی وشرطہا کون المال قابلاً للاثبات الید علیہ فلو اودع الابق او الطیر فی الهواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ۱۲ یعنی یہاں امانت پائی جاتی ہے ودیعت نہیں ۱۲ رجوع کرتا موافقت پر یعنی مثلاً مالک نے کہا کہ میرا مال اس کو بھری میں رکھنا اور اس نے دوسری میں رکھا تو اب اگر چاہے گا تو ضمان دینا پڑے گا اور اگر اسی کو بھری میں پھر رکھ دیا جہاں مالک نے بتایا تھا تو ضمان نہ ہو گا ۱۲ کہ اس میں بعض نقا وفاق مقصود ہوتا ہے ۱۲



ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گرجیہ کو یا پرندے کو ہو ایسے کو بیعت رکھا تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ یہ ایداع صحیح نہیں اور اسی طرح حکم سے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلف بشرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیفا فاستہکما لم یضمن ولو عبداً مجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ بشرط ہے اس پر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اس نے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر غلام مجبور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اس پر تاوان آوے گا اس کے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اس کے بالغ ہونے کے وہی امانت ہذا حکما مع وجوب الحفظ والادار عند الطلب واستجاب قبولہا اور ودیعت امانت ہے یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادائے ودیعت کے مالک کے ہونے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم ادائے ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اس وقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ درالمنہج میں ہے فلا یضمن بالمالک الا اذا كانت الودیعة باجر اشباہ مغز یا لزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اس کے تلف ہوجانے سے تاوان نہیں مگر جب کہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ میں سے زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر میں وجہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحاوی مطلقاً سواء امكن التجرع عن ام لا بلک معاشی اولاً بحديث الدارقطني ليس على المستودع غير المثل ضمان بلاك ودیعت سے مطلقاً ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہ ہو بدیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر غائب پر تاوان نہیں واشترط الضمان علی الامین کا محامی والحقاقی باطل بلفظ خلاصہ وصدر الشریعہ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر چنانچہ محامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ وصدر الشریعہ وللمودع حفظها بنفسه وعیالہ کمالہ اور قبول کرنے والے کو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وضم من یسکن معه حقیقۃ او حکماً لا من یموتہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃ یا حکماً نہ وہ لوگ اس کے عیال ہیں جن کو وہ نفقہ دیتا ہو مگر یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں خواہ نان نفقہ میں شریک ہوں یا نہ ہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا خلاصہ میں ہے کہ مستودع کہیں گیا اور کبھی اپنے مکان کی غیر کو دے گیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ کبھی دے جانے سے دوسرے کے ہاتھ میں گھر کو نہیں کر گیا کذا فی الطحاوی فلو دفعها لولدہ المیزر زوجۃ و لایسکن معها ولا ینفق علیہا لم یضمن خلاصہ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر تمیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور ان کو نفقہ نہیں دیتا تو اس پر تاوان نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ ہم یہ تفریع سے سکونت حکمی پر اس واسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن ولدیٰ یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحاوی وکذا لو دفعها لزوجها لان العبرة للمساكنة لا للنفقة وقيل یعتبر ان معانی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اس واسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی وشرط کو نہ ای من فی عیالہ اینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اس کے ساتھ یعنی وجوب حفظ اور وجوب ادا طلب بروقت اور مستحب ہونا قبول ودیعت کا بھی اس کے احکام میں ۱۲



عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع وصیت میں تو اگر ان میں سے کسی کی خیانت اور عیال بازی معلوم ہو اور پھر اس کو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ملاکی کذا فی الخلاصۃ م دو صورتوں میں تاوان نہیں جب کہ امانت داری معلوم ہو اور جب کہ مطلق اس کا حال معلوم نہ ہو و جاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں ہے اس کو جائز ہے دینا ودیعت کا اپنی عیال کو و لولہ نہاہ عن الدفع الی بعض من فی عیالہ قد دفع ان وجد بدارمنہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اس کے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اس نے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اس کو اس کے دینے کی ضرورت نہ ہو اس طرح پر کہ اس کی عیال میں سوائے اس شخص کے اور شخص بھی ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو اس پر تاوان آدے گا اور اگر وہ ناجار ہو یعنی اس کے سوا دوسرا شخص اس کی عیال میں نہ ہو تو اس کے دینے سے تاوان نہ آدے گا و ان حفظہا بغیر ہم ضمن وعن محمد بن حنفیہ بن یحییٰ مالہ کو کیلہ و ما ذونہ و شریک مفاد و عتہ و عتہ ابن الکمال وغیرہ و اقروہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوائے اپنے عیال کے تو اس پر تاوان آدے گا اور محمد سے روایت ہے کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگوں سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کروانا ہے چنانچہ اس کا وکیل اور غلام یا ذون اور اس کا شریک مفاد و شریک عنان تو جائز ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اس پر ابن کمال نے ایضاً و اصلاً میں اور اس کے سوا اور علماء نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے م نہایہ میں یہ فتویٰ ترمذی کی طرف منسوب ہے اور ترمذی نے اس کی نسبت حلوانی کی طرف کی ہے ولہذا تحفہ میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وکان غلبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی غلک آخر غیر عیال کے دینے میں تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہوں سوا اس حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں تو اگر حرق اور غرق محیط نہ ہو تو غیر کے دینے سے تاوان اس پر آدے گا مگر حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو کہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحاوی الا اذا المکنہ ونبھا لمن فی عیالہ او القام فوقعت فی البحر ابتداء و بالتدحرج ضمن زلیعی خوف حرق یا غرق یتاوان نہیں مگر جب کہ مستودع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اس نے ناو پر سے پھینک دیا ہو سو وہ پہلے سے دریا میں گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اس پر تاوان آدے گا کذا فی الزلیعی یعنی اس واسطے کہ اس کے فعل سے اتلاف حاصل ہو فان ادعاه اى الدفع بجارہ او غلک آخر صدق ان علم وقوعہ اى الحرق ببیتہ اى بدار المودع سوا اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی میں رکھ دینے کا دعویٰ کیا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس کے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببیتہ فحصل بین کلامی الخلاصۃ و البداية التوفیق وبالبد التوفیق اور اگر اسی کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم نہ ہو تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہوں سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنی اختلاف زائل ہو گیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق سے خیر کی م خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اس کے گھر میں معلوم ہو تو اس کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق



نہ ہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجئے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ میں منقول سے منتفی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلماً بعد طلبہ رد و ولیعۃ فلو لم یجہا الیہ لم یضمن ابن مالک بنفسہ ولو حکما کو کیلیدہ بخلاف رسولہ ولو بعلمۃ منہ علی الظاہر قادر علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت نہ دی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد و ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اس کے وکیل کی طلب گاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھائے جانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دے گا کذا ذکرہ ابن مالک بخلاف پیام رساں یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اس کے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزاً و ادخاف علی نفسہ و مالہ بان کان مدفوناً معہ ابن مالک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہ ہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گمراہ ہو کذا ذکرہ ابن مالک تو منع سے تاوان نہ دے گا جیسے طلب گاری مالک جفا کار کے نہ دینے میں تاوان نہیں مہ محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد میں ودیعت مانگی اور اس نے کہا کہ میں اس وقت میں اس پر قادر نہیں ہوں اس واسطے کہ دودرکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اس کی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنی اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسی طرح اگر مولیٰ اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولیٰ کا ہو کذا فی الطحاوی فلو کانت الودیعۃ سیفاً اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ لطلبہا فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرکۃ الاولیٰ و انہ یتفجع بہ علی وجہ مباح جو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اس کا چاہتا ہو کہ اس کو لے کر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اس کو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی قتل ناحق کو ترک دیا اور وہ تلوار سے متفجع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امراۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہر نامنہ فلہ منعہا لئلا یدرب حق الزوج خانیہ چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جس میں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جائے کذا فی الخانیۃ ومنہ امی من المنع ظلماً موتہ امی موت المودع مجہلاً فانہ یضمن فتصیر دینا فی ترکۃ او من جملہ منع ناحق سے ہے مرجحانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اس پر تاوان آوے گا تو ودیعت مذکور دین ہو جائے گی اس کے متروکہ میں مہ جب اس نے بیان نہ کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت سے تو وہ مستہلک ٹھہرا اس تکمیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اس پر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جب کہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرنا و قال ہی کذا انا علمتہا و ملک صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اس کا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے اور میں اس کو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پر تاوان نہ آوے گا کذا و مالوکانت عندہ سواد الا فی مسئلۃ وی ان الوارث اذا اولیٰ علی الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا اولیٰ ضمن خلاصۃ یہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں در صورت عدم تعدی اگر ایک مسئلہ میں برابر ہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سابق کو ودیعت بتا دے تو اس پر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول



کرنے والا جب سارق کو بتا دے گا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منع من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اصل اس نے ودیعت سارق کو بتا دی پھر سارق جب لینے آیا تو اس نے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لے گیا تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الخطاوی من الخلاصۃ کما فی سائر الامانات قلنا متقلب غنوة الموت عن تجمیل کثیر یک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات متقلب بھٹائی ہو جاتی ہیں یعنی ان کا تاوان لازم ہو جاتا ہے این کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند

م عطف مفاوض کا شریک پرخاص کا عطف سے عام پر الا فی عشر علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مہملًا فلا یقیم من جملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مگر کیا تو اس پر تاوان نہیں قید بالغلة لان الناظر لو مات مہملًا مال البدل ضمنہ اشباہ ای لثمن الارض المستبدلة قلت فلیعین الوقف

بالاولیٰ کالدرہم الموقوف علی القول بجوازہ قال المصنف واقربہ ابنہ فی التمداد ہر قید موتہ بحثا بالفجاءة فلو بمرض ونحوہ ممن یتممکن من بیانہا فکان مالہا علما فیضمن ودیعتہ فی النفع الوسائل فقہ مہملہ مصنف نے حاصلات وقف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر ناظر مر جائے بلا بیان بدل وقف کے تو اس پر اس کا تاوان اودے گا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن میں کہتا ہوں تو عین وقف کی تجمیل سے بطریق اولیٰ اس پر تاوان ہو گا چنانچہ درہم وقفی کی تجمیل جواز وقف درہم کے قول پر ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی تشریح میں اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف کے بیٹے شیخ صلح نے

زواہر حاشیہ اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض و غیرہ سے ہو تو تجمیل سے تاوان اس پر اودے گا بسبب قاصر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے اس کو رد کیا ہے جس کی النفع الوسائل میں طر سوسی نے بحث کی ہے تو خبر دار یہی وہ مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد

اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بری نے کہا غلات مسجد کی تجمیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تجمیل میں تاوان ہے اور طر سوسی نے غلات مستحقین میں من حیث البحت یہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اس نے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مگر کیا ہو تو اس پر تاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بن الناس اور دیات دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صلح نے کہا کہ جب بلا بیان مگر کیا تو ظالم تقصیر دار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس پر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہو تا تو قبل موت اپنی گلو خلا ہی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جس پر مشائخ اعلام ہیں کذا فی الخطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مہملًا لاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من اودعہا ولا بد منہ لانه لو وضعہا فی بیتہ ومات مہملًا ضمنہ لانه

مودع بخلات مالو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازاں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مگر کیا اشباہ میں اس قدر زیادہ ہے کہ قاضی اس کے بلا بیان مگر کیا کہ یتیم کا مال کس کے پاس اس نے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اس واسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مر جائے تو اس پر تاوان ہو گا اس واسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اس نے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اس واسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے بر قول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غار ثمرات مہملًا اور ازاں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غاری کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مگر کیا تو سلطان پر ضمان نہیں م اور ازاں جملہ وہی ہے جب کہ بلا بیان مر جائے اور ازاں جملہ باپ ہے جب کہ بلا بیان مال صغیر مر جائے اور ازاں جملہ وارث ہے جب کہ بلا بیان مر جائے کہ اس نے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور ازاں جملہ اس شخص کی موت بلا بیان ہے جس کے گھر میں آندھی سے اگر کوئی چیز گر پڑی اور ازاں جملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اس کے مولیٰ نے اس کے گھر میں کوئی چیز



بدون اس کے امر کے رکھی اور ازاں جملہ موت صغیر سے بلا بیان ودلیعت غیر کے سوان میں تاوان نہیں امین پر کذا فی الطحاوی عن الاشباہ ولس منها مسئلۃ  
احد المتفادضین علی المعتمد لما قبل المصنف ہنا فی الشکرۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب ان یضمن نصیب شریک بموتہ مجملہ و خلافہ غلط قلت واقعہ  
محتشوا بقی المتشکی تسعة فلیحفظ اور من جملہ مسائل مذکورہ کے نہیں سے مسئلہ احد المتفادضین کا بر قول معتمد اس واسطے کہ مصنف نے اپنی شرح  
میں یہاں یعنی کتاب الودلیعۃ میں اور کتاب الشکرۃ میں خانیۃ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک مفادض تاوان دے گا اپنے  
شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اس کا مخالف قول غلط ہے میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے  
تو مستثنیٰ نو مسئلے باقی رہ گئے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنیٰ کیے تھے جن میں امین کی موت بلا بیان سے تاوان  
نہیں آتا اور من جملہ مسائل عشرہ شریک مفادض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حتیٰ تھہر ا تو فقط نو مسئلے مستثنیٰ باقی رہ گئے و زاد الشرینالی فی شہر  
للہوبانیۃ علی العشرۃ تسعة الجود و صیہ و صیہ القاضی و تہتہ من المجورین لان الجورین سبعة فانه لصغور رق وجنون وغفلۃ و دین و سفوحتہ اور شرینالی  
نے اپنی شرح وہبانیۃ میں مسائل عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں یعنی دادا اور اس کا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص مجبورین سے اس واسطے کہ حجر  
یعنی منع تصرف سات شخصوں کو شامل ہے کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے  
ہم چونکہ صغیر اشباہ میں زیور سے تو مجبورین سے حجر شخص باقی رہ گئے والمعتوہ لہی وان بلغ ثمرات لا یضمن الا ان لیشہدوا انها کانت فی یدہ بعد بلوغہ  
لنزد الی مانع و ہوا الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند سے اور صغیر بالغ ہو پھر بلا بیان مر جائے تو اس پر ضمان نہیں مگر جب کہ گواہ یہ  
گواہی دیں کہ ودلیعت اس کے اتھے میں تھی بعد اس کے بالغ ہو جانے کے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو  
مانع تھی ضمان کی فان کان البصی والمعتوہ ماذوا لہما ثم مانع قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیر بسواک صغیر اور معتوہ ماذون ہوں  
یعنی ماذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزائنہ الاکل یا ماذون ہوں قبول ودلیعت میں کذا فی الوجیر پھر دونوں مرجائیں قبل بلوغ اور ہوشیار ہونے کے تو  
ان پر تاوان آوے گا کذا فی شرح الجامع الوجیر ہم جامع سے جامع کہیر مراد ہے اور وجیر نام ہے اس کی شرح کا کذا فی الطحاوی قال فیبلغ  
تسعة عشر ونظم عاظا علی بیتی الوہبانیۃ بالبین شرینالی نے کہا تو مستثنیٰ مسئلے اٹھارہ کو پہنچ گئے اور شرینالی نے دو تیسین نظم کین وہبانیۃ کی دو  
بتیوں پر عطف کر کے وہی اہذہ سے۔۔۔ کل امین مات والعیین بحصرہ وما وجدت عینا فدینا تصیرہ سوی متولی الوقف ثم مفادض و مودع  
مال الغنم ہوا المودع اور وہ چاروں بتیوں میں کہ جو امین مر گیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور حیوانات کہ اس کے پاس معین اور شخص پائی گئی  
تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اس کے متروک کے میں سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفادض کے اور سوا حال غنیمت کے مودع کے اور مودع  
بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہو چکا کہ شریک مفادض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہے ۴ صاحب دارالوقت الزنج مثل ماہ لوالقہ  
ملاک بہا لیس لشعرۃ کذا والدحدوقاضی و صیم ۵ جمیعاً و مجور فوارث لیسطرہ اور وہ صاحب خانہ جس کے گھر میں ہوانے کچھ ڈال دیا مانند اس موت  
کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں اسی طرح والد اوداد اور قاضی اور ان سب بتیوں کے وہی اور  
شخص مجبور التصرف پھر بعد اس کے وارث مرقوم ہے ہم مجبور انواع سبعة مذکورہ کو شامل ہے تو یہ سب اٹھارہ امین ہوئے جن کی موت بلا بیان  
سے تاوان نہیں آتا و کذا الوخلطہا المودع بجنسہا و بجزہ بمالہ اوال اخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا یتیمز الا بالکلفۃ کخلفۃ الشیر و درام حیاہ  
بزیون مجتبیٰ ضمنہا لا ستملاکہ المخلطہ اور اسی طرح اگر مودع نے ودلیعت کے ساتھ ہم جنس ودلیعت یا غیر جنس کو ملایا یا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر  
شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح پر کو ودلیعت جدا نہیں ہو سکتی مگر مشقت سے چنانچہ کیوں کا ملانا جو کے



ساتھ اوکھڑے درمیں کو ملانا کھوٹے درمیں کے ساتھ کذا فی المجتبیٰ تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کر دینے مودع کے ملا دینے سے  
 مامام کے نزدیک خلط استہلاک سے لہذا اس پر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاہدیت کے ہو چنانچہ گہیوں کا خلط گہیوں کے ساتھ خواہ خلط  
 بطور مزاجت کے ہو چنانچہ خلط بالغ کا بالغ سے جیسے تیل کا تیل سے یا سر کے کاسر کے سے لکن لایبارح تناوہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوط  
 کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے و صح الابرار اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنی اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے  
 اور اس کا حق عین اور دین سے ساقط ہوگا ابرا سے کذا فی البحر ولو خلط برمدی غنمہ لانه علیہ وبعکسہ شریک لعدم مجتبیٰ اور اگر جید کے ساتھ ردی کو  
 ملایا تو جید کا تاوان دے اس واسطے کہ اس نے اس کو عیب دار کر دیا اور اس کے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ  
 جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہ ہونے عیب کے کذا فی المجتبیٰ وان باذنہ اشتراکاً شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعة کان  
 انشق الیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہوں گے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت  
 مل جائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمیں کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے درمیں کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہریں  
 گے اور مودع پر ضمان لازم نہ ہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطها غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیر او لا لیضمن ابوہ خلاصہ اور اگر  
 ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آوے گا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آوے گا کذا  
 فی الخلاصہ ولو انفق بعضها فرد مثلاً فخلط بالباقی خلطاً لا یتیزر منہ ضمن المالک لخلطہ مالہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر  
 اس کے پھر دے پھر اس کو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیہ نہیں ہو سکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اس پر  
 لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے کے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ مامام میں اس واسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے  
 اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہو اتفاق سے اور جو اس نے پھر دیا وہ اس کی ملک پر باقی سے کذا فی البحر فلو تاقی التیزر او انفق ولم یرد  
 او اودع ودیعتین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبیٰ اور اگر باقی ودیعت کی تیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اس نے بعض ودیعت خرچ کی اور  
 پھر اس میں داخل نہیں کی یا اس کے پاس دو ودیعتیں رکھی ہیں سو اس نے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اتنا تاوان دے جتنا اس نے خرچ کر  
 ڈالا کذا فی المجتبیٰ وذا اذا لم یضمرہ التبعیض اور یہ یعنی ضمان بقدر اتفاق اس وقت سے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو مگر یہ مرتبط ہے  
 اتفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں ہے رد مثل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر رد نہ کرے گا تو فقط اسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اس نے صرف کیا  
 اس واسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اس میں کچھ عیب نہیں لگ گیا اس واسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جس کو تبعیض مضر نہیں اس واسطے  
 کہ گفتگو اس میں ہے جب کہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیا یا ذری ہو اتنی اور میں نے یہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جس کو تبعیض  
 مضر ہے کہ اس میں تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان باقی کا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی و اذا تعدی علیہا فلیس ثوبہا او  
 ركب وابتہا او اخذ بعضہا ثم بعینہ الایہ حتی زال التعدی زال ما یؤدی الی الضمان اور جب کہ اس نے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا  
 کڑا پہن لیا یا اس کے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھر ردی اپنے قبض اور حفظ کی طرف یہاں تک کہ تعدی زائل ہو  
 گئی تو وہ چیز دور ہو گئی جو تاوان کی طرف مودی سے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہو گئی جو تاوان کی موجب تھی اذا لم یکن من نیت العود الیہ اشباہ  
 من شرط النیت رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اس کی نیت میں اس کی طرف عود کرنے کا ارادہ نہ ہو چنانچہ اشباہ میں ہے  
 شرط نیت کے بیان میں ہم تو اگر ودیعت کا کڑا پہننا اور دات کو اتارنا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ اس کو دن میں پھر پہنوں گا پھر وہ رات میں چوری ہوا



تو وہ تاوان سے بری نہ ہوگا کذا فی الطحاوی من جنایات البحر تجلات المستعیر والمستاجر فلو ازالا لامیر العیال انفسہما بخلاف مودع وکیل بیع  
 او حفظ او اجارہ او استیجار و مضارب و مستبضع و شریک عنان او معاوضہ و مستعیر و مستاجر و مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل  
 کر دیں تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہ ہوں گے اس واسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ  
 یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک معاوضہ کے اور اس شخص کے جس نے کوئی چیز عاریت لی گم رکھنے  
 کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا  
 تو اگر جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس کیڑے کی بیع کا وہ وکیل ہو اس  
 کو پھنسا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ وکیل نے وکیل کو دراہم دیے کہ ایک گھر  
 اس کو کرایہ لے دے سو وکیل نے مکان کے کرایہ میں دراہم دیے پھر پھر لیے یعنی اسوہ تلف ہو گئے تو تاوان نہیں اور مستعیر کی یہ صورت ہے  
 کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اس کو گم رکھ لے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گم رکھنے سے پہلے پھر اس کو اتنے مال پر جو اس کی  
 قیمت کے برابر گم رکھا پھر اس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مگر اس کے پاس تو دراہم پر ضمان  
 نہیں اور اس مسئلے میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد زمین بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد زمین نہ رکھے گا اور وہ ضائع ہوگا تو اس پر تاوان لازم  
 ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے میں جو متن میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ مستعیر سے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح  
 میں بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی مختصر والیصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لایزول الضمان الا فی ذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت  
 وار جب کہ تعدی کرے پھر اس کو زائل کرے تو اس پر سے تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے لان یدہ کید المالك  
 مودع پر بعد از تعدی تاوان اس واسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے باندھے ہو موطاوی نے کہا یہ علت ہے مسئلہ ودیعت  
 کی جو متن میں مذکور ہے انتہی اور ایک نسخے میں یوں ہے (لان یدیم کید المالك یعنی اس واسطے تاوان نہیں کہ اشخاص عشو کا قبضہ بمنزلہ مالک  
 کے قبضہ کے ہے اور یہی مصلحت مناسب مقام ہے واللہ اعلم ولو کذب فی خود للوفاق فالقول له وقيل للمودع عادیۃ اور اگر مالک مودع کی تکذیب  
 کرے ازالہ تعدی میں تو اسی قول یعنی مالک ہی کا مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہے کذا فی العادیۃ و بخلاف اقرارہ بعد  
 تجددہ ای تجدد الايداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا  
 کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جن کو مصنف نے آگے بیان  
 کرے گا حتیٰ لو ادعی ہبۃ او بیعاً لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعویٰ کرے گا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی در صورت تلف  
 ودیعت اس پر تاوان نہ آوے گا ہبہ یا بیع کے دعویٰ سے وقید بقولہ بعد طلب رہنارد ما فلو سالہ عن حالہا فجدد فہلکت لم یضمن بحر  
 مصنف نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت  
 کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اس نے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اس پر تاوان نہیں کذا فی البحر وقید بقولہ ونقلہا من  
 مکانہا وقت انکار ای حال تجددہ لانہ لو لم تنقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصۃ اور مصنف نے قید لگائی نقل کرے ودیعت کی اس کے مکان  
 سے اپنے انکار کی حالت میں اس واسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھالے جائے گا پھر وہ تلف ہوگی تو اس پر تاوان نہ ہوگا  
 کذا فی الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اس پر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہ ہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو موطاوی نے کہا حالت انکار سے



شاید مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اس نے نقل و دلعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اس واسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے و قید بقولہ و کانت الودیعہ منقولہ لان العقار لا یضمن بالجود عندہا خلافاً للمحدث فی الارض مغبوب الزیلعی اور مصنف نے قید لگانے کا کہ دلعت مال منقول ہو اس واسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی مخطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل و دلعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی و قید بقولہ و لم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہ ہو جس کا خوف ہو و دلعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار و دلعت سے تاوان نہ آوے گا۔ اس واسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا من جملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے و قید بقولہ و لم یخضراً بعد جودہا لانه لو جحدنا ثم احضرنا فقال له ربہا دعبا و دیعہ فان امکنہ اخذنا لم یضمن لانه لیداع جدید و الا ضمنہا لانه لم یتیم الروا اختیار اور قید لگائی کہ و دلعت کو بعد اس کے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اس واسطے کہ اگر مودع انکار و دلعت کرے پھر اس کو حاضر کرے سو اس کا مالک اس سے کہے کہ اس کو چھوڑ میرے پاس بطور و دلعت کے تو اگر مودع نے و دلعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو و دلعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر و دلعت کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہ ہوا کذا فی الاختیار و قید بقولہ لما لکھا لانه لو جحدنا لفرہ لم یضمن لانه من الحفظ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار و دلعت کر کے اقرار کرے اس واسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع و دلعت کا انکار کرے گا تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ غیر سے انکار کرنا من جملہ حفظ و دلعت ہے م حاصل تن یہ ہے کہ اقرار بعد انکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطوں سے تاوان لازم آتا ہے ۱۔ شرط یہ ہے مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو یہ کہ و دلعت کو نقل کر چکا ہو ۲۔ یہ کہ نہ انکار میں نقل ہو ۳۔ یہ کہ و دلعت منقول ہے ہو ۴۔ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہ ہو جس کے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۵۔ یہ کہ و دلعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۶۔ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فاذا تمت ہذہ الشرط لم یبرأ بقرارہ الا یعتقد جدید و لم یوجد پھر جب کہ یہ شرط سب سے پوری ہوں تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں و لو جحدنا ثم ادعی روبا بعد ذلک و برین علیہ قبل و بری اور اگر مودع نے و دلعت کا انکار کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے و دلعت کو پھیر دیا بعد اس کے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کا نو برین انہ رد ما قبل الجود و قال غلطت فی الجود و نسیت او ظننت انی دفعت ما قبل بری انہ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اس نے و دلعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ میں نے انکار ازراہ غلط کیا یا میں بھول گیا تھا یا مجھ کو یہ گمان تھا کہ میں و دلعت کو دے چکا ہوں تو برہان اس کی مقبول ہوگی و لو ادعی بلا کہا قبل جود ما حلف المالك ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان کفل بری و کذا العاریۃ منہا ج اور اگر دعویٰ کیا و دلعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار و دلعت کے تو مالک سے قسم لی جائے کہ وہ اس کو یعنی ہلاک و دلعت کو نہیں جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے اس وقت قسم لے گا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور و دلعت کے تلف ہو جانے پر گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعویٰ کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لے گا کذا فی الطحاوی و یضمن قیمتہا یوم الجود ان علم والا فیوم الایدارع عادیہ اور انکار کے دن جو و دلعت کی قیمت ہوگی اس کا تاوان لیا جاوے گا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو یوم الایدارع کی قیمت کا تاوان لیا جائے گا کذا فی العادیۃ بخلاف مضارب جحدتم اشتری لم یضمن خانیۃ بخلاف اس



مضارب کے جس نے انکار کیا پھر خرید کیا تو اس پر تاوان نہ آوے گا کذا فی الخانیۃ م منع الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جب کہ حسب مال سے کہا کہ تو نے مجھ کو کچھ نہیں دیا پھر بولا کہ ماں دیا ہے مجھ کو پھر مال سے کچھ خریدی کہ تو وہ خریداری مضارب پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اس کے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ضامن ہو اور استحسان میں جب کہ اس نے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضارب کا انکار کرے گا پھر خرید کرے گا پھر اقرار کرے گا تو وہ ضامن ہے اور متاع اس کی ہوگی انتہی تو اگر شارح یوں کہتا (بخلاف مضارب مجدد اقرثم اشتري لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحاوی والموذع لہ السفر بہا ولو لم یحمل در عند عدم ہی المالك وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر میں لے جانا ودیعت کا در صورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لے جانے میں بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر جوہرہ میں حمل کی تفسیر یوں کی ہے کہ جس کے ساتھ نہیں جانور یا اجرت حال کی حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لم یضمن السفر ضمن وبالبہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر میں لے جانے سے منع کر دیا ہو یا راہ میں خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہ ہو اور باوجود اس کے سفر میں لے جائے تو تاوان دے گا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر میں لے گیا تو تاوان دے گا اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر میں لے گیا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الاختیار ولو ادعاشیئاً مثلاً او قیماً لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبتہ صاحبہ اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلاً ہو چنانچہ وزنی اور کبلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہیں یہ کہ ان میں سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے م قیمت والی کا عدم جواز دفع بالا جماع ہے اور مثلاً میں صاحبین کا خلاف سے یعنی ان کے نزدیک اس کا حصہ دینا جائز ہے ولو دفع بل یضمن فی الدرر نعم وفی البحر الاستحسان لان کان ہوا المختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دے گا تو اس پر تاوان آوے گا یا نہیں دے میں ہے کہ ماں تاوان آوے گا اور بجز الرأی میں ہے کہ استحسان میں اس پر تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا م طحاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان ادع رجل عند رجلین مال یقسم اقتسامہ وحفظ کل نصفہ لکرتین مستبضعین ووصیین وعدلی بن دوکیل شراد سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دوسرے کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں مرد اس کو بانٹ لیں اور ہر مرد اس کے نصف کی محافظت کرے مانند دوسرے تہنوں اور دو مستبضعین اور دو وصیوں اور رہن کے دو عادل شخصوں اور خرید کے دو کیلوں کے م قسمت پذیر سے مراد کیلات اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار نہ ہو جائز تقسیم سے خرید کے دو کیلوں کی یہ صورت ہے کہ ان کو مثلاً ہزار درم دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونوں ہزار کو قسمت کر لیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دے گا تو اس پر تاوان لازم آوے گا یعنی در صورت ہلاکی اور اس پر اجماع ہے کہ بدفع الیہ پرضان نہیں کذا فی الطحاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دے گا کجلاً مالا یقسم لحوار حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اس میں دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہوجانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے م غیر قسمت پذیر چیز ہے جو تقسیم سے عیوب ہو جائے کذا فی الطحاوی ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفع الی ما لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت ہیوت الدار مستویۃ فی الحفظ لاوا حرز لہ بخلاف مضارب کے کہ انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان نہ دے گا ۱۲۸ یعنی اگر شئی قابل قیمت دوسرے تہنوں کو دے تو وہ بھی اس کو تقسیم کر لیں اسی طرح اگر بضاعت پر دو شخصوں کو دے یا دو وصیوں کو ایسی چیز لے یا رہن کی چیز دو عادل شخصوں کے پاس رکھو دے تو آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں ۱۱



المضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نزدیکی اپنے خیال کو یا محافظت کیجیو اس کو ٹھہری میں سو مودع نے ودیعت اس شخص کی اپنے خیال میں سے دی جس سے اس کو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کو ٹھہری میں تو اگر اس گھر کی کو ٹھہریاں محفوظ ہونے میں برابر ہوں یا دوسری کو ٹھہری محفوظ پر مالک کی بتائی کو ٹھہری سے ہو تو اس پر تاوان نہ آوے گا لیکن اور صورت تلف ہو جانے ودیعت کے اس واسطے کہ شرط مذکورہ مفید نہیں لہذا معتبر نہیں م عیال لایک جیسے جہاں سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہے اس کو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحاوی نے کہا یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقييد مفيد اور اگر ویسا نہیں تو تاوان آویگا اس واسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے م یعنی اگر مودع غیر لایک عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جس کے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کو ٹھہری میں حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اس کا پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر در صورت تلف ودیعت تاوان لایک آوے گا اس واسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں بدائع میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اس میں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا یضمن اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً ذیل نے خالک کے پاس ودیعت رکھی اور خالک نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالک پر تاوان آوے گا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں م یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو احتیاطاً ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالك بکلت عند الثاني وقال بل ردوا بکلت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اس نے مجھ کو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی ولی الغصب من یصدق لانه این سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اس کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ این سے کذا فی السراجیہ یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھ کو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ این سے کذا فی المنع وفي المجتبى القصاص اذا غلط فذبح ثوباً بل لغيره فقطع فکلاهما ضامن اور مجتبى میں ہے کہ جب دھوبی چوک چلے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اس کو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنی دھوبی اور قاطع ضامن ہیں م یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے بھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الطحاوی یعنی بہ تفصیل بحث ہے نہ ہوتا

غریب عن محمد اصاب الودیعة شئ فامر المودع رجلاً ليعا بها فعطيت من ذلك فلم بها تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجوع علی الاول ان لم یعلم انها لغيره والام رجوع انتهى اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جہاں کو کچھ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اس کا معالجہ کرے سو وہ جاؤ ہلاک ہو گیا تو اس کا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے بھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نہ کرے گا انتہی مافی المجتبى بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایاً شاء بخلاف غاصب مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اس کے مودع سے م غاصب سے تاوان لینا تو صحیح ہے اور مودع سے اس واسطے کہ اس نے غاصب سے ودیعت لی بدون رضا مندی اس کے مالک کے کذا فی الدرر اذا ضمن المودع رجوع



علی الغاصب وان علم علی الظاہر در خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جب کہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے بھرنے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز منسوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرریر خلافت اس قول کے جس کو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہ نے نقل کیا کہ در صورت علم کے رجوع نہیں تو خبر دار رہیو اس اختلاف سے مع الف ادعی ریحان کل منہما انہ لہ اودعہ ایہ فکل عن الحلف لہما فہولہما وعلیہ الف آخرینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اس پر دو شخص مدعی ہیں۔ ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہزار اس کے ہیں اس نے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونوں کے گواہ تھے سو مودع سے قسم لینا یا سو اس نے دونوں کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے مملوک ٹھہریں گے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور واجب الادا ہوں گے جو دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہوں ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونوں دعویٰ کا لہذا ایک ہزار اس پر لازم آئے ولو حلف لاحدہما وکل لا اثر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہریں گے جس کے واسطے اس نے قسم نہ کھائی دفع الی رجل الف و قال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلا نے شخص کو پہنچا دے سو اس نے اس کو نہیں پہنچا ئے یہاں تک وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ فعل اس پر کرنا لازم نہیں کہا تو قال لہ احمِل الی الودیعة فقال افعَل ولم یفعل حتی مضی الیوم و ہکت لم یضمن لان الواجب علیہ التحلیۃ عادیۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھا لا ددیعت کو سو کہا اس نے کہ میں یہ فعل کروں گا پھر وہ نہ اٹھا لایا یہاں تک کہ وہ دن گزر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ مودع پر تحلیۃ واجب ہے کذا فی العادیۃ یعنی فلا نے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھانا اس پر واجب نہیں ہے جس کے نہ کرنے سے تاوان اس پر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تحلیۃ البتہ اس پر واجب ہے قال رب الودیعة للمودع ادفع الودیعة الی فلان فقال دفعت وکذبت فی الدفع فلان وضاعت الودیعة تصدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلا نے شخص کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے اس کو دی اور فلا نے شخص نے دینے میں اس کے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ امین سے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قول مودع نے تفرع سے کہا نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اس پر تاوان نہیں بر قول صحیح ترجمہ چنانچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قول لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتا او فتنہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھ دی یا دفن کر دی اپنے گھر میں یا کسی اور جگہ میں تو اس پر تاوان آوے گا مطلقا وہی نے کہا فتاویٰ عالمگیری میں عادیۃ سے اس کے بر خلاف منقول ہے اس طرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اس پر تاوان نہیں ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرق من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان نہ کیا لیکن اس نے کہا کہ وہ چوری ہو گئی ہے مکان سے جس میں دفن تھی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا پورا بیان عادیۃ میں ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہدو۔ المودع او الوسی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسه او عضوه فذفع لم یضمن مودع یا دھمک یا لیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا دھمک یا لیا ظالم سے ڈرا یا جان پر یا اپنے عضو پر سو اس نے بعض مال دیا تو اس پر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقیء یضمن اور اگر مجبوس ہونے سے یا بٹری ڈالنے سے



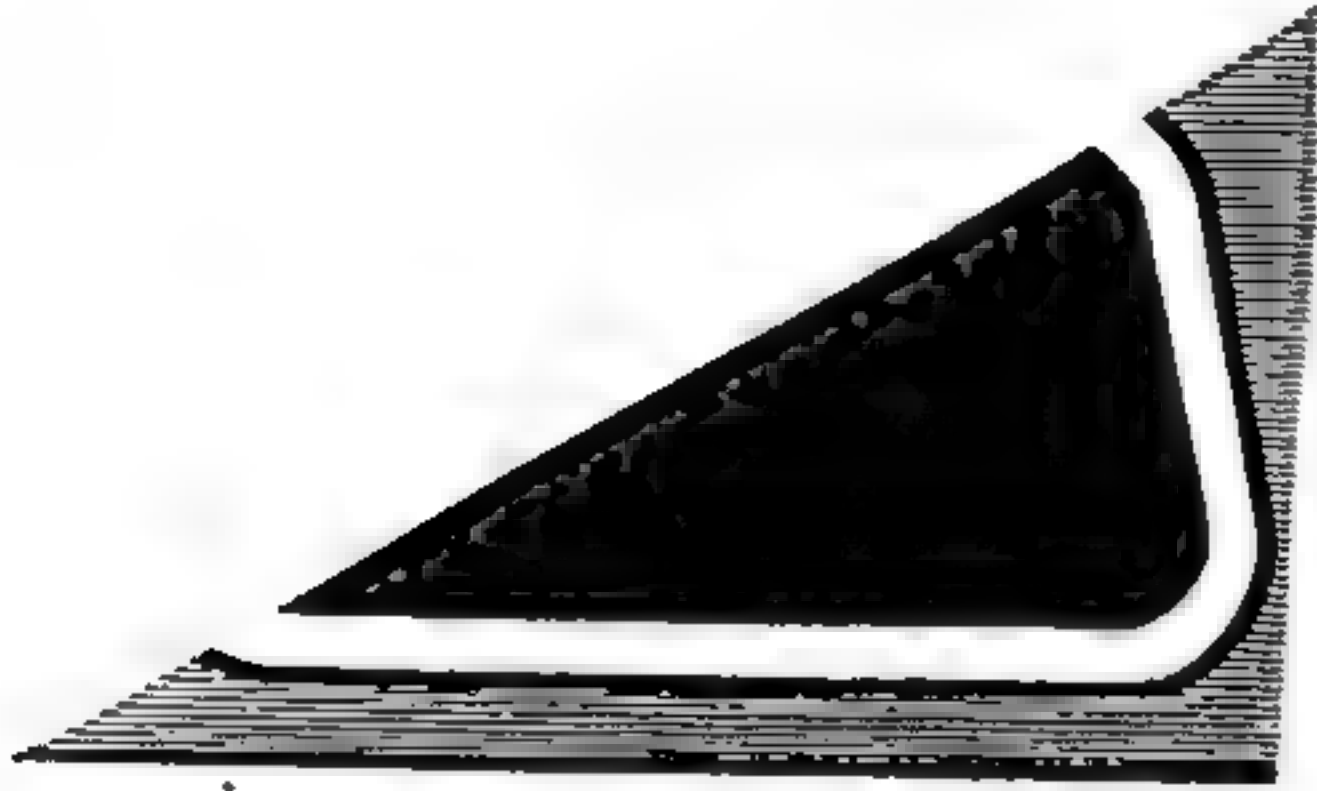
ڈرا اور اس نے مال دے دیا تو اس پر تاوان ہوگا و ان نشی اخذ مالہ فہو عذر اور اگر مودع یا و می اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر سے مفتاوی عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اس کے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اس پر تاوان آئے گا۔ اگر اس کے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال دے تو وہ معذور ہے اور اس پر تاوان نہیں کا لوکان الجابر موالاتخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر ہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ م طحاوی نے کہا کہ منہ الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اس میں نہیں خیف علی الودیعة الفساد رفع الامر لى کم لیبیعہ ولولم یرفع حتی فسد فلا ضمان و دیت پر خون ہوا سر طر جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اس کو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اس پر تاوان نہیں م حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہ ہو تو خود مودع اس کو بیچ ڈالے اور اس کا ثمن رکھ چھوڑے ولو اتفق علیہا بالاتفاق فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ نقصان کرنے والا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلکہ امر حاکم قرآن مصحف الودیعة او الرمن فہلک حالۃ القراءة لا ضمان لان لا دلیۃ بہذا التصرف صیر فیہ مودع نے ودیعت یا رمن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہو گیا پڑھنے کی حالت میں تو اس پر تاوان نہیں اس سبب کہ مودع کو اس تصرف کی یعنی پڑھنے کی دلیلت ہے کذا فی الصیر فیہ م کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق میں ضرر نہ ہو وادیہ اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سائے میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نہ کرے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو اس نے خم یعنی ٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہو گیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مشک میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحاوی قال وکذا الوضع السراج علی المنارة صیر فیہ کے مصنف نے کہا اور اسی طرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہیں در صورت تلف ہو جانے کے م منارے سے مراد محل نور ہے و فیہا ادرع صکا و عرف ادا بعض الحق و مات الطالب وانکر الوارث الادا حبس المودع الصک ابد اور صیر فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادائے بعض حق معلوم ہے اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ادائے بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سودرم ہیں سو محمود نے زید کو سودرم کا تمسک لکھ دیا اور زید نے وہ تمسک حاد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے بچائیں درم مثلاً زید کو ادائیگی اور یہ حال حاد کو معلوم ہے بعد اس کے زید مر گیا اور اس کا وارث بچائیں درم کے دینے کو نہیں مانتا ہے تو حاد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحاوی نے کہا اس واسطے کہ اس میں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھ کر والا مجرد مثبت حق نہیں انتہی و فی الاشباہ لا یراد یون المیت بدفع الدین الی الوارث و علی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ میت کا دیون بری الذمہ نہ ہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ سب پر دین ہے اور لوگوں کا م ظاہر عدم برات اس صورت میں ہے جب کہ دین مستغرق ہو اور وارث مومن نہ ہو چنانچہ ودیعت میں یہی شرط ہے جب کہ مودع وارث کو ودیعت دے و کذا فی الطحاوی عن المحوی لیس للسر اخذ و دلیۃ العبد میان کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اس واسطے کہ شاید وہ غیر کمال ہو جب کہ مولی گواہ لا دے کہ یہ میرا مال ہے العامل لیغیر امانۃ لا اجر لہ الا الوسی والناظر اذ اعلمنا جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اس کے واسطے اجرت نہیں مگر وہی اور ناظر وقت کے واسطے اجرت مثل ہے جب کہ دونوں عمل کریں م وہی سے وہی مراد ہے



جس کو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کر کے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا یمکن لناظر فی المسقف اذا اجل علیہ المستحقون فلیحفظ من کتاہوں تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کے واسطے اجرت نہیں پڑے ہوئے مکان میں جب کہ مستحقین وقف کو اس کے پائے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی و فی الوریانۃ ۵ و دافع الف مقررنا و متعارضا ۶ و درج القراض الشرط جاز و یجوز ۷ اور وہ بیانہ میں ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت میں سے کر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرتا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض میں اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کو نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعہ بٹھہرے گا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اس واسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کے واسطے تو مضاربت متقلب بہ بضاعہ ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جرم منقعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کے واسطے ہے اور ٹوٹا بھی دونوں پر ہے اس واسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحاوی ۵ وان یدعی ذوالمال قرضا و حصمہ ۶ قراضا فرب المال قد قبل اجدرہ اور اگر صاحب مال قرض کا دعویٰ کرے اور اس کا مخالف مضاربت کا دعویٰ کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضاربت قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایدارع سے پہلے ۵ و فی العکس بعد الرزح فالقول قولہ کذا لک فی البضاع ما یتغیرہ اور اس کے بالعکس دعویٰ کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسی طرح بضاعہ دینے کے اختلاف میں حکم متغیر نہیں ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضاربت نے نفع حاصل کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضاربت پر گواہ لانا لازم ہے اور البضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں نے اس کو مال بطور بضاعہ کے دیا اور مضاربت قرض کا دعویٰ کرتا ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی ۵ وان قال قد ضاعت من البیت و حدانہ یصح و یتحلف نقد تصویرہ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کو ٹھہری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے ہم یعنی سولے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہ ہونا متصور ہے اس طرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرانہ سکایا کہ وہی چیز اس کو مقصود تھی کذا فی الطحاوی ۵ و تارک فی قوم لامر صحیفہ ۶ فرا حوا و راحت لیمن المتاخرہ اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوٹنے والا بواسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہاں سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دے ہم شخص متاخر پر اس واسطے ضمان آیا کہ اس پر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اسی مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ اٹھ گئے تو سب پر تاوان آوے گا کذا فی الطحاوی ۵ و تارک نشر الصوت صیغافوت لم یضمن و قرض الفار بالعکس لیس ۷ اذ لم یسد الثقب من بعد علمہ ولم یعلم الماک ہی تنقیرہ اور گرمی کے موسم میں صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو پکڑ لیا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان نہ لیا جائے گا اس واسطے کہ اس نے ودیعت کی حفاظت کی جس طرح کہ اس کو امر ہوا کذا فی الطحاوی عن المحیط اور جو ہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مردی ہے جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ بند کر دے بعد اسکے دریافت ہونے کے یا کہ مالک ودیعت کو خبر نہ کر دیکر مکان ۵ یہ مترجم اول کا سہو ہے ترجمہ یوں چاہیے کہ چھوٹنے والا صحیفہ کا ایک قوم میں کسی غرض کیلئے گیا پھر لوگ وہاں سے چلے گئے اور صحیفہ جاتا رہا صحیفہ بطور مثال ہے مقبول تارک کا ۱۲ ۵ یہ حاصل مطلب ہے اور لفظی ترجمہ یوں ہے کہ جو کچھ چوہا کھودتا ہے ۱۲



ودلیعت کا سورخ دار سے ہم یعنی جب کہ مالک نے ودلیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اس مکان میں رکھی جس میں سورخ نہیں پھر اس کو چوے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس مکان میں سورخ ہے اور مودع اس کو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر دی سورخ کی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سورخ بند نہ کیا تو اس پر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سورخ کے بند کرنے سے یا مالک کو سورخ بتانے سے اگرچہ در صورت اعلام مالک مودع سورخ کو نہ بند کرے اس واسطے کہ مالک راضی ہو گیا۔ اس مکان میں رکھنے سے باوجود سورخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ داؤ قولہ ولم یعلم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحاوی قلت یقی لوسدہ مرۃ ففتحہ الفار واخذہ لم یدکر وینفی تفصیلہ کا مفتد بہ میں کہتا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایک بار سورخ بند کر دیا سو چوے نے اس کو کھول دیا اور ودلیعت کو خراب کر ڈالا اس کا حکم مذکور نہیں اور اس کی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اس کو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طوسی کہ یا مالک سورخ کو تباوے یا مودع در صورت عدم اعلام سورخ کو بند کر دے تو تاوان اسی سے دفع ہو اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنی علامہ عبد البر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ میں ہے کہ ودلیعت پھیر دینے کی موت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحاوی والیہ اعلم واستغفر اللہ العظیم ۶





# کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ الْمُؤْمِنَاتِ الْفَارِغَاتِ) کو روکتے ہیں ماغون اس چیز سے عبارت ہے جس کی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو بھرجب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہؓ کا گھوڑا جس کا منسوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علماء اس پر ہیں کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود اخرا عن الودیعۃ لان فیہا تملیک کا وان اشترک فی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اس واسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونوں امانت ہونے میں مشترک ہیں ہم عاریت میں تملیک ہے اور ابراء بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب سے اور مرکب مؤخر ہے مفرد سے فما سئل النبیؐ عن عاریت فی اجابۃ المضطر لا ینال لایکون الا لمتناع کا لقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیوں سے حق تعالیٰ کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اس واسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجت مند کے واسطے قرض کے مانند یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (اَمِّنْ بِمِصْرٍ بِالْمِضْرِ اِذَا دَعَا) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا فریاد رسی میں تو عاریت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریاد رسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اسی مومنین متخلق ہونا بخلق ربانی فلذا کانت الصدقة بعشرة والقرض بشماتین عشر سوا اس واسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایک درم دس درم کے برابر ہے ثواب میں اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم عاریت قرض نہیں لیتا غالباً مگر حاجت مند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونوں کو پہنچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اس کو محتاج جان کر دیتا ہے صدقہ کا ثواب وہ چند اس واسطے ہوا کہ الحمد لله بعشرة امثالها اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اس واسطے ہوا کہ قرض کا ایک درم بعلت احتیاج صدقہ کے دلو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ میں صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم قرض کی طرف عود کرتا ہی تو مقابل اس کے دو درم ساقط ہو گئے تو اٹھارہ تالی رہ گئے ولہذا اگر قرض مستقرض کو معاکرتے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددة وتخفف اعارة الشئ قاموس عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا سے تخمینہ مشدہ ہے اور اس کی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم اعارة عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعاً تملیک المنافع مجانا اور شرعاً میں عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کو دینے سے مفت بلا عوض ہم عاریت معیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلاً گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اس واسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکل جائے اس واسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعض ہے افاداً بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلاً مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگرچہ قول فعلی ہونے قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاویٰ عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کی جانب سے اور مستعیر کی طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روئے استحسان شرط نہیں بجز الیقین

۱۵ آیا کوئی سنتا ہے مضطر کی جب وہ اس کو پکارے ۱۲ یعنی میل کا بدلہ دس گنا ہے ۱۳ ایک لفظ مترجم اول نے چھوڑ دیا یعنی مستعار کہ عاریت کی چیز کو کہتے ہیں ۱۲۔



میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام ہے اور اس سے اپنی خدمت کر تو یہ عاریت نہیں تو اس کا نفع مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہ ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ہاں قبول کا بے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اس نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ فعلاً فقط قبول کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی حکما کوہما امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت پر یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جائے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بلا اجماع تاوان ہے بشرطاً قابلیۃ المستعار لان انتفاع و خلوا عن شرط العوض لاننا نقیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اس واسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہو جاتی ہے ہم ثابت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق میں نکل گیا اور یہ ضرور ہے کہ انتفاع بدول استهلاك عین کے ہو تو درہم اور دنیا نیز اور غلوس اور ملکبات اور موزونات اور روئی اور صوف اور شیم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور محل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اس کو سوائے وجہ مذکور کے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان و صرح فی العلوۃ بجواز عارۃ الشارع و ایداعہ و بیعہ یعنی لان جہات العین لا تفضی للمنازعة لعدم لزومها اور تصریح کی ہے عادیہ میں شارع کی عاریت دینے اور اس کے ودیعت رکھنے اور اس کے نیچے کے جواز کی اس واسطے کہ جہالت عین کی یاں موجب نزاع نہیں بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے وقالوا علف المذابة علی المستعیر و کذا الفقہ العبداء کسوتہ فعلی المعیر اور فقہائے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسی طرح نفقہ غلام مستعار کا اور اس کا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے و ہذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ و استخذ من غیر ان یستعیرہ فنفقۃ علی المولی ایضاً لانہ ودیعتہ اور یہ یعنی غلام کا نفقہ مستعیر پر ہوتا اس وقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولیٰ کہے کہ اس غلام کو لے کر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اس کا کھانا پینا بھی مولیٰ پر ہے اس واسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت ہم ظاہر یہ اباحت انتفاع ہے اس واسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اس کو نفع لینا جائز نہ ہوتا یا یوں کہیے کہ یہ دیسی ودیعت ہے جس کے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا و یصح باعتبارک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہے اعتک کے لفظ سے یعنی میں نے تجھ کو عاریت دی اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے و اطعمتک ارضی ام غلتہ لانہ صریح مجازاً من اطلاق اسم المل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجھ کو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہے اور زمین اس کا محل اور محل کا نام حال پر یوں مجازاً متعارف ہے بقریۃ الطعام اس واسطے کہ جب الطعام غیر مطعم مثلاً زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے و منمتک یعنی اعطیتک ثوبی او جارتی ہذہ و حملتک علی واتی ہذہ اذالم یرد بہ منمتک و منمتک الہبتہ لانہ صریح فقیہ العاریۃ بلانیتہ والہبتہ بہا اسی مجازاً اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منمتک یعنی میں نے تجھ کو کپڑا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی میں نے تجھ کو چڑھایا اپنے اس جانور پر جب کہ منمتک حملتک کے لفظ سے بہہ کا ارادہ نہ کرے اس واسطے کہ وہ بہہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلانیت بہہ اور بہہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت بہہ سے م یعنی نفیقین مذکورین سے در صورت عدم نیت بہہ عاریت ثابت ہوگی اور در صورت نیت بہہ کے بہہ متحقق ہوگا و اخذتک عبدی و اجرتک داری شہر مجازاً اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور اپنا گھر ایک منیز بھر تجھ کو مفت اجارہ دیا ہم اجارہ بلا عوض در حقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نہ کرے گا تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاویٰ مالگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحاوی و داری مبتدأ لک خبر سکتی تمیز اسی بطریق اسکنی او اس قول سے



عاریت صحیح کہ داری ملک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور ملک خبر ہے اور سکنی تیز ہے ہم سکنی مصدر ہے بمعنی اقامت یا اقام  
ہے بمعنی اسکان صاحب دررنے کا سکنی محکم ہے ارادہ نفع میں لہذا لام بمعنی ملک مراد نہ ہوا داری ملک عمری مفعول مطلق اسی امر تھا ملک عمری سکنی  
تمیزہ یعنی جعلت سکنی ملک مدۃ عمر اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری ملک عمری سکنی یعنی میں نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری  
زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی عمر تھا ملک عمری اور سکنی تیز ہے ہم اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمر کی طرف  
شارح نے تفسیر ثانی میں اشارہ کیا لیکن اُس نے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا یا نہیں نے کہا داری ملک اس کا محتمل ہے کہ رقبہ دار  
مخاطب کا ملک ہو اور اس کا محتمل ہے کہ اُس کی منفعت مخاطب کی ملک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت میں محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت  
پر محمول کیا کذا فی الطحاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہ ہوا و لعدم لزوم ہایز جمع المعیرتی شاء اور بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عارض  
میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتہ معبر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو مگر دریافت کرنا چاہیے  
کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور ارتفاع مذکور نہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اُس سے فائدہ لینا جائز ہے جس طرح چاہے  
اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ ہے کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور ارتفاع مذکور ہو مخصوص اس کا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور ارتفاع معین سے تجاوز  
کرنا جائز نہیں مگر در صورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید در حق مدت ہو اور ارتفاع میں مطلق ہو تو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہ ہو بلکہ ارتفاع کی قید  
ہو تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج اذ فیہ ضربت بطل تعین العین باجر المثل لمن استعار امۃ لترضع ولده و صار  
لا یأخذ الا بیدہ فلما اجر المثل الی الفطام و تمام فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی  
رہے گی یعنی اس صورت میں عاریت منقلب باجرا ہو جائے گی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی  
سے بل گیا کہ کسی کی چھاتی منہ میں نہیں لیت سوائے اُس لونڈی کے تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھوڑنے تک اور پورا بیان اس  
کا اشباہ میں ہے و فیہا معویۃ للفقینۃ تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جرد و موضعا ثم باع المعیر الجدار لیس لمشتري دفعها و قبل نعم الا اذا شرط  
وقت البیع قلت و بالقیل بزم فی الخلاصۃ و البرازیۃ و غیرہا و اعتمدہ مشہانی تنویر البصائر و لم تعقبہ ابن المصنف و کانہ ارتضاہ فلیفظ اور اشباہ میں فقینہ  
سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اُس صورت میں جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کے واسطے پھر دھنیاں اس پر  
نصب کیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط  
کر لے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور برازیہ و غیرہ میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر  
میں ادریخ صالح ابن مصنف نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اُس کو پسند کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولا یضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون  
تعدی کے عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اُس کا لازم نہیں آتا یعنی اس واسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی  
بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کا باگ زور سے ٹپا اور وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر سبب میں گیا اور اُس کو کوچہ میں چھوڑ دیا  
یا سواری کے واسطے عاریت رکھا سو اُس کو نبد کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اس کو غیر جہت معینہ سے لے گیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جو تنے کے  
واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُس کو ادریل کے ساتھ ملایا اُس کے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اُس پر تاوان ہے اور اگر  
کوچرا گاہ میں پرانے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اس طرح کے پرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہ ہو یا عادت مشترک نہ ہو

۱۲ یعنی اس لیے کہ لام مفید ملک ہے



تاوان ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چور یا گیا تو اگر مستعیر لٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقاً نہیں جب کہ مستعار چیز اس کے سرتے ہو یا آگے رکھی ہو یا اس پاس ہو اس طرح پر کہ عادت میں اس کی نگہبانی سے خارج نہ ہو کذا فی البحر و شرط الضمان باطل کشرط عدمه فی الذین خلافاً للبحرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہم جوہرہم میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تجزوا لآثر من لان الشئ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ شے متضمن نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہم اس واسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کا لودیعۃ فانہا لا تجزوا لآثر من بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار ما نزد ولایت کے اس واسطے کہ ولایت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ولایت نہیں رکھی جاتی اور نہ ولایت عاریت دی جاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جب کہ استعمال مختلف نہ ہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی ہے کہ کذا فی الطحاوی و اما المستاجر نیو جرو لودع و یعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ کیا تو اس کا اجارہ رکھنا اور ولایت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اس کا جائز نہیں و اما الذین نکا لودیعۃ اور مرہون تو ولایت کے مانند ہے یعنی اس کا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں ولی الوبائیۃ نظم تسع مسائل لایملک فیہا تملیکاً لغيرہ بدون اذن سوا قبضہ اولاد اور دہانیہ میں نو مسائل نظم کیے ہیں جن میں ایسے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اس نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو فقال ۵ مالک امر لا یملکہ بدو ۶ ان امر وکیل مستعیر و موجر ۷ رکوباً و لبساً فیہا و مضارب ۸ و مرتن ایضا و قاض یومر ۹ سو صاحب دہانیہ نے کیا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بفتح جیم سوار ہونے اور قبضہ مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتن بھی اور قاضی مامور مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لایملکہ کا اس کی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اس کی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض مطلق اور اسی طرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جب کہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعین کے اور اگر مختلف نہ ہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اس پر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنا نا جائز نہیں اور اس طرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربیت کرنے کا اور مرتن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحاوی ۵ و مستودع مستبضع و مزارع ۶ اذالم یکن من عندہ البذر یبذر ۷ اور مستودع بفتح وال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو لبضاعت دینے کا اور جس نے زمین بقدر مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہ ہو کہ کھیت میں بیج ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہے تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحاوی قلت و العاشر ۸ و المساتی ان یساقی غیرہ ۹ وان اذن المولی لیس ۱۰ شکر ۱۱ میں کہتا ہوں اور دسواں مسئلہ دہانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات دالہ کو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگر مولی یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان ابراہیم استعیر اور رہن فملکت صمنہ المعیر للتعدی سوا المستعیر عاریت کو اجارے میں دے یا اس کو رہن رکھے پھر وہ تلف ہو جائے تو میر اس سے تاوان لے بسبب اس کی تعدی کے ولا رجوع للمستعیر علی حد لانہ بالضمان ظہرانہ ابر ملک نفسه و یتصدق بالاجرة خلافاً للثانی اور مستعیر کو تاوان پھر لینا کسی سے جائز نہیں اس واسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا

۱۲ نفل ترجمہ یوں ہے کہ غیر کو دینے کا کوئی مشور نہیں ۱۲



کہ اُس نے اپنی ذات ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر کے برخلاف ابو یوسف رحمہ کے مابرت اس واسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزل غاصب ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال خیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحاوی وضمن المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن المرتین فی شرح الوہبانیۃ الحامیۃ لا یمکن المرتین ان یرین فیمن و للمالک الخیار ویزج الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتب کے حکم سے اور وہ بیانہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتب مالک نہیں مرہون کے رکھنے کا تو اس پر رہن رکھنے سے تاوان آدے گا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتب اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتب اول سے بھرے ورجع المستاجر علی المستعیر اذ لم یانہ عاریۃ فی یدہ دفعا لفرار الغرر اور جب مستعیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال بھر لے جب کہ مستاجر یہ نہ جانتا ہو کہ وہ عاریت ہے ان کے ہاتھ میں فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اگر عاریت جان کر اجارہ لے گا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب و لا ان یعیر ما اختلف استعمالہ الا ان لم یعیین المعیر متفعا اور مستعیر و جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اُس کا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو م اس واسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جس کا استعمال مختلف نہ ہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعہ و یعیر ما لا یشتمل ان ین دان اختلف لا لتفاوت خواہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جس کا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر میں اختیار کی طرف نسبت کی ہے و مثلاً اسی کلمۃ المجرور ہذا عند عدم التی فلو قال لا بدفع یغیرک فدفع فملک منہ مطلقاً خلاصۃ اور عاریت کی چیز کے مانند ہے اجارے کی چیز یعنی مستاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اُس کا استعمال مختلف ہو یا نہ ہو اور در صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور در صورت عدم نفع کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ بکھو سو معیر نے وہی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اُس پر آدے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو فمن استعار وابتہا واستاجر یا مطلقاً بلا تقييد محمل ما شاء و یعیر لہ عمل و یرکب عملاً بلا طلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو بطریق کرایہ کے مطلقاً بلا تقييد تو بوجھ لادے اُس پر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُس پر سوار ہوا طلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولاً تعیین مراد اور جو فعل کہ اول کرے گا وہی متعین ہو جائے گا مراد ہونے میں م اس واسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اُس پر بوجھ لاد نہیں سکتا اس واسطے کہ مطلق جب کہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اس کے مطلق باقی نہ رہا کذا فی الطحاوی وضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو ابس اوارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو لیسح کانی اور تاوان دے اُس کے بغیر اگر جانور ہلاک ہو جائے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اس کے آپ سوار نہ ہو ہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر والمجرر الانتفاع فی الوقت والنوع المتفع ما شاء اسی وقت شاء لما مر اور اگر معیر نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کہا تو عاریت کے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او ہما ضمن بالحدائق الی شرف فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے برخلاف کرنے میں نہ مانند یا بہتر خلاف میں م خلاف شرک مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلاً دو مں گہیوں لادنے کے واسطے پھر اُس پر اسی قدر بوجھ لادے تو تاوان آدے گا اس واسطے کہ جو کال بوجھ زیادہ پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گہیوں سے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہے کہ معین گہیوں کے عوض اور گہیوں اس قدر لادے یا اتنے گہیوں کے عوض غیر کے گہیوں اس لادے اور بہتر خلاف کی صورت کہ



جو کے واسطے عاریت لے اور اس پر گھسوں لائے وکذا التقید بالاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسی طرح کا حکم ہے ابارے میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت اطلاق کے مانند عاریۃ التمثین والمکیل والموزون والعقد المتقارب عند الاطلاق فرض ضرورتہ استہلاک عینہا روپے اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت فرض ہے بغیر ضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ ہم یعنی عاریت عبارت ہے اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت بمعنی قرض ٹھہری معدود متقارب چنانچہ اخروت اور اندا اور اسی طرح صوف اور پشم اور روٹی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت حقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر ہلاک قبل الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعار بھا لیسیر المیزان او یزین الدکان عاریۃ تو تاوان دے عاریت دینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہو جانے سے قبل انتفاع کے واسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی کو عاریت لیا تاکہ اُن سے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا اُن کو رکھ کے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ حقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی اس واسطے کہ اس میں استہلاک عین نہیں و لو اعادہ قصۃ ثرید فقرض ولو بینہما باسطة فاباحتہ اور اگر خرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر مستعیر میں کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہے تو یہ اجابت ہے م خرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی ترکرنے سے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو روٹی یا اُس کی قیمت دینا لازم ہے اور اجابت میں تاوان نہیں و صحیح عاریۃ السهم ولا یضمن لان الرمی بحری مجری الملاک صیرفیۃ اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہے کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اس میں تاوان نہیں و لو اعادہ ارضا للبناء والغرس صحیح للعلم بالنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے و لہ ان یرجع متی شاء لما تقررت انما یرجع لازمتہ اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت پھر لے جب چاہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں و یکلفہ قلعہا الا اذا کان فیہ مضرة بالارض فیتزکان بالقیمۃ مقلوین لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدواڈلے مگر جب کہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دے کہ دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اس کی زمین ضائع نہ ہو یعنی صاحب زمین قیمت دے و ان وقت العاریۃ فزج قبلہ کلفہ قلعہا ومن المبیع مستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما الی المدة المفروۃ وتعتبر القیۃ یوم الاسترداد بجزا اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھر لے مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدواڈلے اور معیر مستعیر کو اتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اس طرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کر کے قیمت اتنی مقرر کی جائے اور پھر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثل درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی و اور روپے کا نقصان ہوا اسی قدر تاوان دے و اذا استعار بالیزر عہا لم تؤخذ منہ قبل ان یکھد الزرع وقتما اولافترک باجر مثل مراعاة المحققین اور جب کہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اُس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لی جائے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعض ابر مثل چھوڑی جائے گی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المیوعۃ عطیک البذر وکففتک ان کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل بناتہ فیہ کلام اشار الی الجوازی المعنی نہایت پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجھ کو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں اگر کھیت نہ جھابو تو جائز نہیں اس واسطے کہ کھیت کی بیج قبل اُس کے جننے کے باطل ہے اور بعد اُس کے جننے کے اس میں گفتگو ہے معنی میں اس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایم قول معنی ہی مختار ہے کذا فی الطحاوی عن النبیۃ ومیوۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اس واسطے کہ اُس نے اپنے نفع کے واسطے اس پر قبضہ کیا تھا اور پھر دینا اس پر واجب ہے فلو کان مت موقتہ فامسکما بعدہ فملکت ضممتہا لان ثبوتہ الرد علیہ نہایت تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو تو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اُس وقت کے پھر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اس واسطے کہ پھر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایۃ یعنی تو نہ پھر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا اس



مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خاں کا مختار ہے اور عدم ضمان کافی اور مجتبیٰ میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی الا اذا استعار ما لیرتہا فکون کالاجارۃ من الحانیۃ عاریت پھر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے رهن رکھنے کے واسطے عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہے کذا فی رهن الحانیۃ یعنی تو اب خرچ مستعیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الر وعلیہ اور اسی طرح جس کے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھر دینے کا خرچ اس پر ہے وکذا الموجر والغاصب والمرتن مؤنۃ الر وعلیہ لم اور اسی طرح موجر اور غاصب اور مرتن پر پھر دینے کا خرچ ہو سبب حاصل ہونے منفعت کے انھیں کے واسطے ہذا والاخراج باذن رب المال والا مؤنۃ روستا جو مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی موجر پر خرچ لازم ہوتا اس سے ہے جب کہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھر دینے کا خرچ اس پر ہے جس نے اس کو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکت و مضاربت و ہبۃ قضی بالرجوع مجتبیٰ بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبۃ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبیٰ یعنی شرکت میں رد اس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبۃ میں واہب پر کذا فی المنع وان المستعیر الدارۃ مع عبدہ او بحیرہ مشاہیرہ لامیادۃ او مع عبدہ رہا مطلقا یقوم علیہا اولائی الاصح او بحیرہ او مشاہیرہ کما مر فملکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہیرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھر دیا مالک کے غلام کے ساتھ تو وہ اس کا غلام جانور کا خدمت پر معین ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہیرہ دار کے ساتھ بھی یا چنانچہ قید مشاہیرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا بقضی ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اس واسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا ہو یومیہ دار کو اس واسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کچھ ہر بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جو اہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے پاس بھیجے اور تلف ہو جائے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا و بخلاف الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتها ثم بعشاش الاجنبی تعدیہ بالاساک بعد المدة اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اس کی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اس کو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہ ہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے والا فاما المستعیر فملک الایداع نیامیلک الامارۃ من الاجنبی یعنی زیلعی فقہین محل کلام علی ہذا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں انقضائے مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہو جائیے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جس میں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کذا کی قول پر معین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جب کہ انقضائے مدت رہو نہ مطلقا و بخلاف رد ودیعت و مضروب الی دار مالک فانہ لیس تسلیم اور برخلاف پہنچانے ودیعت اور مضروب کے مالک کے گھر تک کہ تسلیم نہیں یعنی جب خور مالک کو پہنچا دے گا تو تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراۃ یمکتب المستعیر انک الطعن ارضک لازرعا یمکنس نلایم البناء ونحوہ اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کے واسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھ دے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین میرے کھانے کو دی تا اس میں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اس واسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ رہے م عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور نامہ لکھنے کا یہ ہے تا تقاؤل مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نہ کرے العبد الماذون یملک الامارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہے یعنی اس واسطے کہ عاریت دینا سودا گروں کا دستور ہے کذا فی المنع والمجور اذا استعار واستملک لیس من بعد القیق غلام مجور جب کہ عاریت لے اور اس کو تلف کر ڈالے تو تاوان دے آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد مجور عبد المجور امتلک واستملک من الثانی للمال اور اگر غلام مجور اپنے مانند دوسرے غلام مجور کو عاریت دے سودہ اس کو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال تاوان دے لو استعار وہا فقلدہ صبیفا فسرقت الذہب منه ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظا علیہ من الباس لم یضمن والا فمن لانه اعارة والمستعیر



اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت یا سوا یک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اُس کی جو اس کے بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اس واسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہننا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نہ کر سکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہے یعنی اس واسطے کہ اُس نے مال پر ایسا ضائع کیا تاوان کو دے کر وضع ہا ای العاریۃ میں پیرہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام بحالسا لان لا یعد مضیعا لما عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ ہو گیا سوا عاریت ضائع ہو گئی تو اُس پر تاوان نہیں اگر بیٹھے ہو گیا اس واسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا وضمن لو نام مضطجعا لترك الحفظ اور تاوان دے اگر لیٹ کر ہو گیا بسبب نگہبانی چھوٹنے کے لمیس للاب اعارة مال طفله لعدم البدل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں لینے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بہ سبب نہ ہونے عوض کے اور اسی طرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں یہ قول فتاویٰ عالمگیری کے مخالف ہے اس واسطے کہ اُس میں بیوع طحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الطحاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطتیک غذا فلما کان الغد ذهب الطالب واخذہ بغیر اذنه واستعمله فمات الثور لاصمان علیہ خانیۃ عن ابرہیم بن یوسف کن فی المبتی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اُس نے کہا میں کل تجھ کو دوں گا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اُس کے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مر گیا تو اس پر تاوان نہیں کذا فی الخانیۃ عن ابرہیم بن یوسف لیکن مکتبی وغیرہ میں ہے کہ وہ تاوان دے گا مگر اُس میں رد قول ثابت ہوئے ہذا بذلتہ بما یجوزہ مثلہا ثم قال کنت اعترتہ لا متعہ ان العرف مستمر بین الناس ان الالب یدفع ذلک الجواز ملک لا اعارة لا یقبل قولہ انہ اعارة لان الظاہر یکنہ بہ وان لم یکن العرف کذلک ادتارۃ وتارۃ فالقول لہ برغبتی کما لو کان اکثر مما یجوزہ مثلہا فان الصبول لا اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کے طور پر اگر لوگوں میں رواج دائمی ہو کہ باپ اُس جہیز کو دیا کرتا ہو ملک کر دینے کی وجہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُس نے عاریت دیا تھا مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر حال اُس کی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا رواج نہ ہوگا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اُس جہیز سے تو ویسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والا ہم دوی الصغیرۃ کا لالہ فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا دلی باپ کے مانند ہے حکم مذکور میں ہم یعنی اگر ماں یا دوی صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دے کر پھر دوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور دوی میں ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحاوی و فیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا بنیۃ مشرۃ وہبانیۃ وتقدم فی باب المهر ادب میں اجنبی دعویٰ کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اس کو فلانی چیز عاریت دی تو اُس کا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی الشرح وہبانیۃ اور باب المهر میں پہلے مذکور ہو چکا وہی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقا قبل تولدہ یمینۃ کالمودع اذا ادعی الرد والکیل والناظر اذا ادعی العرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد الفقراء واثابہا اثباہ میں ہے کہ جو امین امانت کے پہنچا دینے کا اُس کے مستحق کی طرف دعویٰ کرے تو اُس کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پھیر دینے کا دعویٰ کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جب کہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعویٰ کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند ان کے یعنی علما اور اشراف کذا فی الطحاوی واما اذا ادعی العرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لیکن لا یضمن ما المحروہ بل یدفع ثانیاً من مال الوقف کما بسط فی حاشیۃ اخیر زادہ قلت وقد مر فی الوقف عن مولیٰ ابی السعود واستمرہ المصنف وادعہ ابنہ فلیمض اور اگر ناظر دعویٰ کرے کہ میں نے روزی لینے والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اُس کا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دے گا جس کے لینے کے وہ شکریں بلکہ ناظر ان کو دوبارہ وقف کے



مال سے چنانچہ حاشیہ آخری زادہ میں مشرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو سعید سے اور مصنف نے اُس کو پسند کیا ہے اور اُس کے فرزند نے اس کو ثابت رکھا ہے حاشیہ شاہ میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و سوار کان فی حیاء مستحقہا اول بعد موتہ الا فی الوکیل یقبض الدین اذا ادعی بعد موت المول انہ قبضہ و دفعہ لہ فی حیاء لم یقبل قولہ لا بینه و برابر ہے کہ اداے ایصال مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اُس کی موت کے ہو کہ قبض دین کے وکیل میں جب کہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعویٰ کرے کہ اُس نے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُس کی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہ ہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل یقبض الدین کو دلیقہ قال قبضتہا فی حیاء و ہکذا و انحرث الوثرۃ او قال دفعتمہا الیہ فانہ یصدق لانہ فیض الضمان عن نفسه بخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے ماتہ وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اُس کا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اُس کے قول کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو مالتا ہے اور یہ اُس کا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کے بخلاف الوکیل یقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت و ہوضمان مثل المقبوض فلا یصدق و کالتہ الولو الجیمۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُس کا قول مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ ایصال دین کے دعویٰ سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُس کی تصدیق نہ ہوگی کذانی و کالتہ الولو الجیمۃ ایصال دین کے دعویٰ میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قصا سے دیون امثال دیون سے ہوتا ہے تو اداے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو دیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہیں کذانی الطحاوی مختار قلت و ظاہرہ انہ لا یصدق لانی حق نفسه و لانہ حق المول و قد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسه لانی حق المول و مل علیہ کلام الولو الجیمۃ فلیتأمل عند الفتویٰ میں کہتا ہوں اور ظاہر کلام و لو الجیمۃ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہ ہونہ اپنی ذات کے حق میں نہ موکل کے حق میں اور البتہ بعض فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اُس کی ذات کے حق میں ہوگی نہ موکل کے حق میں اور و لو الجیمۃ کا کلام اسی تفصیل پر مجہول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت ہم ظاہر کلام و لو الجیمۃ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اُس کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق نہ ہوگی بقریہ ایجاب ضمان علی المیت توافق بعض فقہاء متعین ہو گیا اور تامل کی کچھ حاجت نہ رہی کذانی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصیٰ بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہیں پھیر لینا مستعیر موصیٰ لہ سے ہم یہ اُس صورت میں ہے جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصیٰ کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہ ہوگا تو وصیت باطل ہے کذانی الطحاوی العاریۃ کا لا جازۃ تنفس بموت عہدما عاریت اجارہ کے مانند نسخ ہو جاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات و علیہ دین و عندہ و دلیقہ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالخصص ایک شخص مر گیا اور اُس پر دین ہے اور اُس کے پاس ودیعت غیر معین تو وصیت کا ترکہ اصحاب دیون میں مقسوم ہوگا بقدر اُن کے حصوں کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مر گیا اور یہ بیان نہ کر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہے تو صاحب ودیعت اور باقی ارہاب دیون ترکے میں برابر میں بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ اولے کل دیون میں کفایت نہ کرے ہتبار بعیر الی مکتہ فعلی الذباب و فی العاریۃ علی الذباب والجمی لان ردہا علیہ اونٹ کر لیا گیا کہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت میں جانے اور آنے دونوں پر ہے اس واسطے کہ عاریت کا پہنچنا یا مستعیر پر ہے یعنی اور پہنچنا یا بدون آنے کے نہیں ہو سکتا بخلاف اجارہ کے کہ اُس کے آنے کا خرچ موجب ہے نہ مستعیر پر استعارہ و اتہ للذباب فامسکمانی بیتہ فہکذا فمن لانہ اعارہ بالذباب لا لاساک جائز عاریت لیا جانے کے واسطے پھر اُس کو باز رکھا اپنے گھر میں سو وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے اس واسطے کہ اُس نے اُس کو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باز رکھنے کے واسطے استعین ثورا فانار علیہ لا تراک لم یضمن لانہ عاریۃ فانیل قرض لیا سو اُس پر ترکوں نے مثلاً غار گری کی تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ عاریت ہے رواج میں یعنی اور



بلا تعدی مستعیرہ تلف ہوگی استعارہ رضائینی و سکن و اذخرۃ فالبناء ملائک فلما تک ابرہما مقدار السکن والبناء للمستعیر لان الاعارة تملیک بلا عوض فکانت اجارة معنی وفسدت بجمالة المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان سے نکل جائے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملے گا دیسی زمین کا بقدر اس کی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اس واسطے کہ عمارت بھارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے تو یہاں اجارہ درحقیقت اجارہ ہو گیا یعنی تقریر عوض سے مدت کے محمول ہونے سے م عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو ابرہما شمل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اس واسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجماله البذل اور اسی طرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرے گی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بہ سبب محمول ہونے بدل کے م خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہے اجارے کی اس واسطے کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج محمول ہے والیہ ان یوجزہ الارض سنین معلومہ بدل معلومہ ثم یا مراداء الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادائے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعارت کا باوجود فی خطا اصلہ ان علم رضی صاحبہ قلت ولایا ثم بترکہ الانی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی سوا اس میں غلطی پائی تو اس کی اصلاح کر دے اگر مالک کی رضامندی جانے میں کتا ہوں اور گنہگار نہ ہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید میں ترک اصلاح سے البتہ گناہ گار ہوگا اس واسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بخط مناسب قرآن م اصلاح میں رضائے مالک اس واسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اس کو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہ ہو تو ایک کاغذ علیہ پر لکھ کر وہاں رکھ دے اور محل خطا پر نشان کر دے تاکہ اس کا مطلع ہو کر درست کرے اس واسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحاوی ولی الوہبانیۃ رحمہما فی اصلاح مستعیرہ و یجوز اذا مولاه لایا ثریۃ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اس کے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جب کہ اس کا مالک آزر وہ نہ ہو و فی معایاتہا اور وہبانیہ کی معایات میں اگلی بیت ہے م معایات وہ کلام ہے جس کے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے نذر اور چیتاں اور پہلی سے دے معیر لیس ملکہ اخذ ما ۛ اجارہ و فی غیرہ لان المقصودہ اور وہ کوئی معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہیں اور اس کے سولے میں مسئلہ متصور ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اس کا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں ۛ و ہل واہب لابن یحوز رجوعہ ۛ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اس کو پھیر لینا جائز ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اس کو بھی پھیر لینا جائز ہے اس واسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور یہہہ درحقیقت اس کے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہے یہہہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا ۛ و ہل مودع ماضع المال یفسدہ اور ایسا کوئی مودع ہے جس نے مال ضائع نہیں کیا اس پر تاوان پڑتا ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ددیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے نلاسے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اس کی موت کے دلیا ہی کیا تو باقی وارث اس سے تاوان لیں گے کذا فی الطحاوی و اللہ اعلم و استغفر اللہ العظیم





## کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناستہ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اس واسطے کہ عبارت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہی لغة التفضل علی الغير ولو غیر مال ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو و شرعاً تملیک العین مجانا ہے بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کو دینے سے مفت میں بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں ہم تملیک عین سے ابا جت اور عاریت ہبہ سے خارج ہو گئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اُس میں تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے و اما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ لبقضہ صحت رجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اُس کو دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہیبت صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب اُس سوال مقدار کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کیے اس کا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اُس کو قبض دین کا امر کیا اور اُس نے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی و سببہا ارادۃ الخیر للواہب و نیوی عوض و محبت حسن ثناء و اخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے و اہب کے واسطے خواہ خیر و نیوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیک نامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلم التوحید والایمان اور جب الدنیا اُس کی کل خطیئہ نہایت امام ابو منصور مارتیدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھا دے جس طرح اُس پر یہ واجب ہے کہ اُس کو توحید اور ایمان بتا دے اس واسطے کہ دنیا کی محبت ہر گاہ کی چوٹی ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر چڑھ جائے اور وہ نہایت مذموم ہے اس واسطے کہ جب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جو دے اس بلا سے نجات پاوے گا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الططاوی وہی مندوبہ و قبولہ مستہ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا ہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ یا ہم دوست ہو جاؤم اور گاہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نہ کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کرے گا و شرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملك فلا تصح ہبۃ صغیر و رقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور ملوک کا ہبہ صحیح نہیں اگرچہ ملوک مکاتب ہو و شرائط صحتہا فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطیں موهوب یعنی بخشی چیز میں ہونا اس کا مقبوض غیر مشغول بنیر موهوب چنانچہ آگے واضح ہو گا۔ ہم ذیلی میں ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے اس واسطے کہ جواز ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا



کہ قبضہ مویہ کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت مہر کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبضہ صحت کی شرط ہے اور باقی شرط مویہ کی فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے کہ مویہ مویہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کا پھل مہر کرے جو اس سال پھلیں گے تو جائز نہیں اس واسطے کہ فی الحال معدوم ہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سود اور خون اور صید حرم کا مہر صحیح نہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو مہر مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحاوی و درکنہا بولایکباب والقبول کما سیجی اور مہر کارکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آئے گا و حکم ثبوت الملک للمویہ لہ غیر لازم لہذا الرجوع والنسخ اور حکم یعنی اثر مرتب مہر کا ثابت ہونا ملک کا مویہ لہ کے واسطے ملک غیر لازم تو مہر کو مہر پھر لینا اور عقد مہر کا نسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوائے سات صورتوں کے جو مذکور ہوں گی و عدم صحت اختیار الشرط فیما فلو شرط صحت ان اختیار باقبل تفرقہا اور حکم مہر صحیح نہ ہونا شرط اختیار کا ہے مہر میں تو اگر مویہ لہ نے اختیار شرط کیا تو مہر صحیح ہوگا اگر وہ مہر کو اختیار کرے کا قبل متفرق ہونے واجب اور مویہ لہ کے م بہتر یہ تھا کہ مصنف یوں کہتا (عدم صحت اختیار الشرط بقریۃ تفریع کے والا حاصل اس کا یہ ہے کہ مہر مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے و کذا البراہ صح الابرار و بطل الشرط خلاصۃ اور اسی طرح اگر واجب شرط خیار سے ابرا کرے تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصۃ م حلی نے کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منخ الغفار میں واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے و حکم اسما لا بطل بالشرط الفاسدۃ فہیہ عبد علی ان یعتق یصح و بطل الشرط اور ایک حکم مہر کا یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شرط فاسدہ سے پس مہر غلام کا اس شرط پر کہ اس کو مویہ لہ آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہے و النسخ بايجاب کو مہریت و خلعت اور مہر صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ مہریت لینے میں نے مہر کیا و خلعت لینے میں نے نمنا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ و الطعک بذالطعام و لوزک علی وجہ المزاج اور میں نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہوم خلاصہ میں یہ ہے کہ مویہ لہ نے طلب مہر کی بطریق مزاج اور خوش طبعی کے سو واجب نے بلا مزاج مہر کی تسلیم کی تو مہر صحیح ہے اس واسطے کہ واجب خوش طبعی کرنے والا نہ تھا اور مویہ لہ نے اس کو قبول کر لیا بقول صحیح انتہی اور اسی طرح خلاصہ کے مانند خزانے کی عبارت ہے جس کو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاج سے مہر صحیح نہیں بخلاف الطعک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا و اطعام لغلتہا بخر بخلاف اس قول کے کہ میں نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اس واسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبۃ زمین کی اور اطعام ہے اس کے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جس کو مستقر بوردے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا و الاضافۃ الے ما سے الی جزیرۃ عن الکمل کو مہریت لک فرجیا و حبلۃ لک لان اللام للمملک یا ایجاب میں اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے تجھ کو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اس کو میں نے تیرے لئے مقرر کر دیا ٹھہرا دیا اس واسطے کہ لام لک کے لفظ میں تمملک کے واسطے ہے ہم طحاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا ولو بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف حبلۃ باسک فانہ لیس بہرۃ بخلاف اس قول کے کہ اس کو میں نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اس واسطے کہ یہ قول مہر نہیں ہے ہم یہ قول غیر اظہر ہے اس واسطے کہ فتاویٰ عالمگیری میں غیاثہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ حبلۃ باکم اپنی یعنی میں نے اس کو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ مہر ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں کذا فی الطحاوی و کذا ہی لک حلال الا ان یکن قبلہ کلام لیفید الہیہ خلاصۃ اور اسی طرح یہ قول مہر نہیں کہ وہ لونڈی تجھ کو حلال ہے مگر اس وقت مہر ہے جب کہ اس کے پہلے ایسا کلام ہو جو مہر کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ م قول مذکور اس واسطے مہر نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو مہر کا مفید ہو



اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھ کو تو یہ لوٹتی ہے کہتا ہے یا میرا دل راضی ہے اس کے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھ کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھ پر حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ منسوب کا و اگر تک نہ اٹھے اور میں نے یہ چیز تجھ کو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی م عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت مویوب لہ کے پھر کی سو قیدیک صحیح ہے اور میرا لینے کی شرط باطل ہے اس واسطے یہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرط ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز مویوب لہ کی ملک ہے اور اس کے وارثوں کی ہے بعد اس کے کذا فی الزیلعی و ملک تک علی ہذہ الدابتہ یا بائعاً یا حامل الہیۃ کما مر اور میں نے تجھ کو اس جانور پر محمول کر دیا عمل سے ہبہ کی نیت کے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا م عمل کا ہے معنی ہبہ اور گاہے معنی عاریت مستعمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی و کسوت تک ہذا التثویب اور میں نے تجھ کو کپڑا پہنایا م پہنانے سے قیدیک معنی مراد ہوتی ہے بولتے ہیں کہ فلا نے نے کپڑا پہنایا جبکہ اس کو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت میں اس طرح نہیں بولتے و وار کی ملک ہبہ اور میرا گھر تیرا ہے مویوب ہو کر م لفظ ہبہ منصوب ہے حال ہونے سے غیر ظرف سے اور لام قیدیک کا ہے کذا فی الدرر او عمری تسکنا لان قولہ تسکنا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح لتفسیر الاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شار قبل مشورۃ وان شاد لم یقبل یا واجب یوں بولا کہ میرا گھر تیرا ہے بطور عمری کے تو اس میں سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اس واسطے کہ تسکنا کا لفظ مشورہ ہے واجب کا نہ تفسیر اس واسطے کہ فعل اسم کی تفسیر پڑنے کی لیاقت نہیں رکھتا تو واجب نے مویوب لہ کو مشورہ دیا اس کی ملک میں اس طرح کہ اس میں سکونت اختیار کرے سو اگر مویوب لہ چاہے اس کے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے لا لوقال ہبہ تسکنی او تسکنی ہبہ بل تون عاریۃ اخذ بالمتیقن ہبہ صحیح نہ ہوگا اگر یوں واجب کہے گا کہ میرا گھر تیرا ہے مویوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے مویوب ہو کر ملک یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لے کر م لفظ ہبہ حال ہے اور تسکنی تیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ تسکنی محکم ہے قیدیک مغفوت میں تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحاوی عن النجود و حاصلہ ان اللفظ ان انباء عن قیدیک الرقبۃ فہیۃ او المنافع فعاہیۃ او اکل المبرانیۃ لوزل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر کر دے یعنی دلالت کرے قیدیک رقبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونوں کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل و فی الجواز سہ باسم ابی الاقرب الصوۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس درخت کو جھاتا ہوں اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہے م صاحب بھرنے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں سے بعینہ جزم مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحاوی و نقل بقبول اے فی حق المویوب لہ انانی حق الواجب فتع بالایجاب وحده لان تبرع حتی لو علف ان یبیب عبده لفلان فویوب ولم یقبل بقرینہ بعکسہ حث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی مویوب لہ کے حق میں اور واجب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واجب نے قسم کائی کہ اپنا غلام فلا نے شخص کو ہبہ کرے گا سو اس نے اس کو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول کیا تو حانت نہ ہوا اور اس کے بالعکس میں حانت ہو گا یعنی اگر قسم کائی کہ میں فلا نے شخص کا ہبہ لوں گا سو اس نے ہبہ کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانت ہو گا بخلاف بیع کے م یعنی اگر قسم کائی کہ فلا نے شخص کے امتیاع کرے گا سو اس نے بیع کا ایجاب کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانت ہو گا اس واسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے توجب تک قبول نہ پایا جائے گا بیع ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی و نقل بقبض بلا اذن فی المجلس فانه ہنا کا قبول ناقض بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ مویوب لہ کے قبض



سے بلا اذن و اہب کے مجلس عقد میں اس واسطے کہ قبضہ بیاں یعنی ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہے لہذا مخصوص ہ مجلس عقد ہر م قبضہ بجا قبول کے اس واسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبضہ پر باعتبار دلالت کے اس واسطے کہ ملک مقصود نہیں مگر قبضہ سے تو قبضہ مقید مجلس ایجاب قبول ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہ ہوتا مگر و اہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی و بعدہ یہ اسے بعد المجلس بالاذن اور بعد القضاء مجلس قبضہ صحیح ہوگا و اہب کے اذن سے و فی المحیط لو کان امرہ بالقبضہ حین وہبہ لا یتقید بالمجلس و يجوز القبض بعدہ اور محیط میں ہے کہ اگر و اہب نے مویوب کو قبضہ کرنے کا امر کیا ہو مویوب کرنے کے وقت تو قبضہ مقید یہ مجلس نہ ہوگا اور جائز ہوگا بعد اس کے بھی و التامین من القبض کا لقبض فلو وہب لرجل ثيابا فی صندوق مقفل و رفع علیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمكنه من القبض اور قادر ہونا قبضہ پر قبضہ کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اس کی طرف بلند کیا یعنی سامنے کیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے قبضہ پر وال مفتوحا کان قبضا لتمكنه منه فانه کالتحیۃ فی الیخ اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبضہ ثابت ہوگا سامنے کرنے سے بواسطہ قادر ہونے مویوب نہ قبضہ سے اس واسطے کہ قادر ہونا قبضہ پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں و فی الدرر المختار صحیحہ بالتخلیۃ فی صحیح البیہ لا فاسد اور در میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبضہ کا ہے تخلیہ سے ہر صحیح نہ ہبہ فاسد میں یعنی اگر و اہب نے مویوب اور مویوب نہ میں تخلیہ کر دیا تو قبضہ صحیح ہوگا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہ ہو و فی التفت ثلثہ عشر عقد الا تصح بلا قبضہ اور منف میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدول قبضہ کے م عقد مذکور یہ ہیں ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرہ و من بن صالح ۵ عمری ۶ نخل معنی عطاء جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جب کہ قبضہ بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درمیں کا عوض مقبوض نہ ہو تو بقدر اس کے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو چنانچہ گبیوں کی بیع جو سے تو اس میں تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اس میں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحاوی عن الجلی عن المنع ولو نہا عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا و لو فی المجلس لاین الصرح اقوی من الدلالة اور اگر و اہب نے مویوب نہ کو منع کر دیا قبضہ سے تو اس کا قبضہ کرنا مطلقا صحیح نہ ہوگا اگر یہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے م خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبضہ کا اذن دیا تو قبضہ صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبضہ سے منع کیا تو قبضہ صحیح نہیں نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کے اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبضہ بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبضہ مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر مویوب غائب ہوا اور مویوب نہ دیاں جا کر قبضہ کیا اگر قبضہ و اہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں و ثم البیہ بالقبضہ الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبضہ کمال سے م قبضہ کمال مقوم میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی گنجی کا قبضہ گھر کا قبضہ ہے اور محمل القسمۃ میں قبضہ کمال قسمت کرنے سے ہوتا ہے تا مویوب پر قبضہ بالامالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبضہ کل اور غیر محمل القسمۃ میں قبضہ کمال بتبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر ولو المویوب شاعلا لملک الواہب لا یشغولہ یہ ہبہ کمال قبضہ

۱۔ منزم اول نے صیغہ نسیہ سے ترجمہ کیا ہے اس میں شاید رفع رائے مصلحت سے ہوگا مگر میرے پاس کے نسخہ موجودہ میں و رفع دال مصلحت سے ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے یعنی مقفل صندوق اس کے علاوہ ۱۲ ملے یعنی کم دیا ہوا جنہیں کامدست ہے اور امداد درست نہیں کہ گبیوں مثلاً اس وقت سے اور بعد کو لیوے ۲



سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ مومہوب شاغل ملک وایہب ہو نہ مشغول ملک وایہب والاصل ان المومہوب ان مشغول ملک وایہب منع تمامہ  
 وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر مومہوب مشغول ملک وایہب ہوگا تو مشغول نہ ہو رہے کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر مومہوب  
 شاغل ملک وایہب ہوگا تو مہیہ تمام ہونے کا مانع نہ ہوگا یعنی در صورت مشغولیت مومہوب تسلیم متنع ہوگی تو مہیہ کی صحت متحقق نہ ہوگی  
 اور در صورت شاغلیت مومہوب تسلیم متنع نہ ہوگی تو مہیہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو دہب حراماً فیہ طعام الواہب اور اہیہا متاعہ  
 اور ابہ علیہا سرچہ و سلمہا کذا لک لا تصح تو اگر وہ محتلا مہیہ کیا جس میں وایہب کا طعام ہے یا وہ گھر جس میں وایہب کا اسباب ہے یا وہ جانور  
 بخشا جس پر وایہب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسی طرح تسلیم کیا تو مہیہ صحیح نہ ہوگا م اس واسطے کہ مومہوب ملک وایہب سے مشغول ہے  
 کیونکہ ظرف کو موقوف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف موقوف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر و بعکسہ تصح فی الطعام و المتاع و السرچ فقط لان  
 کلامنا شاغل ملک الواہب لا مشغول بہ اور اس کے بالعکس میں مہیہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اس واسطے کہ ہر واحد اشار  
 ثلثہ سے ملک وایہب سے شاغل ہے نہ مشغول م خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا مہیہ بدون موقوف صحیح نہیں اور موقوف کا مہیہ بلا ظرف صحیح ہے  
 کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک وایہب لا یمنع تماماً عدم تمام مہیہ میں مشغولیت ملک وایہب کی قید اس واسطے  
 لگائی کہ مومہوب کا مشغول ہونا غیر وایہب کی ملک سے کمال مہیہ کا مانع نہیں م مخرجہ اس کی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ وایہب نے  
 مومہوب کو ایک گھر مہیہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو مہیہ پورا  
 ہے گھر میں اس واسطے کہ وایہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقتہً تو اس کی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہوگا  
 کہ متاع وایہب کی ملک نہ بھٹی اور غیر وایہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحاوی کہ ہن و صدقہ لان القبض شرطاً مابا و تمامہ فی العادیۃ  
 تمام ہونا مہیہ کا قبضہ کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند اس واسطے کہ قبضہ شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان  
 اس کا عادیہ میں ہے م یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبضہ کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا ملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا  
 ملک مقصد مقصر ہے اور دونوں کا شاغل ہونا مقصر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحاوی و فی الاشبہا مہیہ المشغول و الخوہ  
 الا اذا وہب الاب لطفله اور ایشاہ میں ہے کہ مہیہ مشغول کا جائز نہیں مگر جب کہ باپ اپنے صغیر کو مہیہ کرے تو جائز ہے قلت و کذا الدرر للعارف  
 میں کتابوں اور اسی طرح عاریت کا گھر ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسی کا اسباب  
 غضب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر مستعیر نے معیر کو وہ گھر مہیہ کر دیا تو اس گھر کا مہیہ صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر وایہب  
 کی ملک ہے کذا فی الطحاوی و التی و بہتہا لزوجہ علی المذہب لان المرأة و متاعہا فی ید الزوج فصح تسلیم اور مہیہ مشغول اس گھر میں  
 جائز ہے جس کو زوجہ نے اپنے زوج کو مہیہ کیا بنا برضا ہر مذہب کے اس واسطے کہ عورت اور اس کا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے  
 تو تسلیم مومہوب صحیح ہو گئی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو مہیہ کیا اور زوج اس میں رہتی ہے اور اس کا اسباب  
 اس میں ہے اور زوج بھی اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہتا ہے تو یہ مہیہ صحیح ہے اس واسطے کہ زوج گھر اور اسباب کے زوج  
 کے ہاتھ میں ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ مہیہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحاوی و قد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت  
 م من و بہتہ لزوج دارالہا بہا م متاع و ہم فیہا تصح الحمرہ اور مقر میں نے بدل ڈالی و بہبانیۃ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس

سے یعنی بھر دینے والا ہو نہ بھرا ہوا یعنی موقوف ہو نہ ظرف ۱۲



زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر سہہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اس میں رہتے ہیں تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرم معتد علیہ ہے  
م و ہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی ومن و ہبت للزوج دارا لما بہا من متاع و ہم فیما لفلان یزیر بہ یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر  
سہہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب اور زوج اس میں رہتے ہیں تو دو قول اس میں مرقوم ہیں لیکن ہبہ اور عدم ہبہ ہوا لیکن چونکہ  
عدم ہبہ ہوا تو قول ضعیف تھا لہذا اشارہ نے بیت میں تصرف کر دیا و فی الجہت و ہبت ہبہ المشغول ان یوزع الشغل اولاً عند المویب لہ ثم  
یسلمہ الدار مثلاً ففتح لشغلہ بالمتاع فی یدہ اور جو ہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیدر یہ ہے کہ پہلے شغل کو مویب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر  
مویب لہ مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا یہ سبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ مویب لہ کے ہاتھ میں یعنی جب شغل بطریق  
ودیعت مویب لہ کے قبض میں آیا پھر مشغول تسلیم و اہب اس کے پاس آیا تو دونوں پر قبضہ کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق بتہتم  
محرر مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے قبضہ کامل سے مویب مفرغ میں م یعنی جو مویب کہ فارغ ہو ملک و اہب اور حق ملک سے تواضعت نہ ہو گیا پھر کے  
ہبہ سے و دخت پر اور صرف کی ہبہ سے غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین میں مضموم وہ مویب مفرغ جس کی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی نہ رہا و مشاع  
لا یبقی متغابہ بعد ان تقسم لکبیت و حام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبضہ کامل سے اس مشاع یعنی غیر مضموم میں جو فتح لینے کے لائق نہیں رہتا  
قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کو بڑی اور حام صغیر مشاع لا تقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا یا یعنی کہ بعد قسمت کے اصلاً منتفع نہیں ہوتا  
چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحد یا بعد قسمت کے منتفع نہیں رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حام صغیر  
کذا فی الدرر لا ینالان بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اس واسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبضہ کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت  
پذیر ہے م قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذکور اور مانند اس کے کذا فی الدرر قسمانی نے کہا جس کی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور  
محتل القسمة نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے انتہی کبر الراقی میں ہے کہ حد فاصل محتل القسمة اور غیر محتل القسمة میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں  
مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت زمانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ محتل القسمة  
ہے چنانچہ گھر اور بڑی کو بڑی اور اگر قاضی جبر کر سکے تو وہ محتل القسمة نہیں چنانچہ عبد اور حام اور بیت صغیر اور دیوار و لون و ہبہ لشریک اولاً ہبہ  
عدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فان ہذا المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ و اہب نے اس کو اپنے شریک  
کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بحیث عدم تصور قبضہ کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ میں ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب مٹھرام درر سے  
مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبضہ کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا و فی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریک و ہو الخار و صیرفیہ میں عتابی سے  
منقول ہے اور حضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہاء کی فائز عبارت سے عدم ہبہ معتد ہے یہاں تک کہ  
شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحاوی فان قسمہ و سلمہ صحیح لزوال  
المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور مویب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا یہ سبب دور ہو جانے مانع یعنی مانع قبضہ کامل اشاعت تھی سو قسمت  
اور تسلیم سے زائل ہو گئی و لو سلمہ شائعاً لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیمنہ و ینفذ تصرف الواہب و درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح  
پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو مویب لہ اس کا مالک نہ ہوگا یعنی بواسطہ عدم قبضہ کامل تو اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا تو مویب لہ اس کا تاوان دے گا  
در صورت تصرف اور و اہب کا تصرف اس میں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیما عن الفصل الہبۃ الفاسدۃ لقیل الملک بالقبض و بقیۃ و مشکلی البزازیۃ  
علی خلاف ما حکم فی العادیۃ لکن لفظ الفتریۃ اذ من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لیکن درر میں ہے فضول سے کہ ہبہ فاسد



ملک کا مقید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتویٰ ہے اور مانند اس کے بڑا زیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جس کو صحیح کہا ہے  
 عمار یہ میں لیکن فتویٰ کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اس کو مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام  
 کے ساتھ م ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ ہر مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ سبلی میں اتقانی سے مذکور ہے  
 اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائزہ قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اس کا جائزہ شریک سے  
 نہ اجنبی سے وعلیہ الفتویٰ اور اجارہ مذکور فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اس کا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی  
 تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ مستلفہ ہے والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے مستوم اور غیر مستوم میں اور شریک اور غیر شریک برابر ہیں اور  
 وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے نہ محمد کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمة میں اور غیر محتمل القسمة میں بالاتفاق جائز نہیں اور  
 ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحاوی وبل للقریب الرجوع فی الہیۃ الفاسدة قال فی الدرر  
 نعم ولحقہ فی الشرع بلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المفیہ بمن افادہ الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے قرابت وار کو رجوع کرنا ہر فاسدہ میں ودر  
 میں کہا کہ ہاں جائز ہے اور شرعاً لایہ میں ہے اس پر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہر فاسدہ ملک کا  
 مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے والمناخ من تمام القبض فیلوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعاً  
 فانہ لا یفسد بالتفاق اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد ہر کے مقارن اور متصل ہر وہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے  
 طاری ہو چنانچہ واجب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفید نہیں بالاتفاق م شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واجب اپنا  
 نصف کھر شائع ہر کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام کھر ہر کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہر کو باطل کر دے والاستحقاق شیوع  
 مقارن لا طاری فیفسد کل حتی لو سبب ارضا و زرعاً و سلمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض والاستحقاق لبعض الشائع فیما یتمثل القسمة اور استحقاق  
 شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفید ہے کل موجب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہر کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق  
 ملک غیر نکلی تو ہر زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمة میں م زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب  
 در نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ حکم انقال شے واحد کے مانند ہے پھر جب احدہا مستحق ٹھہر تو یوں ہو گیا کہ گویا بعض شائع  
 مستحق ٹھہر محتمل القسمة میں تو ہر باطل ہو کا باقی میں اور اس تحلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنی لانہ کشاء بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی  
 والاستحقاق اذا طر بالبیۃ کان مستنداً الی ما قبل الہیۃ فیکون مقارناً لما لا طاریا کما زرع صدر الشرعیۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جب کہ  
 گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ما قبل ہر کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہر کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشرعیۃ نے گمان کیا ہے اگرچہ  
 ابن کمال نے صدر الشرعیۃ کا اتباع کیا ہے اس قول میں سو آگاہ رہوم استحقاق زرع کو ظہیر یہ میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایت اور کرمانی  
 میں اس کو شیوع طاری قرار دیا ہے قستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دونوں روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشرعیۃ اور ابن کمال  
 اس قول میں متفرق نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح ہرہ لبن فی صرع و صوف علی غنم و نخل فی ارض و نخل فی نخل لانہ کشاء  
 اور صحیح نہیں ہرہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہرہ بھڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہرہ کھجور کے درخت میں اس واسطے کہ یہ ہرہ  
 مشاع کے مانند ہے ولو فضلہ و سلمہ جائز لزال المانع اور اگر واجب محبوب کو جدا کر ڈالے یعنی مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہرہ اور

ف مشاع کا ہرہ درہن وغیرہ



تسلیم کر دے تو جائز ہے بسبب دور ہو جانے مانع قبض کال کے وہی یعنی فضل المویہوب لہ باذن الواجب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا مویہوب لہ کا واجب کے اذن سے درکار ظاہر یہ ہے کہ مال کفایت کرتا ہے بخلاف رفیق فی برہ و دین فی المسم و من فی لبن حیث لا یصح اصلاً نہ معدوم فلا یمکن الالبعد جدید بخلاف اس آئے کے جو گیہوں میں بالعمود ہے اور اس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ یہ اصلاح صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو مملوک نہ ہوگا مگر عقد جدید سے عدم جواز کا بھید ہے کہ گیہوں مستحیل ہو کر آتا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالة کے دوسری چیز ہو جاتے ہیں کذا فی الدرہ و ملک بالقبول بلا قبض جدید لہ المویہوب فی ید المویہوب لہ و لو یغصب ادا مانت لہ حیث یمکن عامل لنفسہ اور مویہوب مملوک ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے بلا قبض جدید اگر مویہوب مویہوب لہ کے ہاتھ میں ہو مہر کے وقت اگر اس کا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب کہ مویہوب لہ قابض نے یہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والا اصل ان یقبضین اذا تجا نساب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے جب کہ دو قبض ہم جنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے م چنانچہ ایک شخص کے پاس و دینیت متقی پھر مالک نہ ہو بطور عاریت کے دی تو قبض و دینیت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اس واسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض متیانف و اذا تغایر نواب الاعلیٰ عن الادنی لا عکسہ اور جب کہ دونوں قبض ہم جنس نہ ہوں متغایر ہوں تو قبض اعلیٰ قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنیٰ کے اور ادنیٰ اعلیٰ کا نائب نہیں ہوتا م نیابت اعلیٰ کی مثال یہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو مہر کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حالت نہیں اور قبض ادنیٰ کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے متقی پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچ ڈالی وہ ہبۃ من لہ ولایت علی التکفل فی الجملة و ہر کل من یقولہ فذل الاخ المم عند عدم الاب لونی عیالہم اور مہر اس شخص کا جس کی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بجائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہ ہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر ان کے عیال میں ہوم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مالی میں تصرف نہ کر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہ ہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحاوی حکم بالعقد لہ المویہوب معلوما و کان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض المولیٰ یزوب عنہ ولی فی الجملہ کا مہر پورا ہوتا ہے عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر مویہوب معلوم ہو اور مویہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اس کے مودع کے ہاتھ میں اس واسطے مہر مذکور پورا ہے کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والا اصل ان کل عقد یتولاه الواحد یمکن فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اس میں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی متم بقبض ولیہ و ہوا حدار لہ الاب ثم وصیہ ثم الجدم و ان لم یکن فی حجرہم و عندہم متم بقبض من یقولہ کمرہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز مہر کی تو مہر تمام ہوتا ہے اس کے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اس کا وصی پھر دادا پھر اس کا وصی اگرچہ صغیر ان کی گود لینے ان کی پرورش اور عاریت میں نہ ہو اور ان کے نہ ہونے کے وقت مہر تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جس کے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا دامہ و اجنبی و لو ملتقا لونی حجرہما والا لغوات الولایۃ اور مہر اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اس کی مال کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر مال اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہ ہو تو مال اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنع و یقبضہ لومیزاً یعقل التحصیل اور مہر تمام ہوتا ہے خود صغیر کے

لہ عقد پانے والا لینے والے کے کوڑا پایا ہو ۱۲



قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تیز زار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولومع وجود ایہ مجتبیٰ لاند فی المنافع المحض کا بالغ حقے لو وہب لہ اعلیٰ لافع لہ و تلحقہ مؤنۃ لم یصح بقولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اس کا موجود ہو کذا فی المجتبیٰ اس واسطے کہ نابالغ منافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اس پر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلاف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقتل لایجوز وایصح ہوا جواز انتہی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی میں یہ استدراک ہے عندہم کہ قول پر وظاہر القستانی ترجیح و عزاء لفخر الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ و عزاء للخلاصۃ اور قستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قستانی نے اس کو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اس قول کے جس پر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اس کو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے م قستانی نے جواز قبض مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ کے معمرات سے نقل کیا ہے تبصریح لفظ مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں غانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاویٰ صغیر سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحاوی لکن متنبہ بحیثہ وصل ولو بامہ والا جنبی ایضا قاتل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بہ سبب وصل کرنے ولومع وجود ایہ کے امہ والا جنبی کے ساتھ بھی سو اس میں تامل کرم یعنی جس طرح مصنف کا قول ولومع وجود ایہ منقول ہے اس قول سے ولقبضہ ولومیز اسی طرح اگر اس کو امہ والا جنبی سے وصل کیجیے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی و سار وہ لہا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اس کا صحیح ہے کذا فی السراجیۃ و فیاحسان الصبی لہ ولا یوہ اجر لتعلیم ونحوہ اور سراجیہ میں ہے صغیر کی نیکیاں اس کے واسطے ہیں یعنی اسی کو ثواب ہے ان کا اور اس کے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب اس کے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اس کا کفارہ ہوں لہذا اس کے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحاوی و بیاح لوالدیہ ان یا کلامن ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فاما دان غیر الماکول لایباح لہا الحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اس مال کا کھانا مباح ہے جو اس کو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی مافی السراجیۃ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ مویوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بعز ورت چنانچہ اللہ اس والدین وضو اہل یا الختان بین یدی الصبی فیما یصل لکشیاب الصبیان فالمدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فلا باب او من معارف الام فلا مال قال ہذا للصبی او لا لو کون نے ختنے کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لڑکوں کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا ملوک ہے اور اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمیۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اس کے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہے تو تحفہ اس کی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال ابدیت للاب او الام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کسی کے ماں باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا و کذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ و فیما اتخذ لولدہ او لتلمیذہ شیاً ثم اراد وفعھا لغيرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انما عاریۃ اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اس کو جائز نہیں جب تک کپڑے بنانے کے وقت یوں بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں م ولد صغیر کے حق میں اتنا ذشیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس



کے حق میں اتنا ذکوہ تسلیم پر محمول کیجئے بزاریہ میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کے وقت یا کر دے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اس واسطے کہ عاریت مستحق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحاوی  
وفی المتبغی اثیاب البدن میلکما بلبسها بخلاف نحو لحفة ووسادة اور متبغی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے ان کے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہوں گے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ متبغی میراث نہ ہوں گے اور یہ مسئلہ اس صورت میں معروض ہے جب کہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتنا ذکا ثیاب تولد کے بعد معروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا کذا فی الطحاوی وفی الخانیة لاباس بتفصیل بعض الاولاد فی المحبة لانا عمل القلب وکذا فی العطایا اذالم یقصد به الاضرار وان قصد یسوی بمنیم یعطى البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اس واسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اس میں اختیار نہیں اور اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جب کہ مندر رسائی باقی اولاد کی مقصود نہ ہو اور اگر مندر رسائی کا قصد کرے تو ان میں برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے م عطایا میں کمی یا زیادتی مکروہ ہے جب کہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو نہ کسب میں تو اگر اس کو زیادہ دیوے تو جائز ہے بلا کر اہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اس کو قوت سے زیادہ نہ دے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہ بہتر ہے اس کے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور محمد کا قول غیر محتار یہ ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دنا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحاوی ولو وہب فی صحۃ کل المال للولد جائز دائم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہب کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہو گا م یعنی ایک ولد کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہب بعد موت کے منقوض نہ ہو گا جاری رہے گا لیکن اس طرح کا ہب گناہ ہے تو نہ کرنا چاہیے اور بعض مذاہب میں ہب مذکور منقوض ہو گا اس کی موت کے بعد اور سب واثاث اس میں میراث پادیں گے کذا فی الطحاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث تا مورث قول ضعیف ہے والد اعلم وفیہ لا یجوز ان یریب شیاً من مال طفله ولو بعوض لانا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہب کرنا اگرچہ بدلے کر ہب ہو اس واسطے کہ ہب ابتداء میں احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیہ یریب القاضی ما وہب للصغیر جہ لا یرجع الواهب فی ہبۃ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی دہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہب دیا گیا تاکہ واہب اپنا ہب نہ پھیرے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فاقبض لہا بعد الزفاف ما وہب لہا صح قبضہ ولو بحجرۃ الاب فی الصحح لنیابۃ عنہ فصح قبض الاب قبضاً مبیحاً اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہب کیا تو اس کا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بہ سبب تاہم ہونے زوج کے اس کے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہو تو باپ کا قبض بطریق اولیٰ صحیح ہو گا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اسی کا قبض مستحب ہے نہ زوج اور باپ کا م زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد و قبلہ اسے الزنا ف لا یصح لعدم الولاية اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے محبوب پر صحیح نہیں بسبب نہ ہونے ولایت کے وہب اثبات دار الواحد صح عدم الشیوع و بعضوں نے بعض شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہب کیا تو صحیح ہے بواسطہ ہب عدم شیوع م اس واسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور محبوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہ ہوا کذا فی الدرر والنج وعلیہ لکیرین

(بقیہ)

ف اولاد کو عطا دینے میں کمی زیادتی مکروہ ہے



لا عندہ للشیوع من یحمل القسمة اور بالعکس اس کے لینے ایک شخص نے دو بالغوں کو یہ کیا تو اہم کے نزدیک یہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محمل القسمة میں اس واسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا حصہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محمل القسمة میں اور وہ حصہ کاٹنے سے امانا لا یحتملما کالبیت فیصح اتفاقاً اور اگر وہ بوجہ محمل القسمة نہ ہو چنانچہ بیت صغیر تو ایک شخص کا حصہ دو شخصوں کو باتفاق اہم اور صاحبین کے صحیح ہے قید بکسیرین لانہ لو دہب بکسیر و صغیر فی عیال کبیر اولاد بنیہ صغیر و کبیر لم یجز اتفاقاً ہم نے دو بالغوں کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر وہاں حصہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو حصہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق مگر الرائق اور منہج الغفار کی عبارت یوں ہے (لو دہب بکسیر و صغیر و الصغیر فی عیالہم اور دونوں کتابوں میں محیط سے تفصیل مسئلوں منقول ہے کہ صاحب حصہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی ذرا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر و اسباب کی طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی عدت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحاوی و قیدنا بالبیت لوجاز الرهن والاجارة من اتین اتفاقاً اور عدم جواز میں ہم نے قید لگائی ہے کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ رکھے تو جائز ہے و اذا التصدق بعشرة دراهم او و ہبها لفقرین صح لان البیت للفقیر صدقة و الصدقة یؤاد بہا و ہب البیت لای و ہب واحد فلا شیوع اور جب کہ دس درم دو فقروں کو خیرات دیے یا ہب کیے تو صحیح ہے اس واسطے کہ فقیر کو ہب کرنا در حقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضا ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہ ہوا مگر زمین میں ہے اور فقیر نائب ہے خدا کے تعالیٰ کا لا الغنیین لان الصدقة علی الغنی ہتہ فلا تصح للشیوع اسے لائق تھے تو شہادہا و سلمہا صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اس واسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا در حقیقت ہے تو ہب صحیح نہ ہوگا بسبب شیوع کے یعنی ملوک نہ ہوگا تو اگر در اہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی تم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے و ہب رجلین درہمان صحیح ایک شخص نے دو مردوں کو ایک درہم ہب کیا اگر درہم صحیح لینے جید اور گھرا ہے تو ہب صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ہب ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنہج و ان منشوشا لالانہ ما تقسم لکونہ فی حکم العرفین اور اگر درم مذکور منشوش لینے گھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہب صحیح نہیں اس واسطے کہ درم منشوش محمل القسمة ہے اس واسطے کہ وہ در حکم اسباب کے ہے معدوم ہوتا فقال رجل و ہبت لک احد ہما نصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم ہیں سو اس نے دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے ان دو درموں سے ایک درم تجھے تو ہب کیا یا ان کا نصف ہب کیا تو اگر دونوں درم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہب جائز نہیں مگر اس واسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہو تو ہب مشاع کا ٹھہرا محمل القسمة میں کیوں کہ اس میں جبر علی القسمة جائز ہے کذا فی المنہج و ان اختلاف جاذلانہ مشاع لا تقیم ولذا لو دہب ثلثا جائز مطلقاً اور اگر دونوں درم مختلف ہوں اس طرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمیہ کہ تو ہب جائز ہے اس واسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسی واسطے کہ دونوں درموں کے دو ثلث ہب کرے تو جائز ہے مطلقاً خواہ دونوں مستوی ہوں یا مختلف کذا فی الطحاوی و تجوز ہبہ حائل بین دارہ و بین دارہ جارہ لجارہ و ہبہ البیت من الدار فمذایل علی کون سقف الواحد علی الحائط و اختلاط البیت بخیطان الدار لا یمنع صحۃ البیت مجتبیٰ جائز ہے ہب کرنا اپنے پڑوسی کو اس دیوار کا جو وہاں کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہب کرنا پڑوسی کو کوٹھڑی کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے وہاں کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیواروں سے صحت ہب کا مانع نہیں کذا فی المجتبیٰ م طحاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اس کی صراحت ہے اگر ہب کیا ایک بالغ اور ایک صغیر کو حالانکہ صغیر اس کے یعنی وہاں کی عیال میں ہے ۱۲



نہیں کلام میں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا ماہ یا حمام میں اپنا حصہ بہہ کرے اور زمین کرے اور مویہوب کہ کو قبضہ پر مسلط کر دے تو بہہ جائز ہے اسی طرح ہے بہہ بیت کا مع جمیع حدود حقوق مقسوم اور مفروض ہو کر قبضہ باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک رہے اس میں اور دوسرے میں جائز ہے انتہی

**باب الرجوع فی الہیہ** | یہ باب ہے رجوع فی الہیہ میں یعنی دے کر پھر لینا بہہ سے مراد مویہوب ہے اس واسطے کہ رجوع یعنی پھر لینا اعیان میں ہوتا ہے نہ اقوال میں کذا فی الطحاوی صحیح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تم الہیہ بہہ کر کے پھر لینا صحیح ہے بعد قبضہ کے پہلے تو خود بہہ تمام نہیں ہو م یعنی اگر قبل قبضہ مویہوب لے کے واہب نے مویہوب کو نہ دیا تو مویہوب واہب کی ملک سے خارج نہ ہوا تو اس کو رجوع فی الہیہ نہیں کہتے مع انتفاء مانعہ آلائی وان کرہ الرجوع تحریمی دہل تنزیہا نہی مویہوب کا پھر لینا صحیح ہے ساتھ نہ ہونے مانع رجوع کے جو آگے نہ کو رہا اگرچہ پھر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی السنائیہ حدیث میں وارد ہے اس کے مثل جو دیتا ہے پھر لیتا ہے اس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو بہہ کرے وہ اس کا زیادہ تر حقدار ہے جب تک اس کا عوض نہ لے اسی تو رجوع فی الہیہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی ولو منع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یستقل باسقاط خانیۃ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ نہ تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیۃ فی الجواب لا یصح الا براد من الرجوع ولو صالح من حق الرجوع علی شے مع وکان عوضا عن الہیہ لکن یسبی الشرط فی العقد اور جو بہہ میں ہے کہ صحیح نہیں ابراد کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالح کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالح صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا بہہ کا لیکن آگے آگے مشروط ہونا عوض کا عقد میں یعنی جہتی سے منقول ہوگا و یمنع الرجوع فیہا حروف ومع خرقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہیہ کو حروف ومع خرقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہے م موانع سبع کو تسہیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اس کو زخمی کر ڈالا خرقہ معنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برہمی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ بحروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین مویہوب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہے م زیادت کی قید اس واسطے لائی کہ لغفان مویہوب چنانچہ حامل ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نزع کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو لغفان قیمت کی موجب ہے چنانچہ غلام اور لونڈی میں طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاح لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتدوا لغتہ فی علیتہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جو ان ہوا پھر بٹھا ہو گیا لیکن خانیہ میں اس کے مخالف ہے اور اعتقاد کیا ہے اس پر قہستانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا مستغیر فیہ ہے اس واسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ عود نہیں کرتی م زیادت زائدہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ مرد نے غلام بربکھا پھر وہ جوان ہوا اور بٹھا ہو گیا اور اس کی قیمت گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا بدن زیادہ ہو گیا اور قد و راز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور نا طمعی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی بہہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسی طرح جمیع حیوانات میں اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا موسلم نہیں بلکہ یہ از



قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحاوی کیناء وغرس ان عدا زیادة فی کل الارض والارض زیادت متصلة جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موبہ میں بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موبہ کی زیادت میں شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت میں محدود نہ ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عدا فی قطعة منها امتنع فیها فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو امتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع میں کذا فی الزیلعی م فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موبہ لہ نے ایک کنارے پر کھجور جانی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھر لینا جائز نہیں نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں محدود نہ ہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت صغیر بناوے تو یہ اصلاً زیادت نہ ٹھہرے گی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہوگی بلکہ اس کے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی و سمن و جمال و خیاطہ و صیغ و فقر و ثوب و کبر و صغیر و سماع اسم و البصار اعمی و اسلام عبد و مداواة و عفو جنایہ و تعلیم قرآن و کتابہ و قرأتہ و نقطہ مصحف با عرابہ و حمل قرآن بغدادانی بلخ مثلاً و نحوہ اور مانند فریبی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت بھرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اس کے معالجے کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور دیکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد کے بلخ کی طرف مثلاً اور مانند امثلہ مذکورہ کے م معالجہ کرنا غلام کا اس وقت زیادت متصلة میں شمار ہوگا جب کہ وہ واہب کے پاس بجا رہا ہو اور موبہ لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موبہ لہ کے پاس بجا رہا ہو اور معالجہ ہو کر چمکا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اس نے کسی کا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اس کو معاف کر دیا ہو جب کہ وہ موبہ لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اس کو زیادت متصلة کی مثال قرار دیا و فی البرزازیة والجلال ان زاد خیر منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور محل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہجرت رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں م عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبی اور بد صورت تو در صورت اولی زیادت متصلة ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادة ففی المتولدة کثیر القول للواہب فی نحوہا و خیالہ و صیغ للموبہ لہ خانیت و حادی و متکہ و فی المحيط لکنہ استثنیٰ اما لو کان لایمینی فی مثل تلک المدة اور اگر واہب اور موبہ لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدة میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موبہ لہ کا قول مقبول ہے کذا فی النہایة والحادی اور مانند اس کے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنیٰ کیا ہے جو بن نہیں سکتی اس قدر مدت میں م توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً موبہ لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھ کو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں میں نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لایمیع الزیادة المنفصلة کو لد وارش و عقروثرة فیرجع فی الاصل لا الزیادة زیادت منفصلة رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موبہ کا اور دیت اور مملوک کا اور بھیل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں م مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اس کا ہاتھ کسی لے کاٹ ڈالا اور اس کا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھر لے گا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موبہ سے جدا اور زیادت منفصلة رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حق لیستغنی الولد عننا کذا نقض العتستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف



جائز ہے ولو دہب العبدان جرم عوض فکل من الرجوع بجر اور اگر غلام ما جرنے کو مال ہیہ کیا پھر موبوب نہ لے اس کا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی الجرم وجہ اس کی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پھر جب بسبب بطلان ہیہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موبوب نہ بھی رجوع پر قادر ہوگا اس واسطے کہ بنا برتولین ہیہ پر تہاجب ہیہ باطل ہوا تو توفیق بھی باطل ہوئی ولا یجوز توفیق مسلم من نصرانی عن ہیہ خمر او خنزیر اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بجر اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سورہ عوض نصرانی کے ہیہ سے اس واسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سورہ کی تملیک صحیح نہیں کذا فی الجرم یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہیہ کی سورہ مسلم نے عوض اس کے شراب یا سورہ نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو پنا ہیہ پھیر لینا درست ہوگا و تشریط ان لا یكون العوض لبعض الموبوب فلو عوضه البعض عن الباقی لا یصح فلو الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہیہ کا بعض موبوب نہ ہو تو اگر بعض موبوب کو باقی موبوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو داہب کو باقی موبوب میں رجوع درست ہے ولو الموبوب شئین فعودہ احدہما عن الآخر ان کان فی عقدین صح والا لان اختلاف العقد کا اختلاف لعین اور اگر موبوب دو چیزیں ہوں سو موبوب نہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موبوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موبوب ہوں تو درست نہیں اس واسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم یعین فی ہیہ رجوع مجتبیٰ اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں ہیہ اور رجوع ہیہ میں کذا فی المجتبیٰ م توجب دراہم موبوب پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلہ بجنسہ یا بغير جنسہ دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسی وقت تک جائز ہوگا جب تک دراہم موبوب بعینہ قائم اور موجود ہوں گے اور اگر موبوب نہ لے ان کو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مائع رجوع ہے کذا فی الطحاوی و وقتئذ الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالطن اور گیرل کا آگ کیوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پینے سے م تو آئین موبوب یا بعض موبوب نہیں ہے کہ توفیق اس کی صحیح نہ ہو و کذا الو صبح بعض الثیاب اولت بعض السویق ثم عوضہ صح فانیہ اور اسی طرح اگر موبوب نہ لے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا محتوے ستوپانی میں گھولے پھر اس کو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیۃ م ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہیہ کے سو موبوب نہ لے ایک کپڑا رنگین کر کے داہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موبوب میر میر ستوپان سے موبوب نہ لے پاؤں میر ستوپان کو عوض دیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موبوب میں زیادیت حاصل ہوئی تو بعینہ موبوب باقی نہ رہا گو یا دوسری چیز ہو گئی ولو عوضہ ولد احدی جائز نہیں موبوب نہیں و بعد ذلک الولد لجد الہیۃ اقلع الرجوع اور اگر دو موبوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہیہ کے بعد پیدا ہوا موبوب نہ لے واجب کو عوض دیا تو رجوع متنع ہو گیا و صح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور داہب کا حق رجوع ہیہ کا سا قتل ہو جاتا ہے جب کہ داہب اس پر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موبوب نہ لے کی طرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التوفیق بغير اذن الموبوب نہ اور اگر چہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موبوب نہ ہوا لا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التوفیق بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موبوب نہ لے سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگر چہ توفیق موبوب نہ لے کے امر سے ہو مگر جب کہ موبوب نہ لے اجنبی سے کہے کہ عوض ہیہ کا دے میری طرف سے ہاں شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع توفیق نہ واجب ہونے کے سبب سے ہے بخلاف اداسے دین م یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موبوب کو عوض ہیہ کا دینا واجب نہیں بخلاف اداسے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اس واسطے



کہ اے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اس نے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی ہے بقدر دین اس نے قرض لیا والا اصل ان کل مالی طالب بہ الانسان بالحبس والملازمة لیكون الامر با وائمه مشیتا للرجوع من غیر اشتراط القضاء والملا فلا الا اذا اشترط القضاء ان غیر اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے جس اور ملازمت سے تو اس کے ادا کا امر کرنا رجوع کا مشیت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اس کا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اس کے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اس وقت جب کہ امر کرنے والا اپنے اور ضمان اس کا شرط کرے کذا فی الظہیر تم بحبس اور ملازمت کی قید سے ادا نہ دے اور کفارہ دینے کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر ان کا مطالبہ لیکن جس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوب علیہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ قاعدہ مذکور معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے بھرے گا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہ ہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لیکن بخرج عن الاصل مالو قال انفق علی بناء داری اذ قال الاسیر اشتري فان رجع فیما بلا شرط رجوع کفالة خانیة مع ان لا یطالب بها لا بحبس ولا بلازمة قتال لیکن قاعدہ مذکور سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کر لے یعنی مال دے کر مجھ کو ظالم سے خلاص کر اتوان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالة الخانیة باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بنا دیا اور اختلاف کا جس سے نہ ملازمت سے سوا اس میں تامل کرم شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اس کا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارع نے بلفظ قتال اشارہ کیا کہ وجہ اشتنا میں نظر ہے کذا فی الطحاوی وان استحق نصف الہیہ رجع بنصف العوض اور اگر نصف مستحق ملک غیر لفظاً تو موجب نہ نصف عوض پھر لے م جو ہر وہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اس وقت ہے جب کہ موجب محتمل القسمہ نہ ہو اور اگر محتمل القسمہ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہر باطل ہوگا تو تمام عوض پھر لے کذا فی الطحاوی وعکسہ لا مال لم یرد ما یقتی لانہ یصلح اعطاضاً ابتداءً فکذا بقا لکنہ یتخیر لیسلم العوض اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہرہ میں رجوع نہیں جب تک کہ باقی عوض کو نہ پھر دے اس واسطے کہ باقی صلاحیت عوض ہونے کے رکھتا ہے ابتداءً تو میں میں سوا اسی طرح اس کی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت رہے م طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارع یوں کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامة العوض یعنی در صورت استحقاق بعض عوض واجب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب سلامت رہنے عوض کے و مرادہ العوض الغیر المشروط فان المشروط بالمبادلة کما یجی مفی ذی البدل علی المبدل نہایت اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہرہ میں سوا اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی در حقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایت کہ لو استحق کل العوض حیث یزج فی کلہا اذا كانت قائمہ لا ان كانت بالکے چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واجب تمام ہرہ میں رجوع کرے جب کہ ہرہ قائم ہو اور اگر ہرہ بالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اس واسطے کہ بالک ہرہ مانع رجوع ہے کہ لو استحق العوض وقد ازدادت الہیہ لم یزج خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہرہ میں زیادت ہو گئی تو رجوع نہ کرے کذا فی النہایت یعنی اس واسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الہیہ کان لہ ان یزج فی جمیع العوض ان کان قائماً ومبداً ان العوض بالک او مؤثلاً وبقیمتہ ان قیمیاً غایۃ اور اگر تمام ہرہ مستحق ہو تو موجب نہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھر لے اگر موجود ہو اور عوض کاشل پھر لے اگر عوض بالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی دوزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ ولو عوض النصف رجع بمال العوض ولا یفر الشیوخ لانہ لاری اور اگر نصف ہرہ کا عوض دے تو واجب نصف غیر عوض



میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضرت نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبیٰ انہ لیشترط فی العوض ان یكون مشروطاً فی عقد البیہ اما اذا عوض بعد فداء لم ار من صرح بغيره وفروع المذہب مطلقہ کا مرتبہ بر مجتبیٰ میں منقول ہے کہ عوض بہ میں یہ شرط ہے کہ عقد بہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہے انتہی اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبیٰ کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کرنے میں مجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گہیوں کا آٹا گہیوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گہیوں کے اور سارا مجملہ دو مہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد بہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی المنع والخارج خروج البیہ عن ملک المہوب لہ اور خائے معجہ سے مراد بہ کا خروج ہے مہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو بہتہ الا اذا رجح الثانی فلول اول الرجوع سواء کان بقضاء اور فی المجتبیٰ ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی اور باعہا معہم یرجع الاول خروج عن ملک مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج بہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واجب ثانی رجوع کرے تو واجب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اس واسطے کہ آگے آدے کا کہ رجوع عبادت ہے فسخ بہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر بہ عود کرنے جدید سبب سے اس طرح کہ واجب ثالث واجب ثانی پر تصدق کرے یا اس کو اس کے اہتہ بیع کرے تو واجب اول رجوع نہ کرے گا ولو باع نصف رجح فی الباقی لعدم المانع اور اگر مہوب لہ نے نصف مہوب کی بیع کی تو واجب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقید الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یكون خروجاً عن ملک من کل وجہ ثم فرع علیہ بقولہ اور مصنف نے خروج میں بالکلیۃ کی قید لگائی بایں معنی کہ مہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع کی بقول آئندہ فلو صحی المہوب لہ بالشاہ المہوبۃ او نذر المصدق بہا وصارت لہما لا یمنع الرجوع تو اگر مہوب لہ نے ذنب مہوب قربانی کیا یا اس کے خیرات کرنے کی نذر دانی اور ذنب حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں م اس واسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو خروج عن ملک ثابت نہ ہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکورہ اور متعوا داہر جاتا ہے محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح ہے کہ امام رحمہ کا قول محمد رحمہ کے قول کے مانند ہے ومثل المتع والقران والنذر مجتبیٰ اور قربانی کے مانند متع اور قرآن اور نذر ہے کذا فی المجتبیٰ م طحاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہ ہوئی فی المناجج وان وہب لہ ثوباً فبعد صدقۃ للہ تعالیٰ فذلہ الرجوع خلا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اس کو کپڑا بہ کیا سو مہوب لہ نے اس کو خیرات کیا اللہ تعالیٰ کے واسطے تو واجب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف رحمہ جب تک فقیر نے خیرات نہیں پائی تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحاوی کما لو ذبحا من غیر تقصیر فذلہ الرجوع اتفاقاً چنانچہ اگر ذنب مہوب کو ذبح کیا بدون قربانی کے تو واجب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رحمہ کے فسخ مسئلہ طحاوی شارح کا عبد علیہ دین اور جانیہ خطا فہم مولاہ لغزیرہ اور الاولیٰ الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجح صحیح استخسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کمالا یعود النکاح لو وہب لہ زوجاً ثم رجح خانیۃ ایک غلام ہے جس پر دین یا جنایت خطا ہے پھر اس کے مالک نے اس کے دین والے یا ولی جنایت کو مہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ملہ بینۃ تہنۃ کراہی میں کر کے حلال ہو جاوے پھر کٹوں ذبح یا اس سے پیشتر احرام حج کا بندھے اندر کرے یہ کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ کرے اور بیچ میں حلال نہ ہو ۱۷



ہو گئی پھر اگر واپس رجوع فی الہیۃ کرے تو مستحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنابت محمد ﷺ کے نزدیک عود نہ کرے گی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے لونڈی بہہ کر دی اس کے شوہر کو پھر اس نے بہہ پھر لیا کذا فی الخانیۃ والزوار الزوجیۃ والہیۃ اور زائے معجم سے زوجیت وقت بہہ کی مراد ہے فلو وہب لامرأۃ ثم نکحها رجع تو اگر ایک عورت کو بہہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اس واسطے کہ بہہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامرأۃ لا نکحہا انتہی اور اگر اپنی عورت کو بہہ کیا تو رجوع نہ کرے جیسے بالعکس اس کے انتہی یعنی اگر واپس عورت ہو اور ایک مرد کو بہہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو بہہ کرے تو رجوع درست نہیں فرغ مسئلہ طحہ شارح کا لایق بہتہ المولیٰ لام ولدہ ولونی مرضہ ولا تنقلب وصیتہ اذ لا بد للمجبر اما لو وصی لہما بعد موتہ تصح لہما موتہ فیسلم لہما کافی صحیح نہیں بہہ کرنا مولیٰ کا اپنی ام ولد کو اگرچہ بہہ اس کی مرض الموت میں ہو اور یہ بہہ بدل کر وصیت نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ مجبور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کر جائے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اس کے آزاد ہو جانے کے مولیٰ کی موت سے تو ام ولد کا قبض کر دیا جاوے گا کذا فی الکافی ام ولد کو بہہ کرنا اس واسطے صحیح نہ ہوا کہ شرائط بہہ سے قبض ہو بہہ ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجبور القرف ہونے کے والفاظ القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسباً ولو ذمیاً او مستامناً لا یرجع ستمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واپس بہہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لذی یا مستامن ہو تو رجوع نہ کرے گا کذا فی الشمنی م محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضائی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت ولو وہب لمحرم بل لا رحم کا خیر رضاعاً ولو ابن عمہ ومحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لا جنینی او بعد اخیہ رجع اور اگر واپس نہ بہہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اس کے چچا کا بیٹا ہو اور بہہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوش دامن اور مادر حلوہ اور بہہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا بہہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کرے گا م ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ابن عم قرابت دار ہے تو اس کو بعد مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحب کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے بہہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے بہہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولو کاننا اسے العبد ومولہ وارحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہا اتفاقاً علی الاصح لان الہیۃ لا یما وقعت تمنع الرجوع بجر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اس کا مالک واپس کے محرم قرابت دار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنا بر قول صحیح ترا اس واسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے بہہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہیۃ کا کذا فی البحر غلام اور مولیٰ کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہے کہ واپس کا سوتیلہ بھائی اس کے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحاوی عن المبسوط فرغ مسئلہ طحہ شارح کا وہب لاخیہ واجنبی مالا یقسم فقبضہ لہ الرجوع فی خط الاجنبی لعدم المانع ودر اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز بہہ کی جو تمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سود و نول نے اس پر قبضہ کیا تو واپس کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کے کذا فی الدرر والہار ہاک العین المویہوتہ اور بے ہوز سے عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے م ہلاک سے تلف ہو جانا عین کا یا اس کے عامر منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقائے ملک تو یہ گمان کرنا چاہیے کہ خروج عن الملك معنی ہے ہلاکت سے تو اگر توار بہہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اس کی چھری یا دوسری توار بنائی تو لہ یعنی مال وصیت ام ولد کو حوالہ کیا جائے گا لہ یعنی وہ اولاد جو دوسرے شوہر سے ہمراہ عورت کے آوے ہند میں اس کو ویرہا کہتے ہیں ۱۲



رجوع جائز نہ ہوگا بخلاف شاة مذکورہ کذا فی الطحاوی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما اے اللہ اک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موبوب نہ ہو موبوب کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اس کی تصدیق ہوگی بدول قسم کے اس واسطے کہ وہ منکر ہے مہبہ پھر دینے کا فان قال الواہب ہی ہذہ العین حلف المنکر انہا لیسبت بذہ خلاصۃ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی مہبہ یہی چیز ہے تو منکریوں قسم کھائے کہ مہبہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواہب ان الموبوب لیس باخیہ اذا ادعی الا ان ذلک لانہ یدعی سبب النسب لا النسب خانیہ جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موبوب نہ اس کا بھائی نہیں جب کہ بھائی دعویٰ کرے بھائی ہونے کا اس واسطے کہ موبوب نے مدعی ہے سبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ م یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موبوب نہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آوے گی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اس میں قسم جاری نہ ہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحاوی ملخصاً یتصرف ولا یمسح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاكم للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع یعنی مہبہ کا پھر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع میں م بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہیں پھر جب اس میں اختلاف ہو تو رجوع کا حکم ثابت نہ ہوگا مگر رضائے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب مہبہ کر کے پھر لے گا بلا رضائے موبوب نہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موبوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اس کی قیمت کا تاوان دے گا موبوب نہ کو فیضمن لبتہ بعد القنار لا قبلہ تو موبوب نہ بعد حکم حاکم موبوب کو نہ دینے سے تاوان دے گا نہ قبل از حکم حاکم جب تک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا منہج مہبہ تراضی نہ ہو تو موبوب نہ کی ملک موبوب میں ثابت ہے تو اس کا تصرف اس کی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مراضی الی الحاكم ہو اور اسی طرح اگر حاکم موبوب نہ کو منع کرے اور موبوب اس کے پاس تلف ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ اس کی ملک ہنوز قائم ہے اور اسی طرح اگر بعد حاکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اس کی تعدی کے کذا فی المنع واذارجع احدہما بقضاء اور منی کان فسحا العقد البتہ من الاصل واعداءہ لملکہ القیم لا مہبہ للواہب اور جب کہ رجوع کیا متعاقبین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد مہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعداءہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ مہبہ واسطے واہب کے م اور اگر موبوب نہ واہب کو مہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہ ہوگا بدول قبض کے اور جب کہ قبض کرے گا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موبوب نہ کو اس میں رجوع کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن البدائع فلہذا لا یشتراط فیہ قبض الواہب وصح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبتہ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعداءہ ملک واہب ہے نہ مہبہ موبوب کا اسی واسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع مہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہ ہوتا یعنی اس واسطے کہ شائع کا ہبتہ صحیح نہیں کیا تقدم وللواہب ردہ علی بائعہ مطلقاً بقضاء اور منی اور واہب کو جائز ہے پھر دنیا موبوب کا اس کے بائع کو ہر طرح رجوع بقضا ہو خواہ برضا م یعنی واہب نے ایک چیز خریدی پھر وہی چیز دوسرے شخص کو مہبہ کی پھر حکم قاضی یا تراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موبوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اس کا پھر دنیا جائز ہے بخلاف الرد بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدول قضا کے م یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اس کی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اس کو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھر دیا تو اگر پھر دنیا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقبین کی رضامندی سے



رو واقع ہوا ہو تو مشتری اول اس کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحاوی لان حق مشتری فی وصف السلامة  
 لاتی الفسخ فافترقا و بالعیب فقط رضا بلاقضاء سے اس واسطے جائز نہ ہوا کہ مشتری کا حق سلامت بیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو  
 بیع اور مبیہ کا افتراق ثابت ہو گیا م چونکہ حق مشتری سلامت بیع میں ہے لہذا اگر بیع کا عیب نائل ہو جائے تو پھر دنیا متبغ ہوگا کیونکہ اس  
 کا حق اس کو مل گیا اور در صورت عدم سلامت بیع مشتری پھیر لے گا اور اس سے فسخ بیع ضرورتاً لازم ہوگا بخلاف عقد مبیہ کہ اس میں  
 فسخ کا حق واجب کو ثابت ہے کیونکہ مبیہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واجب اس کی طرف عائد ہوگی نہ مبیہ جداگانہ ۔  
 تو افتراق بیع اور مبیہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنع مخصاً ثم مراد ہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثره اصلاً  
 والا لعاد المنفصل الی ملک الواجب برجوعه فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہاء کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد مبیہ پر کوئی اثر زمان  
 مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا مبیہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک  
 واجب کی طرف عود کرنی واجب کے رجوع فی المبیہ سے کذا فی الفصولین م زوائد منفصلہ جیسے لونڈی مویہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور  
 دیت مملوک جو مویہ لے کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واجب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کالینا نہیں پہنچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل  
 بطلان اثر مراد نہیں القضا الواجب والمویہ لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوع من الموضع السابقہ السابقہ کا لہیتہ لفقہ ائمہ  
 جائز ہذا الاتفاق منہما جوہرہ واجب اور مویہ لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سببہ سابقہ کے  
 چنانچہ مبیہ واجب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوزہ و فی المجتبی لا تجوز الاقالہ فی المبیہ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا  
 ہیتہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ مبیہ اور محارم کے صدقہ میں بدل قبض کے اس واسطے کہ اقالہ یہاں مبیہ ہے ثم قال وکل شئ یفسخ  
 الحاکم اذا اختصما الیہ فذا حکم پھر صاحب مجتبیٰ نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لے جاویں  
 تو اس کا یہی حکم ہے م یعنی در صورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اس میں اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحاوی تبصر  
 ولو وہب الدین لطف المدیون لم یجز لانه غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین مبیہ کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ دین غیر مقبوض ہے و فی  
 الدرر قضی بطلان الرجوع لما نفع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا سبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ  
 مانع زائل ہو گیا تو رجوع عود کرے گا م زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملك میں ہو  
 سکتا ہے جب کہ مویہ لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحاوی تلفت العین المویہ و استحقیاق و ضمن المستحق المویہ  
 لہ لم یزج علی الواجب بما ضمن لانہ عقد تبرع فلا یستحق فیہ السدۃ چیز مویہ تلف ہوگئی اور اس کا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور  
 حقدار نے مویہ لہ سے تاوان لیا تو مویہ لہ واجب سے تاوان نہ بھرے گا اس واسطے کہ مبیہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اس میں  
 سلامت مویہ مستحق نہیں ہے م مبیہ کی قید اس واسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا  
 ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقصد ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارے میں جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف  
 ہو جائے پھر ایک مرد اس کا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھر لیں گے کذا فی الطحاوی  
 والا عارۃ کا لہیتہ ہنالا ان متبغ المستعیر کان لنفسه ولا غرور لعدم العقد وتماہ فی العمدۃ اور عاریت دینا مبیہ کے مانند ہے اس مقام میں  
 اس واسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اس کا عادیہ



میں ہے م عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور اس کا کوئی اور مالک نکلے سوائے معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھرے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا و اذا وقت المبتدع بشرط العوض لم یجوز فنی ہبتہ ابتداء فی شرط التقابل فی العوضین و یطل العوض بالشیوع فیما یقسم ببع انتہاء قدر و بالعیب و خيار الرویۃ و یؤخذ بالشفعة ہذا اذا قال و یتک علی ان عوضی کذا اما لو قال و یتک بكذا فنویع ابتداء و انتہاء و درجہ کہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتداء کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابل بشرط ہوگا اور محتمل القسمہ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض ببع ہے باعتبار انتہاء کے تو ہبہ عیب اور خيار الرویۃ سے پھیر دیا جائے گا اور شفوع سے لیا جائے گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ داہب یوں کہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھ کو غلامی چیز عوض دے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا بمقابلہ اس کے تو وہ ببع ہے باعتبار ابتداء کے بھی اور باعتبار انتہاء کے بھی م رد بالعیب عوض اور عوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح خيار الرویۃ اور شفوع دونوں میں ثابت ہے اور جب کہ باعتبار ابتداء اور انتہاء کے ہبہ ببع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہ ہوگا اور قبض شرط نہ رہے گا اور شیوع مضر نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و قید العوض بکونه معینا لانه لو کان محمولا لطل اشتراطہ فیکون ہبتہ ابتداء و انتہاء اور عوض میں مصنف نے معین ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتداء اور انتہاء کے دونوں اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ ببع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا و سبب الواقف ارضا بشرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجوز ان شرط کان کیس ذکرہ النامحی واقف نے اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جس کا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اس کا مشروط تھا بوض ہبہ کے تو نیز ببع کے ہوگی نامحی نے اس کو ذکر کیا ہے و فی الجمع و اجازہ محمد ہبتہ مال طفہ بشرط عوض مساو و منفاہ قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف و مال الصغیر و الجمع میں ہے اور جائز کہ ہے محمد بن حسن نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہے موہوب کے اور شیخین نے اس کو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو شیخین رحمہ کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی م یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحاوی نے خیر الدین رحمی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرط میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اس واسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتداء کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع سے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقا فصل فی مسائل متفرقة فیصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقة میں و ہبہ امۃ الاحملہا او علی ان یرد علیہ او لیقتمہا او لیقولہا او وہب دارا علی ان یرد علیہ شئیامنها و لو معینا کثرت الدار و رجعہا علی ان یعوض فی الہبتہ والصدقۃ شئیامنها صحت الہبتہ و بطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی و بطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانه بعض او مجہول و الہبتہ لا تبطل بالشرط لوندی ہبہ کی سوائے اس کے محل کے ہبہ کی اس شرط پر کہ لوندی داہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اس کو آزاد کرے یا اس کو اپنی حرم بنادے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ داہب کو پھیر دے اگر بعض معین ہو چنانچہ تھائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقے میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثناء محل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اس واسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ ملہ مترجم اول سے بیان تاج ہوا ترجمہ یوں چاہیے اگر ہبہ کرنے میں عوض شرط کر لیا تو یہ ہبہ ببع کے مانند ہوگا ۱۲



باطل نہیں ہوتا شرطوں میں مجبور ہونا بچپلی در صورتوں میں ظاہر ہے نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور یہ باطل نہیں ہوتا شرط فاسدہ سے ولاتنس بامر من اشتراط معلومیۃ العوض اور نہ بھولیو اس مضمون کو جو معلومیۃ عوض سے مذکور ہو چکا ہے یعنی جہالت عوض کی مفسدہ ہے سراج میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے تو شرط اس کی مفسدہ نہیں ہوتی چنانچہ یہ اور من کذا فی الخطاوی اعتق محل ائمہ ثم وہبہا صح ولو دبرہ ثم وہبہا لم یصح بقاء محل علی ملک کان مشغولاً بغيره الاول اپنی لونڈی کا محل آزاد کیا پھر لونڈی یہہ کی تو صحیح ہے اور اگر محل کو مدبر کیا پھر لونڈی یہہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے محل کے واہب کی ملک پر تو مویوب مشغول محل ہوا یعنی اور شرط یہہ یہ ہے کہ مویوب مشغول نہ ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عقد محل واہب کی ملک پر جسین باقی نہ رہا تو مویوب مشغول بلکہ واہب نہ رہا کمالاً صحیح تعلیق الا برار عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غدا وان مت بفتح التاء فانتم بری من الدین اوان مت من مرضک ہذا اوان مت من مرضی ہذا فانتم فی حل من مہری منو باطل لانه مخاطرة وتعلیق جیسے صحیح نہیں تعلیق ابرار دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جائے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زود مر کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جائے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے مجبی غد میں مخاطرہ نہیں مگر جب مجبی غد کو بقائے دین کے ساتھ لاحقہ کیجیے کذا فی الخطاوی الا بشرط کان لیکون تجزاً کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابراہیم عنہ صح تعلیق ابراہیم کی بشرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تجزیر ہو جائے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے وکذا ان مت بضم التاء فانتم بری منہ اونی حل جائز وکان وصیۃ خانۃ اور اسی طرح یہ تعلیق کہ اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیۃ ممرض مخصوص مشارالہ سے مرنا یقینی نہیں لہذا شارح نے اس کو دواں مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اس کو یہاں وصیت کہا جازا العمری للمعمرہ ولورثۃ بعدہ لبطان الشرط یہہ بطریق عمری جائز ہے اور مویوب اس کا مملوک ہے جس کو مدت العمر کے واسطے اور بعد اس کے اس کے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ممرض بضم اول یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ گھر بھرا میں رہے پھر جب مویوب لہ مر جائے تو واہب یا اس کا وارث اس کو پھیر لے سوا اس طرح کے دینے سے مویوب لہ اور اس کے ورثہ مالک ہو جاتے ہیں اور پھر لینے کی شرط باطل ہے لا تجزئ الرقبی لاننا تعلیق بالمخطر رقبی جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ممرض بضم اول یہ ہے کہ میرا گھر تیرا ہے بطریق رقبہ یعنی اگر میں مر جاؤں تجھ سے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھ سے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ یہہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالمخطر کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ یہہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الخطاوی عن المصنفات واذلم تصح کنون عاریۃ شتمی لحديث احمد وغيره من العمر عمری فی حیاتہ وموتہ لا تقر بان ارقب شیئاً فبوسیل المیراث اور جب کہ رقبی صحیح نہ ہو تو اس طرح کا دنیا عاریت ہوگا کذا فی الشتمی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص یہہ کرے بطریق عمری تو اس کا مالک زندگی اور موت میں وہی شخص ہے جس کو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبہ نہ دیا کر وہ جو شخص بطریق رقبہ کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والے کی میراث ہے بعث الی امراتہ متاعاً ہایا ایہا وبعثت ہی لہ ایضاً ہایا عوضاً للبتہ صرح بالعوض اولاً ثم اقرق بعد الزفاف وادعی الزوج



انہ عارثیۃ لا بہتہ و سلف و ارادہ الاسترواد و ارادت ہی الاسترواد ایضاً لیستروکل منہا ما اعطی اذ لا بہتہ فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہر ایک کے عوض خواہ اس نے عوض کی تصریح کی یا نہ کی پھر دونوں میں جدائی ہو گئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعویٰ کیا کہ وہ اسباب عارثیت تھا نہ ہر اور اس پر اس نے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونوں میں سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اس واسطے کہ ہر نہیں سو بدلہ بھی نہیں یعنی اس نے ہر کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہر باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہو گیا ولو استملک احدہما مالبعثہ الآخر ضمنہ لان من استملک العارثیۃ ضمنہا خانیتہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اس کا تاوان دے گا اس واسطے کہ جو عارثیت کو تلف کر ڈالے وہ اس کا ضمان دے کذا فی الخانیۃ مستہلک کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہو جائے گی تو تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی

ہریتہ الدین ممن علیہ الدین والبرکۃ عنہ یمت من غیر قبول اذالم یوجب الفسخ عقد صرف او سلم ہر کرنا دین کا اس شخص کو جس پر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہو جانے کا موجب نہ ہو م قبول کی اس واسطے حاجت نہیں کہ ہر دین اور ابراہیم معنی اسقاط ہے اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابراہیم عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابراہیم یا صرف کے متعاقبین میں سے ایک شخص نے ابراہیم یا صرف کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لکن یرتد بالردی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یمتقید بالمجلس کذا فی الخانیۃ ہر اور ابراہیم ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کر دینے سے اس واسطے کہ اس میں معنی اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بمجلس ہے کذا فی الخانیۃ معنی اسقاط تعلیم کی تعلیل ہے یعنی رد غیر مجلس اس واسطے صحیح ہوا کہ اس میں معنی اسقاط ہے اس واسطے کہ تعلیم محض کا رد مقید بمجلس ہے لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرتد حتیٰ افرق قائم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیۃ میں ہے کہ اگر مدیون ہر یا ابراہیم قبول نہ کرے اور نہ رد کرے یہاں تک کہ داس اور مدیون جدا ہوں پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہ ہوگا صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے اس پر یہ استدراک ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہے لیکن دوسرا قول صحیح ہے تو رد قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحاوی لکن فی المجلس الامحان الہیۃ تمذیک والا براء اسقاط لیکن مجتہبی میں ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ ہر تو تمذیک ہے اور ابراہیم اسقاط ہے یہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہر اور ابراہیم وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تمذیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی المجلس تمذیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالہ و وصیۃ و اذا سلطہ لے سلا الملک غیر المدیون علی قبضہ اسے الدین فیصح حیثہ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کر دین والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تمذیک صحیح ہو گی م جب اس نے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قالین ٹھہرا مولیٰ کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ تحیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور لا دے تو دین منتقل ہوگا تحیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصیٰ لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی ومنہ ما لو وصیت من ابنہا ما علی ابیہ فالصوتہ الصوتہ للتشیط اور منجدہ تمذیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہر کیا وہ دین جو اس کے باپ پر ہے تو متحدہ صحت ہر ہے



بسبب مسئلہ کرنے کے معنی تسلیم بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیم فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جب کہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبضہ پر مسلط کرے تو اب جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبضہ کے ثابت ہوگی اور اسی طرح ایشاہ میں ہے کذا فی الطحاوی و متفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یكون لم یجز ولو کان وکیلہ بالبیع فصولین اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اس کا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م معنی وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے متن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں و لیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخباراً لا تمیکاً فللمقر قبضۃ بزائیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تمیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جب کہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلان شخص کا ہے اور اس کا نام یعنی میرا نام دین کے تمیک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اس کا اقرار صحیح ہے بہ سبب اس کے اخبار ہونے کے نہ تمیک ہونے کے تو مقر کہ کو دین کا قبضہ کرنا جائز ہے کذا فی البرزازیۃ اور پورا بیان اس کا ایشاہ میں ہے دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقر کہ کو دین دے گا تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اسی طرح مقر کو دے گا کذا فی المنع و کذا لوقال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزائیۃ وغیرہا قلت وہر مشکل لانه مع الاضافۃ الی نفسه یكون تمیکاً و تمیک الدین ممن لیس علیہ باطل قائمہ اور اسی طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلان ہے وہ فلان شخص کا ہے کذا فی البرزازیۃ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تمیک ہوگی اور دین کی تمیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اس کو تامل کر لے ہم جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلان ہے پر ہے وہ نفس الامر میں فلان شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الجلی فی الاشباہ فی قاعدة لقرف الامام مقریٰ بالصلح البرزازیۃ اصطلاحاً ان یتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن یتب اسمہ الخ اور ایشاہ میں سے لقرف امام کے قاعدے میں برزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اس پر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی شخص کے واسطے ہوگی جس کا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ہم مضمون عبارت برزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں سے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اس کو دیا جائے جس کے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقر کی اس واسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رہائے غیر کو اس میں دخل نہیں کذا فی الطحاوی والصدقة کالہبتہ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطا ہے غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں وحینئذ لا یصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اس وقت میں یعنی جب کہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوتا تو صدقہ بدل قبضہ کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی عینی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دے کر پھر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اس واسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اس میں رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ والاخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا ہبہ ہے یعنی جو میں نے تجھ کو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھ کو پھر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہے یعنی پھر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیۃ فائدہ جلیلہ سید جموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تمیک بمعنی ہبہ ہوتی ہے اور قبضہ کرنے سے تمام ہو جاتی ہے



اور جب تک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اس میں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں بقیاس علی النہی اور اکثر علما اس پر ہیں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر مہیہ ہے اس واسطے کہ تملیک اور مہیہ دو شے ہیں باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغائرت اس واسطے ہے کہ اگر درختوں پر لگے پھول کو مہیہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک مہیہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور مقرر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے انتہی کذا فی الطحاوی، فروع مسائل لمحقة شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقيع فکتب کاتبہ جعلتہا مکالہ لہ یحتاج الی

القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول الیتم السؤال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھ دینے کا حکم کیا سو اس کے منشی نے لکھ دیا کہ اس زمین کا میں نے اس کو مالک کر دیا تو اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن ہر گاہ کہ پوچھنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصۃ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا م وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کتا کذا فی الطحاوی اعطت زوجا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرماہ ان کانت

وہبتہ او اقرضتہ لیس لما ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلما ذلک لالہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اس کے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرض خواہ پا گیا اگر زوجہ نے اس کو مال مذکور پہنچا ہوا اس کو قرض دیا ہو تو زوج کو قرض خواہ سے پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اس نے دیا ہو تاکہ زوج اس میں تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرض خواہ سے پھیر لینا جائز ہے نہ زوج کو دفع لایئہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاه ہبتہ فالکل لا والا فمیراث وتمامہ فی جوامع الفتاویٰ ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اس میں تصرف کرے سو اس نے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اس کو مال مہیہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ مال سب وارثوں میں قسمت ہو گا اور پھر ابیان اس کا جوامع الفتاویٰ میں ہے بحث الیہ ہدیۃ فی اناء بل یباح اکھا ذیہ ان کان شریدا وکفوہ مالم یحولہ الی اناء آخر ذہبت لذتہ یباح والافان کان بنیما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن میں کیا اس کا کھانا لینا برتن میں مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کھانا شریذ ہو یعنی روٹی شوربے میں بھیگی ہو یا مانند اس کے اس قسم کا کھانا کہ اگر اس کو دوسرے برتن میں کیجیے تو لذت اس کی جاتی رہے تو اس میں کھالینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونوں شخصوں میں بے تکلفی ہو تو بھی اس میں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن میں اور پھر دینا طرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اس کا مالک نہ ہو گا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہ ہو جیسے ڈالیاں پھولوں کی تو طرف بھی تحفہ ہے اور اس کا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ ٹھہرے گا تو امانت ہو گا دعا قوما الی طعام و فرقم علی اخونہ لیس لاہل خوان منادۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل و خادم و ہرۃ بغیر رب المنزل و لکلب و لولب البیت الا ان یأولہ الخبز المحترق للاذن عادیۃ و تمامہ فی الجمرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگوں کو جدا جدا

ف تملیک اور مہیہ دو چیزیں ہیں



خوانوں پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہے اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بی بی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اس کو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اس کا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اس کا جوہرہ میں ہے فقہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہو اس کا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے جو دستار خوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اس کو دینا درست نہ ہوا تو اور خادم کو بطریق اولیٰ دینا جائز نہ ہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ اس کی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھر دینا لازم ہوگا اور اس کو اس میں تصرف کرنا درست نہ ہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی و فی الاشبہ لاجبر علی الصلوات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلوات پر جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادا سے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوٰۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ و نفقۃ زوجۃ و عین موسیٰ بہا و مال وقف صلوات پر زبردستی نہیں مگر چار صلوات پر زبردستی ہے شفعۃ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اس چیز میں جس کی وصیت کی گئی اور وقف کے مال میں مگر تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفعۃ کو باوجودیکہ شفعۃ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفعۃ مر جائے تو شفعۃ باطل ہو جاتا ہے اور نفقۃ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے کیونکہ وہ اجناس کا بدلہ ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال واقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر مقابلہ عمل کے نہ ہو اور پانچویں صورت نفقۃ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت ادا سے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحاوی وقد حررت ابیات الوہابیۃ علی وفق مانی شرجا للشر بنیالی فقلت ۵ وواہب دین لیس یرجع مطلقاً ۶ وابرار ذری نصف یصح المحرم ۷ اور البیہ میں نے ابیات وہبیانہ کی تحریر اور تصحیح کی ہے شرجا بنیالی کی شرح کے موافق تو میں نے یوں کہا اور دین کا مہر کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر اور محقق ہے مگر ابرا نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کر دے تو اگر دائن یوں کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یوں کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الراویہ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اس کا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ نصف نصف یعنی چارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحاوی ۵ علی حجا او ترکہ ظلمہ لہا ۶ اذا وہبت مہرا ولم یوف کخسر ۷ جب کہ عورت نے اپنے زوج کو مہر مہیا کیا اپنے حج کر دانے پر یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ بشرط حج کر دانے عودت کے یا ترک ظلم کے عودت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اس کو حج لے گیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر کمال سابق باقی رہے گا اس واسطے کہ عودت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہو گئی یہی قول مفتی بہ ہے ہاں اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البیہ مہر معاف ہو جائے گا اس واسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہابیۃ لعبد البر ۵ معلق تطلیق بابر او مہر ۶ و النکاح اخری لویہ و فیظفر ۷ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابرا مہر دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفر یا ب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عودت کا نکاح کر دوں اور تو اپنا مہر مجھ کو معاف کر دے تو تو طاعتی ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہابیہ میں نہیں بلکہ شریعتی نے اس کو ظلم کیا ہے ۵ وان یقتضی الانسان مال مبیعہ ۶



فابراؤ خدمتہ کالہ بن اظہرہ اور اگر آدمی نے اپنے بیع کمال یعنی شن اس کا لیا بھرن اس کا معاف کر دیا تو شن مذکور اس سے پھر لیا جائیگا مانند شن کے یہ قول ظاہر تر ہے ابراؤ شن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بھیجی اور مشتری سے اس کا شن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو شن معاف کر دیا بعد قبض کے تو ابراؤ صحیح ہے اور مشتری نے جو شن دیا تھا اس کو بائع سے پھر لے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کر دے تو مدیون اس سے دین پھر لے گا۔ دین و دین ارضی فی البناء صحیحہ و عندی فیہ وقفہ فمجرور بہ اور زمین کے سوا فقط عمارت میں ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اس میں توقف اور تامل ہے تو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے قلت وجہ توقفی تھریجیم فی کتاب الرهن بان رهن البناء دون الارض و عکسہ لا یصح لانہ کا شائع قائلہ میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ میں تھریج کرنا تھا کہ اسے کتاب الرهن میں اس مسئلے کا کہ رهن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رهن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اس میں تامل کہ اصل توقف علامہ ابوالرشاح دبیانی سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ عمارت بلا ارض و غیرہ اور منیہ اور تمہ سے منقول ہے اور دلیل مسئلے کی تتمہ میں یوں مذکور ہے کہ مشتری جب عہدہ کہ میں نے زمین مول لی ہے اور بائع نے مجھ کو عمارت اس کی ہبہ کی ہے اور شفیق کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونوں مول لیں ہیں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال میں نظر ہے اس واسطے کہ یہاں کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہے اور لائق یہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہ ہو اس واسطے کہ قبض شرط ہے ہبہ میں اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہے بقریج مسئلہ کتاب الرهن کہ رهن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہیں کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہے انتہی اور کافی میں ہے کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین میں اور پھیل درخت پر اور زیو زلوار میں اور مس راست گھر میں اور من بھراناج ڈھیر سے اور مویوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھیل توڑنے اور زیو زلوار پھرنے اور عمارت ڈھانے اور اناج توڑ لینے کا امر کیا اور مویوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہے استحسان کی وجہ سے گویا اس نے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر وہب قبض کا اذن نہ دے اور مویوب لہ دیکھا کہ تو تادوان اس پر لازم ہوگا انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر مٹھرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف میں کافی ہوگا یعنی صحت ہبہ عمارت بلا ارض اس صورت میں ہے جب کہ واجب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور مویوب لہ نے اس پر عمل کیا کذا فی الطحاوی و اشترت باظہر لما فی العداویۃ عن خواہر زادہ انہ لایرجع واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا میں نے بلفظ اظہر جو تھریج بیت میں اس قول ضعیف کی طرف جو عداویہ میں ہے خواہر زادہ سے کہ بعض قبض شن مشتری بائع سے عین نہ پھیرے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہے و بیظفر لے نکاح ضرر تھا لانہ پردہ للابراء البطل فلا حث فلیحفظ اور بلفظ لفظ اشارہ کیا تیسری بیت میں یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفر باب ہوا اس واسطے کہ ابراؤ کے رد کرنے سے اس نے تعلیق طلاق کو باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اس کو یاد رکھنا چاہیے خاتمہ تا نا غانیہ میں ہے طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہبہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہ ہو چنانچہ کپڑا یا اس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہ ہو چنانچہ گوشت اور مانند اس کے تو اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کو اس میں سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والوں کو اس میں سے کچھ نہ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کو واسطے رکھے سراج و طاج میں ایک مرد مرگیا سو دوسرے شخص نے اس کے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کو واسطے تو اس کپڑے کا مالک فرزند ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اس کے واسطے رکھے چھوڑے یا مالک نہیں جو لب یہ ہے کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جس کی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اس کے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اس کا مالک نہیں اور اگر دوسرا کفن دیکھا تو کپڑے کا پھر دینا اس پر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو فرزند کو جائز ہے کہ کپڑے کو جہاں چاہے صرف کرے کذا فی الطحاوی و اشترت سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم التکریم وصلی اللہ علی سیدنا و شفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین



انوالہ

75821 - 10114



